

مصنف

سراج العلماء زبدۃ الفضلاء
حضرت علامہ شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

شیخ التفسیر والحدیث مولانا ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی مدظلہ

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور

نام کتاب . . . . . فیوض الرحمٰن اُردو ترجمہ تفسیر رُوح البیان

پارہ نمبر ۲۸

مصنف . . . . . . سراج العلماء و الفضلاء علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ

مترجم . . . . . شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد فیض احمد اویسی رضوی

تصحیح . . . . . . الحاج چوہدری مشتاق محمد خاں لاہور

سنِ طباعت ۱۹۹۱ء

ناشر . . . . . مکتبہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور

فہرست مضامین فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان

پ ۲۸

مضمون	صفحہ نمبر
قد سمع اللہ کا پہلا رکوع عربی	۳
" " " اردو ترجمہ مع تفسیر	۵
واللہ یسمع تحاورکما الخ کی تفسیر	۶
ادب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ	۸
تفسیر الذین یظاہرون منکم الخ	۱۰
تفسیر وانہم لیقولون منکراً من القول الخ	۱۲
تفسیر والذین یظاہرون منکم من نسائہم	۱۴
تفسیر فمن لم یجد فصیام الآیۃ	۱۷
معجزہ واختیار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۱
تفسیر ان الذین یحادون اللہ ورسولہ	۲۳
تفسیر یوم یبعثہم اللہ الآیۃ	۲۵
حاضر وناظر اور رد وہابیہ دیوبندیہ (حاشیہ)	۲۶
رکوع عربی الم تر ان اللہ یعلم الخ	۲۷
رکوع ہذا کا ترجمہ اردو	۲۸
تفسیر آیت الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموٰت	۲۹
علم غیب حاصل کرنے کا وظیفہ	۳۲
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور عراقی	۳۳
تفسیر الم تر الی الذین نہوا عن النجویٰ	۳۴
تفسیر واذا جاؤک حیوک الخ	۳۵
دعاء مستجاب ابرہ یہود	۳۷
تفسیر یا ایہا الذین اذا تناجیتم الآیۃ	۳۸
تفسیر انما النجویٰ من الشیطان الآیۃ	۳۹
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خواب	۴۰
تفسیر یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم الآیۃ	۴۱
اہل مجلس کیلئے اہتمام عجیب اور منافقوں کا اعتراض	۴۳
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بے ادبوں کیساتھ دستور منشور (حاشیہ)	۴۴
گستاخوں کے متعلق اسلاف کا فتویٰ (حاشیہ)	"
تفسیر یرفع اللہ الذین آمنوا الخ	۴۵
فضائل علماء	۴۸
علماء کی شفاعت	۴۹
شان وکمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شفقت برامت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۵۳

مضمون	صفحہ
خصوصیاتِ مرتضٰی پر رشک صحابہ	۵۴
تفسیر اشفقتم (الآیۃ)	۵۶
رکوع عربی الم تر الی الذین تولوا الخ مع ترجمہ	۵۸
تفسیر الم تر الی الذین تولوا (الآیۃ)	۶۰
تفسیر اعد اللہ لھم عذاباً شدیدا	۶۱
تفسیر لن تغنی عنہم اموالہم (الآیۃ)	۶۲
تفسیر استحوذ علیہم الشیطان	۶۳
تفسیر ان الذین یحادون اللہ (الآیۃ)	۶۵
تفسیر کتب اللہ لاغلبن الآیۃ	۶۸
تفسیر لا تجد قوماً یومنون باللہ الآیۃ	۶۸
صلح کلیوں کے لئے حوالہ جات	۶۹
صلح کلیوں کو اویسی کی دردمندانہ اپیل (حاشیہ)	۶۹
غیور صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات	۷۳
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے باپ کو قتل کر دیا	۷۳
حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کی غیرت اور پھر جھگڑا	۷۳
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا باپ کو تھپڑ مارنا اور قتل کی کھوج	۷۴
حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا اسلام (حاشیہ)	۷۵
حضرت ابوبکر کا بیٹے سے مقابلہ (رضی اللہ عنہ)	۷۵
افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ و دیگر واقعات	۷۶
تفسیر وایدھم بروح منہ (الآیۃ)	۷۷
حزب اللہ کون ؟	۷۹
سورۃ الحشر کا رکوع اول عربی	۸۱
〃 〃 〃 کا ترجمہ	۸۳
تفسیر آیت سبح للہ ما فی السموات (الآیۃ)	۸۴
پتھر درود خوانی	۸۴
یہودیوں کا تعارف اور یہودی مدینہ کیسے پہنچے کا سبب ہجرت	۸۶
ہجرت کے بعد یہودیوں کا حال	۸۷
کعب بن اشرف یہودی کا حال	۸۷
جبریل علیہ السلام کی حاضری کعب بن اشرف کا قتل	۸۷
نبوی سیاست یہود کی سازش یہود کی جلاوطنی	۸۸
منافقین کی شرارت یہود کا سرغنہ، یہود کی برادری تتر بتر	۸۹
سلسلہ جلوتیہ شریف اور تفسیر وھو الذی اخرج الخ	۸۹۰
الجزیرہ کا طول و عرض	۹۱
تفسیر ما ظننتم الخ (الآیۃ)	۹۱
تفسیر وقذف فی قلوبھم الرعب الخ	۹۲
تفسیر فاعتبروا یا اولی الابصار	۹۵
تحقیق البصر	۹۶
قیاس کے جواز کی دلیل	۹۷
تفسیر ولولا ان کتب اللہ الخ	۹۸
تفسیر ذلک بانھم شاقوا اللہ الخ	۹۹
تفسیر ما قطعتم من لینۃ الخ	۱۰۰
حضور علیہ السلام نے اونٹنی کا فیصلہ خلاف کیوں دیا (حاشیہ)	۱۰۰

مضمون	صفحہ
عتیق و عجوہ کھجور و تمام کھجوروں کے ماں باپ	۱۰۱
صیحانی کھجور نے کہا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ	۱۰۲
مدینہ پاک میں غیر ملکی کھجوریں	۱۰۲
فضائل عجوہ شریف	۱۰۳
ماتم کی رسم یہودیوں سے	۱۰۴
تفسیر وما افاء اللہ علی رسولہ	۱۰۴
نکتہ وہابی کش	۱۰۴
تفسیر وما افاء اللہ علی رسولہ	۱۰۹
من اہل القریٰ الآیۃ	//
تفسیر کیلا یکون دولۃ الخ	۱۱۲
تفسیر وما اتاکم الرسول فخذوہ الخ	۱۱۳
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا استدلال	۱۱۵
تفسیر للفقراء المہاجرین الآیۃ	۱۱۶
اختیار نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثبوت	۱۱۸
فقر کی دو قسمیں	۱۱۹
تفسیر والذین تبوء الدار (الآیۃ)	۱۲۲
انصار سے کون مراد ہیں اور الدار سے مدینہ مراد ہے	۱۲۱
تفسیر لا یجدون فی صدورھم الآیۃ	۱۲۲
تقسیم الفیئ اور ایثار کی حکایت	۱۲۴
فقراء (اولیاء) اور علماء میں فرق	۱۲۶
دور سابق اور دور حاضرہ کے پیر و فقیر (حاشیہ)	۱۲۷
تفسیر ومن یوق شح نفسہ (الآیۃ)	۱۲۸
سخاوت کے فضائل	۱۲۹
جود و سخا کا فرق	۱۳۰
تفسیر والذین جاؤا من بعدھم الآیۃ	۱۳۱
روافض خوارج اور جاہل واعظ	۱۳۴
عربی رکوع اور ترجمہ الم تر الی الذین	۱۳۸
نافقوا الخ	//
منافقین کی منافقت اور یہودیوں کی عداوت	۱۴۰
اور علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۴۰
تفسیر لانتم اشد رھبۃ (الآیۃ)	۱۴۲
تفسیر لا یقاتلونکم (الآیۃ)	۱۴۴
تحقیق لغوی لفظ شتّیٰ	۱۴۵
عقل نور اور حکایت	۱۴۷
عقل کی نورانیت سے سورج بے نور	۱۴۸
تفسیر کمثل الذین من قبلھم الآیۃ	۱۴۸
برصیصیا کا قصہ	۱۵۱
برصیصیا کی دوسری کہانی	۱۵۲

عنوان	صفحہ
حکایت کرسف زاہد اور جریج کا احسان	۱۵۵
جریج کا قصہ	۱۵۵
کرامت لڑکا	۱۵۶
رکوع عربی مع ترجمہ یاایہا الذین	۱۵۹
آمنوا اتقوا اللہ الخ	″
تفسیر ولا تکونوا کالذین (الآیۃ)	۱۶۳
الست کی باتیں مع حاشیہ	۱۶۴
تفسیر لا یستوی اصحاب النار (الآیۃ)	۱۶۶
تفسیر لو انزلنا ہذا القرآن (الآیۃ)	۱۶۹
تصوف کے چٹکلے اور غور وفکر کے فضائل	۱۷۲
تفسیر ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو (الآیۃ)	۱۷۵
تفسیر ھُوَ (صوفیانہ)	۱۷۶
نفس کی قسمیں ۔	۱۷۸
عالم الغیب والشہادہ کی تفسیر	۱۷۹
عبد الملک کی تحقیق	۱۸۲
خاصیۃ الملک والقدوس	۱۸۵
تحقیق عبد السلام	۱۸۸
برکات نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۸۹
عبد المومن کی تحقیق ۔	۱۹۰
حکایت امام ابن العربی شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۱
المہیمن کی تحقیق	۱۹۳
تحقیق عبد العزیز	۱۹۴
تحقیق عبد الجبار	۱۹۷
المتکبر کی تحقیق	۱۹۸
تفسیر ہو اللہ الخالق الخ	۲۰۱
ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کی تحقیق	۲۰۳
حدیث مذکور کی تحقیق اویسی (حاشیہ)	۲۰۵
فوٹو کے عاشقوں کی مذمت (حاشیہ)	۲۰۶
عبد المصور کی تحقیق	۲۱۰
دعائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۱۱
استجابت دعا کا نسخہ اکسیر	۲۱۱
تحقیق عبد الحکیم	۲۱۳
سورۃ الحشر کی آخری آیات کے	۲۱۹
خواص وفضائل وبرکات	″
سورۃ الممتحنہ کا رکوع اول عربی ۔	۲۲۱
″ ″ ″ ″ کا ترجمہ	۲۲۱
الممتحنہ کی وجہ تسمیہ اور آیت اول کی تفسیر	۲۲۳
واقعہ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ	۲۲۴

مضمون	صفحہ
واقعہ ہذا پر تبصرہ اویسی (حاشیہ)	۲۲۵
حکایت، آیت کے نزول پر حاطب رضی اللہ عنہ بیہوش ہوگئے	۲۲۶
تفسیر و یفعلہ منکم الخ	۲۳۰
حکایت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۱
تفسیر ان یثقفوکم (الآیۃ)	۲۳۲
تفسیر قد کان لکم (الآیۃ)	۲۳۴
تحقیق آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا (حاشیہ)	۲۳۷
تارخ کون تھا	۲۳۹
ذکر فضیلۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۴۱
تفسیر لقدٔ ۔ ن لکم (الآیۃ)	۲۴۲
رکوع عربی عسی اللہ ان یجعل الخ	۲۴۵
ترجمہ رکوع مذکور	۲۴۶
تفسیر آیت عسی اللہ ان یجعل (الآیۃ)	۲۴۷
تفسیر لا ینہاکم الخ	۲۴۹
تفسیر انما ینہاکم اللہ الخ	۲۵۱
ہجرت کا اعجوبہ	۲۵۲
بدمذاہب سے نکاح و بیاہ	۲۵۶
جاہل صوفیوں کی ایک غلط دلیل	۲۵۶
جاہل صوفیوں کی تردید	۲۵۷
تفسیر ولا جناح علیکم (الآیۃ)	۲۵۹
تفسیر ولا تمسکوا العصم الکوافر	۲۶۱
تفسیر اسئلوا ما انفقتم (الآیۃ)	۲۶۴
تفسیر فآتوا الذین ذہبت ازواجہم الآیۃ	۲۶۵
تفسیر یا ایہا النبی اذا جاء المؤمنات الآیۃ	۲۶۷
لواطت کی مذمت اور جانوروں سے وطی کا حکم	۲۶۹
لواطت کی خرابیاں (طبی قاعدہ) حاشیہ	۲۷۱
لوطیوں کے مقتداء و پیشوا	۲۷۲
لوطیوں کا انجام برباد	۲۷۴
لواطت کی مذمت از احادیث	۲۷۵
قیامت کی علامت لواطت کی کثرت	۲۷۵
لوطی قاتل	۲۷۶
لوطی کی سزا	۲۷۷
تفسیر ولا یاتین ببہتان (الآیۃ)	۲۷۸
رد شیعہ	۲۷۹
فتح مکہ میں بیعت کی کیفیت	۲۸۲
فضیلت بی بی ہندہ	۲۸۳
صوفیہ کا طریقہ مطابق سنت ہے	۲۸۴
تفسیر یا ایہا الذین آمنوا لا تتولوا الآیۃ	۲۸۵

عنوان	صفحہ
قبریں کا فتنہ کا حال	٢٨٦
سورۃ الصف کا رکوع اول عربی	٢٨٨
سورۃ الصف کے رکوع (اول) کا ترجمہ	٢٨٩
تفسیر سبح للہ الآیۃ	٢٩٠
تفسیر مقتا عند اللہ (الآیۃ)	٢٩٢
بے عمل واعظ	٢٩٢
تفسیر ان اللہ یحب الذین (الآیۃ)	٢٩٤
تعارف عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	٢٩٦
اغلاط العوام (نمونے)	٢٩٨
حضور علیہ السلام کو ایذا دیا گیا	٢٩٩
گستاخیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انجام	٣٠٠
تفسیر واذ قال عیسیٰ بن مریم (الآیۃ)	٣٠١
مدح امت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	٣٠٢
فضائل محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	٣٠٥
رہا چرچہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم	٣٠٦
اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی	٣٠٧
اسم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکتے اور معجزے	٣٠٨
تمنائے موسیٰ علیہ السلام کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہوں	٣٠٩
حضور علیہ السلام صلے اللہ علیہ وسلم کے عجیب وغریب فضائل	٣١٠
احمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نام کا نکتہ	٣١١
محمد نام والے لوگ	٣١٢
اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	٣١٣
بعض اسماء النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرح	٣١٤
تفسیر فلما جاءھم (الآیۃ)	٣٢١
تفسیر ومن اظلم (الآیۃ)	٣٢١
اولیائے کرام کی شان	٣٢٦
تفسیر ھو الذی ارسل رسولہ (الآیۃ)	٣٢٦
دین کی اقسام	٣٢٧
رد وہابی جماعت اور اس کی ذیلی جماعتیں	٣٢٨
عربی رکوع مع ترجمہ یا ایھا الذین آمنو ھل ادلکم (الآیۃ)	٣٢٩ / ٣٣٠
تفسیر آیت یا ایھا الذین آمنو ھل ادلکم (الآیۃ)	٣٣١
اہل بدع یعنی بدمذاہب سے جہاد	٣٣٤
توحید کی اقسام	٣٣٥
جنات (جمع جنۃ) کی تعداد	٣٣٧
تفسیر واخری تحبونھا الآیۃ	٣٤١
تفسیر یا ایھا الذین آمنو کونوا انصار اللہ الآیۃ	٣٤٣

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حواریین کی تحقیق	۳۴۴	رکوع عربی مع ترجمہ یاایھا الذین	۳۷۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری	۳۴۴	اٰمنوا اذا نودیٰ الخ	؍؍
عیسائیوں کے تین فرقے	۳۴۵	اذانِ خطبہ مسجد سے خارج ہو تحقیق اویسی حاشیہ	۳۷۳
سورۃ الجمعہ کا پہلا رکوع عربی	۳۴۷	تحقیق الجمعہ اور اسلام کا پہلا جمعہ	۳۷۵
سورۃ الجمعہ کے پہلے رکوع کا ترجمہ	۳۴۸	مسجدِ قبا کی سنگِ بنیاد	۳۷۶
تفسیر سبح للہ ما فی السمٰوٰت وما	۳۴۸	تفسیر فاذا قضیت الصلوٰۃ (الآیۃ)	۳۸۰
فی الارض الآیۃ	؍؍	یوم الجمعہ کے مسائل فقیہہ	۳۸۳
عرب کی قسمیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امّی کیوں رہے	۳۵۰	فضائل جمعہ	۳۸۴
آپکے امّی ہونے کے باوجود لکھا پڑھا جانتے تھے	۳۵۱	خطبہ مسنونہ اور ایک خطبہ مسنون	۳۸۶
شعیا پیغمبر علیہ السلام ہمارے حضور علیہ السلام کے مداح	۳۵۲	صحابہ پر اعتراض از شیعہ کا جواب	۳۸۷
کتاب وحکمت کی مراد	۳۵۲	حضرت بہلول مع خلیفہ بغداد	۳۸۶
صحابہ کی شان کمال	۳۵۴	نمازِ جمعہ کے بعد دعا برائے	۳۹۲
حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان کا ثبوت (حاشیہ)	۳۵۵	سورۃ المنافقون کا پہلا رکوع عربی	۳۹۴
حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اہلِ جنت ونار کا علم حاشیہ	۳۵۷	؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ کے پہلے رکوع کا ترجمہ	۳۹۵
عرب کو عجم پر فضیلت	۳۵۸	تفسیر اذا جاءک المنافقون الآیۃ	۳۹۶
تفسیر مثل الذین حملوا التوراۃ الآیۃ	۳۶۰	تفسیر اتخذوا ایمانھم (الآیۃ)	۳۹۹
تفسیر قل یاایھا الذین ھادوا الآیۃ	۳۶۲	تفسیر فطبع علیٰ قلوبھم الآیۃ	۴۰۰
تفسیر قل ان الموت الذی (الآیۃ)	۳۶۷	تفسیر واذا رأیتھم (الآیۃ) منافقوں کی غرض	؍؍
طاعون سے خروج کی ممانعت	۳۷۱	تفسیر یحسبون کل صیحۃ (الآیۃ)	۴۰۴

پارہ (۲۸)

قد سمع الله

آیاتہا ۲۲ (سورة المجادلة مدنية (عدد نزول ۱۰۵) رکوعاتہا ۳

بسم الله الرحمن الرحیم ۝

قد سمع الله قول التی تجادلك فی زوجها وتشتکی الی الله ق
والله یسمع تحاورکما ط ان الله سمیع بصیر ۝ الذین
یظهرون منکم من نسآئهم ما هن امهتهم ط ان امهتهم
الا الّٓـی ولدنهم ط وانهم لیقولون منکرا من القول وزورا ط
وان الله لعفو غفور ۝ والذین یظهرون من نسآئهم ثم
یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتمآسا ط ذلکم توعظون
به ط والله بما تعملون خبیر ۝ فمن لم یجد فصیام شهرین

مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ
سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ
اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ
اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ يَوْمَ
يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۚ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۚ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○

سورۃ مجادلہ مدنی ہے اس میں ۳ رکوع ۲۲ آیات ۴۷۳ کلمے ۱۷۹۲ حروف ہیں۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

ترجمہ: بیشک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بیشک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا۔ یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ بیشک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کیے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بیشک ہم نے روشن آیتیں

اُتاریں اور کافروں کے لیے خواری کا عذاب ہے جس دن اللہ ان سب کو اُٹھائے گا پھر انہیں
ان کے کو تک جتلا دے گا۔ اللہ نے انہیں گن رکھا ہے اور وہ بھول گئے اور ہر چیز اللہ
کے سامنے ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا (بیشک اللہ تعالیٰ نے سُنی
اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے) علاقہ سببیہ کی وجہ
سے سمع اَجَابَ سے مجاز مرسل ہے۔

حل لغات:۔ المجادلہ ایک دوسرے کو جھگڑے کے طور باہم بات چیت کرنا۔ مغالبہ یعنی غلبہ پانے
کے لیے مقابلہ کرنا یعنی بر بسبب نزاع کسی سے کام لے جانا۔ دراصل یہ جدلت الحبل (میں نے
نے اس کی رسی مضبوط کی) سے ہے گویا دو جھگڑنے والے اپنی رائے سے اپنی رسّی مضبوط کرنا چاہتے ہیں
یہاں باہم گفتگو اور ایک دوسرے سے بات چیت مراد ہے۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت
کی بات قبول کرلی جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے فتویٰ پوچھتے ہوئے گفتگو کرتی اور بات کو دہراتی
ہے یعنی جو اس سے بلا وجہ اظہار کیا کہ وہ شرعاً صحیح ہے اور نہ ہی کوئی مقبول سبب ہے جس کے متعلق بار بار
پوچھتی ہے۔

و تشتکی الی اللہ (اور وہ اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی ہے اس کا عطف تجادلک پر ہے یعنی وہ
اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع وزاری اور وہ جو اسے ناگوار تھا اسے ظاہر کرتی تھی۔

حل لغات:۔ المفردات میں ہے کہ الشکایہ والشکاۃ والشکویٰ بمعنی غم اور پراگندگی ظاہر کرنا ہے۔ اہل لغت
کہتے ہیں۔ شکوت۔ اشکیت۔ الشکوی کا اصلی معنیٰ ہے مشکیزہ کھولنا اور جو اس کے اندر ہے
اسے ظاہر کرنا۔ الشکوہ بمعنی چھوٹا مشکیزہ جس میں پانی ڈالا جائے اصل میں استعارہ ہے اس قول سے
جو عربی کہتے ہیں بـثثت لہ مافی وعائی جو کچھ میرے برتن میں تھا میں نے اس کے لیے انڈیل دیا
اور جھاڑا جو میرے برتن میں تھا وہ میں نے جھاڑ دیا یعنی جو کچھ میرے دل میں تھا ظاہر کر دیا۔
کشف الاسرار میں ہے کہ الاشتکاہ بمعنی وہ جو انسان کو ناگوار امر واقع ہوا سے ظاہر کرنا اور جو دوسرے
سے ناگوار امر واقع ہوا سے الشکویٰ کہتے ہیں۔
تاج المصادر میں ہے کہ اشتکاء بمعنی گلہ کرنا و شکویٰ لینا۔ الشکویٰ بمعنی چھوٹا مشکیزہ۔

فائدہ:۔ گفتگو کرنے والی خولہ بنت ثعلب بن مالک بن خزاعہ خزرجیہ تھیں (رضی اللہ عنہا) اور ان کا شوہر نامدار حضرت

اوس بن الصامت حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا۔

شانِ نزول: حضرت خولہ حسین بدن تھیں انھیں اوس نے نماز پڑھتے دیکھا تو شہوت کا غلبہ ہو گیا سلام پھیرنے پر کہا تو بی بی نے انکار کر دیا۔ اوس تیز مزاج تھے فوراً طیش میں آ گئے بمقتضائے بشریت کہہ دیا انت علی کظہر امی۔ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ اسلام میں یہ پہلا موقعہ ظہار تھا یہ کہہ کر نادم ہوئے کیونکہ جہالت میں ظہار و ایلاء پر دونوں طلاق سمجھے جاتے تھے بی بی سے کہا اب میں کیا سمجھوں اس طرح سے تو تو مجھ پر حرام ہو گئی ہو گی بی بی فوراً حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اس وقت حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کا سر مبارک دھو رہی تھیں۔ عرض کی یا رسول اللہ اوس میرا شوہر میرے بچوں کا باپ اور میرا چچیرا بھائی اور مجھے محبوب تر ہے وہ مجھ سے ظہار کر بیٹھا ہے لیکن طلاق کا لفظ منہ سے نہیں بولا اب وہ خود بھی نادم ہے کیا میری اور اس کی یکجا رہنے کی کوئی صورت ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے تو ایسے معلوم ہوتا ہے تو اس پر حرام ہو گئی عرض کی یا رسول اللہ غور فرمائیے میں نادار اور اکیلی ہوں اور میرا کوئی کنبہ نہیں بچے چھوٹے ہیں اگر میں انہیں ساتھ لے جاؤں تو بھوکے مریں گے اگر باپ کے پاس چھوڑ جاؤں تو ضائع بیکار ہو جائیں گے لیکن نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی پہلے والی بات دہرائی کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔ بی بی نے بحث و مباحثہ جاری رکھا لیکن آپ وہی پہلے والا کلمہ دہراتے رہے بی بی چلائی اور کہا میں اپنا ناگوارا اپنے رب کریم کے پیش کرتی ہوں کہ میرے شوہر نے جو کچھ کہا اور میرا فاقہ اور میری تنہائی کو خوب جانتا ہے اور عرصہ دراز میں نے شوہر کے ساتھ نیک معاشرہ سے گزارا یہاں تک کہ میرا پیٹ جھڑ گیا یعنی کافی عرصہ اس کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اب بڑھاپے کے قریب ہوں بلکہ بانجھ ہو گئی ہوں یعنی بچے جننے کے قابل نہیں رہی یہ کہتی رہی اور آسمان کی طرف سر اٹھا رکھا تھا جیسے نزول رحمت کی امید پر آسمان کو دیکھنا عام لوگوں کی عادت ہے کہ اس کی رحمت عرش سے نازل ہو گی اور کہہ رہی تھی یا اللہ میرے حق میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی فیصلہ بتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر مبارک کا دوسرا حصہ دھونے لگیں اور بی بی بدستور آسمان کی طرف منہ کر کے وہی کہتی رہیں جو کہہ رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شکایت سناتی رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو دکھ درد سنایا یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام یہی چار آیات لے آئے اس کا شکوہ سنا گیا اور دعا قبول ہوئی۔ اس معنیٰ پر یہی بی بی نزول ظہار کا سبب بنی۔

فائدہ: لفظ قَدْ میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مجادلہ سے توقع تھی کہ اس کا یہ حکم نازل فرماتا اور اس بی بی کا دکھ ضرور ٹالتا کیونکہ لفظ قد کا داخلہ ماضی متوقع پر ہوتا ہے۔

واللہ یسمع تحاورکما اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے یعنی تمہاری بات کو دہرانا اور باہم گفتگو ہونا اور ظہار کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال و جواب کرنا۔

حل لغات:۔ التحاور بمعنی التجاوب یعنی کلام لوٹانا اور اس کا جواب دینا یعنی ایک دوسرے کو جواب دینا الحور سے بمعنی الرجوع یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بار بار اپنے قول کی طرف رجوع کرنا کہ تو اپنے شوہر پر حرام ہوگئی اور بی بی کا بار بار تقاضا کہ کسی طرح وہ شوہر پر حلال ہو۔ اسی طرح المحاورہ فی البحث اسی سے دہا کا کلمہ۔ نعوذ باللہ من الحوز بعد الکور۔ یعنی ہم پناہ مانگتے ہیں رجوع الی نقصان سے بعد پہنچنے زیادتی کی طرف یا پناہ مانگتے ہیں اُنس کے بعد وحشت کی طرف سے۔ امام راغب نے فرمایا الحور بمعنی تردد یا بالذات یا بالتفکر جیسے نعوذ باللہ من الحور بعد الکور یعنی تردد فی الامر سے اس کے گزر جانے کے بعد یا نقصان سے پناہ مانگتے ہیں یا تردد فی الحال بعد اس میں زائد ہونے کے۔

فائدہ:۔ صیغہ مضارع بوجہ اس کے دائمی سماع کے بموافق ان کے تحاور و تجدد کے ہے۔

سوال:۔ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خطاب پر اکتفا کیوں حالانکہ بی بی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو جواب دیتے یعنی عبارت ہوتی تحاور۔ وتحاورک الخ۔

جواب:۔ تغلیبًا ایسے کیا گیا ہے بوجہ حضور علیہ السلام کی شان اقدس کے پیش نظر یہ جملہ مستانفہ ماقبل کی تعلیل کے قائم مقام ہے کیونکہ سوال میں بھی بی بی کی عاجزی اور تضرع الی اللہ میں مبالغہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسے جواب دے دینے کا تقاضا تھا کہ وحی کا انتظار رہتا اور درمیان میں توقف کیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے چونکہ ہر دونوں کا حال برابر ہے اسی لیے اس کا ان کی گفتگو کا ایک ہی جواب دے دیا اور گویا اس کی علت بھی بتادی۔

سوال:۔ قد سمع اور پھر یسمع کا تکرار کیوں؟

جواب[۱]:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اس میں تکرار نہیں کیونکہ پہلا سماع اس واقعہ کو بیان کررہا ہے جو بی بی نے شوہر کا حال بتایا۔ دوسرا وہ واقعہ بیان کرتا ہے جو بی بی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واقع ہوا۔

جواب[۲]:۔ پہلا صیغہ ماضی ہے اور دوسرا استقبل پھر تکرار کیا۔

ان اللہ سمیع علیم۔ بیشک اللہ تعالیٰ سنتا دیکھتا ہے۔ مسموعات و مبصرات کو خوب دیکھتا سنتا ہے اسی میں سے ہے کہ وہ دونوں کی گفتگو سنے اور ان کی وہ ہیئت کذائیہ جو ان دونوں یعنی بی بی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واقع ہوئی بالخصوص بی بی کا آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنا اور دیگر تضرع و زاریوں کے آثار سے

یا من یری فی الضمیر و یسمع
انت المعد لکل ما یتوقع

یا من یراجی للشدائد کلھا
یا من الیہ المشتکی والمفزع
ما لی سوی قرعی لبابك حیلۃ
و لئن رددت فای باب اقرع
حاشی للطفك ان تقنط عاصیا
الفضل اجزل والمواہب اوسع

ترجمہ۔ اے وہ ذات جو دل کی باتوں کو دیکھتا سنتا ہے تو ہر اُمید و توقع کو پورا کرتا ہے۔
اے وہ ذات جس سے شدائد تکالیف وغیرہ میں اُمید کی جاتی ہے۔
اے وہ ذات جو شکایت اور گھبراہٹ کی جگہ ہے تیرے سوا کونسا دروازہ جو اسے کھٹکھٹاؤں۔
اگر تو رد کردے تو پھر کس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں تیرے لطف سے بعید تر ہے کہ عاصی کو
نا اُمید کردے تیرا فضل عام اور عطا وسیع تر ہے۔

فائدہ:۔ آیت میں دلیل ہے کہ جب مخلوق سے اُمید منقطع ہو جائے اور کوئی اس کا چارہ کار نہ رہے سوائے رب تعالیٰ کے اور وہ اپنی دُعا میں صدق اور زاری میں صفائی دکھائے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور بالضرور کفایت کرتا ہے جتنا کوئی زیادہ کمزور ہو گا اتنا ہی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا زیادہ لطف ہو گا ؎

دعائے ضعیفاں اُمید وار
ز بازوئے مردے بہ آید بکار

ترجمہ:۔ ضعیف انسان اُمیدوار کی دُعا بازوئے مرد سے زیادہ کام آتی ہے۔

فائدہ:۔ جس کی بات اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور اولیاء اللہ غور سے سنیں تو پھر دوسروں کو زیادہ لازم ہے کہ اس کی بات اور زیادہ غور سے سنیں۔

حکایت اور ادب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

مروی ہے کہ اس بی بی خولہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا۔ اسی دوران جب آپ خلیفۃ المسلمین تھے۔ آپ گدھے پر سوار اور لوگ آپ کے گدھے کے ارد گرد جا رہے تھے بی بی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کافی دیر تک ٹھہرائے رکھا اور وعظ و نصیحت کی اور فرمایا اے عمر تمہیں یاد تھا کہ تجھے لوگ عمیر (تصغیر) کہتے پھر تم عمر ہو گئے اب تم امیر المومنین ہو۔ خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہنا جسے موت کا یقین ہو وہ موت

سے خطرہ میں رہتا ہے اور جسے قیامت کے حساب کا یقین ہو وہ عذاب سے ڈرتا ہے بی بی کہتی رہیں اور آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ بعد کو کہا گیا کہ اے امیر المومنین بڑھیا کے لیے اتنا طویل وقوف (ٹھہرنا)! آپ نے فرمایا بخدا اگر یہ بی بی مجھے سارا دن ٹھہرائے رکھتی تو میں سوائے نمازوں کے کسی وقت بھی کہیں نہ جاتا تمھیں معلوم ہے یہ بڑھیا کون ہے یہ خولہ بنت ثعلب ہیں (رضی اللہ عنہا) یہ وہی ہے جن کی بات اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اُوپر سنی رب العالمین تو اس کی بات سنے اور عمر نہ سنے (رضی اللہ عنہ)

ازالۂ وہم:۔ آسمانوں کے اُوپر سے تو اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت ہوتی ہے اور وہ جہات سے پاک اور منزہ اور اس سے بلند و بالا ہے (جہت صرف اس کی بزرگی کی وجہ سے کہی گئی کہ اس کی رحمت کا مرکز آسمانوں کے اُوپر عرش پر ہے:۔

مسئلہ:۔ یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ کوئی کسی کو کہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر وہ اس کے جواب میں کہے تو خود کو سنبھال، تو مجھے کہتا ہے اپنی خیر منا۔ یہ گناہ کبیرہ اس لیے ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کی ہے اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا تو اس پر لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کرتا (خواہ مسلمان سے صادر ہُوا یا کافر سے) جرأت کرکے اسے ایسا جواب نہ دیتا ہاں اہل علم ایسے وعظ و نصیحت سے مستغنی ہوتے ہیں (یعنی مذکورہ بالا جواب کوئی جاہل ہی دے سکتا ہے ؎

گوئی آنچہ دانی سخن سود مند
وگر ہیچ کس را نیاید پسند

ترجمہ:۔ وہ سخن جو تو اسے سود مند سمجھتا ہے بیان کر دے اگرچہ کسی کو ناپسند ہو۔

نکتہ:۔ عقل مند کو شہد کی مکھی کی طرح ہونا چاہیئے کہ ہر شے سے مفید شے حاصل کرنے لیکن شہد نکالے جس میں ہر بیماری کی شفا ہے اور کبھی اس میں بے شمار منافع ہیں بالخصوص روشنی کو دیکھئے کہ اس کی ہر جگہ ضرورت ہے بیٹھنے والا یا قائم ؎

المرء لولا عرفه فهو الدمى
والمسك لولا عرفه فهو الدمى

ترجمہ:۔ انسان کو کوئی نہیں جانتا تو اسے معلوم ہو کہ وہ ایک نقش و صورت ہے اور مشک کی خوشبو نہ ہوتی تو وہ صرف خون ہے۔

شرح:۔ العرف الاول بالضم بمعنی المعروف والثانی بالفتح بمعنی الرائحہ (خوشبو) اور الدمی الاول بضم الدال وفتح المیم جمع دمیہ وہ صورت جو منقش ہو سنگمر مر یا ہاتھی کے دانت سے۔

تفسیر عالمانہ:۔ الذین یظاھرون منکم :۔ اے مومنو! وہ جو تمہارے بیں سے ظہار کریں۔ یعنی اے مومنو! اس سے ذمی خارج ہو گئے کیونکہ یہ اہل کفارہ نہیں اس لیے کہ کفارہ بیں عبادت کا غلبہ ہے اسی لیے اس کا ظہار صحیح نہیں اپنی عورتوں سے۔

ربط:۔ یہاں سے ظہار کے احکام شروع ہوتے ہیں بطریق جملہ مستانفہ کے۔

حل لغات:۔ الظہار مصدر ہے ظاھر الرجل کا یعنی مرد نے اپنی زوجہ کو کہا تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔

الظھر عضو معروف یعنی پشت۔ کبھی پیٹ بول کر بھی پیٹھ مراد لی جاتی ہے مثلاً کہے انت علی حرام البطن امی۔ تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ کی طرح حرام ہے یعنی پیٹ بول کر پیٹھ مراد لی ہے یعنی وہ جو پیٹ کا عمود ہے ادب کے طور وہ شے ذکر میں نہ آئے جو فرج کے قریب ہے۔ پھر اس کا استعمال ظہار میں ہونے لگا مثلاً کہا جاتا ہے۔ ظاھر من امراتہ۔ اس نے اپنی عورت سے ظہار کیا۔ من کے ساتھ جو تجنب کے معنی کو متضمن ہے وہ اس لیے کہ اہل جاہلیت جس عورت سے ظہار کرتے تو اس کو منکوحہ بنانے سے اجتناب کرتے اس لیے کہ ظہار ان کے نزدیک طلاق سمجھی جاتی تھی جیسے گزرا ایسے ان کا قول۔ آلی منہا۔ فلاں نے منکوحہ سے ایلاء کیا بمعنی تباعد کے ایلاء کا مادہ الیۃ ہے بمعنی حلف (قسم) قرآن مجید میں ہے واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام۔ مجھے اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے دور رکھ یہاں اجنبی بھی بعد سے ہے اور بعد کا معنی اجتناب اور اس جیسے اور مصادر میں ہوگا اور یہ متعدی بعن ہوگا کیونکہ وہ ابتداء کا معنی جس کا معنی من ہے بعد سے خالی ہوگا کیونکہ یہ من عن کے معانی میں سے من ہے۔

مسئلہ:۔ فقہاء نے جن اعضاء پر نظر حرام کی ہے انہیں ظہر کے حکم میں شامل کیا ہے جیسے بطن۔ فخذ۔ فرج۔ ان الفاظ سے تشبیہ میں بھی ظہار ثابت ہوگا مثلاً کہے انت علی کبطن امی یا فخذ امی یا فرج امی ان تمام صورتوں میں ظہار ثابت ہو جائے گا بخلاف ہاتھ۔ پاؤں کے۔

مسئلہ:۔ ایسے ہی ماں کی تشبیہ کے ساتھ جملہ محارم کو شامل ہے اگر ظہار کنندہ ان محارم کو ماں کی جگہ پر بولے تو بھی ظہار ثابت ہو جائے گا جیسے خالہ۔ پھوپھی یا رضاعی یا سسرالی رشتے مثلاً کہے انت علی کظھر خالتی یا عمتی یا اختی نسباً یا رضاعاً یا کہے کظھر امراۃ ابنی او امراۃ ابی وغیرہ۔

مسئلہ:۔ اگر عورتوں کو شراب یا خنزیر یا خون یا مردار یا قتل المسلم یا غیبت یا نمیمہ (چغلی) یا زنا یا ربو (سود) یا رشوت سے تشبیہ دے تب بھی ظہار ہو جائے گا بشرطیکہ مرد کی نیت ظہار کی ہو (مثلاً کہے انت علی

کالخنزیر الخ)۔

مسئلہ:۔ ماں سے تشبیہ دے کر کہے کہ میری نیت اس سے اس کی کرامت تھی۔ مثلاً کہے انت علیّ کامی۔ یعنی جیسے میری ماں کے نیک سلوک کی مستحق ہے ایسے ہی تو اس کی عورت کو نہ طلاق ہوگی نہ ظہار ثابت ہوگا۔ ہاں اگر اس کی واقعی ماں سے تشبیہ مطلوب ہے تو اس سے صرف ظہار ثابت ہو سکے گا نہ کوئی اور شے (مثلاً طلاق وغیرہ) اگر اس سے طلاق کی نیت کرے مثلاً یہ نیت ہو کہ جیسے مجھ پر ماں حرام ہے ایسے ہی تو پھر طلاق واقع ہو۔ اگر کوئی نیت نہ ہو تو یہ کلمہ (انت علیّ کامی) لغو جائے گا۔

مسئلہ:۔ انت علی حرام کامی۔ تو مجھ پر حرام ہے میری ماں کی طرح تو جو نیت کرے گا وہی ہوگا مثلاً طلاق یا ظہار یا ایلاء۔

مسئلہ:۔ اگر کہا انت امی او اختی او بنتی (تو میری ماں یا بہن یا بیٹی ہے) بغیر حرف تشبیہ کے)۔ تو ظہار نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر کہا اگر میں نے ایسا کیا تو تو میری ماں ہے ان فعلت کذا فانت امی۔ اور میں نے اسے کر لیا ہے (وفعلتہ) تو ایسا کلمہ باطل ہے اگرچہ اس سے تحریم کی بھی نیت کرے۔

مسئلہ:۔ اگر عورت نے کہا انت علی کظھر امی۔ اے شوہر تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے یہ کچھ نہیں (یعنی اس سے ظہار طلاق وغیرہ کچھ واقع نہ ہوگا)۔

فائدہ:۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ یمین ہے[1]۔

فائدہ:۔ منکم کے بعد من نسائھم کا اضافہ محض عرب کی توزیخ اور ان کی تقبیح مطلوب ہے کہ وہ ظہار کو طلاق میں شمار کرتے اور یہ بھی صرف اہل جاہلیت کے عادات میں سے ہے۔ دوسری اُمم میں ایسی قباحت نہ تھی اس لیے اسلام کے بعد ان کی عادت پر عمل کرنے کا کیا معنیٰ بلکہ ایسی قبیح و شنیع عادت سے جتنا ہو سکے کنارہ کرنا لازم ہے گویا یہ ان کو کہا گیا ہے کہ یہ تمہاری قبیح عادات میں سے ایک ہے۔ اے جاہلیت والو! یہ احتمال بھی ہے کہ مومنوں کو خطاب ہے کہ ایسے حکم شرعی سے تمہیں ہی نفع ہے۔ اے مومنو اور تم ہی اسے قبول اور اس کی اقتداء کرو گے یعنی اے مومنو! تم میں سے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق کریں گے اور اس کے حکم کی تعمیل کریں گے کیونکہ کافر نہ تو خطاب سنتے ہیں اور نہ اچھے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

---

[1] لیکن اس سے حنفیوں کا فتویٰ مرتب نہ ہوگا ہاں نئے مجتہدین ایسے مواقع سے اُٹھاتے ہیں ۱۲

مسئلہ:۔ من نسائھم میں اشارہ ہے کہ ظہار لونڈی میں نہیں ہوتا۔
قاعدہ:۔ اسی لیے فقہاء نے کہا کہ ظہار میں رکن ہے اور وہ ہے تشبیہ مذکور اور شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ مشتبہ منکوحہ ہو یہاں تک کہ لونڈی میں ظہار نہ ہوگا اور وہ ظہار کنندہ اہل بھی ہو یعنی اہل کفارہ ہو یہاں تک کہ ذمی۔ صبی۔ مجنون سے ظہار نہ ہوگا اور حکم بھی وہ یہ کہ ظہار کے بعد وطی حرام ہے یہاں تک کہ کفارہ دے لیکن اس میں اس کا ملک باقی ہے کہ کفارہ کے بعد بلا نکاح وطی حلال ہوگی۔

ماھن امھاتھم (وہ ان کی مائیں نہیں) یہ اسم موصول کی خبر ہے یعنی حقیقت میں ان کی عورتیں مائیں نہیں یہ تو محض جھوٹ ہے مثلاً کوئی اپنی عورت سے کہے انت علی کظھر امی تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے اس کلام میں ملحق ہے کہ اس نے زوجہ کو ماں سے تشبیہ دی ہے اور یہ تشبیہ باطل ہے کیونکہ یہ دونوں حالتوں کے متباین ہے مشبہ اور مشبہ بہ کی حالتوں میں یعنی جاہلیت والے یہ سمجھتے کہ شاید ظہار کرنے والے اپنی عورت کو ماں کی طرح اپنے اوپر حرام کر دیا۔

سوال:۔ خلاصہ ظہار کا یہی ہے مثلاً عورت کو کہا انت محترمہ علیّ لحاحرامت علیّ امی تو مجھ پر ایسے حرام ہے جیسے میری ماں مجھ پر حرام ہے۔ اس میں عورت کے لیے ماں ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ اس کے لیے اس سے زوجیۃ کی نفی کر کے والدات والاحکم ثابت کیا جائے۔

جواب:۔ تحریم بھی دعویٰ امومۃ کی طرح ہے یا یہ کہ ہم اس سے مشابہت کی نفی سے امومۃ کی نفی مبالغہ کے طور پر کرائیں گے۔

اِنْ نافیہ بمعنی مَا ہے نہیں۔
امھاتھم۔ ان کی مائیں حقیقت میں اور سچ مچ الاء اللائی۔ مگر وہ عورتیں۔ اللائی التی کی جمع ہے۔
ولدنھم۔ جنہوں نے جنا ظہار کرنے والوں کو اور انھیں حرمت میں تشبیہ نہ دی جائے۔

سوال:۔ آیت سے تو صرف ان کی مائیں کہا گیا جنہوں نے جنا حالانکہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مائیں ہیں ایسے ہی مرضعات (دودھ پلانے والیاں) آباد کی منکوحات۔

جواب:۔ انہیں کرامۃً امہات کہا گیا ہے احکام میں حقیقی امہات کی طرح ہیں اور زوجات وامہات سے کوسوں دور ہیں فلھذا انھیں امہات کے حکم میں کسی طرح بھی داخل نہیں کیا جا سکتا۔
وانھم۔ اور بے شک ظہار کرنے والے تمہارے میں سے۔ لیقولون۔ البتہ کہتے ہیں منکرا من القول۔ بری بات۔ یہ تاکید اس لیے ہے کہ جو ان سے بات صادر ہو وہ بری ہے اور اس پر ہی

حکم محقق ہو جائے بلکہ وہ بات بری بات عند الشرع وعند العقل ہے جیسے منکرًا کی تنوین سے معلوم ہوتا ہے وہ اس لیے کہ زوجہ اس کی حقیقی ماں تو ہے نہیں اور نہ ہی شریعت پاک نے اسے ماں کے حکم میں داخل کیا ہے تو یہ تشبیہ دو متباینوں نے ایک نے دوسرے کو دی ہے تو بات مطلقًا اور غیر معروف بری ہو گی۔

(وزورًا) اور جھوٹ باطل حق سے منحرف اس لیے زور (متحرکًا) بمعنی المیل اور زور (بالضم) جھوٹ کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حق سے ہٹا ہوا ہے بعض نے کہا (وزورًا) عطف السبب علی السبب کے قبیل سے ہے۔

سوال:۔ اس کا قول انت علی کظھر امی۔ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح حرام ہے۔ یہ قول نفع اٹھانے کی تحریم میں انشاء ہے اور خبر نہیں اور نحو کا قاعدہ مشہور ہے کہ انشاء کو جھوٹ کی صفت سے موصوف نہیں کیا جاتا۔

جواب:۔ یہ انشاء اس حکم کو متضمن ہے کہ وہ زوجہ حلال کو اُم حرام دائمی کے ساتھ لاحق کر رہا ہے اور یہ الحاق زوجیت کے منافی ہے اس لحاظ سے اس کا کذب اپنے کلام خود بخود ظاہر ہو رہا ہے۔

حدیث شریف:۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں بڑے سے بڑے گناہ کی خبر دوں ہم نے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ تکیہ لگا کر رونق افروز تھے پھر اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ خبردار جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی اس کو بار بار فرمایا کہ ہم سمجھے کہ یہ کہتے کہتے شاید خاموش نہ ہوں (رواہ البخاری)

نکتہ:۔ چونکہ زمانہ جاہلیت کی اس طلاق میں نرا جھوٹ تھا اسی لیے اسے اللہ تعالیٰ نے طلاق کے احکام میں داخل نہیں فرمایا اور یہ اس کی حرمت اُس وقت تک موجود رکھی جب تک کفارہ ادا نہ ہوا اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہ طلاق جاہلیت کے دور کی تھی اگرچہ ابتدائے اسلام میں یہ بھی ایک مقدار وقت تک طلاق سمجھی جاتی تھی۔ اس آیت کو ناسخ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر ابتدائے اسلام میں اسے طلاق نہ سمجھا جاتا تھا تو پھر یہ آیت ناسخ نہ ہو گی کیونکہ نسخ شرائع میں ہوتا ہے کہ نہ جاہلیت کے اُمور میں اور وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظہار والی حرام ہو گئی یہ اس نسخ کی تائید نہیں کرتا ہاں اسے مفسرین کرام نے حرام موبد بتایا ہے اور اس کی وجہ اول کو صحیح بتایا ہے (یعنی اس میں نسخ کی کوئی بات نہیں ہے)۔

وان اللہ لعفو غفور۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے یعنی علی الاطلاق بڑا معاف کرنے والا اور بہت بڑی مغفرت والا ہے ان غلطیوں کا جو بندوں سے پہلے ہو گئیں یہی نہ سب

حق ہے یا اس کے کسی نیکی کے بدلہ میں جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے۔

مسئلہ: ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ شرک کے سوا باقی گناہوں کی مغفرت مشیت ایزدی کی طرف سپرد کی جائے۔ اگر چاہے تو بخش دے خواہ بندہ توبہ بھی نہ کرے اگر چاہے اس کی توبہ پر اسے بخشے اگر توبہ نہ کرے اور اللہ تعالیٰ اسے سزا دے تو وہ اس کے گناہوں کی وجہ سے ہوگا۔

فائدہ: بظاہر یہاں توبہ کی ترغیب اور برانگیختگی ہے کیونکہ کلام ظہار کی مذمت اور اس سے انکار میں ہے۔

تفسیر عالمانہ: والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا۔ اور وہ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہی کرنا چاہتے ہیں جس پر اتنی بڑی بات کہی۔

قاعدہ: لام اور الی ایک دوسرے کے قائم مقام آیا کرتی ہیں جیسے یھدی للحق و یھدی الی الحق اب معلوم یہ ہوا کہ وہ لوگ جو ایسی بری بات کہتے ہیں پھر لوٹتے ہیں اپنے کہے ہوئے کی طرف اور اس طرف جو ان سے فوت ہوا بسبب اس کے تفرق و تکرد کے ساتھ تدارک و تلافی سے نفع اٹھانے کے لیے۔ یہ اسی محاورہ سے ہے (عاد الغیث) بادل لوٹا یعنی پہلے جو اس نے آبادی کو فساد میں ڈالا اب اس فساد کی اصلاح کے لیے لوٹا۔ یہ اطلاق السبب علی المسبب کے قبیل سے ہے کیونکہ عود الی الشئ کی طرف پہنچنے اور اس کے تدارک کے اسباب سے ہے اس تقریر پر یہ مجاز مرسل ہوگا۔

فائدہ: عود دو معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے:۔

(۱) شے کا پہلی حالت کی طرف لوٹنا یعنی جسے چھوڑ گیا اس کی طرف رجوع کرنا۔

(۲) کسی شے کی طرف لوٹنا اگرچہ وہ اس حالت میں پہلے نہ تھا۔

اسی معنیٰ پر یہ ضروری نہیں کہ وہ پہلے اسی طرح ہو وہ عود جو تدارک و وصول کے لیے ہوا ہے وہ بھی مطلق عود ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے حلال شے کو حرام کر دیا تھا اب وہ حلال کرنے کے ارادہ پر حلال کی طرف عود کرتے ہیں۔ یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ پھر لوٹنے کا ارادہ کرتے ہیں اس طرف جسے لفظ ظہار سے اپنے اوپر حرام کیا تھا نفع اٹھانے کو یہاں قول کو مقول فیہ بمنزلہ قرار دینا مراد ہے فتحریر رقبۃ تو ان پر لازم ہے ایک غلام آزاد کرنا۔

حل لغات: التحریر بمعنی غلام کو حر بنانا یعنی عبد کی نقیض رقبۃ بمعنی ذات مرقوق مملوک یعنی عبد مومن ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہندی ہو یا رومی۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اس کا تدارک یہ ہے کہ غلام آزاد کرنا واجب ہے اگرچہ مومن اور صالح غلام آزاد کرنا بہتر ہے اسے اس نیت سے آزاد کرنا کہ ظہار کا کفارہ ادا ہو اگرچہ اس سے خدمت لینے کا خود بھی محتاج ہو۔

مسئلہ :۔ اگر آزاد کرنے کے بعد نیت کی یا کوئی نیت بھی نہیں کی تو کفارہ سے کفایت نہ کرے گا۔

مسئلہ :۔ اگر اس کے پاس عبد کا ثمن ہے لیکن اس کی خود بھی ضرورت ہے تو اب اس پر روزہ لازم ہے (الکواشی)

مسئلہ :۔ کفارۂ ظہار میں اُم الولد اور وہ مکاتب کفایت نہ کرے گا جس نے کچھ حصّہ مکاتبت ادا کیا ہے اگر اور کچھ نہیں کیا تو پھر کفایت کرے گا۔

مسئلہ :۔ عیوب فاحشہ سے غلام کا صحیح و سالم ہونا ضروری ہے اس میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

مسئلہ :۔ کفارۂ ظہار غلام کا مومن ہونا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط ہے اُنہوں نے قتل کے کفارہ پر قیاس فرمایا ہے (احناف وغیرہم کے نزدیک یہ شرط نہیں)۔ کفارہ قتل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فتحریر رقبۃ مومنۃ (مومن غلام آزاد کرنا)۔

احناف کا جواب

ہم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں کہتے ہیں کہ ظہار میں غلام مطلق ہے اور قتل میں مقید اور مطلق مقید پر اُس وقت محمول کیا جاتا ہے جب دونوں کی قسم (حادثہ) ایک ہو جب علیحدہ علیحدہ ہوں تو مطلق کو مقید نہیں کیا جا سکتا اور یہاں دو حادثے ہیں یعنی ظہار اور قتل۔

فائدہ :۔ فا سببیہ ہے اس میں یہ فائدہ ہے جتنا بار ظہار کا تکرار ہو گا اتنا بار غلام آزاد کرنا ہو گا کیونکہ قاعدہ سبب کے تکرار سے مسبب کا تکرار ہوتا رہتا ہے جیسے سجدہ کی آیت کی تلاوت دو جگہوں میں ہو گی تو سجدے بھی دو واجب ہوں گے ایسے ہی جس عورت سے دو تین بار ظہار ایک ہی مجلس میں یا مختلف مجالس میں تو ہر ظہار کے بدلہ میں کفارہ لازم ہو گا۔

من قبل ان یتماسا۔ اس سے قبل کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یعنی مظاہر (مرد) اور مظاہر منہا (عورت) ایک دوسرے سے نفع اُٹھائیں جماع سے یا بوسہ وغیرہ سے یا ہاتھ لگانے سے یا فرج کو دیکھنے سے ازراہِ شہوت۔

سوال :۔ تم نے اتنا معانی کہاں سے لیے۔

جواب :۔ تماس (ہاتھ لگانا) عرفاً ان تمام معانی پر مستعمل ہوتا ہے یہ اُس وقت ہے جب کفارہ ادا کرنے سے پہلے یہ اُمور سرزد ہوں۔

مسئلہ :۔ اگر التماس (ہاتھ لگانا) کفارہ سے پہلے سرزد ہو تو استغفار واجب ہے کیونکہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا ہے اور یہ کام دوبارہ نہ کرے یہاں تک کہ کفارہ دے اور پہلے کفارہ کے سوا ان اُمور کے ارتکاب

سے اور کوئی شے نہیں اس میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

مسئلہ:۔ اگر غلام کا بعض حصّہ آزاد کیا دوسرا حصّہ آزاد کرنا تھا کہ ان اُمور میں سے کسی کا ارتکاب کر دیا تو اس پر ضروری ہے کہ دوبارہ غلام آزاد کرے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کفارہ ساقط نہ ہوگا بلکہ اسے علیٰ طریق القضا ادا کرے جیسے کسی نے نماز کو مؤخر کر دیا تو اس سے نماز ساقط نہ ہوگی بلکہ اسے قضا کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ: عورت کو لازم ہے کہ کفارہ کی ادائیگی سے پہلے مرد کو جماع کی قدرت نہ دے کیونکہ آیت میں یہی دلیل ہے کہ یہ حکم دونوں کو شامل ہے۔

مسئلہ:۔ قہستانی نے فرمایا کہ عورت کو کفارہ کا مطالبہ ضروری ہے اور حاکم وقت قید کر کے اسے کفارہ پر مجبور کرے اگر نہ دے تو اسے مار بھی سکتا ہے لیکن کفارہ کی عدم ادائیگی سے نکاح باقی ہے ہاں حرمت زائل ہوگی جب کفارہ ادا کیا جائے گا ایسے ہی اگر اسے طلاق دے کر عدت کے بعد نکاح کرے یا اس سے زوجہ دیگر نکاح کرے اور وہ اس سے نکاح کرے تو اس سے کفارہ سے پہلے وطی حرام ہے۔

مسئلہ:۔ کفارۂ ظہار کے موجب کی طرف عود سے مراد عزم (پختہ ارادہ) ہے یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے یعنی جماع کا پختہ ارادہ کرے گا تو اسے حلال نہیں جب تک کہ کفارہ نہ دے۔

مسئلہ:۔ اگر کفارہ کی ادائیگی سے پہلے عورت فوت ہو جائے اور قدرت بھی گزر گئی تھی تو اب کفارہ بھی ساقط ہو گیا کیونکہ یہاں جماع پر عزم کا سبب ختم ہو گیا۔

ذٰلکم۔ اے مومنو! کفارہ کا حکم یہی ہے توعظون بہ جو تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔

حل لغات:۔ الوعظ بمعنی وہ جھڑک جس میں ڈرانا بھی ہو یعنی تمھیں المنکہا المذکور کے ارتکاب سے رد کا جاتا ہے کیونکہ تاوان جنایات کے ارتکاب سے روکتے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حکم تمھارے ثواب کے لیے نہیں کہ تم نے ظہار کا ارتکاب کیا ہے اس پر کفارہ سے تمھارے لیے کفارہ کوئی اجر و ثواب کی شے نہیں بلکہ یہ تمھارے لیے زجر و توبیخ ہے تاکہ تم آئندہ ایسے اُمور کے ارتکاب سے اجتناب کرو۔

فائدہ:۔ خلاصہ یہ کہ یہ کفارہ دنیویہ مظاہر و غیر مظاہر کے لیے نفع رساں ہے یعنی ظہار والے کے لیے کفارہ اور تدارک ہے اور غیر مظاہرہ کے لیے احتیاط و اجتناب ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ؎

نرود مرغ سوئے دانہ فراز
چوں دگر مرغ بیند اندر بند

ترجمہ:۔ دانہ کی طرف وہ پرندہ نہیں جاتا جب دیکھتا ہے کہ دوسرا پرندہ اس دانہ کی وجہ سے قید میں ہے۔

واللہ بما تعملون۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو ظہار و کفارہ کی جنایت وغیرہ کو تھوڑا ہو یا زیادہ خبیر ہے۔ ان کے ظواہر و بواطن کو جانتا ہے اس کی جزا و سزا دے گا پس اُمورِ شرعیہ کی محافظت کرو اور شریعت مطہرہ کے کسی ایک کام میں خلل نہ ڈالو۔

تفسیر عالمانہ: فمن لم یجد (پس جسے غلام نہ ملے) یعنی وہ ظہار کنندہ جسے بردہ نہیں ملتا اور اس سے عاجز ہے۔ ادائیگی کفارہ کے وقت فقیر ہے یعنی پختہ ارادہ کرنے کے وقت سے غروبِ شمس کے قریب تک اس آخری دن سے کہ جس سے دو ماہ کفارہ کے روزے رکھے گا۔ عجز حقیقی اسی سے ثابت ہو گا۔ غلام کی قیمت سے مراد اس کا زائد مال ہے نہ کہ مسکن اور ضروری لباس۔

مسئلہ:۔ وہ مال جو اس کا غیر موجود ہے لیکن ہے اُس کی ملک تو وہ بھی کفارہ کے لیے روزے نہیں رکھ سکتا "فصیام شہرین" (دو ماہ کے روزے) یعنی اس پر دو مہینے کے روزے ہیں۔ متتابعین۔ لگاتار۔ ان میں ماہِ رمضان اور ایام خمسہ جن میں روزہ رکھنا حرام ہے نہ ہوں یعنی عیدین اور ایام تشریق لگاتار یہ کہ کوئی ایک دن بھی درمیان ناغہ نہ ہو۔

مسئلہ:۔ اگر دو ماہ کے درمیان ایک یا اس سے زائد دن ناغہ ہوا عذر سے یا بلا عذر تو نئے سرے سے روزہ شروع کرنا ہو گا اور پہلے جو روزے رکھے وہ اس شمار میں نہیں ہوں گے۔ عورت کے لیے حیض کا عذر قابلِ قبول ہے من قبل ان یتماسا۔ اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں رات کو یا دن کو عمداً یا خطاءً۔

مسئلہ:۔ اگر کسی دوسری عورت (جس سے ظہار نہیں کیا) بھول کر جماع کرے تو اس تسلسل میں فرق نہ آئے گا۔

مسئلہ:۔ کفارۂ قتل یا رمضان کے روزے توڑنے کے کفارہ کے روزوں کفارہ کے درمیان عورت کو حیض آیا تو بعد اختتام حیض روزوں کے تسلسل کو قائم رکھے بلکہ عورتوں کے لیے چاند کے حساب سے کفارہ کے روزے پورے کرنے ہوں گے۔

مسئلہ:۔ چاند کے آغاز سے کفارہ کے روزے شروع کیے اور ہر چاند کا ایک دن کم ہوتا رہا چاند انتیس کا رہا مثلاً اس حساب سے اٹھاون روزے ہوئے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ:۔ اگر چاند کے آغاز سے نہیں بلکہ گنتی کے لحاظ سے روزے رکھے تو پھر ساٹھ کی گنتی ضروری ہے یہاں تک کہ اگر ساٹھ روزے رکھ کر ساٹھویں دن روزہ نہ رکھا تو بھی کفارہ ادا نہ ہو گا اس پر پھر از سرِ نو ساٹھ روزے پورے کرنا ضروری ہے۔

فمن لم یستطع۔ پھر جس سے روزے نہ ہو سکیں کسی سبب سے مثلاً بڑھاپا ہے یا دائمی مرض لاحق ہے یعنی ایسی بیماری ہے کہ تادمِ زیست اس سے صحت کی اُمید نہیں تو یہ بمنزلہ اس عاجز کے ہے جسے بڑھاپا ہے اگر اس سے صحت کی امید ہے لیکن وطی کی ضرورت شدت سے ہے تو بھی صحت کا انتظار کرے یہی مختار مذہب یہاں تک کہ روزے رکھنے کی قدرت پائے۔

مسئلہ : اگر ایسا شخص بلا انتظار طعام کھلا کر کفارہ ادا کر دے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ : اعذار سے شبق (جماع سے صبر نہ کرنا) بھی ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی کو اسی شکایت پر فدیہ کی اجازت بخشی تھی۔

فاطعام ستین مسکینا (تو ساٹھ مسکینوں کو طعام کھلانا)۔

حل لغات : اطعام بمعنی غیر کو طعام کھانے والا بنانا کفارہ میں تملیک واباحت کا اشارہ ہے۔ مسکین (بفتح المیم بھی آیا ہے) وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو یا ہو لیکن غیر مکتفی ہو اور اسے فقر بٹھا دے یعنی اس کی مالی حرکت قلیل کر دے اور ذلیل وکمزور (قاموس)

مسئلہ : القہستانی شرح مختصر الوقایہ میں ہے مسکین کی قید اتفاقی ہے اگر مصارف زکوٰۃ میں سے کسی ایک کو کفارہ کا طعام کھلا دے تو بھی جائز ہے۔

نکتہ : فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ العزیز) کہتا ہے مسکین کی تصریح اس لیے کہ وہ مصارف الزکوٰۃ کے اقسام میں کفارہ کے طعام کا زیادہ حقدار ہے جیسے ابھی قاموس کی تفسیر سے معلوم ہوا

مسئلہ : اطعام ستین مسکینا الخ عام ہے حقیقی ہو یا حکمی مثلاً ایک مسکین ساٹھ دن طعام کھلاتا رہے جائز ہے۔

مسئلہ : ایک ہی مسکین کو یکبارگی ساٹھ مساکین کا طعام دے دے یا چند باریوں میں ساٹھ مساکین کو طعام دے تو ناجائز ہے یہی صحیح ہے۔

مسئلہ : یہ جائز ہے کہ ہر ایک مسکین گندم کا نصف صاع یا صاع جو کھجور وغیرہ کا فطرانہ کی طرح دے۔

فائدہ : صاع چار مد کا ہے نصف صاع کے دو مد۔

مسئلہ : یہ کفارہ (اطعام ستین مسکینا)۔ ستین یعنی جماع وغیرہ سے پہلے دے اگر طعام کے درمیان جماع کیا تو اس میں از سر نو اطعام کا حکم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اطعام ستین مسکینا میں من قبل ان یتماسا) کی قید نہیں لگائی۔ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے لیکن متاخرین نے اسے بھی مقید کیا ہے عتق اور صیام پر۔

مسئلہ : کفارہ کا طعام کافر کو بھی دیا جا سکتا ہے اور اس کی قیمت بھی۔ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے بخلاف ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے۔

مسئلہ : اطعام اُس وقت ہے جب ظہار کنندہ حر (آزاد) ہو اگر غلام ہو تو اس کا کفارہ صرف روزہ ہے اگر اس کا مالک اس کی طرف بھی دے تب اس پر روزہ سے کفارہ دینا ہوگا ہاں یہ ہے کہ مالک کو روزے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر کفارہ دینے سے پہلے غلام کو آزاد کر دیا گیا اور اسے کہیں سے مال بھی حاصل ہوا تو اب مال سے کفارہ دے (روزے سے نہیں)

ذٰلك: یہ بیان و تعلیم الاحکام اور ان پر تنبیہہ یا یہ ہمارا فعل **لتومنوا باللہ ورسولہ** تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھو) اور اس کے وہ شرائع معلوم کرو جو اس نے تمہارے لیے مشروع فرمائے ہیں اور وہ عادات چھوڑ دو جو تم نے زمانہ جاہلیت سے روا رکھی تھیں۔

سوال: جب ترک ظہار فرض ہے تو فقہاء کرام کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس کے لیے ایک علیحدہ مستقل باب مقرر فرماتے ہیں۔

جواب: مانا کہ اللہ تعالیٰ نے ظہار کا انکار بلکہ جو ایسا مکروہ فعل کرے اس کی مذمت فرمائی ہے لیکن اس کے احکام بھی تو بتائے ہیں (جو اوپر مذکور ہوئے) جن پر وہ عمل کریں جو اس ظہار میں مبتلا ہو غفلت سے یا جہالت سے تو فقہائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ احکام کی تفصیل و تشریح میں ظہار کا ایک مستقل باب بنا لیا تو کون سی غلطی کی بلکہ بہترین کارنامہ سرانجام دیا بلکہ یہ ان کا احسانِ عظیم ہے کیونکہ محققین فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل جہال کے لیے ہوتی ہے کیونکہ ان غریبوں کو قرآن مجید کے اجمال اور ارشادات و رموز و اسرار کی کیا خبر اور پھر ظہار جیسے مسائل و احکام میں بھی جہال پھنستے ہیں نہ وہ ایسے خرافات بکیں نہ اُن کے لیے ایسی ضرورت پیش آئے اسی لیے فقہاء کی مہربانی ہے کہ اُنہوں نے ایسے جہال کو بہت سے مشکلات سے نجات بخشی۔

مسئلہ: آیت میں دلیل ہے کہ ظہار میں بہ نسبت یمین کے زیادہ خطاء ہے اسی لیے اس کا کفارہ یمین کے کفارہ سے سخت تر ہے۔

فائدہ: لتؤمنوا میں لام حکمت و مصلحت کی ہے کیونکہ جب فعل اللہ سے ملے تو اس میں کوئی مصلحت و حکمت مندرج ہوتی ہے کیونکہ اللہ غنی مطلق ہے ہاں جب یہ فعل العبد سے ملے تو اس میں غرض ہوتی ہے کیونکہ محتاج مطلق ہے۔

مسئلہ: اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اغراض سے منزہ ہیں ہاں ان میں منافعت و حکمتیں ہوتی ہیں کیونکہ غرض وہ ہے جو طالب کرنے والے کی کسی ضرورت کی وہ تکمیل ہو جو اس سے پہلے کسی ایسے نقصان کا شکار تھی جس سے طبع کو نفرت تھی اور اللہ تعالیٰ بلا خوف ایسی غرض سے منزہ و مقدس ہے اور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ جب وہ فعل کسی کام کے لیے ہو تو اس کی اسی طرح مراد ہونی چاہیئے۔ اور ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ وہ کام کرتا بھی اسی کے لیے ہے ہم کہتے ہیں کہ اسی کا نام غرض ہے اور وہ اس کے قائل بھی اور مراد ان کی کچھ ہو لیکن اس کے قائل نہیں (تفصیل علم کلام میں ہے)۔

وتلك ۔ اور یہ اشارہ ہے احکام مذکورہ کی طرف یعنی تحریم الظہار وایجاب العتق جس کے پاس مال ہے اور ایجاب الصوم جس کے پاس مال نہ ہو وایجاب الصوم جس کو استطاعت نہ ہو۔

حدود اللہ ۔ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز کرنا ناجائز اور یہ وہ شرائع ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں ان سے آگے بڑھنا اور ان کے خلاف کرنا ناجائز ہے۔

حل لغات:۔ حد لغت میں بمعنی منع اور دو چیزوں کے درمیان وہ آڑ جو دونوں کو آپس میں ملنے سے روکے حد الزنا اور حد الخمر کو بھی اسی لیے حد کہا جاتا ہے کہ وہ عامل کو دوبارہ ایسے عمل کرنے سے روکتی ہیں۔

قاعدہ فقیہہ :۔ جمیع حدود چار قسم ہیں:۔

(۱)۔ معین شے کہ اس سے بڑھنا ناجائز ہو اور نہ کم کیا جا سکے جیسے صلوٰۃ الفرض کی رکعات کی گنتی۔

(۲)۔ معین شے کہ اس پر زیادتی تو جائز ہے لیکن کمی جائز نہ ہو۔

(۳)۔ معین شے کہ اس میں کمی تو ہو سکے لیکن زیادتی جائز نہ ہو۔

(۴)۔ شے معینہ اس پر زیادتی اور کمی ہو سکے۔ (المفردات)۔

وللکفرین ۔ اور کافرین کے لیے یعنی جو حدود کو نہ جانتے ہیں اور نہ انہیں قبول کرتے ہیں۔

عذابٌ الیم ۔ دردناک عذاب ہے اس طرح سے تعبیر کرنا تغلیظاً ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا۔

ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین ۔ اور وہ جو کفر کرے تو اللہ تعالیٰ جہان والوں سے غنی ہے یعنی ایسے اُمور پر کفر کا اطلاق وجود کی تاکید کے لیے اور تارک العمل پر تغلیظ ہے نہ یہ کہ وہ حقیقۃً کافر ہو جاتا ہے جیسے خوارج کا گمان ہے۔

بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی من ترک الصلوٰۃ فقد کفر الا انہ وھم :۔ (جس نے نماز ترک کی اس نے کفر کیا) کو حقیقی معنیٰ میں لیا ہے وہ غلط ہے بلکہ اس کا معنیٰ ہے تارک صلوٰۃ کفر کے قریب ہوا۔ یہ ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے دخل البلد بمعنی بلد کے قریب ہوا۔

نکتہ :۔ پہلے وللکفرین عذاب علیم فرمایا پھر وللکفرین عذاب مہین ۔ پہلا اپنی ضد کے متصل ہو تو ایسے کفر پر عذاب الیم کی وعید سنائی اور یہی کفار کی جزاء ہے دوسرا متصل ہے۔

کبتوا ۔ کے معنیٰ الاذلال (ذلیل کرنا) والاہانۃ اسی لیے اس عذاب کو مہین (ذلیل کرنے والا) سے موصوف

فرمایا۔ بر۔ان القرآن)۔

فائدہ :۔ الالیم معنی المولم معنی الموجع (درد دینے والا) جیسے البدیع معنی المبدع یا الالیم معنی الہتام لیکن اس کا اسناد عذاب کی طرف مبالغہ کے طور پر ہے وہ اس درجہ میں ہے گویا وہ خود دردناک ہے۔

فائدہ :۔ للکفرین عذاب میں اہل ایمان کو طاعت کی ترغیب و برانگیختگی کے لیے ہے۔

معجزۂ رسول و اختیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

مروی ہے کہ جب یہ چار آیتیں نازل ہوئیں تو آپ نے اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ (جس نے ظہار کا ارتکاب کیا اور سورۃ کا آغاز ہوا) کو فرمایا اے اوس کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو عرض کی نہیں اس سے تو میرا مال ہی چلا جائے گا آپ نے فرمایا تو پھر لگاتار دو ماہ روزے رکھو۔ عرض کی یارسول اللہ لگاتار روزے رکھوں تو مجھے شب کوری کی بیماری لگ جائے گی کیونکہ اگر میں دن میں تین بار نہ کھاؤں تو میری بینائی میں کمی آجاتی ہے تو دو ماہ لگاتار روزے رکھوں گا تو شبکوری لازم ہے۔ فرمایا تو پھر ساٹھ مسکینوں کو طعام کھلا۔ عرض کی یہ بھی نہ ہو سکے گا ہاں آپ کچھ میری مدد فرمائیں تو آپ نے فرمایا میں تجھے پندرہ صاع دیتا ہوں اور ساتھ ہی تیرے لیے برکت کی دعا بھی کرتا ہوں۔ اس برکت نے یہ رنگ دکھایا کہ اس کے اثرات حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد تک باقی رہے (عین المعانی)

سچ ہے کہ ؏

خود بھیک دیں خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

نکتہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ وجوہ مذکورہ میں ایک نکتہ ہے وہ یہ گردن آزاد کرنا اس لیے کہ بندہ بوجہ بڑے عصیان کے نار کا مستحق ہوا۔ گردن آزاد کرنے اس کے لیے نار کا فدیہ بن گیا جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مومن نے بردہ آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس کے ہر جوڑ کے بدلے میں اس کا ایک جوڑ جہنم سے آزاد کرے گا۔

فائدہ :۔ رقبۃ کو مؤمنۃ کی قید میں اشارہ ہے کہ بردہ مومن ہی آزاد کرنا افضل ہے۔ علاوہ ازیں عبد کا ثمن طعام کھلانے کی قیمت سے زائد ہے اور مال نفس میں شمار ہے کہ نفس کو اس سے شدید تعلق ہے اسے خرچ کرنے سے نفس کی رذالت بخل اور نار جہنم سے نجات ملتی ہے۔

نکتہ :۔ روزے میں نکتہ یہ ہے کہ اس کا اصل تو یہ ہے روزہ صرف رمضان شریف میں ہو وہ ہیں تیس (۳۰) دن ساٹھ روزے کے حکم سے نفس کی مشقت میں اضافہ و تشدید المحنت مطلوب ہے اور مساکین کو کھلانے

یعنی اخلاقِ محمدیہ میں موصوف ہوتا ہے۔ جب اس سے یہ تخلق فوت ہوا مجامعت کے لزوم سے تو اسے اس کی ضد سے پورا کرایا گیا یعنی طعام کھلانے سے کیونکہ مال خرچ کرنے سے نفس کی شرارت میں کمی ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی روزے کے اسرار تھے جو کفارہ میں بردہ آزاد کرنے اور اطعام اور صیام کے متعلق تھے۔

نکتہ:۔ اطعام المساکین کو ساٹھ کی گنتی میں اشارہ ہے کہ اطعام صیام کا بدل اور خلیفہ ہے اسی لیے روزوں کی مناسبت سے ان کی تعداد وہی رکھی گئی جو روزوں کی تھی۔ (نیز) یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آدم علیہ السلام زمین کے طبقات کی ساٹھ قسموں سے بنایا گیا۔ اسی لیے ساٹھ مسکینوں کو طعام کھلانے کا حکم ہوا تاکہ یہ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کی مکافات ہو کیونکہ ان ساٹھ قسموں میں سے کوئی بھی خارج نہ ہو گا (نیز) اس امت کے اکثر لوگوں کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان رکھی گئی ہیں جس نے ساٹھ کی گنتی کی رعایت کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی ساٹھ سال عبادت کی جو کہ اس کی عمر کا مبلغ (ساٹھ سال) ہے اور یہی اس کی عمر کی انتہائی مدت ہے اس طریقہ سے نارِ جہنم سے نجات پائے گا (نیز) اس میں اشارہ وقت کی نفیلت کی طرف ہے کہ جس وقت عمل صحیح وقت سے نکل گیا تو وہ قضا سے کمال کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ مرتبہ کمالِ اول کے ساٹھ درجات سے گر جائے گا۔ اس معنی پر ساٹھ مساکین کو طعام کھلانے یا ساٹھ روزے رکھنے کا حکم ہے۔

حضرت عارف جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

ہر دم عمر گرامی ہست گنج بے بدل
می رود گنج چنیں ہر لحظہ برباد آخ

ترجمہ:۔ عمر کا ہر لمحہ گرامی قدر خزانہ بے بدل ہے افسوس ہے کہ تیرا ہر لحظہ خزانہ برباد جا رہا ہے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

مکن عمر ضائع بافسوس و حیف
کہ فرصت عزیز است والوقت سیف

ترجمہ:۔ افسوس و حیف سے عمر ضائع نہ کر کہ فرصت عزیز اور وقت تلوار ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔

آیت میں اشارہ ہے کہ نفس روح کی سواری اور اس کی زوجہ ہے جب زوج روح اپنی زوجہ نفس سے ظہار کرے کہ اس سے نفع نہ اٹھائے گا یعنی روحانیت کا نفسانیت پر غلبہ ہو جائے پھر بمقتضائے حکمت الٰہیہ کا ارادہ ہوا کہ روح و نفس کی زوجیت کا رشتہ قائم رہے اور روح نفس سے نفع اٹھاتی رہے تو روح نے روح کو کفارہ کا حکم دیا کہ وہ اس استمتاع (نفع اٹھانے) کے لیے گردن آزاد کرکے اس سے نفع اٹھائے اور تصرف کرے تو امرِ الٰہی کے مطابق اور بمقتضائے حکمت نہ کہ

بمقتضائے طبیعت اور خواہشاتِ نفسانی کے مطابق اس کے سوا اس سے نفع اُٹھانا جائز نہیں پھر جب وہ شہوتِ جماع سے مغلوب ہو جائے اور اس تعلق کو قائم رکھے جیسے راکب کا مرکوب سے اور جہاز کے کپتان جہاز سے اور وہ بردہ آزاد بھی نہیں کر سکتا تو ساٹھ لگاتار روزے رکھے قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو مس کریں یعنی رُوح اپنے نفس کو التفات الی الکونین سے ہمیشہ روکے بغیر کسی خلل ڈالنے کے التفات میں اگر وہ اس التفات کو روکنے کی قدرت نہیں پاتا کیونکہ اس میں کچھ انانیت باقی ہے تو پھر ساٹھ مساکین کو طعام کھلائے وہ مساکین قوائے روحانیہ ہیں جو سلطنت نفس اور اس کی صفات سے مرمٹے ہیں تاکہ وہ اخلاق الٰہیہ سے متخلق وصفات روحانیہ میں متحقق ہو سکیں۔

تفسیر عالمانہ:- ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ ۔ بیشک وہ جو اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرتے ہیں ایسے ہی اولیاء اللہ کی کیونکہ جو اولیاء اللہ سے دشمنی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ہی دشمنی کرتا ہے کیونکہ ان ہر ایک کی دشمنی خطرناک ہے ان میں سے کسی کی عداوت اللہ تعالیٰ سے عداوت ہے اور اللہ تعالیٰ کا دشمن اولیاء اللہ کا دشمن ہے۔

نکتہ:- اس آیت کو حدود اللہ کے بعد ذکر کرنا احسن موقعہ ہے بہرحال جو اللہ و رسول کی عداوت اور ان کی حدود سے تجاوز کرتا ہے ان کے امر و نواہی کا پابند نہیں۔

فائدہ:- بعض نے کہا المحادۃ مفاعلہ حدید سے ہے بمعنی لوہے سے مقابلہ کرنا اس میں حقیقۃً لوہا ہو یا نہ ہو اور سخت مقابلہ و منازعہ کو بھی محادۃ کہتے ہیں اسے لوہے سے مشابہت دے کر بعض نے کہا آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ حدود کو غیر حدود میں رکھتے ہیں۔

فائدہ:- اس میں ملوک اور ان حاکمین کو وعید ہے جو شرع کے حدود کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں اور اس کا نام قانون رکھتے ہیں ؎

پادشاہی کہ طرح ظلم افگند
پائے دیوار ملک خویش بکند

ترجمہ:- وہ بادشاہ جو ظلم کا طریقہ جاری کرتا ہے وہ اپنے ملک کی دیوار کو خود اکھیڑتا ہے۔

کبتوا ۔ ذلیل و خوار کیے گئے۔

حل لغات:- المفردات میں ہے الکبت بمعنی کسی کو سختی سے روکنا اور ذلیل کرنا۔ القاموس میں ہے کہ کبتہ ۔ یکبتہ صرعہ وصرحہ (اسے پچھاڑا) اخزاہ (اسے رسوا کیا) صرفہ (اسے پھیرا) کسرہ (اسے توڑا) ۔ رد العدو بغضیہ ۔ دشمن کو سختی سے رد کیا (روکا) اذلہ (اسے ذلیل کیا)

فائدہ :۔ (ابن الشیخ) نے فرمایا یہ اس لائق ہے کہ اس سے دشمنوں پر بد دعا کی جائے اور ماضی کا تحقق کے لیے ورنہ اس کا تقاضا مستقبل کا ہے یعنی عنقریب ذلیل و خوار ہوں گے اس میں منافقین و کافروں سب داخل ہیں کیونکہ کافروں کا مقابلہ ظاہراً بھی تھا اور باطناً بھی۔ اور منافقوں کا صرف باطناً کما کبت الذین من قبلھم جیسے ذلیل ہوئے۔ وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے یعنی وہ کفار جو امم سابقہ میں تھے جو رسل کرام علیہم السلام کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے جیسے قوم نوح و ہود وصالح وغیرہ

ملفوظ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے مجھے تعجب اس ضعیف سے ہے جو بہت بڑے قوی کی نافرمانی کرتا ہے عرض کی گئی وہ کیسے۔ فرمایا انسان کو اللہ تعالیٰ نے ضعیف پیدا فرمایا کما قال۔ الانسان ضعیفا (پھر یہ ضعیف اللہ تعالیٰ قوی کی نافرمانی کرتا ہے)۔

وقد انزلنا ایاتٍ بینات (اور بیشک ہم نے روشن آیتیں اتاریں) یہ کبتوا کی واؤ سے حال ہے یعنی وہ ذلیل ہوئے اپنی مخالفت کی وجہ سے حالانکہ ہم نے آیات روشن نازل فرمائیں ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے سابقہ امتوں سے اپنے رسل کرام علیہم السلام کے ساتھ مخالفت کی اور انہیں یہ بھی بتایا کہ ان کے ساتھ کیا گزری یا آیات بینات اتاریں جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر دلالت کریں اور بتائیں کہ وہ جو کچھ لائے ہیں وہ صحیح اور درست ہیں۔

سوال :۔ انزال یہ ہے کہ شے اوپر سے نیچے اترے اور وہ اجسام کے لیے انزال کیسا یوں تو اعراض اور خوار نہ پکڑنے والی اشیاء ہیں۔

جواب :۔ انزال اس کا جو انہیں لے آئے تھے اور بندوں کو پہچانتے تھے ان کی طرف اسناد و مجاز اہے کیونکہ انزال سے اصل مقصود وہی (آیات) ہیں یا انزال استعارۃً بمعنی الابلاغ مع الایصال ہے۔

وللکٰفرین اور کافروں کے لیے ان آیات کی وجہ سے یا تمام اُن اُمور کی وجہ سے جن پر ایمان لانا واجب ہے۔

عذاب مھین۔ (خواری کا عذاب ہے) جو اُن کی عزت اور بڑائی لے جائے گا۔

حل لغات :۔ الاہانۃ بمعنی التحقیر اس سے خواری کا وہ عذاب مراد ہے جو ان پر دنیا میں ملے گا اس معنیٰ پہ کلام کا ابتداء ہوگا یا اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے تو یہ کلام معطوف ہے یعنی انہیں دنیا میں بھی عذاب اور آخرت میں تو خواری کا عذاب ہوگا گویا وہ دونوں جہانوں میں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

نکتہ :۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کو پہلے اَلِیْمٌ سے پھر مُھِیْن سے موصوف فرمایا

کیونکہ پہلے انہیں درد پہنچے گا پھر ذلت و خواری ۔ چونکہ پہلا عذاب دنیا میں ہوگا اسی لیے الیمہ کی مہین سے تقدیم ضروری ہے (پہلے اس قسم کے مضامین گزرے ہیں)۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے مظاہر یعنی اولیاء اللہ کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ وہی اللہ کے ساتھ متحقق اور اُس کے اسماء سے متمتع ہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظاہر یعنی علماء کرام (باعمل اور سنی العقیدہ) جو شرائع و احکام سے قائم ہیں اور بہترین حجج اور دلائل سے احکام کا اثبات کرکے دشمنانِ دین کا منہ کالا کیا اور اولیاء کرام نے اعلیٰ سے اعلیٰ کرامات ظاہرہ سے دین کا پل باندھا اور علوم کی نشر و اشاعت کی اور ہم نے اُن کی ولایت پر آیات روشن دکھائے اور سمجھایا کہ یہی انبیاء علیہم السلام کے سچے وارث ہیں پھر جس نے ان میں انکار کرکے انہیں چھپایا تو اسے قطیعہ کا بڑا اور ذلت و خواری کا کھلم کھلا عذاب ہوگا۔

تفسیر عالمانہ: یوم یبعثہم اللہ (جس دن اللہ تعالیٰ ان کو اُٹھائے گا) یوم اذکر سے منصوب ہے وہ یوم کی عظمت اور اس کی ہولناکی کے اظہار کے لیے مقدر ہے اس سے قیامت کا دن مراد ہے یعنی انہیں موت کے بعد جزا و سزا کے لیے اُٹھائے گا۔ جمیعًا سب کو کہ کوئی ان میں نہ بچ سکے گا جو اس دن نہ اُٹھے ۔ یہ ضم ضمیر کی تاکید کے لیے ہے یا بہ معنی ہے کہ وہ ایک حالت میں جمع ہوں گے اس معنیٰ پر یہ ضمیر ھُم سے حال ہے ۔ فینبئہم بما عملوا ۔ پھر انہیں ان کے کردار جتائے گا۔ ان کے وہ کرتوت جو ان سے صادر ہوئے یا اُن کی صورتیں دکھائے گا جو اس عالم (جہان) کے لائق ہیں سب کے سامنے تاکہ وہ رسوا ہوں اور اُن کے اعمال کی تشہیر اور اُن پر عذاب کی شدت ہو ورنہ صرف خبر دینے اور جتلانے کا کیا فائدہ وہی ہوگا تاکہ انہیں اپنے کرتوت پر انتباہ ہو۔

احصاہ اللہ (اللہ تعالیٰ نے اسے گن رکھا ہے) یہ سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ انہیں ان کے اعمال کی کیسی خبر دے گا حالانکہ وہ تو اعراض ہیں جو ہوتے اور ختم شد یعنی کرنے کے بعد لاشے ہو گئے اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں محیط ہے اسی لیے ان کی گنتی اور حفاظت وہی جانتا ہے جو کچھ اُنہوں نے کیا اس سے کوئی شے نہ چوک سکتی ہے اور نہ اس سے غائب ہو سکتی ہے۔

حل لغات: امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الاحصاء بمعنی گنتی حاصل کرنا یعنی گننا شمار کرنا۔ اہل عرب کہتے ہیں احصیت کذا ۔ میں نے ایسے ایسے گنا۔ الحصٰی سے ہے (کنکری) اور اسے معنیٰ میں استعمال کرنے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ وہ (عرب) کنکریوں پر گننے کا یوں سہارا لیتے ہیں جیسے ہم (عجمی لوگ) انگلیوں سے بعض نے کہا الاحصاء بمعنی احاطہ و ضبط کے ساتھ شے کو گننا اور اصل یہ کنکریوں سے گننے کا نام ہے کہ کنکریوں

کی گنتی ضبط و حفظ میں زیادہ قوت ہے یہ عدّ سے اخص ہے کیونکہ عدّ کو احاطہ لازم نہیں۔

او نسوہ۔ اور وہ اسے بھول گئے یعنی درانحالیکہ وہ اسے بھول گئے بوجہ اس کی کثرت کے یا اس کے ارتکاب کے وقت اس کی تحقیر و تہاون کے پیش نظر کیونکہ یہ عقیدہ نہ تھا ان کا بھی کوئی حساب ہوگا۔ (واللہ علٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ) اور ہر شے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اس سے کوئی امر غائب نہیں۔

الشہید بمعنی الشاہد الشہود سے بمعنی الحضور (وہی کہا جو ہم کہتے ہیں: کیا صاحب روح البیان بریلوی تھے۔ حالانکہ یہ تو صدیوں پہلے گزرے ہیں جب نہ دیوبند تھا نہ دیوبندیت نہ وہابیت تھی نہ نجدیت) اویسی غفرلہٗ۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ الشہید بمعنی گواہ ہے وہ اس لیے کہ قیامت میں ہر ایک کو اس کے کردار کے مطابق جزاؤ سزا دے گا اور کون ہے جو اس کی گواہی کو ردّ کر سکے۔ ؎

حاکم ز حکم دم نزند گر گواہ نیست
حاکم کہ خود گواہ بود قصہ مشکلست

ترجمہ: حاکم حکم کا دم نہیں مار سکتا جب گواہ نہ ہو۔ جب حاکم خود گواہ ہو تو پھر قصہ مشکل ہے۔

سبق: گناہوں کو ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنا اور ان پر رونا اور استغفار اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ ضروری ہے کیونکہ اس نے ہر ایک کے گناہ گن رکھے ہیں اور وہ نسیان سے بھی پاک و منزہ ہے۔ (صفحہ ۱۴۹)

رد وہابی دیوبندی فرقہ: ہم اہل سنت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہوئے دلیل ہیں ویکون الرسول علیکم شہیدا اور انا ارسلناک شاھدا ایسے آیات پیش کرتے ہیں تو وہ نہیں مانتے۔ ہم الزاماً انہیں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننا متفق علیہ ہے (لغوی معنٰی کے لحاظ سے نہیں عرفی و شرعی معنٰی کے لحاظ سے) تو بتاؤ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ثابت کرنا پڑے تو کون سی آیت پیش کرو گے تو وہ مجبور ہو کر کہتے ہیں واللہ علٰی کل شیئ شہید یعنی یہاں شہید بمعنی حاضر ہے تو ان بھلے مانسوں کو کون سمجھائے کہ جس لفظ سے اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر و ناظر ثابت کیا جا رہا ہے اسی لفظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثابت کیا جائے تو اشکال کیوں صرف یہ وہم کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ماننا لازم آئے گا تو میں کہوں گا یہ وہم بھی برائے وہم ہے ورنہ سب جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے صفات بحیثیت الوہیت اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صفات یکمشت ماننے جاتے ہیں۔ یہ وہم اگر صحیح ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی سمیع و بصیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اور اللہ تعالیٰ بھی رؤف و رحیم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی وغیرہ وغیرہ تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ
مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ
وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ
يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اَلَمْ
تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ
يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ
حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا
يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا
تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا
بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○
اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ
بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ
فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ
صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ
یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ
عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ
وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ: اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں۔ پھر انہیں قیامت کے دن بتا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں بُری مشورت سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہی کرتے ہیں جس کی ممانعت ہوئی تھی اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو ان لفظوں سے تجھے مجرا کرتے ہیں جو لفظ اللہ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر انہیں جہنم بس ہے اس میں دھنسیں گے تو کیا ہی بُرا انجام۔ اے ایمان والو تم جب آپس میں مشورت کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کی مشورت نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورت کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف اُٹھائے جاؤ گے۔ وہ مشورت تو شیطان ہی کی طرف سے ہے اس لیے کہ ایمان والوں کو رنج دے اور وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے حکم خدا کے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت ستھرا ہے۔ پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تم اس سے ڈر گئے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو۔ پھر جب تم نے یہ نہ کیا

اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۶ کا

ہے انسان پر لازم ہے کہ اس دن سے پہلے ہی توبہ کرے جب اسے کھلے بندوں رسوا ہونا پڑے اُس وقت نہ دُعا قبول ہوگی اور نہ معذرت۔

انہ الشاھد: یہاں شہید بمعنی الحضور ہے لیکن حضور علمی مراد ہے اور اس کا منکر کافر ہے کیونکہ اس کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً ہے ہاں اسے حضور جسمی نہیں مانا جائے گا کوئی مانے تو وہ کافر ہے (روح البیان ص۱۳۹ جلد ۹ مطبوعہ بیروت)۔

تفسیر عالمانہ: الم تر ان اللہ یعلم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

ربط:۔ اللہ تعالیٰ کے شہود پر استشہاد ہے اور ہمزہ انکاری رویۃ کی تقریر کرتا ہے اس لیے کہ انکار بمعنی نفی ہے اور قاعدہ ہے کہ نفی النفی اثبات ہوتا ہے اس قاعدہ پر رویۃ ثابت اور مقرر ہوئی اور خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا اسے جو خطاب کا مستحق ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا تو مرتبۂ مشاہدہ علم یقینی سے جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے اندر تمام موجودات کو جانتا ہے خواہ وہ انہیں مستقر ہیں یا ان کا جزو ہیں۔

شانِ نزول:۔ یہ ربیعہ و حبیب عمرو کے بیٹوں اور صفوان بن اُمیہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک نے کہا کیا جو

اس میں دیوبندیوں کے اس بہتان کا ازالہ کیا کہ اہلسنت اللہ تعالیٰ کو حاضر نہیں مانتے اور وہ عبارات دکھاتے ہیں جہاں ہمارے علماء نے لکھا کہ حاضر و ناظر کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ناجائز ہے جب اس سے لغوی معنیٰ مراد ہے ہاں اسے حضور علمی معنیٰ میں لے کر اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا جائز ہے اسی کو صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے صدیوں پہلے لکھ دیا تاکہ اہل حق پر منکرین کا بس نہ چل سکے (جزاہ اللہ خیر الجزاء)

لطیفہ:۔ دیوبندیوں وہابیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایضاح الحق الصریح میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ ماننا بدعت ہے اور غیر مقلدین تو اب بھی صاف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ ماننا ناجائز ہے۔ اب عوام ان دونوں کا اگر یبان پکڑ کر پوچھیں کہ یہ کون کہتا ہے ۱۲۔

کچھ ہم کہتے ہیں وہ اللہ جانتا ہے دوسرے نے کہا کہ کچھ جانتا ہے اور کچھ نہیں جانتا تیسرے نے کہا اگر وہ بعض کو بغیر کسی سبب جانتا ہے تو پھر سب کچھ جانتا ہے کیونکہ وہ جس طرح بعض کو بلا سبب جان سکتا ہے تو کل کو بھی اسی طرح جان سکتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ما یکون من نجوی ثلثۃ (نہیں ہوتی سرگوشی تین کی) ما نافیہ اور یکون تامہ بمعنی یوجد و یقع ہے اور من زائدہ اور نجوی اس کا فاعل ہے وہ بھی مناجی مصدر ہے جیسے شکوی بمعنی شکایت۔ اہل لغت کہتے ہیں نجاہ نجوی و نجوی بمعنی سارہ (اس سے راز کی بات کہی) ناجاہ مناجاۃ کی طرح اور النجوی بھی راز جو پوشیدہ رکھا جائے یہ اسم اور مصدر ہے (القاموس) دراصل ان تخلو فی نجوۃ من الارض ہے وہ جو اپنے ماحول سے علیحدہ اور اونچی ہو گویا سرگوشی کرنے والا زمین کی اونچی اور علیحدہ جگہ میں ہے کہ اس سے کوئی آگاہ نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ تین کی سرگوشی نہیں ہوتی اور کوئی راز کی بات نہیں کرتے۔ نجوی مصدر مضاف ہے اپنے فاعل کی طرف۔ الا ھو۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ رابعھم۔ ان کا چوتھا ہوتا ہے یعنی انہیں چار بنانے والا ہے کہ ان کے حال سے باخبر ہے۔

فائدہ:۔ حضرت حسین نوری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ ان کا چوتھا ہے علم و حکم میں نہ کہ اس کی ذات یہ اعم الاحوال سے استثناء مفرغ ہے یعنی کوئی حال نہیں ہوتا مگر یہی حال کلام بکس تعبیر کا اعتبار ہے۔

فائدہ:۔ حضرت نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کی معیت پر یقین کرے گا وہ خود کو اس کی مخالفت سے روک سکے گا کوئی برائی بھی اس سے سرزد نہ ہو سکے گی اور جو اس کی معیت کے مشاہدہ سے محروم ہے وہ محارم و شبہات کا ارتکاب کرے گا۔

و لا خمسۃ۔ اور نہیں ہوتی سرگوشی پانچ کی۔ الا ھو سادسھم۔ مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے یعنی مگر وہ اللہ تعالیٰ ان کو اطلاع میں چھ بنانے والا ہے کہ واقع ہوگا اس کی اسے خبر ہے۔

فائدہ:۔ تین سے پانچ تک کی تخصیص اس لیے کہ ایک واقعہ میں ایسی بات کرنے والے منافقین تین تھے پھر پانچ تھے۔ بعض نے کہا کہ چونکہ عموماً مشورہ تین میں ہوتا ہے یا زیادہ سے زیادہ پانچ میں تاکہ الفاظ تھوڑے اور نپے تلے اور رائے کے عین موافق اور راز کو زیادہ چھپانے والے ہوں اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے امر خلافت کا مشورہ چھ اشخاص پر چھوڑا تھا یعنی انہی چھ کی جو رائے قائم ہو وہی صحیح اور درست ہے۔

صوفیانہ مطلب

تین میں روح و سر و قلب کی طرف اور پانچ میں ان کے ساتھ دو نفس و ہویٰ ملانے سے اس کے بعد

عام حکم فرمایا کہ ولا ادنی من ذلک اور نہ ہی اس مذکور سے کم یعنی دو یا ایک کا راز کیونکہ ایک بھی دل میں سوچتا رہتا ہے وہ بھی اس کا ایک قسم کا مشورہ ہوتا ہے۔ ولا اکثر اور نہ زائد یعنی چھ اور اس سے اُوپر جتنا ہوں الا ھو معھم مگر وہ اللہ ان سب کے ساتھ ہے یعنی سرگوشی کرنے والوں کے ساتھ علم اور سماع سے وہ جانتا ہے جو ان میں گزرتا ہے اور اس سے ان کے حالات مخفی نہیں گویا وہ ان کا شاہد و حاضر ہے حالانکہ وہ جسمانی حضور سے ان کے ساتھ ظاہری جسم کے ساتھ) سے پاک و منزہ ہے۔

اینما کانوا۔ یعنی جہاں وہ ہوں یعنی جس جگہ پہ ہوں اگرچہ زمین کی تہ میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم قرب مکانی سے نہیں جو اسے مکانات کے قرب و بعد میں فرق آجائے ؎

این معیت در نیابد عقل و ہوش
زیں معیت دم مزن بنشیں خموش
قرب حق با بندہ دور است از قیاس
بر قیاس خود منہ آنرا اساس

ترجمہ:۔ یہ معیت عقل و ہوش میں نہیں آتی ایسے معیت سے دم نہ مار خاموش بیٹھ۔
قرب حق بندے کے قیاس سے دُور ہے قیاس پر اس کی بنیاد نہ رکھ۔

فائدہ:۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ اُمتِ محمدیہ کے اہل ایمان کی فضیلت جملہ اُمم پر کے دلائل دیگر نہ بھی نہ ہوتے تب بھی یہی آیت اس کی دلیل کے لیے کافی ہے جبکہ اصحابِ کہف کے لیے فرمایا ثلثۃ رابعھم کلبھم ویقولون خمسۃ سادسھم کلبھم۔ تین اور ان کا چوتھا کتا اور کہتے ہیں کہ وہ پانچ تھے ان کا چھٹا کتا تھا اور یہاں فرمایا ما یکون من نجوی ثلثۃ الا وھو رابعھم یہاں تک کہ فرمایا ھو معھم۔ اصحابِ کہف کی معیت ایک احسن الحیوانات کے ساتھ بتائی اور اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ اپنی ذات کی معیت جتلائی اور ہر انسان چاہتا ہے کہ خیر بھلائی اسی میں ہے کہ اس کا رفیق ایک ہو کہ اس سے گفتگو ہوگی تو سودمند اور فضول گفتگو بھی نہ ہوگی کہ اس کے اعمال نامے میں عیب و نقص اور گناہ لکھا ہو۔ بہر حال اس کی صحبت میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی معیت علی العموم ہے جیسے تصریح فرمائی کہ وھو معکم اینما کنتم اور تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی ہو ہاں کبھی مخصوص بندوں کے ساتھ ایمان فیض و لطف وغیرہ کی کچھ مخصوص معیت ہوئی۔ ثم ینبئھم بما عملوا۔ پھر تمہیں تمہارے کردار کی خبر دے گا یعنی ان اعمال کی جو تم نے دنیا میں کیے۔ یوم القیمۃ قیامت میں انہیں رسوا کرنے اور وہ جو انہیں عذاب کا موجب بنے گا اس کے اظہار کے طور ان اللہ بکل شئ علیم۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے کو جانتا

ہے کیونکہ اس کے جو اس کی ذات کی طرف علم کی نسبت ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس کے لیے ہر شے کا علم برابر ہے یعنی اس کے علم کی نسبت جمیع معلومات کے لیے برابر ہے کہ وہ اہل آسمان کے حالات کو اس طرح جانتا ہے جیسے اہل ارض کے کیونکہ اس کا علم مخفی اُمور کو اس طرح محیط ہے جیسے ظاہر اُمور کو۔

نہاں و اشکار ہر دو یکسانست بر علمت
نہ ایں راز و تر بینی نہ آنرا دید تر دانی

ترجمہ: تیرے علم کے لیے پوشیدہ و آشکار برابر ہے نہ اسے بلد تر دیکھتے ہو نہ ہی اسے بلد تر دیکھتا ہے۔

فائدہ: جسے یقین ہو جائے کہ وہ ہر شے کو جانتا اور ہر وقت دیکھتا ہے اور اپنے علم کو اسی پر متوجہ رکھے تو وہ ہر شے میں اسی پر بھروسہ کرنے والا ہے اور ہر شے میں اسی کی طرف متوجہ ہے۔

فائدہ: ابن عطاء اللہ نے فرمایا جب تمھیں معلوم ہو جائے کہ لوگ تیری طرف متوجہ نہیں بلکہ تیری مذمت کے درپے ہیں تو اپنے میں اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف متوجہ ہو اگر تجھ پر اللہ تعالیٰ کے علم کا اثر نہیں تو اس قناعت کی مصیبت پر ایذا دے وہ ایذا زیادہ ہے جو تیرے متعلق لوگوں کی طرف سے مذمت ہوتی ہے۔

فائدہ: اس اسم سے متخلق ہونا تحصیل العلم اور محتاج لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا موجب ہے۔

علمِ غیب حاصل کرنے کا وظیفہ

جو شخص یا علام الغیوب کی کثرت کرے یہاں تک کہ ہر حال میں اس پر اسی اسم کا غلبہ ہو تو اس پر مغیبات کا انکشاف ہو جائے گا۔ وہ مغیبات سے باتیں کرے گا اور اس پر ما فی الضمائر کا کشف ہو گا اس کی روح ایسی ترقی کرے گی جو عالم علوی تک پہنچنا نصیب ہو گا اور وہ اُمور کائنات و حوادث کی باتیں کرے گا۔

مسئلہ: فقہاء کرام نے فرمایا جو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم بذاتہ ہے نہ یہ کہ وہ عالم اپنی ذات سے قادر بذاتہ ہے یعنی وہ اپنی قدرت سے قادر نہیں یعنی اس کے لیے صفت علم ثابت نہیں وہ صفت جو اس کی ذات سے قائم ہے اور نہ ہی اس کے لیے صفت قدرت ثابت ہے جیسے معتزلہ اور جہمیہ کہتے ہیں جن کے کفر کا حکم علماء نے صادر کیا) اس لیے کہ صفاتِ الٰہیہ کی نفی کفر ہے۔

مسئلہ: جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرے لیکن کسی صفت کا منکر ہو (جیسے فلاسفہ و معتزلہ) تو اس کے ایمان

کا کوئی اعتبار نہیں اسی طرح فتویٰ ہے۔

انتباہ:۔ معتزلہ کے بارے میں بعض توقف کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اہل قبلہ ہیں اسی لیے شرح عقائد میں لکھا کہ علماء کا اتفاق ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جائے لیکن خلق القرآن اور رویتہ باری تعالیٰ کو محال اور سب الشیخین (رضی اللہ عنہما) اس جیسے دیگر مسائل کے قائل کے لیے

لہ ۔ دراصل شیعوں کو خلفاء ثلثہ کے بارے میں خواہ مخواہ دشمنی ہے اپنی عاقبت کی بربادی کے لیے ورنہ اہلبیت کرام ان کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔ سیدنا امام زین العابدین کے بارے میں مروی ہے کہ ان کی خدمت میں چند عراقی حاضر ہوئے ۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازیبا اور نامناسب الفاظ استعمال کیے۔

جب یہ لوگ اپنی کہہ چکے تو آپ نے فرمایا:۔

" کیا مجھے بتاؤ گے کہ تم کون ہو؟ کیا تم مہاجرین اولین میں سے ہو جنہوں نے محض خوشنودیٔ خدا کے لیے جلاوطنی گوارا کی اور اپنے مال و متاع سے دستبردار ہو گئے اور خدا و رسول کی تائید و حمایت میں کمربستہ رہے اور بلاشبہ یہ لوگ سچے تھے"

عراقیوں نے عرض کی:۔

" نہیں ہم مہاجرین اولین میں سے تو نہیں ہیں"

یہ سن کر امام عالی مقام نے دریافت فرمایا:۔

" کیا تم اُن لوگوں میں سے ہو جو مدینے میں مہاجرین کی آمد سے پہلے بسے ہوئے تھے جو اُن کے پاس ہجرت کر کے آتا تھا، اس سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا تھا اس سے دل تنگ نہیں ہوتے تھے اور انھیں اپنے اُوپر ترجیح دیتے تھے اگرچہ خود فاقے ہی سے کیوں نہ ہوں اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں"

عراقیوں نے جواب میں گزارش کی:۔

" نہیں ہم ان لوگوں میں بھی نہیں ہیں"

آپ نے یہ سن کر فرمایا:۔

" میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں بھی نہیں ہو جن کے بارے میں خدائے عزوجل

مذکورہ بالا قاعدہ مشکل ہے

تفسیر عالمانہ: الم تر الی الذین نھوا عن النجوی ثم یعودون لما نھوا انہ۔ کیا نہیں دیکھا انھیں جن کو سرگوشی سے روکا گیا تو پھر وہ لوٹتے ہیں اس طرف جس سے انہیں روکا گیا۔

شان نزول: یہ یہود و منافقین کے حق میں نازل ہوئی جبکہ وہ آپس میں سرگوشی کرتے اور تین تین پانچ پانچ کی ٹولی بنا لیتے جب اہل ایمان کو دیکھتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارہ کرتے اس سے ان کا پروگرام یہی تھا کہ وہ اہل ایمان کو غصہ دلائیں تا کہ جھگڑا برپا ہو۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔ ایک عرصہ رک کر پھر وہی پروگرام شروع کر دیا۔

حاشیہ بقیہ صـ۳۳

نے فرمایا والذین جاءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم۔

یعنی! اور جو لوگ (ان مہاجرین وانصار کے) بعد آئے وہ اُن کے حق میں دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب تو بڑا رفیق اور رحیم ہے۔

جاؤ چلے جاؤ خدا تم سے سمجھے۔

یہ رائے ہے امام زین العابدین کی جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد رئیس بیت حسینی تھے۔

جابر جعفی نے جو خود بھی شیعہ ہیں روایت کی ہے کہ امام باقر نے انہیں عراق بھیجتے وقت کہا:

"اہل کوفہ تک میرا یہ پیام پہنچا دو کہ لوگ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تبرا کرتے ہیں میں ان سے بری ہوں"

روایت ہے کہ ایک مرتبہ امام باقر نے ارشاد فرمایا۔

"جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فضل و شرف سے بے بہرہ ہے وہ سنت سے ناواقف ہے۔"

جعفر جعفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اُن سے امام باقر نے فرمایا اے جابر مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق میں کچھ لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ ہم سے محبت کرتے ہیں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ میں نے اس کا حکم دیا ہے انہیں میرا پیام پہنچا دو کہ اللہ کے ہاں میں ان

فائدہ: یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے اور ہمزہ ان کے حال پر تعجب کے لیے ہے اور صیغۂ مضارع اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اپنے پروگرام کی طرف بار بار عود کرتے ہیں اور عجیب صورت حال پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رات حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لائے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم باہم گفتگو تھے فرمایا یہ تو سرگوشی ہے جس سے تم روکے گئے ہو ہم نے عرض کیا کہ ہم توبہ کی باتیں کر رہے تھے اور دجال کے خطرات کو یاد کر رہے تھے فرمایا میں تمہیں ایسے امر کی خبر نہ دوں جو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے فرمایا وہ شرک خفی یعنی ریاء ہے۔

و یتناجون - اور راز کی باتیں کرتے ہیں۔

بالاثم والعدوان و معصیۃ الرسول - گناہ اور حد سے متجاوز ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اس کا عطف **یعودون** پر ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے اور اس کا بیان ہے کہ جس سے روکے گئے ہیں کہ ایسی باتیں دین کو نقصان پہنچاتی ہیں یعنی یہ وہ باتیں ہیں جو فی نفسہٖ دین کے لیے نقصان دہ ہیں اور اہل ایمان پر زیادتی اور معصیت الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گستاخی ہیں۔

حل لغات: **العدوان** بمعنی ظلم و جور اور معصیت الطاعت کی نقیض۔

و اذا جاؤك - اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں یعنی سرگوشی کرنے والے **حیوك** تمہیں السلام علیکم کہتے ہیں۔

التحیۃ - سدا رہے **حیاك** - تجھے اللہ تعالیٰ زندہ رکھے جملہ خبریہ کے طور یعنی تجھے اللہ تعالیٰ زندگی بخشے۔ پھر دعا کے لیے مستعمل ہونے لگا۔ پھر یہ دعا خیر و شر کے بعد صرف السلام علیکم پر اکثر مستعمل ہوتا ہے اس معنی پر ہر دعا تحیۃ ہوگی کیونکہ حصول حیاۃ کے بعد اس سے کوئی شے خارج نہ ہوگی۔ یا وہ حیات کا سبب ہے دنیا میں یا آخرت میں **مما لم یحیك به الله**۔ اس سے جو تجھے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ تحیۃ کا

حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۴

سے بری ہوں۔ مجھے شفاعت محمد نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں کے لیے استغفار نہ کرتا ہوں اور بارگاہِ الٰہی میں ان کے لیے رحم کی دعا نہ کرتا ہوں۔ اگرچہ دشمنانِ خدا ان سے کتنے ہی بیگانے ہوں[1]۔

[1] مزید تفصیل فقیر کی کتاب "آئینہ مذہب شیعہ" میں ہے۔ (اویسی غفرلہٗ)

لہ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۳۷

کا حکم نہیں فرمایا یعنی ایسی بات کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مثلاً السام علیکم (تم پر موت ہو (معاذ اللہ)
کہتے ہیں اور لغت یہود میں السام بمعنی موت ہے یعنی موت یا تلوار سے قتل کرنا۔

اعجوبہ:- یہود اپنے وہم پر ایسا کلمہ کہہ تو دیتے اور انہیں خیال تھا کہ وہ اپنے طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت کرتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں صرف کہہ دیتے علیکم (یعنی تم پر موت) تو گویا انہی کا جوتا انہی کا منہ (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا منہ توڑ جواب تھا)۔

فائدہ:- وعلیکم۔ واو کے ساتھ نہیں کہنا چاہیئے کوئی کہے تو غلط ہے۔ (عین المعانی)۔

فائدہ:- یا وہ یہود کہتے انعم صباحًا۔ یہ تحیۂ جاہلیت تھا انعم کو نعومۃ سے مشتق کر کے بولتے یعنی تیری صبح ناعم (نرم) ہو اور اس میں کسی قسم کا غم و حزن نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سلام علی المرسلین اور رسل کرام علیہم السلام پر سلام۔

مسئلہ:- اہل ذمہ کے رد سلام میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس و شعبی و قتادہ نے فرمایا کہ ان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے ظاہر الامر کا یہی تقاضا ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کے سلام کا جواب واجب نہیں اگر جواب دینا بھی ہے تو صرف اتنا کہو۔ علیك۔ بعض نے کہا کہ ان کے جواب میں کہے علا ذ السلام یعنی (تیرے سے اُٹھ جائے سلامتی)۔

مسئلہ:- بعض مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسے ذمی وغیرہ کے سلام کے جواب میں کہے السلام علیك (بکسر السین) یعنی تجھ پر پتھر ہوں۔ ویقولون فی انفسہم اور اپنے جی میں کہتے ہیں یعنی جب آپ سے جدا ہو کر جاتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں لولا یعذبنا اللہ بما نقول۔ جو کہتے ہیں اس کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ عذاب کیوں نہیں کرتا)۔ لولا تحضیضیہ ہے یعنی اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی برحق ہیں تو جو ہم جرأت کر کے کہتے ہیں اس پر ہمیں اللہ تعالیٰ عذاب کیوں نہیں دیتا ہم پر غضب کیوں نہیں نازل کرتا اور ہمیں مقہور کیوں نہیں کرتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حسبہم۔ انہیں کافی ہے جہنم۔ جہنم کا عذاب۔ یہ مبتدا و خبر ہیں یعنی انہیں عذاب کرنے کے لیے جہنم کافی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو عذاب دے گی۔ یہ احسبہم سے ہے بمعنی کفاھم انہیں کافی ہے یصلونہا اس میں لازماً داخل ہوں گے اور اس کی گرمی اُٹھائیں گے اگرچہ کسی حکمت پر انہیں جلدی عذاب نہ آئے گا۔ یہ ان کے ساتھ استہزاء و استخفاف ہے کہ یہ لوگ ایسے بیکار ہیں کہ ان کا کوئی اعتبار ہی نہیں ان کے کفر اور بے ایمانی کی وجہ سے۔

فبئس المصیر۔ تو وہ بُرا ٹھکانہ ہے یعنی جہنم۔

برهان القرآن میں فرمایا کہ فا میں تعقیب کا معنیٰ ہے یعنی جس کی طرف یہ جائیں گے ان کا وہ بُرا ٹھکانہ ہے اور وہ جہنم ہے۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان کا وہ قول منجملہ ان کی ان غفلتوں سے ہے جو ان کے ہاں علم کے باوجود علم کو عمل میں نہیں لاتے کیونکہ وہ اہل کتاب تھے انھیں معلوم تھا کہ بعض اُمتیں ایسی گزری ہیں جنہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کی نافرمانی کی اور انھیں اذیت پہنچائی تو ان پر اتنی جلدی عذاب نہ آیا بوجہ مصلحت وحکمت کے اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے۔

دُعا مستجاب:۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا مستجاب فرمائی چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہودیوں سے سُنا اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا السام علیکم۔ بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا و علیکم السام و الذم و اللعن۔ (تم پر موت اور مذمت اور لعنت) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) نرمی کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے وہ فحش وتفحش کو پسند نہیں کرتا کیا تو نے مجھ سے نہیں سنا کہ میں نے انھیں جواب میں کیا کہا۔ میں نے علیکم (تم پر وہی جو خود کہہ رہے ہو) ان کے بارے میں میری دُعا مستجاب ہوگئی ہے۔

انتباہ:۔ یہی قیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین کاملین کے متعلق ہے کیونکہ ان کے نفوس مؤثر ہیں جو ان کے ساتھ بُرائی کرتا ہے تو وہ خود اپنے لیے کرتا ہے۔

بوستان میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

بچاہے اُفتادہ بود
کہ از ہول او شیر نر مادہ بود
ہمہ شب ز فریاد و زاری نخفت
یکے بر سرش کوفت سنگے و گفت

تو ہرگز رسیدی بفریاد کس
کہ می خواہی امروز فریاد رس
کہ بر جان ایشت نہد مرہمے
کہ جانہا بنالد ز دستت ہمی

تو مارا ہمی چاہ کندی براہ
بسر لاجرم بر افتادی بچاہ

ترجمہ:۔ ظالم کنوئیں میں گر گیا اس کے خوف سے شیر نر بھی مادہ بنے ہوئے تھے۔
تمام رات فریاد وزاری سے نہ سویا ایک نے اس کے سر پر پتھر مار کر کہا۔
تو بھی تو کسی کی فریاد کو نہیں پہنچتا تھا جو آج فریاد رسی چاہتا ہے۔
کون تیرے زخموں پر مرہم رکھے۔ بہت سے لوگ تیرے ظلم سے نالاں ہیں۔
تو ہمارے لیے کنوئیں کھودتا تھا راستوں پر۔ بالآخر تو خود کنوئیں میں گر گیا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ یاایھاالذین اٰمنوا۔ اے زبان اور دل سے ایمان لانے والے اذا تناجیتم۔ جب تم سرگوشی کرو ایک دوسرے سے یعنی اپنی مجلسوں اور خلوتوں میں۔ فلا تتناجوا بالاثم والعدوان تو گناہ اور حد سے تجاوز کے متعلق سرگوشی نہ کرو منافقین و یہود کی طرح۔ وتناجوا بالبر والتقویٰ۔ نیکی اور تقویٰ کے ساتھ سرگوشی کرو یعنی ایسی باتیں جو اہل ایمان کی خیر و بھلائی اور معصیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بچنے کی سرگوشی کرو۔

فائدہ:۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذکر اللہ و قراۃ القراٰن اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر مراد ہے۔

واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے صرف اسی کی طرف نہ اس کے غیر کی طرف نہ استقلالاً نہ اشتراکاً وہی تمہیں اوامر پر عمل کرنے اور نواہی کے ترک کی جزو سزا دے گا۔ یعنی موت کے بعد اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

مسئلہ:۔ آیت سے معلوم ہوا کہ مطلقاً سرگوشی ممنوع نہیں بلکہ بعض وجوہ میں مامور بہ ہے۔ واجب بھی ہے۔ مستحب بھی ہے مباح بھی جیسے مقامات کا تقاضا ہو گا۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ڈرنے کا کیوں حکم فرماتا ہے حالانکہ اس کا قرب تو لذیذ ترین مطالب سے اور اس سے اُنس تو انتہائی مقاصد سے ہے اور وہ بندوں کا مولیٰ ہے اور رحیم ہے اور تقویٰ و اجتناب کا موجب ہے اور پھر اس کی طرف جمع ہونا بھی ہے۔

جواب:۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب و قہر سے ڈرنا مراد ہے وغیرہ وغیرہ۔

سوال:۔ اگر بندے میں قدرت ہوتی کہ وہ عذاب و قہر سے بچ جائے تو دربر کیب کرتا وہ اس پر قادر ہی نہیں تو پھر اس سے ڈرنے کا کیا فائدہ۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف

لہ الا ھو و ان یرد ک بخیر فلا راد لفضلہ (اگر تمہیں دکھ پہنچے تو اسے کوئی کھولنے والا نہیں سوائے اسی کے اگر بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی روک نہیں سکتا اس کے فضل و کرم کو) تو امر ہو تو اس کا جو بندے کے مقدور میں ہو اور جو مقدور میں بھی نہ ہو اس کا حکم کیوں۔ خود فرمایا لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا۔ (اللہ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔)

جواب:۔ یہاں تو عذاب کے سبب سے بچنے کا امر ہے یعنی گناہوں سے جو مجرم بندے سے صادر ہوتے ہیں اب مطلب یہ ہوا کہ ڈرو ان امور سے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا موجب اور دارین کے قہر کے مقتضی ہوں یعنی گناہ اور حد سے تجاوز اور معصیۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیونکہ یہی امور عذاب و قہر کے موجبات ہیں۔

سوال:۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق پر مبنی ہیں جب وہ کسی کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہی نہ دے تو

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو پہلے حق کا علم دیا اور اسے ارادہ جزئیہ بخشا جس سے وہ کسی شے کے اختیار کرنے کی قدرت رکھ سکے تو اس کا یہ اختیار ارادۂ الٰہی سے پہلے ہوتا ہے اس امر سے ہر انسان آگاہ ہے یہاں تک کہ بچے بھی۔

تفسیر عالمانہ:۔ انما النجوی۔ بیشک سرگوشی۔ جسے ہم پہلے بیان کر آئے یعنی وہ سرگوشی جو گناہ اور تجاوز عن الحد پر مشتمل ہو جیسا کہ لیحزن کا قرینہ بتاتا ہے من الشیطن۔ شیطان سے ہی ہے نہ کہ اس کے غیر سے کیونکہ وہی اسے مزین کرتا اور اس پر ابھارتا ہے گویا وہ اسی سے ہی ہے۔ لیحزن الذین امنوا۔ (تاکہ غم میں ڈالے اہل ایمان کو)۔ یہ دوسری خبر ہے۔

حل لغات:۔ الحزن بالضم بعدہ سکون متعدی از باب اول (نصر) ہے۔ الحزن (بفتحتین) سے نہیں کیونکہ وہ لازم از باب (رابع) (منع) ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون۔ اے میرے بندے تم پر کوئی خوف نہیں آج کے دن اور نہ تم غمگین ہو گے۔ اس تقریر پر الذین (موصول) اس کا مفعول ہو گا۔ القاموس میں ہے الحزن بالضم و متحرک بھی آتا ہے بمعنی الہم (غم) اس کی جمع احزان وحزن فرح کی طرح آتی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں حزنہ الامر حزنا۔ اسے فلاں امر نے غم میں ڈالا۔ (بالضم) واحزنا حزینا۔ اسے حزین بنایا۔ وحزنہ۔ اس میں غم ڈالا۔ اور امام راغب نے فرمایا الحزن والحزن بمعنی زمین کی سختی اور نفس کی سختی جو اس میں غم سے حاصل ہو اس کی تفصیل الفرح میں ہے اسی خشونت کے اعتبار سے کہا جاتا ہے خشنت بصدرہ۔ میں نے اسے غمگین کیا۔ اب معنی یہ ہوا کہ تاکہ شیطان اہل ایمان

کو غم گین بنائے وہم میں ڈال کر کہ جنگ میں یہ پہنچا وہ پہنچا وغیرہ وغیرہ یعنی ان کے نمازی مغلوب اور رشتہ دار مقتول یا زخمی ہوئے اسی طرح سے وہ جنگ میں سستی کریں گے اور دیگر وہ امور جو اہل ایمان کے قلوب میں تشویش پیدا کریں۔

حدیث شریف میں ہے جب تم تین ہو تو تمہارے دو سرگوشی نہ کریں جب تک تیسرے کو ساتھ نہ ملائیں۔ یہ اسے مغموم کرے گا۔

و لیس۔ اور شیطان یا سرگوشی نہیں یضارھم نقصان دے گی انھیں جس سے کہ اہل ایمان نقصان اٹھائیں شیئًا کسی شے کا یعنی انہیں کوئی بھی ضرر نہ ہوگا۔ الا باذن اللہ۔ مگر اللہ کے حکم سے یعنی اس کے ارادہ و مشیت پر یعنی اس کا ارادہ صرف اہل ایمان کو غم میں ڈالنا یا وسوسہ میں مبتلا کرنا ہے۔

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا خواب

مروی ہے کہ سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب دیکھا کہ حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بہترین گوشت تناول فرمایا جو ان کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا لیکن اس سے ان کا وصال (انتقال) ہو گیا۔ بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے صبح کو بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خواب کا قصہ پیش کیا اور تعبیر پوچھی تو آپ نے (حسب دستور) جبریل علیہ السلام سے پوچھا جو آپ ملک الرؤیا بھی ہیں تو عرض کی مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ صرف ایک وسوسہ تھا جو شیطان نے ڈرانے کے لیے طریقہ اختیار کیا۔

فائدہ:۔ الکشاف میں ہے کہ اذن کا معنی مشیت ہے وہی کہ جنگ اقارب پر موت واقع یا غازیوں کا غلبہ۔

سوال:۔ الاسئلۃ المقحمہ میں ہے حزن کا ضرر کیا ہے۔

جواب:۔ حزن کا اگر انجام صحیح نکلے تو وہ فی الحقیقت حزن نہیں یہی نکتہ اولیٰ یاد رکھنے کے لائق ہے ایسے ہی جس حزن کا انجام ثواب ہو تو وہ بھی فی الحقیقت حزن نہیں۔ ایسے ہی نفع کو دیکھئے کہ اگر اس کا انجام عذاب ہو تو فی الحقیقت نفع نہیں ہوتا۔

و علی اللہ اور صرف اللہ تعالیٰ پر۔ فلیتوکل المومنون۔ اہل ایمان کو چاہیئے کہ وہ توکل کریں اور اسی کی طرف امور سپرد کریں اور صرف اسی پر بھروسہ کریں اور منافقین و یہود کی سرگوشی کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں ان کے شر اور ضرر سے بچائے گا۔ دشمنوں کی تندگوئی و تندخوئی کی باتیں نہیں

نہ سنائیں کیونکہ ان کی باتیں ہمارے نزدیک کچھ بھی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ شیطان نفس امارہ کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے اور اسے معارضات سنوار کر کے دکھاتا ہے تاکہ قلب و روح محزون اور اضطراب میں ہوں اور ان کا غم سے سینہ تنگ ہو تاکہ اس شامت سے روح و قلب سیر و غیرہ سے باز رہیں۔ عالم ملکوت تک نہ پہنچ سکیں اور مناجاتِ الٰہی سے عالم اسرار میں محروم رہیں لیکن نفس و شیطان کو کیا خبر کہ وہ رعایت حق (حفاظتِ الٰہی) کی نگرانی میں ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی تائید نصیب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر مخالفتِ نفس و بلیت و شیطان میں ہے کیونکہ یہ ظلمانی ہے اور ہر موافقت قلب و روح و سر میں ہے کیونکہ وہ نورانی ہیں ہاں اگر ان پر اہل ظلمت غالب نہ پا جائے جس سے اس ظلمت کے نیچے ان کا نور ایسے چھپ جائے جیسے نور گاڑھے بادل میں چھپ جاتا ہے۔

سبق: بندہ پر لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنے روحانی علاج میں لگا رہے لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل تام کر کے کیونکہ ہر شے میں موثر صرف وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

تفسیر عالمانہ: یاایھا الذین اٰمنوا۔ اے مخلص مومنو! اذا قیل لکم۔ جب تمہیں کہا جائے قائل کوئی بھی ہو تمہارے مسلمان بھائیوں میں سے تفسحوا کشادگی کرو۔

حل لغات: التفسح جگہ فراخ کرنا اور فراخ بیٹھنا مجلس میں۔ ایسے ہی الفسح بمعنی کشادگی لیکن تفسح فی سے متعدی ہوتا ہے اور لام سے۔ تو اب معنی یہ ہوا توسعوا لیفسح بعضکم عن بعض ولا تتضامّوا۔ وسعت کرو تاکہ بعض تمہارے کو بعض سے کشادگی ملے آپس میں گھٹ کر نہ بیٹھو۔ افسخ عنی سے ہے بمعنی تنحّ و انت فی فسحۃ من دینک۔ ہٹ جا تو اپنے دینی معاملہ میں وسعت میں ہے یعنی وسعت و رخصت میں ہے مثلاً کہا جاتا ہے فسیح الخلق بمعنی واسع الخلق۔ "فی المجالس" مجلسوں میں۔ الارشاد میں ہے کہ یہ قیل کے متعلق ہے۔ فقیر صاحب روح البیانؒ کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ تفسحوا کے متعلق ہے مگر بیہقی نے تاج المصادر میں تصریح کی ہے کہ تفسح فی سے متعدی ہوتا ہے جیسے ہم نے پہلے اشارہ کیا فافسحوا۔ تو لوگوں پر جگہ کھلی کرو۔ یفسح اللہ لکم تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کشادگی کرے گا۔ یعنی جن امور میں تم کشادگی چاہتے ہو مکان میں۔ رزق میں سینے میں قبر میں وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہے اور آیت میں ہر اُن مجالس کا حکم ہے جو اہل اسلام کی ہو جہاں وہ خیر و بھلائی کے لیے جمع ہوں وہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارک ہو یا کسی اور بزرگ کی۔

فائدہ: صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب تر بیٹھنے میں کوشش کرتے اس حرص میں کہ آپ کا کلام اچھی طرح سمجھ سکیں گے یا جنگوں کے مراکز میں نہایت متصل تہ ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوتے کہ پہلے شہادت نصیب ہو کوئی دوسرا جگہ خالی کے لیے جگہ مانگتا تو نہ دیتے۔ ایسے ہی مجلس ذکر کا حال تھا ایسے جمعہ کی مجالس کا حال تھا۔ اگرچہ اس میں حق اسی کا ہے جو پہلے آئے لیکن گنجائش ہو سکتی ہے تو پھر جگہ دینی چاہیے بشرطیکہ ایذا نہ ہو۔

حدیث شریف: میں ہے کہ کوئی کسی کو اس کی جگہ اُٹھا کر خود نہ کھڑا ہو یا نہ بیٹھے لیکن اس کے دوسرے کے لیے گنجائش کرو جگہ بنادو تو اچھا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جمعہ میں کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھا کر خود نہ بیٹھ جائے لیکن کہے کہ جگہ میں گنجائش کرو۔

حکایت: مروی ہے کہ ایک مسکین فقیر صحابی رضی اللہ عنہ بعد کو مجلس میں تشریف لائے ایک جگہ کھلی دیکھ کر بیٹھنے لگے تو ساتھ بیٹھنے والا دولت مند اس سے نفرت کے طور پر کپڑے سمیٹنے لگا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ تیرا غنا (دولت مندی) اس (فقیر صحابی) کو دے دے اور اس کا فقر تجھے۔

سبق: اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع اور فطرت کے ساتھ بیٹھنے اور اس کے لیے جگہ میں کشادگی کرنے کی ترغیب دی ہے اگرچہ وہ پھٹے پرانے کپڑے اور اُجڑے بالوں والا ہو۔

و اذا قیل انشزوا۔ اور جب کہا جائے ہٹ جاؤ۔

حل لغات: نشز الرجل بمعنی نھض (اُٹھا) اور مکان میں اونچا ہوا۔ انشر الفلس کی طرح ہے۔ ایسے ہی النشز (بفتحتین) زمین سے اونچا۔ مکان و نشز فلاں۔ جب وہ بلندی کا ارادہ کرے اسی سے ہے نشز فلاں عن مقرہ۔ فلاں اپنی قرار گاہ سے اونچا ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جب تمھیں کہا جائے کہ آنے والوں کے لیے اُٹھ کھڑے ہو اور اس کے لیے گنجائش نکالو۔ فانشزو۔ تو اُٹھو اور جگہ دو۔ یعنی جب ہجوم ہو اور اس سے گنجائش نہیں نکل سکتی جب تک ان میں سے اُٹھ کر کھڑا ہو تو جماعت کی نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور دوسروں کو جگہ دو کہ کھڑے ہونے گنجائش ہو سکتی ہے۔ کھڑے ہونے سے بوجھ محسوس نہ کرو (کیونکہ بالآخر) اُٹھنا ہے ہی) یا یہ معنیٰ ہے کہ جب تمھیں کہا جائے تم اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ چلے جاؤ جب ضرورت شدید ہو تو . . . . . تو پھر تمھاری جگہ دوسری جگہ چلا جانا بہتر ہے۔ اس طرح سے تم اپنے ضرورت مند بھائی کی ضرورت کو پورا کرو گے۔ اس کی

"تائید حدیث شریف سے ہوتی ہے۔

شانِ نزول : حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہلِ بدر کی تعظیم و تکریم فرماتے۔ ایک دفعہ ایک ایسی جماعت آئی جنہوں نے انہیں جگہ نہ دی آپ نے خود بعض یاروں سے فرمایا اُٹھ کھڑا ہو۔ فلاں اُٹھ کھڑا ہو وغیرہ وغیرہ۔ اتنے ساتھیوں کو وہاں سے اُٹھا کر جگہ بنائی جتنے حضرات اہلِ بدر تھے (رضی اللہ عنہم) اس سے منافقین اشارے کرنے لگے اور کہا یہ کوئی انصاف ہے کہ ایک کو اُٹھا کر دوسرے کو بٹھایا جائے اُٹھنے والے کے ساتھ کیا گزرے گی۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منافقین کی یہ قلبی کارروائی ان کے چہروں سے پہچان لی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی آیت نازل فرمائی۔

---

[۱] ۔ اگر اس وقت ہمارے دَور کے وہابی دیوبندی و دیگران کے ہمنوا ہوتے تو بخدا وہ بھی اسی طرح کہتے کیونکہ اُٹھنے والے بھی بشر اور بیٹھنے والے بھی بشر۔ وہ بھی بشر یہ بھی بشر تو فرق کیوں۔ ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ سنائیں گے کہ وہ بھی تھے تو بشر لیکن ایک نسبت سے وہ دوسرے سے فائق ہو گئے اور وہ ہے بدر شریف میں جنگ کی حاضری۔ اب مجھے کہنے دیجئے کہ دوسرے عام بشر تھے اور یہ اہلِ بدر تھے اسی لیے بڑھ گئے تو پھر کیوں نہ ہم کہیں ؎

تو رینگتا ہے فرش پر — اُن کی رہگزر ہے عرش پر
پھر بھی کہتا ہے تو — وہ بھی بشر میں بھی بشر

[۲] لیکن چونکہ ابھی منافقین کو اہلِ ایمان سے نکالنے کا وقت نہیں آیا تھا اسی لیے خاموش ہو گئے ورنہ جب وقت آیا تو ایسے گستاخوں کو ٹانگوں سے پکڑ کر مسجد نبوی سے باہر پھینکا گیا بلکہ بہت خوب اور خوب مارا گیا چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں یہ صرف اس لیے لکھ رہا ہوں کہ ہمارے دَور میں ایک فتنہ ابھی جنم لے رہا ہے اُسکا منشور وہی پرانا ہے جو اکبر کے دینِ الٰہی کا تھا کہ مسلمان اللہ والا باہر ہیں رام رام۔ فقیر یہ روایات صحیحہ اہلِ درد کو پڑھاتا ہے سناتا ہے تاکہ وہ قیامت میں یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے خبر نہ تھی۔

فائدہ: قیل کے قائل خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں یعنی جب تمہیں اے مسلمانو! کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس کو چھوڑ دو تو چھوڑ دو اور اس پر ملال بھی نہ کرو کہ تمہیں اٹھا یا گیا یا معنیٰ یہ ہے کہ نماز کی طرف چلو یا جہاد کی طرف یا شہادت کی طرف اسی طرح کے دوسرے اعمالِ خیر کی طرف چلو سستی نہ کرو اور نہ ہی کوتاہی کرو۔

مسئلہ: آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ ہر صاحب مسند رسول کو اس طرح کرنا جائز ہے

حاشیہ اویسی غفرلہٗ

صحابہ کرام کا منشور و دستور: سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دن ان کے والد ابو سفیان کفر کے زمانے میں حضرت اُم حبیبہ (اپنی بیٹی) سے ملنے آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو حضرت اُم حبیبہ نے بستر اٹھا دیا۔ اس پر کافر باپ کا بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ ابو سفیان بہت ناراض ہوا۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ رسول اللہ کا بستر ہے اور آپ چونکہ مشرک ہیں اس لیے اس مبارک بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ یا وہ حال تھا یا اب یہ حال ہے کہ گستاخانِ نبوت اور دشمنانِ صحابہ عظام و اہلبیت کرام اور اولیاء عظام رضی اللہ عنہم سے نہ صرف دوستی اور پیار بلکہ ملت اسلامیہ کا انہیں حامی و یار بنایا جا رہا ہے اور جان بوجھ کر۔ فقیر اویسی غفرلہٗ۔

لے یعنی عشقِ رسول و ادبِ محبوبانِ خدا اکابر و اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے فتاویٰ درج کرتا ہے جن سے کم از کم عوام اتنا تو ضرور یقین کریں گے کہ آج کل کے صلحکلی قسم کے لوگ پٹڑی سے اُتر گئے ہیں

فتویٰ اسلاف

(۱)۔ کوئی کہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کپڑا میلا کچیلا تھا یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمبے ناخنوں والے تھے تو وہ شخص مطلقاً کافر ہے۔ خواہ بطور اہانت کہے یا نہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ بطور اہانت یہ کلمات کہے تو کافر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۲)۔ لو قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذاك والرجل قال كذا و كذا قيلَ كَفَرَ۔

(عالمگیری و جامع الفصولین)

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے کہ اس شخص نے ایسے ایسے کہا ہے تو ایک قول یہ ہے کہ کافر ہو جائیگا۔

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم بلند کرتا ہے تمہارے میں سے اہل ایمان کو۔ امر کا جواب ہے یعنی جو امر الٰہی کی اطاعت کرتا اور بھائیوں کے لیے مجلس میں جگہ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں مدد اور حسن ذکر سے اسے بلند کرتا ہے اور آخرت میں بہشت کے بالاخانوں میں جگہ بناتا ہے کیونکہ جو تواضع کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ گراتا ہے رفعتہ سے مطلق رفعتہ مراد ہے جو رفعتہ صوری و معنوی ہر دونوں کو شامل ہے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ

(۳) ۔ مَنْ قَالَ اِنَّ رِدَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اوزر النبی علیہ السلام وسخٌ ارادَ بہٖ عیبہ قُتِلَ ۔ (شفا شریف جلد دوم ص۱۹۱)

ترجمہ:۔ جو شخص کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر یا آپ کا بٹن میلا کچیلا ہے اور اس قول سے مقصود عیب لگانا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

(۴) ۔ قَالَ بحرمت جوانک عربی یَعْنِیْ النَّبِیَّ یَکْفُرُ (عالمگیری ص۲۸۲ ج ۲)



ترجمہ:۔ کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے جوانک عربی کی حرمت و عزت کا واسطہ تو کافر ہو جائے گا (کیونکہ جوانک جوان کی تصغیر ہے جس میں استخفاف اور استحقار والا پہلو موجود ہے۔ اگرچہ بوجہ توسل ان کی عظمت بھی ظاہر کر رہا ہو۔

(۵) ۔ لَوْ قَالَ فُلَانٌ اَعْلَمُ مِنْہُ علیہ السلام فَقَدْ عَابَہٗ وَتَنَقَّصَ ۔ (مواہب مع الزرقانی ص۳۱۵ ج ۵ ۔ نسیم الریاض ص۳۲۵ ج ۴ ۔)

ترجمہ:۔ اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زائد ہے تو اس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگایا اور آپ میں نقص نکالا (اور عیب لگانا یا نقص نکالنا بالاتفاق کفر ہے لہذا یہ شخص بھی کافر ہو جائے گا۔

(۶) ۔ قَالَ اِنَّ اٰدَمَ علیہ السلام نَسَجَ الکرباس فقال الاخر پس ماہمہ جولاہہ بچگان باشیم کَفَرَ اِذْ اِسْتَخَفَّ بِنَبِیِّ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

ترجمہ:۔ ایک شخص نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سوتی کپڑا بُنا تو دوسرے نے کہا ہم سب جولاہے کی اولاد ٹھہرے تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی کے ساتھ استخفاف و استحقار والا انداز و اسلوب اختیار کیا ہے۔ یہ وہ معدودے چند کلمات ہیں جن کا تعلق پیغمبران کرام کی ذوات و مقدسہ سے ہے اور ان کو بوجہ استخفاف کفر قرار دیا گیا ہے۔

وَالذین اُوتوا العلم۔ اور وہ جو علم دیئے گئے۔ اور ان میں سے بالخصوص علماء کو رفعت بخشتا ہے۔ یہ عطف الخاص علی العام سے ہے تاکہ دلیل ہو کہ علماء کرام کی بڑی شان اور ان کا مرتبہ بلند ہے یہاں تک کہ ایسے محسوس ہو کہ گویا وہ جنس دیگر ہیں۔

درجات۔ درجے یعنی طبقات بلند اور اُونچے مراتب بسبب اس کے کہ وہ علم و عمل کے جامع ہیں کیونکہ علم اپنی بلندئ درجہ کی وجہ سے عمل کا متقاضی ہے۔ ایسی مزید رفعت کو مقترن ہے جس کی منزل کو خالی از عمل نہیں پہنچ سکتا اگرچہ وہ علم میں کتنا ہی بہترین صلاحیت کا حامل ہو اسی لیے علماء کے افعال کی اقتداء کی

حاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ

فائدہ:۔ کچھ سمجھئے آپ یعنی کسی بھی نبی علیہ السلام کو ایسا لفظ بولنا جو عرف میں معمولی سمجھا جاتا ہے تو قائل کافر ہوجاتا ہے۔

(۷)۔ لَوْ قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللهِ یعنی پیغام می برم کَفَرَ۔

ترجمہ:۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور لغوی معنی مراد لے یعنی میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہوں تو کافر ہوجائے گا (کیونکہ ظاہر و متبادر معنی منصب رسالت و نبوت پر فائز ہونا ہے۔ لہذا یہ توجیہہ لغو و عبث ہوگی۔

(۸)۔ قَالَ رَجُلٌ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُحِبُّ کَذَا مَثَلًا اَلْقَرْعَ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا لَا اُحِبُّهٗ کَفَرَ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَقَالَ بَعْضُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ لَوْ قَالَهٗ عَلٰی وَجْهِ الْاِهَانَةِ وَاِلَّا (عالمگیری۔ جامع الفصولین)۔

ترجمہ:۔ ایک شخص کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فلاں چیز مثلاً کدو کو پسند فرماتے تھے اور دوسرا کہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا تو وہ شخص امام ابویوسف کے نزدیک کافر ہوجائے گا اور بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اگر از راہِ توہین کہتا ہے تو کافر ہوجائے گا ورنہ محض اپنی طبیعت کا نقص وغیرہ بیان کرنے کے لیے ایسا کہتا ہو تو کافر ہرگز نہیں ہوگا۔

قاضی عیاض نے فرمایا:۔ شفاء ص۲۹ ج۲ میں ہے کہ:۔

"مَنْ قَالَ اَنَّ النبی صلی الله علیه وسلم کان اسود یقتل (شفاء ص۲۹ ج۲)

ترجمہ:۔ جو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالے تھے تو اُسے قتل کر دو۔

فائدہ۔ دورِ حاضرہ میں نبوت وصحابیت و ولایت کے مقابلہ کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جارہا اسی لیے بڑی سے

جاتی ہے ان کے غیر کے افعال کی اقتدار نہیں۔
فائدہ:۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ درجات میں معطوف الیہ کے لیے درجات میں کوئی شرکت نہیں جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مِنکُمْ پر کلام مکمل ہوگیا اور الذین اوتوا العلم فعل مضمر میں منصوب ہے۔ یعنی یرفع سے اور درجات کا منصوب ہونا نزع الخافض سے کہ دراصل الی درجات یا مفعول مطلق ہے اور اس کا مضاف محذوف ہے کہ دراصل رفع درجات تھا یا اسم موصول سے حال ہے یعنی وہ صاحبِ درجات ہیں۔ واللہ بما تعملون اور تمہارے کردار سے خبیر باخبر ہے عالم ہے اس سے

حاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ:۔
بڑی بے ادبی و گستاخی کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی خدا کرے کوئی بندۂ خدا کرسئ اقتدار سنبھالنے کے بعد اس طرف توجہ دے۔



(۹)۔ فقہاء کرام نے فرمایا کہ:۔
ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ و بانت منہ زوجتہ۔ (ردالمختار ص۳۱۱ ج۳۔ کتاب الخراج للقاضی ابی یوسف)
ترجمہ:۔ جس مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب بکا یا آپ کی تکذیب کی یا آپ کو عیب لگایا یا آپ کی تنقیص (بے ادبی) کی تو بے شک اللہ تعالیٰ سے اس نے کفر کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔
فائدہ:۔ غور فرمائیے کہ مرتد و بے ایمان کا فتویٰ کس پر گستاخ رسول پر لیکن اسے سمجھے کون۔
(۱۰)۔ قاضی خان نے صرف بال مبارک کی بے ادبی پر کفر کا فتویٰ دیا۔



" اذا عاب الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شئ کان کافرا و کذا قال بعض العلماء لو کان لشعر النبی شعیر فقد کفر و عن ابی حفص الکبیر من عاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشعرۃ من شعرہ انہ الکریۃ فقد کفر و ذکر فی الاصل ان شتم النبی کفر و لو قال جن النبی ذکر فی نوادر الصلوٰۃ انہ کفر (فتاویٰ قاضی خان ص۸۸۲ ج۴)۔
ترجمہ:" اگر کسی مرد نے کسی چیز میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیب لگایا وہ کافر ہو جائے گا اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا کہ اگر حضور کے بال کو تصغیر شعیر کہا تو کافر ہوگیا۔ امام ابو حفص کبیر سے منقول ہے کہ جس نے حضور کے مبارک بالوں سے کسی بال کو عیب لگایا وہ بے شک کافر ہوگیا مبسوط میں مذکور ہے کہ حضور کو گالی دینا کفر ہے۔ نوادر الصلوٰۃ میں مذکور ہے کہ جس نے کہا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ جنون طاری ہوا بے شک وہ کافر ہوگیا۔"

کوئی شے مخفی نہیں نہ اس کی ذات جنساً و نوعاً اور نہ اس کی کیفیت یا اعتبار اخلاص و نفاق و ریاد و سمعة (شہرت) اور نہ اس کی کمیت باعتبار قلت و کثرت کے وہ تمھاری کشادگی اور جگہ دینے کے لیے اُٹھنے اور اس میں تمھاری نیات کو جانتا ہے اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ضائع نہ ہوں گی۔

فائدہ :- بعض نے کہا یہ جملہ تہدید ہے اس کے لیے جو امر الٰہی کی تعمیل نہیں کرتا یا اسے بجالاتا ہے تو ناخوش ہو کر۔

سبق :- لازم ہے مجالس میں کشادگی اور طاعت الٰہی بجالانا اور علم کی طلب۔

مسئلہ :- آیت سے علماء کے وقار کا پتہ چلا کہ مجالس میں ان کی تقدیم ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مقدم بنایا اور بلند مقام بخشا اور درجاتِ عالیہ عطا فرمائے۔

فضائل عُلماء

حدیث شریف :- حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی روشنی تمام ستاروں پر۔

صوفیانہ معنیٰ :- عالم سے مراد باقی باللہ اور عابد سے مراد فانی فی اللہ مراد ہے (التاویلات نجمیہ) اور عین المعانی میں فرمایا علم سے مکاشفہ مراد ہے یعنی جس علم کی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے اس سے مکاشفہ مراد ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا عالم کی عابد پر وہی فضیلت ہے جو مجھے اُمتی پر حاصل ہے (اس سے علم مکاشفہ مراد ہے) کیونکہ علم معاملہ عمل کے تابع کیونکہ عمل کے ثبوت کیلئے

حاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ

نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا کہا تو واجب القتل :- ایک ظالم عُشر وصول کرنے والے نے ایک مرد کو ستایا کہ ٹیکس دے اور کہا میرے ظلم کی شکایت بیشک حضور سے کر دینا اور یہ بھی کہا کہ میں نے اگر سوال کیا ہے یا جاہل رہا تو حضور علیہ السلام بھی (بعض اُمور سے بے خبر) جاہل رہے اور انہوں نے بھی سوال کیا اس پر امام ابو عبد اللہ بن عتاب نے اُس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ (شفاء شریف صـ۲۱ ج ۲)
ان فتاویٰ پر اکتفاء کر کے اَب اپنے دَور کے مدعیان الام سے صرف اتنی گزارش کرتا ہوں کہ مخالفین کی عبارات بے ادبی صریح پر مشتمل۔ تم خود جانتے ہو تو پھر ان سے صلح کیسی۔

علم شرط ہے اس لیے کہ عمل تب عبادت بنتا ہے جب علم معاملہ میں مقترن ہو اسی لیے بعض نے کہا عابد علم کے بغیر چکی والا گدھا ہے جو چکی کے ارد گرد چکر لگا رہا ہے کہ بہت کافی دیر گھومنے کے باوجود مسافت طے نہ کر سکا ۔

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی

ترجمہ :۔ علم جتنا زیادہ پڑھو جب عمل نہ ہو تو تم نادان ہو ۔

انتباہ :۔ جہاں علم کی تعریف ہے اس سے با عمل علم مراد ہے ۔

رفعت آدمی بعلم بود
ہر کرا علم بیش رفعت بیش
قیمت ہر کسے بدانش اوست
سازد افزوں بعلم قیمت خویش

ترجمہ :۔ آدمی کی رفعت علم سے ہے جسے جتنا زائد علم اتنا رفعت زیادہ ۔
ہر ایک کی قدر و منزلت دانش ہے علم اپنی قیمت خود بڑھاتا ہے ۔
کسی بزرگ نے فرمایا ۔

مرا بتجربہ معلوم گشت آخر حال
کہ عز مرد بعلم است و عز علم بمال

ترجمہ :۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کی عزت علم سے اور علم کی مال سے ہے ۔

فائدہ :۔ کسی دانشور نے فرمایا تھا کہ اس نے کچھ نہ پایا جس سے علم فوت ہو گیا اور اُس نے سب کچھ حاصل کر لیا جسے علم نصیب ہوا ۔

فائدہ :۔ جو علم عمل سے عاری ہے اُس کا انجام ذلت و خواری کے سوا کچھ نہیں ۔

فائدہ :۔ حضرت الزہری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم نر ہے اسے ذکورۃ الرجال ہی حاصل کر سکتی ہے (یعنی جوانمردی ہے علم حاصل کرنا بے علم بمنزلہ عورت کمزور کے ہے) ۔

علماء کی شفاعت

حضرت مقاتل نے فرمایا کہ مومن جب جنت کے دروازہ پر پہنچے گا تو اسے فرشتہ کہے گا تو بہشت میں جا

اس لیے کہ تو عالم نہیں (یعنی اکیلا جا) جب عالم پہنچے گا تو اسے کہا جائے گا ٹھہریئے دوسروں کی شفاعت کیجئے۔

فضیلت علم:- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ کوئی دین کا مسئلہ سمجھ لوں اس سے کہ سو رکعت نوافل پڑھوں اور مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک مسئلہ دینی سمجھوں اس سے کہ ایک ہزار رکعت نوافل پڑھوں۔

طالب علم شہید:- حضرت ابوہریرہ و حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب طالب علم پر موت آتی ہے (حالانکہ وہ اس وقت علم کی طلب میں تھا اور مرگیا) تو وہ شہید ہے۔

فائدہ:- جمیع درجات یا باعتبار تعدد اصحاب درجات کے ہوں گے کہ ہر عالم ربانی کا بلند درجہ ہوگا یا باعتبار تعدد درجات کے جیسا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم و عابد کے درمیان سو درجات کا فرق ہوگا جس کا ہر درجہ تیز رفتار گھوڑا ستر سال میں طے کر سکے گا۔

فائدہ:- الحضر (بضم الحاء المہملہ) گھوڑے دوڑتے وقت اونچا ہونا) الجواد بمعنی تیز رفتار گھوڑا۔ المضمر (طاقت ور گھوڑا) اس لیے کہ اسے اتنا گھاس کھلایا جائے کہ وہ موٹا ہو جائے پھر اسے قوت والی خوراک شروع کی جائے اور یہ چالیس دنوں کے بعد ہوتا ہے۔ المضمار وہ جگہ جہاں گھوڑے دوڑائے جائیں اور گھوڑے کی دوڑ کا نہائی نظارہ دیکھا جائے۔

تفسیر عالمانہ:- یاایھا الذین اٰمنوا۔ اے خالص ایمان والو! اذا ناجیتم الرسول۔ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرو المناجاۃ بمعنی ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرنا۔ اب معنیٰ یہ ہوا جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض ایسے امور میں پوشیدہ بات کرو جو پوشیدہ معاملہ ہے۔ اور راز کی گفتگو مطلوب ہے یعنی اگر تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ راز کی بات کرنا چاہتے ہو۔

فائدہ:- بعض تفاسیر میں ہے کہ ان سے پوشیدہ طور اپنے خواب کی تعبیر پوچھنا چاہتے ہو۔

مسئلہ:- اس میں اشارہ ہے کہ مقتدیوں کا اپنے معاملات کو مقتداؤں کو پیش کرنا لازم ہے تاکہ وہ ان کی صحیح تعبیر کریں بالخصوص علیم واقعات اور خواب وغیرہ میں ارباب سلوک کا یہی دستور رہا ہے یہاں تک کہ حکم ہے کہ مرید پر لازم ہے کہ اپنا امر اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کرے۔ شیخ اسے کچھ بتائے یا نہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم امانتیں ادا کرو ان کے اہل کو۔

مرید کے پاس بھی ایک امانت ہے جو وہ اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کرے کیونکہ یہ اس کا اپنا بڑا فائدہ ہے بلکہ سلوک میں اسے بہت بڑی قوت نصیب ہوگی۔

مسئلہ:۔ تعبیر میں بھی بہت بڑی تاثیر ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب کا اثر وہی مرتب ہوگا جس طرح تعبیر ہوگی۔ (فقدموا بین یدی نجواکم صدقات) تو مقدم کرو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات یعنی پہلے مستحق کو صدقہ دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عرب کو افضل نعمت عطا ہوئی ہے وہ شعر ہے جسے ضرورت سے پہلے کریم کے سامنے پیش کرتا ہے تو کریم بارش کی طرح اس پر دراہم و دنانیر برساتا ہے اور اس نے بخیل کا بخل ظاہر ہوتا ہے یہ استعارہ تخیلیہ ہے مستعار ہے اس سے جس کے دو ہاتھ ہوں۔ نجواکم۔ استعارہ بالکنایہ و بین یدیہ تخیلیہ ہے۔



فائدہ:۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ جب تم ارادہ کرو خواب کی تعبیر پوچھنے کا تو صدقہ کرو اس سے پہلے تاکہ وہ تمھارے امور کے لیے قوت و نفع ہو۔

شانِ نزول:۔ جب عوام نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بار بار کے سوالات سے اُکتا دیا اور نہایت ہی ملال میں ڈال دیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں تقدیم صدقہ کا حکم فرمایا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے سے پہلے صدقہ دو تو یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ:۔ اس آیت کے نزول کے بعد بہت سے لوگ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو سے رُک گئے۔ فقیر تو تنگی کی وجہ سے اور غنی بخل کی وجہ سے۔

شانِ کمال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آیت میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا بیان ہے اور ساتھ ہی فقراء کے نفع کا ذکر ہے اور زیادہ سوال کرنے سے رکاوٹ کا بیان ہے اور منافق اور مخلص کے درمیان امتیاز کا اظہار ہے اور اس سے معلوم ہوگا کہ محب دنیا کون ہے محب آخرت کون۔



مسئلہ:۔ اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ امر ندب کا ہے یا وجوب کا اگر وجوب کا تو ءَاَشفقتم (الآیۃ) سے منسوخ ہے وہ اگرچہ تلاوت کے لحاظ سے اس آیت کے متصل ہے لیکن نزول کے لحاظ سے موخر ہے جیسے ناسخ کا قاعدہ ہے کہ وہ منسوخ سے مؤخر ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا اس کے نسخ میں صرف ایک گھنٹہ کی تاخیر ہوئی لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کی تاخیر دس دنوں تک ہوئی جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ قرآن مجید میں یہی آیت ہے جس پر

میرے سوا کسی نے عمل نہ کیا اور نہ میرے بعد کوئی عمل کرے گا کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت میرے پاس صرف ایک دینار تھا جسے میں نے خرچ کرکے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ راز دنیازی بات کی (اس کے بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی یعنی اس کا وجوب منسوخ ہو گیا لیکن اس کا استحباب باقی ہے۔ (اویسی غفرلہٗ)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس دینار کے بدلے دس دراہم لیے جب بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا تو ایک درہم خرچ کرتا دس دنوں تک دس عادات کا سوال کیا اور دس دراہم خرچ کیے جیسے الکلبی نے کہا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دس دراہم میں دس زریں اقوال سیکھے۔ یہ اس وقت ہے جب اسے وجوب پر محمول کیا جائے۔

سوال :۔ دس دن گزر جانے کے باوجود دوسرے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو بات کرنے کا موقع نہ ملا۔ تعجب ہے حالانکہ بڑے اغنیاء صحابہ بالخصوص سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر و سیدنا عثمان و دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کہاں رہے۔

جواب (۱) :۔ یہاں خصوصی بات کرنا مراد ہے جو بغیر پوچھے حل نہ ہو سکے جیسے تناجی (سرگوشی) کا دستور ہے ان اغنیاء و صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسے سوالات کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ اگر اس خواب کی تعبیر مراد ہو تو بھی جواب ظاہر ہے کیونکہ بعض اوقات دس ایام کیا کئی ماہ انسان کو بغیر خواب کے گزر جاتے ہیں۔

جواب (۲) :۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیبت و رعب سے ویسے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سہمے رہتے تھے[1] بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قسم کا حکم آیا تو سمجھا۔ اس اہمیت کی ہمت کہاں ممکن ہے ہم کسی بے ادبی کے مرتکب ہو جائیں تو سوال نہ کرنا بھلا[2]۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب (باادب صحابہ)

[2] باقی رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال کا خرچ کرنا (اللہ اللہ) اس میں صحابہ کرام کی مثال کہاں بالخصوص صدیق اکبر و عثمان غنی و فاروق و دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی داستانیں کتابوں میں موجود ہیں دہرانے کی ضرورت نہیں اسی لیے اس سے کوئی ضعیف الاعتقاد صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت امر پر محمول کرتا ہے تو اس کی شومئی قسمت ہے۔ یہاں شیعوں نے صحابہ کرام بالخصوص خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر جی بھر حملے کیے لیکن لاحاصل کیونکہ ان پر اعتراض تب ہوتا جب انہوں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ خرچ نہ کیا ہو۔ وہاں مال کیا شے تھی وہ جان۔ آل۔ اولاد۔ ماں۔ باپ۔ کنبہ برادری قربان کرنے کو ہر وقت

ازالۂ وھم: مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کوئی بدگمان گمان نہ کرے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے موقعہ پر خرچ کرنے سے کیوں پیچھے رہے خبردار، خبردار بدگمانی نہ کرنا ہرگز نہ کرنا۔ اس لیے ان حضرات کی قربانیاں ڈھکی چھپی نہیں چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق وعثمان رضی اللہ عنہما ہزاروں کے ہزار دراہم ودنانیر خرچ کر دیتے اور ایک بار نہیں کئی بار تو کیا وہ صرف ایک دینار کے خرچ کرنے سے پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ ایسے ہی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سمجھئے خلاصہ یہ کہ انھیں ایسا موقعہ ہی پیش نہ آیا جو سرگوشی کا متقاضی ہو۔

سوال: دس دن گزر گئے کسی نے کوئی بات بھی نہ کی ورنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسے فخر و ناز سے بیان نہ کرتے حالانکہ پانچ وقت تو نمازیں ساتھ پڑھتے ہوں گے۔

جواب: بات تناجی (سرگوشی) کی ہے عام بات کی بات نہیں سرگوشی ایک خاص امر ہے جو ضرورت کے وقت پیش آتا ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی (جیسے اصول تفسیر کا قاعدہ ہے)۔



حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفقت بر اُمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا آپ کی کیا رائے ہے کہ یہ سرگوشی ایک دینار میں ہو۔ میں نے عرض کی زیادہ ہے فرمایا

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ

تیار رہے تھے اور بارہا کر چکے تھے۔ مزید تفصیل تفسیر اویسی ملاحظہ ہو (اویسی غفرلہٗ)

لہ - **جواب از اویسی غفرلہٗ:** یہ ایک خصوصیت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دوسرے چند خصوصیات کی طرح آپ سے مخصوص ہے ہونا نہ خلافت بلافصل ثابت ہو سکتی ہے اور نہ افضلیت نہ اصحاب ثلاثہ جیسے اصول اسلام کا قاعدہ ہے تو اس میں کون سا حرج ہے اگر دیگر صحابہ کرام کو خصوصیت نہ ملی تو اس سے شیعہ مذہب کا کونسا گنبد تیار ہو گیا۔ یہ ایسے ہے جیسے تزویج فاطمہ رضی اللہ عنہا و فتح خیبر وغیرہ وغیرہ اور بعض صفات مفضول میں ہوں تو ان صفات کی وجہ سے اپنے سے افضل ذات فاضل تر نہیں ہو جاتا مثلاً حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھئے کہ خضر علیہ السلام مفضول ہیں موسیٰ علیہ السلام افضل لیکن علم لدنی حضرت خضر علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کو حاصل کرنا پڑا تو اس سے کب لازم آگیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام بڑھ گئے۔ تفصیل کیلئے فقیر کی کتاب "آئینہ مذہب شیعہ" دیکھئے۔



آدھا دینار عرض کی زیادہ اس کی بھی اتنی طاقت نہیں رکھتے فرمایا تو پھر کتنا ہو میں نے کہا ایک گندم کا دانہ یا جَو کا فرمایا انک لن ھیلاہ تو وہ ہو جو زہد کی وجہ سے تھوڑے مال والے ہوں[1] کہ اس میں زہد دکھا رہے ہیں لیکن یہ تمہاری قدرت وطاقت پر ہے تمہیں اہل ایمان کی شفقت سے کیا۔

فائدہ: حبہ یا شعیرۃ سے (ہم نے ترجمہ گندم کا دانہ اور جَو کا دانہ لکھا اگرچہ وہ بھی درست ہے)۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے سونے کی مقدار مراد ہے۔

خصوصیات علی المرتضیٰ پر بعض صحابہ کا رشک رضی اللہ عنہم

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تین خصوصیات ایسی ہیں کہ ان میں سے کاش مجھے ایک بھی نصیب ہوتی تو میرے لیے بہترین اور نفیس ترین مال سے مرغوب تر تھا۔ وہ تین خصوصیات یہ ہیں:

(۱) تزویج فاطمہ رضی اللہ عنہا۔
(۲) غزوۂ خیبر میں انہیں جھنڈا دینا۔
(۳) آیۃ النجوی پر عمل۔

فائدہ: حمر النعم بسکون المیم۔ الحمر عرب کے نفیس ترین اموال اور شے کی نفاست کے اظہار کے وقت اسے ضرب المثل کے طور استعمال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر عظیم تر اور کوئی شے نہیں۔

مسئلہ: یہ جو بعض لوگ بادشاہوں اور رؤسا پر مال نچھاور کرتے ہیں اسی آیت سے حاصل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال نچھاور کرنا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سکھایا ہے جیسا کہ فرمایا یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم صدقۃً ذالک۔ یہ صدقہ کرنا

---

[1] یہاں خوارج دورِ حاضرہ کے مخالفین اہلبیت سوال اٹھائیں گے کہ معاذ اللہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بخل سے کام کیا ورنہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار اور آپ سے راز و نیاز کی گفتگو کی قیمت صرف ایک دانہ گندم۔ باجو تو جس طرح شیعہ اصحاب ثلثہ رضی اللہ عنہم کی جہت واحدہ دیکھ کر اعتراض جڑ دیتے ہیں ایسے ہی خوارج کا حال تھا اور ہے۔ سُنّی خوش قسمت ہے کہ وہ صحابہ کرام کا نیاز مند ہے تو اہلسنت عظام رضی اللہ عنہم کا بھی اسی لیے ان کی طرف سے توجیہات صحیحہ نکال کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت کو بے داغ و بے غبار ثابت کرتا ہے تو اہلبیت عظام رضی اللہ عنہم کی بھی تو یہاں بھی یہی بات ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے بخل سے نہیں بلکہ اُمتِ مصطفویہ پر شفقت کا اظہار فرمایا ہے۔ (اویسی غفرلہٗ)

خیرلکم۔ تمھارے لیے بہتر ہے اے مومنو! اسے روک رکھنے سے بہتر اس لیے ہے کہ صدقہ دینے سے مال میں افزونی ہوتی ہے۔ واطھر۔ اور تمھارے لیے زیادہ پاک اور ستھرا ہے یعنی شک کے غبار اور بخل کی میل سے جو مال سے اُٹھتا ہے کہ مال حب دنیا کا عظیم ترین شے بلکہ ہر خطاء کا سرچشمہ ہے اور اطہر اس لیے کہ وہ گناہوں کو مٹاتا ہے اور یہ دلیل ہے اس کی کہ یہ اَمر مذب کا ہے لیکن اگلا جملہ وجوب ثابت کرتا یعنی فان لم تجدوا فان اللہ غفورٌ رحیم۔ اگر نہ پاؤ مال تو بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

فائدہ: وجوب اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ ترخیص (صدقہ نہ کرنے کی رخصت) اس کے لیے تھی جو مناجات میں مال نہ رکھتا ہو (اگر رکھتا ہو تو پھر رخصت نہیں) اسی لیے فرمایا کہ اس کے لیے عفور و رحیم ہے کہ صدقہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور مناجات (سرگوشی) کا بھی خواہش مند ہے کیونکہ ایسے کمزور پر بھی واجب ہے تو تکلیف مالایطاق لازم آتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: بعض اہل ارادہ نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مریدین کو ادب سکھایا کہ وہ اپنے مرشدان کرام اور پیران عظامؒ سے الہام کی تفسیر اور مکاشفہ کی تشریح کے استفسار پر اپنا وجود ان پر قربان کر دیں اور ان سے اعتقاد ہو تو محبت و ارادت ضروری ہے کیونکہ ایسا اعتقاد اور محبت و ارادت ان کے مریدین باصفا کے لیے شرط ہے ان کے قلوب کے لیے بھلائی اور ان کے نفوس کے لیے زیادہ پاکیزہ اگر کوئی مرید ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمزور ہو لیکن ان پر اعتقاد کامل رکھتا ہے اور ارادت میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا اور وہ سمجھتا ہے کہ ادائیگی حقوق میں میری کمزوری ہے اور یہ میرا ایک قصور ہے۔ ایسے مریدین کے لیے اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگزر فرمائے گا کیونکہ وہ ان کے ساتھ مہربان ہے بلکہ اپنے لطف و کرم سے ایسے کمزوروں کو اکابر کے مراتب تک پہنچا دے گا ؎

چہ سودائے شیخ فزول خرمن طاعت

چو نتوانی کہ بکجو از وجود خویش گاہے

ترجمہ: اے شیخ ہر آن طاعت کے ڈھیر جمع کرنے کا کیا فائدہ جب تو ایک جو مقدار اپنا قربان کرنے کو تیار نہیں۔

---

[1] سچے اور صحیح پیر اور جو دکاندار رسمی ہیں بلکہ ظلم یہ ہے کہ شریعت کے صراحۃً خلاف عمل کرتے ہیں ایسوں کو دینا گناہ ہے ۱۲

تفسیر عالمانہ: أ اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات (کیاتم سے یہ کام دشوار ہے کہ تم اپنی مناجات سے پہلے صدقات دو۔

حل لغات: الاشفاق، ناگوار امر سے خوف کرنا استفہام تقریری ہے کیونکہ بعض نے مناجات کا ترک ناگواری سے بھی کیا اگرچہ ان کا ایسا کرنے سے امرالٰہی کی مخالفت ثابت نہیں ہوتی (جیسے علم اصول التفسیر کا قاعدہ ہے) صدقات صدقہ کی جمع ہے۔ یہ خطاب جملہ مخاطبین کو ہے۔

نکتہ: اس آیت صدقات صیغہ جمع اور آیت اول میں صیغہ واحد میں اشارہ ہے کہ پہلی آیت میں عمل کرنے کے لیے تھوڑی شے بھی کفایت کرتی اور دوسری آیت کثرتِ صدقات کثرت تناجی اور مناجات کنندہ کی طرف اشارہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر تم اے تونگرو اگر تمھیں مناجات سے قبل تقدیم صدقہ سے فقر کا خوف ہے اس معنیٰ پر اختصار کے پیش نظر مفعول محذوف ہے اور ان تقدموا در اصل لان تقدموا تھا۔ یا معنیٰ اخفتم التقدیم۔ تم تقدیم سے ڈرتے ہو اس لیے کہ تمھیں شیطان فقر سے ڈراتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے

هون علیك ولا تولع باشفاق
فانما لنا للوارث الباقی

ترجمہ: خود پر نرمی کر ڈر کے ساتھ حرص نہ کر کیونکہ ہمارے اموال تو اس وارث کو ملیں گے جو ہمارے بعد ہوگا۔

فاذلم تفعلوا۔ وہ جو تم حکم دیئے گئے ہو جب نہ کروگے اور تمھیں یہ ناگوار ہے اور تمھارے سے یہ کام نہ ہوسکا۔

وتاب الله۔ اللہ تعالیٰ تمھاری توبہ قبول کرے گا کہ تمھیں رخصت دے گا کہ تم یہ کام نہ کرو اور تمھارے سے صدقہ کی تقدیم ساقط کر دے گا۔

فائدہ: یہ حقیقۃً توبہ کی قبولیت کی دلیل نہیں اور نہ ہی اسے اس پر محمول کیا جائے کہ ان سے غلطی ہوئی تو اللہ تعالیٰ توبہ کی خوشخبری سنا رہا ہے اس لیے کہ ان سے اس حکم کے حق میں کوتاہی ہوئی ہی نہیں کیونکہ ان کی مناجات بالنبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس وقت ہوئی جب حکم منسوخ ہو چکا تھا۔

مسئلہ: اشفاق ان کے لیے ذنب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے معافی کا پیام بخشا کہ یہ کام بالقوۃ اس طرح ہوگا تو اس کا قائم مقام توبہ کو کھڑا کر دیا۔ اس معنیٰ پر اذ ظرفیہ اپنے معنیٰ میں اسے مجاز کی طرف لے جانے کی ضرورت نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تم نے جو گزرے وقت میں کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے

فضل سے تم سے درگزر فرمایا اب تم جو تمھیں آئندہ حکم ہو اس پر مستعدی سے اس کا تدارک (جبر نقصان) کرو۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا اِذْ بمعنی اِذَا (مستقبل کے لیے) ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول اذالاغلال فی اعناقھم جب زنجیر ہوں گے ان کی گردنوں میں۔ میں اِذْ بمعنی اِذَا ہے یا بمعنی اِنْ شرطیہ ہے اور یہی ماقبل کو قریب ہے لیکن اِنْ میں یہ ہے کہ وہ د توع اور لا د توع دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ تو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ یہ اس کے قول فاذالم تفعلوا کا مسبب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ تمھارے سے تقدیم صدقات کے امر کے متعلق کمی ہو گئی ہے تو اب اس کا تدارک اقامت نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے کرو۔ اطیعوا اللّٰہ ورسول۔ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ان کے تمام اوامر میں کیونکہ نماز زکوٰۃ کا قائم کرنے والا گویا اپنی کوتاہی اور کمی اور نقصان پورا کرنے والا ہے یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے نفع کی تکمیل و تتمیم کے لیے ہے واللّٰہ خبیر بما تعملون اور اللہ تعالیٰ عالم تمھارے اعمالِ ظاہرہ و باطنہ کو اس سے کوئی چھپی ہوئی شے مخفی نہیں اس پر تمھیں جزا دے گا اس لیے وہی عمل کرو جس کا تمھیں حکم ہو صرف اس کی رضا جوئی میں اس میں ریاء وسمعہ نہ ہو اور اس کی طرف زاری کرو اس کے عذابوں سے ڈرتے رہو بالخصوص جمعہ کی جماعت کو بالالتزام ادا کرو اور وہ ان دعاؤں پر مدامت کرو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں مثلاً:

اللّٰھم طھر قلبی من النفاق وعملی من الریاء ولسانی من الکذب وعینی من الخیانۃ انک تعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور۔

ترجمہ:۔ اے اللہ میرا دل نفاق سے اور میرا عمل ریاء سے اور میری زبان جھوٹ سے اور میری آنکھ خیانت سے پاک کر تو آنکھ کی خیانتوں اور وہ جو سینوں میں چھپا ہے جانتا ہے۔

فائدہ:۔ دوسرے اذکار اور امر بالطاعۃ کے دیگر اُمور سے نماز و زکوٰۃ کی تخصیص ان کے علو شان اور بلند قدری کی دلیل ہے کیونکہ نماز رئیس الاعمال بدنیہ اور جمیع انواع عبادات (قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعود۔ تعوذ بسملہ قراٰۃ۔ تسبیح۔ تحمید۔ تہلیل۔ تکبیر اور صلوٰۃ وسلام (علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دعا جو عبادت کا مغز ہے کی جامع ہے اسی لیے اس کا نام صلوٰۃ ہے بمعنی دُعا لغتۃً اور یہی عبادتِ الٰہیہ میں سے ایک عبادت ہے اور آسمان و زمین کے جملہ عابدین کی عبادت کے ساتھ محفوظ ہے یہی وجہ ہے جو اس کا تارک ہے وہ محروم ہے نمازیوں کو مبارک باد!۔ اور ان کے تارکین کو عذاب۔ زکوٰۃ بھی ام الاعمال المالیہ ہے اس سے دنیا میں مال بڑھتا اور قلب بخل کی غبار اور حرمت کی خباثت سے پاک ہوتا ہے اسی لیے زکوٰۃ بمعنی طہارت ہے کہ اس سے دنیا میں مال خود بخود بڑھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات میں برکت دیتا ہے اور آخرت میں اضافہ

(بقیہ صفحہ ۵۹ پر)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ط مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا
مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
عَذَابًا شَدِيدًا ط إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ
جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ
عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا
يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ط أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ
الْكَاذِبُونَ ۝ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ط أُولَٰئِكَ
حِزْبُ الشَّيْطَانِ ط أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝
إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ۝
كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ط إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ لَا تَجِدُ
قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ط
أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَرَضُوا عَنْهُ ط أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ط أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ:۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ نہ تم میں سے

نہ ان میں سے وہ دانستہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں ۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بیشک وہ بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں ۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے تو اللہ کی راہ سے روکا تو ان کے لیے خواری کا عذاب ہے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے ۔ وہ دوزخی ہیں انھیں اس میں ہمیشہ رہنا جس دن اللہ اُن سب کو اُٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا ۔ سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں ۔ اُن پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلادی ۔ وہ شیطان کے گروہ ہیں ۔ سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے ۔ بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں ۔ اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول ۔ بیشک اللہ قوت والا عزت والا ہے تم نہ پاؤ گے اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں ۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے ۔

بقیہ از صفحہ نمبر ۵۷

ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دوگنا دیتا ہے ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے کسبِ حلال سے ایک کھجور خرچ کی اور اللہ پاک مال قبول کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ (قدرت) قبول کرے تو اس کی اللہ تعالیٰ اس طرح پر پرورش کرے گا جیسے تمہارا ایک گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اُحد پہاڑ (شریف) جتنا ہو جاتا ہے ۔

فائدہ:۔ اس تقریر زکوٰۃ کا الزکاہو بمعنی النماء یعنی زیادہ ۔

بوستان میں ہے ؎

بدنیا توانی کہ عقبیٰ خری
بخر جان من ورنہ حسرت خوری
زر و نعمت آید کسے را بکار
کہ دیوار عقبیٰ کند زر نگار

ترجمہ:۔ دنیا سے تو آخرت خرید سکتا ہے اے جانِ من خرید لے ورنہ حسرت کھائے گا۔
زر و نعمت کام آئے گی کہ جس سے آخرت کی دیوار کو سنہری بنایا جائے۔

تفسیر عالمانہ: الم تر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ یہ ان منافقین کے معاملہ سے تعجب دلانا ہے جنہوں نے یہودیوں سے یارانہ بنا رکھا تھا انہیں کو اپنا خیرخواہ سمجھتے تھے اور ان کو اہل ایمان کے اسرار سے آگاہ کرتے اور یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا ہر اس کو ہے جو بھی یہ کلام سمجھے اور رؤیۃ کا الیٰ سے متعدی ہونے سے بمعنی النظر ہو گیا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ الی الذین تولوا۔ ان کو جنہوں نے یارانہ بنا لیا ہے۔

حل لغات:۔ التولی بمعنی الموالات ہے نہ بمعنی الاعراض یعنی دوستی کی۔ قوماً غضب اللّٰہ علیہم ایسی قوم سے جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا ہے یعنی یہود جیسے۔ دوسرے مقام پہ فرمایا من لعنہ اللّٰہ وغضب علیہ۔ وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس نے اس پر غضب کیا۔

حل لغات:۔ الغضب نفس کی حرکت اس کا مبدا انتقام کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف جب منسوب ہو تو رضا کی نقیض یا ارادۂ انتقام یا تحقیق الوعید یا دردناک گرفت اور سخت قسم کی پکڑ یا ہتک الاسرار یا نار سے تعذیب یا تغییر النعمت مراد ہوتی ہے۔

ماھم۔ نہیں وہ جس سے تم نے دوستی کی۔ منکم تم میں سے فی الحقیقت ولا منہم اور نہ اُن سے جس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے کیونکہ وہ منافق ہیں وہ ان کے درمیان میں مذبذب ہیں اگرچہ وہ فی الواقع کافر ہیں لیکن ابھی یہود سے بھی نہیں کیونکہ ان کا وہ اعتقاد نہیں جو یہودیوں کا ہے اور نہ ہی مالاً ان کے اطوار میں پورے ہیں کیونکہ منافقین تو جہنم کے نچلے گڑھے میں ہوں گے یہ جملہ مستانفہ ہے۔

ویحلفون علی الکذب۔ اور وہ جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

حل لغات:۔ حلف بمعنی کسی قسم سے عہد کرنا محالفہ بمعنی معاہدہ حلف دراصل اس یمین کو کہتے ہیں کوئی ایک دوسرے عہد سے پھر ہر یمین پر اس کا اطلاق ہونے لگا یعنی منافقین کہتے ہیں واللّٰہ انا المسلمون بخدا ہم مسلمان ہیں۔ کذب جس پر قسم کھائی گئی وہ ہے دعوائے اسلام اس کا عطف تولوا پر ہے اور تعجیب کے حکم میں ہے مضارع کا صیغہ تکرار و تجدد قسم کی وجہ سے ہے کہ بموافق تکرر مقتضا کے وھم یعلمون اور وہ جانتے ہیں کہ وہ جس دعویٰ پر قسم کھا رہے ہیں وہ جھوٹ ہے یہ قسم یمین غموس کی طرح ہے یمین غموس وہ ہے جو زمانہ ماضی میں کسی فعل کے کرنے نہ کرنے پر عمداً جھوٹی قسم کھا جائے۔ اسے غموس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ قسم کھانے والے گناہ میں

پھر جہنم میں ڈبو دیتی ہے۔

سوال:۔ منافقین کی قسم کو غموس کیوں نہیں کہا جاتا؟

جواب:۔ غموس میں شرط ہے فعل ماضی کی اور منافقین کی قسم زمانہ حال میں ہے اور جملہ یحلفون کے فاعل سے حال ہے جو مقید ہے ان کے کیے ہوئے عمل کی کمال شناعت کے لیے کیونکہ جو عمداً قسم کھائی جائے وہ نہایت ہی قبیح ہے۔

فائدہ:۔ اس تقیید میں دلالت ہے کہ یہ کذب عام ہے اس کو کہ مخبر عدم مطابقت للواقع کو جانتا ہے اور اس کو کہ اسے وہ نہیں جانتا یہ قید نظام اور جاحظ پر حجت ہے (تفصیل علم معانی ہے)

شان نزول:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کسی حجرہ میں رونق افروز تھے تو خود ہی فرمایا ابھی ایک شخص آنے والا جس کا قلب سرکش ہے اور دیکھتا شیطان کی آنکھ سے اس پر عبداللہ بن نبتل (بتقدیم النون علی الباء الموحدۃ ہجوں جعفر) اور وہ نیلی آنکھوں والا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے گالی (مذمت) کیوں دیتے ہو کہا بخدا میں نے ایسا نہیں کیا آپ نے فرمایا تو نے کیا ہے پھر وہ ساتھیوں سمیت اٹھ کر چلا گیا اور سب قسمیں کھاتے نکلے کہ ہم نے آپ کو گالی نہیں دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ:۔ اس روایت سے محلوف علیہ (جس پر قسم کھائی گئی) ان کا گالی نہ دینا ہے۔

اعد اللہ لھم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کیا ہے بسبب اسی کے عذابا شدیدا سخت عذاب دنیا میں خواری و رسوائی اور آخرت میں آتش دوزخ اور عذاب سے ایک قسم کا عظیم عذاب نوعیتہ عذاباً کی تنکیر سے ہے اور العظیم کی صفت عذاب کے شدت کے لیے ہے۔

انھم ساء ما کانوا یعملون۔ بیشک برا ہے وہ جو عمل کرتے ہیں یعنی جس پر ڈٹ گئے اور اصرار کیا تمرن بمعنی ڈٹ جانا اور اس پر استمرار اس طرح جیسے کہ زمانہ حال میں ہیں برے عمل میں یہ کان سے ثابت ہوا کہ یہ وہ زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے یعنی ان کا برا طریقہ پہلے بھی ہے اور ایسے ہی رہے گا۔

اتخذوا ایمانھم۔ انہوں نے قسموں کو بنا لیا۔ یعنی فاجر قسموں جو ضرورت کے وقت کھاتے ہیں اور یمین حلف کے معنیٰ میں لینا استعارہ ہے۔

یدٌ (ید سے ماخوذ) سے اس پر سہارا کرتا ہے قسم کھانے والا یا معاہدہ کرنے والا۔

جُنَّۃً۔ ڈھال یعنی وہ شے جو اپنے صاحب کو چھپائے یعنی ڈھال۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بچاؤ اور پردہ جس سے اہل ایمان سے اور جن کو انہوں نے قتل کیا اور مال لوٹا۔ چھپتے ہیں یعنی ایسی پناہ کہ ان کا خون و مال پناہ میں رہے۔ اس تقریر میں اتخاذ بمعنی ان کا تیار کرنا اور خود تیار رہنا تا وقت ضرورت جھوٹی قسموں کیلئے

تاکہ قسمیں کھا کر خود کو مواخذہ سے بچالیں نہ یہ اتخاذ بمعنی ان کا استعمال کرنا بالفعل مراد نہیں کیونکہ وہ تو مواخذہ مسبوقہ بوقوع الجنایۃ والخیانہ سے موخر ہے واتخاذ الجنۃ کا مواخذہ اور اس کے سبب سے بھی پہلے ہونا ضروری ہے جیسے آنے والی آیت کی فاء سے واضح ہوتا ہے۔

فصدوا عن سبیل اللہ ۔ تو انہوں نے لوگوں کو روک دیا اور پھیرا اللہ کی راہ سے یعنی اس کے دین سے ان کے امن و سلامتی میں خلل ڈال کر دخول اسلام کے لیے آنے والوں کو بزدل بنا کر اور مشہور کر کے کہ مسلمانوں کا معاملہ نہایت کمزور ہے ۔

فلھم ۔ تو اُن کے بسبب ان کے کفر اور اُن کے روکنے (مذکور) کے عذاب مھین خوار کرنے والا عذاب ہے۔ اہل محشر کے سامنے انہیں رسوا کرنے والا عذاب ۔ یہ دوسری وعید ہے عذاب کی۔ وصف سے بعض نے کہا پہلے عذاب سے عذابِ قبر اور اس دوسرے سے عذابِ آخرت مراد ہے ۔

لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ ۔ ہرگز نہ بچائیں گے ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے شیئًا کچھ تھوڑا سا۔

حل لغات: اغنی عنہ بمعنی کفاہ ۔ اُسے کفایت کیا یعنی وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں مذکور بچاؤ کے لیے اور جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو انھیں نہ مال بچائیں گے نہ اولاد جن کی یہ دنیا میں حفاظت کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر سچ اور حق ہے جو حضرت محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں تو ہم عذاب کو اپنے سے دور کریں گے اموال و اولاد کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس آیت سے جھٹلایا کہ قیامت کا وہ دن ہے جس میں کسی کو نہ مال نفع دے گا نہ اولاد نہ کوئی کسی کو کسی ایک معاملہ میں (سوائے اہل ایمان کے)۔

اولئك ۔ وہ جن کے صفات قبیحہ مذکور ہوئے۔ برہان القرآن میں واؤ کے بغیر ہے۔ یہ پہلے جملوں کے اور اللہ تعالیٰ کے قول (اولئك حزب اللہ) کے موافق ہے۔

اصحاب النار ۔ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے اور اس میں گزارتے گویا اس کے مالک کہ ان کو رہائش کی حاصل ہوئی اور ان برائیوں کی جزا ملی جو انہوں نے دنیا میں کیں جنہوں نے انہیں تباہ کر کے عذاب تک پہنچایا۔

ھم فیھا خالدون ۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ہمیشہ تک وہاں سے خارج نہ ہوں گے ۔ ھم ضمیر تقویہ اسناد کے لیے اور رعایت فاصلہ کے لیے ہے نہ کہ حصر کے لیے کیونکہ ان کے ماسوا اور کو بھی خلود حاصل ہوگا اور وہ ہیں منافقین کے غیر یعنی کفار وغیرہم۔

یوم یبعثہم اللہ جمیعًا۔ اسی دن ان سب کو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا یعنی یاد کیجئے اس دن کہ اللہ تعالیٰ تمام منافقین کو قبور سے اُٹھائے گا اور مرنے کے بعد زندہ کرے گا۔

جمیعًا۔ مفعول کی ضمیر سے حال ہے بمعنی مجموعین۔

فیحلفون۔ تو قسمیں کھائیں گے اس دن یعنی قیامت میں لہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس بات پر وہ خالص مخلص مسلمان تھے چنانچہ دوسرے مقام پر اس کی تصریح ہے۔

واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ بخدا ہمیں اپنے پروردگار کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔ کما یحلفون لکم۔ جیسے وہ دنیا میں تمہارے لیے قسمیں کھاتے ہیں ویحسبون اور آخرت میں گمان کریں گے۔

حل لغات:۔ اس کا مصدر الحسبان ہے یعنی ایک دو نقیضوں کا حکم لگانا بغیر اس کے دونوں میں سے کوئی ایک دوسری کو حائل نہ ہو سکے پھر وہ اسے خیال میں لائے اور انگلی پر گننے اور یہ ایک شک کی حالت ہے جو بندے کو عارض ہوتی ہے اس کو ظن قریب ہے لیکن ظن (گمان) میں یہ ہے کہ دو نقیضیں معارض ہوں تو ایک کو غلبہ ہو۔

انہم۔ بیشک وہ بوجہ جھوٹی قسموں کے۔

علیٰ شئی۔ وہ کسی شے پر ہیں۔ نفع پا رہے ہیں یا نقصان دفع کر رہے ہیں جیسے وہ دنیا میں سمجھتے تھے کہ جھوٹی قسموں کے ذریعے اپنے سے اور مال سے مدافعت کرتے اور اس طرح سے دنیوی فوائد حاصل کرتے۔

الا انہم ھم الکاذبون۔ خبردار بیشک وہ جھوٹے ہیں بہت سخت جھوٹے۔ جھوٹ کی ایسی انتہا اس کے بعد کوئی جھوٹ نہیں یعنی علام الغیوب کے سامنے بھی جھوٹ کی جسارت کریں گے اور گمان کریں گے کہ ان کی جھوٹی قسمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کا جھوٹ کامیاب ہو جائے گا جیسے وہ عام غافل لوگوں سے کامیاب ہو جاتے ہیں۔

الا حرف تنبیہ کا ہے ان کی شدت منافقت اور اس میں انہماک پر تنبیہ ہے اور یہ ان ہی کتنا مبلت ہے کہ اسے نہ زندگی میں چھوڑتے ہیں اور نہ مرنے کے بعد چنانچہ فرمایا ولو ردوا لعادوا بما۔ دنیا میں لوٹائے جائیں تو عود کریں گے اس طرف جس سے وہ روکے گئے اس لیے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

استحوذ علیہم الشیطٰن۔ مسلط کیا ہے ان پر شیطان کو۔

حل لغات:۔ حذت الابل۔ میں نے اُونٹ پر غلبہ پایا اور میں نے اسے جمع کیا اور اسے آہستہ چلایا۔ اب معنیٰ یہ ہُوا کہ غلبہ پایا ان پر شیطان نے ان کا مالک ہُوا اپنی طاعت کرانے کے لیے جس طرح وہ ان سے چاہے یہاں تک اس نے انہیں گویا اپنا رعایا بنایا اور اپنے گروہ میں شامل کر لیا

اور ان ابواب صرفیہ سے ہے جو اپنے اصل پر آتے ہیں جیسے استصوب و استنوق (علی خلاف القیاس)
کیونکہ قیاس کا تقاضا تھا کہ استحاذ ہو۔ استعمال کے لحاظ سے استحوذ فصیح ہے اور قیاس کے لحاظ سے
شاذ ہے۔

فائدہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استحاذ بھی پڑھتے سُنا گیا ہے۔ فانساھم ذکر اللہ تو شیطان نے انہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر سے خاموش کرادیا۔ ذکر مصدر مضاف ہوئے مفعول ہے یعنی شیطان
کا غلبہ ان کا ذکر الٰہی کو بھول جانے سے ہُوا کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کو قلوب اور السنتہ (زبانوں) سے
یاد نہ کیا تو ان پر شیطان مسلط ہوا۔

اولئك۔ وہ منافقین جو موصوف ہیں اوصاف قبائح مذکورہ سے حزب الشیطٰن۔ شیطان کے
گروہ ہیں۔ یعنی وہ اس کا لشکر و اتباع ہیں کہ اس کے امر و اشارہ پر چلتے ہیں۔
حزب وہ فریق جسے ایک مذہب یکجا جمع کرے۔

الا ان حزب الشیطٰن ھم الخاسرون۔ خبردار بیشک شیطان کا گروہ وہی خسارہ والے ہیں
یہ گروہ ایسے گھاٹے سے موصوف ہے کہ جس کی انتہا نہیں کہ ان بیچاروں نے خود کو دائمی نعمتوں سے محروم کر دیا
اور اس کے بدلے دردناک عذاب لیا۔

تفسیر صوفیانہ:- بعض مشائخ (اللہ تعالیٰ ان کے بلند مراتب اور بلند کرے) نے فرمایا کہ بندے پر شیطان کے تسلط کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ ظاہری تعبیر مثلاً کھانے پینے پہننے
میں مشغول رہے اور اس کا دل کسی وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس پر برکتوں کے تفکر کی طرف متوجہ نہ ہو اور
نہ ہی ان نعمتوں کا شکر ادا کرے اور زبان کو بجائے ذکر الٰہی کے کذب۔ لغو۔ غیبت و بہتان میں ملوث رکھے
اور کان بجائے حق سننے کے سماع ہو اور بکواسات میں لگائے رکھے۔

دوسری صوفیانہ تفسیر:- بعض اہل اشارہ نے فرمایا کہ جب شیطان نفس امارہ کی کلر والی زمین میں حنظل شہوت بونا چاہتا ہے تو پہلے خود اس میں گھستا ہے پھر
اسے اپنی مراد کے پورا کرنے پر اُکساتا ہے یہاں تک کہ نفس شیطان کے لیے بمنزلہ سواری کے ہو جاتا ہے پھر وہ
قلب کے شہر پر حملہ کر کے اسے یوں خراب کرتا ہے کہ اس میں ظلمت طبیعہ داخل کر دیتا ہے اسی لیے تم ایسے
قلوب ذکر الٰہی اور اس کے صفات کی جگہ نہ پاؤ گے۔ جب ایسا قلب ذکر الٰہی سے محجوب ہو جاتا ہے تو وہی دل
شیطان اور اس کے لشکر کا وطن بن جاتا ہے اور یہ ملعون ایسے انسان پر غلبہ پا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ
پر موقوف ہے لیکن اس کے ارادہ کا سبب شیطان ملعون کا دھوکہ اور تزئین ہے۔ مثلاً وہ سب سے پہلے دینی اُمور کو

دنیوی امور میں التباس (ملاوٹ) پیدا کرتا ہے اور علم کے طریق سے ہی گمراہ کرتا ہے کیونکہ جسے علم کے دقائق و اسرار نصیب نہ ہوں اس کا شیطان رفیق بن جاتا ہے اس کے ہاں پھر نہ فرشتہ (مہر ادا) رہے گا نہ رب رحمان یعنی اس کی توجہ خاص کیونکہ حق و باطل کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

نظر دوست نادر کند سوئے تو
چو در روئے دشمن بود روئے تو
ندانی کہ کمتر نہد دوست پائے
چو بیند کہ دشمن بود درسرائے

ترجمہ:۔(۱) :۔ دوست تیری طرف بالکل نگاہ نہ کرے گا جب تیرا رُخ دوست کے دشمن کی طرف ہو۔
(۲):۔ تجھے معلوم نہیں کہ دوست اُس گھر میں قدم نہیں رکھتا جس گھر میں دشمن ہو۔

تفسیر عالمانہ:۔ **ان الذین یحادون اللہ و رسولہ**۔ بیشک وہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی اور اُن کے حکم کی مخالفت اور ان کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ وہی کرتے ہیں جو اپنے مخالف کے ساتھ زمین کے جھگڑے میں کرتا ہے تو ایک گروہ غالب ہو جاتا ہے تو وہ اپنی زمین کی حد بندی کر دیتا ہے کہ اس کا خصم اس کے آگے نہ بڑھے گا لیکن آپس میں لڑنے والوں کا خیال ہوتا ہے ہم کثرت میں ہیں اور بہت بڑی طاقت و قوت کے مالک ہیں ہمارا خصم کچھ نہ کر سکے گا لیکن یہاں اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے کا حال کچھ اور ہے جن کے غرور و دھوکہ کی نفی اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی۔

اولئک۔ وہی مخالف دور والے قریب والے جنہوں نے بھی مخالفت کی۔ فی الاذلین وہ ذلیلوں میں ہیں یعنی اولین و آخرین مخلوق میں سب سے ذلیل ترین ہیں تو یہی ہیں کیونکہ قاعدہ ہے مخالف کی ذلت بالمقابل کے عزت کی مقدار میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عزت غیر متناہی ہے ایسے ہی جو اس کا مخالف ہے اس کی ذلت بھی ایسے ہی جیسے دنیا نے دیکھا کہ وہ دنیا میں قیدی ہوئے اور آخرت میں جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے خواہ وہ مخالف فارس کے ہیں یا روم کے بہت بڑی شوکت کے مالک ہیں یا بادشاہ وہ کافر ہیں یا فاسق۔

کتب اللہ۔ (اللہ تعالیٰ لکھ چکا) یہ جملہ مستانفہ ہے۔ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ ذلیل کیوں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا اور لوح میں ثبت ہو گیا۔ اب جو جاری ہو گا اس کا سرچشمہ وہی ہے جواب یہ کہہ رہے ہیں وہ پہلے لکھا جا چکا۔

لاغلبن انا و رسلی۔ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسل (علیہم السلام) یہ ان کے اس فاسد

گمان کار دہے جو خیال میں تھے کہ ہم بکثرت ہیں اور قوت بھی ہمارے پاس ہے (اور یہ مسلمان چند ایک اور وہ بھی فقیر و مسکین) ۔

فائدہ :۔ غلبہ سے مراد حجت و سیف ہے یا ان میں سے کوئی ایک کیونکہ یہ تاوار سب انبیاء (علیہم السلام) کے لیے ثابت نہیں کیونکہ بعض ان میں جنگ کے لیے مامور بھی نہیں ہوئے۔ ہاں حجت تمام انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں عاقبت حمیدہ کے ساتھ فائز رہے۔

فائدہ :۔ زجاج نے کہا کہ غلبہ رسل دو قسم ہے :۔

(۱)۔ جو جنگ کا حکم لے کر آئے تو وہ جنگ سے غلبہ پا گئے۔

(۲)۔ جو جنگ کا حکم لے کر نہ آئے وہ حجت سے غالب ہوئے ہاں اگر غلبہ کے ساتھ سیف بھی مل جائے تو مزید قوی ہو جاتا ہے ؎

محالست چوں دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن گزارد ترا

ترجمہ :۔ محال ہے کہ جب تجھے دوست پیار کرتا ہے تو پھر وہ تجھے دشمن کے ہاتھ میں دے۔

شان نزول :۔ مقاتل سے ہے کہ اہل ایمان نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکہ و طائف و خیبر اور ان کے ارد گرد فتح دے دی ہے تو امید ہے کہ وہ ہمیں روم و فارس پر بھی فتح بخشے گا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول نے کہا کہ تم (اے مومنو!) (روم و فارس) کی فتح کے خیال میں ہو کیا ہوا کہ تم نے یہ چند بستیاں فتح کر لیں وہ ملک تو بڑے ہیں ان کے پاس لشکر بھی بڑا اور ساز و سامان بھی بے شمار۔ تم ایسے ملکوں کا تصور تک نہ کرو اللہ تعالیٰ نے یہی آیت کتب اللہ الخ نازل فرمائی۔

تفسیر صوفیانہ :۔ حضرت البقلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی اپنے ذمہ کرم لکھا کہ وہ اپنے کو اُن کے ظاہری باطنی دشمنوں شیاطین پر غلبہ دے گا اور انھیں نصرت و لایات کے جھنڈے عطا کرے گا اس حیثیت سے کہ ان کے جھنڈے ظاہر ہوں گے اور جھنڈوں سے مراد یہ ہے کہ ان کے چہروں سے نور ہیبت حق کا چمکتا نظر آئے گا۔ دشمنوں کے لیے اور ان کے دشمن بتائید الٰہی اور بہ نصرت حق مغلوب ہو جائیں گے۔

فائدہ :۔ حضرت ابو بکر بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل حق کو ہمیشہ غلبہ رہے گا اور حق کے جھنڈے اپنے غیروں کے تمام جھنڈوں سے سبقت کر جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مخلوق میں اپنے اعلام اور زمین کے اوتاد اور بندوں کے جائے پناہ (مفزع) اور اپنے شہروں کی آبادی بنایا ہے جو بھی ان کے ساتھ برائی

کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل گرا کر ذلیل وخوار کر دیتا ہے اور اس کی ظاہری عزت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

ان اللّٰہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ۔ یہ اس کے قہر و غلبہ کی تعلیل و تاکید ہے کیونکہ ان کے افعال اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک نہایت کمزور اور ضعیف انسان کے ہوتے ہیں۔

قوی۔ قوت والا ہے اپنے انبیاء علیہم السلام کی مدد کرنے پر۔ بعض نے کہا قوی وہ ہے جس کی ذات و صفات و افعال میں ضعف لاحق نہ ہو اور نہ ہی اسے تھکان ہو نہ تکلیف اور نہ اس میں کوتاہی و کمی اور نہ عجز نہ نقص اور نہ حیلی قوت۔ بعض نے کہا قوۃ دراصل بنیاد کی شدت اور اس کی صلابت (سختی) کو کہا جاتا ہے اس کی نقیض ضعف ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس سے قدرت مراد ہوتی ہے (عزیز) وہ کہ جس کی مراد پر کسی کو غلبہ نہیں ؎

حکمے کہ آں ز بارگہ کبریا بود
کس را دراں مجال تصرف کجا بود

ترجمہ:۔ وہ حکم جو بارگاہ کبریا سے ہو کسے طاقت کہ اس میں تصرف کر سکے۔

سوال:۔ جب اللہ تعالیٰ قوی غیر عاجز ہے تو پھر بعض اوقات مسلمانوں کو شکست کیوں ہوئی حالانکہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی مدد کرے گا۔

جواب:۔ ملنا۔ نصرۃ۔ غلبہ۔ شریف منصب ہے کافر کے ہرگز لائق نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ کبھی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے مسلمانوں کو تو کبھی کافروں کو کبھی غلبہ دیتا ہے انھیں تو کبھی انہیں اگر وہ ہمیشہ کفار مشکلات میں پھنسے رہیں اور مسلمانوں کو چین ہی چین تو پھر یہ علم ضروری بن جاتا حالانکہ یہ دنیا آزمائش کا گھر ہے اسی لیے مختلف اطوار بدلتے رہتے ہیں تاکہ مسلمان صمت اسلام پر دلائل قائم کر کے اسلام پہ قائم رہیں اسی طرح مسلمانوں کے اجر و ثواب میں بھی اضافہ ہوگا۔ علاوہ ازیں انسان سے غلطی سے معصیت کا ارتکاب ہو ہی جاتا ہے تو یہ تکالیف اس کے گناہوں کو صاف کرنے کا سبب بن جاتی ہیں بلکہ ان سے قلوب کو تطہیر نصیب ہوتی ہے۔

ازالۂ وہم:۔ ہاں کفار پر شدائد و تکالیف وہ از قبیل غضب الٰہی ہیں اس کی مثال طاعون ہے کہ یہی مرض مومنوں کے لیے رحمت اور کافروں کے لیے عذاب ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ کسی پر عدل کا اجراء ہوتا تو پھر فضل بھی لاحق ہو جاتا ہے ایسے ہی فضل نصیب ہوتا ہے تو کبھی عدل کے آثار بھی آجاتے ہیں لیکن یہ بھی ہے کہ دونوں اثرات متعلق ہوں صرف بواطن میں اور ایک ظاہر سے متعلق ہوتا ہے دوسرا باطن سے کبھی دونوں کے تعلق کا اختلاف حالت واحدۃ میں ہوتا

ہیم کبھی بابدل ہوتا ہے جتنا مقدار پہلے کا اثر ہوگا اتنا ہی لاحق کا ہوگا لیکن یاد رکھئے کہ اپنے اصفیاء کے ظواہر پر تو بدل کے اثرات متعلق فرماتا ہے لیکن ان کے بواطن ایسے اثرات سے محفوظ ہوتے ہیں۔ ہاں ان پر ظواہر پر عدل کے اثرات کے بعد ظواہر و بواطن پر ہی فضل کے آثار ہی آثار جاری فرماتا ہے یہاں تک یہ قاعدہ حکمت الٰہیہ سے ہو چکا کہ زمین کے ممالک ضعیفوں کے سپرد فرمادیئے جیسے نجاشی وغیرہ۔ اور اس کی مثالیں موجود ہیں اور بے شمار ہیں تلاش کی جائیں تو بکثرت مل جائیں گی۔

فائدہ:۔ حکیم کی تربیت کا کمال ہے کہ جس کا مرتبہ بلند کرنا چاہتا ہے تو اس کے ظواہر پر اُمور عدل کا اجراء فرماتا ہے تاکہ بواطن کی تکمیل اور مدارک میں تنویر اور وجود کی تطہیر و تہذیب و تادیب وغیرہ وغیرہ نصیب ہو جس کے فوائد اہل تربیت کو معلوم ہیں۔

فائدہ:۔ اکابر کے احوال از آدم علیہ السلام تا ایندم تتبع کیا جائے تو بہت سے خوش قسمت حضرات ایسے ملیں گے جو صحت وعافیت کے بجائے ابتلاء آزمائش میں زیادہ لذت محسوس کرتے ہیں یہی اکابر اولیاء کی نشانی ہے۔ ؎

ہر چہ از دست تو آید خوش بود
گر ہمہ دریائے ہر آتش بود

ترجمہ:۔ جو کچھ دوست سے نصیب ہو وہ اچھا ہے اگرچہ تمام دریا آگ کا بنا کر تجھ پر بہایا جائے۔

دوسری تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے امدائے نفوس کافرہ کی طرف کہ وہ موافقت وارواح کو مخالفت شریعت و موافقت طبیعت پر اُبھارتے ہیں اور ذکر قلوب کی الواح سے مٹاتے ہیں۔ محبت دنیا اور اس کی شہوات کے غلبہ سے لیکن اللہ تعالیٰ ارواح و قلوب کی نصرت و تائید فرماتا ہے یہاں تک کہ یہ نفوس کافرہ پر غلبہ پا جاتے ہیں۔ ذکر کے سطوات سے تو نفوس کو بے انتہا ذلت وخواری نصیب ہوتی ہے۔ جیسے اہل ذمہ کو اہل اسلام کے بلاد میں وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صحائف استعدادات میں لکھا کہ ارواح و قلوب کو نفوس پر غلبہ دے گا اور یہ اس کا محض فضل و کرم ہے اور بس۔

تفسیر عالمانہ:۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخرۃ۔ نہ پاؤ گے ان کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر۔ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا ہر جو کبھی ایسے لوگوں کو پالے۔

حل لغات:۔ تجد یا تو متعدی یہ دو مفعول ہے اس معنی پر یوادون من حاد اللہ ورسولہ اس کا

مفعول ثانی ہے یا متعدی بیک بایں طور کہ یہ بمعنی صادف ہے تو پھر یہ اس کے مفعول سے حال ہے کیونکہ وہ اپنی صفت (یومنون) سے مخصوص ہوگیا ہے۔

المواد ۃ بمعنی المحاباۃ مفاعلہ ہے۔ المودۃ بمعنی المحبتہ یہ ایک حالت ہے اولاً قلب میں ہوتی ہے پھر اس کے آثار قالب (جسم) میں ظاہر ہوتے ہیں۔

من حاد اللّٰہ و رسولہ سے منافقین و یہود و فساق۔ ظالمین بمتدع (بدمذہب) مراد ہیں۔ نفی الوجدان سے نفی المواد ۃ ہے مطلب یہ ہے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا بلکہ یوں سمجھو کہ ممتنع و محال ہے اگرچہ تمام مخلوق اس کی تلاش میں لگ جائے جس کے وجود کے نہ ہونا اس طرف اشارہ کرتا ہے اس میں کسی قسم کی خیر و بھلائی نہیں ہے۔

مسئلہ : یہ بھی ہے کہ یہاں کامل الایمان لوگ مراد ہیں جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے کہ ایسا نہ پایا جانا ایک حقیقت ہے[1]۔

صلحکلیوں کے لیے حوالہ جات

(۱)۔ کشف الاسرار میں ہے کہ خبر میں ہے کفار کی دوستی سے ایمان میں گڑ بڑ ہو جاتی ہے ایسے ہی وہ دین کے

---

[1] صلحکلیوں کی جڑ کٹ جائے خدا کرامے۔ مجھے اس کے لکھنے میں ذرہ برابر بھی باک نہیں کہ کہہ دوں کہ دورِ حاضرہ میں دین و اسلام کو جتنا صلحکلی قسم کے لوگ اجاڑ رہے ہیں اتنا یہودیوں کو بھی نہیں ملا لیکن وہ ہمیں کوستے ہیں کہ تم لوگ ہمیں غیروں تک اسلام پہنچانے میں روڑے اٹکاتے ہیں ہم انہیں کہتے ہیں اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسرے کے جھونپڑے پر چھپر ڈالنا کونسی نیک نامی ہے بھلے مانسو ! تمھاری شہرت کو تو واقعی چار چاند لگ رہے ہیں لیکن ذرہ پیچھے تو مڑ کر دیکھو کہیں تم اپنا وہ ذی شان مکان تو اپنے ہاتھوں نہیں ڈھا رہے ہو جسے تمھارے اکابر و اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے مالی و جانی قربانیاں دے کر تیار کیا۔ مجھے پہلے تو یقین نہیں کہ تم غیروں کو اپنا ہمنوا بنا سکو لیکن یہ یقین ہے کہ تمھارے آگے بڑھنے سے تمھارا اصلی مکان بھی تم سے چھن جائے گا پھر وہی حالت ہوگی۔

لا الی ھٰؤلاء ولا الی ھٰؤلاء

اب صاحب روح البیان قدس سرہٗ کے بیانات ملاحظہ ہوں وہ کیا فرماتے ہیں۔

(اویسی غفرلہٗ)

ٹھیکیدار) جو کفار کے حکم میں ہیں یعنی مرتد فرقہ۔

(۲)۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس نے ایمان درست کیا اور اسے خالص توحید نصیب ہوئی تو وہ مبتدع (بدمذہب) سے مانوس نہ ہوگا (جو مانوس ہو تو گویا اس کا ایمان ناقص ہے جیسے ہمارے صلحکلی حضرات کا کام) اویسی غفرلہٗ:

(۳)۔ ایمان والا نہ اس کے ساتھ کھاتا ہے نہ اس کے ساتھ پیتا ہے نہ اس کے ساتھ بیٹھتا ہے بلکہ اپنے تئیں اس کے ساتھ بغض و عداوت کا اظہار کرتا ہے (لیکن صلحکلی بدمذہب سے دوستی کا دم بھرتا ہے۔ اویسی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ)۔

(۴)۔ جو بدمذہب سے معمولی سی نرمی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل سے سنن کی حلاوت چھین لے گا اور جو مبتدع (بدمذہب) سے محبت کرتا ہے کسی دنیوی عزت کی طلب میں یا کسی اور غرض سے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت ذلت میں ذلیل کرے گا اور اسی دنیوی اُمور کی غرض کے حصول کے بجائے تنگ دست کرے گا۔[۱]

(۵)۔ جو بدمذہب (مبتدع) کے سامنے اسے خوش کرنے کے لیے ہنستا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے نور ایمان چھین لے گا (افسوس ہے کہ بدمذاہب کے ساتھ ہمارے صلحکلی حضرات کا اس ارشاد کے مطابق کیسا ہے خود سوچئے) اویسی غفرلہٗ۔)

چیلنج:۔ مذکورہ بالا قول صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ لکھ کر فرماتے ہیں کہ من لم یصدق فلیجرب۔[۲] (جو نہیں مانتا وہ تجربہ کرلے۔) (روح البیان صفحہ ۲۱۲ ج ۹)۔

---

[۱] آج نہ سہی تو کل قبر میں کیونکہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا۔ جو تیرے ذکر سے روگردانی کرے گا تو اس کی معیشت تنگ ہوگی)۔ مفسرین نے فرمایا آج نہ سہی تو پھر قبر اس کی تنگ ہو اور تا یوم النشور غم کے آنسو بہائے گا۔ اس سے صلحکلیوں کے سوال کا جواب ہے کہ ہم نے تو جب سے یہ دھندا کیا ہے تب سے ہماری پرواز لندن۔ امریکہ سے بھی آگے ہے۔ (اویسی غفرلہٗ)

[۲] فقیر اویسی غفرلہٗ کا تجربہ:۔ فقیر اویسی غفرلہٗ نے ان صلحکلیوں کو سر تا پا آزمایا ہے کہ ان کا نور ایمان ان کے دلوں سے رخصت ہوگیا ہے کہ اب وہ نہ اپنے اساتذہ کی مانتے ہیں نہ اکابر ائمہ کی اپنی من مانی منواتے ہیں یہی نور ایمان ضائع ہونے کی گہری نشانی ہے کیونکہ حضرت مولانا رومی قدس سرہ صدیوں پہلے فیصلہ فرماگئے:۔

"بے ادب محروم ماند از فضل رب"

فائدہ:۔ یاد رہے کہ صاحب روح البیان نے چند حوالے لکھے آگے چل کر واقعات لکھے وہ ضرور پڑھیں۔
(اویسی غفرلہٗ)

مسئلہ:۔ ان کے ساتھ بیع و شرا، عادۃً یا ان کی ہمسائیگی یا ان سے ایسی موافقت جو دین کی ضرر رساں نہ ہو تو حرام نہیں بلکہ کبھی مستحب بھی ہے۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دشمنان خدا کی دوستی اور اللہ جل جلالہٗ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوستی جمع نہیں ہوسکتیں۔

سوال از صلحکلی

تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ ان سے مخالطت اور معاملات (لین دین) معاشرہ جائز ہے تو قرآن مجید میں کس مودۃ سے روکا جارہا ہے۔

جواب از صاحب روح البیان

اس سے وہ دوستی مراد ہے جس سے انہیں دینی و دنیوی منافع پہنچانا بالخصوص جبکہ کھلا کافر ہو ان کے ماسوا لین دین دنیوی جائز ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دعا میں کہا کرتے **اللھم لا تجعل لفاجر عندی نعمۃ۔** "اے اللہ فاجر کی میرے پاس کوئی نعمت مقرر نہ فرما" کیونکہ میں وحی میں پاتا ہوں **لا تجد قوما** الخ۔

مسئلہ:۔ آیت سے معلوم ہوا کہ اس میں فاسق و فاجر اور ظالم سب داخل ہیں بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوں۔

ائمہ مذہب کا بد مذاہب سے سلوک:۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ قدریہ (فرقہ) سے عداوت اور ان کی مجلس میں اُٹھنا بیٹھنا ترک لازم ہے۔ قدریہ فرقہ وہ ہے جو منکر ہے خیر و شر مقدر من اللہ کا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ہر بندہ اپنے فعل کا خود خالق ہے وہ کفر و معاصی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے منکر تھے چونکہ اس مسئلہ میں سختی سے انکار کرتے تھے اسی لیے اس نام سے موسوم ہوئے۔ بعض نے کہا کہ وہ اس نام سے موسوم ہوئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ بندہ اپنا فعل خود ایجاد کرتا ہے لیکن یہ وجہ تسمیہ قدری کے لیے موزوں نہیں ورنہ قدری (بضم القاف)

سے موسوم ہوں[1]۔

و لو کانوا آبائھم ۔ اگرچہ ہوں ان کے آباء ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ جل اللہ جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کرنے والے ان کے آباؤ اجداد بھی ہوں ۔ **کانوا** ۔ جمع کا صیغہ باعتبار معنیٰ من کے ہے جیسے پہلے واحد کا صیغہ اس کے لفظ کے اعتبار سے تھا ۔ آبائھم سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں کے اپنے آباء مراد ہیں ۔ **و ابنائھم** ۔ اور ان کے بیٹے ۔ آباء کی تقدیم ان کی حرمت کی وجہ سے پھر بیٹوں کا ذکر ہے کہ وہ محبت میں محکم تر ہیں بہ نسبت اوروں کے ۔ **او اخوانھم** یا ان کے بھائی نسبی ۔ **او عشیرتھم** ۔ یا ان کے قبیلہ کے لوگ ۔ عشیرہ : لوگ جن سے مل کر کثرت ہوں ۔ یعنی مل کر بمنزلہ عدد کامل کے ہو جائیں کیونکہ عشیرہ عدد کامل ہے اسی معنیٰ پر انسان کے اقارب کے لوگ جب جماعت بن جائیں تو وہ عشیرہ کہلائیں گے ۔ العشیر و المعاشر قریب قریب ہیں یا عرف میں ایک ہیں ۔ القاموس میں ہے **عشیرۃ الرجل** ۔ انسان کے قریبی بنو الاب یا قبیلہ ۔ یا وہ مومن جو دین سے منسلک ہیں یعنی وہ ان قریبی عزیزوں سے دوستی نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھتے ہیں جب ان کا ایسے قریب ترین عزیزوں سے ان کا یہ رویہ ہے تو پھر وہ غیروں کو کیا سمجھیں ۔

مسئلہ :۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ غیروں کو بالکل چھوڑ دے بلکہ ہو سکے تو انہیں قتل کر دے یا ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے ۔ (صلحکلی سبق حاصل کریں) ۔

غیور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات

صلحکلی الزام لگاتے ہیں کہ کسی سے عناد و بغض رکھنا اچھا نہیں ہم کہتے ہیں دشمن خدا اور سول جل جلالہ و

---

[1] ۔ یہ فرقہ کوئی معمولی نہ تھا اور نہ ہی جاہلوں کا ٹولہ تھا بلکہ ایک بہت بڑا گروہ تھا اور پایہ کے محدث ، مفسر ، مفکر ، فقیہہ ادیب تھے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں ہی پیدا ہو گئے اور اسلامی ممالک میں کافی پھیل گئے اور بہت زور دار پر اپنا مشن چلایا لیکن حق مذہب اہلسنت ہے اسی لیے باوجود بے سروسامانی کے جب سے ہے زندہ و تابندہ ہے اور انشاء اللہ تا قیامت زندہ و تابندہ رہے گا ۔ لیکن افسوس ان صلحکلیوں کا ہے جو بدمذاہب سے حسن سلوک کا درس دیتے ہیں اور خود کو دین کا ٹھیکیدار سمجھ کر بدمذاہب سے نفرت کے درس دینے والوں کو کوستے ہیں انہیں چاہیئے پہلے ائمہ مذاہب کو کوسیں ممکن کوسیں کیونکہ ان کے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم رجال نحن رجال ۔ اویسی غفرلہٗ ۔

صلی اللہ علیہ وسلم (سے بغض وعداوت عین اسلام ہے جو ان سے یارانہ و دوستی کا دم بھرتا ہے وہ بے غیرت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات ملاحظہ ہوں (اضافہ اویسی غفرلہٗ)

(۱) ۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوم بدر میں اپنے باپ الجراح کو قتل کیا۔

(۲)۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول (رضی اللہ عنہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھے تھے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آب نوش فرمایا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یارسول اللہ ابق فضلۃ من شرابك

یارسول اللہ اپنے پس خوردہ سے نوازیئے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ما تصنع بہا

اسے کیا کرے گا

عرض کی :

ابقیہا ابی لعل اللہ یطہر قلبہ

باپ کو پلاؤں گا ممکن ہے اس کا دل پاک ہو جائے

فعجل ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس خوردہ انہیں عطا فرمایا ۔ وہ اپنے باپ کے پاس آئے ۔ باپ نے پوچھا یہ کیا ہے کہا :

فضلۃ من شراب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جئتك بہا لتشربہا لعل اللہ یطہر قلبك ۔

ترجمہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پس خوردہ ہے آپ سے لے آیا ہوں تاکہ تم پیو ممکن ہے اس سے تمہارا دل پاک ہو جائے ۔

بدبخت نے جواباً کہا[1] :۔

ھل جئتنی ببول امك

اپنی ماں کا پیشاب ہی لایا ہوتا

---

[1] ۔صحابی عبداللہ کی عقیدت بھی دیکھئے وہابی عبداللہ کی نحوست بھی دیکھئے کہ صحابی تبرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازاں ہے لیکن بدبخت وہابی آج بھی تبرک کو نجس کہنے سے باز نہیں آتا ۔ آزما کر دیکھئے ۔

غیرت صحابی کا تقاضا:- حضرت عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور پہنچ کر عرض کی:

ائذن لی فی قتل ابی

مجھے باپ کے قتل کرنے کی اجازت بخشئے۔

آپ نے فرمایا اس کے ساتھ نرمی اور احسان کر۔[1]

۳۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا باپ سے رویہ: سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے تو ان سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ناشائستہ کلمات سرزد ہوئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ زمین پر گر پڑے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

او فعلتہ

اے صدیق کیا تم نے ایسا کیا تھا

عرض کی:

نعم : ہاں

آپ نے فرمایا:

فلا تعد

تو پھر ایسا نہ کرنا۔

عرض کی:

واللہ لو کان السیف قریبًا منی لقتلتہ۔

بخدا اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا۔

---

[1] ۔اس سے صلحکلی حضرات استدلال نہ کریں کیونکہ یہ اس وقت کا حکم ہے جب منافقین کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کا حکم تھا جب حتمی تمیز الخبیث من الطیب آیت اُتری پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کے اسلام کا قصہ یوں ہے کہ ریاض النضرۃ جلد ۱ ص۴۵۔ الاتحاف بحب الاشراف ص۹ شرح ابن ابی الحدید جلد ۱۴ ص۶۸ ابن حجر العسقلانی الشافعی الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد ۷ ص۱۱۲ و ص۱۱۶ میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لما فتح مکۃ و دخلھا ابی بکر بابیہ ابی قحافہ عند النبی یسلم علی یدیہ صلی اللہ

فائدہ:۔ التکملہ میں ہے اس روایت میں نظر ہے کیونکہ یہ سورۃ مدنیہ ہے اور ابوبکر مع اپنے باپ کے اُس وقت مکہ میں تھے (جب یہ واقعہ ہوا)

تردید از صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ:۔ فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ واقعہ اس قول پر صحیح ہے جس نے کہا کہ اس سورت کا عشرہ اول مدنی ہے باقی مکی ہے (اویسی غفرلہٗ عرض گزار ہے کہ واقعات مکہ میں ہوں یا جہاں آیات کی مناسبات سے مذکور ہوں تو کونسا حرج ہے یہ کوئی شان نزول تھوڑا ہے کہ واقعات کا اس کے ساتھ مناسبت ضروری ہو۔ فافھم ولا تکن من الغافلین۔

بیٹے سے مقابلہ:۔ یوم بدر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لیے للکارا تو حضور

حاشیہ بقیہ ص۷۴

علیہ وسلم وکان ابو قحافہ أعمی وذا ابنیۃ فلما أتی بہ قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا ترکت الشیخ ای أباہ) حتی ناتیہ قال یارسول اللہ أردت أن یأجرہ اللہ عزوجل (و فی رویتہ ھو أحق أن یمشی الیک من ان تمشی الیہ) ثم قال ابوبکر للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أما والذی بعثک بالحق لانا کنت اشد فرحًا باسلام أبی طالب منی باسلام أبی۔ جناب محب الدین طبری الشافعی ریاض النضرۃ جلد ا ص۴۶ وغیرھم میں لکھتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار جناب ابو قحافہ کو لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان کے والد محترم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام لائیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تو فرمانے لگے اے ابوبکر تم اپنے باپ کو چھوڑ آتے یہاں تک کہ میں خود ان کے پاس آجاتا کیونکہ ان کے والد نابینا اور بوڑھے ہو چکے تھے تو حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ یارسول اللہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ اجر عطا کرے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے کہا کہ یارسول اللہ اُن کا چل کر آپ کے پاس آنا بہتر ہے اس سے کہ آپ ان کے پاس چل کر آئیں۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق پر مبعوث کیا کہ ابوطالب کا ایمان لانا میرے باپ سے میرے لیے زیادہ خوش کن تھا۔

فائدہ:۔ یہ ہے پیار اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کرشمہ۔

الجواب:۔ یہ حوالہ بجائے اس کے کہ کفر ابوطالب کے لیے صریح ہے لیکن شیعوں نے اس سے کبھی ثبوت پیش کر دیا کہ ابوطالب مومن تھا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جائیے۔ عرض کی:

دعنی یا رسول اللہ اکن فی الرعلۃ الاولی

ترجمہ:۔ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑیئے بہادروں کے پہلے جتھے میں مجھے جانے دیجئے۔

فائدہ:۔ الرعلۃ الاولی القطعۃ من الفرسان۔ بہادروں کا ایک گروہ۔

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

متعنا بنفسك یا ابا بکر اما تعلم انك بمنزلہ سمعی وبصری

(روح البیان ص۴۹۳ ج ۹)

ترجمہ:۔ اے صدیق ہمیں نفع اٹھانے دیجئے کیا تمھیں معلوم نہیں کہ تم تو میرے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہو۔

تبصرہ صاحب روح البیان قدس سرہٗ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت معلوم ہوئی کیونکہ انھیں فرمایا تھا:

"تو میرے ہاں بمنزلہ ہارون کے ہے۔"

(فرق ظاہر ہے خود سمجھ لو)۔

(۵)۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو اُحد میں قتل کر ڈالا۔

(۶)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بدر میں قتل کر ڈالا۔

(۷)۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ۸۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۹)۔ سیدنا عبید بن الحارث رضی اللہ عنہ

نے بدر میں عتبہ، شیبہ ربیعہ کے بیٹوں اور ولید بن عتبہ کو قتل کر ڈالا حالانکہ یہ سیدنا علی وسیدنا حمزہ وسیدنا عبید رضی اللہ عنہم کے قبیلہ سے اور قریبی تھے۔

درس عبرت برائے صلح کلی:۔ صاحب روح البیان قدس سرہٗ یہ تمام واقعات لکھ کر آخر میں لکھتے ہیں کہ:

وکل ذلك من الغیرۃ والصلابہ

ترجمہ:۔ یہ سب کچھ غیرت اور دین کی مضبوطی کی وجہ سے تھا۔

حدیث شریف: حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العزۃ من الایمان والمذلۃ من النفاق ومن لاغیرۃ لا ایمان لہ۔ غیرت ایمان سے اور مقصد برابری منافقت ہے جسے غیرت نہیں اُسے ایمان نہیں۔

مسئلہ: حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُن لوگوں کیلئے ہے جو بادشاہوں کی صحبت کے حریص ہیں تو اس میں زجر ہے کہ[1] ع قرب سلطان آتش سوزاں بود۔ بادشاہوں کا قرب آتش سوزاں ہے۔

حکایت: حضرت عبدالعزیز بن ابو داؤد رضی اللہ عنہ منصور (خلیفہ عباسی) کو طواف کے دوران ملاقی ہوئے جب انہیں تعارف ہوا تو آپ اس سے بہت دُور نکل گئے اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔

حدیث شریف میں ہے جو ظالم کے پیچھے صرف سات قدم چلے (اتباع میں) تو وہ مجرم ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانا من المجرمین منتقمون۔ اور بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لیں گے۔

اولئك۔ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو دشمنان خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی نہیں رکھتے اگرچہ وہ ان کے قریب تر اور رشتہ کے لحاظ سے بہت زیادہ نزدیک ہیں۔

کتب۔ نقش کیا اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فی قلوبھم الایمان۔ ان کے دلوں میں ایمان ثبت فرمایا ان میں اس سے ایمان وہی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے خلق اصلاب و ارحام سے پہلے انہیں عطا فرمایا وہ کسی حال میں بھی ایمان مستعار کی طرح ٹلنے والا نہیں۔

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ اعمال ایمان کا جز نہیں کیونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور اعمال کا جوارح سے اور جوارح کی کوئی شے اس کے ساتھ ثبت کا ذکر نہیں یہ قدریہ (فرقہ) پر قطعی حجت ہے اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان و کفر بندہ خود ایجاد کرتا ہے۔

وایدھم۔ اور ان کی تائید کی اور قوت بخشی۔ اصل اس کا معنیٰ ہے قوی یدا ھم۔ ان کے ہاتھ کو طاقت دی۔

بروح منہ۔ اپنی طرف کی رُوح سے منہ بمعنی عند اللہ۔ من ابتدا ر غایت کے لیے ہے اسی سے نور القرآن یا دشمنوں پر مدد یا نور القلب (حقیقۃ الحال کا ادراک) یا مدارج رفیعہ روحانیہ کی طرف ارتقاء

---

[1] اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے اپنی ضرور یات دنیوی کے لیے چاپلوسی و خوشامد کرے وغیرہ وغیرہ۔

[2] اضافہ اویسی غفرلہٗ۔

عالم طبیعہ دینہ کے درک سے خلاص مراد ہے ان سب کو رُوح سے اس لیے تعبیر کیا گیا تاکہ وہ حیات کا سبب ہے۔

فائدہ: حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رُوح کی حیات تائید سے نفس کی تائید رُوح سے رُوح کی تائید ذکر سے ذکر کی تائید ذاکر سے اور ذاکر کی تائید مذکور سے ہوتی ہے۔

ویدخلھم۔ اور آخرت میں انہیں داخل کرے گا جنات تجری من تحتہا باغات ہیں جن کے نیچے جاری ہیں یعنی ان کے درختوں یا محلات کے نیچے۔ الانھار۔ نہریں چار۔ آب۔ شیر۔ خمر۔ شہد کی۔

خالدین فیہا۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ابد الآباد ان کے قریب نہ پھٹکے گا زوال نہ موت نہ مرض نہ فقیر۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منادی اعلان کرے گا کہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور بیمار نہ ہو گے اور تمہارا وقت آگیا ہے کہ ہمیشہ نعمتوں میں رہو نا امید نہ ہو۔

رضی اللہ عنہم۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوا اسی طاعت سے جو انہوں نے دنیا میں کی، الارشاد میں ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہے تعلیل کے قائم مقام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمت عاجلہ کے آثار سے فیضیاب فرمایا الرضی سخط (غضب) کی نقیض ہے ورضوا عنہ اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے اس کرامت و برکت سے خوش کہ جوان کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا وہ آخرت میں انھیں عطا ہوا۔ الارشاد میں ہے کہ یہ ان کی خوشحالی کا بیان ہے جو انھیں عاجلہ عطا ہوگا۔

اولئک حزب اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے یہ ان کی تشریف و تکریم ہے اس سے جو انھیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص نسبت نصیب ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ کا گروہ اور اس کے دین کے انصار ہیں۔

فائدہ: حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا الحزب بمعنی گروہ یعنی ابدال ان سے اُوپر صدیقین ہوتے ہیں (وہی حزب اللہ ہیں)۔

الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ خبردار اللہ تعالیٰ کی جماعت کامیاب ہے وہ تکالیف سے نجات اور مرغوبات میں کامیاب ہیں نہ ان کے غیر اور وہ ہیں شیطان کی ٹولی جو رسوائی اور خسارے والے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی جماعت کی سعادت نشأتین و خیر دارین میں کامیابی کا بیان ہے۔

تفسیر صوفیانہ: بعض اہل اشارہ نے فرمایا کہ حزب اللہ اہل معرفت اور اہل محبت اور اہل توحید ہیں وہی بنصرۃ الٰہی مہالک قہریات و مصارع امتحانات میں کامیاب ہیں۔

اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ سے پایا ان میں کوئی ایک ظاہر ہو جائے تو بطلان والے شکست کھا گئے بھاگتے اور مغالطہ ڈالنے والے متفرق ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں پر اپنے نور ہیبت کی چادر لٹکا رکھی ہے اور انہیں اپنی عظمت کے جھنڈے عطا فرمائے ہیں۔ ان سے خونخوار بھاگتے اور بڑی گردنوں والے ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حسن رعایت سے انہیں محفوظ رکھا ہوا ہے اور انکار اللہ تعالیٰ کی قدرت کی چمک ہے اور عالمین نے اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے اذکار کے چرچے کیسے ہوئے ہیں اور ان کی قدریں بلند فرما رکھی ہیں لیکن ان کے اسرار مخفی رکھے ہیں۔

حزب اللہ کون؟

امام ثعلبی از جرجانی اور اُنہوں نے اپنے مشائخ سے سُنا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ فرمایئے تیری جماعت کون ہے خطاب آیا کہ آنکھیں بند ہاتھ خالی دل صاف والی میری جماعت ہے یہی میرے عرش کے گرد ہیں جو شخص آنکھ محارم سے بند اور ایذا رسانی خلق سے ہاتھ بند اور حرام کھانے سے (شکم) بند اور دل از ماسوا پاکیزہ رکھے وہ بھی منجملہ حزب حضرۃ اللہ ہے اسی معنیٰ پر کسی نے کہا۔

از ہر چہ ناروا است بر دو دیدہا بہ بند
وز ہر چہ ناپسند بود دست باز دار
لوح دل از غبار تعلق بشوی پاک
تا با شدت بحلقۂ اہل قلوب بار

ترجمہ: جو ناجائز ہے اس سے آنکھ بند کر دہ جو ناپسندیدہ ہے اسی سے ہاتھ پھیر لے۔
تعلق کے غبار سے لوح دل صاف کر۔ تا اہل قلوب کے حلقہ میں تجھے باریابی نصیب ہو۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ رُوح اب ہے اور سر و خفی و قلب۔ نفس۔ ہویٰ اور نفس کے صفات اولاد۔ جب سے رُوح کا ازدواج قالب سے ہوا ان کی ولادت ہوئی۔ سر کی اُخوت مع النفس اور اخوت القلب مع الھویٰ ہے۔ ان دونوں کے صفات کا عشیرہ مع الخفی کیونکہ یہ سب ایک ہی دادی اور ایک اصل سے ہیں اور وہ ہے رُوح۔ جس نے توحید کلّی روحی سری۔ قلبی خلفی کے ساتھ تعلق مع النفس الھوی اور ان کی صفات ظلمانہ شیطانیہ کا توڑ کر حضرت الٰہیہ سے تعلق جوڑا تو ایسا کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کی الواح ہیں اور صفاح اسرار میں ایمان حقیقی۔ شہودی عیانی لکھ دیا ہے اور ان کی تائید کے ساتھ روح شہود کلی جمعی کے جو جامع ہے میں شہود الوحدۃ الذاتیہ

الحقیقیہ اور بین شہود الکثرۃ الاسمائیہ انسبیہ کے اور دونوں شہودین کے درمیان جمع ہونا وفتۃً واحدۃ ہو ابغیر کسی تخلل کے ان کے درمیان میں اور بغیر کسی حجاب کے ایک دوسرے سے اور انھیں اللہ تعالیٰ داخل کرے گا باغات میں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں جن کا پانی تجلیات ذاتیہ وصفاتیہ واسمائیہ ہیں جو مشتمل ہیں علوم ومعارف وحقائق وحکم پر دائماً ابداً۔ ابدا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا ان کی فناء از انا سوتیتہ سے اور وہ اس سے راضی ہوئے بقاء بلاہوتیہ سے وہی اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات واسماء کے مظاہر ہیں۔

الا ان حزب اللہ۔ خبردار اللہ تعالیٰ کی جماعت ھم المفلحون وہی فلاح والے ہیں کیونکہ وہ قیومیت حق سے قیام پذیر ہیں۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ یہ دنیا و آخرت صرف دو یوم ہیں ایک دوسرے آگے پیچھے آنے والے اور متصل ہو کر اسی لیے دنیا کو الیوم اور آخرت کو غد (کل) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان ہر ایک کی اولاد ہے فلہذا اے دوستو! آخرت کی اولاد بنو دنیا کے بیٹے بننے سے بچو۔ آج (دنیا) تم دار العمل ہو اس میں حساب کوئی نہیں اور کل (قیامت) تم دار الآخرت میں ہوگے اس میں عمل نہ ہوگا۔ دنیا کی نعمتیں منقطع ہو جائیں گی لیکن آخرت کی نعمتیں غیر منقطع ہیں اور یہ ابرار کی شان ہے اور مقربین تو اہل اللہ ہیں وہ اہل دارین نہیں ہیں ان کی نعمتیں وہی تجلیات ہیں جو مذکور ہوئیں۔ درحقیقت وہی حزب اللہ ہیں کیونکہ انھیں ظاہراً و باطناً دارین میں کمال نصرۃ الٰہی نصیب ہوئی۔

تاریخ فراغ از صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ: تفسیر سورۃ المجادلہ بعون اللہ تعالیٰ جمادی الآخرہ کے اواخر ۱۱۱۵ھ میں ختم ہوئی اور فقیر اویسی غفرلہٗ نے بفضلہٖ تعالیٰ وبحرمۃ النبی الکریم سورۃ مجادلہ کی تفسیر کے ترجمہ سے ۱۶ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز چہارشنبہ (بدھ) پونے چار بجے فراغت پائی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

انا الفقیر القادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ ۱۶/۲/۹ھ

بہاول پور۔ پاکستان۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ

اٰیاتها ۲۴	سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِیَّةٌ (عدد نزول ۱۰۱)	رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ

لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ

حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۗ وَ

قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ

اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَاۤ اَنْ

كَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا ۭ وَلَهُمْ فِی

الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ

وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ

لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ
الْفٰسِقِيْنَ ○ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ
عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ
يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ
مِنْكُمْ ط وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ
هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ
قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِىْ صُدُوْرِهِمْ
حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○
وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ
قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

ترجمہ: سورہ حشر مدنی ہے اس میں ۳ رکوع ۲۴ آیات ۴۴۵ کلمے اور ۱۹۱۳ حروف ہیں۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور وہی عزت و حکمت والا ہے وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے تمھیں گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا اور اُس نے ان کے دلوں میں رُعب ڈالا کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں تو عبرت لو اے نگاہ والو اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر گھر سے اُجڑنا لکھ دیا تھا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب فرماتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ سے اور اُس کے رسول سے پھٹے رہے اور جو اللہ اور اُس کے رسول سے پھٹا رہے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے جو درخت تم نے کاٹے یا ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اُونٹ۔ ہاں اللہ اپنے رسولوں کے قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے کہ تمھارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کی مدد کرتے وہی سچے ہیں اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو اُن کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

تفسیر عالمانہ: سبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے جو کچھ زمینوں میں ہے۔

حل لغات: التسبیح بمعنی اللہ تعالیٰ سے برائی کو دور کرنا اور اس سے پاکی بیان کرنا جو الوہیت کی شان کے لائق نہیں اور وہ دل اور زبان اور حال سے ہوتی ہے۔ پہلی کی مثال بندے کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان امور سے بلند و بالا ہے جو اس کی الوہیت کے لائق نہیں وہ اس لیے کہ تفعیل معانی میں سے ہے اعتقاد بشی اور اس کا حکم لگانا جیسے توحید وتمجید وتعظیم بمعنی اللہ تعالیٰ کی وحدۃ ومجد وعظمت کا اعتقاد رکھنا اور اس کے لیے وحدۃ ومجد وعظمت کا حکم لگانا اسی معنیٰ پر ہے۔ تکفیر وتضلیل بمعنی کفر وگمراہی کا اعتقاد اور ان کا حکم لگانا ایسے ہی تجویز وتنبیح دوسرے کی مثال ایسی گفتار جو اللہ تعالیٰ کی بلندی پر دلالت کرے جیسے تکبیر وتہلیل وتامین بمعنی اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ اور آمین کہنا اور یہی مشہور ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی اسی طرح ہے تیسری کی مثال مصنوعات کی دلالت صانع پر کہ وہ موصوف ہے صفات جلال سے اور مقدس از امکان اور اس کے جملہ متعلقات سے۔ عام مفسرین نے تسبیح کی تفسیر دوسری اور تیسری قسم مراد لی ہے تاکہ تمام کی تسبیح کو عام ہو۔ (کذا فی بعض التفاسیر) لیکن جمہور محققین نے فرمایا کہ یہ تسبیح بلسان العبارۃ والاشارۃ مراد ہے نہ کہ بلسان الاشارۃ فقط کیونکہ جملہ موجودات عقلاء وغیر عقلاء اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہہ رہے ہیں اور بولتے ہیں کہ وہی ثناء کا مستحق ہے جیسے اس کی تحقیق سورۃ الحدید کے اول اور قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر گزری ہے۔ ؎

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است
دلے داند درین معنیٰ کہ گوش است
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانست
کہ ہر خارے بہ توحیدش زباں است

ترجمہ: اس کے ذکر جسے دیکھو فریاد میں ہے وہ دل جانتا ہے جس کے کان ہوں۔
کیا بلبل گل پر اس کی تسبیح نہیں پڑھ رہی کہ ہر کانٹا اس کی تسبیح زبان بنا ہوا ہے۔

پتھر درود خوان: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ پر درود وسلام پڑھتا تھا۔

طعام کی تسبیح: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم طعام کی تسبیح سنتے تھے حالانکہ اسوقت کھایا جارہا تھا۔

قرآنی دلائل

قرآن عظیم میں شہادۃ الجوارح والجمود کی نصوص موجود ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ زندہ ہو۔ جماد ان کی تسبیح ہے سبحان اللہ وبحمدہ اور یہ علی الاطلاق اور ہر موجود کی طرف منسوب ہے لیکن ہر موجود کی تسبیح مختلف ہے جیسے ہی جس کی نشاۃ کا تقاضا ہے اسی طرح اس کی تسبیح ہے جیسے بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ جب تم عوالم کو غور سے دیکھو گے تو انھیں اپنی طرح ذکر میں مشغول پاؤ گے اس بارہ میں کسی کا کوئی کشف ہے تو خیالی ہے حقیقی نہیں تیرا خیال ہی تجھے موجودات میں لے جاتا ہے ہاں اگر ان میں تنوعات الاذکار کا مشاہدہ کرد تو پھر وہ کشف صحیح ہوگا۔

وھو العزیز۔ وہی صاحبِ عزت اور صاحبِ قوت ہے۔

الحکیم۔ وہی صاحبِ حکمت باہرہ ہے۔

فائدہ: تسبیح کے بعد ان دو صفتوں کے لانے میں اشارہ ہے کہ تسبیح کا باعث اور داعی (سبب) کیا ہے اس لیے کہ عزت اس کے جلال کا نشان ہے اور حکمت جمال کا اور وہ ہر صفت کمال سے موصوف ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی وہ عقول آسمانوں میں ہیں اپنے معقولات سے جو صورت فکر کی مقیضی ہیں طریق ترتیب المقدمات و ترکیب القیاسات اور اقامت براہین قطعیہ اور ادلہ فکریہ سے اس لیے کہ تحصیل المطلوب میں ان کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس کی ذات منزہ ہے تنزیہات عقلیہ سے جو تعلیل کی مودبہ ہیں اور تسبیح کی وہ نفوس آسمانوں میں ہیں تشبیہہ سے بلکہ اس کی ذات مطلق وہ جامع ہے تنزیہ عقلی و تشبیہہ نفسی کو جیسے خود فرمایا، لیس کمثلہٖ شئ (اس کی مثل کوئی شے نہیں) یہی تنزیہ ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ یہ تشبیہہ ہے اس کی ذات مطلق ہے ساتھ احدیہ جمعیہ بین التنزیہ والتشبیہ دفعۃً واحدہ اس حیثیت سے تنزیہ تشبیہہ کی عین اور تشبیہہ تنزیہ کی عین ہے جیسے عارف محقق قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

فان قلت بالامرین کنت مسدودًا
وکنت اماما فی المعارف سیدا

ترجمہ:۔ اگر میں دو امروں کو کہوں تو مسدود ہو جاؤں اور میں معارف کا امام و سردار ہوں۔

تنزیہ اس کے اسم باطن کا نتیجہ اور تشبیہہ اس کے اسم ظاہر کا نتیجہ ہے (اسے اچھی طرح سمجھ لے)۔

وھو العزیز۔ اور عزیز بلند ہے جناب اس کی منزہ ہے غیر تشبیہہ سے۔
الحکیم۔ وہ حکیم ہے کہ جس کی حکمت کا تقاضا ہے۔ اس کے غیر تنزیہ سے مشابہ نہ ہو۔

یہودیوں کا تعارف

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ پاک میں تشریف لاتے ہی یہود کے (بنو نظیر) قبیلہ سے صلح کر لی (نضیر بچوں امیر) وہ یہودیوں کا قبیلہ تھا وہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کی اولاد سے تھے۔

فائدہ: سہیلی نے فرمایا کہ ان کی ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت صحیح ہے اس کی دلیل وہی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی اُم المومنین صفیہ بنت حی بن اخطب کو تسلی کے طور پر فرمایا تھا جبکہ اُم المومنین صفیہ کو بعض عورتوں نے عار دلائی (کہ تو تو یہودیہ ہے) آپ سُن کر رو دیں تو آپ نے فرمایا کہ تو تو بڑی شان والی ہے تیرا باپ ہارون تیرا چچا موسیٰ تیرا شوہر حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہما وسلم) یہ حدیث مشہور ہے۔

فائدہ: ر ۔ ۔ اخطب اس بنو نظیر گروہ کا لیڈر اور سردار ہے۔

فائدہ: بعض کتب میں ہے کہ یہ لوگ کاہن بن ہارون کی اولاد سے تھے۔

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کی آمد: بنی اسرائیل کا فتنوں کے زمانہ میں یہ لوگ یہاں آگئے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا چونکہ ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ یہاں ہوگی اسی لیے یہاں کی سکونت اختیار کی۔ بنو نظیر اور بنو قریظہ کو کاہنان کہا جاتا کہ ان کے ایک جد کا نام کاہن تھا اور تین قبیلے بنو نظیر۔ بنو قریظہ۔ بنو قینقاع حجاز کے وسط ارض العرب میں آباد ہوئے۔ اگرچہ یہ نسلاً یہودی تھے۔

ہجرت کا سبب: عمالقہ ارض حجاز پر لوٹ مار کرتے تھے اور یہود کی آبادی یثرب اور جحفہ سے تا مکہ پھیلی ہوئی تھی بنو اسرائیل نے عمالقہ کی شکایت موسیٰ علیہ السلام سے کی۔ آپ نے انہیں ایک لشکر ساتھ دے کر فرمایا کہ عمالقہ سے جنگ کریں یہاں تک کہ ان کا ایک فرد بھی باقی نہ بچے۔ عمالقہ سے خوب لڑے سب کو فنا کر دیا صرف بادشاہ کا ایک لڑکا بچ گیا اسے انہوں نے عمداً قتل نہ کیا کہ وہ حسین وجمیل تھا اسے غلام بنا کر واپس ملک شام کو لوٹے۔ اُس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہو چکا تھا۔ شام کے بنو اسرائیل نے انہیں کہا تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کیا ہے اسی لیے تم ہمارے ہاں رہنے کے لائق نہیں جاؤ جہاں جی چاہے۔ سب نے کہا وہاں واپس چلو جس علاقہ کو فتح کیا گیا وہیں پر زندگی بسر کریں چنانچہ واپس یثرب میں آکر قیام کیا اسی کو وطن بنایا وہیں پر پھولے پھلے یہاں تک کہ ان کے ہاں سیل العرم کے

بعد اوس وخزرج آئے اسلام کے ظہور تک یہ تمام مل کر اکٹھے رہے۔[1]

ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہودیوں کا حال

جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بنونضیر سے معاہدہ کیا کہ نہ ہم تمھیں چھیڑیں گے نہ تم ہمیں۔ جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں غلبہ پایا تو کہنے لگے نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی علامت ہماری کتاب تورات میں یہی ہے کہ ان کا جھنڈا رد نہ کیا جائے گا یعنی کوئی بھی اُن پر غلبہ نہ پاسکے گا یا کوئی بھی جنگ میں اُس کا جھنڈا انگوں نہ کرسکے گا۔ پھر جب جنگ اُحد میں مسلمانوں کو معمولی سی شکست ہوئی تو شک میں پڑکر معاہدہ توڑ دیا۔

کعب بن اشرف یہودی کی دشمنی کا آغاز

معاہدہ توڑتے ہی کعب بن اشرف نے چالیس سوار لے کر مکہ معظمہ پہنچ کر اہل مکہ کو حلیف بنایا اور قریش کے ساتھ کعبہ معظمہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ لڑنے کا معاہدہ کیا اور انہیں کہا ان سے معاہدہ ختم ہے۔

جبریل علیہ السلام کی حاضری

کعب بن اشرف کی ساری کارگزاری جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کر دی اور ساتھ ہی عرض کر دیا کہ یہود کا جو آپ کے ساتھ معاہدہ تھا وہ بھی اُنھوں نے توڑ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کعب بن اشرف کو جس طرح بن پڑے قتل کر دو۔ یہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔

کعب بن اشرف کا قتل

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف کو غیلہ یعنی دھوکہ دے کر قتل کیا۔ الغیلہ بمعنی الخدیعہ یعنی کسی کو دھوکہ دے کر کسی جگہ پر لے جاکر قتل کر دیا جائے۔ جب کعب بن اشرف آپ کے ساتھ ہولیے تو آپ نے اسے قتل کر دیا۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت محمد بن مسلمہ (بفتح المیم) رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس رات کو تشریف لائے اسے اپنے گھر سے باہر اس پروگرام پر لے گئے کہ مجھے کھجوروں میں سے کچھ قرض دے دے وہ آپ کے ساتھ آیا جب مقام

---

[1] مزید تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب ''محبوب مدینہ'' میں ملاحظہ ہو۔ (اویسی غفرلہٗ)

معلوم تک پہنچے تو اسے قتل کر دیا۔ یہ خوشخبری لے کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پہنچے تو آپ سن کر بہت خوش ہوئے۔

نبوی سیاست: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کعب بن اشرف کو قتل کرانا اس لیے تھا کہ یہود کے دل ٹوٹ جائیں اور ان کی قوت کمزور ہو جائے۔

یہود کی سازش اور معجزہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بعض اخبار میں ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو نضیر کے ہاں عشرہ بشرہ کے سوا چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی دیت کی استعانت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق و سیدنا عمر و سیدنا علی رضی اللہ عنہم تھے۔ بنو نضیر نے کہا آپ ہماری دعوت قبول فرمایئے کھانا تناول فرمالیں۔ پھر جیسے حکم ہوگا تعمیل ہوگا۔ آپ ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ یہودیوں نے کہا اب موقعہ عجیب ہے کوئی ایک اس گھر کے اُوپر سے بھاری پتھر گرا دے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام تمام کر دے (معاذاللہ) ان کے ایک لیڈر بدبخت عمرو بن جراش نے کہا کہ یہ کام میں سرانجام دوں گا۔ ان کے دوسرے ایک اور لیڈر سلام بن مشکم نے کہا ایسا مت کرو ان کو اللہ تعالیٰ تمھاری کارروائی کی خبر آسمان سے بھیج دے گا۔ اس طرح سے تمھارا معاہدہ کا پردہ کھل جائے گا۔ بدبختوں نے سلام بن شکم کی ایک نہ مانی۔ بالآخر عمرو بن جاش بدبخت اس مکان پر چڑھا تاکہ آپ پر پتھر گراتے اس کی کارروائی سے پہلے آپ کو آسمان سے خبر پہنچی۔ آپ چپکے سے اُٹھے اور ساتھیوں سے فرمایا میں قضاء حاجت کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ ساتھیوں کو وہاں چھوڑ کر جلدی سے مدینہ طیبہ (شہر) میں تشریف لائے۔ آپ کی اس واپسی کا آپ کے کسی ساتھی کو علم نہ ہوا۔ جوں دیر ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش ہوئی تو آپ کی تلاش میں نکلے راستہ میں ایک شخص ملا اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں بخیر و سلامت پہنچ گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے تو آپ نے انھیں یہودیوں کی تمام خفیہ کارروائی کی خبر دے دی۔ یہودی اپنی اس کارروائی سے سخت نادم ہوئے جبکہ انھیں معلوم ہوا کہ آپ کو آسمان سے خبر ملی۔

یہود کو جلاوطنی کا حکم: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کے پاس بھیج کر حکم فرمایا کہ فوراً اس شہر کو چھوڑ جاؤ کیونکہ ان کی آبادیاں حدود مدینہ طیبہ میں ہی تھی (اسی لیے فرمایا میرے شہر سے باہر نکل جاؤ) اب تم ہمارے ساتھ گزارنے کے نہیں تم نے جو دھوکہ کرنا تھا کر لیا۔ یہود یہ حکم سن کر خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ دیا۔

منافقین کی شرارت: منافقین نے خفیہ پیغام بھیجا کہ اپنے قلعوں سے ہرگز نہ نکلنا ہم تمہاری مدد کریں گے۔ منافقین کی ڈھارس بندھوانے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب بھجوایا ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلتے جو کچھ کرنا چاہو کر لو۔

یہود کا سرغنہ: منافقین کے اکسانے پر اس ترش جواب دہی میں حی بن اخطب تھا جو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ تھا اور یہود کا سرغنہ اور سب سے بڑا شریر تھا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں بنو نظیر کے ساتھ جنگ کا اعلان فرمایا تو اہلِ مدینہ فوراً جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ حمار مبارک پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی تھی اور جھنڈا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے صحابہ سمیت نماز عصر یہود کی بستی کے قریب ادا فرمائی۔ یہود چونکہ قلعوں میں بند ہو چکے تھے۔ اب وہ قلعوں کے اوپر سے تیر اندازی اور سنگ اندازی کرنے لگے اور گلیوں کوچوں کو بند کر دیا تھا اور خود بھی قلعوں میں بند تھے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکیس روز ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ جب انہوں نے ان کے دلوں پر رعب ڈالا اور ادھر منافقین کی امداد سے بھی نا امید ہوئے تو صلح کے طالب ہوئے آپ نے فرمایا اب جلاوطنی کے سوا تمہارے لیے اور کوئی حکم نہیں صرف اس قدر تمہیں مہلت ہے کہ ہر تین گھروں میں سے ایک اونٹ کا بوجھ اٹھا کر جو چاہو لے جا سکتے ہو سوائے ہتھیاروں کے۔

یہودیوں کی جلاوطنی کا منظر: یہودیوں نے چھ اونٹ خوب سنوارے اور خود بھی سج دھج سے آراستہ ہوئے۔ پہلوانوں کی طرح اکڑ کر اور نہایت سرور و فرحت کا اظہار کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کے بازار سے گزر رہے۔

کوئی کہاں گرا کوئی کہاں گرا: جلاوطنی کے بعد بعض تو شام کے ملک وریحا کی طرف فلسطین میں اور کوئی اذرعات کی طرف دمشق میں چلے گئے۔ صرف دو گھر خیبر میں آ گئے:

(۱)۔ آل ابی الحقیق۔

(۲)۔ آل حی اخطب۔

ایک گروہ حیرہ میں بھی چلا گیا تھا۔

فائدہ:۔ الحیرہ بالکسر کوفہ کے ایک شہر ہے اور بنو نضیر سے صرف دو شخص مسلمان ہوئے:

(۱)۔ سفیان بن عمیر بن وہب۔

(۲) سعد بن وہب ۔
ایک شرط پر ان کے اموال ان کے سپرد کیے اس واقعہ پر سبح للہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض تا و اللہ علیٰ کل شی قدیر نازل ہوئی۔

تاریخی تحقیق: حضرت محمد نے فرمایا کہ بنو نضیر کی جلاوطنی غزوۂ اُحد کے رجوع کے بعد ۳ھ میں ہوئی اور بنو قریظہ کی فتح غزوۂ احزاب سے رجوع کے بعد ۵ھ میں ہوئی۔ ان دونوں کے درمیان دو سال کا فاصلہ ہے۔

فائدہ:۔ انسان العیون میں ہے کہ غزوۂ بنو نضیر ربیع الاول ۴ھ میں ہوا اور یہود کی جلاوطنی بھی اسی سال ہوئی۔

تحقیق سلسلہ جلوتیہ شریف

الجلاء (بالفتح) شہر سے نکلنا اور اس سے جدا ہو جانا۔ اہل لغت کہتے ہیں اجلیت القوم الخ میں نے قوم کو ان کے گھروں سے جدا کیا۔ وجلوتھم فاجلوا۔ ان کو میں جدا کیا تو وہ جدا ہوئے یعنی جلاوطن ہوئے بمعنی ابرزتھم عنہا۔ میں نے گھروں سے ظاہر کر دیا۔ دراصل الجلوا بمعنی الکشف الظاہر اسی سے ہے۔ طریقہ جلوتیہ شریف (بالجیم) کیونکہ صفات الٰہیہ سے ظاہر ہے اس کی تحقیق اپنے مقام پر گزری۔

فائدہ:۔ الجلاء الخروج سے اخص ہے کیونکہ الجلاء جماعت کے نکلنے کو کہا جاتا ہے یا ان کے نکالنے کو اور الخروج والاخراج جماعت پر بھی بولتے ہیں اور فرد پر بھی۔ بعض نے ان میں ایک اور فرق بھی ہے وہ یہ کہ الجلاء مع اہل وعیال کا نکلنا بخلاف الخروج کے کہ اس میں یہ شرط نہیں۔

مسئلہ:۔ علماء کرام نے فرمایا کہ اہل حرب سے بغیر کسی شے کے جلاوطن کرنا آج کے دور میں ناجائز ہے کیونکہ یہ حکم اول الاسلام میں تھا بعد کو منسوخ ہو گیا۔ اب تو اہل حرب کے ساتھ جنگ ضروری ہے یا قید یا جزیہ۔

تفسیر عالمانہ: وھو الذی۔ وہ اللہ جس نے ذلیل کر کے اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب جس نے کافر کتابیوں کو نکالا۔ یہ ان کے عزت کے بعض آثار اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط حکمت کا بیان ہے یعنی حکم فرمایا اہل تورات یعنی بنو نضیر کے نکل جانے کا۔ من دیارھم۔ ان کے گھروں سے دار کی جمع ہے۔ دار و بیت میں فرق یہ ہے کہ دار دار ہی رہتی ہے خواہ اس کی دیواریں مٹ جائیں اور بیت مٹ جانے کے بعد ختم۔ کیونکہ بیت وہ ہے جو سقف (چھت والا) ہو چکا مدخل ایک ہو رات گزرنے کے

لئے کہ جب جا رہیں گے تمہیں یہاں سے جلاوطن کر دیں گے ۱۲: تفصیل کتب تاریخ میں ہے ۱۲: اویسی غفرلہ

لیے بنایا جاتا ہے اس کی دیواریں تین ہوں یا چار یہ معنیٰ صفہ میں بھی موجود ہے صرف فرق یہ ہے کہ صفہ کا مدخل زیادہ کھلا ہوتا ہے لیکن اس کو بیت کہا جا سکتا ہے اور البیوت مخصوص ہے صرف مسکن کے لیے اور ابیات مخصوص ہے شعر کے لیے۔

لاول الحشر۔ ان کے پہلے کے حشر کے لیے۔ لام اخرج سے متعلق ہے لام توقیت کی لعینی ان کے پہلے حشر کے وقت لعینی شام کی طرف۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ لام علت کی ہے لعینی یہود اس لیئے نکالے گئے تا کہ ان کا پہلا حشر شام ہو الحشر بمعنی جماعت کو ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نکالنا یہ بنی اسرائیل سے تھے انہیں پہلے جلاوطنی ہرگز نہ پہنچی تھی کیونکہ انکا پہلے شام سے مدینہ پاک میں آنا اپنے اختیار سے تھا یہی وہ پہلے لوگ ہیں جو جزیرہ عرب سے شام کی طرف نکالے گئے۔ اس معنیٰ پر یہ اول آخر کا بالمقابل نہ ہوگا۔ اسے جزیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ اسے بحرالحبشہ و بحر فارس و دجلہ و فرات گھیرے ہوئے ہیں۔

جزیرہ کا طول وعرض

خلیل بن احمد نے کہا کہ جزیرہ کا مبداطول میں ابو موسیٰ کی گڑھی سے ہے یمن کی طرف اور ذمل الحسیرین سے کبیرین، ایک جگہ ہے احسار کے بالمقابل تا منقطع اسماوہ عرض میں۔ السماوہ بالفتح، کوفہ و شام کے درمیان ایک جگہ ہے یہی ان کا پہلا حشر ہے دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انہیں جلاوطن کرنا خیبر سے شام کی طرف جب انہیں حدیث ملی کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے۔ آخر حشر قیامت میں کیونکہ میدان حشر ملک شام میں ہوگا۔

ماظننتم۔ اے مسلمانو! تمھیں گمان نہ تھا۔ ان یخرجوا۔ وہ نکلیں گے اپنے گھروں سے ایسی ذلت وخواری سے بوجہ ان کی شدت طاقت اور ان کے قلعوں کی مضبوطی اور ان کی کثرت عدد کے۔

وظنوا۔ اور کافروں نے گمان کیا تھا پختہ گمان جو یقین کے مرتبہ میں تھا اور وہ فعل الیقین یا اس کے قائم مقام کے بعد واقع ہوتا ہے۔

انھم مانعتھم حصونھم من اللہ۔ بیشک انھیں ان کے قلعے اللہ تعالیٰ سے بچائیں گے۔

المفردات ۲۴ =

الحصون ۔ حصن (بالکسر) کی جمع ہے وہ مضبوط جگہ جس کے وسط میں نہ پہنچا جا سکے ۔

حل لغات:۔ القلعہ بمعنی وہ مضبوط حصن جو پہاڑ پر بنایا جائے ۔ پہلا دوسرے سے عام ہے ۔
تحصن ۔ قلعہ کو مسکن بنا کر پھر اسے عبور کیا جاتا ہے ۔

درع حصینہ ۔ اس لیے کہ وہ بدن کے لیے بمنزلہ حلقہ کے ہے ۔
فرس حصان ۔ اس لیے کہ وہ گھوڑا اپنے سوار کے لیے گویا قلعہ ہے ۔ اب معنیٰ یہ نکلا کہ ان کا گمان تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب و قہر سے بچالیں گے خبر کو مقدم کر کے جملہ کا اسناد ان کی ضمیر کی طرف کیا گیا تا کہ معلوم ہو کہ انہیں قلعوں پر حد سے زیادہ بھروسہ تھا اور ان کا اعتقاد راسخ تھا کہ نہایت عزت اور ایسی رکاوٹوں سے محفوظ ہیں کہ انہیں ہلا نہ سکے گا ۔ مسند کی تقدیم قصر المسند الیہ علی المسند کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ قائم زید کا معنیٰ ہے کہ زید قیام پر مقصور ہے کہ اس کا اس سے قعود کی طرف تجاوز نہیں ایسے ہی آیت کا معنیٰ ہے کہ ان کے قلعوں کی صفت مانعیت کے سوا اور کوئی نہیں یہ بھی جائز ہے کہ ما نعتہم خبر ہو کیونکہ اس کا مرفوع ہونا فاعلیت کی بناء پر ہے اس کا اعتماد مبتداء پر ہے ۔

سوال :۔ مانعتہم کو مبتداء اور حصونہم کو اس کی خبر بنانے میں کونسا مانع ہے جبکہ دونوں معرفہ ہیں ۔

جواب :۔ مانعتہم معرفہ نہیں نکرہ ہے کیونکہ اس کی اضافت غیر مخصصہ ہے علاوہ ازیں قصد اخبار عن الحصون ہے ۔ اگر مبتداء خبر بنائے جائیں تو یہ مقصد حاصل نہ ہو گا ۔

فاتاھم اللہ ۔ پس ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم اور وہ تقدیر آئی جو ان کے لیے مقدر ہو چکی تھی ۔

من حیث لم یحتسبوا ۔ (جہاں سے ان کا گمان نہ تھا) ان کے دل میں بھی نہ کھٹکا تھا وہ ہے ان کے رئیس کعب بن اشرف کا اچانک اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہو جانا کیونکہ اس کے قتل ہو جانے پر ان کی قوت میں ضعف اور شوکت میں کمی آئی اس روز سے ان کے دلوں سے امن و چین اٹھ گیا اور ان میں رعب ڈال دیا گیا ۔ فاء یا تو تعقیب کی ہے اس میں اشارہ ہے کہ پاس ان کے ظن کے بعد معمولی مدت کے بعد پیدا ہوا یا سببیہ ہے تو اشارہ ہے کہ ان کی گرفت ان کے اعجاب بالنفوس ہوئی جبکہ انہوں نے قدرت الٰہی سے قطع نظر کر لی اور نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت کا مالک ہے ۔

عالمے را در دمے ویراں کند کس نمی آرد کہ آنجا دم زند

ترجمہ :۔ جہان کو ایک لمحہ میں ویران کرتا ہے کسی کو طاقت نہیں کہ وہاں دم مارے ۔

وقذف فی قلوبھم الرعب۔ اور ڈال دیا اُن کے دلوں میں رعب۔

حل لغات:۔ القذف بمعنی الرمی البعید یہاں القاء (خوف ڈالنا) مراد ہے۔ الکشاف میں ہے کہ قذف الرعب سے اس کا اثبات اور مرکز مراد ہے۔ اسی سے ہے جو شیر کی صفت میں کہا جاتا ہے مقذف وہ شیر جو گوشت سے پُر ہو کہ اس کے اجزاء ایک دوسرے میں گویا مرکوز ہیں۔

الرعب بمعنی خوف کے امتلاء سے منقطع ہونا اسی امتلاء کے تصور پر کہا جاتا ہے۔

رعبت الحوض۔ (میں نے حوض پر کیا) اور قطع کے اعتبار سے کہا جاتا ہے۔

رعبت السنام (میں نے کوہان کاٹا) بعض نے کہا وہ خوف جو دل کو بھر دے جس سے عقل متغیر اور نفس عاجز اور رائے مغشوش اور تدبیر متفرق اور بدن متفرر ہو جائے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں وہ خوف ثابت فرمایا جس نے انھیں مرعوب اور پُر کر دیا کیونکہ معتبر وہی رعب ہے جو ثابت ہو اور جو سریع الزوال ہو وہ غیر واقع کی طرح ہے کہ گویا وہ ہوا ہی نہیں۔ اس تقریر پر تکرار لازم نہیں آیا کیونکہ مانا کہ اصل رعب تو فأتاھم اللہ میں بیان کیا گیا لیکن حصول و ثبوت میں فرق ہے تو پہلا حصول کے لیے ہے دوسرا ثبوت کے لیے۔

فائدہ:۔ آیت سے ثابت ہوا کہ رعب ان کے بعض افعال کے اقدام کا سبب ہوا خلاصہ یہ کہ فعل مکمل طور اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کے اسباب قلب میں مؤکد طور حاصل ہوں اور سبب کا حصول اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے نتیجہ نکلا کہ جملہ افعال اس طریق سے اللہ تعالیٰ کی طرف مسند ہیں۔

یخربون بیوتھم بایدیھم اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے خراب کرتے ہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ رعب کے وقت ان کی حالت بیان کرنے کے لیے ہے تاکہ بند کریں اسے جو انہوں نے توڑا لکڑیوں اور پتھروں سے گلیوں کے راستے اس ارادہ پر کہ ان کی جلاوطنی کے بعد ان کے گھر مسلمان کے لیے سکونت کے قابل نہ رہیں اور اس لیے کہ وہ اپنے پسندیدہ آلات جتنا لے جانا چاہیں لے جائیں۔

حل لغات:۔ اخراب و تخریب ایک شے ہے کہا جاتا ہے ضرب المکان خرابا (مکان خوب خراب ہوا) عمارۃ کی نقیض ہے۔ اخربہ و خربہ یعنی مکان کو توڑ پھوڑ کر خراب کیا۔ صرف اتنا فرق ہے کہ تشدید میں مبالغہ ہے کہ اس میں تکثیر کا معنیٰ ہے کثرت بیوت کی وجہ سے باتشدید موزوں ہے یہی قرأۃ ابوعمرو کی ہے اور انہوں نے اخراب و تخریب میں فرق بتایا ہے وہ یہ کہ باتشدید ہو تو بمعنی ہرم ونقص و افساد کے ہے با لھمزہ ہو تو جگہ کا چھوڑنا مراد ہوتا ہے بالتشدید اس لیے مختار ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ گھر ایسے توڑے پھوڑے گئے کہ کسی کے رہنے کے قابل نہ تھے اور اخراب یہ کہ

یہ صرف ساکن زر رہے حالانکہ یہ بات نہ تھی بلکہ یوں ہوا کہ بنو نضیر نے مکانات کو توڑا پھوڑا جیسا کہ اس پر بایدیھم وبایدی المؤمنین دلالت کرتا ہے۔

سوال۔ بیوتھم کیوں کہا دیارھم کیوں نہیں کہا تاکہ ماسبق کے موافق ہو اور پھر ان کو کیسے نکالا گیا جب کہ وہ خراب ہو گئے۔

جواب۔ چونکہ دار وہ ہے جس میں بیوت ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں بعض خراب ہوئے اور بعض باقی رہے عقل کا تقاضا بھی یہی ہے علاوہ ازیں ان کا اخراج عمارۃ کے مقتضی بھی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اخراج کے ساتھ مکانات گرا دیئے جائیں۔

تفسیر صوفیانہ: حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہ اپنے گھروں یعنی قلوب کو اپنے ہاتھوں سے ویران کر کے یعنی بدعات سیئہ کے مرتکب ہوئے۔ —

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ پہلے انہوں نے دین و دل کو از روئے باطن خراب یہاں تک کہ باطن کی خرابی کی ظاہر پر اثر ڈالا تو خانہ بھی خراب کر دیا۔

تفسیر عالمانہ: وایدی المومنین۔ اور اہل ایمان کے ہاتھوں کہ وہ بھی انہیں خراب کرتے تھے یعنی ان کے قلعوں اور مضبوط جگہوں کو زائل کر کے تاکہ ان سے جنگ کرنا اور انھیں ضرر پہنچانا آسان ہو سکے۔ ہاتھوں کی طرف اخراب کا اسناد اس لیے ہے کہ وہ سبب تھے اس فعل کے گویا اُنہوں نے ہاتھوں کو حکم دیا اور مکلف بنایا یہ ایسے ہے جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جس نے اپنے والدین پر لعنت کی اور آپ کے دوسرے قول میں ہے سب سے کبیرہ گناہ ہے اس کے لیے جس نے اپنے ماں باپ کو گالی دی۔ عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ایسا ہوگا جو ماں باپ کو گالی دیتا ہو آپ نے فرمایا کوئی کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا ایسے ہی کوئی کسی کی ماں کو گالی دے تو گویا اس نے اپنے ہی ماں باپ کو گالی دی۔

تفسیر صوفیانہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ کفار کو بھروسہ قلعوں اور پتھروں پر اور مسلمانوں کو بھروسہ اپنے مالک غفار پر ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کو جائے پناہ حقیقی پر بھروسہ ہو گا وہ اپنی مراد پائے گا۔ دنیا میں بھی اور جس کو ماسوی اللہ پر سہارا ہو گا وہ اپنی تجارت میں کھلا اور واضح خسارہ پائے گا۔

فائدہ: انسان رب تعالیٰ کی بنائی ہوئی تعمیر ہے جو خودکشی کرتا ہے اور اس کا سبب بناتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کی تعمیر کو توڑتا ہے۔ اس معنیٰ پر وہ ملعون ہے ایسے ہی قلب کے حال کا قیاس کرو کیونکہ وہ اللہ کا

گھر ہے اس میں ایسے جدوجہد کرکہ کہیں اس پر نفس وشیطان غلبہ نہ پاجائیں۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

من آں نگیں سلیمان بہیچ نستانم
کہ گاہ گاہ برو دست اہرمن باشد

ترجمہ:۔ میں سلیمان (علیہ السلام) کی انگشتری کو معمولی قیمت سے خریدنے پر تیار نہیں کہ جس انگشتری پر گاہے گاہے دیو کا قبضہ ہو جائے۔

فاعتبروا۔ پس عبرت کرو

یا اولی الابصار۔ اے ارباب وعقول وبصائر نصیحت حاصل کرو ان ہولناک اُمور سے جو ان پر گزرے کہ وہاں عقل وفکر راہ نہیں پا سکتی اور ڈرو ایسے اُمور کے ارتکاب سے جو انھیں کفر ومعاصی کی طرف لے جاتے ہیں دونوں گروہوں کو اپنے نفوس پر منتقل کرو کہ کہیں تم ایسے نہ ہو جاؤ اور اسباب کی مضبوطی پر بھروسہ نہ کرو جیسے بنونظیر نے اپنے قلعوں اور گھروں کی مضبوطی پر بھروسہ کیا بلکہ اللہ پر توکل کرو۔

فائدہ:۔ عین المعانی میں ہے کہ جمیع دنیا کی تباہی وبربادی سے عبرت حاصل کرو ؎

جہاں اے پسر ملک جاوید نیست
ز دنیا وفاداری اُمید نیست

ترجمہ:۔ اے عزیز جہاں ہمیشہ کا ملک نہیں دنیا سے وفاداری کی اُمید نہیں۔

حل لغات:۔ الاعتبار العبور سے ہے۔ ایک شے سے دوسری شے کی طرف متجاوز ہونا اسی لیے عبرت کو عبرت کہا جاتا ہے کہ اس میں عین سے حد کی طرف منتقل ہونا ہوتا ہے اور اسی لیے اہل تعبیر کو اہل تعبیر کہا جاتا ہے کہ وہ متخیل سے معقول کی طرف ہوتا ہے اور الفاظ کو عبارات اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں معانی لسان قائل سے عقل مستمع کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ اور عربی مثال مشہور ہے:

السعید من اعتبر بغیرہٖ

ترجمہ:۔ سعادت وہ ہے جو اپنے غیر سے عبرت حاصل کرے۔

وہ اس لیے کہ غیر کے حال کو اپنے حال کی طرف منتقل کرتا ہے۔ ؎

چوں برگشتہ بختے در اُفتد بہ بند
ازو نیک بختاں بگیرند بند

ترجمہ:۔ جب کوئی بخت پھرا قید میں پڑتا ہے تو اس سے نیک بخت لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

تحقیق البصر

البصر (عضو معروف یعنی آنکھ) اور وہ قوت جو اس عضو (آنکھ) میں ہے۔ اور قلب کی قوت مدرکہ کو بصیرت کہا جاتا ہے اور بصر بھی لیکن عضو (آنکھ) کی قوت باصرہ کو بصیرۃ نہیں کہا جاتا (المفردات) بعض تفاسیر میں ہے کہ الابصار البصر کی جمع ہے وہ جو سر میں ہے اسی سے ہی عالم ملک کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اسی کو عالم شہادت بھی کہتے ہیں اور یہ مشاہدہ اتنا تیز ہے کہ رائی و مرئی (دیکھنے والے اور جسے دیکھا جائے) کے درمیان ہزاروں سال کی مسافت ہو تب بھی یہ قوت آنکھ جھپکنے میں دیکھ لیتی ہے۔ یہ نور جو آنکھ کے صدقہ میں ہے اسی مقدار تک ہزار سال کی مسافت تک آنکھ جھپکنے کی دیر میں مرئی (دیکھی ہوئی شے) تک پہنچ جاتا ہے جو کہ رائی حکایۃً (مرئی) کو پیش کر دیتا ہے[1]۔

البصیرۃ قلب میں ایسے ہے جیسے آنکھ میں بصارت وہ بصیرت عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتی ہے اور اسی کو عالم غیب بھی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر مشاہد (جس کا مشاہدہ کرنا ہے) عالم اعلیٰ میں ہو یا لوح محفوظ میں ہو بلکہ علم اللہ تعالیٰ میں ہو وہ امور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہیں کہ انہیں اس کے بیشک معلوم کریں تو وہ بندہ خدا اسے بھی ایک ہی آن میں مشاہدہ کر لیتا ہے کبھی کبھی ایسے حضرات کو ممتنع و غیر متناہی ایک خاص کے مشاہدہ سے مشاہدہ ہو جاتا ہے جیسے ہم اپنے وجدان میں پاتے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت سے ہے۔

فائدہ:۔ بعض لوگوں نے یہاں البصر کو مجازاً مشاہدہ کے معنیٰ میں لیا ہے کیونکہ وہ بھی مشاہدہ کے لیے ایک قسم کا آلہ ہے اور وہی عبرت کے لیے معتبر ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو وہ مشاہدہ مفقود کے حکم میں ہے اسی اعتبار پر اولی الابصار فرمایا ہے ورنہ اولی البصائر ہونا چاہیئے تھا اب اس کی تفسیر میں یوں معنیٰ ہوگا اے عقول و بصائر والو نصیحت حاصل کرو۔ یہی معنیٰ وعظ حاصل کرنے کو زیادہ لائق اور فاعتبروا یا اولی الالباب کے زیادہ موافق ہے کیونکہ اللب وہ عقل خالص جو بشریت کی کدورت (میل کچیل)

---

[1] یہ تو ایک خاکی نور کی کیفیت ہے پھر اس نور کا کیا کہنا جو ملکی ہے پھر ملکی کے نور آگے نور رسالت ہے لیکن لوگ چونکہ صرف ضد میں پھنس گئے ورنہ ولایت اور نبوت کی قوت کو سمجھنا مشکل نہ تھا اس کی مزید تحقیق فقیر کی کتاب "حاضر و ناظر" میں دیکھئے۔

سے صاف ہو اور البصیرۃ بھی جو قلب کی آنکھ ہے جب صاف ستھری ہو۔ ان عقلاء سے خاص جو خطاب بامر الاعتبار کے لائق ہیں باقی رہی صرف دیکھنے کی آنکھ تو جانوروں میں بھی ہے اور وہ لبصیرۃ جو صاف ستھری نہ ہو وہ تو عوام میں بھی ہے۔

فائدہ: بعض نے البصر کو اپنے حقیقی معنیٰ میں رکھا ہے اور اس کی تفسیر میں فرمایا کہ معنیٰ یہ ہے کہ عبرت حاصل کرے وہ شخص جس نے ان وقائع کا معائنہ کیا۔

فیصلہ: غور سے دیکھا جائے تو دونوں قولوں کا مآل ایک ہے کیونکہ صرف دیکھنا کسی کا کام نہیں جب تک اس میں بصیرت صحیحہ نہ ہو۔

قیاس کی تعریف: الوسیط میں ہے کہ اعتبار کا معنیٰ ہے اُمور میں نظر کرنا تاکہ اس سے کوئی دوسری شے (جو اس کی جنس سے ہو) معلوم کی جائے (اس کو ہم قیاس کہتے ہیں)۔

فائدہ: حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے کسی شے کو دیکھ کر عبرت نہ پکڑی تو اُسے وعظ و نصیحت کی ضرورت نہیں (یعنی جب وہ خود نصیحت حاصل نہیں کرتا دوسرے کی نصیحت سے اُسے کیا حاصل ہوگا)۔

قیاس کا استدلال: یہی آیت قیاس کی دلیل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متجاوز ہونے کا حکم فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ اسی دوسرے حال کو پہلے حال پر محمول کرو اس حکم میں جو ان دونوں کو آپس میں مشارکت ہے جو اس حکم کی متقاضی ہے اس کی مزید تفصیل کتب اُصولیہ میں ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اہل کتاب میں یہودی نفس اور نصرانی ہویٰ کی طرف اشارہ ہے ہم نے ہویٰ (خواہش نفسانی) کو نصرانی اور نفس کو یہود اس لیے کہا کہ نفس پر بیکار غلبہ ہے کیونکہ خواہش نفس کے لیے بمنزلہ رُوح کے ہے کہ جیسے جسم رُوح کے بغیر بیکار ہے ایسے ہی نفس خواہشات کے بغیر بیکار ہے اس معنیٰ پر کہا گیا ہے ہویٰ نفس کی رُوح ہے جو اس میں ہویٰ خواہشات حیوانیہ پھونکتی ہے۔ اس سے پھر وہ اسے جہنم کی وادی کی طرف دھکیل کر لے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صفات ظلمانیہ کی دیار صدمہ اولیٰ کے ساتھ اس کی جڑ کاٹتا ہے۔ ان کا گمان تھا کہ ان کی طبائع ردیہ کے قلعے انہیں صفات خبیثہ سے جدا ہونے سے روک دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تجلی قہری کے ساتھ ان کے ہاں تشریف لایا اور قلوب نفس و ہویٰ میں ان کے درمیان مفارقت کا رعب ڈالا کیونکہ وہ ہر ایک آپس میں ایک دوسرے پر ایسے سہارا رکھتے ہیں جیسے رُوح و جسم کو آپس میں ہے کہ جسم روح کے

بغیر قائم نہیں اور رُوح جسم کے بغیر۔ وہ خراب کرتے تھے اپنی صفات کے ہیت کو اپنی خواہشات گمراہ کنندہ کے ہاتھوں اور روح دسرتو قلب کی قوت سے کیونکہ ان تینوں پر نفسانیت کا غلبہ ہے۔ پس اسے عقل والو عبرت پکڑو یعنی وہ حضرات جن کا حق اجر ہو گیا جیسے حدیث قدسی میں ہے کہ وہ بندہ میرے سے دیکھتا سنتا ہے اور میری قوت سے پکڑتا ہے۔ (الی آخر الحدیث)

تفسیر عالمانہ:- ولولا ان کتب اللہ۔ اور اگر نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا یعنی حکم فرمایا علیھم۔ ان پر یعنی بنو نضیر پر۔

الجلاء۔ جلاوطنی گھروں سے نکلنا ایسی ذلت وخواری سے جس کی تفصیل ابھی گزری ہے۔

فائدہ:۔ لولا امتناعیہ ہے اس کا مابعد بتدا ہے ان مخففہ من المثقلہ ہے۔ اس کا اسم ضمیر شان مقدر ہے کہ دراصل لولا انہ الخ تھا اور کتب اللہ اس کی خبر ہے اور جملہ محلا مرفوع بالابتدا ہے اب عبارت یوں ہوئی کہ لولا کتاب اللہ علیھم الخلاء واقع فی علمہ او فی لوحہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر جلاوطنی اپنے علم یا لوح محفوظ میں لکھی نہ ہوتی لعذبھم فی الدنیا (تو دنیا میں ہی ان پر عذاب کرتا) قتل وقید سے جیسے یہود بنو قریظہ کے ساتھ کیا گیا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ جب وہ اپنے جرم عظیم کی وجہ سے قہر عظیم کے مستحق ہوئے تو ان کی جلاوطنی سے گرفت ہوئی جو کہ قتل نفس کے برابر سزا مقرر کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا کہ ولوانا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم (اگر ہم ان پر لکھتے کہ خود کو قتل کرو یا خود اپنے گھروں سے نکلو تو نہ کرتے مگر تھوڑے) علاوہ ازیں اس طرح (جلاوطنی) سے احتمال تھا کہ ممکن ہے ان کے بعض مسلمان ہو جائیں یا ان کی نسلوں سے۔ ولھم فی الاخرۃ عذاب النار (اور ان کے لیے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے لولا کے جواب سے متعلق نہیں کیونکہ اگر وہ معطوف علیہ ہو تو لازم آئے گا کہ وہ آخرت کے عذاب سے نجات پا جائیں کیونکہ کا مقتضیٰ ہے جزا کا انتفاء حصول شرط کے لیے اور اسے اس لیے لایا گیا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اگر جلاوطنی کے دنیا کے عذاب سے نجات پا بھی جائیں تب بھی آخرت کے عذاب سے نجات نہیں پا سکیں گے۔

صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ کی تحقیق

فقیر (صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ ان کے دنیا کے عذاب سے نجات پانے سے

لازم نہیں آتا کہ ان کی جلاوطنی از قبیل عذاب نہیں ہاں بہ نسبت ان کی جڑ کاٹنے کے یہ عذاب از نوع دیگر ہے بلکہ یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ ان بدبختوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور ظاہر ہے کہ آپ کی شہادت ہزاروں کے قتل کے برابر (بڑھ کر) ہے۔ اسی لیے جلاوطنی سے ان کی گرفت ہوئی تاکہ ہر دن میں ہزار بار مریں کیونکہ قاعدہ ہے کہ نفس کو اپنی پسندیدہ اشیاء سے جدا کرنا اس کی موت کے برابر ہے اس لیے ان پر جزا ان کے عمل کی جنس سے واقع ہوئی۔

تفسیر صوفیانہ: بعض اہل اشارہ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے نفس یہودی اور نصرانی شہوت پر جلاوطنی یعنی دور ہونا اپنے وجودات کی دیار سے نہ لکھا ہوتا تو انہیں طلب دنیا اور اس کی محبت میں عذاب کرتا اور ان کے لیے آخر الامر ان کی مالوفات طبعیہ و مستحسنات حسیہ سے جدا رہنے کا ناری عذاب ہے۔

تفسیر عالمانہ: ذلک۔ وہ جو ان کو محیط ہوا یا ہوگا۔
بانھم۔ اس سبب سے ہے کہ شاقوا اللہ و رسولہ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کی ان کے احکام کی اور کیا جو کچھ کیا جسے ان کے قبائح بیان ہو چکے۔

حل لغات: المشاقہ۔ انسان کا ایک شق پر اس کے مخالف کا دوسری شق پر ہونا۔
و من یشاق اللہ۔ اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے فان اللہ شدید العقاب تو بیشک اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے مخالف کے لیے۔ یہی شرط کی جزاء ہے بحذف العائد یا جزاء محذوف کی تعلیل ہے یعنی اسے اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے اسی لیے انھیں سخت عذاب ہو گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے والے ہیں وہ مخالف جو بھی ہو۔ یہ شرطیہ سببیہ کی تحقیق ہے طریق برہانی سے اس میں اشارہ ہے کہ مخالفت مواخذہ کی متقاضی ہے اس کی قدرت و صنعت کے مطابق اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں۔ ؎

ہمنت بسند است اگر بشنوی
کہ گر خار کاری سمن ندراری

ترجمہ: تجھے یہ کافی ہے اگر سنو کہ کانٹے بوؤ گے تو چنبیلی نہ اٹھاؤ گے۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشاقتہ کا معنیٰ ہے آپ کے امر ونہی

کی حکمت میں مخالفت کرنا جیسے اسرار الصلوٰۃ الخمس اور ان کے اعداد[1] اور ان کی قراءۃ میں اختلاف کرنا ان کے جہراً و سہراً اور جیسے اسرار الزکوٰۃ اور اس کے احکام سے اختلاف کرنا اور جیسے احکام الحج اور اس کے مناسک میں اختلاف کرنا ہم تو صرف فرمانبرداری اور سر تسلیم خم کرنے پر مامور ہیں۔ ان کے اسرار و حقائق کے اختلاف میں ہمارا کیا کام اور نہ ہی ان کے اسرار و حقائق کی معرفت کے مکلّف ہیں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود کمال عرفان و جلال برہان کے فرماتے ہیں ان اتبع الا مایوحیٰ الیّ. میں اسی کی تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور فرمایا نحن نحکم بالظواھر. ہم ظاہر پر حکم دیتے ہیں[2] اور اللہ تعالیٰ ہی پوشیدہ اسرار کو جانتا ہے۔

وَاللّٰہ شدید العقاب۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔ اس کے عذاب کی شدت ایک یہ ہے بندے کو ان اُمور کے امتثال میں مبتلا فرمانا ساتھ عدم تکلیف ان کے حقائق کی معرفت کے عقاب سے مشقت میں ڈالنا مراد ہے ورنہ احکام الٰہیہ تو سراسر رحمت ہیں نہ کہ عذاب۔

مسئلہ:۔ جس نے کہا کہ یہ احکام تو ہم پر عذاب ہیں اور اس کی کوئی جائز تاویل نہیں کرتا تو کافر ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ:۔

ماقطعتم من لینۃ۔ وہ درخت جو تم نے کاٹے۔

تراکیب حل لغات:۔ ما شرطیہ منصوب بہ قطعتم ہے۔ لینۃٌ فولۃ۔ حنظۃ کی طرح از نون اس کا اصل لونۃ تھا اور واؤ یاء سے تبدیل ہوئی۔ ما قبل کی کسرہ کی وجہ سے جیسے دیمہ و قیمۃ (دراصل دومۃ و قومۃ تھے) اس کی جمع الوان آتی ہے اس کھجور کی تمام قسمیں مراد ہیں۔ بعض نے کہا یہ لین سے ہے اس کی جمع لین و الیان آتی ہے۔ اس سے مراد کھجور ہے جو تمام درختوں میں مکرم ہے کیونکہ یہ زمین کو قریب ہے اور اچھا پھل ہے۔ المفردات میں ہے کہ اللینۃ خشونۃ (سختی) کی نقیض ہے۔ یہ اجسام میں مستعمل ہوتی ہے پھر اسے خلق وغیرہ کے لیے استعارہ کیا گیا ہے کہ معانی پر بھی مستعمل ہوتی ہے جیسے فلاں لین و فلاں خشن

---

[1] جیسے چکڑالویوں اور پرویزیوں نے کیا ہے کہ وہ تین نمازوں کے قائل ہیں ۱۲ء

[2] یہی جوابات ہیں وہابیہ دیوبندیہ کے ان سوالات کے کہ حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونٹنی کا فیصلہ باطن کے کیسے خلاف کیا۔ طعمہ بن ابیرق کا فیصلہ باطن تو کچھ تھا تو آپ نے اس کے خلاف پر کیوں فیصلہ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو آپ باطنی حالات سے واقف تھے تو پھر جلد فیصلہ کیوں نہ فرمایا و دیگر بیسوں سوالات کا حل یہی ایک فیصلہ ہے کہ آپ ظاہری حالات کے مطابق چلتے تھے تاکہ اُمت کو سہولت ہو کہ ظاہر حال صحیح ہو باطن کو سپرد۔

(فلاں زم فلاں سخت ہے) اور پھر دونوں سے کبھی مدحت اور کبھی مذمت کی جاتی ہے (بحسب اختلاف المواضع)۔

ما قطعتم من لینۃ کا معنیٰ ہے وہ جو تم نے پھل دار کھجور کاٹے۔ یہاں فعلۃ اسم کے قائم مقام واقع ہے جیسے حنظلۃ اس سے خاص قسم کھجور مراد نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ جو تم نے ان کی کھجوروں میں سے ہر قسم کی کھجوریں کاٹیں۔

فائدہ: بعض نے کہا لینہ نے تمام قسم کی کھجوریں سوائے عجوہ و برنیہ کے کیونکہ یہ کھجور کے بہترین قسمیں ہیں۔

او ترکتموھا۔ یا تم نے انہیں چھوڑ دیا ضمیر ما کی طرف راجع ہے اس کی تانیث اس کی تفسیر لینۃ کی وجہ سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول **مایفتح اللہ من الناس رحمۃ فلا ممسک لھا** (وہ جو اللہ تعالیٰ کے قول کے لیے رحمت کھولے تو اسے کون ہے کوئی رد کنے والا)

قائمۃ۔ کھڑی ہوئی یہ حال مفعول کی ضمیر ہے۔

علیٰ اُصولھا (ان کی جڑوں پر) جیسے تھیں بغیر پیچھے لگنے کے کاٹنے وغیرہ۔

اصول۔ اصل کی جمع ہے وہ جس کی ٹہنیاں نکلیں یعنی جڑ سے۔

فباذن اللہ۔ (تو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا) یعنی کاٹنا اور چھوڑنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں کیونکہ کاٹنے اور چھوڑنے ہر دونوں میں حکمت و مصلحت تھی۔

ولیخزی الفاسقین۔ (اور اس لیے کہ فاسقوں کو رسوا کرے) تاکہ یہود بنو نضیر جو خارج از اسلام ہیں کو رسوا کرے اسی لیے اجازت دی درختوں کے کاٹنے اور چھوڑنے کی۔ یہ فعل محذوف کی علت ہے۔

حل لغات: **خزی الرجل**۔ اسے انکسار لاحق ہوا یا اپنے نفس سے یعنی بہت زیادہ شرم وحیا اس کا مصدر خزایۃ آئے گا یا غیر سے۔ یہ ایک قسم کا استخفاف و استحقار ہوتا ہے اس کا مصدر الخزی آتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اجازت بخشی درختوں کے کاٹنے اور چھوڑنے میں کیونکہ یہودیوں نے جب مسلمانوں کو دیکھا کہ اب کے بعد وہ ان کے اسباب و اموال پر قابض ہو جائیں گے تو وہ کیسے گوارہ کر سکتے تھے ایسے انہیں دیکھنا کہ وہ اس میں جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے۔ ان کے درختوں کو کاٹیں یا چھوڑیں تو اس سے غیظ و غضب میں بڑھیں گے اور ان کی حسرت میں اضافہ ہو گا۔

شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ یہودیوں کے درخت کاٹ دو اور جلا دو تو بنو نضیر (یہود) نے کہا کہ اے محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادھر تو آپ فرماتے ہیں کہ دین میں فساد نہ پھیلاؤ ادھر آپ خود درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ رہے ہیں اور جلا رہے ہیں) تو ان کا یہ طعنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا اور یسے وہ مسلمانوں کا نفیس ترین مال بھی تھا۔ (کہ اب ان کے قبضہ میں ہی آئے گا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ:۔ آیت میں امر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر الٰہی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ نہیں ہوتی مگر وحی جو اللہ تعالیٰ سے آتی ہے۔

مسئلہ:۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی دیار کے اشجار پھلدار اور بغیر پھل کے کاٹنا اور ان کے گھروں کو ڈھانا اور ان کی کھیتیوں کو جلانا جائز ہے تاکہ ان کے غیظ و حسرت میں اضافہ ہو۔

فائدہ:۔ کاٹنے کے لیے لینتہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ عام کھجوریں کاٹ لیں لیکن نفیس ترین کھجوریں جیسے عجوہ و برنیہ نہ کاٹیں۔ یہ بھی ان کے غیض و حسرت کا موجب بنے گا۔

عتیق۔ عجوہ نوح علیہ السلام کا تحفہ

منقول ہے کہ عتیق اور عجوہ کشتی میں نوح علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔ عتیق نر ہے اور عجوہ تمام مادہ کھجوروں کی اصل ہے اسی لیے یہود کو ان کا کاٹنا سخت ترشاق تھا۔

کھجور کی قسمیں:۔ اس سے معلوم ہوا کہ لون عجوہ کے علاوہ اور قسمیں تھیں اور برنی ہیں بھی مدینہ پاک میں ایک کھجور کی قسم ہے اور برنی فارسی میں بمعنی حمل مبارک یا جید کر دراصل برنیک (اچھا پھل) تھا معرب کر کے برنی کہا گیا۔

صیحانی:۔ عرب میں کھجور کی ایک قسم صیحانی بھی ہے (اسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عرض کیا الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب (محبوب مدینہ) اویسی غفرلہٗ

شرح مسلم نووی میں ہے کہ مدینہ پاک کی کھجوروں کی ایک سو بیس قسمیں ہیں اور تاریخ المدینۃ الکبیر (وفاء الوفاء) للسید السمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ مدینہ طیبہ کی کھجوروں کی قسمیں میں نے شمار کی ہیں تو ایک سو تیس اور اس کے کچھ اوپر کو پہنچی ہیں اس کی تائید بعض علماء سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں ہم نے تلاش بسیار کے بعد اس کی قسمیں اس سے زائد دیکھی ہیں جو امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتائی ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہ زائد قسمیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تیار ہوئیں۔

غیر ملکی کھجوریں

مدینہ پاک کے علاوہ دوسرے ملکوں میں مثلاً مغرب میں ان گنت قسمیں معلوم ہوئیں۔

حکایت:۔ فاس کے عالم دین محمد بن غازی نے سلجماسہ کے عالم دین ابراہیم بن ہلال کو کھجوروں کی قسمیں بھیجیں جب انہوں نے ان سے فرمایا کہ آپ کے ملک میں کھجور کی کتنی قسمیں ہیں تو انہوں نے ایک یا دو اونٹ کا بوجھ

روانہ کرکے لکھا کہ یہ ہمارے شہر کی کھجوروں کا ایک ایک دانہ بطور نمونہ روانہ کر رہا ہوں اور یہ بھی وہ ہیں جو میرے علم سے متعلق ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کون گن سکتا ہے۔

فائدہ :۔ نسق الازہار میں ہے کہ اس شہر مبارک (مدینہ پاک) میں ایک کھجور ہے اس کا نام بتونی وہ سبز رنگ اور شہد سے میٹھی ہے اس کی گٹھلی نہایت ہی چھوٹی ہے۔

فضائل عجوہ شریف

عجوہ بنونظیر کے بہترین اموال سے تھی کیونکہ اسی کو ذخیرہ کرکے اس سے کاروبار چلاتے۔

حدیث شریف (۱) :۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عجوہ جنت کا میوہ ہے اس کی کھجور صبح کے ناشتہ کا کام دیتی ہے۔

حدیث شریف (۲) :۔ سیدنا آدم علیہ السلام اسے بہشت سے لائے تھے۔

حدیث شریف (۳) :۔ بخاری شریف میں ہے جو صبح کو سات دانے کھائے اس پر اسی دن زہر اور سحر اثر نہ کرے گا۔

حدیث شریف (۴) :۔ عجوہ عالیہ میں شفاء اور اس کا ناشتہ (منہ نہار کھانا) تریاق ہے۔

فائدہ :۔ بعض نے فرمایا کہ عجوہ وہ صیحانی سے بڑی سیاہی مائل ہے یہ وہ ہے جسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے خود بویا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ یہود ونضیر کے باغ میں تھی۔

حدیث شریف (۵) :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام بہشت سے زمین پر تشریف لائے تو تین چیزیں ساتھ لائے :۔

(۱)۔ مورد۔ یہ ریحان دنیا کا سردار ہے۔

(۲)۔ سنبلہ۔ یہ طعام دنیا کا سردار ہے۔

(۳)۔ عجوہ یہ ثمار دنیا کا سردار ہے۔

حدیث شریف (۶) :۔ عجوہ بہشتی باغات سے ہے اس میں شفاء ہے اور اس کا نام ناشتہ تریاق ہے خود برنی (کھجور) لازم کرو۔ اسے کھاؤ یاد رکھو کہ جو اس کے درخت میں ہے وہ تسبیح کرتا ہے اور کھانے والے کے لیے بخشش مانگتا ہے اور وہ تمہاری بہترین کھجوروں میں سے ہے وہ دواء ہے اس میں بیماری نہیں۔

حدیث شریف (۷) :۔ وہ گھر جس میں کھجور نہ ہو وہ گھر والے بھوکے (فاقہ و فقر زدہ) ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبار فرمایا۔

ماتم کی رسم

جب عجوہ کاٹی گئی تو یہود عورتوں نے گریبان پھاڑے اور منہ پر طمانچے مارے (ماتم کیا) اور ہائے ہائے پکارتی تھیں[1] (ہائے حسین (رضی اللہ عنہ) ہائے حسین پکارنے والوں کے لیے عبرت ہے)

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض اہل اشارہ نے فرمایا کہ اس میں محبتہ دنیا کی کھجور ارض قلب سے کاٹنے کی طرف اشارہ ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کاٹنے کے لیے اس کی حکمت کا تقاضا ہے اور ان کے باقی رکھنے کے لیے بھی اور یہ کام ان کاملین مکملین و اصلین مواصلین کا ہے جن کے نزدیک دنیا و آخرت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ان کا نہ ظاہر ٹیڑھا ہوا اور نہ ہی باطن کی آنکھیں ان کی طرف دیکھتی ہیں کیونکہ وہ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول ہیں یعنی ذکر ذات و صفات و اسماء میں جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا رجال لاتلہیہم تجارۃ ولابیع عن ذکر اللہ۔ وہ اللہ کے بندے جنہیں ذکر الٰہی سے نہ تجارۃ غافل کرتی ہے نہ بیع۔

و... ی الفاسقین۔ اور تاکہ رسوا کرے اللہ تعالیٰ ان فاسقین کو جو مقام معرفت و عرفان سے نکل گئے اور نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک دنیا و آخرت کی کوئی قدر و منزلت نہیں ان کی آنکھیں ظاہری ٹیڑھی نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کی باطن کی آنکھیں دنیا و آخرت کو دیکھتی ہیں جو انہیں دنیا کی محبت اور شہوات حیوانیہ کا طعنہ ماتا یا نسبت کرتا ہے تو طعن زنوں کو اس طعنہ کی نحوست کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے گا اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ طعنہ باز جھوٹے ہیں۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہٗ نے فرمایا؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
با دردکشان ہر کہ در اُفتاد بر اُفتاد

ترجمہ:۔ ہم نے بڑا تجربہ کیا ہے کہ اس مکافات عمل کی دیر میں کہ جو دردکشاں (اولیاء کرام) کے درپے آزار ہوا وہ تباہ و برباد ہوا۔

تفسیر عالمانہ:۔ وما افاء اللہ علی رسولہ۔ اور جو غنیمت دلائی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حال شروع ہے وہ جو حاصل ہوا یہودیوں کے اموال سے بعد اسے بیان کے جو ان کی ذاتوں کو عذاب عاجل و آجل پہنچا اور وہ جو ان کے گھروں اور باغات (کھجوروں)

---

[1] انسان العیون و روح البیان صہ۴۲۴ جلد ۹ (فقیر اویسی غفرلہٗ)

سے ہُوا کہ وہ خراب ہوئے اور مجبوراً ان کو چھوڑ گئے۔ ما موصولہ مبتدا۔ فما اوجفتم الخ کی خبر ہے۔ اسے شرطیہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ فما اوجفتم اس کا جواب ہے۔

حل لغات:۔ الفئی دراصل بمعنی الرجوع ہے وافاء بمعنی اعاد وارجع اور وہ یہاں اپنے اصلی معنیٰ پر ہے معنیٰ یہ ہے کہ وہ جوان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان کا مال لوٹایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ان کا مال لوٹنے والا ہوا اس میں اشارہ ہے کہ یہ مال حقیقۃً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا جو آپ کی طرف واپس لوٹ آیا یہود کا تو ناحق قبضہ تھا حق یہ ہے کہ اب حق بحقدار رسید ہُوا۔

نکتہ وہابی کُش

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ اس کی عبادت کریں اور باقی جملہ اشیاء انہی کے لیے پیدا کیں تاکہ ان کو عبادت میں وہ اشیاء وسیلہ بنیں اسی لیے ان اشیاء کے مالک اس کے بندے ہیں اور ان سب کے راس و رئیس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں فلہذا یہ اشیاء درحقیقت انہی کی ملک ہیں کیونکہ آپ جیسے مطیع الٰہی نہ کوئی ہوا نہ ہوگا[1] تو عود اس معنیٰ پر یہ ہُوا کہ شے جہاں سے جدا وہاں واپس لوٹی۔ یہی معنیٰ مشہور تر ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کہا جائے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہ مال آپ کی ملک کر دیا۔ اسی معنیٰ پر عود کا وہی مطلب ہُوا کہ مال جہاں سے جدا ہُوا وہیں پر لوٹا لیکن یہ ضروری نہیں کہ مسبوقاً اسی کے ملک کا تھا اس معنیٰ پر پہلے معنیٰ کی طرح کی توجیہ کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے اور وہ کلمہ علیٰ بھی اسی دوسرے معنیٰ کی تائید کرتا ہے[2]

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ آفاء اللہ میں فئے کے معنیٰ پر مبنی ہے فئی بمعنی غنیمت ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مال خصوصیت سے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مال غنیمت کے طور دیا ہے اور امام

---

[1] دیگر بندگان خدا عبادت گزار وہ سب آپ کے طفیلی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کی دین و عطا میں حقیقی مالک ہر شے کے حضور ہیں اور باقی عبادت گزار بندے یعنی انبیاء و اولیاء طفیلی اور ان کے سوا مفت خورے طفیلیوں کے طفیلی وہ ہم ہیں اسی لیے ہم انبیاء و اولیاء کے شکر گزار ہیں لیکن ان کے اعداء بڑے بدبخت ہیں کہ ان کا کھا کر انہیں بکتے ہیں۔

ع ہیں عجب کھانے غرانے والے

[2] یہی ترجمہ کنز الایمان میں امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے کیا۔

راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ فئی و فیئۃ بمعنی حالت محمودہ کی طرف رجوع۔ بعض نے کہا فئے وہ غنیمت ہے جس میں مشقت نہ اُٹھانی پڑے۔

نکتہ:۔ بعض نے فئی غنیمت کے مال کو فئے (ظل: سایہ) سے تشبیہہ دی ہے تاکہ تنبیہہ ہو کہ دنیا کا بہترین مال غنیمت بھی فئی (سایہ) کی طرح چند لمحات کا مہمان ہے کہ بالکل جلد تر سایہ کی طرح زائل ہو جائے گا تو پھر باقی اموال کا کیا حال ہو گا

الفئۃ وہ جماعت ایک دوسرے کی مدد کرنے والی کہ مدد میں ایک دوسرے کی طرف مائل ہو۔



فائدہ:۔ المتطرزی میں ہے کہ فئی غنیمت نفل میں فرق ہے وہ یہ کہ ابو عبید نے کہا کہ غنیمت وہ مال ہے جو مشرکین پر غلبہ کے بعد حاصل ہوا اور پھر بھی ان کے ساتھ جنگ قائم ہو اس کا حکم یہ ہے کہ غنیمت کا مال پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کر کے باقی مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے فئی وہ مال غنیمت ہے جو مشرکین سے حاصل ہو لیکن اُب کے بعد جنگ ختم ہو کہ وہ دار دارالاسلام ہو جائے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ تمام مال مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے اس سے پانچواں حصہ بیت المال کا نہیں۔ نفل وہ جو غازی کو اس کے اپنے حصہ سے زائد (بطور انعام وغیرہ) دیا جائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام یا حاکم وقت جنگ سے پہلے اعلان کر دے کہ جس نے جسے قتل کیا اس کا سامان قاتل کو ملے گا یا سریہ (لشکر) کو اعلان کر دیا جائے کہ جتنا تم لاؤ گے اس میں خالص تمہارے لیے اس کا چوتھا یا نصف ہو گا اس سے خمس نہ نکالا جائے گا۔ امام یا حاکم وقت کو اس کی وفا ضروری ہے۔

فائدہ: علی بن عیسیٰ نے فرمایا کہ غنیمت نفل سے اعم ہے اور فئے غنیمت کیونکہ فئے وہ ہے جو مسلمانوں کو اہل مشرک سے حاصل ہو۔

فائدہ: ابوبکر رازی نے فرمایا کہ غنیمت جزیہ۔ مال اہل صلح۔ خراج سب فئے ہیں کیونکہ یہ وہ اموال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین سے دلوایا ہے۔

مسئلہ:۔ فقہاء کرام نے فرمایا کہ وہ جو مشرکین سے لینا جائز ہے وہ فئے ہے۔

منھم ان بنو نضیر سے۔ فما۔ نافیہ ہے۔

اوجفتم علیہ۔ نہیں دوڑائے اس پر یعنی مال کے حاصل کرنے میں اور غنیمت بنانے میں۔

الوجیف بمعنی دوڑنا۔

اوجفت البعیر۔ میں نے اُونٹ دوڑایا۔ القاموس میں ہے ابو جیف گھوڑے کی ایک قسم کی تیز رفتاری ایسے ہی اُونٹ کو کہا جاتا ہے۔

اوجف فاعجف۔ گھوڑا دوڑایا تو ضعیف ہو گیا۔

من خیل۔ گھوڑے نفی کے بعد مِن زائدہ ہے خیلاً تھا گھوڑوں کی جماعت اس کا کوئی واحد نہیں یا اس کا

واحد خائل ہے کیونکہ گھوڑا خیال کرتا ہے اس کی جمع اخیال وخیول آتی ہے (قاموس) امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الخیلاء بمعنی التکبر وہ جو تنہا اپنی فضیلت کا قائل ہو یہ انسانوں میں ہے اسی سے لفظ الخیل لیا گیا ہے کہ جو بھی اس کی سواری کرتا ہے وہ اپنے دل میں نخوت (بڑائی) کا تصور رکھتا ہے۔ دراصل اس کا معنیٰ الافراس (بہت گھوڑے) ہے الفرسان بھی جمع ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن رباط الخیل اور جتنے گھوڑے (باندھ سکو) اور ہر ایک سوار اور سواری کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے مروی ہے۔ یاخیل اللہ ارکبی (اے اللہ کے سوار سوار ہو جاؤ) یہ جمع سوار کے لیے ہے اور فرمایا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے عفوت لکم عن صدقة الخیل۔ میں نے تمہیں صدقہ خیل سے معاف کیا۔ یہ سواریوں کے لیے ہے۔

خیل کی دو اقسام ہیں:۔

۱۔ عتیق ۲۔ ہجین

عتیق جس کے ماں باپ ہر دونوں عربی ہوں یہ اس نام سے اس لیے موسوم ہے کہ وہ جملہ عیوب سے صحیح و سالم ہے اور نہ اس پر نقصان والے امور میں سے کسی عیب کا طعنہ کیا جا سکتا ہے۔ کعبہ معظمہ کو بھی اسی لیے عتیق کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کی غلامی کے عیب سے پاک اور سالم ہے کیونکہ اس کا کبھی بادشاہ مالک نہیں ہوا۔

فائدہ:۔ عتیق گھوڑا جس گھر میں ہو وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔

ہجین وہ ہے کہ جس کا باپ عربی اور ماں عجمیہ ہو۔ ان میں فرق یوں ہے کہ گھوڑی کا عظم گھوڑے کے عظم سے بڑا ہو اور گھوڑے کی ہڈی گھوڑی کی ہڈی سخت تر ہوگی اور گھوڑی گھوڑے سے زیادہ بوجھ اٹھاتی ہے اور گھوڑا گھوڑی سے زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے اور عتیق بمنزلہ ہرن کے اور اس کی گھوڑی بمنزلہ بکری کے۔

اعجوبہ:۔ گھوڑا بھی انسان کی طرح خواب دیکھتا ہے لیکن اس کا طحال نہیں اور یہ اس کی تیزی اور حرکت کی مثال دی جاتی ہے ایسے اونٹ کے لیے کہا جاتا ہے لامرارة ای لاجسارة اس میں جسارت نہیں۔

ولا رکاب۔ اور نہ اونٹ۔ رکاب۔ وہ اونٹ جو سواری کا ہو جیسے عربی راکب صرف اونٹ کے سوار کو کہتے ہیں اور بس۔ گھوڑے کے سوار کو وہ فارس کہتے تھے یہ وہ جمع ہے جس کا اس کے لفظ سے کوئی واحد نہیں اور اس کا واحد بولنا ہوتا تو راحلۃ (ایک اونٹنی) کہتے۔ المفردات میں ہے کہ الرکوب بمعنی انسان کا حیوان کی پشت پر ہونا اور کبھی سفینہ (کشتی) کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے۔

الراکب اونٹ کے سوار کے ساتھ مخصوص ہے اس کی جمع رکب آتی ہے اور رکبان و رکوب بھی، الرکاب رکوب (سواری) کے ساتھ خاص ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ نہ تم نے سفر طے کیا کہ اس کی مشقت اٹھانی پڑی ہو اور نہ ہی تم کسی لڑ مشقت میں پڑے اور نہ سخت جنگ کا سامنا ہوا وہ اس لیے کہ بنو نضیر کی بستی مدینہ طیبہ کے باہر صرف دو میلوں کا

سفر ہے جو صرف ساعات نجومیہ کے حساب سے صرف ایک گھنٹے کا سفر ہے وہاں تمام چل کر گئے ان میں کوئی بھی سوار نہ تھا سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ آپ گدھے پر سوار ہو رہے تھے جس کی نکیل کی رسی کھجور کی تھی جیسے پہلے گزرا یا آپ اونٹ پر سوار تھے جیسے بعض نے کہا تو یہ علاقہ صلح سے فتح ہوا بغیر اس کے اس میں تلوار کی جنگ ہوتی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور وہ جو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت ان سے دلوایا تم نے ایسے ہاتھ پاؤں مارے اور پسینہ بہائے بغیر حاصل کیا۔

ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں قابو میں دے دیتا ہے جسے چاہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاری ہے کہ اپنے دشمنوں میں جن پر تسلیط خاص فرماتا ہے اور ان (یہود بنو نضیر) پر اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا عادت قابو دے دیا کہ تم اس میں جنگ کے تنگ راہ میں نہیں آئے اور جنگ کی شدتوں کا مزہ چکھا ہے فلہذا تمہارا اس میں کسی قسم کا حق نہیں یعنی یہ امر اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد ہے وہ جہاں چاہے جیسے چاہے کرے یہ اس مال کی طرح نہ ہوگا جو جنگ میں غنیمت کے طور پر تقسیم ہوتا ہے کیونکہ مال غنیمت جنگ کر کے اور کفار پر حملہ وغلبہ پاکر حاصل کیا جاتا ہے۔

شان نزول: مسلمانوں نے اسے غنیمت سمجھ کر خیبر کے مال کی طرح اس کی تقسیم کا مطالبہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی جو مذکور ہوئی۔

واللہ علی کل شیء قدیر۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کبھی طریقہ معہودہ پر کرتا ہے کبھی اس کے برعکس ؎

تیغے کہ آسمانش از فیض خود دہد آب
تنہا جہاں بگیرد بے منت سپاہی

ترجمہ: جس تلوار کو آسمان اپنے فیض سے خود پانی دے۔ پھر صرف ایک اکیلا سپاہی ہی تمام جہان پر فتح کر سکتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: وہ فیض الٰہی اللہ تعالیٰ سے سالک کے قلب پر فیض رسانی کرتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

(۱) خزانہ اسم وہاب سے محض وہبی کہ اس میں عامل کو عمل کی ضرورت نہ پڑے کہ اس میں خالص نیت کے گھوڑے دوڑائے عمل صالح جیسے فرائض ونوافل کی سواریاں چلائے۔ سالک عامل کے اس میں روابط مقطوع ہوتے ہیں اس تئیں سالک کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس فیض اور وارد قلبی کو کسی وجہ سے ہی اپنی طرف منسوب کرے اور ان اعمال کی طرف جو اس کے اعضاء میں کسی عضو سے صادر ہوئے ہیں بلکہ اسے خالص واہب ربانی کی عطا اور عطائے امتنانی کی نوازش تصور کرے آیت کریمہ اسی پر دال ہے۔

(۲)۔ اس میں بندے کے عمل کو دخل ہو یہ اسم جواد کے خزانہ سے متعلق ہے اس میں کچھ نصیبت ہو تو اپنی ذات اور جوارح و اعضاء کی طرف اضافت کر سکتا ہے تاکہ اس کا اثر اس پر ظاہر ہو۔ آنے والی آیت نمبر ۳ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں پر آیت لا کلوا من فوقھم و من تحت ارجلھم۔ البتہ کھائیں گے اپنے اوپر نیچے سے) جامع ہے کیونکہ پہلا اول پر دوسرا ثانی پر دال ہے۔

فائدہ:۔ رسول سے رسول القلب مراد ہے اور قلب کو رسول اس لیے کہا جاتا ہے کہ رسالت حضرت روح سے نفس کافر اور ھوی ظالم کی طرف ہے کہ وہ ان دونوں حق پر ایمان لائے اور ہدایت کی دعوت دے۔

تفسیر عالمانہ:۔

ما آفاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ) جو غنیمت دلوائی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بستی والوں سے۔

ربط:۔ اس مال کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ کرنے کے بعد کہ مال چونکہ مفت ملا ہے جنگ نہیں ہوئی اس لیے اسے مجاہدین پر تقسیم نہ ہو گا تو اب اس کے مصارف بتائے جاتے ہیں اسی لیے اس کا ما قبل پر عطف نہیں گویا یہ سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو نضیر کا مال دلوایا ہے جسے تم نے قتال و غلبہ سے حاصل نہیں کیا تو غنیمت کی طرح تقسیم نہ ہو گا تو پھر اس کا ہو گا کیا اس کے جواب میں فرمایا ما افاء اللہ الخ۔

فائدہ:۔ برہان القرآن میں ہے کہ وما افاء اللہ ورسولہ اور اس کا مابعد بغیر دار کے ہے کیونکہ پہلا معطوف ہے ماقطعتم من لینۃ الخ پر دوسرا جملہ مستانفہ ہے اس کا کسی سے تعلق نہیں جس نے اسے ماقبل کا بدل کہا ہے اسے اکثر مفسرین نے ضعیف قرار دیا ہے اور بعینہٖ پہلے جملہ کی عبارت کا اعادہ محض زیادت تقریر کے لیے ہے اور اہل القریٰ ضمیر کے بجائے اشارہ ہے کہ ان کی زمینیں بھی اسی غنیمت میں شامل ہیں۔ قریٰ سے مراد بنو نضیر مراد ہیں۔

فائدہ:۔ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل القریٰ بستی اور شہر والوں کے تمام اموال و املاک مراد ہیں جو جنگ کے بغیر حاصل ہوئے۔

فائدہ:۔ عین المعانی میں ہے کہ اس سے قریظہ و بنو نضیر جو مدینہ پاک میں تھے اور فدک جو خیبر میں تھا مراد ہے انسان العیون میں ہے کہ القریٰ کی تفسیر صفری اور وادی القریٰ سے کی گئی ہے یعنی وہ تینوں مراد ہیں جیسے انتناع و ینبع میں اور اس کی تفسیر میں بنو نضیر و خیبر بھی ملایا گیا ہے۔ یعنی ان کے تینوں قلعے:

۱۔ المکیتہ ۲۔ الوطیح ۳۔ السلالم جیسے الامتاع و فدک میں یعنی ان کا نصف۔

مسئلہ:۔ علماء کرام نے فرمایا پہلے لوگوں میں غنیمتیں کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام

غنیمتیں جمع کر کے رکھ دیتے آسمان سے آگ آکر اسے جلا دیتی بہ صرف ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے کہ آپ کے لیے غنیمتیں حلال ہوئیں۔ خود آپ نے فرمایا میرے لیے غنیمتیں حلال ہوئیں مجھ سے پہلے لوگوں میں کسی ایک کو بھی حلال نہ تھیں۔

فللّٰه وللرسول۔ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیں وہ جیسے پسند کریں حکم فرمائیں۔

مسئلہ:۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کا نام محض تشریفاً و تعظیماً و تبرکاً ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ آپ کے وصال شریف سے ساقط ہو گیا۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنو نضیر کا مال اللہ تعالیٰ نے مفت دلوایا کہ اس پر گھوڑے نہ دوڑائے گئے تو یہ خالص اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔ آپ اپنے اہل وعیال کا سال کا خرچہ نکال کر باقی سے غزوات کے لیے گھوڑے اور ہتھیار حاصل کئے جاتے۔



والذی القربیٰ۔ اور رشتہ داروں کے لیے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب کے فقراء جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔

مسئلہ: ابو عصمہ نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ زکوٰۃ بنو ہاشم کو دینا جائز ہے اور یہ صرف اُس وقت ناجائز تھا (یہ قول مرجوع ہے)۔

مسئلہ:۔ انھیں نفلی صدقہ دینا بالاجماع جائز ہے۔

مسئلہ:۔ غنی کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے۔ کذا فی الفتاویٰ العقابی محیط میں اس فتویٰ کے نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ابن ساعدہ از امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ مروی ہے کہ بنو ہاشم کا ایک دوسرے کو صدقہ (زکوٰۃ) لینا دینا جائز ہے۔ اور اس میں باک نہیں رکھتا کہ ان میں زکوٰۃ دی جائے یا ان کے ممالیک (غلاموں) کو تو جائز ہے (النہایہ) اور شرح الآثار میں ہے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو ہاشم پر جملہ صدقات (واجبہ اور غیر واجبہ) جائز ہیں۔ یہ حرمت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں تھی کہ آپ کی طرف سے انھیں خمس الخمس ملتا تھا جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ان کے لیے صدقہ زکوٰۃ وغیرہ حلال ہو گیا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم جواز کو کہتے ہیں (شرح الوقایہ لابن الملک)



والیتامیٰ۔ اور یتیموں کے لیے۔ یتیم کی جمع ہے۔ الیتیم مبنی بچے کا بلوغ سے پہلے باپ سے منقطع ہو جانا اور باقی حیوانات سے ماں کی موت سے بچے کا بلوغ سے پہلے منقطع ہو جانا۔

والمسٰکین۔ اور مسکینوں کے۔ مسکین کی جمع ہے۔ میم کی مفتوح بھی پڑھا جاتا ہے۔ وہ جو جس کی کوئی شے نہ ہو یا تو اسے کفایت نہ کرے یا اسے فقر و فاقہ ساکن کر دے یعنی اس کی حرکت کو ضعیف کر دے اور بمعنی الذلیل الضعیف (قاموس) السکون سے ہے اس معنیٰ پر اس کا نون اصلی ہے۔ نون جمع کا نہیں اسی لیے

اس پر تینوں اعرابوں کا اجرا ہوتا ہے۔

وابن السبیل۔ اور مسافروں کے لیے۔ یعنی وہ مسافر جو اپنے مال سے بعید ہے۔ اسے ابن السبیل اس لیے کہا ہے کہ وہ راستہ کو لازم پکڑے ہوتے ہے ایسے ہی ڈاکو چور کو ابن الطریق اسی لیے کہتے ہیں اور عمر رسیدہ کو ابن اللیالی اور پانی کے پرندے کو ابن الماء کہا جاتا ہے تو اس لزوم کی وجہ سے اور کوّے کو ابن دایہ ابن کی اضافت وآیۃ البعیر کی طرف سے دایہ بمعنی جنب (کروٹ) چونکہ اس کو چمٹا رہتا ہے اسی لیے اسے ابن دایۃ کہتے ہیں۔

مسئلہ: اہل التفسیر کا تقسیم الغنیمۃ میں اختلاف ہے۔ بعض نے ظاہر آیت کی رُو سے چھٹے حصہ کا کہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حصہ کعبہ معظمہ وجملہ مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے اور باقی پانچ حصے غنیمت کے پانچ مصارف میں خرچ کیے جائیں جو غنیمت کے لیے مذکور ہیں۔ بعض نے کہا غنیمت پانچ حصوں پر منقسم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو تعظیمًا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حصہ وقت کے امام پر خرچ ہو۔ ایک قول ہیں اور دیگر ایک قول میں ہے کہ امام وقت کے علاوہ لشکرِ اسلام اور سرحدوں پر یہی شافعیہ کے نزدیک صحیح تر ہے۔ ایک قول مصالح المسلمین پر بعض نے کہا اسے غنیمت کی طرح پانچ حصوں پر منقسم کیا جائے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا پانچویں سے باقی چار حصے جیسے چاہے خرچ کرے یعنی مال غنیمت کی طرح ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکال کر باقی چار حصے ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ۔ مساکین۔ ابن السبیل پر پانچویں میں پانچواں حصہ اپنے لیے اور اس کے باقی چار جیسے چاہے لیکن اس کے خلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ نہ امام وقت پر خرچ ہوتا ہے نہ عساکر پر نہ سرحدوں پر نہ مصالح المسلمین پر۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ذوی القربیٰ روح وقلب وسرّ اور خفی ہیں اور یہی حقتعالیٰ بقرب الحب والنسب مقرب ہیں۔ الیتامیٰ نفس حیوانیہ کے متولدات ہیں جو فناء النفس کے بعد باقی ہوتے ہیں۔ جب وہ سطوات تجلیات القہر سے فانی ہو جاتا ہے۔

المساکین۔ اعضاء وجوارح ہیں۔

ابن السبیل۔ قوائے بشریہ وحواس خمسہ جو عالم معقولات ومتخیلات وموہومات ومحسوسات کے قدم عقل وخیال ووہم وحس کے ساتھ مسافر ہیں۔

دوسری تفسیر صوفیانہ: بعض اہل اشارہ نے فرمایا کہ ذوی القربیٰ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض مقامات میں شریک ہیں۔

الیتامیٰ وہ ہیں بین الحق الی الحق سے منقطع ہیں اور درمیان فقدان و وجدان میں وصول کے طالب ہیں۔

المساکین وہ ہیں مقامات تک پہنچنے کی ہمت نہیں اور وہ حالات میں بھی متمکن نہیں۔

ابن السبیل وہ ہیں حدثان سے قدم کی طرف مسافر ہیں۔

تفسیر عالمانہ: کیلا یکون۔ تاکہ نہ ہو۔ یہ للہ و للرسول الخ کی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ غنیمت کی تقسیم کا خود متولی ہے تاکہ نہ ہو جو غنیمت فقراء کا حق ہے جس سے وہ گزارہ کریں گے۔

دولۃ۔ دولت۔ بضم الدال اور اسے مفتوح بھی پڑھا گیا ہے وہ شے جو لوگوں کے لیے دورہ کرتی ہے غناء اور مال اور غلبہ سے یعنی تاکہ نہ ہو ساری کی ساری دولت۔ بین الاغنیاء منکم۔ تمہارے میں سے اغنیاء کے درمیان اس سے وہ کثرت والے ہو جائیں یہ خطاب انصار کو ہے کیونکہ مہاجرین اُس وقت دولت مند نہ تھے (فتح الرحمٰن) یا معنیٰ یہ ہے تاکہ نہ ہو جاہلیت والی دولت تمہارے درمیان کیونکہ ان کے لڈسار غنیمت کو پسند کرتے اور کہتے من عزّ بزّ ای من غلب سلب، جو غلبہ پائے وہی مال پائے وہ مال غنیمت اسی کیلئے مستقل مالک سمجھتے جو اس پر غلبہ پائے مال اسی کا اس کے غرباً اور ضعفاء کو کچھ نہ دیتے۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معالم میں ہے کہ اہل غنیمت جب حاصل کرتے تو ان کا سردار چہارم خود لیتا باقی سے بھی جو تحفہ کے طور لینا چاہتا لے لیتا۔ اسے صفی کہا جاتا باقی دوسروں پر تقسیم کی جاتی لیکن دولت مندوں پر فقراء محروم رہتے بعض اہل ایمان سرداروں کا یہی خیال تھا کہ اسلام میں بھی شاید اسی طرح ہو اسی لیے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھائی اور صفی اپنے لیے رکھ لیں باقی آپس میں بانٹیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سارا مال غنیمت اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کر دیا اور تقسیم کار وہی بتلایا جو اوپر مذکور ہوا اور فرمایا کہ ہم نے مال غنیمت کا طریقہ تقسیم بتا دیا ہے تاکہ یہ دولت دست بدست دولت مندوں تک محدود نہ رہے کہ دولت مند زیادہ حصہ لے جائیں اور فقراء محروم رہ جائیں، یا انہیں سرے سے محروم رکھا جائے جیسے زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا۔

فائدہ: بعض نے کہا دولۃ (بالضم) وہ جو دست بدست دی جائے غرفہ کی طرح اسم ہے اس کا جس سے پانی برتن سے لیا جائے یعنی دولت اس شے کا اسم ہے جسے لوگ دست بدستی لیتے کہ کبھی اس کے ہاں ہے تو کبھی اس کے پاس یعنی شے ایک دوسرے سے لینا اور کہا جاتا ہے تداول القوم قوم نے ایک دوسرے کو دیا۔ داول اللہ بینہم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا تاکہ نہ ہو غنیمت وہ شے جو دولت مند ایک دوسرے کو دیں لیکن فقراء کو کچھ نہ ملے۔

دولۃ (بالضم) مصدر ہے بمعنی تداول اس میں اضمار محذوف ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا تاکہ نہ ہو جب ایک دوسرے کو دیں یا تاکہ نہ ہو روکنا اور لینا ایسا کہ اسے فقراء کا حق نہ نکالیں۔ بعض نے کہا یہ بالفتح ہے بمعنی ایک حالت کا منتقل ہو کر ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف چلا جانا اور اس نفس حالت کے لیے بھی مستعمل ہوئی جو انسان کے لیے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے ھذہ دولۃ فلان۔ بعض نے کہا کہ بالضم اغنیاء کے لیے بالفتح فقراء کے لیے مستعمل ہے۔

حدیث شریف میں ہے "غنیمت کو فقراء کی دولت بناؤ" (کواشی)

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ حقدار کو حق دیا جائے تاکہ اغنیاء و فقراء کے درمیان کسی قسم کا ظلم اور دولت جاہلیت والا سلسلہ نہ ہو۔



فائدہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں فقراء کی طرح ہوتے ہیں یعنی ان کی عزت اور ان کی تعظیم و تکریم ویسے ہوتی جیسے اُمراء کی ہوتی ہے۔

تفسیر عالمانہ: وما اتاکم الرسول، اور وہ جو تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیں۔ ما موصولہ اور عائد محذوف ہے۔

ایتاء بمعنی اعطاء و مناولہ ہے یعنی اے مومنو! جو تمہیں غنیمت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں فخذ وہ تو وہ تمہارا حق ہے۔ وما نھٰکم عنہ۔ اور وہ تمہیں جس سے روکیں اس کے لینے سے فانتھوا تو اس سے رُک جاؤ۔ واتقوا اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں۔ ان اللہ شدید العقاب۔ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ اسے سزا دے گا جو اس کے امر و نہی کی مخالفت کرے گا۔[1]



[1] ردّ وھابیہ دیوبندیہ: ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیارِ کلی بخشا ہے۔ اُمور تشریعیہ ہو یا تکوینیہ دلائل میں ایک آیت یہ بھی ہم پیش کرتے ہیں اور طریقۂ استدلال یہ ہے یہاں لفظ ما واقع ہے اور وہ عام ہے اُمور تشریعیہ ہوں یا تکوینیہ دنیویہ ہوں یا دینیہ وہابی دیوبندی ایسے عقیدے کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں اور آیت میں ما کو عام نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں تو عام تو صرف اُمور شرعیہ میں اور بس فیصلہ صدیوں پہلے صاحب رُوح البیان وہی فرما گئے جو ہم کہتے ہیں۔ اب متن پڑھیے۔

والاولیٰ حمل الآیۃ علی العموم۔ بہتر ہے آیت کو عموم پر محمول کیا جائے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ جو تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا کریں۔ امر مطلقاً فئی ہو یا شے دیگر اصول اعتقادیہ ہوں یا فروع عملیہ اسے لے لو یعنی اسے مضبوطی سے تھام لو کیونکہ وہ تم پر واجب ہے۔

فائدہ:۔ وہ شربت جو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دست اقدس سے عطا فرمائیں وہ تم لے لو کیونکہ اس میں تمہاری زندگی ہے وہ تختی جو لکھیں اسے پڑھو کیونکہ تمہاری ضروریات انہی کے لکھے ہوئے میں ہیں اور آپ جس بات سے روکیں وہ کیسی ہی اچھی کیوں نہ ہو اس سے رک جاؤ کیونکہ آپ پر ہر امر اور نہی حق ہے جو آپ کے امر کی تعمیل کرتا ہے وہ نجات پا جائے گا اور جو آپ کی نہی کے مطابق نہ رکے گا وہ ہلاکت کے گڑھے میں ڈوب مرے گا ؎

آنکس کہ شد متابع امر تو قد نجا
وانکو خلاف رائے تو ورزید قد ہلک

ترجمہ: جو آپ کے حکم کے تابع ہے وہ نجات پا گیا وہ جو آپ کی رائے کے خلاف ہے وہ ہلاک ہوا۔

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) امر خدا ہے۔

مسئلہ:۔ علماء کرام نے فرمایا کہ فرائض عینیہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع فرض اور کفایہ میں کفایہ۔ اور واجبات میں واجب اور سنن میں سنت۔

مسئلہ:۔ جن امور کے متعلق ہمیں معلوم ہو کہ آپ کی سنت ہیں۔ اس امر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء کریں اور جن امور میں معلوم نہیں کہ یہ امر آپ نے کس وجہ سے کیا۔ (عادۃً یا عبادۃً) آپ کی اقتداء کی ادنیٰ منازل پر عمل کریں گے یعنی اسے مباح سمجھ کر اقتداء کی جائے۔

حکایت:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے محرم حاضر ہوا جس نے اپنے پہننے کے کپڑے بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں علیحدہ کر کے عرض کی کوئی قرآنی دلیل آپ نے یہی آیت پڑھی ما اتکم الرسول۔

فائدہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ واشمات عورتوں پر لعنت کرے۔ واشمات یعنی وشم کا عمل کرنے والیاں۔ الوشم ہاتھ کا گودنا نیل وغیرہ سے۔ القاموس میں کہا الوسم وعد کی طرح بدن میں کوئی چبھو کر اس پر کاجل ڈال دینا۔ النؤور بروزن صبور بمعنی النیلج (چربی کا کاجل جو گودنے کے کام میں آتا ہے) اور چربی کا دھواں اور پتھر جیسے سرمہ) جسے پیس کر مسوڑوں پر لگایا جائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت کرے مستوشمات پر۔ یہ استوشمت الجاریہ سے ہے بمعنی وہ عورت جو گودنے کی خواہش کرے۔ اور فرمایا متنصات للحسن پر لعنت کرے متنصات وہ عورتیں جو حسن بڑھانے کے لیے بال نوچیں۔ القاموس میں ہے

کہ النمعن بمعنی بال نوچنا اور النامصہ پر بھی لعنت کی ہے یعنی وہ عورت جو دوسری عورت کے حسن کے لیے اس کے بال نوچے یعنی حسن بڑھانے کے لیے جو عورت اپنے یا کسی دوسری عورت کے بال اکھیڑے تو مستحق لعنت ہے[1] اور فرمایا ان عورتوں پر لعنت جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرتی ہیں۔

مسئلہ:۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دانتوں کو تیز کرنے کے ارادہ پر اس میں کاٹ واٹ کرتے ہیں۔ آلات وغیرہ سے۔

مسئلہ:۔ ناک میں سوراخ کرنا بھی حرام ہے۔

مسئلہ: کان میں سوراخ عورت کو مباح ہے جو زینت کی نیت سے ہو یعنی بالی پہننا وغیرہ لیکن مردوں کے لیے حرام ہے۔

مسئلہ: ایسے ہی مردوں کا داڑھی مونڈنا بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر ہے[2]

حکایت:۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مضمون بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچا تو آپ کے پاس حاضر ہوئی اس کا نام ام یعقوب تھا کہا اے ابن مسعود رضی اللہ عنہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عورتوں کو ایسے افعال سے لعنتی کہتے ہیں فرمایا میں کیوں نہ ان عورتوں کو ملعون کہوں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لعنت کی ہے اور وہ حکم کتاب اللہ میں ہے۔ ام یعقوب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں نے سارا قرآن دوبارہ پڑھا ہے اس میں تو یہ حکم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمھیں انکار نہ ہوتا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانہاکم عنہ فانتھوا۔ ام یعقوب نے کہا یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا اسی سے میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے ایسے افعال سے روکا ہے۔

مسئلہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اسی آیت سے اللہ تعالیٰ نے دباء۔ ختنم بالضم والمد (کدو) الحنتم (بالفتح) التاء وسکون النون (اس سے قبل) سبز رنگ کا گھڑا۔ النقیر وہ پتھر اور لکڑی وغیرہ

---

[1] بال نوچنا حسن کے اضافہ کی نیت بھی حرام ہے تو جو عورت ماتم حسین رضی اللہ عنہ میں بال نوچتی ہے اس کا کیا حال ہوگا ایسے ہی بین کرکے بال نوچنے والی عورتوں کو سمجھئے۔ اویسی غفرلہ۔

[2] یکمن مسلمانوں کو کون سمجھائے کہ اے خدا کے بندو داڑھی مونڈ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر رہے ہو ان کی لعنت کو دعوت دے رہے ہو۔ چلو آج نہ سمجھو گے تو قبر میں سمجھو گے پھر کیا فائدہ ابھی سے مان لو داڑھی بڑھاؤ۔ ۱۲۔ اویسی غفرلہ۔

جسے سوراخ کیا جائے۔

المزفت ۔ بالضم وتشدید ۔ مٹی کا گڑھا ۔ بڑا مٹکا جسے زفت (کالا تیل) مل دیا جائے۔

مسئلہ : امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مبید التمر اور جوار کا نبیذ برتنوں میں ڈالنا جائز ہے اگرچہ ان کی وجہ سے ان میں شدت بھی آجائے۔

حدیث شریف : قرآن مجید سخت اور مشکل ہے جو اس سے کراہت کرے ورنہ آسان ہے اس پر جو اس کی اتباع کرے ایسے ہی میری حدیث مشکل اور سخت ہے اسی سے حکمت مراد ہے جو میری حدیث کا دامن مضبوط تھامتا ہے اور اس کی قرآن مجید کے ساتھ حفاظت کرتا ہے تو ان کے لیے آسان ہے اور جو میری حدیث سے سستی کرتا ہے تو دنیا اور آخرت میں خسارہ پا گیا اور تم اللہ تعالیٰ سے مامور ہو میری حدیث پر عمل کرنے کے اور تمھیں حکم ہے کہ تم میری سنت پر عمل کرو اور میری اتباع کرو جو میری سنت سے راضی ہے وہ قرآن سے راضی ہے جو میری سنت پر استہزاء کرتا ہے وہ قرآن سے استہزاء کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا۔

تفسیر صوفیانہ :-

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے شرائع الاسلام مراد ہیں اسی لیے فرمایا کہ جو وہ تمھیں دیں غیبی خبریں اور مکاشفہ رب سے تو انہیں یقین کر کے لے لو اور وہ جو تمھیں نظر الی غیر اللہ سے روکیں تو اس سے رُک جاؤ۔

دوسری تفسیر صوفیانہ :

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں ذوی القربیٰ سے خطاب کیا گیا ہے یعنی وہ جو چار مراتب مذکور ہوئے اور انہیں فرمایا جو تمھیں رسول قلب دے اس فیض سے جو اُسے حاصل ہوا تمھاری ظاہری صورت اور تمھاری معنوی معرفت سے نفس کافر کے قتل کرنے اور ظالم خواہش نفسانی کے مٹانے سے پہلے حسن تلقی اور لطف قبول سے اسے قبول کر لو اس لیے کہ اس نے تمھیں تمھاری استعداد کے مطابق دیا ہے اور وہ تمھیں جس سے روکیں تو اس پر اعتراض کرنے سے رُک جاؤ اور اعتراض کرنے سے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے کہ وہ تمھیں اپنی طرف حسن توجہ اور استفاضہ کے لطف سے محروم کر دے (تو پھر کیا کرو گے)

تفسیر عالمانہ :-

للفقراء المھاجرین ۔ ان فقراء مہاجرین کے لیے ۔

ذوی القربیٰ ۔ اور اس کے معطوفات پر اس کا عطف ہے نہ کہ اللہ ورسول پر ورنہ فقراء میں رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) داخل ہوں گے۔

درسِ ادب :- آپ کو فقیر کہنا بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں ذم ونقصان کا توہم ہے۔[1]

---

[1] جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فقر و فاقہ (محتاجی) ثابت کے درپے ہیں تاکہ اہلسنت کا رد ہو کہ وہ آپ کو

فقیر کا مادہ فقر سے ہے بمعنی کمر کا ٹوٹنا ان کے قول فقرتہ دیں نے اس کی کمر توڑی) ہے
توہم کی تقریر: اسی لیے حاجت و داہیہ کو فاقرہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ انسان پر غلبہ پاکر گویا اس کی کمر توڑ دیتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اطلاق (معمولی سی بے ادبی کے شائبہ پر) ناجائز ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے بطریق اولیٰ ناجائز ہو۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے آیت **وینصرون اللہ ورسولہ** الخ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر کہلانے سے نکالا ہے۔ اس تقریر کے بعد اب فقراء میں داخل رہا۔

ابن السبیل - یعنی وہ شخص کہ جس کا مال گھر میں ہے اس معنی پر اُسے بھی فقیر نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ تلویح وغیرہ میں نص ہے۔

مسئلہ: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اغنیاء ذوی القربیٰ کو فئی دینا جائز رکھا ہے تو انہوں نے اسے مابعد سے بدل بنانے پر لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقراء کی شرط لگائی ہے۔ بنونضیر کی فئی پر قیاس کر کے انھیں فقیر سمجھنا اس تاویل کا تعسف ظاہر ہے۔ (الارشاد)

الذین اخرجوا من دیارھم - وہ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے جو مکہ معظمہ میں تھے۔

واموالھم - اور مالوں سے یعنی اپنے مالوں سے دور پڑے ہیں اور انہیں کفار مکہ نے نکلنے پر مجبور کیا اور ان کے مال ہتھیا لیے وہ ایک سو تھے جو مکہ معظمہ سے نکلے۔ یہ ظاہر پر مبنی ہے ورنہ وہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے اختیار سے ہجرت کر آئے اور انھیں اسلام سے شدید محبت تھی اسی لیے اسے اختیار کیا اور بھوک سے ایسے نڈھال کہ پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے اور سردی سے بچنے کے لیے گڑھے کھود کر گزارہ کرتے ان کا کوئی گھر نہ تھا جس میں رہ کر سردی سے بچتے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیر مہاجرین کے لیے دعا مانگتے تھے اور فرماتے اے فقیر مہاجرو قیامت میں تمھیں نور تام کی خوشخبری ہو کہ تم دولت مندوں سے آدھا یوم پہلے بہشت میں داخل ہو گے جس دن کی مقدار پانچ سو سال ہے۔

یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً - وہ اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرتے ہیں اور اس کی خوشنودی یعنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶

مختار کل تھے تو پھر آپ پر فقر و فاقہ کیسا جبکہ آپ کئی روز تک بھوکے رہتے اور آپ کے گھر پر آگ نہ جلتی وغیرہ وغیرہ اور مختار ہوتے تو پھر وہ ہماری دعاؤں کے محتاج کیوں ہوئے۔ جب ان کے لیے شب و روز دعا کرتے ہیں۔ **اللھم صل علی محمد** الخ۔ اے اللہ محمد پر رحمت بھیج۔ ایسے بدبختوں کی ایسی بدبختی کا کیا علاج تفصیل فقیر کی کتاب "اختیار کل لمختار کل" پڑھیے۔

درانحالیکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں رزق اور آخرت میں خوشنودی کے طالب ہیں پہلے ان کا وہ وصف بیان کیا گیا جو ان کے استحقاق الفیٔ کا موجب ہے یعنی گھروں سے نکالا جانا اسے دوبارہ ذکر کیا ان کے تفخیم شان کی وجہ سے اور یہی اس کی تاکید کرتا ہے اور وہ اخرجوا کی ضمیر سے حال ہے اور ان کے حال کے ذکر میں عالی سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے کیونکہ رضائے الٰہی دنیا کی عطا سے بہت بڑی بلند قدر ہے۔

وینصرون اللّٰہ ورسولہ۔ اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں۔ اس کا عطف یبتغون پر ہے یہ حال مقدرہ ہے کہ ای ناوین یعنی درآنحالیکہ ان کی نیت ہے کہ دین بلند ہو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے اور اس کی طاعت میں اپنی جان کی بازی لگائیں گے۔ یا حال مقارنۃ کا ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان کا نکلنا گھروں سے اس نیت سے تھا کہ کافروں کو ذلیل کریں گے اور مدینہ پاک میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے جتنا ہو سکی اور جس طرح ہو گی۔

اولئٰک۔ وہی لوگ مہاجرین وہ جو مذکورہ صفات سے موصوف ہیں ھم الصادقون۔ وہی سچے ہیں صدق میں راسخ اور پختہ ہیں اس لیے کہ جیسے کہا تھا ویسے کر دکھایا گویا صدق ان پر مقصود ہے کما قال صدق کے آثار صرف انہیں میں ہیں صدقۃ السر کی طرح یعنی صدقہ سر کا بادشاہ ہے اور جنت کی صداق اور صداق بمعنی جنت کی سرائے کا سرور اور بمعنی صدیق الحق یعنی وہ صدیق پادشہ حق ہے ؎

راست کاری پیشہ کن کاندر مصاف رستخیز
نیستند از خشم حق جز راست کاراں رستگار

ترجمہ: سچائی کا طریقہ اختیار کر کہ قیامت کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے سوائے سچوں کے کسی کی نجات نہیں ہو گی۔

اختیار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کلیۂ عالم کے سردار ہیں اور ہم تمام اولاد آدم (علیہم السلام) سے بہتر و برتر ہیں۔ اس پر فخر نہیں ہمارے ہاتھ میں لطف و کرم کی سلسلیں رکھیں اور ہمارے حجرے بہرہ ور اور برگزیدہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ہدیئے بھجوائے ہیں نفیس ترین لباس پہنائے اور اعزاز کے بہترین نقوش ہماری آستینوں پر باندھے لیکن ہمیں اس کا کوئی فخر و ناز نہ تھا۔ مجھ سے پوچھا سردار تمھیں خود کیا چاہیے اور تم کس بات سے فخر کرنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا میرا اختیار و افتخار فقر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن کا کھانا دوسرے دن نہ ہو اور اپنے فقراء مہاجرین جیسے بلال و صہیب و سلمان و عمار کے فقر کی باتیں کہتا ہوں ؎

بر دل ذکر اُمتش نشار است مرا
وز فقر لباس اختیار است مرا
دینار و درم بچہ کار نیست مرا
با حق ہمہ کار چوں بکارست مرا

ترجمہ:۔ اُمت کی یاد میں میرا دل قربان مجھے فقر کا لباس پسند ہے۔ دینار و درم سے مجھے کیا کام ہے مجھے اگر کوئی کام ہے تو صرف حق سے ہے اور بس۔

فائدہ:۔ فقر کی دو قسم ہیں:۔

(۱) اس سے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی اور فرمایا اعوذ بك من الفقر۔ میں فقر سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۲) اس پر فخر فرمایا چنانچہ الفقر فخری۔ فقر میرا فخر ہے پہلا نزدیک بکفر دوسرا نزدیک بحق ہے وہ فقر جو کفر کے نزدیک ہے وہ فقر دل ہے اور وہ دل علم و حکمت اور اخلاص و صبر در رضا و تسلیم اور توکل سے خالی ہو کہ ایسی بہترین ولایات سے محروم ہو جیسے زمین آبادی کے لائق نہ رہے وہ دل بھی ایسی جواہر کے قابل نہ ہو بلکہ وہ شیطان کا گھر بن جائے بلکہ شیطان کے لشکر کو جگہ ملتی ہے تو اسی گھر میں سپاہ شیطان یہ ہے:

۱۔ شہوت و غضب۔ حسد و شرک اور شک و شبہ اور نفاق نشان اس فقر کا یہ ہے کہ ایسا آدمی جو کچھ دیکھے ٹیڑھا دیکھے اس کی شنوائی مجاز کے سماع میں مستغرق اس کی زبان پر کذب و غیبت کے سوا کچھ نہ چلے اس کا قدم سوائے ناشائستہ کے امور کی طرف نہ اُٹھے۔ یہ وہ فقر ہے جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاد الفقر ان یکون کفرا۔ قریب ہے اس کا فقر کفر میں دھکیل جائے گا اور فرمایا اللھم انی اعوذ بك من الفقر والکفر۔ اے اللہ میں تجھ سے فقر و کفر سے پناہ مانگتا ہوں بہرحال وہ فقر جس کیلئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الفقر فخری۔ فقر میرا فخر ہے وہ ہے کہ جس میں بندہ دنیا سے خالی ہو اس سے خالی ہو گا تو دین کے نزدیک ہو گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ دین عریان (ننگا) ہے اس کا لباس تقویٰ ہے اسے صوفیہ کرام کی اصطلاح میں تجرید کہتے ہیں اس لیے کہ مرد رسوم دنیا سے مجرد (خالی) ہو جاتا ہے جیسے تلوار از نیام۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک تلوار نیام میں رہے اسوقت تک اس کا ہنر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا کام ہویدا ہوتا ہے ایسے ہی دل جب تک وہ انسانیت کے غلاف میں پوشیدہ ہے اس وقت تک اس کا ہنر ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا کارنامہ آشکار ہوتا ہے جب وہ انسانیت کے غلاف سے باہر آئے گی تو پھر اس کی اصلی صورت و صفت نظر آئے گی۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۱):- حضرت نجم الدین الکاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ انفقار کی تین اقسام ہیں:۔

(۱)۔ افتقار الی اللہ دون الغیر اسی کی طرف اشارہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہ الفقر سواد الوجہ فی الدارین ۔ فقر دارین میں سیہ رو ہے ۔

انتباہ:۔ جملہ احادیث میں عجیب و غریب معانی ہوتے ہیں عقلمند ہی جان سکتے ہیں۔

سوال وہابی[1]۔ حدیث الفقر فخری پر محدثین نے طعن و تشنیع کی ہے فلہذا اسے دعویٰ کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

جواب از صاحب روح البیان۔ یہ حدیث معناً صحیح ہے کیونکہ ایک دوسری حدیث صحیح میں ہے اللھم اغننی بالافتقار الیك (اے اللہ مجھے اپنی محتاجی میں دوسروں سے بے پرواہ بنا دے)۔

فقیر کون ؟:- حضرت حسین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا کہ فقرار کسے کہتے ہیں فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرنے والے اور وہ اس کے اس ارادہ پر راضی جو وہ ان کے حق میں جاری فرمائے بعض نے کہا فقیر وہ ہے جو ہر سبب اور تعلق کو ترک کر کے کونین کی کسی چیز کی طرف اس کی توجہ نہ ہو سوائے اپنے پروردگار کے انھیں اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بنایا ہے اور اس کی خدمت کے لیے اغنیاء کو مقرر فرمایا ہے ان کی تشریف و تکریم کے پیش نظر۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۲):- تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ذوی القربیٰ سے مہاجرین الی اللہ کو بدل بنایا یعنی ذوالقربیٰ وہ مہاجرین ہیں جو قریۂ نفس سے ہجرت کر کے مدینہ روح و قلب کی طرف ہجرت کے ساتھ سیر و سلوک کے نفسانیت کے جنگل اور حیوانیہ کے ویرانے طے کر کے اپنے وجودات کی دیار اور اپنی صفات و اخلاق کے اموال سے نکل کر اپنے خالق و رازق کے حضرت میں پہنچے اس کے فضل و وجود اور اس کی صفات و لفوت کے نور کی طلب میں اللہ تعالیٰ کی مدد کرنے والے اس کا مظہر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے وہ اللہ جو جامع اسم ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے ان کے مظہر ہونے میں اس کے احکام و شرائع ظاہرہ کے لیے وہی لوگ سچے ہیں مقام فنا میں کہ وہ فانی ہیں اپنی ذات سے اور صفات سے اور افعال سے اور اس کے ساتھ باقی ہونے میں یعنی بقار بذات اللہ و صفات اللہ و افعال اللہ میں ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم

---

[1] یہ اضافہ فقیر ہے اس لیے کہ سوال اگرچہ پرانا ہے لیکن وہابیوں نے اپنے مطالب کے لیے اپنایا ہوا ہے ۱۲ (اویسی غفرلہٗ)

سے ایسے ہی بنائے۔ (آمین)

تفسیر عالمانہ: والذین تبوؤ الدار والایمان۔ اور جنہوں نے اس شہر اور ایمان میں گھر بنایا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے انصار کی مدح و تعریف سابقہ خصائل کے بیان کے لیے لایا گیا ہے منجملہ آپ کے خصائل حمیدہ کے ایک یہ ہے کہ انہیں مہاجرین سے محبت ہے اور دوسرا یہ کہ فئے صرف مہاجرین کو دینے پر راضی ہیں بلکہ بہت زیادہ راضی ہیں۔

انصار کون ہیں؟

انصار بنو الاوس والخزرج ہیں یہ دونوں حارثہ بن ثعلبہ بن مالک بن زید بن کہلان بن سبائن بن یشجب ابن یعرب بن قحطان کے بیٹے ہیں (قاموس) میں ہے کہ قحطان بن عامر بن شالخ قبیلے کا جد امجد ہے یہی عرب خالص کا اصل ہے۔ انصار میں سے غسان ہے۔ ہمچو شداد یہ پانی کا چشمہ ہے جو جحفہ کے قرب میں ہے از دکی اولاد سے یہ لوگ یہاں اترے وہاں سے پانی پیا تو اس کی طرف منسوب ہوئے۔

حل لغات:۔ اصل البواء بمعنی مکان اجزاء کا مساوی ہونا بخلاف النبو کے کہ وہ مکان جس کے اجزاء مساوی نہ ہوں۔ اہل لغت کہتے ہیں مکان بواء وہ مکان اپنے رہنے والے کے لیے مخالف طبع نہ ہو اور کہتے ہیں بوأت لہ مکانا۔ میں نے اس کے برابر بنایا۔

فائدہ:۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ ٹھہرنے کے مکان کی طرح بیت الخلاء بھی بناتے تھے تبوء المنزل بمعنی اسے منزل و تمکن اور اس میں قرار کرنے کے لیے بنانا۔ تبوأ فیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ از قبیل منازل و مکانات کے ہو۔

الدار سے مدینہ طیبہ مراد ہے پرانا نام یثرب نیا نام طیبہ و طابہ ہے بخلاف ایمان کے کہ وہ اس سے سے نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہوں نے دار و ایمان کو رہائشی منزل مقرر کر لی اور خوب ٹھہرے اور بسے حال کو بمنزلہ مکان کے استعمال کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا التبوء لزوم کے معنیٰ کو متضمن ہے۔ بعض نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے دار کو رہنے کی جگہ بنائی اور اس میں ایمان میں اخلاص کیا یا اسے قبول اور پسند کیا اس قائل قول کی طرح ہے۔

علفتہا متبأ و ماءً بارداً۔ میں نے گھاس کھلایا اور ٹھنڈا پانی (پلایا) کلام کے اختصار کی وجہ سے۔

سقیتہا۔ محذوف کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ :۔ فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ شاید اصل کلام یوں ہو :

والذین تبوؤا دار الایمان ۔ کیونکہ مدینہ طیبہ کا ایک اسم گرامی دارالایمان بھی ہے اس لیے اس نے ایمان ظاہر کیا اور یہی ایمان کا ماوٰی ہے جیسے اسے دارالہجرت کہا جاتا ہے ۔ علاوہ ازیں صورت مذکورہ سے ذکر کرنے میں یعنی صرف الایمان کہنے میں ان کے ایمان پر تنقیص ہے کیونکہ محض مدینہ پاک میں مکان بنا نا یا وہاں ایمان کے بغیر رہنا سہنا قابل مدحت نہیں[1]۔

من قبلھم ۔ ان سے پہلے معنی مہاجرین کی ہجرت سے پہلے ۔ یہاں مضاف مقدر ہے اس لیے کہ انصار مہاجرین سے پہلے ایمان لائے بلکہ یہ ہے کہ بعض انصار ہجرت مہاجرین سے پہلے ایمان لاتے تھے اور بعض بعد کو ایمان لائے ۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا یہاں انصار سے وہ حضرات مراد ہیں جو حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف لانے سے دو سال پہلے ایمان لائے اور عبادت کے لیے مساجد بھی بنائیں ۔ اور انہوں نے اسلام کی یوں تربیت کی جیسے پرندے بچے کی تربیت کرتے ہیں ۔

فائدہ :۔ الارشاد میں ہے کہ ممکن ہے کہ اس کی تعبیر یوں کی جائے کہ انصار نے مدینہ طیبہ میں ایمان کو مکمل کامل بنایا پھر اس کے لزوم وخلوص سے مراد ان کے باقی حقوق کی اقامت مراد ہو منجملہ اس کے حقوق کے عام شعائر و احکام کا اظہار ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس معاملہ میں انصار کو مہاجرین پر تقدم ہے کیونکہ وہ مکہ معظمہ میں ایمان پر سبقت اور اخلاص کے باوجود اس کے بعض شعائر و احکام کو کھلم کھلا ظاہر کرنے سے عاجز تھے اگرچہ ان کے لیے قلب اور اعتقاد میں ذرّہ برابر بھی کم نہ تھے اس معنیٰ پر انصار کو مہاجرین پر تقدم ہو تو کیا حرج ہے ۔

---

[1] جیسے سابق دور میں منافقین کا مدینہ پاک رہنا یا آج کل نجدیوں و وہابیوں کا رہنا سہنا ان کی مدحت نہیں یہ ان لوگوں کی خوش فہمی کے ازالہ کے لیے ہے کہ اگر نجدی وہابی خدا و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) کو ناپسند ہیں تو پھر وہاں نہ صرف رہتے بلکہ مسلّط ہیں ۔ ان کی شاہی و سلطنت ہے تو ان بھلے مانسوں کو کون سمجھائے کہ کعبہ معظمہ پر ابوجہل اور اس کی پارٹی بھی عرصہ تک مسلّط رہی اور آج کل اسرائیل بیت المقدس پر قبضہ جمائے ہوئے ہے تو کیا ان سب کو تم سعادت کا سرٹیفکیٹ دے سکتے ہو تو جیسے وہ ویسے یہ ۔ (فافھم ولا تکن من الاغبیاء) اویسی غفرلہٗ)

تفسیر صوفیانہ: آیت میں دار القلب کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دار الصدق و الاخلاص ہے اور ایمان میں ایمان وہبی کی تحقیق و تثبیت کی طرف اشارہ ہے۔

یحبون من ہاجر الیہم۔ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہ موصول کی خبر ہے یعنی یہ لوگ ان سے ان کی ہجرت کرنے پر محبت کرتے ہیں اس لیے کہ انہیں ایمان سے محبت ہے۔ اس لیے کہ انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ہیں اور قاعدہ ہے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ اسی سے انصار کو مہمان سے پیار ہے۔

ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ۔ اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے۔ ایسی شے جو اس کی طرف محتاجی ہو۔

مما اوتوا۔ اس شے سے جو دیئے گئے۔ اس مال غنیمت وغیرہ سے جو مہاجرین کو دیا گیا۔ **من** بیانیہ ہے۔ کہا جاتا ہے **خذ منہ حاجتك**۔ اسی سے اپنی حاجت لے یعنی جس شے کا تو محتاج ہے اسی سے لے لے۔ نفی الوجدان سے نفی العلم مراد ہے اسی لیے وجدان فی نفسہ ادراک علمی کا نام ہے یہ مبالغہ ہے کیونکہ معنیٰ لا یجدون میں ہے وہ لا یعلمون میں نہیں۔ بعض نے کہا اس سے محتاج الیہ کی طلب مراد ہے یعنی اس کے پیچھے نہیں پڑتے جو وہ دیئے گئے اور نہ اس کا طمع ہے جس کے وہ محتاج ہیں یعنی انھیں اس پر غیض و حسد نہیں کہ وہ پہلے یہاں موجود ہیں تو انہیں مال فئے میں مقدم کیوں نہیں کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حاجت الی الشئ بمعنی اس شے سے محبت کے ساتھ اس کی محتاجی۔

ویؤثرون۔ اور مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہاں مفعول محذوف ہے۔

علی انفسہم۔ اپنے نفسوں پر۔ ہر شے میں معاش کے اسباب میں سے جود و کرم کے طور یہاں تک کہ جس کے پاس دو عورتیں تھیں ایک کو طلاق دے کر وہ مہاجر ساتھی کے نکاح میں دے دیتا۔ ایثار بمعنی اپنی ضرورت کے باوجود دوسرے کو دے دینا۔

حدیث شریف: کوئی قوم دنیا میں ہرگز جمع نہیں ہوئی جن میں اسخیاء و بخلاء نہ ہوں سوائے انصار کے کہ ان کے سب کے سب سخی ہی سخی ہیں ان میں کوئی بھی بخیل نہیں۔

ولو کان بہم خصاصۃ: اگرچہ انہیں سخت محتاجی ہو۔ ضرورت ہو۔

حل لغات: خصائص در اصل خصاص البیت کو کہا جاتا ہے یعنی گھر سوراخ والا بوجہ مواضیع الحاجہ

اشتمال کے ان سے فقر سے بایں معنی تشبیہہ ہے کہ وہ ضروریات سے مسدود نہ ہو۔ اسے خلّۃ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

الخص۔ بانس اور درخت سے تیار شدہ جھونپڑا۔ اس لیے اس سے فقر ظاہر ہوتا ہے۔

تقسیم الفئی: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کا مال تمام مہاجرین پر تقسیم فرما دیا سوائے تین کے حالانکہ وہ محتاج بھی تھے۔

(۱) ابو دجانہ سماک بن خرشہ۔

(۲) سہل بن حنیف۔

(۳) حارث بن صمہ (رضی اللہ عنہم)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دو کو مال فئی نہ دیا۔

۱۔ سہل ۲۔ ابو دجانہ حارث بن صمہ۔ رضی اللہ عنہما۔



یہ دونوں بئر معونہ میں شہید کیے گئے۔

شان نزول: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اگر چاہو تو یہ مال ابو نضیر تمھیں اور مہاجرین کو دوں چاہو تو جو تم نے انھیں مواخات میں دیا ہے وہ واپس کر لو اور یہ صرف مہاجرین کو دے دوں۔ انصار نے کہا یا رسول اللہ مواخات والا مال بھی ہم ان سے واپس نہیں کرتے اور اس مال میں بھی ہم ان سے کچھ نہیں لیتے۔ یہ تمام مال مہاجرین کو ہی عطا فرمادیں۔ (یہ ان کا ایثار ہے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔



فائدہ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض زمین کے قطعے تقسیم کر دیئے اور بعض باقی رکھے وہ آپ کی ضروریات کے لیے کھیتی کی جاتی۔ جب آپ نے مہاجرین پر ابو نضیر کا مال تقسیم فرمایا تو حکم دیا کہ مواخات کے وقت جو تم نے ان سے اموال لیے ہیں (اب جو کچھ موجود ہو) واپس انصار کو کر دو کیونکہ اب ان سے مستغنی ہو گئے ہو۔ علاوہ ازیں مہاجرین ان اموال کے کلی مالک نہ ہوتے تھے بلکہ انھیں انتفاع کے لیے دیا گیا تھا۔ ایسی ہی کھجوریں بھی۔

ایثار کی حکایات

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری کو بکری کا سر ہدیہ کے طور بھیجا گیا۔ اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ وہ مسکین تھے انہیں معلوم ہوا کہ ہمسایہ کو اس کی حاجت ہے کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ محتاج ہے

ز فرمایا یہ میرے ہمسایہ کو دے دو۔ اس کے پاس گئے تو اُس نے فرمایا مجھ سے میرا ہمسایہ زیادہ محتاج ہے اسے دے دو۔ وہ بکری کا سر اسی طرح سات گھروں کا چکّر لگا یا یہاں تک کہ اسی پہلے انصاری کے پاس واپس آ گیا۔

حکایت (۲) حضرت حذیفہ عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ یرموک میں اپنے چچازاد کی طلب میں زخمیوں میں پہنچا۔ میرے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ میں نے سمجھا کہ بھائی کا کچھ سانس باقی ہوگا تو اسے پانی پلاؤں گا شاید جانبر ہو سکے۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو پانی پلانا چاہا۔ پوچھا تو سر کے اشارے سے ضرورت ظاہر کی۔ جب میں پانی اس کے قریب لے گیا تو قریب والے سے کراہنے کی آواز سن کر اشارہ فرمایا اسے پلاؤ (میری خیر ہے) میں اس کے قریب گیا تو دیکھا کہ حضرت ہشام بن العاص ہیں میں نے پانی کا اشارہ کیا تو ضرورت کے لیے سَر ہلایا میں پانی اس کے قریب لے گیا تو ایک کی کراہت کی آواز سُن لی۔ حضرت ہشام نے فرمایا اس کے پاس لے جا میں اس کے پاس آیا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ ہشام کے پاس آیا تو وہ بھی وفات پا چکا تھا۔ پھر چچازاد کے پاس گیا تو اس کا بھی کام تمام ہو گیا۔

فائدہ:۔ اسے کہتے ہیں ایثار بالنفس۔ یہ مال کے ایثار سے بڑھ کر ہے ؎

فدائے دوست نکردیم عمر و مال دریغ
کہ کار عشق زما ایں قدر می آید

ترجمہ:۔ ہم دوست پر عمر و مال فدا نہ کر سکے۔ افسوس ہے کہ عشق میں ہم سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

شانِ نزول:۔ التکملہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اس کا واقعہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے معلوم ہوا کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کو مہمان بنائے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے گھر جا کر بی بی سے فرمایا کیا کچھ ہے انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے اُٹھو اور چراغ کو بجھا دو تاکہ وہ اچھی طرح کھا لے۔ یہ اس لیے تجویز کی کہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہلِ خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ اس کو یہ معلوم ہوگا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے بھوکا رہ جائے گا اس طرح مہمانوں کو کھلایا اور آپ ان صاحبوں

نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہوا۔

حکایت نمبر ۴

فقراء (اولیاء) اور علماء میں فرق:۔ بادشاہ اور وزیر کے درمیان اختلاف ہوا بادشاہ کہتا کہ علماء کرام افضل ہیں وزیر کہتا فقراء (اولیاء) وزیر نے کہا ان کا امتحان لے لیں اس کے دو طریقے ہیں:

اول یہ کہ کسی کو ایک ہزار درم دے کر مدرسہ والوں کی طرف بھیجو اور کہو کہ بادشاہ نے یہ رقم اس کے لیے بھیجی ہے جو تم میں سب سے افضل ہو اسی کو دو۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تو اہل مدرسہ کے پاس جب بادشاہ کا قاصد گیا تو ہر ایک کہتا کہ میں سب سے افضل ہوں قاصد نے کہا کہ مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تم میں کون افضل ہے۔ یہ کسی کا حق نہیں فلہٰذا میں اسے واپس لے جا رہا ہوں[1]۔ اب وہی رقم لے کر خانقاہ (مرکز اولیاء) میں پہنچے تو فقراء (اولیاء) سے پوچھا کہ تم میں کون افضل ہے تاکہ یہ ہزار درہم اسے پیش کر دوں۔ سب یک زبان بولے میں نہیں یہ ہے وغیرہ۔ بالآخر قاصد نے بادشاہ کو رقم واپس جا کر دی۔ وزیر نے کہا اب دوسرے طریقے سے بھی آزمائیے کہ چھرا قاصد کے ہاتھ میں پکڑائیے اور اہل خانقاہ کے پاس بھیج کر فرمائیے کہ تم میں افضل کون ہے جو افضل ہوگا اسے قتل کیا جائے گا۔ جب خانقاہ میں پہنچے تو ہر ایک کہتا مجھے قتل کیجئے میرے ساتھی سے درپے نہ ہو اسی طرح وہ قاصد امتحان لے کر واپس آ گیا اسی طرح سے وزیر بادشاہ پر غالب آ گیا[2]۔

---

[1] اب بھی بفضلہ تعالیٰ علماء کی یہی حالت ہے۔

ع زمانہ بدلے لاکھ مگر ہم نہ بدلے جائیں گے

یا اللہ ہمیں ایسے علماء سے نہ بنا۔ (اویسی غفرلہٗ) ۱۲

[2] میں کہتا ہوں یہ بھی اہل خانقاہ دور سابق میں تھے۔ اب ہوں گے لیکن چھپے ہوئے ہیں کہیں ان کی زیارت نہیں ہو رہی بلکہ اب جو مدعیان مشیخت یا براجمان مسند ولایت ہیں ان کے اکثر تو ہماری طرح ہیچو ما دیگرے نیست۔ کے مریض ہیں اور بہت سے بدنام کنندگان اسلاف ہیں جن کا نام سن کر

سبق :۔ اسے کہتے ہیں ایثار کہ خود کو قتل ہونے کے لیے پیش کرنا منظور لیکن اپنے دوست کے لیے نامنظور گویا اپنی جان دوست پر قربان۔

صاحب رُوح البیان کا اظہار افسوس

صاحب رُوح البیان فرماتے ہیں کہ اب تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے دَور کے فقراء (ولایت کے مدعی) کا کیا حال ہے کہ اسلاف صالحین کے طریقوں سے کتنے دُور نکل گئے ہیں[1]۔

حکایت (۵) سیدنا ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھ پر بلخ کا ایک نوجوان غلبہ پا گیا۔ مجھ سے پوچھا زہد کیا ہے۔ میں نے کہا کچھ مل جائے تو کھا لیا جائے نہ ہو تو صبر۔ اس نے کہا کہ یہ تو ہمارے بلخ میں کتّوں کا طریقہ ہے بلکہ زاہد کو یوں ہونا چاہیئے کہ کچھ نہ ہو تو بھی شکر کرے اگر ہو تو اپنے بجائے دوسروں کو دینا چاہیئے۔

شعر
کریم کامل آنرا شناسم اندر دوران
کہ گر نانے رسد از آسیائے چرخ گردانش
ز استغنائے ہمت باوجود فقر و بے برگی
ز خود وا گیرد و سازد نثار بے نوایانش

ترجمہ :۔ میں زمانے میں کریم اسے سمجھتا ہوں کہ اگر اسے آسمان کی چکّی سے ایک روٹی ملے تو از راہ استغنا باوجود

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۲۶

بھی خلق خدا راضی نہیں۔ مجھے ایک ایسے مقدس شہر میں وعظ کرنے کا موقع ملا جسے دیکھ کر مجھے شہبازان ولایت یاد آگئے کہ ایک وقت تھا کہ ایسے شہباز اس شہر کی گدائی کو سعادت سمجھتے اور رحمت کے ملائکہ کرام اس شہر کا گشت کرتے نہ تھکتے لیکن افسوس کہ آج یہ شہر برائیوں اور ظلم و ستم کا اڈہ ہے کہ ملائکہ کرام یہاں کی ڈائری لکھنے پر تھرا جاتے ہیں۔

ع واہ عجب طور ہیں زمانے کے ۱۲ =۔

[1] ۔ یہ دو تین صدیوں پہلے کا حال ہے اور ہمارے دَور کے مدعیان ولایت اور مسند نشینان اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا حال زبوں تر ہے۔ میں نے تو یہاں تک تلخی دیکھی ہے کہ ان حضرات کو جو نہی اسلاف کے طریقوں سے ہٹا ہوا کہا گیا تو کہنے والے کا معاش و معاشرہ تنگ اور اُلٹا اسے ننگ زمانہ مشہور کرایا جاتا ہے گویا اسے سزا دی جاتی ہے کہ پھر وہ ان کے ایسے دھندے میں روڑا نہ اٹکا سکے ۱۲ = اویسی غفرلہٗ

فقر و ضرورت کے دوسرے ضرورت مندوں پر خرچ کر دے۔

تفسیر صوفیانہ: العوارف (للسہروردی قدس سرہٗ) میں ہے کہ ایثار اور مواسات اسے نصیب ہوتی ہے جس میں طبعی شفقت و رحمت اور قوت یقین بھرپور ہو اور یہی صوفیاء کرام کے اخلاق و عادات میں سے ہے کیونکہ وہ موجود کو پسند کرتے اور مفقود (نہ ملنے والی شے) پر صبر کرتے ہیں۔

فائدہ: حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو خود پر اپنے نفس کو مالک مانتا ہے تو اس سے ایثار نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے اور جو سمجھتا ہے یہ تمام اشیاء حق تعالیٰ کی ہیں جو اسے اس لیے ملے گی وہ اس کا حق ہے جو حق تعالیٰ نے خود عطا فرمایا ہے۔ اگر اس کے پاس کوئی شے پہنچے تو سمجھتا ہے نامعلوم میرے قبضہ میں امانت ہے یا غصب۔ اسے قرار نہیں آتا جب تک اسے خرچ نہ کر دے۔

حکایت: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ آپ نامعلوم کے بازار میں سبزی کے ٹکڑے جمع کر رہے تھے اور خود کو فرماتے یہی تیرا حق ہے تو اس پر راضی ہو اگر دنیا میں کسی شے کا تو مالک ہوا تو وہ تیرے لیے غضب الٰہی کا سبب ہے ؎

خیز یا را تا بمیخانہ زمانے دم زنیم
آتش اندر ملکت آل بنی آدم زنیم
ہر چہ اسبابست جمع آئیم و بس جمع آوریم
پس بحکم حال بیزاری ہمہ برہم زنیم

ترجمہ: اے دوست میخانہ میں تھوڑی دیر بیٹھیں اور آل بنو آدم کو آگ لگائیں جتنا ہم مال جمع کریں اس سے بیزاری کا اظہار کر کے اسے دُور پھینک دیں۔

تفسیر عالمانہ: ومن یوق شح نفسہ۔ اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچا گیا یعنی نفس کو حب مال سے اور بغض انفاق سے بچائے گا۔

حل لغات: الوقایۃ بمعنیٰ وہ شے جو اذیت اور ضرر پہنچانے سے حفاظت کرے۔
الشح: (بالضم و بالکسر) بخل مع حرص گویا یہ نفس کی صفات میں قبیح ترین عادات کا جامع ہے۔ اس کی نفس کی طرف اضافت اس لیے ہے کہ یہ اس میں راسخ ہیں اور وہی حرص کا مقتضی ہے ساتھ ہی خرچ سے منع بھی کرتا ہے یعنی بخل کی عادت رکھتا ہے اور جو بچایا گیا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ یہ کہ اس کے خلاف عمل کرے کہ حب مال اور بغض انفاق کی گندی عادت کے خلاف پر اس سے غلبہ حاصل کرے۔

فاولٰئک ھم المفلحون . تو وہی کامیاب ہیں ہر مطلوب پر فائز ہر ناگوار امر سے نجات پانے والے ہیں ۔

حل لغات ؛ الفلاح سعادت دارین کا نام ہے اور جملہ معترضہ انصار کی مدح کے لیے وارد ہے اس میں ان کی مدح و ثناء کی گئی ہے کیونکہ ان کی فتوت ان کے مدائح و مناقب مذکورہ ہیں بہر حال اس میں ان حضرات کے جلیل و عظیم الشان اور دقائق الاحوال کا بیان ہے ۔

حدیث شریف (۱) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض و عداوت ہے ۔

حدیث شریف (۲) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ انصار کو بخش ان کی اولاد کو بخش اور ان کی اولاد کی اولاد کو بخش ۔

سخاوت کے فضائل

حضرت سہروردی قدس سرہٗ نے العوارف میں فرمایا کہ سخاوت ایک صفت ہے جو نفس کو عارضی ہوتی ہے اس کے مقابلہ میں الشحّ آتا ہے اور یہ نفس کی صفات لازمہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے فلاح کا حکم اس کے لیے دیا ہے جو شح سے بچایا گیا۔ یعنی فلاح وہ پائے گا جو خرچ کرے گا اور راہِ خدا میں مال لٹائے گا۔

حدیث شریف (۳) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزوں کے مہلکات ہونے پر ارشاد فرمایا ہے :-

(۱) شح مطاع ۔ وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے صرف شحّ نہیں فرمایا کہ وہی مہلک ہو بلکہ مہلک اس وقت ہے جب اس کی اطاعت کی جائے ہاں نفس میں موجود ہو لیکن اس کی اطاعت نہ کی جائے تو مہلک نہیں اور نہ ہی یہ بُری شے ہے کیونکہ یہ تو نفس کے لوازم میں سے ہے اصل جبلت ترابی سے استمداد کرتا ہے اور تراب کا اصل قبض و امساک ہے اور یہ آدمی میں ہونا کوئی عجوبہ نہیں کیونکہ یہ تو اس کی جبلی عادت ہے اس سے تعجب جود و سخاوت پر ہے کہ یہ غیر نفوس میں کیسے عزیزہ (گھسی ہوئی) ہو گئی یہ صرف اور صرف صوفیہ کرام کو نصیب ہوتی ہے جو داعی ہوتے ہیں خرچ کرنے اور ایثار و سخا کے ۔

فائدہ :- یاد رہے کہ سخاوت جود سے زیادہ مکمل و اتم ہوتی ہے ۔ الجود کے مقابلہ میں بخل ہے اور السخا کے بالمقابل الشحّ ہے جود و بخل ہر دونوں اکتساب کو دخل ہے بطریق عادت کے بخلاف شح و سخا کے کہ وہ ضرورت عزیزیہ سے ہیں اسی لیے ہر سخی جواد ہے لیکن ہر جواد سخی نہیں ۔

مسئلہ :۔ اللہ تعالیٰ کو سخی کے لفظ سے موصوف نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ صفت العزائیز سے ہے[1] اور وہ منزہ ہے عزیزیت سے۔

جود و سخا کا فرق :۔ جود میں ریا داخل ہو سکتا ہے اس میں انسان کو عوض کی لالچ بھی ہوتی ہے۔ مخلوق سے اور ثواب کی اللہ تعالیٰ سے اور سخا میں یہ بات نہیں کیونکہ وہ اس نفس زکیہ سے ہے جو اغراض سے بلند تر ہے نہ دنیوی طمع نہ آخرت کے ثواب کا لالچ کیونکہ عوض کی طلب بھی بخل کی مشعر (خبر دینے والی) ہے اس لیے کہ وہ معلول بالعوض ہو گئی خالص سخاوت نہ ہوئی اور خالص سخاوت صرف اور صرف اہل صفا کو نصیب ہوتی ہے اور ایثار اہل انوار کو۔

فائدہ :۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الشح عمل بالمعاصی کو کہتے ہیں گویا وہ طاعت سے بچنا چاہتا ہے اس میں وہ تعریف داخل ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ الشح یہ ہے انسان اپنی چشم انتظار اس طرف رکھے جس کا وہ اہل نہیں۔

حدیث شریف :۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ الشح ہے جو تیری نگاہ بیگانی عورت کی طرف اُٹھے اس لیے کہ گویا نگاہ ڈالنے والا عفت اور چشم پوشی اَز عورت سے جی چراتا ہے۔

حکایت :۔ مروی ہے کہ کسی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میں ہلاک نہ ہو جاؤں فرمایا وہ کیوں عرض کی میں سنتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون**۔ جو اپنے نفس کے لالچ سے بچ گیا تو وہی کامیاب ہے) اور میں مرد شحیح (بخیل) ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے ہاتھ سے کوئی شے نہ جائے۔ آپ نے فرمایا آیت کا وہ مطلب نہیں جو تو نے سمجھا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر کا مال ظلماً نہ کھایا جائے ہاں ویسے بُخل بھی بری بلا ہے۔ الشح کی اور تفسیریں بھی ہیں۔

فائدہ :۔ حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الشح فقر سے زیادہ ضرر رساں ہے کیونکہ فقیر جب مال پالیتا ہے تو اپنے اندر وسعت پاجاتا ہے بخلاف شحیح (بخیل) کے۔

حدیث شریف(۱) :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ غبار فی سبیل اللہ اور جہنم کا دھواں کسی بندے کے پیٹ میں جمع نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ہمیشہ ہمیشہ کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان جمع ہو سکتے ہیں۔

---

[1] اور وہ بندوں کی صفات سے ہے یعنی اسی معنیٰ پر لفظ سخی اللہ تعالیٰ کو نہ کہا جائے ورنہ وہ تو بڑا کریم ہے کہ اس جیسا کریم کہاں۔ (اویسی غفرلہٗ)

حدیث شریف (۲) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فرض زکوٰۃ ادا کی اور مہمان کو کھانا کھلایا اور دکھ تکلیف میں لوگوں کی مدد کی تو وہ الشح (بخل سے بری ہو گیا اور الشح بخیل سے قریب تر ہے۔

حدیث شریف (۳) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے بچو اس لیے کہ ظلم قیامت میں تاریکیاں ہیں اور الشح (بخل) سے بچو کہ اس نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا اس نے خونریزی پر اور محارم کے حلال کرنے پر ابھارا۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا ؎

احوال گنج قارون کایام داد بر باد
با غنچہ د باز گوید تا زر نہاں ندارد

ترجمہ: گنج قارون کو دوران زمانہ نے تباہ و برباد کیا۔ اب غنچہ کہتا ہے کہ زر و مال چھپا کے نہ رکھ۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

(۱) ہر چند لاف زند کرم مرد درم درست
دریوزۂ احسان ز در او نتواں کرد

(۲) دریں مثلے ہست از فضلہ حیواں
نارنج تواں ساخت دلے بو نتواں کرد

ترجمہ: (۱) جتنا ہی درم سے دوستی کرنے والا سخاوت کا دم مارے۔ احسان کی گداگری اس کے دروازے سے حاصل نہ ہو سکے گی۔

(۲) اس میں ایک مثال مشہور ہے کہ حیوان کے فضلہ سے نارنگی تو تیار ہو سکتی ہے لیکن اس میں خوشبو پیدا نہیں ہو سکتی۔

تفسیر عالمانہ: والذین جاؤا من بعدھم۔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام کی قوت کے بعد ہجرت کر آئے اور مراد یہ ہے کہ یہ لوگ جب مدینہ پاک میں آئے یا ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو احسان میں ان کے بعد تابع ہوئے یعنی وہ حضرات جو فریقین (مہاجرین والانصار) کے بعد والے تا قیامت اسی لیے کہا گیا ہے کہ آیت تمام اہل ایمان تا قیامت کو شامل ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ لوگ جو قیامت تک فضائے وجود میں آئے۔

حدیث شریف: میں ہے کہ میری امت کی مثال بارش جیسی ہے کہ نامعلوم اس کا اول بہتر ہے یا آخر یعنی

منفعت وراحت میں بارش کی طرح ہے کہ نامعلوم بارش کا پہلا نافع ہے یا آخری حصہ خلقِ خدا کو آباد کرنے والا ہے میری اُمت کا حال بھی یونہی ہی ہے آخری زمانہ کے درویش حال شکستہ و سرفگندہ اور یہ صحابہ سب کے سب منفعت وراحت میں ایک طرح کے ہیں ظاہری شکل بشری میں ایک جیسے ہیں بارش کی طرح کہ وہ جہاں برستی ہے نفع پہنچاتی ہے اور یہ حضرات بھی جہاں ہوتے ہیں نفع دیتے ہیں۔ بارش باغ اور کانٹے نہیں دیکھتی اور نہ ہی جلیبلی کے پودے اور کگر کے درخت کا فرق کرتی ہے ایسے ہی یہ حضرات راحت رسانی میں اور نفع پہنچانے میں یکساں ہیں کہ اپنے بیگانے کا فرق نہیں دیکھتے۔

یقولون (عرض کرتے ہیں) یہ موصول کی خبر ہے اور یہ جملہ ان کی محبت پر مدح کے طور بیان کیا گیا ہے ان اہل ایمان کے لیے جو پہلے گزرے ہیں اور پچھلوں کو حق پہنچتا ہے کہ ان کے دین میں تقدم کے حقوق سمجھیں یعنی ان کے لیے دعا مانگتے ہوئے کہتے ہیں۔



ربنا اغفر لنا- (اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے) وہ جو ہم سے کوتاہی ہوئی۔

ولاخواننا (اور ہمارے بھائیوں کو) دین کے بھائی جو وہ ان کے نزدیک نسب کے بھائیوں سے زیادہ معزز و بزرگ تر ہیں۔

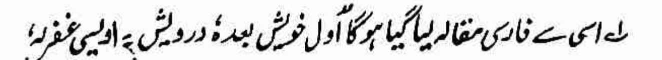
الذین سبقونا بالایمان (جو ہم سے پہلے ایمان لائے) ان کے اس وصف سے ان کی فضیلت کا اعتراف ہے ؎

چو خواہی کہ نامت بود جاوداں
مکن نام نیک بزرگاں نہاں

ترجمہ:۔ جب تو چاہتا ہے کہ تیرا نام ہمیشہ رہے تو بزرگوں کے نیک نام کو نہ چھپا۔

نکتہ:۔ مغفرت میں پہلے اپنا نام لیا اس لیے کہ مشہور[1] ہے کہ بندے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اپنے لیے دعا مانگے تاکہ خود مغفور لہ ہوگا تو پھر دوسروں کے لیے دُعا مستجاب ہوگی۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا اس میں اشارہ ہے کہ عاصیوں کی دُعا مستجاب نہیں ہوتی جب تک وہ پہلے بخشے ہوئے نہ ہوں لیکن یہ کلیہ غلط ہے اس لیے روایات سے عاصیوں کی دعا کی قبولیت کا ثبوت ملتا ہے اصل وجہ ہے کہ انسان اقرب دنیا نفس ہے اسی لیے پہلے اپنا لیتا ہے۔ علاوہ ازیں استغفار میں پہلے گناہوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے اور سب سے پہلے اپنے گناہوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے (بعض التفاسیر)



[1] اسی سے فارسی مقالہ لیا گیا ہوگا اول خویش بعدہٗ درویش۔ اویسی غفرلہٗ

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ انسان کا اپنا نفس دوسروں کے نفوس سے ایسے قریب تر ہے تو حصول نفع اور دفع ضرر پہلے اپنے لیے ہی موزوں ہے کیونکہ قاعدہ ہے الاقدم فالاقدم اس کے بعد بعد والے۔ علاوہ ازیں گناہ کا یقین اپنی ذات کے لیے زیادہ ہے بہ نسبت دوسروں کے کہ ان میں شک و شبہ اور ظن ہی ظن ہے اور اس کے لیے یہ بھی احتمال ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہو جس کا اسے علم نہ ہو۔ علاوہ ازیں دوسروں کے گناہوں کو پہلے گننا سوء ادب اور سوء ظن بالخصوص اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے متعلق (فلہذا اپنی تقدیم ہی بھلی)

ولا تجعل فی قلوبنا غلاً (اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کینہ) **غلاً** بمعنی حقدًا (کینہ) اور مذموم فاسق ہے اور مومن کا طریقہ کینہ نہیں۔

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الغل والغاول بمعنی خباثت و عداوت۔ کو گلے کا ہار بنانا اس لیے غلالہ وہ لباس جو شعار (جسم سے لگنے والا کپڑا) اور دثار (بدن سے ملے ہوئے کپڑے کے اوپر کا گرم کپڑا) کے درمیان ہو استعارہ کے طور زرہ کو کہتے ہیں جیسے درع بول کر یہی لباس مراد لیتے ہیں۔

للذین اٰمنوا۔ (ایمان والوں کے لیے) اس کا اطلاق اوّلاً صحابہ و تابعین پر آتا ہے۔

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیرت دینی کے پیش نظر ان کے ماسوا حقد (کینہ) وغیرہ جائز ہے اگرچہ کسی پر بھی حسد ناجائز ہے۔

حضرت سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ؎

دلم خانۂ مہر یار است و بس
ازاں می نگنجد درو کیں کس

ترجمہ:۔ میرا دل مہر یار کا گھر ہے اور بس۔ اسی لیے اس میں کسی کا کینہ نہیں سما سکتا۔

ربنا انک رءوف رحیم (اے ہمارے پروردگار بیشک تو رؤف و رحیم ہے) بہت بڑا مہربان اور رحم والا ہے وہ اس لائق کہ وہ ہماری دعائیں مستجاب فرمائے۔

مسئلہ:۔ آیت سے ثابت ہوا کہ پچھلے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ پہلے لوگوں (اہل ایمان) کے لئے استغفار کریں بالخصوص اپنے آباؤ اجداد و اساتذہ کرام (جنہوں نے اُمور دین سے آگاہ کیا)۔

حدیث شریف[1]:۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اُمت کو حکم ہے کہ وہ جانے والوں کے لیے استغفار کریں لیکن بدقسمتوں نے انہیں گالی دی۔

حدیث شریف (۲) میں ہے کہ یہ اُمت ختم نہ ہوگی جب تک پچھلے پہلے بزرگوں (صحابہ کرام اہلبیت کرام واولیاء عظام) کو گالی نہ دیں (جیسے آج کل ہو رہا ہے آگے دیکھو کیا ہوتا ہے)۔

حدیث شریف (۳) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عطاء نے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے صحابہ کرام کے بارہ میں میری حفاظت کی قیامت میں میں اس کا محافظ ہوں گا اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی تو اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت اور ملائکہ کرام اور تمام لوگوں کی لعنت۔

روافض و خوارج

صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ روافض و خوارج اور ان جیسے دیگر فرقے خیر الخلائق اور اہل ایمان کے گروہ سے خارج ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آگے اہل ایمان کے تین گروہ بتاتے ہیں:

۱۔ مہاجرین

۲۔ انصار

۳۔ ان کے تابعین جو مذکورہ اوصاف سے موصوف ہیں

جو مذکورہ اوصاف سے موصوف نہیں وہ ان تین گروں کے اقسام سے خارج ہیں۔

جاہل واعظ، ذاکر شاید مان جائے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ واعظ وغیرہ (یعنی نعت خوان اور ذاکر (جاہلوں کا گروہ) کو چاہیئے کہ وہ عوام کے سامنے مقتل حسین رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام (واہلبیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے تشاجر و تخاصم (جھگڑے اور جنگیں)، (واقعات جمل و صفین وغیرہ وغیرہ) بیان نہ کرے کیونکہ اس سے بعض صحابہ اور ان پر طعن و تشنیع کا دروازہ کھلتا ہے حالانکہ وہ دین کے ستون تھے۔[۱]

---

[۱] لیکن جاہل واعظ اور نعت خوان اور ذاکر و مرثیہ خوان کب مانتے ہیں جبکہ ان کی روزی کا مسئلہ ہے۔ لیکن انہیں اویسی غفرلہٗ کا پیغام ہے کہ پیٹ کا تنور کسی نہ کسی طریقہ سے تو پُر ہو سکتا ہے لیکن اس روزی کے مسئلہ سے تمہیں اگر جہنم کے تنور میں جانا پڑا تو اس کا پیٹ بھرنا مشکل ہو جائے گا پھر کیوں نہ ہو ابھی سے ہی اپنے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کی نصیحت مان لیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ تم جیسے مقتل حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی باعزت پردہ دار بیبیوں کے قصے چھیڑ کر عوام کو خوش کر سکتے ہو ان کے کمالات و کرامات سنا کر زیادہ سے زیادہ

ازالۂ وھم :۔ہاں ان کے (صحابہ کرام واہلبیت عظام) رضی اللہ عنہم کے آپس کے جھگڑے (محض دین کی خاطر تھے)۔اسی لیے ان کے محامل (تاویلیں) صحیح بیان کیے جائیں۔

مسئلہ :۔اگر کوئی بات کسی کی سمجھ سے بالا ہو تو وہ صحابہ کرام کے اجتہاد خطاء کی تاویل کرے (خبردار خبردار ان کے لیے طلب دنیا وطلب ریاست کا الزام ہرگز ہرگز نہ لگانا مارے جاؤ گے) چونکہ وہ طلب دنیا اور ریاست وحکومت کے لالچ سے مبرا اور پاک تھے جیساکہ اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں۔

انتباہ :۔ترغیب وترہیب کی شرح مسمّٰی بہ فتح القریب میں ہے کہ خبردار۔خبردار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھگڑے اور ان کی جنگوں کے اختلاف میں ہرگز ہرگز دخل نہ دینا کیونکہ وہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سب کے سب عدول (نیک سیرت پاک باز) تھے۔وہ خیر القرون (بہتر زمانہ) کے لوگ تھے وہ مجتہد تھے جن کے لیے حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا اجتہاد مبنی برصواب ہو تو اسے دو اجر نصیب ہوں گے اگر مبنی برخطا ہوں تو ایک اجر ملے گا لیکن گناہ تو یہ۔تو یہ تصویر شیعہ وخارجی کو ہے یا پھر تاریخ کی کتابیں پڑھنے والے کسی بدقسمت کا۔ (اویسی غفرلہٗ)

فائدہ :۔حضرت شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آفات اللسان کے فصل میں لکھا کہ زبان کی آفات میں سے ایک آفت باطل امور میں غور وخوض کرنا یعنی معاصی کی باتیں کرنا جیسے جماع کے احوال کی کہانی اور شراب کی مجلسوں کا ذکر۔ظالم لوگوں کے جبر وتشدد کی واہ واہ بتانا۔اہل ہوا (بد مذاہب) کے عقائد ومسائل سنانا۔ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جھگڑوں کی باتیں بیان کرنا ؎

اے دل از من اگر بجوئی پند
برو باصحاب مصطفٰے دل بند

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۲۴

مجالس کو گرم کرسکتے ہو ایسے صحابہ کرام کے جھگڑوں کو نہ چھیڑو بلکہ ان کے غزوات میں شجاعت اور بہادری کے کارنامے سناکر دین کی بہت کچھ خدمت کرسکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے گلے میں رسیلی آواز دی اور زبان کی چاشنی بخشی ہے تم صرف سادہ سادہ بولتے جاؤ تب بھی خلق خدا تمہاری آواز دساز کی (قدر) کرے گی تو پھر چند ٹکوں کے لیے کیوں اپنی عاقبت برباد کرتے ہو۔ (وماعلینا الاالبلاغ)۔
(اویسی غفرلہٗ)

ہمہ ایشاں آمدہ ذی شان
خواہشی کن شفاعتے ذی شان

ترجمہ:۔ اے دل اگر مجھ سے نصیحت چاہتا ہے تو جا صحابہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دل باندھ۔
یہ سب کے سب ذیشان ہیں بلکہ ان سے شفاعت کی خواہش اور تمنا کر۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض اہل اشارہ (صوفیہ کرام) نے فرمایا کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے وجود کی ظلمت کو اپنے نور وجود سے ڈھانپ۔ ہمارے بھائیوں کے وجودات کو اپنے نور وجود سے ڈھانپ وہ ہمارے بھائی جو ہم سے پہلے ہیں یعنی روح، سر۔ قلب جو سلوک میں سابق ہیں اُنہوں نے نفس کی بستی سے مدینۂ روح کی طرف ہجرت کی کیونکہ فناء وجودی امکانی کو وجودی واجبی حقانی مستلزم ہے اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں دوئی وغیریت کا شک ان لوگوں سے جو آیت اُخوۃ المومنین پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما المومنون اخوۃ۔ مومن بھائی بھائی ہیں۔ انك رءوف رحیم۔ بیشک بڑا مہربان ہے۔ ان پر اس کثرت کا مشاہدہ کیا جو وحدت کے ساتھ قائم ہے رحم والا ہے ان پر جنہوں نے وحدت کا مشاہدہ کیا جو کثرت کے ساتھ قائم ہے۔

فائدہ:۔ ربنا کا تکرار کمال عاجزی وانکساری کے اظہار کے لیے ہے۔

وظیفہ:۔ ماثور ہے کہ جسے کوئی اُمر پریشان کرے تو پانچ بار کہے ربنا تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے نجات دے گا جس سے اسے خطرہ ہے۔

نکتہ:۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دعا میں اللہ کا نام ثناء وتعظیم کے ساتھ جو ہر روح کے لیے ضروری ہے جیسے تانبے پر اکسیر کہ ذرہ سی اکسیر جب تانبے کے ڈھیر پر پڑ جائے تو تمام تانبا سونا خالص بن جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی جلال الٰہی کی معرفت کی اکسیر کا ذرہ جو ہر روح کو صاف اور قوی بنا دیتا ہے بلکہ کامل و اکمل نور بن جاتا ہے۔ جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس کی قوت قوی تر اور اس کی تاثیر کاملتر ہو جاتی ہے۔ پھر جس شے کو حاضر کرنا چاہے تو وہ شے اس کے ہاں قوی تر اور اکمل تر ہو جاتی ہے یہی سبب ہے دعا میں اللہ تعالیٰ کا نام ثناء و تعظیم کے ساتھ پہلے لانے کا۔

نکتہ:۔ قرآن میں اکثر دعائیں ربنا سے ہیں۔ کیونکہ بندے پر لازم ہے کہ پہلے وہ اللہ تعالیٰ کی ایجاد و اخراج من العدم الی الوجود کا ذکر کرے جو اس کے تمام مواہب وعطایا کا اصل ہے اور اس کی تربیت میں لحظہ بلحظہ غور وفکر کرے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں میں اکثر اللّٰھم ہے کیونکہ آپ اسم جامع کے مظہر ہیں کبھی آپ ان دونوں کو جمع کر کے بھی دعا مانگتے جیسے اللّٰھم ربنا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ
اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ○ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا
لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۙ ثُمَّ لَا
يُنْصَرُوْنَ ○ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ
اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا
اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ
شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ○ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا
وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ
اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ
اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا
فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ○

ترجمہ: کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے بھائیوں کافر کتابیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ضرور
ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کی نہ مانیں گے اور تم سے
لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اگر وہ نکالے
گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے

اگر ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر مدد نہ پائیں گے بے شک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں یہ سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند شہروں میں یا دھسوں کے پیچھے آپس میں ان کی آنچ سخت ہے تم انھیں ایک جتھا سمجھو گے اور ان کے دل الگ الگ ہیں اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں ان کی سی کہاوت جو ابھی قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے اُنہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے شیطان کی کہاوت جب اُس نے آدمی سے کہا کفر کر پھر جب اس نے کفر کر لیا بولا میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب تو ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

بقایا مضمون صـ ۱۳۶

جیسے عیسیٰ علیہ السلام ان دونوں اسموں کو جمع کیا کرتے تھے مثلاً عرض کی اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء۔ اے اللہ ہمارے رب ہم پر مائدہ آسمان سے نازل فرما۔ وہی اللہ سمیع الدعاء اور قابل الرجاء ہے۔

تفسیر عالمانہ: الم تر۔ کیا تم نے نہیں دیکھا۔ جملہ مستانفہ تعجب کے بیان کے لیے اس سے جو ان پر کافروں و منافقوں کے درمیان گزرا جو اُنھوں نے جھوٹی باتیں اور خراب حالات سے پیش آئے۔ اَب معنیٰ یہ ہوا اے محبوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے نہ دیکھا تھا۔ یا اسے خطاب ہے جو اس کلام کو سُنے گا۔

الی الذین نافقوا۔ ان کو جنہوں نے منافقت کی ہے یعنی اہلِ مدینہ کے منافقوں کو۔

حل لغات: النفق بمعنی چلتا راستہ اور زمین کی سرنگ (گڑھا) اسی سے نافقاء الیہ نوع (جنگلی چوہے کا سوراخ) اور نافق الیربوع۔ جنگلی چوہا اپنے سوراخ سے نکلا اور داخل ہوا۔ اسی سے نفاق ہے۔ شرع میں داخل ہونا ایک دروازے سے اور دوسرے دروازے سے نکل جانا اسی پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمایا ان المنافقین ھم الفاسقون۔ بیشک منافقین وہی فاسق ہیں یعنی وہ شرع سے خارج ہیں۔

یقولون لاخوانھم الذین کفروا من اھل الکتاب۔ اپنے کافر کتابیوں سے کہتے

ہیں ۔ لام تبلیغ کی ہے ۔ اخوان سے بنو نضیر مراد ہیں ۔ اخوت یا کفر میں توافق کی وجہ سے کیونکہ کفر ملت واحدہ ہے یا ان کی آپس کی مہر و محبت اور دوستی کی وجہ سے ۔

لئن اخرجتم ۔ البتہ اگر تم نکالے گئے ۔ لام قوطئۃ للقسم ہے جو حرف شرط پر داخل ہے قسم کے اختتام پر ظاہراً اور قسم کی موجودگی میں مقدراً (اس صورت میں) تاکہ معلوم ہو کہ یہی سر جواب قسم ہے شرط کے لیے نہیں ہے اور کبھی غیر شرط پر بھی داخل ہوتا ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ منافقوں نے یہود سے کہا اے ہمارے کتابی بھائیو اگر تمھیں (حضرت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور تم جبراً نکالے گئے تو یاد رکھو ۔ لنخرجن معکم (ہم بھی بالضرور تمھارے ساتھ نکلیں گے) اور تمھاری صحبت میں رہیں گے جہاں جاؤ گے یہ دوستی کا انتہائی اظہار ہے یعنی تمھاری ہماری یاری پکی ہے یہ جواب قسم اور مضمر شرط کا جواب مضمر ہے چونکہ جواب قسم و شرط متماثل (ہم مثل) میں اسی لیے صرف جواب قسم پر اکتفا کیا گیا اسی لیے وسعت کے طور سے جواب القسم سے تعبیر کیا جائے گا ایسے ہی (لَا یُخْرَجُوْنَ مَعَهُمْ) بھی اسی لیے یہ تمام افعال مرفوع ہیں (ورنہ مجزوم ہوتے بوجہ شرط کے) ایسے ہی لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ بھی جواب قسم ہے ہاں جواب شرط اسی لیے محذوف ہے کہ جواب قسم اس پر دلالت کرتا ہے ۔

ولا نطیع فیکم ۔ اور تمھارے بارے میں ہم اطاعت نہ کریں گے ۔ اَحَداً کسی کی ۔ جو بھی ہمیں تمھارے ساتھ نکلنے سے روکے گا (ابداً) ہمیشہ تک کسی کی نہ مانیں گے ۔ اگرچہ کتنا ہی لمبا زمانہ گزر جائے گا ابد کا منصوب ہونا علی الظرفیۃ ہے یہ مستقبل کے استغراق کے لیے ہے جیسے ازل زمانہ ماضی کے استغراق کے لیے ہے ویسے یہ دونوں طویل زمانہ کے لیے مستعمل ہوتے ہیں اور کبھی اپنی جمع کی طرف مضاف بھی ہوتے ہیں مثلاً ابد الآباد اور ازل الآزال اور سرمد ہر دونوں زمانوں کے استغراق کے لیے آتا ہے یعنی استمرار الوجود دونوں زمانوں (ماضی ۔ مستقبل) میں لاالی نہایۃ اسی سے ہے ۔

حضرت جامی قدس سرہٗ کا قول ؎

دردت ز ازل آید تا روز ابد پاید
چوں شکر گزارد کس ایں دولت سرمد را

ترجمہ : تیرا درد ازل سے ابد تک رہے ۔ اس دائمی دولت کا کون ہے جو شکر ادا کرے ۔

وان قوتلتم ۔ اور اگر تمھارے ساتھ لڑائی ہوتی یعنی اگر تمھارے ساتھ (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور اُن کے اصحاب نے لڑائی کی ۔ یہاں لام موطئہ محذوف ہے ۔ لننصرنکم ۔ تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے یعنی تمھارے دشمنوں پر تمھارا ساتھ دیں گے تمھیں رسوا نہ کریں گے ۔

واللہ یشھد انھم لکٰذبون ۔ اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں اپنے وعدوں

میں اگرچہ انہیں قسموں سے پختہ کر رہے ہیں اور ان کی قسمیں بھی جھوٹی ہیں۔

لئن اخرجوا۔ اگر وہ نکالے گئے قہراً و جبراً اور ذلیل و خوار کر کے۔

لا یخرجون معھم (نہ نکلیں گے ان کے ساتھ) پہلے ان کے اقوال کی اجمالی تکذیب تھی اب تفصیل ہے۔

و لئن قوتلوا لا ینصرونھم۔ اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو وہ ان کی مدد نہ کریں۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ عبداللہ بن ابیّ بن سلول نے بنونضیر سے خفیہ معاہدہ کیا اور جب بنونضیر گھروں سے نکالے گئے تو ان کا ساتھ چھوڑ دیا یعنی عبداللہ بن ابیّ بن سلول نے ان کے ساتھ خفیہ پیغام بھیجا کہ گھروں سے نہ نکلنا اپنے قلعوں میں پڑے رہو کیونکہ میرے پاس دو ہزار میرے قومی بہادر اور دوسرے عربی موجود ہیں۔ تم پر کچھ مصیبت آپڑی تو یہ میرے بہادر جوان تمہارے قلعوں میں تمہارے ساتھ ہوں گے اور مرتے دم تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑیں گے پہلے خود مریں گے پھر تمہاری باری آئے یا نہ آئے ہمارے علاوہ تمہارے امدادی بنو قریظہ بھی ہیں اور غطفان تو تمہارے حلیف ہیں ہی بنونضیر اس لعین کے جھانسے میں آگئے۔

منافقین کی منافقت اور یہود کی دشمنی و عداوت

بنونضیر پر جو گزری سو گزری لیکن عبداللہ بن ابی بن سلول نے نہ آنا تھا نہ آیا۔ حی ابن اخطب (جو بنونضیر کی لیڈری میں سیاہ و سفید کا مالک تھا) کو ایک لیڈر سلام بن مشکم نے کہا کہ لعین عبداللہ بن ابیّ کی ڈینگیں کہاں گئیں وہ تو خبیث ہے اب بتایئے کیا کیا جائے۔ اس نے تو ہمیں ہلاکت کے گھڑے میں جھونک دیا اور خود گھر میں پڑا ہے۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ ہم (حضرت) محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کریں ہوا سو ہوا مستقبل کا کیا مشورہ ہے حی بن اخطب لعین نے کہا (حضرت) محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے تو ہماری دشمنی دائمی ہے۔ اس کے ساتھ سوائے لڑائی کے اور کچھ نہ ہوگا۔ سلام بن مشکم نے کہا یاد رہیں تمہارا انجام جلاوطنی دیکھ رہا ہوں۔ اب تمہارے ہاتھوں سے مال بھی گیا اور شرافت بھی۔ عورتیں قیدی ہوں گی اور جوان موت کے گھاٹ اتریں گے (پھر ہوا جو ہوا جس کی تفصیل گزری)

علم غیب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس آیت میں نبوت کی صحت پر حجت بینہ اور قرآن کا اعجاز ہے۔ پہلا تو یوں کہ ابھی واقعہ پذیر نہ ہوا

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے خبر دے دی تو پھر اسی طرح ہوا جیسے آپ نے فرمایا اس لیے کہ آیت کا نزول واقعہ سے پہلے ہوا اسی پر نظم و نسق بھی دلالت کرتا ہے اسی لیے کہ ان کے استقبال کیلئے آتا ہے۔ بہرحال یہ "الاخبار عن الغیب" ہے۔ (روح البیان جلد ۹ ص ۴۳۹)

ولئن نصروھم (اور بالفرض والتقدیر) اگر ان کی مدد کی) **لیولن الادبار** (تو ضرور پیٹھ پھیر جائیں گے) بھاگ کر اور شکست کھا کر۔

حل لغات:۔ الادبار دبر کی جمع ہے۔ قبل کی بالمقابل یعنی پچھلا حصہ اور تولیۃ الادبار سے شکست مراد ہے تو پیٹھ پھیرنے کو ملزوم ہے۔ تاج المصادر میں ہے التولیۃ بمعنی منہ آگے کرنا اور پیٹھ پھیرنا۔ یہ لغات اضداد سے ہے۔

ثم لا ینصرون (پھر مدد نہ پائیں گے) اس کے بعد منافقین مدد نہ پائیں گے یعنی انہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرے گا انھیں ان کی منافقت کوئی فائدہ نہ دے گی یہود سے مدد کرنے کی وجہ سے یا یہود شکست کھا جائیں گے تو پھر انہیں منافقین کی مدد کوئی فائدہ نہ دے گی۔

فائدہ:۔ آیت میں دلیل ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں مقہور ہے اگرچہ وہ بادشاہ اور بہت بڑے لشکر والا ہو وہ جو اسے چند روز (دنیا) میں مہلت ملی ہے وہ اس کے لیے استدراج ہے اس کا انجام برباد اور مشتمل بر رسوائی اور خجالت ہے۔

صعوہ گویا عقاب سازد جنگ
دہد از خون خود پرش را رنگ

ترجمہ:۔ ممولا عقاب سے جنگ کرتا ہے تو وہ اپنے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت خواہش اور اس کی صفات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ منافقین کی طرح ہیں اور نفس کافر ہے اس کے اتباع یہود کی طرح ہیں۔ ان کے مابین اخوت و دوستی ہے۔ یہ ظلمت ذاتیہ و صفاتیہ ہے ان کے اور روح و سر و قلب کے حقائق کے درمیان ایسے منافرت ہے جیسے نور و ظلمت کے درمیان۔ خواہش اور اس کی صفات نفس اور اس کی صفات کہتے ہیں۔ اگر تمھیں روح و سر و قلب نے تمھارے حوادث دانا نباتات کے گھروں سے نکالا بوجہ ان کے انوار کے غلبہ کے تمھارے وجودات کی ظلمات کے تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے۔ تمھاری مخالفت نہ کریں گے اور تمھارے ساتھ ریاضت کی تلوار اور مجاہدہ کے تیروں کے ذریعہ لڑائی ہوئی تو ہم قوائے شہوانیہ بہیمیہ سبعیہ کے ذریعہ تمھیں تقویت دیں گے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی شے پر قدرت نہیں رکھتے۔ وہ اپنی باتوں میں جھوٹے

ہیں نہ خواہش ان کے ساتھ نکلے گی اور نہ ہی ان کی صفات کیونکہ ہوا ؤ نفس اگرچہ بالذات متحد ہیں لیکن صفات کے لحاظ سے مختلف ہیں جیسے زید و عمر صفات میں مختلف ہیں اگرچہ بالذات متحد ہیں یعنی انسانیت میں ایک کا ارتفاع (اٹھ جانا) دوسرے کے ارتفاع کو مستلزم نہیں۔ علاوہ ازیں جب روح کا قالب پر غلبہ ہوگا تو ہوئی (خواہش) روح کی طرف مائل ہو جائے گی ہاں اپنی غلاظت طبع کے لحاظ سے کبھی نفس کی طرف بھی مائل ہوگی۔ اس طرح سے وہ نفس کی دائمی طور پر مدد نہ کرسکے گی۔ اگر اس کے وجود کی لکڑی میں نارظلمت کی آگ پھونکنے پر کچھ مدد کرے تب بھی روح و سرو قلب کے انوار کے شعلوں سطوات (حملوں) کے سبب ایسے شکست کھا جائے گی جیسے ظلمت نے نور کی شکست یا رات سے دن کا چلا جانا خبردار اللہ تعالیٰ کا گروہ غالب ہے۔

تفسیر عالمانہ: لانتم۔ بیشک تم۔ اے مسلمانوں کے گروہ یعنی بیشک تم اے مومنو! اشد رھبۃ۔ سخت تر خوف والے ہو۔ الرھبۃ خوف مع حزن و اضطراب۔ یہاں مصدر مجہول ہے یعنی رشد مرہوبیۃ وہ اس لیے کہ یہ خطاب مسلمانوں کو ہے اور خوف ان کو نہ ہوا بلکہ منافقوں کو ہوا تھا اسی معنیٰ پر مخاطب وہ مرہوب ہیں جو غیر خائف ہیں۔ فی صدورھم۔ ان کے دلوں میں یعنی منافقین کے دلوں میں۔ من اللہ۔ مرہوبیۃ (اللہ تعالیٰ سے تھی)۔

فائدہ:۔ الکشاف میں ہے کہ فی صدورہم ان کی منافقت کی دلیل ہے کیونکہ وہ تمہیں علانیہ خوف خداوندی ظاہر کرتے ہیں حالانکہ تم ان کے دلوں پر بہ نسبت اللہ تعالیٰ زیادہ رہبت والے ہو۔

سوال:۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہوں پھر انہیں اہل ایمان سے زیادہ ڈر ہو۔

جواب:۔ ان کو وہ خطرہ جو مسلمانوں سے ہے وہ اللہ تعالیٰ سے خطرہ اور خوف ظاہر کرتے ہیں جو دل میں تم سے خوف رکھتے ہوں وہ سخت تر ہے حالانکہ بظاہر وہ اللہ تعالیٰ سے سخت سے سخت خوف ظاہر کرتے تھے۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ منافقین مسلمانوں سے اس لیے زیادہ خوفزدہ تھے کہ ان پر (مسلمانوں) نورالٰہی بہت زیادہ ظاہر تھا تو پھر جیسے ظلمت کو نور سے نفرت ہے اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی ایسے ہی اہل ظلمت کو اہل نور سے نفرت ہے اسی لیے اہل ظلمت اہل نور کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

فائدہ:۔ ظلمت سے ہماری مراد ظلمت شرک و کفر و ریاء و نفاق اور نور سے نور توحید و ایمان و اخلاص اور تقویٰ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا واعلموا ان اللہ مع المتقین۔ بیشک اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معیت اہل تقویٰ کے ساتھ ثابت فرمائی ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ

مخالفین کے مقابلہ میں وہ اہل تقویٰ کی ہی فرمائے گا۔

ذالك۔ وہ جو مذکور ہوا کہ ان کی رہبت (خوف) بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے تمھارے سے زیادہ ہے۔

بانھم۔ بسبب اس کے کہ بیشک **وہ قوم لا یفقھون** نا سمجھ لوگ ہیں۔ کسی شے کو بھی نہیں سمجھتے تاکہ انھیں عظمت الٰہی معلوم ہو تاکہ اس سے اس کی شان کے لائق خوف کریں۔

تفسیر صوفیانہ عظمت اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں یہی مشائخ کبار کی تحقیق ہے بلکہ یہ اس کے دل کی صفت ہے جو عادت باللہ ہے یہ اس کے لیے بمنزلہ چادر کے ہے اس کے پہننے والے کے لیے اگر یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہوتی تو اس کا عارف و غیر عارف سب عظیم ہوتے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت (مصطفویہ) کو جلوہ دکھائے گا۔ ان میں منافقین بھی ہوں گے فرمائیگا میں تمھارا رب (تعالیٰ) ہوں تو لوگ اس سے پناہ مانگیں گے اس کی کوئی تعظیم نہیں کریں گے بلکہ وہ اپنی جہالت سے اس کا انکار کریں گے۔ جب وہ ان پر اس علامت سے تجلی دکھائے گا جسے وہ جانتے ہیں تو پھر وہ اس کی تعظیم کریں گے اور دل میں اس کی عظمت کا تصور کر کے سجدہ ریز ہوں گے۔

فائدہ: حق یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہو گا تو اس وقت تو اکوان کے تصورات ہی دل سے اُٹھ جائیں گے۔ پھر صرف حقتعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور دل میں ہو گا۔ اور بس۔

مسئلہ: آیت سے ثابت ہوا کہ دانش مندی اسی کا نام ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف تمام اشیاء سے زیادہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے سامنے کسی کا تصور تک نہ ہو لیکن افسوس کہ آج کل کے لوگ اس کے برعکس ہیں جیسے دیکھ رہے ہو اور اس کا سب کو مشاہدہ ہے کہنے کی ضرورت نہیں۔

حدیث شریف: جس کے لیے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

فائدہ: عارفین کے نزدیک فقیہ وہ ہے جو اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتا اور اس کے سوا کسی کو دل میں نہیں لاتا ہے اور نہ ہی غیر کی طرف اس کا التفات ہوتا ہے بلکہ غیر سے تو خیر کی اُمید نہیں رکھتا اس کی طلب میں پرندے کی طرح اُڑتا ہے۔

فائدہ: بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ درندے وغیرہ سے ڈر جانا کاملین کے کمال میں کمی کی دلیل نہیں کیونکہ موذی اشیاء سے ڈرنا انسانی فطرت ہے اور یہ اس کی اصالت میں داخل ہے کیونکہ انسانی نفوس فطرتی طور خوف میں ہیں اور ظاہر ہے کہ عدم کے بعد وجود کی لذت ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں اور عدم عینی کا توہم بھی نفوس یعنی الم (درد) شدید ہے اس کی قدر صرف عارف باللہ جانتے ہیں۔ ہر نفس عدم کے خطرات سے گھبرایا ہوا ہے کہ اس سے لاحق ہونا ہے یا اس کے مقارب کوئی اور شے نہیں اس

یے نفوس اس سے بھاگتے ہیں اور خوف زدہ اور نفوس کے عین کے چلے جانے کی وجہ سے گھبرائے ہوئے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ کامل ضعیف ترین مخلوق ہے جب اسے چیونٹی کے ڈنس سے درد پہنچتا ہے تو اس کا مشاہدہ کرکے ضعف و نقاہت کا شکار ہو جاتا ہے یہ (کامل) وہ انسان ہے جو بذل و فقر مع شہود اصل سے علماً و حالاً و کشفاً بھرپور ہے اسی لیے کسی رسول و نبی اور ولی کامل سے کسی وقت بھی تناقص عبودیت کا کسی وقت بھی دعویٰ نہیں کیا۔

تفسیر عالمانہ: لا یقاتلونکم۔ یہ تمہارے ساتھ نہیں لڑیں گے یعنی یہود و منافقین تمہارے ساتھ جنگ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے بلکہ اس کی جرأت بھی نہیں کریں گے۔

جمیعًا۔ سب مل کر کسی جگہ پر متفق ہو کر۔

الا فی قریٰ۔ مگر شہروں میں۔ کسی بھی بستی یا شہر میں وطن کے اندر لوگوں کا کسی جگہ جمع ہونے کی جگہ۔

محصنۃ۔ قلعہ بند مضبوط پتھروں سے اور خندقوں میں اسی طرح کے اور مقامات میں۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ جو قلعوں کی طرح مضبوط کیا جائے۔

او من وراء جدار۔ یا دیواروں کی اوٹ میں نہ یہ کہ تمہارے سامنے ہو کر لڑیں یا آمنے سامنے لڑنے سے گھبرائیں گے اسی لیے کہ وہ تم سے بہت خوفزدہ ہیں۔ جدر جدار کی جمع ہے دیوار کی طرح کیونکہ دیوار وہ ہوتی ہے جو مکان چار سو محیط ہو اور اس کو جدار اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ دیوار کی طرح موٹی اور اونچی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے جدر الشجر یعنی اس کا پتہ نکلا گویا وہ چنا ہے۔

وجدر الصبی۔ بچے کو چیچک نکلی درخت کے پتوں سے تشبیہ کی وجہ سے اس طرح بولتے ہیں۔

باسھم بینھم شدید (آپس میں ان کی آنچ سخت ہے) جملہ مستانفہ ہے اس بیان کے لیے کہ ان کا تم سے خوف زدہ ہونا فی نفسہٖ ان کی بزدلی اور کمزوری سے نہیں بلکہ انھیں آپس میں دیکھو تو ان کی آپس کی آنچ اور جنگ سخت ہے ان میں کمزوری اور بزدلی ہے تو تم سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ہے پھر یہ قاعدہ یقینی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے تو وہ بہادر ہو تب بھی بزدل بن جاتا ہے اور معزز ہو تو ذلیل ہوتا ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اس کی لومڑیاں شیر بن جاتی ہیں اور جب کسی قوم پر قہر و غضب فرماتا ہے تو ان کے شیر بھی لومڑیاں ہو جاتی ہیں۔

اگر مردی از مردیٔ خود مگوی
نہ ہر شہسوارے بدر برد گوی

ترجمہ:۔ اگر تو مرد بہادر ہے تو اپنی بہادری کا دم نہ مار کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر شہسوار گیند میدان سے لیجا۔ ئے

سوال:۔ جب جنگ خود ہی سخت ہوتی ہے تو پھر اسے شدید کی صفت سے موصوف کرنے کا کیا معنیٰ۔

جواب:۔ حرب سے مطلق جنگ مراد ہے شدت کہہ کر اس کی شدت کی تصریح مطلوب ہے یا مبالغہ مراد ہے کہ ان کی آپس کی جنگ شدید ہے لیکن اہل ایمان کی جنگ ان پر شدید ہے کیونکہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل ہے (روح البیان)۔

فائدہ:۔ ظرف شدید کے متعلق ہے اور تقدیم حصر کے لیے ہے یہ بھی جائز ہے کہ اس کا متعلق مقدر ہے اور وہ صفت ہے یا ان سے حال ہے یعنی وہ جنگ جو ان کے مابین واقع ہوتی ہے۔

ازالۂ وہم:۔ وہ جو بعض نحوی کہتے ہیں کہ وہ ظرف جو معرفہ کے بعد واقع ہو وہ حال ہوتی ہے یہ ان کا قاعدہ غیر پسندیدہ ہے کیونکہ نحو کا عام قاعدہ ہے کہ دونوں طرح جائز ہے کہ وہ صفت بھی ہو تو بھی حال ہے بلکہ کبھی صفت کو ترجیح ہوتی ہے۔

تحسبہم۔ اے (محبوب) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تم انہیں سمجھو گے یا ہر وہ جو یہ خطاب سنتا سمجھتا ہے۔

جمیعا۔ جتھا۔ مجتمع و متفق کا بے لفت و صاحب اتحاد۔

و قلوبہم لشتّٰی۔ اور ان کے دل الگ الگ ہیں یعنی حالانکہ ان کے قلوب متفرق ہیں۔ ان کی آپس میں کوئی الفت نہیں ہاں وہ اس کے خلاف ہیں جن کے لیے فرمایا و لکن اللہ الف بینہم (لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی آپس میں الفت پیدا فرمادی ہے)

حل لغات:۔ شتّٰی مَشْتِیْتٌ کی جمع ہے جیسے مریض کی مرضیٰ بمعنی پراگندہ و پریشان۔ اہل لغت کہتے ہیں شَتَّ یَشُتُّ شَتًّا و شتاتًا و شتیتًا بمعنی فرق۔ افترق جیسے انشت و تشتت اور کہتے ہیں جاؤ اور اشتاتًا نظام میں متفرق ہو کر آئے۔

فائدہ:۔ آیت مؤمنین کے قلوب شجاعت پر ابھارنا ہے تاکہ ان سے مضبوط ہو کر لڑیں اور ان کو جسارت کی ترغیب ہے ورنہ اہل ایمان کو لائق ہے کہ آپس میں متفق و متحد رہیں صورۃً بھی معناً بھی جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھے۔

فائدہ:۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ اتفاق ایک بہت بڑی طاقت اور افتراق اختلاف ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور ابلیس اپنی مراد افتراق یعنی مسلمانوں کے اختلاف میں پاتا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اہل حق ہمیشہ موافق رہتے ہیں اگرچہ ایمان سے اور بظاہر

کتنا دور اور جدا ہیں اور اہل باطل ہمیشہ متفرق ہیں اگرچہ بظاہر مجتمع اور ابدان کے لحاظ سے قریب اور ظاہری امور میں متفق ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتحسبھم الخ۔

ذالك بانھم۔ وہ جو مذکور ہوا ہے یعنی ان کے قلوب متفرق ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بیشک قوم لا یعقلون۔ وہ لوگ بے عقل ہیں کچھ نہیں سمجھتے کہ حق کو پہچان کر اس کی اتباع کریں اور ان کے دل مطمئن ہوں اور ان کی ایک آواز ہو اور ایک ہی کمان سے تیر ماریں اسی بے سمجھی سے وہ گمراہی کے جنگل میں جا گرے ہیں اور ان کے دل پریشان ہیں بوجہ ان کے اختلاف وطرق اور تفرق فنون کے ان کے دل کی پریشانی ان کے قویٰ کو ضعیف کر دیتی ہے کیونکہ دل کی درستگی کا اثر صلاح جسد پر بھی پڑتا ہے اور اس کا فساد جسد کے فساد کا موجب ہے جیسے مشہور ہے برتن سے وہی برآمد ہوگا جو اس کے اندر ہوگا۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کی تین چیزوں سے مذمت فرمائی ہے:۔

(۱)۔ عدم الفقہ

(۲) عدم العلم

(۳) عدم العقل۔

فقہ کے متعلق امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم شاہد سے علم غائب پانا وہ علم سے خاص ہے اور علم بمعنی شے کی حقیقت کا ادراک یہ دو قسم ہے:۔

۱۔ نظری ۲۔ عملی

اور یہ عقلی بھی ہے سمعی بھی ہے۔ عقل وہ قوت جو قبول علم کے لیے تیار ہو کہا جاتا ہے کہ وہ علم جس سے انسان کسی قوت کے ساتھ اس کا استفادہ کرے۔ وہ عقل ہے اسی لیے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عقل دو ہیں:

۱۔ مسموع ۲۔ مطبوع

مطبوع کا کوئی فائدہ نہیں جب وہ مسموع نہ ہو جیسے سورج کا کوئی فائدہ نہیں جب آنکھ میں روشنی نہ ہو پہلے کی طرف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نزدیک عقل سے اور کوئی شے مکرم تر نہیں بنائی۔ اور دوسری طرف بھی اشارہ فرمایا انسان کی عقل کی کمائی سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں جو عقل کہ اسے ہدایت کی راہ دکھائے یا اسے ردی امر سے ہٹائے یہی عقل مراد ہے آیت و ما یعقلھا الا العالمون (اسے نہیں سمجھتے مگر علم والے) اور جب

اللہ تعالیٰ نے کفار کے عقل کی مذمت کی ہے تو اس سے دوسری قسم مراد ہے نہ کہ پہلی اور جہاں انسان سے رفع التکلیف حکم فرمایا ہے بوجہ عدم عقل کے کہ تو وہاں پہلی قسم مراد ہے۔

عقل نور

حدیث شریف (۱) میں ہے کہ عقل نور ہے وہی حق و باطل کا فرق بتاتا ہے۔

حدیث شریف (۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کی گئی یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرد عقل مند بھی ہے لیکن اس سے گناہ بکثرت سرزد ہوتے ہیں۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جس سے گناہ سرزد نہ ہوتے ہوں لیکن جس کی طبیعت عقل اور فطرت یقین ہو اسے گناہ ضرر رساں نہیں۔ عرض کی گئی یارسول اللہ یہ کیسے فرمایا کہ ایسا آدمی گناہ کرنے کے بعد بے قرار ہو جاتا ہے۔ جب تک اس کا تدارک نہ کرے توبہ یا ندامت سے جو اس سے سرزد ہوا ہے اسی لیے اس کے گناہ فوراً مٹا دیئے گئے اور اس کی اصلی فضیلت باقی ہے جس کی وجہ بہشت میں داخل ہوگا۔

حدیث شریف (۳) انہی سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے ایک شخص کی تعریف میں بہت مبالغہ کیا کہ اس میں فلاں فلاں بھلائی اور خوبی ہے۔ آپ نے فرمایا بتاؤ اس کی عقل کیسی ہے۔ عرض کی گئی حضور ہم آپ کو اس کی عبادت میں جدوجہد اور اس کی قسم و قسم خیر و خوبی کا سناتے ہیں۔ آپ اس کی عقل کا پوچھتے ہیں فرمایا بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی حماقت سے بہت بڑا قصور کر لیتے ہیں۔ دیکھنا کل قیامت میں اللہ تعالیٰ رفع درجات فرمائے گا اور اپنے قریب لائے گا جتنا قدر کسی کی عقل ہوگی۔ (یعنی عقل کی برکت سے ہی یہ مراتب نصیب ہوں گے)

حکایت: حضرت علی بن عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عقل بادشاہ ہے اور عادات اس کی رعایا جب عقل اپنی رعایا کی نگہداشت سے عاجز آجاتی ہے تو پھر رعیت کو خلل پڑ جاتا ہے۔ ایک اعرابی نے سُنا تو کہا یہ شہد نچوڑ رہا ہے (یعنی بہترین گفتگو ہے)

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جب عقول مکمل ہو جاتی تو فضولیات میں کمی آجاتی ہے کیونکہ عقل فضول بات سے روکتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جس شے کی کثرت ہو جائے سوائے عقل کے کہ یہ جتنا

زائد ہو قیمتی ہوتا ہے۔

عقل کی نورانیت سے سورج بے نور

اعرابی نے کہا اگر عقل کوئی شکل اختیار کرکے ظاہر ہو جائے تو سورج بے نور ہو جائے گا۔ اگر حماقت کوئی شکل اختیار کرے تو رات کی روشنی اس سے زیادہ روشن محسوس ہوگی۔ بہرحال عقل تمام اشیاء سے زیادہ نورانی ہے اور حماقت سب سے زیادہ ظلمات بھری۔

نکتہ: عقل مند عقل کے ذریعے جہاں جائے عیش کرے گا جیسے شیر اپنی قوتِ بازو سے۔ کیونکہ عقل میں شیر جیسی قوت شجاعت ہے۔ یہ قیاس کے مطابق ہے کیونکہ احمق ضعیف تر ہوتا ہے لومڑی دیکھ لو کہ احمق ہے تو ضعیف تر سمجھی جاتی ہے۔ ؎

کشتی بے لنگر آمد مرد شر
کہ زباد کژ نیابد او حذر
لنگر عقلست عاقل را امان
لنگرے دریوزہ کن از عاقلاں

ترجمہ: بُرے آدمی کی کشتی بے لنگر ہے کہ مخالف ہوا سے اسے خطرہ ہوتا ہے۔
عقل مند کے لیے عقل کی لنگر امان ہے عقلمندوں سے لنگر کی گداگری کر۔

تفسیر عالمانہ: کمثل الذین من قبلھم۔ ان کی سی کہاوت جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے دراصل مثلھم کمثل الذین الخ تھا یعنی مذکورہ یہود و منافقین کی کہاوت اور صفت عجیبہ اور حالت غریبہ اہل بدر کی سی ہے یعنی مشرکین اہل مکہ کی طرح ہیں یا ان کی مثال بنی قینقاع جیسی ہے جو بنو نضیر سے پہلے جلاوطن کئے گئے۔

فائدہ: بنو قینقاع (مثلثۃ النون والضم) زیادہ مشہور ہے وہ یہودیں بڑے بہادر اور مال میں زیادہ سمجھے جاتے تھے۔ واقعہ بدر کے بعد انہوں نے اپنی بغاوت و حسد کو ظاہر کیا اور بنو نضیر کی طرح عہد شکنی کی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے ملک شام کی طرف جلاوطن فرمایا کیونکہ وہ بستی ان کی اپنی آباد کردہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ہلاکت کی دعا فرمائی سال نہ گزرا کہ وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ ان کا قصہ پہلی جلد (تفسیر ہذا) میں گزرا ہے (تقریباً) قریب زمانہ میں اس کا منصوب بمثل کی وجہ سے ہے دراصل کوقوع مثل الذین الخ تھا۔ یہ دلالت مقام

ہے نہ بوجہ اقتضاء والاقرب کے قریبًا بمعنی فی زمان قریب (زمانہ قریب میں) اس معنیٰ پر یہ واقعہ غزوۂ اُحد سے پہلے کا ہوگا۔ بعض نے کہا غزوۂ اُحد سے دو سال پہلے اس معنیٰ پر یہ ۲ھ میں ہُوا کیونکہ غزوۂ بنی نضیر غزوۂ اُحد کے ایک سال بعد ہُوا اور غزوۂ اُحد غزوۂ بدر سے ایک سال بعد کو ہوا۔

ذاقوا وبال امرھم (اُنھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا)

حل لغات: امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا وبال بمعنی بھاری قطروں والی بارش اس کی ثقالت کی وجہ سے ہر اس امر کو کہا جاتا ہے جس کے ضرر کا خوف ہے اور کہا جاتا ہے۔ طعام وبیل۔ اَمر واحد الامور پر مستعمل ہوتا ہے کہ اوامر یعنی اُنھوں نے دنیا میں اپنے کفر کے انجام کا مزہ چکھ لیا۔ وہ ہے بدر میں قتل ہونا۔ ہجرت کے ۲ھ رمضان میں غزوۂ بنو نضیر سے پہلے۔

ولھم۔ اور ان کے لیے آخرت۔ عذاب الیم دردناک عذاب ہے کہ جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے کہ دنیا کے عذاب کی بہ نسبت وہ کتنا زیادہ ہوگا جیسے کمانے کا ذمق ہے کہ یہاں کیسا اور وہاں کیسا واللہ تعالیٰ اعلم (اب معنیٰ یہ ہوا ان لوگوں کا حال دنیا و آخرت ان کے حال جیسا ہوگا لیکن یہ بھی سب کی بات نہیں بلکہ بعض کی مثلاً یہود کی کہ ان کا حال کافروں جیسا ہوگا۔ باقی رہے منافقین ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتادیا ہے۔ ان المنافقین فی الدرك كمثل الشیطن۔ (شیطان کی کہاوت) یہ مبتدا مقدر کی دوسری خبر ہے یہ بھی ان کا حال بتاتا ہے اور یہود کے دوسرے حال کو متضمن ہے اور یہ ہے ان کا منافقین کی باتوں سے دھوکہ کھاجانا ابتداء اور خسارہ پانا بالآخر اور کلام پاک میں اجمال سے کام لیا گیا ہے کہ دو خبروں کو مبتدا مقدر کے متعلق کیا گیا ہے۔ وہ مقدر مضاف ہے دونوں ضمیروں کی طرف جن کی کسی ایک کے لیے تعیین نہیں کہ ان دونوں فریقوں میں مسندالیہ کون ہے اس بھروسہ پر کہ سامع ہر دونوں مثلوں میں جسے موزوں سمجھے متعین کرلے گویا کہا گیا کہ یہود پر عذاب کا نزول اسی طرح تھا جیسے ان سے پہلے لوگوں اور منافقین کا انھیں جنگ پر اکسانا اور گمراہ کرنا شیطان کی طرح ہے۔

اذقال للانسان اکفر۔ جب انسان کو کہتا ہے کفر کرلے۔ قول مجاز ہے۔ اغواء و اغراء سے یعنی اس کا برانگیختہ کرنا ایسے امر بامور کو حکم دیتا ہے۔

فلما کفر۔ جو انسان مذکور کفر کرتا ہے یعنی شیطان کے برانگیختہ کرنے پر اس کی طاعت اور اپنی خواہشات کی اتباع کرتا ہے۔

قال۔ کہتا ہے شیطان انی بری منك۔ بیشک میں تجھ سے بیزار ہوں۔ میں تیرے عمل

سے دور ہوں اور تیرے کفر و شرک سے میں راضی نہیں۔

حل لغات: بریٔ یبرأ بریٔ دراصل ابرأ و ابرارۃ بمعنی اس چیز سے بیزاری کرنا جو ناگوار گذرے۔

فائدہ: علماء کرام نے اگر یہاں انسان سے جنس مراد لیا تو یہ باہمی گفتگو قیامت میں ہوگی۔

انی اخاف الله رب العالمین: بیشک میں اللہ تعالیٰ رب العالمین سے خوف کرتا ہوں۔ اگر اس انسان سے ابوجہل مراد ہے تو لام عہد کی ہوگی۔

اُکْفُرْ بمعنی کفر پر دائم قائم رہ مراد جب اس میں دیکھا کہ وہ کفر و شرک پر ثابت قدم اور اس سے وہ خود خوش نہال بلکہ کفر اس کے دل میں مستحکم ہوچکا ہے۔ اسی لیے کہا انی الخ۔ یہ ابلیس کا قول ہے جیسا کہ اس نے یوم بدر کہا تھا۔



لا غالب لکم من الناس وانی جار لکم فلما ترآءت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بری منکم انی اری مالا ترون انی اخاف الله والله شدید العقاب۔ آج تم پر کوئی بھی غالب آنے والا نہیں اور تم میری پناہ میں ہو تو جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اُلٹے پاؤں بھاگا اور بولا میں ان سے الگ ہوں۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔" جب بدر میں لڑائی ہوئی تو ابلیس نے جبرائیل علیہ السلام کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا تو خوفزدہ ہوکر کافروں کو کہنے لگا میں بیزار ہوں اس کے بعد شکست خوردہ ہوکر بھاگا۔

فائدہ: یہ شیطان لعین کے کذبات سے ایک کذب ہے کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی طور پر ڈرتا ہو اور ازراہِ صدق یہ بات کہتا تو اس طریقہ پر نہ رہتا جو خوف تک لے جاتا ہے حالانکہ اس نے تاقیامت زندہ رہنے کی استدعا بھی اس لیے کی کہ وہ بنو آدم کو گمراہ کرتا رہے۔

فائدہ: حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس خبیث نے یہ استہزاءً کہا تھا ممکن ہے یہ اس لیے کہا ہو کہ وہ اس سے اس کی حسرت و ملال کی جلن میں اضافہ کرے۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ شیطان کبھی جلال الٰہی کی بھی خبر دیتا تھا اور اس کی عظمت ظاہر کر دیتا تھا اسی لیے کبھی اس کے مواخذہ عاجلہ (جلد تر) سے ڈر جاتا تھا۔ اگرچہ اسے معلوم ہے کہ وہ تاقیامت مہلت دیا ہوا ہے۔ اور یہ بھی ہر ایک کی فطرت میں داخل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے غلبہ و قہر کے آثار نمودار ہوتے ہیں تو گھبراہٹ آہی جاتی ہے۔ دیکھئے اللہ

تعالیٰ نے کافروں کے لیے فرمایا وظنوا انھم احیط بھم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین (ان کا گمان تھا کہ اب انھیں عذاب نے گھیرے میں لے لیا تو اللہ تعالیٰ کو دین کے مخلص ہو کر پکارنے لگے) لیسے ڈاکو اور قاتل سے ہوا جو کچھ ہوا لیکن اس کے بعد بھی یہ اپنے طور سہمے ہوئے ہوتے مدین اسی لیے ابلیس بھی مواخذہ عاجلہ سے گھبرایا ہوا تھا۔

فکان عاقبتھما (توان دونوں کا انجام یہ ہوا) شیطان اور اس انسان کا، عاقبت کا منصوب ہونا کان کی خبر کی وجہ سے ہے اس کا اسم ہا ہے انھما فی النار۔ وہ دونوں جہنم میں ہیں۔ اس کے برعکس بھی پڑھا گیا ہے یہی زیادہ واضح ہے۔

خالدین فیھا (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اس میں ایسے ہمیشہ مقیم ہوں گے کہ کسی وقت بھی اس سے نکالے جانے کا تصور بھی نہ کر سکیں گے۔ جار مجرور مستقر مقدر کی ضمیر سے حال ہے۔ خالدان بھی پڑھا گیا ہے کہ وہ انّ کی خبر ہے اور فی النار ظرف لغو ہے کہ خالدان کے متعلق ہے۔

وذلک۔ اور جہنم کا دائمی ہونا۔ جزاء الظالمین، علی الاطلاق ظالموں کی جزا ہے نہ صرف انہی کی۔

برصیصیا کا قصّہ

بعض مفسرین نے کہا کہ اس سے بنی اسرائیل کا برصیصیا مراد ہے اس کا واقعہ یوں ہے کہ دور فترت میں اس نے گرجا (عبادت خانہ) بنا رکھا تھا۔ اس میں ستر سال عبادت الٰہی میں مشغول رہا۔ شیطان اس کے گمراہ کرنے سے عاجز آ چکا کوئی چارہ نہ رہا۔ ایک دن گروہ شیاطین کو جمع کر کے کہا کوئی تم میں سے ایسا ہے جو اسے گمراہ کرے۔ ایک نے دم مارا۔ یہ کہہ کر برصیصیا کے گرجا میں راہبوں کی شکل بنا کر چلا گیا اور کہا مجھے اپنے ساتھ رہنے دیجئے میں بھی تنہا عبادت خداوندی میں مشغول ہونا چاہتا ہوں۔ برصیصیا نے کہا تمھارے میرے ساتھ کیا سروکار تیرے ساتھ رہنے میں میری عبادت میں خلل آئے گا کیونکہ وہ دس دن تک مسلسل نمازیں گزار دیتا اور ساتھ روزہ بھی رکھتا دس دن افطار (روزہ نہ رکھتا) کرتا شیطان نے گرجا کے باہر نماز شروع کر دی اور چالیس روز تک کھائے پیئے بغیر مسلسل نماز میں رہا۔ برصیصیا کو اس کی یہ ادا پسند آ گئی ایک سال یکجا گزار کر شیطان نے کہا کہ میرا ایک اور ساتھی ہے میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے سمجھا کہ آپ اس سے بڑھ کر ہوں گے لیکن معاملہ برعکس ہے اسی لیے اب یہاں میرا رہنا میری عبادت کی مشغولی میں کمی کا خطرہ ہے۔ برصیصیا نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس سے جدا ہو لیکن شیطان بضد تھا۔ برصیصیا کو اس کی عبادت کا طریقہ کار بہت پسند تھا اس لیے بہت بڑی منت سماجت کی لیکن شیطان نہ مانا۔ کہا میں

نے لاد ٹا جا نا ہے البتہ تجھے ایک گُر سکھا دوں جس سے اللہ تعالیٰ ہر بیماری بالخصوص جنون۔ دیوانگی اور دیگر عسیر العلاج بیماریاں اس دعا کی برکت سے شفا بخشے گا اور یہ کام تیری ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ کیونکہ بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع دے۔ برصیصیا نے کہا یہ کام میرے بس سے باہر ہے لیکن شیطان نے خوب سبز باغ دکھا کر منوا لیا اور وہ دُعا سکھا کر اودا ع کی۔ ابلیس کے پاس پہنچ کر کہا کہ میں نے برصیصا کو ہلاک کر ڈالا (قابو میں لے لیا) اور اپنی کارروائی سنائی۔ اس کے بعد ایک شخص سے وہی کیا جو جنات کرتے ہیں پھر خود طبیب بن کر اس کے گھر والوں کے پاس اس کے علاج کے لیے پہنچ گیا۔ معمولی دیکھ بھال کے بعد کہا اس کا علاج برصیصیا کے پاس ہے اس کی دُعا سے یہ ٹھیک ہو جائے گا۔ کیونکہ اس پر دیو کا اثر ہے اور وہ میرے قابو میں نہیں آسکتا۔ وہ لوگ اس جوان کو برصیصیا کے پاس لے گئے۔ برصیصیا نے دعا کی تو اسے آرام ہو گیا۔ پھر اُس نے بنی اسرائیل کے بادشاہ کی لڑکی پر جنون و دیوانگی ڈال دی وہ شہزادی حسن و جمال میں پری پیکر اور دنیا بھر میں اپنی مثال خود تھی۔ اس کے تین بھائی تھے۔ شیطان بصورت ڈاکٹر بادشاہ کے پاس حاضر ہو گیا اسے دیکھ کر کہا اس پر دیو کا اثر ہے اور ہے بھی سرکش۔ میرے قابو میں نہیں آسکیگا البتہ میں تمھیں ایک شخص کا نام بتا دوں اگر وہ دعا کرے تو شہزادی تندرست ہو سکتی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ شخص کون ہے۔ کہا برصیصیا۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ تو مستغنی ہے کسی کے پاس آتا جاتا نہیں۔ شیطان نے کہا اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اس کی عبادت گاہ (گرجا) کے ساتھ شہزادی کا کمرہ تیار کریں اور برصیصیا سے کہیں کہ یہ آپ کی امانت ہے اس پر نظر کرم فرمایئے شفا یاب ہو جائے گی تو آپ کو اجر عظیم ملے گا۔ ایسے کیا گیا۔ شیطان نے برصیصیا کے پاس پہنچ کر وسوسہ ڈالا کہ ایسی حسن و جمال کی پری پیکر پھر کہاں۔ اس سے جماع کر لے پھر توبہ کر لینا رحمت حق وسیع اور توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ برصیصیا پر شہوت کا بھوت سوار ہوا شہزادی سے جماع کیا تو وہ حاملہ ہو گئی۔ برصیصیا اس سے سخت پریشان ہوا۔ شیطان دوست کی صورت میں آیا اسے تمام ماجرا سنایا تو شیطان نے کہا یہ کام آسان ہے شہزادی کو قتل کر کے کمرہ کے باہر کہیں دفن کر دے اس کے ورثا آئیں تو کہہ دینا کہ اسے دیو لے گیا۔ بدبخت برصیصیا نے وہی کیا۔ چند دنوں کے بعد شہزادی کے بھائی آئے پوچھا تو وہی کہہ دیا انہوں نے برصیصیا کی بات کو مان لیا۔ گھر واپس گئے تو شیطان مسلسل تین بار خواب میں آیا اور برصیصیا کی تمام کہانی بتا دی اور مدفون شہزادی کے دفن کی نشاندہی بھی کر دی۔ تینوں بھائی آئے اور شہزادی کو مدفن سے نکال کر برصیصیا کو گرفتار کیا اس کے گرجا کو تباہ و برباد کر کے اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ کو حال سنایا تو اس نے پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا۔ پھانسی پر لٹکانے سے پہلے برصیصیا کے پاس

آگر کہا یہ کارروائی میں نے کی ہے (گزشتہ حال سارا سنایا) اگر اب میرا کہا مان لو تو تمھاری جان بخشی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ مجھے سجدہ کرلے۔ برصیصا نے سجدہ کیا تو ایمان گیا پھانسی لٹکا تو جان گئی اس وقت شیطان نے اس سے کہا انی بری الخ اسی معنیٰ پر اب مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور برصیصا کا انجام کار یہ کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

(۱) خیالات ناداں خلوت نشین
بہم بر کنند عاقبت کفر و دین

(۲) گز دست باید کزو بہ خوری
نباید کہ فرمان دشمن بری

(۳) لے نیک مردان بباید شتافت
کہ ہر کین سعادت طلب کرد یافت

(۴) ولیکن تو دنبال دیو خسی
ندانم کہ در صالحان کے رسی

ترجمہ:۔ (۱) خلوت نشین نادان کے خیالات کو بالآخر کفر و دین میں خلط ملط کر دیتے ہیں۔
(۲) اگر دوست سے پھل کھانا چاہتے ہو تو اس کے دشمن کا کہا مت مان۔
(۳) نیک لوگوں کے پیچھے دوڑنا چاہیئے کیونکہ جو بھی سعادت طلب کرتا ہے وہ پاتا ہے۔
(۴) لیکن تیرا حال تو یہ ہے کہ تو شیطان کے پیچھے پھر رہا ہے تو پھر نامعلوم تو نیک لوگوں کے دروازے پر کیسے پہنچے گا۔

فائدہ:۔ اس شیطان سے ابیض (سفید رنگ) شیطان مراد ہے کیونکہ نیکی کرنے والوں کے پاس وہ ایسی صورت میں آتا ہے۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ ستر سالہ عبادت گزار دائمی شقاوت میں گرفتار ہوا تم بھی غافل نہ ہو کہ بڑے شہ زوروں کو شیطان پے در پے وساوس سے گمراہ کر ڈالتا ہے۔

برصیصا کی کہانی

زہرۃ الریاض میں ہے کہ برصیصا کو دوسو بیس سال کی عبادت کرنے کے باوجود گمراہ کر ڈالا حالانکہ اس مدت میں اس نے لمحہ بھر (آنکھ جھپکنے کی مقدار) کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی نہ کی تھی۔ اس کے ساٹھ ہزار ایسے تلامذہ شاگرد مرید تھے جو اس کی برکت سے ہوا پر اڑتے تھے اور عبادت میں ایسا بے مثال

تھا کہ ملائکہ اس کی عبادت کرنے پر تعجب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ تمھیں اس سے تعجب کیوں ہیں اسے جانتا ہوں تم نہیں جانتے میرے علم میں ہے کہ یہ عنقریب کفر کر کے ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا۔ یہ گفتگو ابلیس نے سن لی اور یقین کر لیا کہ اس کی ہلاکت اس کے ہاتھوں ہوگی اسی لیے اس کے گرجا میں آیا اور صورت عابد کی اختیار کی اور ٹاٹ پہن کر برصیصا کو پکار کر کہا کون ہے تو اور کیا چاہتا ہے کہا میں عابد ہوں عبادت الٰہی میں تیری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ برصیصا نے کہا اللہ تعالیٰ جس سے عبادت لینا چاہے کسی دوسرے کی مدد کا کیا معنیٰ۔ ابلیس نے یہ کہہ کر تین دن مسلسل عبادت میں مشغول رہا نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ برصیصا نے کہا تو عجیب عابد ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ آرام کرتا ہے۔ میں تو کھاتا پیتا سوتا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دو سو بیس برس سے عبادت کر رہا ہوں میرا یہی معمول ہے (تو میری عبادت کا کیا حال ہوگا) ابلیس نے کہا در اصل بات یوں ہے کہ مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے جب یاد آتا ہے تو مجھ پر کھانا پینا۔ سونا دوبھر ہو جاتا ہے۔ برصیصا نے کہا تو مجھے بھی کوئی حیلہ بتایئے تاکہ میں بھی تیرے جیسا مشغول بخدا ہو جاؤں کہ نہ کھاؤں نہ پیوں نہ نیند کروں۔ ابلیس نے کہا کہ کوئی گناہ کر لے اس کے بعد توبہ کر لے وہ رحیم بخش دے گا اس کے بعد تجھے طاعت کی خوب حلاوت پائے گا برصیصا نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی سال عبادت کر کے اب گناہ کر دوں: اس سے مجھے شرم آتی ہے۔ ابلیس نے کہا انسان گناہ کرنے کے بعد بھی معذرت کر سکتا ہے۔ برصیصا تو پھر کون سا گناہ کر دوں۔ ابلیس نے کہا زنا۔ کہا یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ ابلیس نے کہا تو پھر کسی اہل ایمان کو قتل کر دے کہا یہ بھی مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ ابلیس نے کہا ایسا نشہ پی جو تجھے بیہوش کر ڈالے کہا ہاں یہ آسان ہے کہا تو شراب لاؤں۔ کہاں سے ابلیس نے کہا فلاں بستی میں عام ملتی ہے وہاں چلا جا۔ برصیصا چل پڑا۔ بستی میں پہنچا وہاں ایک حسین وجمیل عورت شراب بیچتی تھی اس سے شراب لے کر پی۔ نشہ میں غرق ہو کر زنا بھی اسی عورت سے کیا اس عورت کا شوہر آیا تو اسے برصیصا نے قتل کر دیا۔ ابلیس نے انسانی بھیس بدل کر بادشاہ کو واقعہ سنایا بادشاہ نے برصیصا کو گرفتار کر کے اسی کوڑے مارے شراب نوشی کی سزا میں اور زنا کی سزا میں سو کوڑے مارے اس کو سولی چڑھانے کا حکم دیا تاکہ قتل کا بدلہ ہو۔ جب سولی چڑھایا جا رہا تھا تو ابلیس اسی پہلی صورت میں اس کے پاس آیا اور کہا کیا حال ہے سن لے جو بھی میرے دوست کی طاعت کرے گا اس کا یہی حشر ہوگا۔ ابلیس نے کہا میں نے تیرے گمراہ کرنے میں ایک سو بیس سال لگا دیئے تو اب میرے قابو میں آیا ہے اب بھی چاہوں تو تجھے سولی سے بچا سکتا ہوں۔ برصیصا نے کہا تو پھر دیر کیا ہے کہا تو مجھے ایک بار سجدہ کر لے تیری جان کی رہائی ہو جائے گی۔ کہا لکڑی پر کیسے کہا صرف اشارہ کافی ہے۔ برصیصا نے ابلیس کو سجدہ کیا تو وہ کافر ہو گیا اسی کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کمثل الشیطٰن الخ۔

فائدہ:۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ اس آیت میں آیت سے برصیصیا عابد مراد لینا ضعیف ہے ہاں پہلی تادیل کلام الٰہی کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

فائدہ:۔ البتہ قصہ میں عورتوں کے فتنے سے بچنے کی تنبیہہ ضرور ہے۔

حدیث شریف:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ پاک میں نماز پڑھ رہے تھے آپ کے آگے سے عمر بن اُم سلمہ نے گزرنا چاہا تو آپ نے اسے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا ٹھہر جا وہ ٹھہر گیا اس کے بعد بنت اُم سلمہ نے آپ کے آگے سے گزرنا چاہا آپ نے اسے بھی ہاتھ کے اشارہ سے روکا لیکن وہ نہ رکی اور آپ کی نماز کے آگے سے گزر گئی۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو زینب بنت اُم سلمہ کی طرف دیکھ کر فرمایا عورتیں ناقصات العقل اور ناقصات الدین ہیں۔ صواحب یوسف صواحب کرسف کی طرح ہیں بہت بڑے عزت والوں پر بھی غالب آجاتی ہیں اور کمینوں پر بھی۔

فائدہ:۔ حضرت الخبازی نے حاشی الہدایہ میں لکھا کہ مولانا حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کرسف ایک زاہد کا نام ہے جو ایک عورت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔

حکایت کرسف زاہد

المقرزی نے المغرب میں لکھا کہ کرسف بنی اسرائیل کا ایک زاہد شب بیدار اور صائم الدہر تھا لیکن ایک عورت کی وجہ سے کافر ہو گیا جب کہ اس پر عاشق ہوا لیکن بعد کو توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کی (گزشتہ غلطی اور خطا معاف کر دی۔ (الفردوس) صاحبات یوسف صاحبات کرسف حدیث کا اشارہ اسی کرسف کی طرف ہے۔

رہبان پر جریج کا احسان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سبق دور میں راہب حضرات چھپ کر عبادت کرتے اور تقیہ کر کے زندگی بسر کرتے ورنہ لوگ ان پر بہتان تراشی کر کے انہیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیتے جب جریج راہب پر بہتان تراشا گیا تو اللہ تعالیٰ نے جریج کو ان کے بہتان سے بچایا تو اس کے بعد رہبان کو عام لوگوں میں کھل کر زندگی بسر کرنے کا موقعہ مل گیا۔

جریج راہب کا قصہ:۔ حدیث شریف میں ہے کہ جریج ایک عابد زاہد مرد تھا اس نے عبادت خانہ (گرجا) بنایا اور اسی میں رہتا تھا۔ ایک دن ماں آئی تو وہ نماز پڑھ رہا تھا۔

ماں نے پکارا یا جریج ۔ جریج نے دل میں سوچا ماں بلا رہی ہے اور نماز پڑھ رہا ہوں ۔ ماں جواب نہ پا کر واپس لوٹ
آئی ۔ اسی طرح دوسرے دن آئی اور پکارا یا جریج اُس وقت بھی وہ نماز میں تھا ۔ جواب نہ دیا ۔ ماں واپس لوٹ گئی تیسرے
روز بھی ایسے ہی ہوا جواب نہ ملنے پر ماں نے کہا اللہ اسے موت نہ دے جب تک زانیہ عورتوں کے چہرے نہ دیکھے ۔
یہ کہہ کر چلی گئی ۔ بنی اسرائیل نے حسبِ عادت جریج کو پھنسانا چاہا کیونکہ اس کی عبادت پر غصہ تھا چنانچہ شہر کی ایک
کنجری کو اپنے حسن پر ناز تھا کہا جسے چاہو ہیں اسے اپنے حسن میں پھنساؤں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اس عورت کو جریج کے لیے کہا گیا تو وہ ہار سنگار کرکے جریج کے سامنے آگئی لیکن جریج نے اس طرف
توجہ نہ کی ۔ کنجری جریج سے مایوس ہو کر ایک چرواہے سے زنا کرایا جو وہ صومعہ (گرجا) کے قریب رہتا تھا اس
سے کنجری حاملہ ہوگئی جب بچہ پیدا ہوا تو شور برپا کر دیا کہ یہ جریج سے ہے ۔ لوگوں نے جریج کو گرجا سے نیچے اُتارا
اور اس کا گرجا توڑا پھوڑا اور اسے مارتے ہوئے باہر نکال لائے ۔ جریج نے پوچھا مجھے کون سے جرم کی سزا دے



رہے ہو کہا تو نے فلاں کنجری سے زنا کیا اس سے بچہ پیدا ہوا ہے وہ تیرا نطفہ ہے ۔ جریج نے فرمایا وہ بچہ کہاں
ہے ۔ بچہ اس کے پاس لائے ۔ فرمایا مجھے صرف دوگانہ پڑھنے دو پھر جو چاہو کرو ۔ دوگانہ پڑھ کر بچہ کے قریب آکر
اس کے پیٹ پر لکڑی مار کر کہا اے غلام تیرا باپ کون ہے کہا فلاں چرواہا ۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا :

فاقبلوا على جريج يقبلونه ويتمسونه به [ل]

جریج کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے چومتے تھے اور تبرک کے طور اسے ہاتھ وغیرہ لگاتے ۔ اور کہا کہ اے جریج
ہم تیرا عبادت خانہ سونے کا بنا لیتے ہیں ۔ کہا بس اسی طرح مٹی کا عبادت خانہ تیار کر دو ۔ چنانچہ سب نے مل کر
اس کا عبادت خانہ مٹی اور گارے کا تیار کیا ۔

کرامت صبی (لڑکا)

بنی اسرائیل ایک جگہ پر تھے کہ ایک عورت بچے کو دودھ پلا رہی تھی وہاں سے ایک سوار بڑے کروفر

ل ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کے ہاتھوں کو چومنا اور ان سے برکت حاصل کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم بجا لانا شیوۂ ایمان
ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی فضیلت میں یہ ارشاد گرامی بیان فرمایا ہے اگر تقبیل و مسح
اولیاء ناجائز و حرام ہوتا تو آپ اس قول کو بیان کرکے رد فرماتے ۔ آپ کا رد نہ کرنا یہ جواز کی دلیل ہے ۔ مزید
تفصیل مسئلہ فقیر کے رسالہ " ہاتھ پاؤں چومنا " پڑھیے ۔ اویسی غفرلہ ۔

سے گزرا عورت (دودھ پلانے والی) نے کہا یارب میرے بچے کو اس طرح بنا بچے نے دودھ پینا چھوڑ کر اس سوار کو غور سے دیکھ کر کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ یہ کہہ کر دودھ پینے لگ گیا راوی نے کہا (اس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں) گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچے کے دودھ پینے کی حکایت عملی طور فرما رہے ہیں کہ اپنی شہادت کی انگلی مبارک منہ میں دبا کر چوسا) اس کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت کے سامنے ایک نوجوان لڑکی گزری جسے مارتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے اس نے زنا کرایا ہے اور چوری بھی کی ہے اور وہ کہتی جا رہی تھی ،

حسبی اللہ و نعم الوکیل

مجھے اللہ کافی اور وہ اچھا کارساز ہے

دودھ پلانے والی عورت نے اس عورت کا حال دیکھ کر کہا یا اللہ میرے بچے کو ایسا نہ بنا۔ بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس کی طرف دیکھ کر کہا اے اللہ مجھے اس نوجوان لڑکی جیسا بنا پھر دودھ پیتے بچے نے کہا وہ مردود (ظالم) تھا۔ اسی لیے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا اور اس لڑکی کے لیے جو کہتے تھے کہ اس نے زنا کرایا اور چوری کی ہے حالانکہ اس نے نہ زنا کیا تھا نہ چوری کی تھی اسی لیے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا۔

تفسیر صوفیانہ :- اس میں اشارہ ہے کہ انسان دنیا کے نقش و نگار کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے اور نہ ہی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے اسے کیا معلوم کہ وہ دنیا کی اشیاء اس کے لیے اچھی ہیں یا بُری اس کو لائق ہے کہ وہ بُرے اعمال سے برأت اور دارین کی بھلائی مانگے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کہ چاہیئے یوں دعا مانگی جائے)؛

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وّ فی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار

"اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی حسنہ عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔"

ہم اللہ تعالیٰ سبحانہٗ سے عفو و عافیت مطلق کا سوال کرتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ وَلَا

تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ

الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ لَوْ اَنْزَلْنَا

هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ

خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

يَتَفَكَّرُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ

وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ

الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا

يُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو
بے شک اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے اور ان جیسے نہ ہو جو اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے انھیں
بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں وہی فاسق ہیں دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں۔
جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔ اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا

پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر نہاں وعیاں کا جاننے والا۔ وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔ وہی ہے اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ نہایت پاک سلامتی دینے والا امان بخشنے والا۔ حفاظت فرمانے والا عزت والا عظمت والا تکبر والا۔ اللہ کو پاکی ہے ان کے شرک سے۔ وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا۔ ہر ایک کو صورت دینے والا۔ اسی کے ہیں سب اچھے نام۔ اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

تفسیر عالمانہ: یا ایہا الذین امنوا۔ اے خالص ایمان والو۔ اتقوا اللہ۔ اللہ سے ڈرو ان امور میں جو بجا لاتے ہو اور ان امور میں جن کو چھوڑتے ہو طاعت کرو۔ گناہوں سے بچو۔ شکر کرو اور کفر سے اجتناب کرو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اسے مت بھولو۔ ایسے افعال و صفات سے بچو جن سے محجوب ہو جاؤ اس کے افعال وصفات کے شہود سے۔

ولتنظر نفس ما قدمت۔ اور ہر نفس دیکھے کہ کل کے لیے اس نے کیا بھیجا ہے۔ ما شرطیہ ہے بمعنی اِنْ یعنی جو قیامت کے لیے اعمال بھیجا جائے گا۔ اگر نیکی اور طاعات ہوں گے تو شکر گزاری دیکھے گا اسی لیے اس کی زیادتی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر گناہ بھیجے گا تو پریشانی پائے گا۔ یوم القیمۃ کو غد سے تعبیر کرتے ہیں اس کے قرب کی وجہ سے کیونکہ ہر آنے والا دن قریب ہے یعنی اسے ہر آنے والے دن کے قرب کی وجہ سے غد کہا گیا۔

فائدہ: حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر روز قریب کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا باقی غد وغیرہ کی طرح ہو گیا جیسے گزری ہوئی زندگی کو اس (کل گزشتہ) سے تعبیر کیا ہے چنانچہ فرمایا کان لم تغن کالامس۔ گویا اس نے کل کے دن کی طرح گزارا ہی نہیں۔ اس سے زمانہ ماضی کی سرگزشت کو قریب کرنے کے لیے کہا گیا یا قیامت کو غد اسی لیے کہا گیا کہ گویا دنیا کا تمام زمانہ ایک دن جیسا ہے اور آخرت کا دن اس کے لیے گویا کل (آنے والا) ہے کہ ہر دن کے مخصوص احوال واحکام ہیں اور ایک دوسرے کے متشابہ ہیں اور دوسرا پہلے کے بعد واقع ہو گا اور غد اسی بعد والے کے لیے استعارہ ہے۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ آخرت غد (کل) کی طرح اس لیے ہے کہ لوگ دنیا میں خواب میں ہیں ان کی بیداری موت کے وقت ہو گی اور موت قیامت کا مقدمہ ہے جیسے

حدیث شریف میں وارد ہے اور موت وقیامت غافل کے لیے بمنزلہ صبح کے وقت جیسے ہیں جیسے رات کے وقت کے لیے غد (کل) صبح کے وقت کی طرح ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا ظلمانیہ اور آخرت نورانیہ ہے۔

فائدہ:۔ غدٍ کی تنکیر تفخیم وتہویل کے لیے ہے گویا اشارہ ہے اس کی کنہ کوئی نہیں جانتا نہایت عظمت والا دن ہے دراصل غدو تھا واو بلاعوض محذوف ہوئی اس پر لبید کا شعر شاہد ہے۔ ؎

و ما الناس الا کالدیار و اهلها
بها یوم حلوها و غدوا بلاقع

ترجمہ:۔ تمام ایک دیار اور ان کے اہل اس میں ایک دن میٹھا اور کل کا دن جلد گزرنے والا ہے۔

فائدہ:۔ اس شعر میں غدوا اپنے اصل پر ہے اور شعر عبرت کے طور ہے۔ آیت میں نفس کی تنکیر سبق دیتی ہے کہ کل کے دن کے لیے جتنا نفوس جو کچھ بھیج رہی ہے وہ اس ہولناک دن کے لیے ناکافی ہے۔ بعض نے کہا کہ الاستقلال بمعنی شے کو قلیل سمجھنا اور کسی کام کا منفرد ہونا پہلے معنیٰ پر مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفوس ناطقہ بہت کم ہیں جیسے فرمایا لکن اکثر الناس لا یعلمون لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے اور فرمایا ولکن اکثرھم یجھلون۔ لیکن اکثر ان کے جاہل ہیں گویا اکثر کُل کے قائم مقام ہیں یہ مبالغہ ہے گویا ان سب کا ایک طرح کا معاملہ ہے۔ اس تقریر کے لیے نفس کاملہ عاقلہ جس کی نظر نظر صائب وفکر ثاقب سے عواقب کی طرف ہے قارح نہیں۔ دوسری تقریر پر مطلب یہ ہے کہ تمام نفوس ایک نظر نہ کھتے ہیں اسی پر سب کا اکتفاء ہے ان کے ساتھ دوسری نظر کی ضرورت نہیں جو مطلع کرنے کی ضرورت پڑے خیر وشر اور قلیل وکثیر اور وجود وعدم جس طرح کی خبر دی گئی گویا انفرادی طور سب مطلع ہو گئے اس میں ترغیب عظیم ہے۔ ؎

جہل من و علم تو فلک را چہ تفاوت
آنجا کہ بصر نیست چہ خوبی چہ دشتی

ترجمہ:۔ میرے جہل سے علم اور تیرے علم میں فلک کو فرق کی کیا ضرورت جہاں بصر نہ ہو اس کے لیے خوبی وزشتی برابر ہے۔

واتقوا اللہ (اور اللہ سے ڈرو)

(۱) شان تقویٰ کے اہتمام تاکید کے لیے تکرار واہتمام ہے اور اشارہ ہے کہ بندے کو لائق ہے کہ اس کا ہر امر تقویٰ سے ہو بلکہ جب تک اس پر تقویٰ کی مہر نہ لگائے کوئی کام نہ کرے۔

(۲) ہاں پہلا ادا الواجبات کے لیے جیسے اس کا مابعد بتاتا ہے کہ اس میں عمل کے کرنے کا امر ہے۔ دوسرا ترک المحارم کے لیے جیسے اس کے بعد وعید سنانے سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ فرمایا ان اللہ خبیر بما تعملون۔ بیشک اللہ

تعالیٰ اعمال جاننا ہے اس کی قیامت میں تمہیں جزا دُ سزا دے گا۔

فائدہ :۔ کشف الاسرار میں ہے کہ،

(۱) پہلے اصل تقویٰ کی طرف پھر اس کے کمال کی طرف اشارہ فرمایا۔

(۲) پہلا عوام کا تقویٰ مراد ہے یعنی محرمات سے پرہیز دوسرے میں خواص کی طرف اشارہ ہے یعنی ماسوٰی حق سے اجتناب ؎

اصل تقویٰ کہ زاد ایں راست
ترک مجموع ما سوی اللہست

ترجمہ :۔ اصل تقویٰ زادراہ کا ترک بلکہ تمام ماسوی اللہ کا ترک ہے۔

فائدہ :۔ التقویٰ بمعنی جو شے گناہ میں ڈالے اس کا ترک کرنا فعل ہوتا ترک فعل ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ دنیا میں نفس کو اس امور سے بچانا جس سے آخرت میں ضرر ہو۔ عوام کا تقویٰ ضرر الافعال سے بچنا خواص کا صفات کے ضرر سے بچنا احص الخواص کا تقویٰ جمیع ماسویٰ اللہ سے بچنا۔

فائدہ :۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ دنیا ٹھیکری ہے وہ بھی خواب کی اور آخرت گوہر ہے بیداری کا پھر کون بیوقوف ہے جو خواب میں ٹھیکری کا متقی بنے۔ مرد کامل وہ ہے جو بیداری میں گوہر سے پرہیز کرے اسی لیے صوفیہ کرام نے فرمایا عمل کے ساتھ تقویٰ ضروری ہے۔

حضرت صائب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

بے عمل دامن تقویٰ زمناہی چیدن
احتراز سگ مسلخ بود از شاشۂ خویش

ترجمہ :۔ عمل کے بغیر مناہی سے تقویٰ کا دامن دور کرنا ایسے ہے جیسے مذبح (ذبح کی جگہ) کا مردار کھانے والے کتے کے اپنے پیشاب کے قطرات سے بچنا۔

سبق :۔ آیت میں اعمال صالحہ کی ترغیب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا ملائکہ کہتے ہیں اس نے آگے کے لیے کیا بھیجا۔

سبق :۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہشت کے دروازہ پر لکھا ہے کہ ہم نے جو عمل کیا اسے پا لیا اور ہم نے جو آگے بھیجا اس کا نفع حاصل کیا اور جو چھوڑ آئے اس کا خسارہ دیکھ لیا ؎

بقدر الکد تکتسب المعانی
من طلب العلی سہر اللیالی

ترجمہ: مشقت کے مطابق مراتب پاؤ گے جو بلندی کا طالب ہے وہ شب بیدار ہوتا ہے۔

حکایت: حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں گیا تو حضرت سعدون المجنون تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا کیف الحال (کیا حال ہے) فرمایا اس کا کیا حال پوچھتے ہو جو صبح وشام سفر میں ہو لیکن اس کے پاس زادِ راہ بھی نہ ہو اس نے اس حاکم عادل کے پیش ہونا ہے جس نے عدل وانصاف سے فیصلہ کرنا ہے۔ اس کے بعد خوب روئے۔ میں نے پوچھا یہ رونا کیسا۔ فرمایا دنیا کے حرص میں زندگی بسر ہوئی۔ میں موت سے نہیں رویا اور نہ مرٹنے سے بلکہ ان دنوں کے گزر جانے سے جن میں کوئی نیکی نہیں کر سکا۔ اب قلّت زادِ راہ اور بُعد مسافت (سفر کی لمبائی) اور آنے والے سخت سفر سے روتا ہوں کہ نامعلوم میرے ساتھ کیا ہوگا کہ واللہ اعلم مجھے بہشت میں لے جائیں گے یا دوزخ میں۔ میں نے کہا آپ کو لوگ مجنوں سمجھتے ہیں فرمایا آپ کو لوگوں کی طرح دھوکہ ہوا ہے لوگوں نے مجھے مجنوں سمجھا حالانکہ مجھے کوئی جنون نہیں ہاں مولیٰ کی محبت کا مجنون ضرور ہوں کہ اس کی محبت میرے دل اور گوشت و خون میں رچ گئی ہے۔ مجھے جس سے محبت ہے اس سے خوف میں ہوں اور میں اسی میں مستغرق ہوں۔ میں نے کہا اے سعدون آپ لوگوں میں کیوں نہیں بیٹھتے اور نہ ہی ان کے پاس آتے ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں یہ شعر سنایا ؎

کن من الناس جانبا
و ارض باللہ صاحبا
قلب الناس کیف شئت
تجد ھم عقاربا

ترجمہ: لوگوں سے کنارہ کش ہو جا اللہ کی مصاحبت پر راضی ہو۔ لوگوں کے دل پھیر دے جیسے چاہو ورنہ ان کو (اکثر) بچھو پائے گا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے اے حقیقی شہودی وجودی ایمان والو اضافت کمالات الی اللہ میں اللہ تعالیٰ کو اپنے نفوس کے بچاؤ کا موجب بناؤ۔ غیر اللہ کی طرف التفات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اقبال الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا) اور ادبار عن الدنیا) (دنیا سے منہ پھیرنا) اور ادبار عن اللہ اور اقبال الی الدنیا کو خوب جانتا ہے۔

فائدہ: اس میں نفوس جنیہ کا نفس بھی داخل ہے کیونکہ وہ بھی مکلف ہیں انسانوں کی طرف وہ بھی عمل و تقویٰ کے مکلف ہیں جیسے بہت سے مقامات پر تحقیق ہو چکی ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولا تکونوا ۔ اور اے مومنو! نہ ہو جاؤ۔ کالذین ۔ ان لوگوں یہودیوں اور منافقوں کی طرح موصول سے معہود لوگ مراد ہیں جیسے محل مقام بتایا ہے یا اس سے جنس مراد ہے یعنی جملہ کفار مردہ ہوں یا زندہ ۔

نسوا اللّٰہ ۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حق یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر کا حق ادا نہ کیا اور نہ ہی اس کے اوامر و نواہی کے حقوق کی رعایت کی ۔

فانسٰھم ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے اپنی توجہ کرم سے ہٹا دیا ۔ انفسھم انکے نفسوں کو ۔ انھیں قیامت کو بھولنے والا بنا دیا اسی لیے نہ نفع دینے والی باتوں کو سنتے اور نہ نجات دلانے والے امور پر عمل کرتے اس معنیٰ پر ماضی کا صیغہ اپنی جگہ پر ہے یا معنیٰ یہ ہے انھیں قیامت میں اللہ تعالیٰ دکھائے گا ایسے ہولناک امور جن سے وہ خود کو بھول جائیں گے ۔ اس تقریر پر ماضی سے تحقق مطلوب ہے ۔

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا نسیان یعنی جس شے پر امانت کو مضبوط کرنے کا حکم دیا گیا اس کا ترک کرنا یا ضعف قلب سے یا غفلت سے یا قصداً ۔ یہاں تک قلب سے اس کا ذکر حذف ہو جائے ۔

قاعدہ:۔ جب نسیان کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مذمت فرمائی ہے اس سے وہ نسیان مراد ہے جو عمداً ہو اور وہ جو اس میں معذور ہو جیسے مروی ہے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری امت سے خطا و نسیان مرفوع ہے یعنی معاف ہے یہ اس لیے کہ اس کا سبب بندے کے بس سے باہر ہے اسی لیے فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا ۔ چکھو بسبب اس کے کہ تم نے بھلایا اسی دن کی ملاقات کو) سے وہ نسیان مراد ہے جو عمداً ہوا اور ان سے اس کا ترک علی طریق الاہانۃ ہوا ۔

قاعدہ:۔ نسیان کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو وہاں کافروں وغیرہ کا ترک ان کی اہانت کے طور اور جو ان سے ترک ہوا اس پر سزا کے طریق پر (اللباب) میں ہے کہ کبھی نسیان ترک کے معنیٰ میں آتا ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمایا نسوا اللّٰہ فنسیھم ۔ انہوں نے اللہ کی طاعت ترک کر دی ۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں چھوڑ دیا ۔

سوال:۔ نسیان ذکر کے بعد ہوتا ہے یعنی وہ ذکر کی نقیض ہے یعنی وہ سہو جو علم حاصل کے بعد ہو تو کیا کفار اللہ تعالیٰ کے حقوق جانتے تھے تو پھر انہیں چھوڑ دیا ۔ تو کیا وہ اس کی ربوبیت کے قائل تھے کہ اسے بھلا دیا ۔

جواب:۔ ہاں انھیں اعتراف تھا جیسا کہ یوم میثاق میں کہا تھا ۔ (بلیٰ) پیدا ہونے کے بعد اس

اعتراف کو بھول گئے لیکن اہل ایمان نے پیدا ہونے کے بعد اس کا ایسے اعتراف کیا جیسے پیدائش سے پہلے اعتراف کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بلکہ اس کے حقوق کی رعایت کی تھوڑی یا زیادہ۔

حکایت:۔ حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ سے میثاق کے راز سے سوال ہوا کہ کیا آپ کو الست بربکم کا مقام یاد ہے فرمایا وہ تو اب بھی میرے کان میں گونج رہا ہے۔[۱]

حکایت:۔ نفحات میں ہے کہ علی سہل اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی گئی کہ بلیٰ کے دن کی کوئی بات یاد ہے فرمایا کیسے یاد نہ ہو وہ تو یوں لگتا ہے کہ کل کی بات ہے۔

فائدہ:۔ حضرت شیخ الاسلام انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس جواب میں نقص ہے کیونکہ صوفی کو آج کل کے امتیاز کیسے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اس روز کے بعد رات آئی ہی نہیں[۲]۔ (جب رات نہیں آئی تو اسے کل کہنا

---

[۱] یہی ہمارے پنجاب کے قلندر (حضرت سید پیر بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

کن فیکون جدو فرمایو اساں وی کولے وسدے ہاسے

یعنی جب آپ نے کن فرمائی تو ہم بھی آپ کے قریب رہتے تھے۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

کن فیکون تے کل دی گل اے اساں پہلے پریت لگائی

یعنی کن فیکون تو کل کی بات ہے ہم نے اس سے پہلے تعلق جوڑا تھا۔

حضرت امیر خسرو قدس سرہٗ نے اس سے آگے بڑھ کر فرمایا ؎

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو

محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

ترجمہ:۔ خدا تعالیٰ خود مجلس کا میر تھا اے خسرو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل کی شمع تھے، جس جگہ رات کو میں تھا۔

[۲] ۔ اسی لیے حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

اجاں وی اساکوں او پے ڈسدے اوہے بوٹے بوہے کاہن

یعنی ہمیں تو ابھی نظر آرہی ہیں وہی (اسی میثاق والے دن) کے درخت دروازے وغیرہ۔

دراصل بات یہ ہے کہ روح لامکانی ہے جیسا کہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو

محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

کا کیا معنیٰ) اسی لیے صوفی ابھی اسی دن میں ہے دنہ وہ گزرے گا نہ صوفی دوسری طرف متوجہ ہوگا) جیسا کہ ان کا اپنا کہنا۔

الآن ۔ (جب الآن کما کان ہے تو پھر آج اور کل کا فرق کیوں ۔

فائدہ :۔ ولا تکونوا ۔ الخ میں تنبیہ ہے کہ انسان کو اپنی معرفت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے گویا وہ خود کو بھول جاتا ہے۔ چنانچہ فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس آیت سے خداوند تعالیٰ کو پہچاننا ثابت ہوتا ہے جس نے خود کو پہچانا اور اسے بھلایا اس نے خدا تعالیٰ کو پہچانا۔

ملفوظ حیدر کرار رضی اللہ عنہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خود کو پہچان اللہ تعالیٰ کو پہچان لے گا۔

فائدہ :۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بندے گناہ کے وقت اللہ تعالیٰ کو بھولتے ہیں تو وہ اعتذار کے وقت ان کی طرف متوجہ نہ ہوگا جب وہ توبہ کی طلب کریں گے تو التفات نہ فرمائے گا۔



عرفی کے لطائف سے ہے ؎

مالب آلودہ بہر توبہ بکشائیم لیک
بانگ عصیاں می زند ناقوس استغفار ما

ترجمہ :۔ ہم نے لب آلودہ توبہ کے لیے کھولے لیکن عصیاں کی آواز ہمارے استغفار کے ناقوس سے آتی رہی۔

اولٰئك ۔ وہی بھولنے والے اور بھلا دینے والے، رسوا ہونے والے۔

هم الفسقون ۔ وہی فاسق ہیں فسق اور خروج عن طریق الطاعت مکمل طور نکلنے والے۔

فائدہ :۔ هم حصر کے لیے ہے گویا ان کا فسق اتنا زور دار تھا کہ گویا دوسروں کے فسق لاشے تھے۔ اس سے مراد کافر ہیں۔ اس کا اطلاق مومن فاسق پر ہوگا کہ حقوق ربوبیت اللہ کی ادائیگی اور سعادت اندیہ اور قربۃ حضرت احدیہ کی رعایت سے محروم ہے اس پر بھی خطرہ ہے کہ وہ اس نحوست سے اس صفت سے موصوف ہو۔

حاشیہ بقیہ ص۱۶۴ ۔ ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ میر مجلس اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شمع محفل تھے ۔ لامکاں میں اے خسرو جس شب میں کہ میں تھا۔

اسی لیے اللہ والوں کو اس طرف توجہ رہتی ہے۔ خدا ہم سب کو اسی کا دھیان نصیب فرمائے ۱۲؛ اویسی غفرلہٗ

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے وہ شہود حق فی جمیع المظاہر الجمالیہ والجلالیہ سے خارج ہیں اور مقام شہود نفوس کے حضور میں داخل ہیں جو حظوظ نفس کے پورا کرنے میں مشغول ہے اس نے طیب العیش مع اللہ کو بھلادیا اور وہ انانیت حقیقیہ سے غافل ہے اور وہ اپنے نفس کی شہوات سے فانی ہوا۔ وہ تجلیات رب کے ساتھ باقی ہوگا۔

تفسیر عالمانہ: لا یستوی اصحاب النار (اصحاب نار برابر نہیں) جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلادیا وہ دوزخ میں دائمی رہنے کے مستحق ہوئے۔ النار (الف ولام) کے ساتھ دوزخ کا علم ہے جیسے الساعۃ قیامت کا۔ اسی لیے اکثر جنّۃ کے بالمقابل مستعمل ہوتی ہے جیسے اسی مقام میں اور ایک شعر میں ہے ؎

الجنة الدار فاعلم ان عملت بما
یرضی الالٰہ و ان فرطت فی النار
هما محلان ما للناس غیرهما
فانظر لنفسك ماذا انت تختار

ترجمہ: جنّت ایک دار جان ہے اگر تو نے نیک عمل کیے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور اگر تو نے کوتاہی کی تو دوزخ ہے وہ دو ایسے مقام ہیں کہ لوگوں کے لیے ان کے سوا کوئی جگہ ہے دیکھ اپنے لیے تجھے کیا پسند ہے۔

حل لغات: الصحبۃ بمعنی اقتران الشیٔ بالشیٔ فی زمان۔ ایک ہی وقت ایک شے کا دوسری شے سے ملنا وہ وقت تھوڑا ہو یا زیادہ اسی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے کے (مصاحب) ساتھی ہوں گے اگر دائمی اور لازمی ہو تو وہ کامل صحبت سمجھی جاتی ہے اور عرفاً انھیں ایک دوسرے کا مصاحب سمجھا جاتا ہے کبھی طرفین پر صاحب و مصاحب بولا جاتا ہے اسی لیے زوجہ کو صاحبہ کہا جاتا ہے۔ مالک کو بھی صاحب کہتے ہیں کہ وہ ان سے خلوص کے ساتھ بکثرت صحبت کرتا ہے۔ ایسے ہی اسے رب بھی کہتے ہیں اسی لیے کہ مالک مملوک کی تربیت کرتا ہے اور کہا جاتا ہے صاحب المال اور رب المال اور دوزخیوں اور بہشتیوں کو اصحاب النار و اصحاب الجنۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ان میں ابدی صحبت کریں گے یا ان کے ساتھ اقتران کی وجہ سے اور وہ عاصی گنہ گار جتنا مقدار دوزخ میں رہیں گے وہ اتنا قدر اصحاب النار ہوں گے یا بطور مبالغہ گویا دوزخ و بہشت ان کی ملک ہے اس لیے وہ اصحاب ہیں نیز اس میں اشارہ ہے کہ یہ ان کے اعمال کی جزا و سزا ہے جو انہوں نے نیک اور بُرے عمل کیے۔ و اصحاب الجنۃ اور اصحاب جنۃ وہ جو اللہ سے ڈرے اسی لیے وہ دائمی بہشت کے مستحق ہوئے۔

فائدہ: اصحاب نار کی تقدیم میں اشارہ ہے کہ وہ قصور جس سے عدم استواء خبر دینا کام قورع ان کی اپنی

وجہ سے ہے نہ از جہت ان کے مقابلین کے۔ اگرچہ دو چیزوں کا استواء جو آپس میں ایک دوسری سے متفاوت ہیں باعتبار زیادۃ و نقصان کے ہوتا ہے لیکن یہاں صرف از جہت نقصان ہے اس کی مثالیں اور بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھل یستوی الاعمی والبصیر میں اعمی و بصیر برابر نہیں۔ ھل یستوی الظلمات والنور۔ کیا ظلمات و نور برابر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سوال:۔ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون کیا اہل علم اور بے علم برابر ہیں ان میں افضل کی تقدیم کیوں؟

جواب:۔ اس کا صلہ ملکہ ہے اور اعدام اپنے ملکات کے لحاظ سے خود مسبوق نہیں۔ بعض نے کہا اصحاب النار کی تقدیم الذین نسوا اللہ کے قرب کی وجہ سے اور ان کی کثرت کی وجہ سے ہے۔ علاوہ ازیں اول نمبر طاعت کا خوف ہے پھر امید پھر محبت۔ بعض میں اس لیے خوف والی کا ذکر اصحاب النار میں پہلے ہے۔

ازالۂ وھم:۔ آیت میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کافر کے قصاص میں مومن کو قتل نہ کیا جائے اور کافر مسلمانوں کے مال کے بالقہر مالک نہیں ہو سکتے جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے کیونکہ یہاں عدم استواء اخرویہ مراد ہے جیسا کہ دونوں کی تفسیر مصاحبتہ بالنار والجنۃ بتاتی ہے ایسے ہی اس کا قول اصحاب الجنۃ ھم الفائزون۔ بہشت والے ہی کامیاب ہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے فریقین کے درمیان عدم استواء کی کیفیت کا بیان ہے۔

حل لغات:۔ الفوز ظفر مع حصول سلامت یعنی وہ ہر مطلب پہ کامیاب اور ہر مکروہ امر سے نجات پانے والے ہیں۔ وہ دارین میں کرامت والے ہیں اور اصحاب النار دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہیں۔

سبق:۔ اس میں لوگوں کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنی زیادہ غفلت اور دنیا کی سختی اور اتباع شہوات کی وجہ سے گویا اہل جنت و اہل نار کے درمیان فرق نہیں جانتے یہاں تک کہ انہیں ان کی لاعلمی کی خبر دینی پڑی (اگرچہ فی نفسہ اس سے باخبر بھی ہیں) یہ ایسے ہے جیسے باپ کے نافرمان کو کہا جائے۔ ھو ابوك۔ وہ تیرا باپ ہے حالانکہ اسے اپنے باپ کے متعلق یقین ہے لیکن باوجود اسے وہ شخص تصور کیا جاتا ہے گویا وہ اپنے باپ کو باپ نہیں جانتا کہ اسے ابوت کے حق میں متنبہ کرنے پر کہا گیا تاکہ وہ اس سے احسان اور نرمی سے پیش آئے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اہل نار کے سوء حال اور اہل جنت کے حسن حال سے باخبر فرمایا تاکہ ان کی غفلت دور اور سر سے گناہوں کے تصور دور کریں۔ اور بے پرواہی نہ برتیں۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ ایک ہزار

بسال کی مسافت سے وہ اپنی بہشت کے باغات و ازواج اور نعمتیں اور خدام اور تختوں کو دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے دیدار سے صبح و شام نوازے گا۔ اس کے بعد آپ نے پڑھا۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرۃ۔ بعض چہرے آج کے دن بارونق اور اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

حدیث شریف (۲):۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اہل نار میں آسان تر اسے ہوگا جس کے دو جوتوں کی جگہ اور اس کے تسمے نیچے آگ شعلہ مارے گی تو دماغ ایسے اُبلے گا جیسے ہانڈی آگ سے اُبلتی ہے۔[1]

حکایت:۔ شیخ حجازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک رات روتے دیکھا گیا جو شب بھر وجنۃ عرضہا السموات والارض بھی پڑھتے رہے اور روتے بھی رہے۔ رونے کا سبب پوچھا گیا کہ اتنا بڑی جنت کے متعلق پڑھنے کے باوجود بھی آپ روتے ہیں فرمایا اسی لیے تو روتا ہوں کہ اتنی بڑی جنت میں مجھے ایک قدم جگہ بھی نہ ملے تو پھر میں کیا کروں گا۔

حکایت:۔ حضرت سہل الصعلوکی سیاہ لباس والے یہودی کے حمام کے دھوئیں کے قریب ہوکر گزرے یہودی نے طنزاً کہا تم کہتے ہو کہ دنیا مومن کا قیدخانہ اور کافر کی بہشت ہے۔ حضرت سہل نے بالبداہت کہا کہ جب تو عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگا تو یہ کیفیت تجھے جنت محسوس ہوگی اور جب میں بہشت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے نوازا جاؤں گا تو میرے لیے یہ دنیا قید نظر آئے گی۔ آپ کے بالبداہت جواب دینے پر لوگ متعجب ہوئے۔ ؎

چو ما را بدنیا تو کردی عزیز
بو قبی ہماں چشم داریم نیز
عزیزی و خواری تو بخشی و بس
عزیز تو خواری نہ بیند ز کس
خدایا بعزت کہ خوارم مکن
بذل گنہ شرمسارم مکن

ترجمہ:۔ جب تو نے مجھے دنیا میں عزت بخشی تو آخرت میں بھی میں ایسی اُمید رکھتا ہوں۔
عزت: ذلت تو ہی بخشتا ہے تیرا عزت یافتہ کسی سے خواری نہیں دیکھتا۔
اے خدا اپنی عزت کے طفیل مجھے خوار نہ کرنا۔ میرے گناہوں سے مجھے شرمسار نہ کرنا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض اہل اشارہ (صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ اصحاب النار در حقیقت اصحاب المجاہدات ہیں جو مشاہدات سے جلتے رہے اور اصحاب الجنۃ وہ اصحاب المواصلات ہیں جو روح المشاہدات میں پڑے اور ظاہر میں اصحاب النار اصحاب النفوس والاہواء ہیں جو دنیوی اُمور

[1] بخاری شریف میں یہ اشارہ ابوطالب کے لیے ہے۔

میں منہمک رہے اور اصحاب الجنۃ اصحاب القلوب والمراقبات ہیں۔ حضرت حسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصحاب النار اصحاب الرسوم والعادات ہیں واصحاب الجنۃ اصحاب الحقائق والمشاہدات والمعاینات ہیں۔

تفسیر عالمانہ: لوانزلنا ھذا القراٰن۔ اگر ہم یہ قرآن اتارتے۔ یعنی عظیم الشان قرآن جو تم پر نازل ہوا ہے۔ اے لوگو یہ قرآن جو عجیب وغریب فنون کا مجموعہ ہے یا وہ قرآن آپ پر اے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نازل کیا گیا یا جو قرآن حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا بحسب الالتفات فی الخطاب۔ (خطاب میں التفات کے قبیل سے ہے)۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آسمان چیخا جب اس پر الواح رکھی گئیں ان کی ثقالت سے جب انھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں آسمان پر رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایک حرف اٹھانے کے لیے ایک ایک فرشتہ مقرر فرمایا تب بھی وہ اسے نہ اٹھا سکے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہلکا بنا دیا ایسے ہی انجیل عیسیٰ علیہ السلام کی اور فرقان (قرآن) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔

سوال: ھٰذا کا تقاضا ہے کہ قرآن مجید کے جملہ مرتبہ کی طرف اشارہ ہو حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ اس وقت تمام (مکمل) قرآن مجید نازل نہ ہوا تھا بلکہ بہت کچھ ابھی نازل ہونا تھا۔

جواب (۱) ھٰذا کے لیے مشارٌ الیہ (قرآن مجید) کے مکمل نزول (حقیقۃً) کی حاجت نہیں بلکہ اس کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کے بعض اجزاء حقیقۃً نازل ہو چکے ہوں اور بعض حکمًا تو یہاں بھی بات ہے کہ اس کا اشارہ حقیقۃً ان آیات کی طرف ہے جو نازل ہو چکی تھیں اور جو نازل نہیں ہوئی تھیں ان کے لیے اشارہ حکمًا ہے۔

جواب (۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ھٰذا کا اشارہ آیت سابقہ کی طرف ہو یعنی یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ الخ کی طرف کیونکہ لفظ قرآن جیسے مجموعہ پر بولا جاتا ہے ایسے ہی بعض پر بھی حقیقۃً بالاشتراک یا باللغۃ یا مجازًا بالعلاقۃ اس تقریر پر ضمیر کی تذکیر باعتبار مشارٌ الیہ کی تذکیر کے ہے۔

علیٰ جبل۔ پہاڑ پر۔ کل پہاڑ روئے زمین پر چھ ہزار چھ سو تہتر ہیں سوائے ٹیلوں کے۔ (زہرۃ الریاض) یہ محرکہ (بفتحتین) ہے یہ زمین میخ ہیں اگر ذی عظم اور طویل ہو۔ اگر منفرد ہو تو یہ چوٹیاں اور قنہ (بالضم) ٹیلے ہیں۔ جبل کے معنی کا اعتبار کر کے مختلف مطالب کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے فلان جبل لا یتنقد حاج۔ فلاں پہاڑ ہے اس میں تنگی اثر نہیں کرتی یعنی وہ ثابت قدم ہے اور فلان جبلہ اللّٰہ علیٰ کذا۔ اس کے لیے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک

ایسی عادت وطبیعت رکھی ہے کہ جس کے تُدبر کرنے سے وہ دور نہ ہو سکے گی۔

خاشعًا۔ ڈرنے والا اور عاجز۔ یہ لراٰیتہٗ کی ضمیر مفعول سے حال ہے کیونکہ یہ رؤیتہٖ البصریہ سے ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا حق تعالیٰ کے لیے ظاہری انقیاد (فرمانبرداری) کا نام خضوع اور باطنی کا نام خشوع ہے۔ بعض کے خضوع بدن میں اور خشوع آواز اور آنکھ میں ہوتا ہے۔ امام راغبؒ نے فرمایا خشوع بمعنی عاجز اس کا عموماً استعمال جوارح میں اور ضراعۃ کا استعمال قلب میں ہوتا ہے۔ روایت اذا ضرع القلب وخشعت الجوارح میں یہی مفہوم مذکور ہے۔

متصدعًا من خشیۃ اللہ۔ اللہ کے خوف سے۔ اس کے خوف سے پھٹنے والا کہ اس نے نافرمانی کی تو سزا ملے گی۔

حل لغات:۔ الشق سخت جسم والی شے کا پھٹنا جیسے شیشہ۔ لوہا۔ وغیرہ۔ اسی سے الصداع کا استعارہ ہے اور درد سے سر کا (گویا) پھٹنا ہے۔

فائدہ:۔ علماء نے فرمایا یہ قرآن مجید کے علوشان اور اس کے اندر جو مواعظ کی تاثیر کا بیان ہے دراصل اس سے انسان کو اس کی قسوۃ (سختی) قلبی پر زجر و توبیخ ہے کہ وہ اس کی تلاوت کے خشوع نہیں۔ اس میں تدبر بہت کم کرتا ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ جیسے تم میں عقل و شعور ہے اگر پہاڑ میں ہو پھر اس پر قرآن نازل ہوتا اور تمھاری طرح اسے وعدہ وعید سنائی جاتی تو خاشع و خاضع بلکہ اس خوف سے پھٹ جاتا کہ اس نے قرآن مجید کی عظمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہ کیے اور اس کے امر و نہی کی تعمیل نہ کی۔ اور کافر و منکر کا دل تو اس سے بھی سخت تر ہے اسی لیے اس میں اس کا ذرہ بھر کبھی اثر نہیں ہوتا۔

ع   اے دل سنگین تو یک ذرہ سوہان گیر نیست

ترجمہ:۔ اے سنگ دل تو ذرہ بھر بھی اس سے اثر گیر نہیں ہے۔

یہ اس کے لیے کہ تیرے وعظ وغیرہ سے اثر نہ لے اور نہ ہی اس کے دل میں کسی قسم کا اثر نہ ہو تو کہتے ہو اگر میں پہاڑ سے بات کرتا تو بھی وہ بول پڑتا اس کی نظیر امام مالک کے قول کی ہے کہ فرمایا کرتے اگر امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کو تم دیکھتے تو تم انہیں پہاڑ تصور کرتے۔ اگر وہ کسی ستون کے لیے کہتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ دلائل کی قوت سے اسے سونے کا ثابت کر دیتے۔ ؎

دل را اثر روئے تو گل پوشش کند
جان را سخن خوب تو مدہوش کند

آتش کہ شراب وصل تو نوش کند
از لطف تو جنان فراموش کند

ترجمہ:۔ دل کو تیرا دیدار مدہوش بنا دیتا ہے جان، تیرا حسن خوب بے ہوش کر دیتا ہے۔

آگ اگر تیرے وصال کا شراب پی لے تو تیرے لطف سے وہ جلنا بھی بھول جائے۔

انتباہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ جبل کی عدم شعوری کی باتیں کرنے والے بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے کل اشیاء میں (ان کے لائق حیات پیدا فرمائی ہے اور ان میں (ان کی شان کے لائق ادراک ہے ورنہ:

(۱)۔ پہاڑ تجلی کے وقت نہ پھٹتا۔

(۲)۔ موذن کی اذان کی شہادت ہر تر و خشک نہ دیتے کہ کل قیامت میں کہیں گے ہم نے موذن کی اذان سنی تھی وغیرہ وغیرہ۔

اولیاء اللہ:۔ ان کی حیات کا مکاشفہ ادیبہ ہوتا ہے لیکن غافل لوگ اس سے محجوب رہتے ہیں اس کی بار بار تحقیق ہو چکی ہے ہاں تجلی کے وقت اور نزول قرآن کی پہاڑ کی کیفیت میں فرق ہے وہ یہ کہ تجلی کے اس کی حیات کا مشاہدہ ہر خاص و عام کو ہوا لیکن نزول سے حیات کا مشاہدہ صرف خواص کو ہوتا ہے (اسے اچھی طرح سمجھ لے ورنہ وہابی ہو جاؤ گے)۔

وتلک الامثال ۔ اور یہ وہ مثالیں ہیں۔ یہ المثل کی طرف اشارہ اور ان امثال کی طرف جو اپنے اپنے مقام تنزیل میں مذکور ہیں یعنی یہ عجیب عظمت قرآن میں اور انسان کا حال خسیس اور اس کی صفت عجیبہ کا بیان ہے بلکہ تمام امثال فی القرآن کا بھی کیونکہ لفظ مثل کا عرف وحقیقۃ اس قول میں ہے جو امر غریب وصفت عجیب میں عامۃ الورود ہو اس امر کے مشابہ ہے جو عجیب و غریب اور نادر رہو کیونکہ وہ ندرۃ و غرابت سے خالی نہیں۔

نضربها للناس ۔ انھیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے۔

سوال:۔ سورۃ زمر میں آیا ہے **ولقد ضربنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل** ۔ ہم نے بیان کیا اس قرآن کریم میں ہر مثل (کہاوت) سے زمانہ ماضی کے ساتھ خبر دے کر باوجودیکہ وہ آیت مکیہ ہے اور یہاں مستقبل کے ساتھ باوجودیکہ یہ سورۃ مدنیہ ہے۔

جواب:۔ پہلا وقوع ہونے والے کو ماضی سے تعبیر کرنا اس کے تحقق کی وجہ سے ہے کہ گویا وہ ہو چکا دوسرا مضارع کو حال میں یا استمرار الاحوال کے ارادہ پر ہے یعنی ہماری شان یہ ہے کہ ہم لوگوں کے لیے کہاوتیں بیان کرتے رہتے ہیں۔ **لعلهم یتفکرون** شاید کہ وہ لوگ تفکر کریں مصلحت تفکر و منفعت

التذکر ہیں (یعنی غور و فکر کی مصلحت اور نصیحت حاصل کرنے کے نفع میں)

سوال :۔ آیت سے ثابت ہوا کہ فعل معلل بحکمۃ والمصلحۃ ہے اور جو فعل ایسا ہو وہ معلل بالغرض ہوتا ہے اس سے تو معتزلہ کا مذہب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہیں اور یہ محتاجی کی دلیل ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر محتاجی سے بے نیاز ہے۔

جواب :۔ یہ طریقہ اختیار کرنا اپنے بندوں سے لطف کا اظہار ہے۔

تصوف کے چٹکلے

جو آٹھ چیزوں سے عاجز ہے اسے دیگر آٹھ چیزوں پر عمل کرنے سے وہ آٹھ بھی حاصل ہو جائیں گی جن سے وہ عاجز ہے۔

(۱)۔ جو چاہے کہ رات کو نیند بھی خوب کرے لیکن شب بھر کے نوافل کا ثواب پائے تو اسے چاہیئے کہ دن کو کوئی گناہ نہ کرے۔

(۲)۔ جو چاہے کہ نفلی روزوں کا ثواب پائے لیکن دن کو کھاتا پیتا بھی رہے اسے چاہیئے کہ وہ زبان کو فضول باتوں سے روکے رکھے۔

(۳)۔ جو علماء کرام جیسی فضیلت کا خواہاں ہو تو تفکر میں لگا رہے۔

(۴)۔ جو مجاہدین اور غازیوں کی فضیلت کے حصول کا طالب ہو اگر چاہتا ہے کہ یہ فضیلت بھی ملے اور گھر سے بھی باہر نہ جائے تو وہ شیطان کا مقابلہ کرتا رہے۔

(۵)۔ جو فضیلت صدقہ کا چاہتا ہے لیکن صدقہ کرنے سے عاجز ہے تو جتنا علم رکھتا ہے عوام کو سکھائے اور کسی سے بغض و عداوت نہ رکھے۔

(۶)۔ جو چاہے کہ میں ابدال کی فضیلت پاؤں تو اپنا ہاتھ سینہ پر رکھ کر عملی کارروائی کرے کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی پسند کرے۔

(۷)۔ جو حج کی فضیلت چاہتا ہے وہ جمعہ کی ادائیگی پر التزام کرے۔

(۸)۔ جو عابدوں کی فضیلت کا طلب گار ہے وہ لوگوں کے درمیان صلح کرائے ان میں بغض و عداوت نہ پھیلائے۔

غور و فکر کے فضائل: حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی آنکھوں کو ان کی عبادت کا حصہ دو عرض کی گئی ان کی عبادت کا حصہ کیا ہے فرمایا قرآن مجید کی زیارت

اوراس میں غور و فکر اور اُن کے عجائبات سے عبرت پکڑنا۔
مثنوی شریف میں ہے ؎

خوش بیان کرد آں حکیم غزنوی
بہر محجوباں مثال معنوی
کہ ز قرآن گر نہ بیند غیر قال
ایں عجب نبود ز اصحاب ضلال
کز شعاع آفتاب پُر ز نور
غیر گرمی نیابد بد چشم کور

ترجمہ:۔ (۱) حکیم غزنوی نے کیا خوب فرمایا کہ محجوبوں کو معنوی مثال بتائی ہے۔
(۲) کہ جو قرآن میں سوائے قال کے نہیں جانتا وہ گمراہوں سے ہے۔
(۳) آفتاب پر نور سے اندھے کو تو صرف گرمی ہی محسوس ہوگی۔

(۲)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تفکر کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بلا توجہ ساری رات کے نوافل سے بہتر ہے۔

(۳)۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو بات حکمت سے خالی ہو وہ لغو ہے جس کا سکوت تفکر کے بغیر ہو وہ سہو ہے۔ جس کی نگاہ میں عبرت نہ ہو وہ لہو ہے۔

(۴)۔ حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا فکر دنیا آخرت حجاب اور اہل ولایت کو سزا ہے فکر آخرت حکمت پیدا کرتی ہے اور اس سے دل زندہ ہوتا ہے۔

(۵)۔ حضرت سفیان ثوری عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

اذا المرأ کانت له فکرة
ففی کل شئی له عبرة

ترجمہ:۔ جب کسی کو فکر نصیب ہے تو اسے ہر شے سے عبرت نصیب ہوگی۔

مسئلہ:۔ فکر خالق کے متعلق ہو یا مخلوق کے بارے میں خالق میں ہو تو اس کی ذات یا صفات یا افعال میں اس کی ذات میں غور و فکر ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات خود جانتا ہے۔ ہاں اُس کی ذات عظمت و جلال و کبریائی میں غور و فکر جائز ہے مثلاً سمجھے کہ وہ واجب الوجود اور اُسے دائمی بقا اور اس کی نظیر ممکنات میں ممتنع اور اس کے لیے فنا ممتنع ہے۔ وہ صمدیت والا ہے یعنی وہ ہر شے سے مستغنی ہے۔

مسئلہ :۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں فکر کا یہ مطلب ہے کہ اس کی ہر صفت باکمال ہے مثلاً علم اس کی صفت ہے کہ وہ جمیع معلومات کو اور اس کی قدرت جمیع مقدورات کو اور اس کا ارادہ جمیع کائنات کو اور اس کی سمع جمیع مسموعات کو اور اس کی بصر جمیع مبصرات کو محیط ہے وغیرہ وغیرہ۔

مسئلہ :۔ اس کے افعال میں تفکر کا یہ معنیٰ ہے کہ جو کچھ علویات و سفلیات میں ہوا یا ہوگا مثلاً احوال القیامہ واحوال الآخرۃ تو وہ اس کے افعال ہیں ہیں باوجود کثرت اور متانت اور وقوع کے اس کا فعل ان میں بطریقہ اتم و اکمل ہے اور ہر دن اس کی نئی شان ہے۔

مسئلہ :۔ بعض عارفین نے فرمایا فکر آیات الٰہی میں اور اس کے صنائع میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے معرفت نصیب ہوگی اور اس کی عظمت و قدرت میں ہو تو اس کی زندگی بڑھتی ہے اس کے نعمتوں اور احسانات میں ہو تو اس سے محبت الٰہی نصیب ہوتی ہے اس کے ثواب دینے کے وعدہ میں ہو تو اس سے طاعت میں رغبت بڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں فکر ہو تو اس سے گناہوں کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔ اپنے اندر عبادتِ الٰہی میں کوتاہی کے فکر کرنے سے حیاؤ ندامت اور توبہ نصیب ہوتی ہے۔

فائدہ :۔ بہترین تفکر یہ ہے کہ انسان اپنے اُمور میں غور و فکر کرے کہ اس کا ابتدائی حال کیا تھا اور اس کے معاشی حالات پہلے کیسے تھے اور اب کیسے ہیں اور وہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت بدن سے کتنا کرتا ہے اور زبان سے کتنا تو دل سے کتنا۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی اپنے اسی اول امر اور اوسط اور آخر امر میں غور و فکر میں زندگی بسر کرے تب بھی تفکر کا حق ادا نہ ہو۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا جلوہ قرآن جمعی (جو مشتمل بر حروف موجودات علویہ و کلمات مخلوقات سفلیہ ہے) کی صورت میں دکھائے وجود انسانی کے جبل پر تو وہ تجلی کی سطوت سے لاشی ہو جائے گا اور اشارہ ہے عارف کی طرف کہ اسے لائق ہے کہ وہ خطاب الٰہی کی تاثیر سے اس کے تحت گھل جائے اور اُمت کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے ہمت کر کے وہ امانت اُٹھالی جسے پہاڑ بڑی قوت کے باوجود نہ اُٹھا سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان۔ تو انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا لیکن اسے انسان نے اُٹھالیا۔

تفسیر عالمانہ:۔ ھواللہ الّذی لا الٰہ الا ھُو (اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں) ھُوَ ۔ اصل وضع میں کنایہ ہے ۔مفرد مذکر غائب سے اور ھِیَ کنایہ مفرد مؤنث غائبہ سے بہت سے مواقع ہے کہ جن میں مذکورۃ و انوثت کا تصوّر ہی نہیں ہوتا جیسے یہاں (اللہ تعالیٰ کے لیے) کیونکہ ھو کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے جو اس ذات کا علم ہے یا یوں کہو کہ ھو مفرد کے لیے موضوع ہے جس میں مونث نہیں نہ حقیقتاً نہ حکماً اور ھِی وہ ہے جس میں مونث ہو حقیقتہً یا حکماً ھُوَ مبتدا اور لفظ اللہ اس کی خبر ہے بمعنی معبود بالحق اور یہی اسم معظم اللہ تعالیٰ کا علم ہے وہ جو جلال الذات و کمالات الصفات ہے ۔ اس سے مبتدا و خبر کا اتحاد لازم نہیں آتا کہ کہا جائے کہ اَب ترکیب ہوئی اللہ اللہ اگر ایسے ہی ہو تو پھر معنیٰ نہیں بنتا ۔ یا اللہ ھو سے بدل ہے اور موصول صلہ سے مل کر اس کی خبر ہے ۔ ھُوَ ضمیر الشان ہے اللہ مبتدا اور الذی لا الٰہ الا ھو اس کی خبر ہے اور جملہ ضمیر الشان کی خبر لا نفی افراد الجنس علی الشمول اور استغراق کا ہے اِلٰہ بنی علی المفتح مرفوالمحل علی الابتدا ہے ۔ اس سے مراد جنس معبود بالحق ہے نہ کہ معبود مطلق حق ہو یا باطل ورنہ معنیٰ صحیح نہیں کیونکہ معبودان باطلہ بکثرت ہیں اور نہ ہی توحید حق کا کوئی فائدہ نہ ہوگا ۔ الا ھو مرفوع علی البدلیتہ ہے محل المنفی یا ضمیر خبر مقدر برائے لا کے ۔

سوال:۔ خبر لا کبھی موجودٌ مقدر ہوتا ہے اسی سے توہم پیدا ہوگا کہ توحید باعتبار وجود کے ہے نہ باعتبار کے کیونکہ موجودیت غیر اللہ کی نفی اس کے امکان کی نفی کو مستلزم نہیں ۔ کبھی ممکن مقدر ہوتا ہے تو توہم رہے گا کہ اثبات الامکان وقوع کو مستلزم نہیں کیونکہ بہت سی اشیا ممکن ہوتی ہیں لیکن واقع نہیں ہوتیں کبھی مقدر نہیں لیکن مقدر کا توہم ضرور رہتا ہے تب بھی کوئی شے مقدر ماننا ہی پڑے گا سوال مذکور ضرور عود کرے گا ۔

جواب:۔ جب ہم نے اِلٰہ سے معبود بالحق مراد لیا جیسا کہ اُوپر مذکور ہوا تو وہ نہ ہوگا مگر رب العالمین عبادت مکلفین کا مستحق ہے جب تم نے ایسی اُلوہیّت کی نفی کرکے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے لیے اثبات کیا تو تمام مذکورہ بالا اعتراضات مندفع ہو گئے ۔

سوال:۔ لا الٰہ میں اگر قائل نفی میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ حق کو شامل کرے گا (معاذ اللہ) اور غیروں کی بھی نفی کرے گا تو یہ مشکل ہے (کیونکہ اس کے لیے تو لمحہ بھر بھی نفی از معبودیت کفر ہے) پھر استثناء بھی کاذب ہوگا (کیونکہ پہلے اس کی نفی کی اس کے بعد اثبات) اگر قائل کہے کہ اس میں شمول کی نفی صرف غیروں کے لیے تھی تو ہم کہیں گے کہ پھر اس کے استثناء کا کیا فائدہ ۔

جواب:۔ دوسری مراد صحیح ہے کہ اس کا عقیدہ تو یہی ہے کہ وہی ذات معبود بالحق ہے اگر بظاہر اُسے

شامل رکھے گا تاکہ استثنار کا اجراء اور بالآخر وہ اثبات موکد تر ہو اور معنیٰ یہ ہو گا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ استثناءِ مطلق کا حال ہے۔

فائدہ :۔ شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اس قول کی اگرچہ ابتداء نفی ہے لیکن اس سے مراد تو اثبات و نہایۃ التحقیق ہے مثلاً کوئی کہے لا اخ لی سواک۔ (تیرے سوا میرا کوئی بھائی نہیں) یہ زیادہ موکد ہے انت اخی (تو میرا بھائی ہے) اور لا الٰہ الا اللہ و لا الٰہ الا ھو۔ ایک معنیٰ ہے یہی کلمہ توحید ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسی طرح وارد ہے بخلاف لا الٰہ الا الرحمٰن کے کہ یہ توحید نہیں باوجودیکہ الرحمٰن کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر نہیں ہوتا اور ھُوَ کا اطلاق غیر پر بھی ہوتا ہے۔ ہاں لا الٰہ الا الرحمٰن۔ توحید کا کلمہ ہونا چاہیئے تھا لیکن چونکہ ان دونوں کے سوا اور کوئی کلمہ مشہور (عند الشرع والعرف) نہیں اسی لیے اسے کلمۂ توحید نہیں کہا جا سکتا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ ھو اہل معرفت کے نزدیک اسماء الذات سے ہے کیونکہ اسے کوئی دوسرے لفظ کے ملائے بغیر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جاتا ہے وہی جامع صفات کمالیہ ہے کہ جتنا اسماء الحسنیٰ بولے جائیں گے اس پر دلالت کریں گے اور ھو صوفیہ کرام کے اذکار و اوراد و وظائف میں داخل ہے۔ امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ھو اشارہ کے لیے ہے اور یہ اس گروہ (صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نزدیک غایۃ التحقیق سے خبر دینے کے لیے ہے جب تم کہو گے ھُوَ تو ان کا ذہن سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی اور طرف نہ جائے گا۔ اسی لیے وہ دوسرے کسی بیان کے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں بوجہ ان کے حقائق القرب میں استغراق اور ان کے اسرار پر ذکرِ حق کے استیلاء کے۔ امام فاضل محمد بن ابو بکر رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح الاسماء الحسنیٰ میں فرمایا کہ اہل ظواہر کے نزدیک ھُو مبتدا ہے اور وہ خبر کا محتاج ہے تاکہ کلام مکمل ہو اور اہل طریق (صوفیہ کرام) کے نزدیک وہ خبر کا محتاج نہیں وہ کسی دوسری شے کے ملائے بغیر کلام تام ہے اور شیخ عارف احمد غزالی امام محمد غزالی رحمہم اللہ تعالیٰ کے بھائی نے لا الٰہ الا اللہ کاشف القلوب کاشف الارواح اللہ کاشف الاسرار ھو ہے اور لا الٰہ الا اللہ قوت القلوب اور اللہ قوت الارواح اور ھُوَ قوت الاسرار ہے۔ لا الٰہ الا اللہ قلوب کا اللہ ارواح کا اور ھو اسرار کا مقناطیس ہے اور قلب و روح و سر بمنزلہ صدف کے موتی ہے جو ڈبیہ میں بند ہو۔

فائدہ :۔ دیکھئے اس بزرگ نے ھُوَ کو کس اعلیٰ مرتبہ کا دکھایا ہے۔

حکایت :۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے ایک عاشق باللہ سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے فرمایا ھُوَ میں نے

پوچھا آپ کون ہیں فرمایا ھُوَ میں نے کہا اس سے آپ کی مراد اللہ ہے اس نے چیخ ماری تو اُن کی روح پرواز کر چکی تھی۔

سبق :۔ ھُوَ کے ذاکرین سے ہو جا اور مخالفین کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھ کیونکہ وہ اہل اہواء (خواہشات کے بندے) ہیں۔

فائدہ :۔ عقل ونفس قلب۔ رُوح ہر ایک کے دو دو معانی ہیں۔ عقل ایک قوت دراکہ ہے جو ہر انسان میں پائی جاتی ہے جس سے وہ مدرکات کا ادراک کرتا ہے نیز عقل ایک لطیفہ ربانیہ ہے یہی انسان کی حقیقت ہے یہی اُمور دنیویہ اور اُخرویہ کے لیے بدن سے خدمت لیتی ہے۔ یہی عالم ہے یہی عارف ہے یہی عاقل ہے یہی جاہل ہے یہی قاصر ہے یہی غافل ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور نفس کا اطلاق اس صفت پر ہوتا ہے جو انسان میں ہے وہ جامع ہے۔ اخلاق مذمومہ کی وہی شہوات کی داعی ہے وہی اہواء (خواہشات) و آفات کی باعث و موجب ہے نیز نفس کا اطلاق لطیفہ مذکورہ (جو عقل کے لیے بیان کیا گیا) پر بھی ہوتا ہے جیسے بعض افاضل نے فرمایا ؎

یا خادم الجسم کم تسعٰی لخدمته
و تطلب الربح مما فیه خسران
علیك بالنفس فاستکمل فضائلها
فانت بالنفس لا بالجسم انسان

ترجمہ :۔ اے جسم کے خادم کہاں تک اس کی خدمت کرے گا اور وہ نفع طلب کر رہا ہے جس میں تجھے خسارہ ہے۔
نفس کو لازم پکڑ اور اس میں کمال پیدا کر کیونکہ تو نفس سے ہے نہ کہ جسم سے۔

ایسے ہی قلب بھی ایک صنوبری گوشت کے ٹکڑے پر مستعمل ہوتا ہے جو ہر انسان کے جوف (پستان بائیں کے نیچے) ہے اور مذکورہ بالا لطیفہ کو بھی قلب کہا جاتا ہے ایسے ہی رُوح کا اطلاق جسم لطیف پر بھی ہوتا ہے اور لطیفہ ربانیہ مذکورہ بالا پر بھی اور ہر چاروں الفاظ کا اطلاق نفس انسان پر ہوتا ہے جو وہ متکلم و مخاطب ہے۔ اور وہی مثاب (ثواب کا مستحق) و معاقب (سزا کا مستحق) اس کی اتباع میں بدن کو ثواب و عذاب ہوگا یعنی بدن رُوح وغیرہ کے لیے بمنزلہ پنجرہ کے ہے ان میں تغایر اعتباری ہے مثلاً نفس نفس ہے باعتبار اس کے کہ وہ شے کا نفس (ذات) ہے اور عقل باعتبار اس کے ادراک کے ہے اور قلب باعتبار اس کے انقلاب من الشی الی الشیٔ کے ہے اور روح باعتبار استراحت کے ہے جو اس کے موافق ہے اور اس سے لذت پانے کے لیے ہے اور باقی معانی ان

کے حقیقتی ہیں۔

نفس کی اقسام

(۱) نفس اگر خواہش کے تابع ہے تو وہ امّارہ ہے بوجہ اس کے کہ بدن کے اعضاء کو بہت زیادہ حکم کرتا ہے کہ وہ برائیوں میں مشغول رہیں۔ نفس کے ذکر کا دائرہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

(۲) نفس کو اگر اللہ تعالیٰ انصاف و ندامت نصیب فرمائے کہ وہ کوتاہیوں کے بعد نادم ہو کر مقاصد کے مافات کا تدارک کرے۔ یہ نفس لوامہ ہے اس لیے کہ یہ اپنے صاحب کو گناہوں پر بلکہ خود کو برائیوں پر ملامت کرتا ہے اس کے ذکر کا دائرہ اللہ اللہ۔ ہے۔ اسے دائرۂ قلب کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ حق کی جانب منقلب ہو جاتا ہے۔

(۳) نفس کو حق کی جانب اطمینان نصیب ہو اور وہ ہمیشہ کے لیے طاعت میں منہمک اور عبادت سے لذت پائے تو وہ مطمئنہ ہے اس لیے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اَمر و نہی کے تحت اطمینان حاصل ہوتا ہے اس دائرہ کے لیے دائرۃ الروح کہا جاتا ہے اس لیے کہ اسے عبادت الٰہی اور اس کے ذکر سے استراحت اور ذکر حق اور اس کے شکر پر لذت نصیب ہوتی ہے اس کے ذکر کا دائرہ ھوھو ہے۔

ازالۂ وھم :۔ جن بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ۔ اللہ اور ھُوھُو کے ذکر سے لا الٰہ الا اللہ کا ذکر افضل ہے اس لیے کہ یہ نفی و اثبات ہر دونوں کا جامع ہے اور زیادہ علم و معرفت پر حاوی ہے تو یہ مبتدی کے حال کے موافق ہے۔

فائدہ :۔ کلمۂ توحید مرآۃ النفس کو اس کی نار کے ساتھ ظاہر کرتا ہے یہی کلمہ سالک کو دائرۃ القلب تک پہنچاتا ہے اور کلمہ اللہ سالک قلب کو اس کے نُور کے ساتھ منور کرتا ہے یہی کلمہ سالک کو دائرہ قلب تک پہنچاتا ہے اور کلمۂ ھُوَ رُوح کو تجلی بخشتا ہے اور یہ کلمہ (جسے اللہ تعالیٰ چاہے سالک کو دائرۂ سر تک پہنچاتا ہے اور سر ایک ایسا نقطہ ہے جسے مشائخ نے اس حقیقت کے لیے اپنے لیے منتخب کیا ہے جو طریقت کا ثمر ہے اور طریقت شریعت کا خلاصہ ہے اور شریعت سے ہی ہر ایمان دار کو قبولیت نصیب ہوتی ہے (جو شریعت کا مخالف اور اس پر عمل سے کوئی دلچسپی نہ رکھے اور وہ خود کو ولی کہلوائے تو ہم اسے کیا سمجھیں)

فائدہ :۔ اس راز کو ہم نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس قدسی حدیث شریف سے سمجھا جس میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ،

بینی و بین عبدی سر لا یسعه ملك مقرب ولا نبی مرسل۔

(روح البیان ج ۹ ص ۴۵۶)

ترجمہ: "میرے اور میرے بندے کے درمیان ایک سر ہے جس میں نہ کسی ملک مقرب کو گنجائش ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو۔"

ہاں یہ ان اسرار سے ہے جو نہ لازمہ شریعت ہے نہ طریقت جسے اکثر لوگوں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے اس کی إلله یبدوا اور انه لا اله الا هو سے ہوتی ہے۔

ہست ہر ذرہ بوحدت خویش
پیش عارف گواہ وحدت او
پاک کن جامی از غبار توئی
لوح خاطر کہ حق یکیست نہ دو

ترجمہ: ہر ذرہ بوحدت خویش عارف کے نزدیک اس کی وحدت کا گواہ ہے۔
اے جامی (رحمۃ اللہ علیہ) لوح خاطر دوئی کے غبار سے پاک کر اور یقین کر کہ حق ایک ہے نہ کہ دو۔

تفسیر عالمانہ: عالم الغیب والشهادة۔ وہ غیب و شہادت کو جانتا ہے۔ لام استغراق کی ہے یعنی ہر غیب کو جانتا ہے اور شہادت کو جانتا ہے۔ غیب وہ جو حس سے غائب ہو جواہر قدسیہ اور ان کے احوال اور اس کے سامنے ہیں۔ احرام و اعراض اور موجود و معدوم۔ غیب یہاں وہ شے مراد ہے جو وجودی اور سر و علانیہ و آخرت و اولی وغیرہ سے غائب ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا غیب وہ ہے جو حواس الناس اور ان کی بصائر اور رجحان سے مشاہدہ کرتے ہیں اور معلومات سے غائب ہے۔

(۱)۔ وہ معدومات جس کا وجود ممتنع ہے۔

(۲)۔ جن کا وجود ممکن ہے۔

ئ عبد سے صرف حضور نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مراد ہو تو بات جنتی ہے ورنہ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ اویسی غفرلہ

(۳) . وہ موجودات جس کا عدم ممتنع ہے ۔
(۴) ۔ جس کا وجود و عدم ممتنع نہیں ۔
ان ہر چاروں احکام و خواص ہیں اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں ۔
نکتہ : غیب کو شہادت پر مقدم کرنے میں یہی نکتہ ہے کہ غیب شہادت سے وجود میں مقدم ہے اور من حیث الموجود اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق پہلے اسی سے ہے ۔

ردِّ وہابیہ

وہابی دیوبندی کہتے ہیں کہ جو شے معلوم ہو اسے غیب نہیں کہنا چاہیئے اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مغیبات پر وہ غیب کا اطلاق نہیں مانتے ہم انہیں کہتے ہیں ان پر اطلاق غیب اس لیے ہے کہ وہ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے غیب نہیں رہا لیکن بہ نسبت ہمارے تو غیب ہے اسی کو صاحب رُوح البیان ص۲۵۹ ج ۹ نے بیان فرمایا : (اویسی غفرلہٗ)

واعلم ان ما ورد من اسناد علم الغیب الی اللّٰہ فھو الغیب بالنسبۃ الینا لا بالنسبۃ الیہ تعالیٰ لانہ لا یخفی علی اللّٰہ شئی فی الارض ولا فی السماء ۔

ترجمہ : جان اے عزیز کہ وہ جو علم غیب کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہوا ہے وہ بہ نسبت ہمارے ہے نہ کہ بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے کیونکہ اس سے تو زمین و آسمان کی کوئی شے مخفی نہیں ۔
فائدہ : جب غیب اس سے منفی ہو تو گویا علم کی نفی ہو گئی اور ایسا ہونا ممتنع ہے ۔

تفسیر صوفیانہ : ذات بحت و ہویۃ صرفہ میں نسب و اضافات منتفی ہیں ایسے ہی اس سے نسبت علیہ بھی مطلقاً اس معنیٰ پر اس علم غیب کی نسبت بھی منتفی ہو گی ۔ اسے اچھی طرح سے سمجھ لے[1]

ھو الرحمٰن الرحیم ۔ وہ بڑا مہربان رحم والا ہے مکرر لایا کیونکہ وہ بڑی شان اور بلند مقام والا ہے جو اس سے مشغول ہوا دونوں جہانوں کا مالک ہوا جس نے اس سے منہ پھیرا ہلاک ہوا ۔ اللہ تعالیٰ رحمت دنیویہ ہر انسان و جن کے لیے عام ہو مومن ہو یا کافر ۔

---

[1] ورنہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے بغض و عداوت کا بیج تمہارے دل میں بو یا جائے گا تو گمراہ ہو جاؤ گے ۔ اویسی غفرلہٗ ۔

ادیم زمین سفرۂ عام اُوست
بریں خوانِ یغما دشمن چہ دوست

ترجمہ:۔ زمین کا ٹکڑا اس کا عام دسترخوان ہے اس دسترخوان نعمت پر دوست و دشمن برابر ہیں۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا حاضر سامان ہے۔ اس پر نیک و بد (مومن و کافر) کھا سکتے ہیں اور آخرت سچا وعدہ ہے اس میں مالک عادل قادر فیصلہ کرے گا حق کو حق کرے گا باطل کو باطل ابنائے آخرت بنو۔ ابنائے دنیا نہ بنو کیونکہ یہ دونوں مائیں ہیں جو جس کی اولاد ہوگی وہ اس کے ساتھ ہوگی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے یا رحمٰن الدنیا، اس لیے کہ اس میں حرف زائد ہے جو معنیٰ میں زیادتی کا فائدہ دیتا ہے اور چونکہ آخرت کی رحمت اہل ایمان کو خاص ہے اس لیے کہا جاتا ہے یا رحیم الآخرت اس معنیٰ پر منعم علیہ کی کثرت ہے اگرچہ باعتبار انواع و افراد کے نقص ہے۔ اسی کثرت کی وجہ سے رحمٰن میں زائد معنیٰ سمجھا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ ان دو میں (جو دارین میں وفور رحمت کی خبر دیتے ہیں) کو اللہ تعالیٰ کے اسماء سے مخصوص کرنے میں تنبیہ ہے کہ اس کی رحمت کو سبقت ہے اور عاصیوں کو نوید مسرت ہے کہ اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور طاعت گزاروں کو نشاط ہے کہ وہ تھوڑا لے کر بہت زیادہ اَجر و ثواب بخشتا ہے۔

فائدہ:۔ انسان کا ان دو اسموں کا حفظ یہ ہے کہ وہ خود کثیر الرحمت ہو جائے کہ خود پر بھی رحمت کرے اور ظاہراً بھی باطناً بھی پھر دوسروں پر رحم کرے کہ ان کی مراد پوری کرے ان کی صحیح رہبری کرے اور انہیں نگاہِ شفقت سے دیکھے جیسے بعض مشائخ نے فرمایا ہے ؎

وارحم بنی جمیع الخلق کلھموا
وانظر الیھم بعین اللطف والشفقۃ
وقر کبیرھمو وارحم صغیرھمو
وراع فی کل خلق حق من خلقہ

ترجمہ:۔ تمام مخلوق پر رحم کر اور انہیں نگاہِ لطف و شفقت سے دیکھ۔
بڑوں کی تعظیم کر اور چھوٹوں پر رحم کر اور مخلوق کے حقوق کی پوری رعایت کر۔

فائدہ:۔ حضرت زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر اسم سے (وصفی) سے متخلق ہو جاؤ سوائے اللہ ذاتی اسم کے کیونکہ وہ صرف تعلق کیلئے ہے، اور ہر اسم کا رجوع اسی کی طرف ہے اس کی معرفت سے تمام اسماء کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔

سبق :۔ انسان کے لیے اس میں قلب اور توحید مجرد و سر مفرد کرے اسی سے ہی تمام مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

نسخۂ روحانی :۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ فرمایئے صرف اللہ تعالیٰ کا بن جانے کا کوئی نسخہ ہے فرمایا کہ ایسی توبہ کر وجہ آئندہ گناہ پر اصرار کا خیال نہ رہے اور خوف ایسا ہو کہ بعد کو افسوس کھانے کا موقعہ نہ ملے اور اُمید ایسی ہو کہ وہ نیک عمل کے راستے پر چلنے کے لیے ابھارے اور نفس کی ایسی اہانت جو اجل (موت) کو قریب اور امل (آرزو) سے دور رکھے۔ آپ سے عرض کی گئی یہ باتیں کیسے حاصل ہوں گی فرمایا قلب مفرد و توحید مجرد سے یہ عجیب نسخہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت کا اشارہ اس ہویّۃ کی طرف ہے جو عالم غیب الوجود (اسی کا نام باطن ہے) اور عالم شہود الوجود (اسی کا نام ظاہر ہے) کی جامع ہے

هو الرحمٰن الرحيم۔

فائدہ :۔ وہ تجلی رحمانی خاص اور تجلی رحمانی عام سے متجلّی ہے اور وہ بلا اعتبارات و حیثیات کے عموم خصوص کے عین میں عموم و خصوص سے مطلق ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ وهو الله الذي لا اله الا هو۔ وہ اللہ اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسے مکرر لایا صرف امر توحید کو مہتم بالشان ظاہر کرنے کے لیے یعنی وہ خدا (مالک) ہے کہ کسی وجہ سے مالک نہیں (بلکہ خود ذاتی طور بادشاہ ہے وہ خدا ہے کہ عبادت کے لائق سوائے اس کے اور کوئی نہیں۔

الملك۔ وہ بادشاہ ہے کہ وجہ احتیاج سے محفوظ اور اس کی کمال صفات باستغنائے مطلق مقرون ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ ذو ملک اور سلطان ہے۔

حل لغات :۔ الملك (بالضم) جمہور کے نزدیک بمعنی تصرف بالامر و نہی اور یہ ناطقین کی سیاست سے مخصوص ہے اسی لیے ملک الناس کہا جاتا ہے ملک الاشیاء نہیں کہا جاتا۔

سوال :۔ مالك يوم الدين اس قاعدہ سے ٹوٹ گیا۔

جواب :۔ وہ دراصل ملك في يوم الدين ہے (المفردات)

عبد الملک کی تحقیق

عبد الملک وہ بندہ جو اپنا اور غیر کا تصرف میں مالک ہو کہ جیسے اللہ تعالیٰ چاہے اور جیسے اسے حکم دے اسی طرح کرے اور مخلوق میں شدید تر ہوتا ہے، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عبد الملک وہ ہے

جس کی مملکت خاصہ ہو اپنے قلب وقالب اور اس کے لشکر پر اور غضب وہوائے نفسانی اور شہوت اور اس کے لشکر پر اپنی زبان آنکھوں اور تمام اعضاء پر جب وہ ان کا مالک ہوگا وہ ان کی اطاعت نہ کرے گا اس کے بعد وہ اس بادشاہ کے مرتبہ میں ہوگا جو جملہ عالم پر بادشاہی کرتا ہے ؎

وجود تو شہریست پر نیک وبد
تو سلطان و دستور دانا خرد
مہانا کہ دونان گردن فراز
دریں شہر کبرست و سوداؤ آز
چوں سلطان عنایت کند با بدان
کجا ماند آسائش بخردان

ترجمہ :۔ (۱) تیرا وجود (جسم) تیرا شہر نیک و بدسے پر ہے تو بادشاہ ہے تیرا وزیر عقل ہے۔
(۲) بیشک کہ کمینے اور سرکش تیرے شہر میں تکبر، ہوا اور حرص ہے۔
(۳) جب بادشاہ بروں سے مہربانی کرے تو غریبوں کا آرام ودبھر ہوگا۔

فائدہ :۔ اگر لوگوں سے مستغنی ہو اس اسم کی برکت سے تو تمام لوگ اس کے حیات عاجلہ (دنیا) آجلہ (آخرت) میں محتاج ہوں گے[۱]

اور بادشاہ ہیں اس عالم عرضی میں اور یہ مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ وہ ہدایت دینے میں آخرت کی حیات کے لیے ہر ایک سے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اللہ تعالیٰ ان کے محتاج ہیں اور اس ملک میں بادشاہ ہیں وہ علماء (اولیاء کرام) جو انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور وہ اس شاہی میں اتنا مالک ہیں جتنا انہوں نے خلق خدا کو رہبری بخشی ہے اور رہبری میں جس قدر استغناء کیا ہے (تبلیغ وارشاد میں پیسے نہیں بٹورے جائداد نہیں بنائی) اور یہ ملک اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جو اس نے بندے کو بخشا ہے اس میں اس کا کوئی دوسرا شریک نہیں ورنہ وہ اپنے بندے کو کیسے عطا کر سکتا تھا۔

---

[۱] جیسے حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیاء کرام کے مزارات پر دیکھ لیجئے کہ کس طرح صدیوں سے مزار میں شاہی کر رہے ہیں اور منکرین اولیاء کے بڑوں کا حال بھی دیکھ لیجئے کہ مرنے کے بعد ان کی قبور پر فاتحہ پڑھنے والا بھی کوئی نظر نہیں آتا ۱۲ اویسی غفرلہٗ

فائدہ :۔ ایک عارف بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ بھی کسی شے کے مالک ہیں کہا میں تو اپنے مالک کا عبد ہوں عبد کی تو ایک چیونٹی بھی ملکیت نہیں تو پھر میں کون لگتا ہوں کہ کہوں کہ میں بھی کسی شے کا مالک ہوں۔

حکایت :۔ کسی بادشاہ (امیر حاکم) نے کسی ولی اللہ سے عرض کی کہ کوئی ضرورت ہو تو پوری کردوں فرمایا تو مجھے کیا کہہ رہا ہے تو تو میرے دو غلاموں کا غلام ہے۔ عرض کی وہ کیسے فرمایا غضب و شہوت میرے غلام ہیں اور تو ان کا غلام ہے۔ بعض روایت میں ہے کہ حرص و ہوا جن کا میں مالک ہوں اور وہ تیرے مالک ہیں اور میں ان پر غالب ہوں وہ تجھ پر۔

تفسیر عالمانہ :۔ الملک میں اشارہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف اور اپنے بندے کو نفس کے مالک کر دینے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کیسے اپنے نفس کو ضبط رکھتا ہے اور اس کا خادم بنا یا ہے جس میں وہ راضی ہے اس میں اس امیر اور اس کے سوا تمام سامعین کی خیر خواہی ہے وہ شاہدین ہوں یا غائبین۔

حکایت :۔ کسی ایک بزرگ کو عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے فرمایا دنیا کا بادشاہ بن جا آخرت کی شاہی نصیب ہوگی۔

فائدہ :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں طمع اور شہوت سے فارغ ہو جا آخرت کا بادشاہ ہوگا۔

سبق :۔ یاد رہے کہ شاہی حریت (آزادی) و استغناء میں ہے۔

ملفوظات حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ

سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہٗ کے ملفوظات میں ایک یہ ہے کہ جو اپنی مناجات میں بارگاہِ حق میں عرض کیا کرتے الٰہی میرا ملک تیرے ملک سے بڑا ہے[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ملک (وہ اشیاء جو بایزید کے لائق تھیں) بایزید قدس سرہٗ عطا فرمایا وہ متناہی ہے (کیونکہ بایزید کے وصال تک ہے) تو جو ملک اللہ تعالیٰ نے بایزید کو دیا باضافت بایزید اللہ تعالیٰ کا ملک ہوا تو چھوٹا کیونکہ متناہی) اور بایزید نے خود اللہ تعالیٰ کے ملک کو کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی ملک دائمی ہے کہ بایزید دنیا میں تھے تو بھی اللہ تعالیٰ کے ملک تھے

---

[1] انتباہ۔ ایسی عبارات مخالفین اولیاء پیش کر کے اولیاء کرام سے منحرف کرتے ہیں حالانکہ اولیاء کرام کا کلام مبنی براسرار ہوتا ہے اگر سمجھ نہ آئے تو شطحیات تعبیر کرنا ضروری ہے ان میں ایک یہ بھی ہے اصل عبارت یہ ہے الٰہی ملکی اعظم من ملکک ۔ جواب اصل تفسیر میں پڑھیے ۱۲ =

اور جب آخرت میں ہوں گے تو بھی اس کے اور یہ ملک مجازاً پیش کردہ بایزید کا مضاف بادا ان کا تو ملکیت ثانی مجازی اعظم ہے کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کے ملک ہیں ہے لیکن ہے مجازاً پیش کی ہوئی بایزید کی لہ

خاصیۃ الملک

اس اسم کی خاصیت یہ ہے کہ قلب صفا ہو اور فنا و بقا وغیرہ کا حصول جو زوال کے وقت اسے ایک سو دفعہ پڑھنے پر مداومت کرے اس کا قلب صاف ہوگا اور اس کی میل کچیل دھل جائے گی اور جو اسے بعد الفجر ایک سو اکیس بار پڑھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بااسباب سے اسے مستغنی بنا دے گا۔

اَلْقُدُّوْس

(وہ نہایت پاک ہے) القدس سے صیغۂ مبالغہ ہے بمعنی النزاہتہ والطہارۃ جو چیزیں کہ کسی بھی نقص کا موجب ہیں ان سب سے نہایت ہی منزہ اور پاک ہے۔ عبرانی میں اسے قَدِیس کہتے اس کی نظیر السَّبُّوح ہے۔ ملائکہ کرام کی تسبیح ہے۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ۔ زمخشری نے کہا کہ مینڈک اپنی آواز میں کہتے ہیں۔ سُبْحَانَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْس۔



قاعدہ :۔ جو اسم بروزن فعول ہو وہ مفتوح ہوگا سوائے سُبُّوحٌ وقُدُّوسٌ کے کیونکہ ان میں ضمہ اکثر ہے (ثعلب نے ایسے ہی کہا ہے) اور کبھی مفتوح ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ صفات میں مفتوح قلیل اور اسماء (جامد) میں بکثرت ہے جیسے التنور والسموا والسفود وغیرہ

لہ یہ سچ ہے کیونکہ بندہ مغرور بے فرمان اگرچہ زبان سے کہتا ہے میں اور میرا سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے نام پر مر مٹنے اور مال و اسباب خرچ کرنے کا وقت ہوتا ہے تو پھر سب کو معلوم ہے کہ ایسا بندہ کتنا خدا سے دور ہو جاتا ہے اور اللہ والے (اولیاء اللہ) خود کو اور اپنی تمام دنیوی پونجی اللہ تعالیٰ کے حقیقی معنیٰ میں ملک کر دیتا ہے جیسے شواہد و واقعات سے سب کو یقین ہے ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم الجنۃ۔ اللہ تعالیٰ نے کامل مومنین سے اُن کی جانیں اور اموال جنت کے عوض خرید لیے۔ سو جتنے خرید لینے کا کیا معنیٰ جب سب شے اللہ تعالیٰ کی ہے تو وہی مطلب میرے بندوں نے نفوس و اموال سب کچھ میرے ملک کر دیا ہے ۱۲۔ فافھم ولا تکن من الوہابیین۔



بعض مشائخ نے فرمایا کہ قدس کا حقیقی معنیٰ ہے تغیر کے قبول سے بلند ہونا اسی سے ہے

حل لغات:۔ الارض المقدسۃ۔ کیونکہ وہ کسی کافر کی ملک سے متغیر نہیں ہوتی جیسے دوسری زمینیں کفار وغیرہ کی ملک سے تغیر پذیر ہوتی ہیں۔

نکتہ:۔ اسے الملک کے بعد لانے میں اشارہ ہے کہ دوسرے بادشاہوں سے فیصلوں میں جور و ستم اور تجاوز ہو جاتا ہے ایسے ہی ان کے جملہ احکام مرتبہ میں لیکن وہ ملک (بادشاہ حقیقی) ہے کہ اس کے کسی حکم میں تغیر عارض نہیں ہوتا کیونکہ اس کی ہر وصف میں تغیر ممتنع ہے۔ بعض نے کہا کہ تقدیس بمعنی تطہیر ہے کیونکہ وہ گناہوں سے پاک کرتا ہے اور روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام کا لقب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے قدس نازل کرتے یعنی وہ اُمور جو نفوس کو پاک کرتے مثلاً قرآن مجید حکمت۔ فیض الٰہی اور بیت المقدس بمعنی مطہر از نجاست یعنی شرک یا اس لیے کہ اس میں گناہوں کی صفائی ہوتی ہے اور الارض المقدسہ اور خطیرۃ القدس جنت کو کہا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ کاشفی نے فرمایا کہ القدوس بمعنی پاک از شوائب مناقص و معائب اور منزہ از طرق آفات و نوائب۔

تقریر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا القدوس بمعنی وہ جوہر ایسی وصف سے منزہ ہے جسے جس سے ادراک کیا جا سکے یا اس کا خیال تصور میں لا سکے یا اس کی طرف وہم سبقت کر سکے یا دل میں کھٹکے یا اس کی طرف غور و فکر کیا جا سکے اور میں صرف یہ نہیں کہتا کہ وہ نقائص و عیوب سے منزہ ہے کیونکہ ایسا کہنا اس کی درگاہ کا سوء ادب ہے۔

مسئلہ:۔ یہ کہنا بے ادبی ہے کہ فلاں بلاد کا بادشاہ ہے وہ حجام موچی جولاہا نہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ نفی الوجود امکان الوجود کا شائبہ ہوتا ہے اور ایسے ایہامات اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بھی نقص ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ القدوس وہ منزہ ہے ہر اس وصف سے جو اوصاف کمالیہ مخلوق کے وہم و گمان میں آسکتی ہے (کیونکہ وہ اس سے بلند و بالا ہے) اس طرح نہ کہا جائے جو زورقی نے کہا کہ ہر وہ تنزیہ جو مخلوق کو خالق کی طرف متوجہ کرے یہ اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی شان جلال کے لحاظ سے کہ وہ اسے قبول نہیں کرتا جو خبر یہ کسی شے کی محتاج ہو کیونکہ وہ بلند و بالا صفات سے موصوف اور کریم الاسماء اور جمیل الافعال علی الاخلاق ہے ہمیں اس کی تقدیس اتنی کافی ہے کہ ہم

سمجھیں کر دہ قدوس ہے۔

عبدالقدوس کی تحقیق

عبدالقدوس وہ بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ حجابات سے پاک کر دے اس کے قلب میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی گنجائش نہ ہو یہ وہی قلب ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ میں زمین پر سماتا ہوں نہ آسمان میں عبد مومن کے قلب میں سماتا ہوں۔ وہ دل اکوان سے مقدس ہے۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا قدوس کے اسم سے بندے کا خطہ یہ ہے کہ بندہ وصول نہیں پا سکتا مگر بعد عروج کے عالم شہادت عالم غیب کی طرف کے۔

فائدہ :۔ سر کی متخیلات و محسوسات سے اور علوم الہیہ و معارف زکیہ از تعلق الحس والخیال کے ارد گرد گھومنے سے تنزیہ ہے اور قصد حظوظ حیوانیہ و لذائذ جسمانیہ ارد گرد گھومنے سے پاک کرنا اور مکمل طور بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف شوق دیدار میں متوجہ ہونا کہ اس کا ارادہ صرف اور صرف معارف اور مطالعہ جمال ہو اور بس یہاں تک کہ عزت والی جناب اور قدس کے درمیان میں پہنچ جائے۔

خاصیت اسم قُدُّوس

(۱)۔ جو اس اسم (قدوس) مبارک کو جمعہ کی نماز کے بعد روٹی پر لکھ کر کھلائے تو اس پر عبادت کے دروازے کھل جائیں گے اور وہ آفات سے محفوظ رہے گا لیکن جس پر یہ واقع ہے اس کے عدد کے مطابق ذکر کرے۔

(۲)۔ اربعین اور یسیہ میں ہے کہ :

یا قدوس الطاهر من کل آفة لا یعادله من خلقه

ترجمہ :۔ اے قدوس اور ہر آفت سے پاک اور اس کی مخلوق اس کا کوئی عدیل نہیں۔

حضرت سہروردی (شہاب الدین قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ جو اسے خلوت میں ہر دن ایک ہزار بار پڑھے چالیس روز تک وہ جو چاہے گا پائے گا اور اسے عالم میں اس کی تاثیر ظاہر ہو گی۔

اَلسَّلَامُ

ہر آفت و نقص سے سلامتی والا یعنی سالم از عیوب و مبرا از ضعف و عجز و خلل۔

حل لغات :۔ السلام مصدر ہے یعنی سلامت مبالغہ کے طور اس اسم سے موصوف کیا گیا ہے اس لیے

کہ وہ نقائص سے سالم ہے یا اس لیے کہ وہ سلامتی بخشتا ہے۔ اس تقریر پر سلام بمعنی تسلیم جیسے کلام بمعنی تکلیم (گفتگو کرنا) اور وہ جو دُعا ماثورہ میں منقول ہے اللّٰھم انت السّلام۔ اس کا معنیٰ اے وہ ذات جو تو ہر عیب سے پاک اور ہر نقص سے بری اور منك السلام کا معنیٰ ہے اے وہ ذات کہ تو سلامتی بخشتا ہے یعنی عاجز کو مکارہ (تکالیف) سے سالم رکھتا اور اسے دارین کے شدائد سے چھٹکارا دیتا اور اہل ایمان کے ذنوب وعیوب کی ستاری فرماتا اور انھیں قباحت کی رسوائی سے سالم رکھتا ہے یا یہ کہ اہل ایمان کو جنت میں سلام بھیجتا ہے جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا قولا من رب رحیم سلام کہنا ہے رب رحیم سے اور الیك یرجع السلام میں اشارہ ہے کہ جو بھی اس عالم میں تمام کو فنا ہے اور صرف ذوالجلال والاکرام باقی رہے گا۔ اور حیّنا ربنا بالسلام میں اس سے ہی سلامتی کی طلب ہے دنیا و آخرت میں۔

فائدہ:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا السلام وہ کہ جس کی ذات عیب اور اس کی صفات نقص سے اور اس کے افعال شر سے سالم ہیں یعنی اس کے فعل میں شر ہے ہی نہیں بلکہ اس کے ضمن میں بہت خیر بھلائی ہے۔

فائدہ:۔ السلام والقدوس ہر دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات سلبیہ سے ہے ہاں جب السّلام بمعنی المسلم ہو (سلامتی دینے والا) ہو۔

فائدہ:۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ السلام والسلامۃ بمعنی آفات ظاہرہ و باطنہ سے خالی۔ یہ ترجمہ اُس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ کی صفت نہ بنائی جائے جب یہ اللہ کی صفت ہو تو بمعنی وہ ذات جسے وہ عیوب و آفات لاحق نہ ہوں جو اس کی مخلوق کو لاحق ہوتے ہیں۔

تحقیق عبدُ السّلام

عبدالسلام وہ بندہ ہے جس کے لیے اسم السلام جلوہ گری فرمائے اور وہ اسے ہر نقص و آفت سے عیب سے سالم رکھے۔ ہر وہ بندہ جس کا دل غش (کھوٹ) حقد (کینہ) حسد اور ارادہ شر سے اور اس کا جسم کے اعضاء آثام و محظورات سے اور جس کی صفات انتکاس (ناکس ہونا) وانعکاس (اُلٹا ہونا) سے سالم ہو یہ وہی بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں قلب سلیم لائے گا اور وہ بندہ سلام ہے۔ یوں ہے کہ اس کی وصف سلام کے قریب اس سلام مطلق حق کے کہ جس کی صفات میں دوئی نہیں یعنی اس کی صفت میں انتکاس نہیں۔ بایں معنی کہ اس کی عقل شہوت و غضب کی اسیر ہو کیونکہ حق تو اس کے برعکس ہے وہ یوں کہ شہوت و غضب

ہر دونوں عقل کے قیدی اور تابع ہیں۔ جب وہ برعکس ہو گیا تو ناکس ہو گیا اس کے لیے کونسی سلامتی جب معاملہ برعکس ہوا کہ امیر مامور اور ملک غلام بن گیا۔

فائدہ:۔ سلام اور اسلام سے وہ شخص موصوف ہو سکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان سالم ہوں۔

خاصیت اسم السلام:۔ یہ اسم مصائب و آلام دور کرتا ہے یہاں تک کہ جب مریض پر ایک سو گیارہ بار پڑھا جائے تو بفضل خدا وہ بیمار تندرست یا کم ازکم اس کے مرض میں تخفیف ضرور آجائے گی۔ بشرطیکہ اس پر موت کا وقت نہ آپہنچا ہو۔

المومن:۔ امن دینے والا اپنی ذات کو واحد لاشریک لہ بتانے اپنے قول سے شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو۔ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ بیشک اس کے سوا کوئی معبود نہیں یا مومن بمعنی امن بخشنے والا وہ ہے اطمینان النفس وزوال الخوف۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ جس نے ظلم سے امن دیا اور جس نے اپنے خوف سے اہل ایمان کو امن بخشا۔

حل لغات:۔ الایمان سے ہے تخویف کی نقیض جیسے اللہ تعالیٰ کے قول میں و آمنھم من خوف (اور اس نے انھیں خوف سے امن دیا) اور انہی سے ہے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نار سے اہل توحید کو نکالے گا۔

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات:۔ سب سے پہلے اس اہل توحید میں[1] سے دوزخ سے نکالا جائے گا جس کا نام اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کے موافق ہوگا[2]۔ جب ایسے اسم والے نہ رہیں گے تو باقیوں سے فرمائے گا۔ اے ایمان والو دوزخ سے نکل آؤ تم مسلمان ہو میں السلام ہوں اور تم اہل ایمان ہو۔ میں مؤمن ہوں۔ ان دونوں اسموں کی برکت سے بہت سے دوخیوں کو دوزخ سے نکالے گا۔

فائدہ:۔ کاشفی نے اس کا ترجمہ کیا ہے مؤمنوں کو دوزخ کے عذاب سے امن دینے والا یا مخلوق کے ایمان کا داعی یا برہان یا معجزہ ظاہر کر کے رسل کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی تصدیق کرنے والا۔

فائدہ:۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مومن مطلق وہ ہے کہ کوئی امن و امان تصور نہ ہو مگر یہ کہ اسی کی جہت سے نصیب ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور مخفی نہ رہے کہ نابینا کو خطرہ ہے کہ وہ آنکھ نہیں رکھتا

---

[1] جیسے امام اہلسنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کیا ۱۲ =

[2] نام محمد کے مزید فضائل وبرکات کے لیے فقیر کی کتاب "شھد سے میٹھا نام محمد" پڑھیئے۔ اویسی غفرلہ،

کہیں ہلاکت کے گھڑے ہیں نہ گرمردں لیکن اس کے دل میں بصیرت بخشی ہے وہ سمجھتا ہے کہ میرا امن دینے والا ہے تو پھر مجھے خطرہ کیوں ایسے ہی جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے وہ امن میں ہے کہ اس سے دوسرے ہاتھ کے ذریعہ دکھ تکلیف رفع دفع ہوگی۔ ایسے ہی جمیع حواس واطراف کا حال ہے۔ المومن ہی اعضاء جوارح کا خالق و مصور و مقوم ہے مثلاً اکیلا انسان اعداد کو مغلوب مقدر کیا جائے تو تنگی کے گڑھے میں گرے گا نہ اس کے اعضاء کام کر سکیں گے بوجہ ضعف کے اگر کچھ کام کریں بھی تو اس کے پاس ہتھیار نہیں ہتھیار ہوں یوں بھی تو تنہا اعداد (بڑے لشکر) کا مقابلہ کیسے کر سکے گا اگر اسے لشکر کبھی میسّر ہو تب بھی اسے امن نہ ہوگا کہ وہ کسی قلعہ میں محفوظ نہیں۔ اندریں اثناء کوئی ایسا غمخوار مل جائے جو اس کے ضعف کا مداوا کرے اسے قوت بخشے اور لشکر سے مدد کرے اور اس کو اور ہتھیار دے اور اس کے اردگرد محفوظ قلعہ تیار کر دے۔ اب سمجھے گا کہ اسے امن وامان حاصل ہے اسی لیے المؤمن کی صفت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کیونکہ مومن تو بہت بڑا کمزور اس کی فطرت ہی ضعف ہے پھر امراض اور بھوک اور پیاس کا شکار ہوتا رہتا ہے آفات بلیات جلانے والی غرق کرنے والی زخمی کرنے والی اس کے اعضا توڑنے والی کا نشانہ بنا رہتا ہے اسی لیے اسے امن وہ دے سکتا ہے جو اس کے امراض کے ادویہ تیار کرے۔ بھوک و پیاس دور کرنے کے لیے خورد ونوش کا ایسا انتظام کرے کہ نہ اسے بھوک کا خطرہ نہ پیاس کا اور اس کے اعضاء بدن سے آفات کو دور کرنے والے تیار کیے اور حواس ڈرانے والے جاسوس بنائے جو اسے مہلکات چیزوں سے ڈرائیں۔ اور آخرت کا خوف دور کرنے کے لیے اس کا کلمہ توحید تیار کیا اور جو خود ہدایت دیتا ہے اسی قلعہ میں آجاؤ آخرت کے خوف سے محفوظ رہو گے اور بہت بڑی رغبت دی چنانچہ فرمایا لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوگا میرے عذاب سے امن میں آجائے گا اور عالم میں امن دینے والا صرف وہی ایک ہے اسی سے فوائد کے لیے اسباب بنتے ہیں اور خلق کی تخلیق میں منفرد ہے اور وہی نیک اعمال کرنے کی ہدایت بخشتا ہے۔

عبدالمؤمن کی تحقیق: عبدالمؤمن وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ عذاب سے امن دے اور لوگ اسے اپنی ذوات و اموال و اعراض پر امن سمجھیں کہ اسی کی معرفت ہماری یہ چیزیں بہتر اور درست رہیں گی۔ بندہ اس اسم سے یہ حظ اٹھائے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو امن دے بلکہ ہر خوفزدہ اسے اپنا زور بازو سمجھے کہ مجھ سے ہلاکتوں اور تکالیف کو یہی رفع کرے گا دینی امور ہوں یا دنیوی۔

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے ہمسائیگان کو تکالیف وغیرہ سے امن دے۔

فائدہ :۔ ترجمہ وسایا الفتوحات میں ہے کہ اگر چاہتے ہو کہ کسی سے خوف نہ ہو تو کسی کو مت ڈرا تا کہ تو سب سے بے خوف رہے کیونکہ جب تو انھیں کوئی دکھ نہیں پہنچاتا وہ تجھے کیسے دکھ پہنچائیں گے۔

حکایت ابن العربی رضی اللہ عنہ

سیدنا ابن العربی شیخ اکبر قدس سرہٗ الاطہر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابھی میں نے راہ سلوک کے طریق پر چلنا شروع نہیں کیا تھا۔ ایک دن والدہ محترمہ اور دیگر لوگوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے وہ میرا بچپن تھا جنگل میں ایک چراگاہ پر گورخر کا ریوڑ نظر آیا۔ تیر کمان میرے پاس تھے اور مجھے گورخر کے شکار کا شوق تھا لیکن دل میں خیال آیا کہ انہیں امن دوں کچھ نہ کہوں۔ ریوڑ سے گزرا اور اب آسان تھا کہ ان کو شکار کر سکوں لیکن چونکہ ارادہ ترک کر چکا تھا اسی لیے میں وہاں سے آرام سے گزر گیا۔ ان میں سے کسی نے بے خوف وخطر ہو کر میری طرف سر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا میرے پیچھے میرے جیسے اور نوجوان آرہے تھے ان کو دیکھتے ہی تمام گورخر بھاگے کہ ان کا نشان تک نظر نہ آیا اس وقت تو مجھے سمجھ نہ آئی لیکن جب راہ سلوک طے کیا تو معلوم ہوا کہ میں نے ان کے جو امان دینے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا اسی لیے میرا امن ان پر اثر کر گیا۔

فائدہ :۔ المؤمن کے اسم کا زیادہ حقدار وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو امن پہنچائے۔ عذاب الٰہی سے بچانے کی تدبیریں بتائے اور ارشاد وہدایت کے طریق سے کہ انہیں نجات نصیب ہو یہ طریقہ انبیاء واولیاء (علیٰ نبینا علیہم السلام) کا ہے۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دوزخ میں ایسے گرنا چاہتے ہو جیسے پتنگ آگ پر میں نے تمہاری پیشانیوں سے تمہیں پکڑ رکھا ہے۔

سوال :۔ ڈرانے والا وہ خود ہے اور امن کے اسباب بتانے والا بھی خود پھر کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنے کا کیا فائدہ ؟

جواب :۔ واقعی امن وخوف اسی سے ہے چونکہ وہی امن وخوف کا خالق ہے اور مخوف ہو تو ضروری نہیں کہ مومن (امن بخشنے والا) نہ ہو جیسے وہ مذلّ (ذلت دینے والا) ہے لیکن اس سے فرق نہیں پڑتا کہ معزّ (عزت دینے والا) نہ ہو۔ وہ خافض (نیچا کرنے والا) ہے تو رافع (اونچا کرنے والا) بھی ہے جب وہی خافض ورافع ہے تو پھر وہ مومن مخوف بھی ہے لیکن المؤمن تو اسم توقیفی ہے مخوف نہیں دیہ صرف لفظوں سے حیثیت سے کیا گیا ہے۔

خاصیتہ المؤمن:۔ اس اسم کا خاصہ ہے تامین وحصول والصدق والتصدیق وقوت الایمان علی العموم اس کے ذکر کرنے والے کو اسی لیے جو شخص ڈرتا ہو وہ اسے چھتیس[۳۶] بار پڑھے تو اس سے امن پائے گا اور اس کا مال بھی امن میں رہے گا جتنا کم و بیش پڑھے گا اتنا ہی خوف و امن میں کمی و بیشی آئے گی۔

اَلْمُهَیْمِنُ

وہ حفاظت فرمانے والا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ یہ ان اسماء میں سے ہے جو اپنے اشتقاق کے معنیٰ سے بڑھ کر معنیٰ دے یعنی وہ جو ضرر رساں چیز ان سے بہت زیادہ حفاظت اور بچاؤ کرنے والا کہا جاتا هیمن الطائر یہ پرندے نے اپنے بچے پر خوب پر پھیلائے اس کے بچانے کے لیے۔ الارشاد میں ہے کہ الرقیب بمعنی ہر شئے سے محفوظ کرنے والا۔ الزروقی نے فرمایا کہ یہ شاید ایک نعت ہے۔ اسی سے ہے مهیمنا علیه بمعنی شاهدًا علیه اور شاهدًا بمعنی عالمًا دراصل مؤامنٌ تھا۔ دو ہمزوں سے دوسرا ہمزہ یاء سے تبدیل ہوا کہ دو ہمزوں کا یکجا ہونا مکروہ ہے۔ مؤیمنٌ ہوا پھر پہلے ہمزہ کو ہا سے تبدیل کیا گیا مہیمنٌ ہوا وہ اس لیے ہمزہ ہاء سے تبدیل ہوا کرتا ہے جیسے اراق الماء ای هراقه۔ پانی بہایا۔ اس تقریر پر یہ مومن کے معنیٰ میں ہے۔

حکایت:۔ جب ابن قتیبہ نے کہا کہ المؤمن کی تصغیر المهیمنُ ہے کہ دراصل مؤیمنٌ تھا۔ ہمزہ ہائے بتدیل ہوا تو علماء کرام نے فرمایا کہ اسے (مهیمن) کو مؤمن کی تصغیر کہنا کفر کے قریب ہے اس سے قائل کو بچنا ضروری ہے کیونکہ اس میں ترک تعظیم ہے۔

فائدہ:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ المهیمن اللہ تعالیٰ کے حق میں بمعنی مخلوق کے اعمال وارزاق و آجال پر قائم یعنی وہ ان سے مطلع ہے اور ان پر غالب اور ان کی حفاظت کرنے والا ہے جتنا ہی کوئی امر اپنی کہنہ کے لحاظ سے مشرف ہوا اللہ تعالیٰ اس پر غالب و حافظ ہے۔ (الاشراف) بالفعل علم و استیلاء کمال قدرت و کمال سے ان تمام اسماء کا جامع ہے المهیمنُ ہے علی الاطلاق والکمال سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر اس کا اطلاق صحیح نہیں اسی لیے کہا جاتا ہے کتب قدیمہ میں اللہ تعالیٰ کا نام المهیمن ہے۔

عبد المهیمن کی تحقیق

عبد المهیمن وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو رقیب و شہید علی کل شئی ہونے کا مشاہدہ کرے اور اپنی اور دوسرے کی

نگرانی کرے کہ حقدار کو حق پہنچے کیونکہ وہ اسم مہیمن کا مظہر ہے اور عارف کا حظ اس اسم سے یہ ہے کہ وہ اپنے قلب کی نگرانی اور اپنے قویٰ و جوارح کی حفاظت کرے کہ کہیں شیطان بہکا نہ دے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی نگرانی و حفاظت میں ہر وقت مستعد و قائم رہے جسے یقین ہو جائے اللہ تعالیٰ مہیمن ہے وہ اس کے جلال کے سامنے عاجزی اور اپنے جملہ احوال پر نگرانی اور اس سے حیاء کرے گا کہ کہیں وہ اس کی غلطی پر مطلع نہ ہو جائے (غلطی کرتا ہی نہیں) اسی لیے وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے مراقبہ میں بیٹھتا ہے۔

حکایت:۔ سیدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے ایک دن بیٹھ کر پڑھی اور پاؤں پھیلا کر اندریں اثناء ہاتف نے ندا دی کہ بادشاہوں کی محفل میں ایسے بیٹھا کرتا ہے۔

حکایت:۔ حریری خلوت میں بھی پاؤں نہیں پھیلاتے تھے ان سے پوچھا گیا کہ آپ خلوت میں پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے جبکہ اس وقت کوئی ہوتا ہی نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا ادب سب سے زیادہ ضروری ہے۔

حکایت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ ایک دفعہ کعبہ معظمہ کے نزدیک مجھے بھی ایسا واقعہ پیش آیا میں نے بیت اللہ شریف کا طواف کر کے تھوڑی دیر مقام ابراہیم سے ٹیک لگائی تو آواز آئی اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسا کیوں قرب کے باوجود بُعد کیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مجالست میں بے ادبی ہے اس لیے جب تک میں کعبہ معظمہ میں رہا صف اول میں پہنچ کر نماز ادا کرتا رہا۔

خاصۃ المہیمن:۔ اس اسم کا خاصہ ہے بواطن و اسرار پر مطلع ہونا جو اسم کو غسل کر کے نماز (دوگانہ) پڑھ کر خلوت میں جمع خاطر کر کے ایک سو بار پڑھے تو جو چاہتا ہے وہ اسے مل جائے گا اس کی نسبت معنوی یہی ہے کہ وہ علام الغیوب ہے۔ حضرت سہروردی (شہاب الدین قدس سرہٗ) نے فرمایا جو اس پر مداومت کرے اس کا حافظہ تیز ہوگا اور نسیان دور ہو جائے گا۔

اَلْعَزِیْزُ

عزت والا ہے۔ حکم میں غالب یا عزت بخشنے والا۔

حل لغات:۔ عَزَّ سے ہے بمعنی غَضَبَ اس کا مرجع وہ قدرت جو معارضہ و ممانعت سے بلند و بالا ہے یا عز عزازۃً سے ہے بمعنی قَلَّ (نادر) اس سے مراد عدیم المثال ہے جیسے فرمایا لیس کمثلہ شیٔ (اس کی مثال کوئی نہیں)

فائدہ :۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا العزیز وہ شے ہے جس کی مثل کا وجود نادر ہو اور اس کی طرف ضرورت سخت اور اس تک پہنچنا مشکل ہو جس میں یہ تینوں نہ ہوں اسے العزیز نہ کہا جائے گا کیونکہ بہت سی اشیاء نادر ہوتی ہیں لیکن اس کی عظمت وشان اتنی بڑی نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کثیر المنفعت ہو اسے عزیز نہیں کہیں گے۔ بہت سی اشیاء نادر الوجود ہیں لیکن عظمت والی بھی نہیں اور نہ ہی کثیر النفع ہیں اسے عزیز نہیں کہیں گے ایسے ہی ایسی اشیاء ہیں کہ وہ عظمت والی بھی ہیں اور کثیر النفع بھی اور وہ اپنی نظیر خود نہیں لیکن اس تک پہنچنا مشکل نہیں اسے بھی عزیز نہ کہیں گے جیسے سورج مثلاً کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ایسے ہی زمین پر ہر دونوں کثیر النفع ہیں اور ان ہر دونوں کی شدید ضرورت بھی ہے لیکن ان دونوں کو عزیز نہیں کہیں گے کیونکہ ان ہر دونوں تک پہنچنا مشکل نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب تک مذکورہ بالا تین شرائط نہ ہوں اسے عزیز نہ کہیں گے پھر ان پر تینوں شرائط میں کمال ونقصان قلۃ الوجود میں کمال کی انتہا تک ہے اور کمال اس میں ہے کہ وہ صرف ایک، یوں ہے کہ اس کی نظیر ممتنع ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ہاں جو ایک تو ہے لیکن اس کی نظیر ممکن ہے تو بھی وہ نظیر نہیں مثلاً سورج ایک ہے لیکن اس کی نظیر ممکن ہے پھر کمال نفاست وشدت الاحاجت میں یہ ہے کہ ہر شے اپنی حاجت میں اسی کی محتاج ہے یہاں تک کہ اپنے وجود وبقا وصفات میں اور یہ کمال صرف اللہ تعالیٰ میں ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں باقی ہر شے اُس کی محتاج ہے۔

تحقیق عبد العزیز

عبد العزیز وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ عزت دے۔ تجلی عزت حدشان واکوان کے ہاتھ اس پر غلبہ نہ پاسکیں اور وہ ہر شے پر غالب ہو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے تمام بندے محتاج ہوتے ہیں اپنے جملہ اُمور کی مہمات میں یعنی مہمات اُخرویہ اور سعادت ربیہ اور یہ ایسے ہیں جو نادر الوجود اور نہایت ہی مشکل سے میسّر آتے ہیں اور یہ مرتبہ انبیاء علیہم السلام کا ہے اور ان کی اس عزت میں وہ حضرات بھی شریک ہیں جو ان کے درجات کے قریب ہیں خواہ وہ ان کے ہم زمان ہیں جیسے خلفاء راشدین یا ان کے زمانہ ظاہری کے بعد جیسے جملہ وارثین انبیاء یعنی اولیائے کرام (علیٰ نبینا وعلیہم السلام) ان ہر ایک کی عزت ان کے مرتبہ کے مطابق ہو گی مشارکت اور آسانی سہولت اور بقدر اس کے غنا ارشاد الخلق میں۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ بندے کا اس اسم سے حظ یہ ہے کہ وہ خود کو عزت دے دنیا کے خسیس اُمور میں جھانکنے

سے اسے ذلیل نہ کرے اور نہ ہی لوگوں سے سوال کے لیے قریب و ذلیل کرے اور نہ ہی خود کو ان کا محتاج ظاہر کرے کہ شخص کو رذیل بنا دے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا عزیز وہ ہے جو اوامر و نہی کی عزت کرے اس کی اطاعت سے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ذلیل کرتا ہے تو محال ہے تو اس کے لیے عزت متحقق ہو سکے۔

فائدہ:۔ حضرت الشیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بخدا میں نے عزت دیکھی ہے تو صرف مخلوق سے رفع الہمۃ میں یعنی ان سے مستغنی رہنے میں جو شخص اللہ تعالیٰ کو عزیز مانتا ہے تو جلال مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے جلال کے آگے لاشی سمجھے گا خلاصہ یہ کہ مخلوق میں عزیز وہ ہے جو مشہور ہے وہ یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ ذو قدر و ذو منزلت بنائے کہ اسے بقا یا فنا کا کچھ حصہ عطا فرما دے۔ ان میں بعض وہ ہیں جو طاعت الٰہی سے عزیز بنے۔ بعض وہ ہیں جنہوں نے عاجزی سے یہ مرتبہ پایا بعض وہ ہیں جنہیں علم و معرفت و کمال سے یہ مرتبہ نصیب ہوا۔ بعض وہ ہیں جنہیں سطوت و شوکت اور مال سے یہ مرتبہ ملا۔ بعض وہ ہیں جو دارین میں عزیز ہیں بعض وہ ہیں جو صرف دنیا میں عزیز ہیں۔ لیکن آخرت میں فارغ۔ بعض وہ ہیں جو آخرت میں عزیز ہوں گے دنیا میں فارغ۔ کیونکہ بہت سے اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جو دنیا میں لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے عزیز ہیں بعض ایسے ہیں جو لوگوں کی نگاہوں میں عزت والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہیں اور اصلی عزیز وہی ہے جو مالک و مولیٰ کے نزدیک عزیز ہیں۔

فائدہ:۔ ابکار الافکار میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عزیز نام والے کا نام بدل دیا اور فرمایا کہ عزت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ بندے کا شعار ہے عاجزی و مسکینی کا اظہار۔

خاصیت العزیز:۔ جو شخص چالیس دن تک چالیس بار روزانہ یہ اسم عزیز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی اعانت فرمائے گا اور عزت بڑھائے گا اور وہ مخلوق میں کسی کا محتاج نہ ہوگا اور اربعین الادریسیہ میں ہے کہ ورد یوں ہے:

یا عزیز المنیع الغالب علی امرہ فلا شئ یعادلہ

ترجمہ:۔ اے عزیز جو کسی سے مغلوب نہیں بلکہ وہ ہر امر پہ غالب ہے کوئی شے اس کی مقابل و معارضہ نہیں کر سکتی۔

فائدہ:۔ حضرت الشیخ السہروردی (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ جو سات روز بلا ناغہ ایک ہزار بار روزانہ پڑھے تو اس کا دشمن ہلاک ہو جائے گا اور اگر لشکر کے سامنے ستر بار پڑھ کر دشمن کی طرف ہاتھوں کا اشارہ کرے تو دشمن شکست کھا کر بھاگ جائیں گے۔

اَلْجَبَّار

عظمت والا وہ جو اپنے ارادہ پر مخلوق کو اپنے قہر و جبر میں رکھے اور اس پر انھیں مجبور کرنے یا بمعنی المصلح یعنی وہ جو ان کے احوال کی اصلاح کرے اس کا معنیٰ اجبار ثلاثی سے ہے نہ کہ وہ افعال سے ہے اور جبر بمعنی اجبر ہے بنی تمیم اور بہت سے اہلِ حجاز کی لغت میں ان کی دلیل یہ ہے کہ بہت سے ثلاثی کے صیغے مزید میں، بالغہ کے لیے آتے ہیں اس معنیٰ پر بہت اجبرہ سے ہے بمعنی قہرہٗ اور فرّاء نے کہا کہ ہم نے فعّال افعل سے نہیں سُنا سوائے جبار و دراک کے کہ یہ اجبر و ادرک سے ہیں۔

حل لغات: امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الجبر کا اصل اصلاح الشئ بضرب من القهر۔ شے کی اصلاح تھوڑے سے قہر و جبر سے اور کبھی صرف اصلاح کے لیے بھی بولا جاتا ہے جیسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دُعا میں ہے یا جابر کل کسیر و مسهل کل عسیر۔ اے ہر ٹوٹے کی اصلاح کرنے والے اور اے ہر مشکل کو آسان کرنے والے الاجبار دراصل کسی کو برانگیختہ کرنا کہ وہ اُمور کو درست کرے لیکن عرف محض اکراہ میں مستعمل ہوتا ہے اسی لیے وہ گروہ جو عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو معاصی پر مجبور کرتا ہے کو متکلمین مجبرہ (فرقہ) کہتے ہیں اور متقدمین انھیں جبریہ کہتے۔ اگر کسی انسان پر اس کا اطلاق ہو تو وہ شخص مراد ہو گا جو اپنا نقص کسی ایسے بلند مرتبے کے دعویٰ کرنا چاہے جو اس کے لائق نہیں اور یہ اس کے لیے بطریق مذمت ہو گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی صفت جبار بایں معنی ہے کہ وہ بندے کی کمی کے باوجود ان کا جبر نقصان بڑی سے بڑی نعمتوں سے کرتا ہے یا انھیں اس پر جبر و اکراہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے جیسے انھیں بیمار کر دینا موت دینا۔ مرنے کے بعد اُٹھانا وغیرہ وغیرہ اور اس کا ایسا قہر مبنی بر نعمت ہوتا ہے اور اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ یونہی کرے بہرحال جبار مطلق وہ ہے جو اپنی مرضی پر علی طریق الاجبار ہر ایک حکم جاری فرمائے اور اس پر کسی کی مرضی مسلط نہ ہو سکے۔

کتب سابقہ کا مضمون: بعض کتب الٰہیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندہ تیرا بھی ارادہ ہے میرا بھی لیکن ہو گا وہی جو میرا ارادہ ہے اگر میرے ارادہ پر تو راضی ہے تو تُو جو چاہتا ہے اس کی میں کفایت کر دوں گا۔ اگر تو راضی نہیں تو تجھے تیرے ارادے پر چھوڑ دوں گا پھر وہی کروں گا جو میرا ارادہ ہو گا۔

تحقیق عبد الجبّار

عبدالجبار وہ عبد ہے جو ہر شے کی کمی و نقص کو پورا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حال کا جبر نقصان فرمادیا ہے اور اسے اسی اسم کی تجلی سے اسے ہر شے کے حال کا جابر و پورا کرنے والا اور ہر شے پہ مستعلی (بلند قدر) بنایا ہے۔ جو عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جبّار ہے تو اس کی نظروں میں ہر جبار (سرکش) لاشئی ہو گا اور ہر معاملہ میں وہ اسی کی طرف رجوع کرے گا عاجزی سے اور اپنے اعمال کی کوتاہی و کمی کو پورا اور اپنی ناقص آمال (آرزوئیں وغیرہ) کو ترک کر کے ایسے شخص کا اسلام و استسلام کامل و مکمل ہو جائے گا اور اکوان (جملہ عالم) سے اس کی ہمت بلند ہو گی وہ اپنے نفس پر بھی جابر ہو گا اور دوسروں کی کمی کوتاہی بھی پوری کرے گا۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس اسم کے عارف کا حظ یہ ہے کہ نفس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے نقائص کی کمی کر کے فضائل کے کمالات حاصل کرے اور اسے ملازمت تقویٰ و مواظبت علی الطاعۃ پر قائم بھائے اور اس کی خواہشات و شہوات کو انواع ریاضات سے مٹائے اور اس سے ماسوی اللہ کو ہٹائے حق کے سوا کسی طرف متوجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر وقار و سکینہ کے زیورات سے متجلی ہو گا کہ اسے حوادث کے سخت جھونکے نہ ہلا سکیں اور نہ نوازل (بلیات و آفات) کے طوفان اس کا کچھ بگاڑ سکیں بلکہ ارشاد و اصلاح کے لحاظ سے انفس و آفاق میں اس کی تاثیر قوی ہو گی۔

فائدہ:۔ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ الجبار عباد (بندوں) میں وہ ہے جو اتباع حق سے مرتفع ہو کر استتباع کے درجہ تک پہنچے اور اپنی بلند قدری میں ایسا منفرد ہو کہ مخلوق کا جبر نقصان کرے اپنی ہیئت و صورت سے کہ وہ لوگ اس کی سیرت اور طریقہ کو دیکھ کر اس کی اقتداء کریں وہ خلق خدا کو فائدہ پہنچائے۔ ان سے فائدہ اٹھائے۔ ان پر اثر انداز ہو ان کا اثر قبول نہ کرے اتباع کرائے ان کی اتباع نہ کرے کسی کی طرف متوجہ نہ ہو یہاں تک کہ اپنی خبر تک نہ ہو کامل الارادہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ سوائے ذات حق کے اس کا کسی طرف دھیان تک نہ ہو اپنے امور میں اور استتباع میں کسی سے طمع نہ کرے۔

شان حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ اس اسم سے ایسا کامل حظ صرف اور صرف سیدالاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اور بس۔ خود فرمایا کہ اگر موسیٰ بن عمران علیہ السلام آج موجود ہوتے تو میری اتباع کے سوا

انہیں کوئی چارہ نہ تھا اور میں سید ولد آدم (علیہ السلام) ہوں اور اس کا میں فخر نہیں کرتا۔

خاصیۃ الجبار: اسم خاصیت ہے ظالمین جبابرہ (سرکش) حد سے تجاوز کرنے والوں سے سفر و حضر میں حفاظت۔ سبعات عشر کے بعد ہر صبح و شام کو یہ اسم اکیس بار پڑھ لیا جائے۔ (شرح الاسماء الحسنیٰ للزروقی)۔

اَلْمُتَکَبِّرُ

(کبریائی والا) وہ جو بے نیاز ہو ان اُمور سے جو ضرریات یا نقصان کا موجب ہوں یا بہت بڑی کبریائی (عظمت والا کیونکہ صیغہ تفصل اس سے تکلف جو اس میں نہ ہو جب کہا جائے گا تکبر و تسخی دلالت کرے گا کہ وہ شخص کبر و سخاوت ظاہر کرتا ہے حالانکہ نہ وہ بڑا ہے اور نہ سخی ہے۔ وہ تکلف جو محال نہیں اللہ تعالیٰ کے لیے اگر مستعمل ہو تو اس کا لزومی معنیٰ مراد ہو گا یعنی وہ شے جس سے فعل بطریق اتم و اکمل قائم ہے بغیر اس کے کہ اس میں تکلف اور حقیقی معنیٰ کو دخل ہو اسی سے ہے ترحمت علی ابراھیم بمعنیٰ رحمتہ۔ تو نے اس پر اتم و اکمل رحمت فرمائی جب کہا جائے اللّٰہ المتکبر بمعنیٰ کبر میں انتہائی مراتب والی ذات۔

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی منبر پر (جو مدینہ طیبہ) میں ہے دیکھا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنا رہے تھے کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ قیامت میں جملہ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے قبضۂ قدرت سے جمع فرمائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مٹھی کھول کر پھر بند کر کے فرمایا کہ اسی طرح جمع فرمائے گا میں اللہ ہوں۔ میں رحمٰن ہوں میں رحیم ہوں۔ میں ملک ہوں۔ میں قدوس ہوں میں سلام ہوں میں مومن ہوں، میں مہیمن ہوں۔ ہوں۔ میں عزیز ہوں میں جبار ہوں میں متکبر ہوں میں وہ ہوں جس نے دنیا کا آغاز کیا جو پہلے نہ تھی میں نے ہی اسے تیار کیا کہاں ہیں بادشاہ کہاں جبابرہ (سرکش) ؎

قہار بے منازع و غفار بے ملال
دیان بے معادل و سلطان بے پناہ
با غیر او رضاضت شاہی بود چناں
بر یک دو چوب پارہ ز شطرنج نام شاہ

ترجمہ: قہر و منازع اور غفار بے ملال ہے۔ دیان بے معادل ہے اور سلطان بغیر سپاہ کے ہے اس کے غیر کی طرف شاہی نسبت ایسے ہے جیسے شطرنج کے مہرے پر دو ٹکڑے لکڑی اس کا نام

بادشاہ ہے۔

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا متکبر دو قسم ہے:۔
(۱) حقیقت میں افعال حسنہ کثیرہ اور زائدہ بر محاسن غیر اسی پر اللہ تعالیٰ متکبر کی صفت سے موصوف ہے اور یہ ممدوح ہے۔
(۲) مذکورہ اُمور کو بہ تکلف اور اسی کے مطابق مکمل ظاہر کرنا اور یہ عام لوگوں میں ہوتا ہے اور یہ مذموم ہے۔

حدیث شریف:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے جو بھی ہر ے سے چھینے گا میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔

متکبر متکبر میں فرق

تکبر عام ہے حق کبر کے اظہار کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں ہے اور باطل کبر کے اظہار کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے فرمایا: ساصرف عن ایاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق۔ میں اپنی آیات سے ان لوگوں کو ہٹاؤں گا جو زمین پر ناحق تکبر کرتے ہیں۔

مسئلہ:۔ کبر انسان میں یہ ہے کہ وہ گمان کرے کہ میں اپنے غیر سے بڑا ہوں اور تکبر اس کے اظہار کا نام ہے (عوارف) استکبار معنی باطل بڑائی کا اظہار جیسے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے متعلق فرمایا استکبر۔ اس نے اپنی بڑائی ظاہر کی۔ اس طرح کی دیگر استعمالات جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں۔

سوال:۔ الاسئلۃ المقحمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے متکبر کی صفت کیسی جبکہ یہ صفت مخلوق کے حق میں مذموم ہے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا معنیٰ ہے کہ وہ بہت عظمت وکبریائی والا یعنی غیر کی فرمانبرداری اس کے لیے ممتنع ہو اور یہ مخلوق میں مذموم ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حق میں صفت مدح ہے۔

سوال:۔ اس کا کیا جواب ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے چچا ابوطالب نے کہا ما اطوعك ربك یا محمد۔ اے حضرت محمد (عربی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تیرا رب تیرا کیسا اطاعت گزار ہے۔ آپ نے چچا کو جواباً فرمایا: وانت یا عم لو اطعتہ اطاعك۔ چچا اگر تو بھی اس کی اطاعت کرے گا تو وہ بھی تیری اطاعت کرے گا۔

جواب:۔ مطیع کی اطاعت مذموم نہیں کیونکہ یہ کسی دوسرے امر خارج سے نہیں غیر مطیع کی اطاعت نہ کرنا

یہ متکبر ہے اور وہ متکبر للمتکبر ہے جیسے وہ مطیع کے لیے مطیع ہے۔

مسئلہ:۔ بعض نے کہا متکبر وہ ہے جو دوسرے کو اپنے سے حقیر سمجھ کر اسے ایسے دیکھے جیسے مالک غلام کو یہ علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو لائق نہیں اور نہ ہی کسی دوسرے پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے اگر ہوگا تو مذموم ہوگا کیونکہ ایسے امر کا اظہار ہے جو اس میں نہیں۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ و جنت کا آپس میں جھگڑا ہو گیا دوزخ نے کہا میرے اندر جبار و سرکش داخل ہوں گے۔ بہشت نے کہا میرے اندر ضعفاء و مساکین داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیری وجہ سے جس کے لیے چاہوں گا عذاب کروں گا اور بہشت کو فرمایا تو میری رحمت ہے تجھے جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا لیکن تم دونوں کو پُر کروں گا۔

فائدہ:۔ جسے یقین ہو کہ وہ بلند قدر اور کبریائی والا ہے تو طریقہ تواضع اختیار کرے گا اور عاجزی و انکساری کے راستے پر چلے گا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ وہ فقیر جو اپنے پھٹے پرانے لباس میں ہے اس جدید لباس والے سے بہتر ہے جس نے عاریت کا پہنا ہے۔

فائدہ:۔ بعض دانش وروں نے فرمایا کہ جو خود کو ذلیل اور بیکار سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس جیسی عزت کسی کو نہیں بخشتا اور جو خود کو معزز سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔

حکایت:۔ بعض فقراء نے فرمایا کہ میں نے طواف میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے آگے دو آدمی لوگوں کو ہٹا رہے تھے اس کے بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک موقف پر روکا گیا۔ میں نے پوچھا تو کہا کہ جہاں میں نے عاجزی کرنی تھی وہاں تکبر کیا تو اس کی یہ سزا ملی کہ اب مجھے لوگ آنکھ اٹھا کر دیکھ رہے ہیں جس سے میری ذلت ہو رہی ہے۔

عبد المتکبر کون؟

عبد المتکبر وہ بندہ ہے جس کا حق تعالیٰ کے آگے تذلل و عاجزی سے تکبر مٹ گیا ہو یہاں تک کبریائی حق اس کے تکبر کے قائم مقام ہو پھر ماسوی اللہ پر حق کے ساتھ تکبر کرتا ہے غیر کے سامنے اسے عجز و نیاز اور انکساری کا موقعہ نہیں ہوتا بلکہ وہ غیروں کے آگے عاجزی و انکساری کرتا ہی نہیں۔

امام غزالی قدس سرہ کی تقریر:۔ المتکبر بندہ زاہد اور عارف کا ذہن ہے کہ جو شے اسے حق سے مشغول رکھے اس سے منزہ اور اللہ تعالیٰ کے

ماسوا باقی ہر شے پر تکبر کرے اور وہ دنیا و آخرت دونوں کو حقیر سمجھے تاکہ وہ اس سے بلند و بالا ہو کہ وہ دونوں اسے حق تعالیٰ میں مشغول رکھے۔ عارف کا نہ بیہ بھی ہے کہ معاملہ و معاوضہ میں سامان دنیا بیچ کر آخرت کا سامان خریدے اور نقد والی شے کو آنے والے وقت میں دوگنا ملنے کے طمع میں چھوڑ دے یہی بیع سلم ہے اور یہی وہ بیع ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے سے کرتا ہے۔ جسے کھانے پینے اور نکاح کی شہوت دور کر دے وہ حقیر ہے اور متکبر وہ ہے جو ہر شہوت اور لذت والی شے کو حقیر سمجھے اور لذت کے بارے میں یہ سمجھے کہ اس میں جانور وغیرہ بھی شریک ہے۔

خاصیت المتکبر: یہ اسم مبارک جلالی ہے اسی سے خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے جس نے اپنی زوجہ سے دخول سے پہلے یہ اسم مبارک دس بار پڑھ کر جماع کیا تو اللہ تعالیٰ صالح بچہ (لڑکا) عطا فرمائے گا۔ حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس پر مداومت مسلسل پڑھنے والے کی قدر و منزلت اور عزت و مرتبہ بڑھتا ہے بلکہ اس کا کوئی بھی کسی وقت اور کسی حالت میں معارضہ نہ کر سکے گا۔

سبحان اللہ عما یشرکون۔ اللہ تعالیٰ کو پاکی ہے ان کے شر سے تنزیہ اس کو اس سے جو وہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں یا ان کے شرک کرنے سے باوجودیکہ اتنا بڑی عظیم صفات سن چکے ہیں ان کو تو چاہیئے تھا کہ وہ بہت بڑی صفات والے معبود کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراتے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی تسبیح کرو اور اس کی بہت بڑی تنزیہ اس سے جو اس کے اس کی مخلوق کے ساتھ ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کبریائی کے اظہار کے لیے فرمایا ہے یا ان پر تعجب دلانے کے لیے کہ اتنی بڑی صفات اللہ تعالیٰ کی دیکھنے کے باوجود بھی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک الخ میں اس کی وحدانیت ذات او فردانیت صفات اور اس کا تصرف فی الاشیاء بطریق اقتضائے حکمت ازلیہ کی طرف اور اس کی نزاہت از نقائص امکانیہ و وصف الامن بین العدم المحض بسبب تحقق بالوجود المطلق کی طرف اور حفظ الاشیاء اس کی عین مشیت میں اور اپنے اولیاء کے اعزاز و اقھر و اذلال اس کے اعداء کی طرف اور اس کے کمال کبریائی کی طرف جو جمیع مظاہر میں ظاہر ہے اور اس کی نزاہت اس سے جو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں معنیٰ اس کی ذات و صفات کی طرف اشارہ اور عرائس البقلی میں ہے کہ پاکی بیان کرو اس سے جو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں نواظرو خواطر کے ساتھ۔

تفسیر عالمانہ: ھو اللہ الخالق۔ وہی ہے اللہ تعالیٰ خالق۔ (بنانے والا) یعنی مقتضائے حکمت پر اپنی مشیت کے مطابق تمام اشیاء کا مقدر کرنے والا۔

اصل خلق بمعنی التقدیر ہے جیسے کہا جاتا ہے خلق النعل بمعنی قدرھا و سواھا بمقیاس

حل لغات: جوتے کی مقدار صحیح اور درست بنائی۔ آگے سے اگرچہ عام مشہور تخلیق (پیدا کرنا) ہے صحیح مقدار اور درست بنانے کے معنی ابیں مشہور ہو گیا ہے۔ مادہ سے ہو جیسے انسان کی تخلیق نطفہ سے وغیرہ یا بغیر مادہ کے جیسے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق وغیرہ وغیرہ۔

تحقیق عبد الخالق: عبد الخالق وہ بندہ ہے جو اشیاء کا مقدر کرے مشیت حق کے مطابق بوجہ اس پر تجلی حق کے ساتھ وصف خلق وتقدیر کے اور وہ جو مقدر کرتا ہے اسی (حق تعالیٰ) کے تقدیر کے مطابق کرتا ہے۔

خاصیت خالق: اس اسم کا ورد آدھی رات یا اس کے بعد تھوڑی دیر کے بعد کیا جائے اس سے ذکر کرنے والے کا دل منور اور روشن ہو جائے گا اور اس کا چہرہ بھی نورانی ہو گا۔ اربعین اللادریسیہ میں ہے کہ اس ورد کے الفاظ یہ ہیں:

خالق من فی السموات ومن فی الارض وکل الیہ معاد

ترجمہ: وہ آسمان والوں اور زمین والوں کا پیدا کرنے والا اور سب کا اسی طرف ہے۔

حضرت سہروردی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس کی کوئی شے ضائع ہو جائے یا غائب ہو لیکن بہت دور ہو کر اس کے ملنے کا امکان بہت کم ہو) تو پانچ ہزار بار پڑھیں **البادیٔ** (پیدا کرنے والا) اشیاء کا پیدا کرنے والا کہ ان میں کسی قسم کا تفاوت بھی نہیں ہوتا جیسے خود فرمایا:

ما تری فی خلق الرحمٰن من تفاوت

ترجمہ: نہ دیکھو گے رحمٰن کی تخلیق میں کوئی تفاوت)

البدء بمعنی الایجاد ایسے طریق سے کہ اس کا موجد تفاوت ونقصان سے بری ہو اس سے جو تقدیر کا تقاضا ہے اس کی ایجاد اس کی حکمت بالغہ ومصلحت کاملہ پر ہے۔

عبد الباری کی تحقیق: عبد الباری وہ بندہ ہے جس کا ہر عمل تفاوت واختلاف سے بری ہو وہ کوئی کام نہیں کرتا جو حضرت اسم باری کے مناسب نہ ہو پورے طور وہی کرتا ہے جو اس کے مناسب ہے اور وہ نقصان سے بری (بیزار) ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما تری فی خلق الرحمٰن من تفاوت۔

خاصیت الباری: اس اسم مبارک کی خاصیت یہ ہے کہ اسے ہر روز ایک سو بار سات دن بلاناغہ پڑھنے سے آفات وبلیات سے سلامتی نصیب ہو گی نہ صرف تادم زیست بلکہ

قبر کے اندر تک جب اس پر ٹنوں کے ٹن مٹی کے ڈھیر ہوں گے۔ پاگل کے گلے میں لکھ کر تعویز لٹکا یا جائے تو اسے فائدہ ہوگا ایسے ہی جملہ سخت امراض کے لیے۔

المصور (ہر ایک کو صورت دینے والا) اشیاء کی صورتیں اور ان کی کیفیات اپنے ارادہ کے مطابق بنانے والا یعنی جملہ مخلوق کو صورت بخشنے والا جیسے اولاد کی صورتیں ارحام میں شکل ورنگ مخصوص کے ساتھ بناتا ہے۔

التصویر صور متمیزہ واشکال متعینہ کی تخلیق سے مخصوص ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الصورۃ وہ شے جو دوسری متعینہ اشیاء سے متمیز ہو محسوسہ ہو جیسے صورت الانسان یا معقولہ جیسے عقل وغیرہ اور معانی میں سے۔

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کی تحقیق } حدیث شریف میں ہے ان اللہ خلق آدم الخ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنی صورت پر بنایا۔ اس حدیث شریف کے مطلب میں جاہل صوفیہ اور متجاہل وہابیہ کے درمیان نزاع رہتا ہے



اس کا ازالہ صاحب روح البیان کی تقاریر ذیل سے دور ہوسکتی ہیں بشرطیکہ انہیں نزاع دور کرنے کا ارادہ ہو وہ تقاریر مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱)۔ اس صورت سے وہ صورت مراد ہے جو ہیئت مدرکہ بالبصر و بالبصیرۃ سے انسان کے ساتھ مخصوص ہے اور جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بہت سی مخلوق سے برگزیدہ بنایا ہے ہاں یہ اضافت (صورتہ میں) تشریفی ہے علی سبیل الملک ہے نہ علی طریق البعضیت و التشبیہ یعنی اس اضافت سے نہ تو انسان اللہ تعالیٰ کا جز ثابت ہوتا ہے نہ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صورت ہے جو اس سے انسان کو مشابہت دی گئی ہے بلکہ یہ اضافت محض انسان کی تکریم و تشریف و اعزاز کے پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو کہ مخلوق میں سے اس کی ملک میں انسان کیسا مشرف و کرم ہے) اور اس کی مثال عام مشہور عبارات ہیں جیسے بیت اللہ و ناقۃ اللہ و روح اللہ (ایسے ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نور اللہ مخالفین بیت اللہ و روح اللہ و ناقۃ اللہ برداشت کر جاتے ہیں لیکن افسوس کہ ان سے محمد نور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برداشت نہیں ہوتا و اللہ اعلم کیوں)
(اویسی غفرلہٗ)



(۲) فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ ضمیر مجرور (صورتہ) میں اللہ (تعالیٰ) کی طرف راجع ہے نہ کہ آدم (علیہ السلام) کی طرف اور صورت الٰہیہ سے سبع (۷) مرتبہ مراد ہیں:۔

۱۔حیات ۲۔علم ۳۔ارادہ ۴۔قدرت ۵۔سمع ۶۔بصر ۷۔کلام

حضرت آدم (علیہ السلام) ان صفات کے بالفعل مظہر ہیں بخلاف باقی موجودات کے۔

(۳)۔ صورت کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر مجازاً ہے (اہل ظاہر کے نزدیک) کیونکہ اس کا اطلاق فی الحقیقت صرف محسوسات پر ہوتا ہے لیکن اہل حقیقت کہتے ہیں صورت کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر مبنی برحقیقت ہے کیونکہ عالم کبیر تمام کا تمام حضرت الٰہیہ (فرقاً وتفضیلاً) کی صورت ہے اور آدم (جمعاً و اجمالاً) اس کی صورت ہے ؎

(۱) اے ز ہمہ صورت خوب تو بہ
صورك الله علىٰ صورته

(۲) روئے تو آئینہ حق بینی است
در نظر مردم خود بینی منہ

(۳) بلکہ حق آئینہ و تو صورتی
وہم گوئی را بمیاں رہ علاوہ

(۴) صورت از آئینہ نباشد جُدا
انت به متحد فانتبه

(۵) ہر کس کہ سررشتہ وحدت نیافت
پیش وے ایں نکتہ بود مشتبہ

(۶) رشتہ یکے داں وگرہ صد ہزار
کیست کزیں نکتہ کشاید گرہ

(۷) ہر کہ چو جامی بگرہ نبد شد
گہ بسر رشتہ رود مازبہ

ترجمہ اشعار (۱) اے کہ تیری صورت تمام سے خوب ہے اللہ تعالیٰ نے تیری صورت اپنی صورت بنائی ہے۔
(۲) تیرا چہرہ حق بینی کا آئینہ ہے خود بیں لوگوں کی نظر میں یہ آئینہ نہ رکھ۔
(۳) بلکہ حق آئینہ ہے اور اصل صورت تو ہے لیکن وہم کو اس کے درمیان میں راہ نہ دے۔
(۴) صورت آئینہ سے جدا نہیں ہوتی تو اس کے ساتھ ہے ہوشیار ہو۔
(۵) جس نے وحدت کے دھاگہ کا سرنہ پایا اس کی نظروں میں یہ نکتہ کی گرہ کھولے۔
(۶) دھاگہ ایک مان لیکن اس کی گرہیں ہزاروں ہیں کون ہے جو اس نکتہ کی گرہ کھولے۔

(۷) جو بھی (حضرت) جامی (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرح گرہ کے ساتھ مقید ہوا اگر وہ دھاگہ کے سر کے ساتھ چلا جائے تو بہتر ہے۔

تحقیق اویسی: حدیث مبارک "ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ" کی صاحب روح البیان قدس سرہ نے دو توجیہیں بیان فرمائی ہیں ایک تیسری توجیہ فقیر اویسی غفرلہ، عرض کرتا ہے یہ ان سے آسان تر اور مخالفین و موافقین کے اذہان کے قریب تر ہے وہ یہ ہے کہ صورتہ کی ضمیر "ان اللہ" کے لفظ اللہ کی طرف راجع ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو لفظ اللہ کی صورت میں بنایا ہے اس کی تفصیل آتی ہے یہ توجیہ موزوں بھی ہے کہ کل قیامت میں کافروں کی اس صورت کے خلاف بنا کر جہنم میں ڈالا جائے گا کما قال و بدلناھم جلوداً غیرھا لیذوقوا العذاب۔ اسی لیے شریعت محمدیہ میں فوٹو حرام ہے اس لیے کہ اس میں لفظ اللہ کی بے حرمتی ہے۔

حکایت: ایک انگریز نے لاہور کی انار کلی بازار میں گھومتے ہوئے دیکھتا ہے کہ اس کے کسی بڑے بزرگ کی تصویر کی بازار میں بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اس نے کہا کاش ہمارا مذہب مذہب اسلام سے کچھ سیکھ لیتا کہ بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کشی سے روکا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تصویر نہیں ہے اور نہ ہی ان کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ فقیر اویسی غفرلہ، نے رسالہ "سود التعزیر" میں ایک نکتہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا کما قال علیہ السلام اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم (انسان) کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ آپ انسان نے ہر عضو پر نہایت غور سے دیکھیں گے تو لفظ "اللہ" کی تجلی نظر آتی ہے مثلاً انسان کے قد کو ملاحظہ فرمایئے ہاتھ (جسم) ہاتھ پھر خود ہاتھ کو دیکھئے خنصر و بنصر وسطیٰ سبابہ انگشت وغیرہ وغیرہ میں ذات الٰہی کی جھلک مشاہدہ فرمایئے۔ اسی لیے اسے کہا گیا ہے اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ۔ انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔ پھر چہرہ میں تو خصوصیت سے لفظ اللہ منقوش ہے۔ مثلاً (ناک آنکھ ابرو) نہایت غائر نظر سے دیکھیں تو لفظ "اللہ" کا جلوہ انسان کے چہرہ میں نمایاں ہے اسی لیے حدیث شریف میں منہ پر تھپڑ مارنے اور اس کی اہانت سے روکا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان کے چہرہ پر ہی انسانیت کا دارومدار ہے اور چہرہ کا حسن تمام اعضاء کے حسن کا مرکز ہے اسی لیے شرعاً بھی چہرہ کی فوٹو کی ممانعت ہے تاکہ اس کے کھنچوانے کے بعد حضرت حق تعالیٰ کے مظہر خاص کی تحقیر نہ ہو کاش کہ اس راز کو ہمارے عوام سمجھتے بلکہ خواص کو اس طرف توجہ ہوتی تو کبھی حضرتِ حق کی توہین نہ ہوتی۔

سوال: صرف انسان ہی مظہر حق ہے پھر تو انسان ہی کی تصویر حرام ہو حالانکہ شرعاً تو ہر ذی روح شے کی تصویر حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ خالق وہ جو نظام عالم کے مناسب اپنی حکمت سے اس کا مقدر (بنانے والا) ہے اور موجد اسی تقدیر

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۰۵ کا

جواب: اس میں اُلٹا تصویر کی حرمت پر مزید تاکید ہے کہ شرع مطہرہ نے کہ مظہر حضرت سے جس شے کی تھوڑی سی مشابہت دیکھی تو اس کی تصویر بھی حرام کر دی۔ چونکہ حیوانات کے چہرے انسان کے چہرہ سے ملتے جلتے ہیں اس لیے حضرت انسان کی شرافت کو مدنظر رکھ کر تمام حیوانات کے چہروں کی تصویر کو بھی حرام فرما دیا۔ فوٹو کے متعلق مزید تحقیق و تفصیل فقیر کے رسالہ "سوط التعزیر فی تصویر التصویر" میں دیکھئے۔

فوٹو بازوں کے لیے وعید کی احادیث

اگرچہ دورِ حاضرہ میں کسی کو فوٹو جیسے گناہ سے بچنے کی تلقین کرنا خود کو ایک بہت بڑے دکھ اور تکالیف اور پریشانیوں میں مبتلا کرنا ہے کیونکہ ہمارے دور میں فوٹو کا رواج اس قدر عام ہو گیا ہے کہ اگر مثل مردم شماری تصویر شماری کی جائے تو تمام دنیا کی انسانی آبادی سے کئی گنا زیادہ تصویروں کی تعداد پائی جائے گی سوا معدودے چند متقی مسلمانوں کے گھروں کے تمام دنیا کے ہر گاؤں ہر قصبہ ہر شہر کے ہر گھر میں کوچوں میں سڑکوں میں حتیٰ کہ پبلک پاخانوں کی دیواروں پر بھی تصاویر پائی جاتی ہیں، مدرسوں، کالجوں، سرکاری دفاتر، ریل کے اسٹیشنوں میں تصویریں موجود ہیں۔ بازاروں، دکانوں میں اخباروں اور جریدوں میں طلبہ کی درسی کتب میں تصویریں موجود ہیں۔ بعض جریدوں، فلمی و جنسی رسالوں میں مردوں عورتوں کی قریباً ننگی تصاویر بھی شائع ہوتی رہتی ہیں اور ایسی ہی بے حیا تصاویر سینما کے پردوں پر بنائی جاتی ہیں۔ جن کا بدترین اثر نوجوانوں کے اخلاق پر پڑ رہا ہے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

احادیث نبویہ:

فقیر ذیل میں چند احادیث صحیحہ اور احکام شرعیہ پیش کرتا ہے جن سے تصویر کی سخت حرمت اور تصویر والے مکان میں رحمت الٰہی کے فرشتے ہرگز داخل نہ ہونے کا ثبوت اور تصویر بنانے والے اور قصداً بنوانے والے کے نار جہنم کے وارث ہونے کا ثبوت ظاہر ہوگا۔ واللہ المستعان۔

(۱) صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سعید ابن الحسن رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور (ایک تصویر بنا کر) عرض کیا۔ میں نے یہ تصویر بنائی ہے اس کے متعلق فتویٰ کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

كُلّ مصوّر فی النار یجعل اللہ بکل صورۃ صورھا نفسًا تعذبہ فی جھنم

پر ایجاد کرنے والا اور المصور صور کائنات و اشکال محدثات از سر نو بنانے والا اسی طریق سے ان پر ان کے خواص مرتب ہوں اور

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۰۶ کا



ترجمہ: "تمام مصورین نار جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور ہر تصویر کے بدلے اللہ ایک مخلوق پیدا کرے گا جو جہنم میں تصویر بنانے والے کو عذاب دے گی۔"

اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں "و قال ان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر وما لا نفس له (اور فرمایا کہ اگر تجھے یہ فعل مصوری لازم ہے تو درختوں اور بے جان والی اشیاء کی تصویر بنا سکتا ہے۔)

(۲)۔ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے " قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الذین یصنعون هذا الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم احیوا ما خلقتم۔ (یہ تصویر بنانے والے قیامت کے دن عذاب پائیں گے ان کو حکم ہوگا تم نے جو تصویریں بنائیں اب ان میں جان بھی ڈالو۔"



(۳)۔ صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون (قیامت کے دن مصورین بہت سخت عذاب پانے والے ہوں گے)۔

(۴)۔ ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصورة فی البیت ونهی ان یضع ذالك۔ (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر میں تصویر رکھنا منع فرمایا ہے اور تصویر بنانا بھی منع فرمایا ہے۔"

(۵)۔ مسند ابو داؤد اور ترمذی ونسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

- قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبریل فقال اتیتك البارحة فلم یمنعنی ان اکون دخلت الا انه کان علی الباب تماثیل کان فی البیت قرام ستر فیه تماثیل وکان فی البیت کلب فمر برأس التماثیل الذی فی البیت یقطع فیصیر کهیئة الشجرة ومر بالستر فلیقطع فلیجعل منه وسادتان منبوذتان توطان ومر بالکلب فلیخرج ففعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا الکلب لحسن او حسین کان تحت نضد لهم فامر به فاخرج۔



ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل (علیہ السلام) آئے اور عرض کیا کل شام آپ کے پاس

ان کے ساتھ ان کا کمال ہوا اس سے ان اسمار کی آپس کی ترتیب بھی معلوم ہوگئی کہ التقدیر البرکو اور البرالخلق کو ایسے متلازم

حاشیہ بقیہ صت ۲۰۷ کا

حاضر ہوا لیکن مجھے روکا داخل ہونے سے وہ دروازہ پر جو تصویریں ہیں اور گھر میں کتا ہے پس حکم فرمائو کہ گھر میں جو تصاویر ہیں ان کے سر مٹائے جائیں تاکہ درختوں کی طرح باقی رہیں اور حکم فرمائو کہ گھر میں پردہ کو کاٹ کر اس سے گدیاں نیچے بچھانے کی اور دبیروں سے) پائمال کیے جانے کی بنادیں اور حکم فرماؤ کتا نکال دیں۔ پس ایسا ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کتا حضرت حسن یا حسین (رضی اللہ عنہما) کا تھا ان کی چارپائی کے نیچے ؛

(۶) ۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام مسلم نے روایت کی ہے :

" قالت ، دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد سترت سهوة لی بقرام فيه تماثيل فلما رآه هتكه وتلون وجهه وقال یا عائشة اشد الناس عذابا یوم القيمة الذين يضاهون بخلق الله قالت عائشة فقطعناه فجعلنا منه وسادة او وسادتين ۔

ترجمہ : فرمایا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے پاس تشریف لائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور میں نے اپنے در پر ایک باریک پردہ ڈالا تھا جس پر تصاویر تھیں ۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو پھاڑ دیا اور آپ کا چہرہ متغیر ہوا اور فرمایا " عائشہ قیامت کے دن سخت عذاب پائیں گے اللہ کی مخلوق جیسی صورتیں بنانے والے "

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تب اس کے ٹکڑے کیے میں نے اور بیٹھنے کے لیے ایک یا دو گدیاں بنالیں ۔

(۷) بخاری و مسلم میں حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم کی روایت ہے ۔ کہ

" ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ۔ میں نے ایک تصویر دار تکیہ خریدا ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا دروازہ پر کھڑے رہے اور اندر داخل نہیں ہوئے اور آپ کے چہرہ پر کراہت پائی ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کرتی ہوں اللہ کی جانب اور توبہ کرتی ہوں رسول اللہ کی جانب آپ نے کیا خطا معلوم فرمائی ۔ فرمایا کس لیے ہے یہ تکیہ ؟ عرض کی خریدا ہے میں نے اس پر آپ کے بیٹھنے یا اس پر ٹیک لگانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق یہ تصویر بنانے والے عذاب پاویں گے روز قیامت ان کو کہا جائے گا زندہ کرو جن کو تم نے بنایا ہے اور فرمایا

ہے جیسے موقوف ملیہ کو مستلزم ہے جیسے امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اسماء مترادفہ ہیں اور سب کا مرجع خلق و اختراع ہے لیکن لائق یہی ہے کہ ترادف کا قول نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یوں کہا جائے کہ جو شے عدم سے وجود کی طرف آتی ہے وہ سب سے پہلے تقدیر کی محتاج پھر علی وفق التقدیر ایجاد کی پھر ایجاد کے بعد تصویر کی اور اللہ تعالیٰ خالق ہے بایں حیثیت کہ وہ مخترع ہے موجد ہے اور مصور ہے بایں حیثیت کہ وہ مخترعات کی صور کی احسن ترتیب دینے والا ہے اسے بلڈنگ کی تعمیر کی طرح سمجھو کہ پہلے وہ مقدر کا محتاج ہے کہ وہ اندازہ کرے گا کہ اس پر اتنی لکڑی اتنی اینٹیں اتنی زمین کا رقبہ (۵ مرلے، سات مرلے، کنال وغیرہ) اور اتنا کمرہ اتنا طول اتنا عرض اور یہ اندازہ مہندس بتائے گا اس کا وہ نقشہ بنائے گا اور نقشہ میں بلڈنگ کا پورا ڈھانچہ (خیالی) دکھائے گا۔ پھر یہ بلڈنگ مستری کی محتاج ہوگی وہ اسے اپنے راج سے مل کر ایک عرصہ کے بعد مکمل کرے گا پھر یہ بلڈنگ مزین (نقش و نگار کرنے والا) کی محتاج ہے کہ وہ اس کے ظاہر کو آراستہ کرے گا۔ یہ منقش اس مستری کا غیر ہے (یہ کام اگر ایک ایسا شخص کرے گا تو بھی ہم اسے حیثیات کے اعتبار سے مختلف کہیں گے) لیکن اللہ تعالیٰ کے افعال کسی ایک کے افعال کے محتاج نہیں وہ خود مقدر خود موجد خود مزین ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں وہ الخالق۔ البارئ۔ المصور ہے۔



نکتہ: الخالق کی البارئ پر تقدیم اس لیے ہے کہ ارادہ و تقدیر تاثیر القدرت پر مقدم نہیں اور البارئ کی المصور کی تقدیم اس لیے ہے کہ ایجاد الذات ایجاد الصفات پر مقدم ہے۔

حاشیہ بقیہ ص ۲۰۶ کا

فرشتے داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر ہو"

۸) ۔ مسند ابو داؤد میں روایت ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے:

قالت دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الکعبۃ ورای صورًا فدعا دلوًا من ماء فاتیتہ بہ فجعل یمحوھا ویقول قاتل اللہ قومًا یصورون ما لا یخلقون۔



ترجمہ: میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (فتح مکہ مکرمہ کے دن) جب کہ کعبۃ اللہ شریف میں تھے۔ آپ نے وہاں تصویریں دیکھ کر مجھے ایک ڈول پانی کا لانے کے لیے فرمایا جو میں لے آیا۔ تب آپ انہیں مٹانے لگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس قوم کو غارت کرے جو ایسی تصاویر بناتی ہے جن کو وہ زندہ نہیں کر سکتی۔"

مذکورہ احادیث شریفہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں جو ہماری ہدایت کے لیے کافی ہیں۔

(اویسی غفرلہٗ)

فائدہ :۔ حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ سے المصور کا بفتح الواؤ ونصب الراء پڑھنا مروی ہے یعنی وہ جو مصور (بنائی ہوئی شے) کو متمیز کرے ہیئات کے تفاوت اور اشکال کے اختلاف سے۔

عبد المصور کی تحقیق:۔ عبد المصور وہ بندہ ہے جو کوئی تصور نہ کرے اور نہ ہی کوئی خیال اس پر مسلّط ہو سوائے حق کے اور اس کا تصوّر اسی کے موافق ہو کیونکہ اس کا ہر فعل اس کی مصوریت سے صادر ہوتا ہے اسی لیے بعض مشائخ نے فرمایا کہ عارف کا ان اسماء (الخالق البارئ المصور) سے حظ یہ ہے کہ وہ کسی شے کو نہ دیکھے اور نہ ہی تصوّر کرے مگر اس میں غور و فکر کر کے فیصلہ کرے کہ یہ مظاہر القدرۃ وعجائب الصنع سے ہے اسی لیے ایسا عارف مخلوق سے ترقی کر کے خالق تک پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ اب اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جس شے کو دیکھتا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پاتا ہے۔

خاصیت المصوّر:۔ اس اسم کی خاصیت ہے اعانت بر صنائع عجیبہ و ظہور ثمار وغیرہ یہاں تک بانجھ عورت اسے روزہ کی حالت میں سات دن مسلسل (بلاناغہ) غروب شمس کے بعد افطار سے پہلے اکیس بار پڑھے تو اس عورت کا بانجھ ختم ہو جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ حاملہ ہو گی اور اس کے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہو گی۔

له الاسماء الحسنٰی ۔ اس کے ہیں سب اچھے نام۔ اس لیے کہ وہ معانی حسنہ پر دلالت کرتے ہیں جیسے سورۃ طٰہٰ میں گزرا۔

فائدہ :۔ کاشفی نے فرمایا کہ اس کے ہیں نام اچھے کہ شرعاً و عقلاً پسندیدہ ہیں۔

حل لغات :۔ الحُسنٰی صیغہ تفضیل احسن کی تانیث ہے جیسے عُلیا اعلیٰ کی تانیث ہے اس سے زیادتی مطلق مراد ہے کیونکہ افضلیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کے لیے ناموزوں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے غیرِ اسماء کو کیا نسبت جیسے اس کی ذات عالی سے کسی کو کوئی نسبت نہیں ایسے ہی اس کے اسماء (وصفات و افعال) کو سمجھئے۔

فائدہ :۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء مشہور ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

چار ہزار (۴۰۰۰) اسمائے الٰہی : صاحب اللباب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کرتے ہیں فرمایا کہ میں نے بعض کتب الذکر میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ چار ہزار (۴۰۰۰) ہیں ایک ہزار قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں ہیں ایک ہزار تورات میں ایک ہزار انجیل میں ایک ہزار زبور میں۔

دُعائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادعیہ مبارکہ میں سے ایک دعا یوں تھی :۔

اسئلك بكل اسم سميّت به نفسك و انزلته فى كتابك وعلّمته احدًا من خلقك او استأثرت به فى علم الغيب ۔

ترجمہ :۔ تیرے ہر اُس اسم کے طفیل مانگتا ہوں جو تو اپنے نام اپنے لیے مقرر فرمائے ہیں یا وہ اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں یا اپنی مخلوق میں کسی کو بتائے ہیں یا علم غیب خاص میں مخفی رکھے ہیں ۔

فائدہ :۔ اُمید ہے وہ وہی ننانوے نام ہیں جو تمام دیگر اسماء میں مشہور اور اشرف اور جامع ہیں اور تعدد الاسماء تعدد المسمّٰی پر دلالت نہیں کرتا اسی لیے کہ ایک ہی انسان ایک حیثیت سے باپ ہے دوسری حیثیت سے دادا ہے اور حیثیت سے ماموں ہے اور حیثیت سے عالم ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ اسماء متعدد ہیں لیکن ذات ایک ہے (ایسے ہی بلا تمثیل اللہ تعالیٰ کے لیے سمجھئے)

استجابۃ الدعاء کا نسخہ اکسیر حضرت عبد الرحمٰن بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترویح القلوب میں لکھا کہ دُعا کے قبول ہونے میں ایک مخفی راز ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے کسی ایک اسم کو لے کر اس کے اعداد نکال کر (بحساب ابجد) مثلاً الكبير المتعال ،۔ اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے ابجد کے حساب کے وقت ان دونوں الف ولام چھوڑ کر باقی کے اعداد نکال کر جمع کر کے کسی خلوت خانے میں اسی اسم (کبیر متعال) کو انہی جمع کردہ اعداد کی گنتی پر زور زور سے پڑھو ان شرائط کے ساتھ جو اہل خلوت کے ہاں مشہور ہیں لیکن ان اعداد پر کوئی ایک عدد بھی زائد و کم نہ ہو تو دُعا اُسی وقت مستجاب ہوگی ۔ یہ باذن اللہ تعالیٰ کبریت احمر ہے ۔



انتباہ :۔ ہم نے زیادتی اور کمی نہ ہونے کی شرط اس لیے لگائی ہے کہ زائد میں اسراف ہے اور کمی میں اخلال (خلل اندازی) اور اسمائے الٰہی ذکر میں اعداد (ابجد کے حساب سے) بمنزلہ چابی کے دندانے کے ہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ چابی کے دندانے زائد ہوں تب بھی تالا نہیں کھلتا کم ہوں تب بھی اسی طرح باب الاستجابت ہے اعداد کا اعتبار سمجھئے اس راز کو سمجھ اور اس موتی کی حفاظت کر ۔

فائدہ :۔ اہل معرفت اسماء میں آلۂ تعریف (الف ولام) کا لحاظ کرتے ہیں لیکن ملامیہ (اولیاء کا ایک گروہ) آلۂ تعریف کو ساقط کرتے ہیں کیونکہ وہ کلمہ پر ایک زائد شے ہے ۔

فائدہ :۔ علماء کرام نے فرمایا اسم وہ لفظ ہے جو معناً موضوع لہ پر دلالت کرتا ہے ۔ المسمی وہی موضوع لہ ہے اور التسمیہ

کی وضع معنیٰ کے لیے یا لفظ کا اطلاق معنیٰ کے لیے۔

مسئلہ:۔ اسمار کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے توفیقی ہے، بعض کے نزدیک یعنی ہر وہ اسم اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ جو قرآن و حدیث صحیح میں وارد ہو۔

مسئلہ:۔ بعض نے کہا کہ وہ لفظ جو اللہ تعالیٰ کے جلال و کمال اور شان پر دلالت کرے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اگر اس میں جلال و شان نہیں تو پھر نا جائز ہے۔

دلائل دو گروہ کے:۔ پہلے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی کو شک نہیں اسی لیے اسے عالم علیم و علّام کہا جا سکتا ہے کہ یہ اسماء شرع میں وارد ہیں لیکن ایسے عارف یا فقیہہ یا متیقن (یقین والا) وہ نہیں کہیں گے کیونکہ یہ اسمار شرع میں وارد نہیں حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم و کمال پر دلالت بھی کرتے ہیں۔ دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمار عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی ہیں مثلاً فارسی ہندی، ترکی وغیرہ حالانکہ وہ اسمار قرآن و حدیث صحیح میں وارد نہیں۔ اور نہ ہی کسی دوسری اخبار و آثار میں ان کا ورود ہے حالانکہ ان اسماء کے اطلاق کے جواہر پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اس کے لیے اچھے نام ہیں تو ان سے اسے پکارو (وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوا بہا) یہ دلیل ہے اس بات کی ہے جو اسم اس کی صفات کمال و نعوت جلال پر دلالت کرے گا اس کا اس کے لیے اطلاق جائز ہوگا کیونکہ اسم کا لفظی تو کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ اس میں معنیٰ کی رعایت نہ ہو جب معانی صحیح ہوں تو پھر اس کے اللہ تعالیٰ کے اطلاق سے روکنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس اسم کو اللہ تعالیٰ کے لیے اطلاق کو بدعت کہہ سکتے ہیں (اور یہ بدعت حسنہ کے قبیل سے ہوگی اسی لیے اللہ تعالیٰ کو خدا۔ پروردگار۔ پالنہار (ہندی) پالنے والا) وغیرہ کہا جاتا ہے) اور وہ جو کہا گیا ہے کہ اُدب کے خلاف ہے کہ غیر وارد فی الشرع اسم کو اللہ تعالیٰ کے لیے اطلاق کرنا یہ صرف وہم ہی ہے ہاں اگر اس کی شان کے لائق نہ ہو تو ایسا اطلاق ہمارے نزدیک بھی اُدب کے خلاف ہے لیکن وہ اسم جو حسن و کمال پر دال ہے اور۔ اس کے معنیٰ میں ابہام بھی نہیں اور نہ ہی کوئی اس میں کوئی شرعی قباحت محسوس ہوتی اور نہ ہی ایسا اسم ہے کہ اس کے بولنے سے کسی کو نفرت پیدا ہوتی ہے تو ایسے اسم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے بے اُدبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔[1]

---

[1] خلاصہ یہ کہ گروہ دوم حق پر ہے اور اسی پر دور حاضرہ میں تقریباً اکثر فرقوں کا اتفاق ہے۔ (اویسی غفرلہٗ)

یسبح للہ ما فی السموٰت والارض ۔ اس کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (بولتا ہے اس کی تنزیہ جمیع نقائص سے بولنا ظاہر رہے ۔

فائدہ :۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اس کی تسبیح جمیع اشیاء بولتی ہیں یا بیان سے اور بولنے سے یا برہان خلق سے اس کی تحقیق بار بار گزری ہے ۔ جمہور محققین کہتے ہیں کہ اس میں تسبیح عبارت مراد ہے لیکن تسبیح اشارہ اس کے منافی نہیں اور نہ اس کے برعکس ۔

وھو العزیز الحکیم ۔ اور وہی عزت و حکمت والا ہے ۔ تمام کمالات کا جامع ہے کیونکہ وہ باوجود تکثر و تشعب کے کمال فی القدرت والعلم کی طرف راجع ہیں ۔

تقریر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ الحکیم بمعنی ذوالحکمت (حکمت والا) الحکمۃ سے مراد اجل العلوم سے افضل الاشیاء کی معرفت ہے اور اجل الاشیاء اللہ تعالیٰ اور اجل العلوم علم ازلی دائمی ہے جس کے زوال کا تصور نہیں کیا جاسکتا اسی لیے ہم کہہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو جمیع الاشیاء کا علم رکھتا ہو لیکن بقدر طاقت بشریہ اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتا ہم اسے حکیم نہیں کہیں گے اور جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ حکیم ہے اگر علوم رسمیہ میں ضعیف القوۃ ہو کند زبان قاصر البیان ہو لیکن بندے کی حکمت کو اللہ تعالیٰ کی حکمت سے نسبت وہی ہے جو اس کی معرفت بذات اقدس کو خود ذات حق کو اپنی معرفت سے نسبت ہے تو یہی کہا جائے گا کجا حکمت عبد کجا حکمت رب ایسے ہی کہیں گے کہاں معرفت عبد کہاں معرفت حق بذاتِ خود :۔

ع فرقیست از کجا تا کجا ۔

باوجودیکہ بندے کی معرفت کو معرفت ذات حق سے کوئی نسبت نہیں لیکن پھر بھی اس بندے کی معرفت کو نفیس ترین و خیر و بھلائی کے لحاظ اکثر و اعلیٰ تصور کیا جائے گا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا الالباب

ترجمہ :۔ اور جو حکمت دیا جاتا ہے وہ خیر کثیر سے نوازا جاتا ہے اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل والے ۔

تحقیق عبد الحکیم :۔ بندۂ حکیم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اشیاء میں مواقع الحکمۃ دکھائے اور قول میں سداد کی توفیق اور عمل میں صواب کی یہ وہی ہے کہ جہاں خلل پاتا ہے اسے صحیح کرتا ہے اور جہاں فساد دیکھتا ہے اصلاح کرتا ہے ۔

خاصیت الحکیم :۔ اس اسم میں مصائب اور پریشانیوں کے دور کرنے اور حکمت کے باب کھولنے

میں وصل ہے جو اس کا اکثر ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے دفع کرتا ہے وہ مصائب اور پریشانیاں جن سے وہ خوفزدہ ہے اور اس کے لیے حکمت کے دروازے کھول دے گا۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مدائح ان صفات سے اس لیے کئے تاکہ بندوں کو اس کی مدح وثناء کا طریقہ معلوم ہو جائے بعد ان کے فہم معانی کے اور معرفت اس کے استحقاق ان اوصاف کے اس سے بندوں کو اس کے قرب کا شوق پیدا ہوگا۔

سوال:۔ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ اگر کوئی سائل سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ **فلا تزکوا انفسکم**۔ اپنے نفسوں کی پاکیزگی ظاہر نہ کرو۔ اس میں خود ثنائی سے روکا گیا ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ بندوں کو تو خود ثنائی سے روکا لیکن خود اپنی جگہ جگہ تعریف کی۔

جواب (۱):۔ بندے میں کتنا ہی زیادہ نیک خصال ہوں لیکن پھر بھی بندہ ہے اور وہ ناقص ہے اور جب وہ ناقص ہے تو اسے جائز نہیں کہ وہ اپنی مدح سرائی کرے اور اللہ تعالیٰ تام الملک والقدرۃ ہے اسی لیے وہ مدح وثناء کا مستحق ہے اور اسے خود ثنائی بھی جائز ہے تاکہ بندے معلوم کر کے اس کی اسی طرح تعریف کریں جیسے اس نے اپنی تعریف خود فرمائی ہے۔



جواب (۲) بندے میں اگرچہ نیک خصال بکثرت ہوں لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے بندے کی ذاتی قوت کو اس میں کوئی دخل نہیں اسی لیے اسے جائز نہیں کہ وہ خود ثنائی کرے اس کی نظیر قرآن مجید میں موجود ہے کہ فرمایا کہ کسی پر احسان کرے اس کو احسان نہ جتلاؤ لیکن بندوں کو اپنے احسانات خوب جتلائے ہیں ایک بار نہیں بار بار[1]

مسئلہ:۔ بعض مشائخ کبار نے فرمایا انسان کو خود سرائی سم قاتل ہے یہ بھی شہادت زور کے قبیل سے ہے کیونکہ وہ اپنے مقام سے بے خبر ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنا مقام حاصل ہے۔

مسئلہ:۔ مصلحت دینیہ کے پیش نظر خود ثنائی (بقدر ضرورت) جائز ہے جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر

ترجمہ:۔ میں قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہونگا اور یہ فخر سے نہیں کہہ رہا۔ یعنی میں اپنی سیادت تمھیں جتلانا نہیں چاہتا کیونکہ میرا فخر تو میری عبودیت ہے ہاں فخر صرف ایک

---

[1] مثلاً فرمایا لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم وغیرہ۔

ذات کو لائق ہے وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔

مسئلہ: انسان کے لیے فخر کے مراتب ہیں مثلاً کہا جا سکتا ہے کہ علم جہل سے افضل ہے وغیرہ۔

مسئلہ: مخفی نہ رہے کہ یہ رتبے نسبت عدمیہ ہیں جس نے فخر کیا تو اس نے عدم سے فخر کیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا ہے کہ:

قل انما انا بشر مثلکم

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ میں تو تمہارے جیسا بشر ہوں۔

اس میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذاتی طور پر کوئی فضیلت نہیں دیکھی لیکن بعد شرافت کا ذکر فرمایا کہ یوحی الیّ۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

انتباہ: عام انسان پر لازم ہے کہ وہ دو بحثوں میں نہ پڑے ان کا علم اللہ علیم و خبیر پر چھوڑ دے۔

(۱)۔ صفات ثابتہ باری تعالیٰ یہ بحث علماء کرام میں عرصہ سے زیر بحث ہے کہ کیا وہ صفات موجود موجود مستقل ہیں جو ذات باری تعالیٰ کی ذات کی غیر ہیں یا نہ بعد ان پر ایمان لانے کے کہ یہ صفات باری تعالیٰ کی ہیں اور وہ ان سے موصوف ہے اور یہ صفات کاملہ ہیں اور اس کی دائمی ہیں۔

(۲)۔ مشائخ (طریقت) کے درمیان اختلاف ہے کہ وجود صرف ایک ہے اور وہ اللہ سبحانہٗ اور باقی موجودات اس کے مظاہر ہیں ان کا مستقل طور پر کوئی وجود نہیں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ایک زائد وجود ہے اس کی ذات سے جو اس ذات کو واجب ہے یہ ذات اسی وجود کی مقتضی ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیر یعنی موجودات کے اپنے اپنے وجود ہیں جو وجود الٰہی کے غیر ہیں کیونکہ وہ واجب الوجود ہے[1] یہ بحث طویل ہے ان کے درمیان عرصہ سے اختلاف ہے اسی طرف عوام کی رہبری کی جاتی ہے کہ یوں عقیدہ رکھا جائے کہ جن صفات سے اللہ تعالیٰ موصوف ہے وہ واجب ہیں انہیں کبھی بھی کسی وقت بھی تغیر نہیں آتا اور جن صفات سے موصوف نہیں وہ اس کے لیے ممتنع ہیں (جیسے کذب۔ ظلم۔ سرقہ وغیرہ وغیرہ) وہ اس سے ہرگز نہ ہو سکیں گی۔

قاعدہ: جب دو چیزیں اس کی ذات و صفات میں مختلف ہوں تو دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہوگا نفی الواجب یا اثبات الممتنع "دونوں اللہ تعالیٰ کے لیے مشکل ہیں (اسی لیے بزرگوں نے ایک قاعدہ لکھا ہے) جس کا علم مبہم ہو اس میں سکوت بہتر ہے اسی میں ادب ہے۔

---

[1] اور باقی ممکن الوجود یا ممتنع الوجود

عقیدہ :۔ مومن کے لیے اتنا عقیدہ کافی ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے اس پر میرا ایمان ہے کیونکہ انسان سے صرف اس کا سوال ہوگا کہ تجھے اقامۃ الطاعۃ وادامۃ العبادۃ کا علم تھا یا نہ واقعی اتنا علم سب کو ہے تو پھر اپنے مولا کی طاعت وعبادت میں اوقات بسر ہوں۔

مسئلہ :۔ صاحب الشرعہ نے فرمایا کہ ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات کے بارے میں کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس عالی قدر ذات کے بارے میں قیاس سے کام لے یا اشباہ میں پڑے یا اوہام دوڑائے یا وساوس وخطرات کا شکار ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ اس اُمت کی ہلاکت اس میں ہے جب وہ اپنے پروردگار کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

فائدہ :۔ یہ قیامت کی علامت میں سے ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سربسجود ہو جاتے جب سنتے کہ باری تعالیٰ کے متعلق اس کی شان بلند وبالا کے لائق بات ناگوار گزرتی اور اللہ تعالیٰ کے متعلق سائل کو سوال کا اتنا جواب دیتے جو قرآن میں اسی سورۃ الحشر کے آخر میں اس کی صفات وافعال کا بیان ہے باریک کلام سے اللہ تعالیٰ کے متعلق گفتگو میں فرماتے اس لیے کہ یہ شیطان سے ضرر کا موجب ہے اور اس سے نفع سے نقصان زیادہ ہے بلکہ بڑا افساد۔

انتباہ :۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ متکلمین (فلاسفہ عقل کے بندے) فرق اسلامیہ (اسلامی فرقے) میں بُرے عقیدہ کے حامل ہیں اس لیے کہ وہ معرفت الٰہی کو عقل سے مانتے ہیں جتنا قدر ان کی نظر قاصر سے انہیں حاصل ہوتا ہے (اسی لیے وہ ہزاروں ٹھوکریں کھاتے ہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ ادراک سے منزہ ہے اور اسی سے مقدس ہے کہ اس کی صفات عقل سے سمجھی جائیں یا علم روحانی سے یا سِرّ سے معلوم کی جائیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حواس ظاہرہ وباطنہ صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان سے محسوسات کی معرفت حاصل کی جائے نہ کوئی اور شے اور عقل بھی حواس باطنہ میں سے ایک ہے تو پھر اس سے حق تعالیٰ کا ادراک کس طرح کیا جا سکتا ہے کیونکہ نہ وہ محسوس ہے نہ معلوم معقول۔ اس سے تمہیں معلوم ہو گیا ان متکلمین کا غلط طریقہ جو حق تعالیٰ کو نہیں جانتے نہ ہی اس کی صفات کو جبکہ وہ مدعی ہیں کہ ہم جانتے ہیں تو ان کا دعویٰ غلط اور باطل ہے، کیونکہ اسے عقل سے نہیں مانا گیا اور نہ ہی رسل کرام علیہم السلام نے اس کی معرفت

عقل پر مبنی بتائی ہے۔[1]

فائدہ: بعض عارفین نے فرمایا کہ عقول کے توقف کا سبب ان کا عدم ذوق ہے کہ متکلمین نے آیات صفات و اخبار کو صرف عقل سے سمجھا اگر اس ذوق سے سمجھتے جیسے انبیاء علیہم السلام نے سمجھا اور اس پر عمل کرتے جیسے دوسرے لوگوں (اہلسنت و صوفیہ کرام) نے عمل کیا تو ان کو کشف کی دولت نصیب ہوتی تو ان کی فکر کی جولانیوں میں منزل مقصود تک پہنچ جاتے اور انہیں ان اوصاف میں توقف کی ضرورت محسوس نہ ہوتی لیکن (عقل کے بندے تھے اسی لیے بات بڑھادی) اسے اچھی طرح جان اور اس پر عمل کر اور اسے سمجھ ورنہ تیرے سے وہ لوگ علم میں بڑے کامل تھے یہاں تک وہ فلک محیط کی طرح حاوی جمیع العلوم تھے۔[2]

حکایت: فاضل محمد شہرستانی صاحب کتاب الملل والنحل متکلمین کے کبار اور بڑے عقل مند تھے انہیں علم کلام پر کافی درک حاصل تھا۔ بسا اوقات بعض ابحاث میں ان سے کوئی سبقت کر سکتا تھا۔ کتاب مذکور میں انہوں نے یہی قطعیہ جمع کیے اور جب وہ اسی بحث میں پہنچے تو عجز کا اظہار کیا بلکہ ذات باری تعالیٰ میں تحیر میں پڑ گئے اور بوڑھوں کے عقیدہ کی طرف لوٹ آئے اور فرمایا:

علیکم بدین العجائز فانہ من اسنی الجوائز

ترجمہ: بوڑھوں کے دین کو لازم پکڑو کیونکہ وہ بہترین انعامات ہیں سے۔

اور یہ شعر پڑھا۔

لقد طفت فی تلك المعاھد کلھا
و سیرت طرفی بین تلك المعالم
فلم ار الا واضعا کف حائر
علی ذقن او قارعا سن نادم

ترجمہ: (۱) میں ان کل گھاٹیوں میں پھرا اور ان نشانات کے تمام اطراف کی سیر کی اس میں کف دست

---

[1] اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ عقل کو امام نہ بناؤ بلکہ عشق کو امام بناؤ تو بیڑا پار ہوگا۔ اویسی

[2] لیکن مارے گئے جیسے آج ہمارے دور میں بہت بڑے دانش در فہم و ذکاء کے تجربہ کار۔ لیکن ذات حق تعالیٰ کی معرفت سے دور بلکہ منکر جنہیں دوسری زبان میں کیمونسٹ کہا جاسکتا ہے اس سے عوام بلکہ خواص کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ گمراہی کو سینگ نہیں ہوتے کہ اس سے پہچانی جاسکے بلکہ نجات اسی میں ہے کہ اپنے اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

(اویسی غفر لہٗ)

افسوس کے ملنے کچھ نہ پایا۔ یا حیران ہو کر ٹھوڑی پر ہاتھ رکھنے والے کی طرح یا آدم کی طرح دانت پیسنے کے سوا کچھ نہ ملا۔

اس کے بعد فرمایا بہتر وہی ہے کہ وہی عقیدہ رکھا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام لائے اور اُن کی دعوت دی اور اسی کی طرف عجز و نیاز کا سبق دیا اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اس میں عقل کو ذرہ برابر بھی دخیل نہ بنایا جائے نہ ذات باری تعالیٰ کی تنزیہ میں نہ تشبیہہ میں بلکہ ایمان لایا جائے کہ جو آیات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں آئی ہیں وہ حق ہیں ان کا علم اللہ تعالیٰ کو سپرد کر دیا جائے کہ اس نے جس طرح اپنی ذات کو موقوف فرمایا ہمارا اسی طرح ایمان ہے۔ یہی سلامتی کا طریقہ اور دین صحیح ہے۔ اسی پر صحابہ کرام اور اسلاف صالحین رضی اللہ عنہم تھے اور راسخوا فی العلم کا انتہا بھی اسی پر ہے اور عقلاء محققین بھی یہی فرماتے ہیں اور ان کا آخری فیصلہ یہی تھا اور جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے وہ اسی عقیدہ پر زندگی بسر کرے۔ اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو تو بیڑا پار ہے) اور جو اپنے دین وایمان کی بنیاد نظر و اجتہاد اور عقل پر کھڑی کرنا چاہتا ہے تو وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان امور میں تابعدار نہیں جو وہ مطلقاً ہمارے ہاں لائے کیونکہ اسی نے دین میں اپنی نظر و فکر اور تاویل کو دخیل بنایا ہے اور اپنی رائے و عقل پر بھروسہ کیا۔ یہی وہ وصیت ہے اسے لازم پکڑو اگر سلامتی چاہتے ہو۔ اگر کوئی اس کے سوا کوئی ارادہ رکھتا ہے تو اسے اس قسم کے سوال نجات نہ دیں گے بلکہ اس کے انجام بد کا خطرہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر اپنی رائے کو قطعی سمجھنا محال ہے کیونکہ ہم نے عقلاء کے دلائل ذات باری تعالیٰ میں مختلف پائے ہیں مثلاً جو معتزلی کہتا ہے کہ وہ اشعری کے خلاف ہے اور جو اشعری کہتا ہے وہ معتزلی کے خلاف ہے اور وہ دونوں گروہ عقلاء کے خلاف ہیں ایسے ہی برعکس طرفہ یہ کہ ہر گروہ اپنے مخالف کو جاہل گردانتا ہے بلکہ کفر بازی تک پہنچتا ہے۔ اس سے ہم نے سمجھ لیا کہ اختلاف نظر اور دلیل صحیح سے بے خبری کا نتیجہ ہے وہ سب ایسے ہیں یا بعض (واللہ تعالیٰ اعلم) ہاں انبیاء علیہم السلام وہ قدسی گروہ ہے جن کے دو بھی ذات باری تعالیٰ کے متعلق کوئی اختلاف نہیں سب کے سب ایک ہی باب کے داعی ہیں ہاں فروعی (مسائل واعمال) میں اختلاف تھا تو بھی بحکم الٰہی تھا اور وہ غیر مضر ہے کیونکہ ضرر رساں اُصولی اختلافات ہیں۔ اگر ان کا کوئی اختلاف ہوتا تو وہ کبھی ایک کلمہ پر متفق نہ ہوتے اور نہ ہی ان کی دعوت لا الٰہ الا اللّٰہ" صحیح ہوتی۔ کیونکہ اصولی اختلاف ہوتا تو ایک پیغمبر کسی معبود کی دعوت دیتا تو دوسرا کسی اور کی (معاذاللہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا والٰھکم الٰہ واحد "تمہارا معبود ایک ہے اور یہ حکم جملہ گروہان اولاد آدم کے لیے ہے اور یہ خطاب آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سب کو ہے (یہ تمام تنوین

الملل والنحل سے حضرت شیخ صدرالدین قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ معمولہ" وصیۃ الطالبین" وعظۃ الراغبین
میں نقل فرمایا۔

سُورۃ الحشر کی آخری آیات کے خواص و فضائل و برکات

جان اے جان من۔ ان اسماء مذکورہ کی شرافت و بزرگی جو احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسم اعظم کا سوال کیا تو فرمایا وہ سورۃ الحشر کے آخری آیات میں ہے۔

(۲) عین المعانی میں ہے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبریل علیہ السلام سے اسم اعظم کا پوچھا تو فرمایا آپ سورۃ الحشر کی آخری آیات کو لازم پکڑیں اور انہیں بکثرت پڑھا کریں۔ میں نے دوبارہ پوچھا تو پھر بھی اُنھوں نے یہی فرمایا۔

(۳) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ہر صبح کو یہی آخری تین آیات پڑھے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتہ مقرر فرمائے گا جو اس پر رحمت کی دعائیں کرتے رہیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ شام تک اس کی نگرانی کرتے رہیں گے اگر وہ اسی دن فوت ہو گیا تو شہید ہو کر مرے گا اور جو انہیں شام کے وقت پڑھے گا تو وہی مرتبہ حاصل ہوگا جو اُوپر مذکور ہوا۔ (رواہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ) لیکن اس کے ساتھ استعاذہ کا اضافہ بھی ہو (جیسے اسی تفسیر میں اس کی تفصیل گزری ہے) واللہ اعلم۔

فائدہ:۔ آخر سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ کے جلال قدرت وعظمت وربوبیت کے اقرار کی طرف اشارہ ہے پہلے میں عجب سے تخلیہ دوسرے میں ایمان بالحق سے تجلیہ (سنورنا) ہے اور دونوں سے مستحق ہو گی اللہ تعالیٰ کے فرمان کی منزل الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ وہ لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار ہیں۔ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ۔ ان کے لیے حیوٰۃ دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔ اور ان پر یہی مرتب ہوگا ارشاد الٰہی: الذین یحملون الذین ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویؤمنون بہ ویستغفرون الذین اٰمنوا۔ (الآیۃ) وہ لوگ جو عرش کے حامل ہیں اور جو ان کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ حمد کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے استغفار کرتے ہیں (تفسیر الفاتحہ للفنازی رحمۃ اللہ علیہ)۔

(۵) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سورۃ الحشر کے آخری آیات رات یا دن کو پڑھے اور وہ اسی دن یا رات کو فوت ہو جائے تو وہ جنت کا مستحق (حقدار) ہے۔

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورۃ الحشر پڑھے جنت و دوزخ۔ عرش۔ کرسی۔ حجاب سات آسمان۔ ساتوں زمینیں۔ ہوام (زہریلے کیڑے وغیرہ) پرندے۔ ہوا۔ درخت۔ جانور۔ پہاڑ۔ سورج۔ ملائکہ سب اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اگر وہ اسی دن یا رات کو مرگیا تو شہید ہو کر مرا۔ (کشف الاسرار)

فائدہ: مات شہیدًا (شہید ہو کر مرا) کا مطلب یہ ہے کہ اسے شہید جیسا اجر و ثواب ہوگا اور شہادت کے کئی مرتبے ہیں جس کی تفصیل گزری ہے۔

فراغت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ: سورۃ الحشر کی تفسیر رجب المرجب کے اواخر میں ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔

فقیر اویسی غفرلہٗ نے سورۃ الحشر کی تفسیر کے ترجمہ سے بفضلہٖ تعالیٰ و توفیقہ یکم ربیع الاول شریف ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۸ء بروز جمعرات سوا گیارہ بجے فراغت پائی وصلی اللہ علیٰ حبیبہٖ الکریم الامین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ و اولیاء اُمتہٖ وعلماء ملتہٖ اجمعین۔

انا الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ۔ بہاولپور۔ پاکستان۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحَنَةِ

آیاتہا ١٣	(نمبر ٦٠) سُوْرَةُ الْمُمْتَحَنَةِ مَدَنِيَّةٌ (عدد نزول ٩١)	رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ
اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ
مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
رَبِّكُمْ ۗ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ
مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ
اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۗ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ
سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً

وَيَبْسُطُوٓا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوٓءِ وَ
وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَآ
أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ
إِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا
مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى
تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ إِلَّا قَوْلَ إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ
لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْءٍ ۗ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ
إِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ
وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ
الْحَمِيْدُ ۝

ترجمہ:- یہ سورۃ مدنیہ ہے اس میں ۲ رکوع ۱۳ آیات ۳۴۸ کلمے اور ۱۵۱۰ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو

دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمھارے پاس آیا۔ گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمھیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انھیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بیشک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔ اگر تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہوں گے اور تمھاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔ ہرگز کام نہ آئیں گے تمھیں تمھارے رشتے اور نہ تمھاری اولاد قیامت کے دن تمھیں ان سے الگ کر دے گا اور اللہ تمھارے کام دیکھ رہا ہے بے شک تمھارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے ساتھ والوں میں جب اُنھوں نے اپنی قوم سے کہا بیشک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنھیں اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ ہم تمھارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مگر ابراھیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں ضرور تیری مغفرت چاہوں گا اور میں اللہ کے سامنے تیرے کسی نفع کا مالک نہیں۔ اے ہمارے رب ہم نے تجھی پر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش میں نہ ڈال اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب بیشک تو ہی عزت و حکمت والا ہے۔ بیشک تمھارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی اسے جو اللہ اور پچھلے دن کا امیدوار ہو اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

سورۃ الممتحنہ کی وجہ تسمیہ: شاید ممتحنہ اس سورۃ کا نام اس آیت سے ماخوذ ہے جو اسی سورۃ میں ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ. اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ. (اے ایمان والو جب تمھارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ تعالیٰ ان کا حال بہتر جانتا ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو امتحان کا حکم فرمایا ہے تو وہ ممتحن (بکسر الحاء) (مجازًا) ہیں۔ یہ مبالغہ کے طور ہے۔ اسی لیے سورۃ انہی کی طرف منسوب ہوئی اور اس کا نام سورۃ ممتحنہ اسی طرح سے ہے جیسے سورۃ الفاتحہ۔ بعض نے کہا کہ سورۃ کی اضافت الفاتحہ کی طرف اضافت العام الی الخاص کے قبیل سے ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ وہ اضافۃ المسمی الی اسمہ کے قبیل سے ہو جیسے کتاب الکشاف وغیرہ کیونکہ فاتحہ سورۃ الفاتحہ کے اسماء سے ایک اسم ہے اسی پر سورۃ الممتحنہ کا قیاس ہے۔ یہ بھی ہے کہ اس سے جماعت ممتحنہ مراد ہو یعنی وہ عورتیں جن کے امتحان

سکے لیے حکم ہوا اس کی تائید اس قرأۃ سے ہے جس میں بفتح الحاء پڑھا گیا ہے اس سے وہ عورتیں مراد ہیں جن کا امتحان ہوا۔ اس معنیٰ پر اضافت لام التخصیصیہ ہے یعنی وہ سورۃ جس میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کا امتحان ہوا جیسے سورۃ البقرہ (وہ سورۃ کہ جس میں بقرہ کا ذکر ہے) وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میم مصدر یہ ہو بمعنی الامتحان جیسا کہ مشہور ہے کہ مصدر میمی اور اسمائے مفعول اور ظرف زمان و مکان از ثلاثی مزید فیہ سب کے سب ایک وزن پر آئے ہیں۔ اب معنیٰ ہوا سورۃ الامتحان جیسے سورۃ الاسراء وغیرہ وغیرہ۔

تفسیر عالمانہ: یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔ اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

شانِ نزول: یہ سورۃ حاطب بن بلتعہ العبسی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ حاطب (بالحاء المہملہ) کشف الاسرار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے۔ دراصل آپ ازدی ہیں وہ یمن کا ایک قبیلہ ہے انھیں عبید اللہ بن حمید بن زہیر نے آزاد کیا یہ وہ ہے جسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر شریف میں قتل کیا اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ طعام بیچتے تھے اور آپ کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا آپ کی نماز جنازہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ مہاجرین میں سے تھے۔ غزوہ بدر شریف بھی حاضر ہوئے اور بیعت الرضوان میں بھی تھے۔

مسئلہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے عام حکم بیان فرمایا ہے۔ العدو بروزن مفعول علا سے ہے جیسے عَفُوٌّ از عَفَا چونکہ یہ مصدر کے وزن پر ہے اس لیے اس کا اطلاق جمع پر بھی آتا ہے یہاں پر عَدُو سے کفار قریش مراد ہیں۔

واقعہ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ: یہ واقعہ ۸ھ میں ہوا جب آپ فتح مکہ کی تیاری میں مصروف تھے۔ واقعہ یوں ہوا کہ بنی ہاشم کے خاندان کی ایک مغنیہ باندی سارہ مدینہ طیبہ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی جبکہ حضور فتح مکہ کا سامان فرما رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تو مسلمان ہو کر آئی اس نے کہا نہیں فرمایا کیا ہجرت کر کے آئی۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا پھر کیوں آئی۔ اس نے کہا محتاجی سے تنگ ہو کر بنی عبد المطلب نے اس کی امداد کی۔ کپڑے بنائے۔ سامان دیا۔ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ اس سے ملے انہوں نے اس کو دس دینار دیئے۔ ایک چادر دی اور ایک خط اہل مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہو سکے کرو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس کی خبر دی۔ حضور

نے اپنے چند اصحاب کو جن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے گھوڑوں پر روانہ کیا اور فرمایا مقام روضہ خاخ پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے وہ خط اس سے لے لو اور اس کو چھوڑ دو اگر انکار کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔ یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس سے خط مانگا وہ انکار کر گئی اور قسم کھا گئی۔ صحابہ نے واپسی کا قصد کیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقسم فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر خلاف ہو ہی نہیں سکتی اور تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا یا خط نکال یا گردن رکھ۔ جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادہ قتل ہیں تو اپنے جوڑے سے خط نکالا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا اے حاطب اس کا کیا باعث ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جب سے اسلام لایا کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے حضور کی نیازمندی میسر آئی کبھی حضور کی خیانت نہ کی اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی ان کی محبت نہ آئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا اور ان کی قوم سے نہ تھا میرے سوا اور جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں۔ مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا اس لیے میں نے یہ چاہا کہ میں اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے میرا خط انہیں بچا نہ سکے گا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا یہ عذر قبول فرما لیا اور ان کی تصدیق کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ خبردار ہے جب ہی اس نے اہل بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو جاری ہو گئے اور یہ آیت نازل ہوئی [1]

---

[1] - فنع ائلہ :۔ فقیر یہاں پر چند فوائد لکھتا ہے جو چند اسی روح البیان سے ہیں کچھ فقیر کے اضافے ہیں :۔

(۱)۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے خط کے الفاظ یوں تھے : فی توجہ الیکم فی جیش کاللیل۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری طرف ایسا لشکر لا رہے ہیں جو رات کی طرح (سیاہ) ہے یعنی بہت بڑا لشکر۔

(۲)۔ یہ سارہ مغنیہ بنی عبدالمطلب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔

فائدہ: یہ قصہ میں اشارہ ہے جاسوسوں کے ستر کی ہتک جائز ہے بلکہ تمام مفسدین کے ستر کی ہتک میں کوئی حرج نہیں۔ جب اس میں مصلحت ہو یا اس ستر فساد کا موجب ہے۔

حاشیہ بقیہ صـ ۲۲۵

(۳) جب اس سارہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عطیہ طلب کیا تو آپ نے اسے فرمایا ما فعلت بعطیاتك من شبان قریش جو تجھے قریش کے نوجوانوں نے عطیات دیئے وہ کہاں گئے۔" یہ اسے غزوہ بدر میں جنگیوں کو ابھارنے کے انعامات ملے تھے ان کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا۔

(۴)۔ جو اصحاب کرام سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھیجے گئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۔ حضرت ابو مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵) خاخ (بالمجمتین غیر منصرف و منصرف دونوں طرح ہے) یہ مقام حرمین طیبین کے درمیان میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نشان دہی سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) آپ کے آگے کوئی حجابات نہیں وہ دور و نزدیک کی ہر شے کو برابر طور پر دیکھتے ہیں اسے ہم حاضر و ناظر سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہاں جب مسائل و احکام مرتب فرماتے ہیں تو پھر عام حیثیت سے۔ قرب و بعد کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے اس کی تفصیل فقیر کی کتاب "تسکین الخواطر فی تحقیق الحاظر و الناظر میں ہے۔

(۲)۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آپ سے کوئی بات مخفی نہیں جیسا کہ حضرت بلتعہ رضی اللہ عنہ کے خط کا معلوم ہو جانا اور سارہ کا لے جانا اور ایسی جگہ چھپانا جو کسی کو معلوم نہ ہو سکے اس کے عذر کو پہلے بھانپ لیا اسی لیے اس سے خط لازمی چھیننے کی تاکید فرمائی۔

(۶) مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد عام امن کا اعلان فرما دیا سوائے چار اشخاص کے کہ وہ جہاں ملیں انہیں قتل کر دیا جائے ان میں ایک یہی سارہ تھی۔

(۷) حضرت بلتعہ رضی اللہ عنہ کو جب خط کا استفسار کیا گیا تو عرض کی ما کفرت و منذ اسلمت و لا غششتك منذ نصحتك۔ جب سے مسلمان ہوا ہوں نہ میں نے کفر کیا اور نہ میں نے آپ کی تصدیق نبوت میں کوتاہی کی۔ الغش ترک النصح اور النصح بمعنی تصدیق بہ نبوت و رسالت اور آپ کے اوامر و نواہی کو تسلیم خم کر کے ماننا۔

مسئلہ:۔ بیشک جو امر ممنوع کا ارتکاب کر کے محتمل تاویل کا دعویٰ کرے تو اس کا عذر قابل قبول ہے کیونکہ بہترین لوگوں کے نزدیک عذر مقبول ہے۔

حکایت:۔ مروی ہے کہ جب حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاایہا الذین آمنوا کا خطاب سنا تو خوشی سے بیہوش ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان سے مخاطب فرمایا ہے کہ باوجودیکہ خط لکھ کر غلطی کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان سے خارج نہیں کیا اور وہ اپنے عقیدۂ اسلام پر مضبوط ہیں۔ اور عدو کہہ بھی ان کے اخلاص کی دلیل ہے کیونکہ کافر منافق کا دشمن نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس کا مخلص ہے۔
(تلقون الیہم بالمودۃ) تم انھیں پہنچاتے ہو دوستی سے۔

حل لغات:۔ المودۃ۔ الود کسی شے کی محبت اور اس کی آرزو اور ہر دونوں معنوں میں مستعمل ہوتی ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ پہنچاتے ہو ان کو خط و کتابت کر کے اسی طرح کے اور دیگر ایسے اسباب جو ان سے محبت کرنے کے اسباب ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ با مفعول میں زائد ہو جیسے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ (ہلاکت میں اپنے ہاتھ نہ ڈالو) یا انھیں اسی محبت کی وجہ سے جو ان کے اور تمھارے درمیان محبت ہے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبریں نہ پہنچاؤ۔ اس معنیٰ پر مفعول محذوف ہوگا بوجہ اس کے معلوم ہونے کے اور با سببیہ ہوگی اور جملہ لا تتخذوا سے حال ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ نہ بناؤ درانحالیکہ تم ڈالنے والے ہو محبت کو ان کی طرف۔

سوال:۔ یاایہا الذین لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء میں ان سے مطلقاً دوستی سے روکا گیا ہے لیکن یہاں اس دوستی کو حال سے مقید کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا حال کی قید نہ ہو تو پھر ان سے دوستی جائز ہے (اس طرح سے دو آیتوں میں تضاد ہوگا)۔

جواب:۔ کفار و مرتدین۔ یہود و نصاریٰ ہندو سب سے دوستی مطلقاً حرام ہے جیسا کہ قواعد شرعیہ سے

حاشیہ بقیہ ص ۲۱۶

(۸) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بیان کی تصدیق فرمانا بتاتا ہے کہ آپ دلوں کے اسرار جانتے ہیں حالانکہ ان کا خط اس کے برعکس ہے۔ اس کی مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب "فیض الغفور فی ما علم ما فی الصدور" میں ہے۔

(۹)۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہر ایسے امر میں "تلوار اٹھا کر گردن اڑا دینے کا نہ صرف یہی درجنوں واقعات ہیں یہ ان کے عشق رسول اور ادب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شواہد ہیں۔ تفصیل کے لیے مشاہدہ ہو فقیر کی کتاب "ادب صحابہ و رسول"

ثابت ہے اور حال کی قید اتفاقی ہے) اسی لیے اس کا مفہوم مطلق کو مقید نہیں کرتا۔

سوال:۔ لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء کیوں فرمایا۔کیونکہ جب وہ دشمن ہیں تو ان سے محبت کیسی کیونکہ محبت وعداوت کا اجتماع تو نہیں ہوسکتا پھر اس کے لیے حکم فرمانے کا کیا معنیٰ۔ان کا اجتماع دائرہ امکان سے خارج نہیں اسی دائرۂ امکان کو روک کر اس کے جواز کا دروازہ کھولا گیا ہے۔

جواب (۱) چونکہ کفار کی دشمنی اہل اسلام سے ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو روکا ہے کہ تم سے ذاتی دشمنی تو انھیں ہے نہیں اگر وہ تمھارے اس ذاتی تعلق سے دوست بننا چاہیں تو بھی انہیں دوست نہ بناؤ۔



جواب (۲) ان سے دوستی کا تعلق اُمور دنیویہ سے تو بھی ہوسکتا ہے اور دوسرے نفسانی اغراض سے بھی۔ (جیسے آج کل ہو رہا ہے کہ گمراہ فرقوں کو گمراہ سمجھنے اور جاننے کے باوجود ان سے یارانہ اور دوستی ہے جیسے ہم صلحکلیت سے تعبیر کرتے ہیں) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس اعتبار کو غیر معتبر قرار دے کر اُن سے یارانہ و دوستی سے روک دیا ہے۔

منطقیانہ جواب:۔ تناقض میں آٹھ وحدات کا ہونا ضروری ہے اگر ان میں ایک بھی نہ ہو تو تناقض لازم نہیں آتا یہاں بھی وہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف عدوی نہیں بلکہ عدوی وعدوکم فرمایا ہے کہ تم ان سے کسی قسم کی دوستی نہ کرو اور نہ ہی وہ مروت و فتوت کے لائق ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں خواہ وہ تمھارے دشمن ہوں یا نہ ہوں تم اللہ تعالیٰ کی دشمنی کی وجہ سے ان سے دوستی نہ کرو۔

وقد کفروا بما جاء کم من الحق (حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمھارے پاس آیا) تلقون کے فاعل سے حال ہے حق سے قرآن یا دین اسلام یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں۔

یخرجون الرسول وایاکم۔ (نکالتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور تمھیں) کفروا سے حال ہے یعنی درانحالیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمھیں مکہ معظمہ سے نکالتے ہیں۔مضارع استحضار صورت کے لیے ہے (ورنہ جملہ ماضی استمراری ہوتا کہ اُنھوں نے ایک عرصہ پہلے انہیں مکہ معظمہ سے نکلنے جانے پر مجبور کیا تھا نہ کہ اب)۔

ان تومنوا باللہ ربکم (اس پر کہ تم اپنے رب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے) اخراج (مکہ معظمہ سے نکالنے) کی تعلیل ہے اس میں تغلیب المخاطب علی الغائب ہے۔غائب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور التفات از تکلم الی الغائب ہے (کہ ان تومنوا الخ کہا جاتا) تاکہ اُلوہیت و ربوبیت پر ایمان کے وجوب

کی اہمیت کی طرف معلوم ہو۔

وان کنتم خرجتم جھادًا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی (اگر تم نکلتے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو) یہ لا تتخذوا کے متعلق ہے۔ گویا کہا گیا ہے کہ میرے دشمنوں سے دوستی نہ کرو اگر تم میرے دوست ہو تو۔ جھادًا وابتغاء مرضاتی کا منصوب ہونا خرجتم کے مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے ہے بمعنی یہ ہوا کہ اگر تم اپنے وطنوں سے نکلے ہو جہاد اور میری رضا جوئی کے لیے تو پھر ان سے دوستی نہ کرو اور نہ ہی ان سے محبت کر کے خبریں پہنچاؤ۔

حل لغات :۔ الجھاد (بالکسر) القتال (جنگ کرنا دشمنوں کے ساتھ) مجاہدہ کی طرح۔ التعریفات میں ہے جہاد بمعنی دین حق کی دعوت دینا۔ المفردات میں ہے الجھاد والمجاہدہ بھی دشمن کی مدافعت میں پوری قوت خرچ کرنا۔ یہ جہاد ظاہرًا کفار کے ساتھ اور معنوی جہاد ہے شیطان سے نفس سے اور یہ ہاتھ سے ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔ المرضاۃ۔ الرضی کی طرح ہے۔ ابتغاء مرضاتی کا جہاد پر عطف دلالت التزامی کے لحاظ سے تصریح ہے کہ جہاد صرف اور صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہو اس میں اور کوئی غرض نہ ہو اور خروج کی نسبت اہل ایمان کی طرف جہاد کی علت بتانے کے لیے ہے۔ ابتغاء الخ بتاتا ہے کہ کفار کا اخراج ان کے خروج کا سبب بنا کہ انہیں اذیت وغیرہ پہنچائی یہ اس کے منافی نہیں کہ ارادۂ جہاد اور ابتغاء اس کے لیے علت نہ ہو۔

تسرون الیھم بالمودۃ (تو ان سے دوستی نہ کرتے ہوئے انہیں دوستی کا خفیہ پیام نہ بھیجو) یہ جملہ مستانفہ ہے عتاب کے طریق پر وارد ہوا۔ سوال کا جواب ہے گویا انہوں نے عرض کی کہ ہم پر عتاب کیوں۔ جواب دیا کہ تم ان سے محبت کا پیام مخفی طور پر بھیجتے ہو۔ با صلہ کی محض تعدیہ کی تاکید کے لیے ہے یا ان سے محبت کرنے کی خبر دینے کے لیے ہے ہاں اسرار (مخفی پیام بھیجنا کی تعدیہ سے۔ باوجودیکہ وہ خود بھی متعدی ہے) انہیں کفار سے دوستی نہ کرنے پر برانگیختہ کرنا ہے کہ جب مخفی طور ان سے محبت کرنا حرام ہے تو پھر کھلم کھلا ان سے دوستی کا دم بھرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے[1]۔

وانا اعلم (حالانکہ میں خوب جانتا ہوں)۔ یہ جملہ حالیہ ہے تسرون سے یعنی میں بہ نسبت تمہارے خوب جانتا ہوں۔

بما اخفیتم وما اعلنتم (جو تم چھپاؤ اور جو تم ظاہر کرو) تمہارا دشمنوں سے محبت کرنا اور پھر

---

[1] لیکن صلح کلی قسم کے لوگ تو ایسی دوستی کو عام دعوت اعلان کرتے ہیں ۱۲ = (اویسی غفرلہٗ)

عذر کرنا وغیرہ وغیرہ کیونکہ اس کے آگے مخفی رکھنا نہ رکھنا برابر ہے۔ پھر کفار سے مخفی طور پر دوستی اور عذر کرنے کا کیا فائدہ۔

ومن یفعلہ منکم ۔ اور تم میں جو ایسا کرے یعنی ان سے رد کی ہوئی دوستی سے دوستی کا دم بھرنا یعنی جو اس کا ارتکاب کرے گا جو اسے روکا گیا کہ تم کفار سے دوستی نہ کرو تو جو ایسا کرتا ہے **فقد ضل سواء السبیل** بیشک وہ سیدھی راہ سے بھٹکا یعنی طریق حق اور صواب سے جو فوز بالسعادۃ الابدیہ تک پہنچانے والا ہے سے بھٹک گیا۔ خلاصہ یہ کہ ایسا شخص راہ راست سے گم ہو گیا۔

فائدہ :۔ یہ اضافۃ الصفۃ الی الموصوف کے قبیل سے ہے۔ ضل متعدی ہے۔ سواء السبیل اس کا مفعول ہے اور یہ بھی ہے کہ ضل فعل لازم اور سواء السبیل اس کا ظرف ہے یعنی وہ منسوب ہے کہ وہ ضل کا مفعول فیہ ہے۔

فائدہ :۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ تمام مضمون حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عتاب میں ہے یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ برگزیدہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیر خواہ اور آپ کے مکمل طور پر تصدیق کرنے والے کیونکہ عتاب محبوبانہ یہی ہے کہ حبیب حبیب سے غصہ کرے۔

حل لغات :۔ العتاب بمعنی کسی پر غضب کا اظہار لیکن مع بقاء المحبت ساتھ ترک کر دینے غضب کے اور یہ حبیب حبیب کے لیے ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ جب عتاب ہی نہ ہو تو محبت کیسی۔ جب تک عتاب رہے محبت کو بقاء ہے[1]

تفسیر صوفیانہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ انسان کے نفس اور خواہشات نفسانی اور شیطان دشمن ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اس کی عبادت سے بغض ہے۔ یہ انسان سے سخت بغض کرتے ہیں جو ان کی شہوات پوری نہ کریں اور ان کی مرادات زیر لائیں اور نفس سے دشمنی کا یہ معنیٰ ہے کہ اسے اس کی مالوفات

---

[1] اس سے وہابیہ دیوبندیہ کے ان جملہ اعتراضات کا جواب ہو گیا کہ بہت سی آیات ہیں بظاہر مضمون عتاب پر دلالت کرتا ہے جیسے عبس و تولی وغیرہ ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ عتاب ہوتا ہی نہیں خواہ مخواہ ان لوگوں نے عوام کو نبوت سے بدظن کرنے کے لیے عتاب عتاب کی رٹ لگائی ہوتی ہے جیسا کہ فقیر نے انہی آیات کی توجیہات (تفسیر اویسی) میں لکھ دی ہیں۔ اگر اسے عتاب مان بھی لیں تو وہ محبوبانہ عتاب ہے جس میں الٹا محبت کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے نبوت دشمنی کا ثبوت دینا ہے تو بجھر کھل کر اسے عتاب مغضوبانہ سے تعبیر کریں۔ (اویسی غفرلہٗ)

لائف والی چیزیں) سے دور اور مجاہدہ کی جیل میں قیدی بنا کر رکھا جائے اور یہی اللہ تعالیٰ سے محبت و بغض کی علامت ہے۔

حدیث شریف: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل الایمان یہ ہے کہ کسی سے محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور بغض ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے۔

فائدہ: حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو اپنے نفس سے پیار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اپنے دشمن سے دوستی کرتا ہے کیونکہ نفس کا کام ہے کہ تم جو اسے حکم کرو گے وہ اس کے خلاف کرے گا اور سیدھی راہ سے روگردانی کرتا ہے اور وہ اپنے دوست اور تابعداروں کو تباہ و برباد کرتا ہے اس میں دیر بھی نہیں کرتا۔

وحیٔ داؤدی: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میری مملکت میں نفس کے سوا اور کوئی دشمن نہیں فلہذا اس سے دشمنی کرتے رہیں۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ تھوڑے سے لشکر سے قیصر و روم سے ملک چھینا جا سکتا ہے لیکن تمام روئے زمین کے اولیاء مل کر ایک نفس کے ایک حیلہ سے نہیں بچ سکتے کیونکہ نفس کے حیلے بسیار (اور خود چوٹی کا مکار)۔

حکایت: حضرت احمد خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نفس کو قسم قسم کے مجاہدات و ریاضات سے ذلیل و خوار کر رکھا تھا۔ ایک دن خوشی سے جہاد پر جانے کی خواہش ظاہر کی میں حیران ہو گیا کہ نفس اور خواہش نیکی (بالخصوص جہاد سب سے بڑی عبادت) میں سمجھ گیا کہ اس میں اس کا میرے ساتھ کوئی دھوکا ہو گا۔ میں نے نفس سے کہا کہ شاید میرے بھوک مارنے پر یہ حیلہ بنایا ہے کہ چلو جہاد پر مجاہدوں اور جہاد میں خوب کھانا پینا ہوتا ہے کیونکہ طاقت ہو گی تو جہاد ہو گا میں نے کہا یہ ہرگز نہ ہو گا میں مسلسل روزے رکھوں گا۔ نفس نے کہا یہ بھی منظور ہے۔ میں نے سمجھا یہ بھی اس کا کوئی دھوکا ہو گا۔ میں نے نفس سے کہا کہ شاید تو نے اسی لیے یہ حیلہ بنایا کہ میں یہاں تجھے آرام نہیں کرنے دیتا تو نے سمجھا کہ یہ سفر کو جائے تھکان سے کہیں تو آرام کرے گا لیکن اے نفس یاد رکھ میں سفر میں اسی طرح بیدار رہوں گا جیسے یہاں ہوں میری شب بیداری اور ادائیگی نماز و نوافل میں کمی نہ ہو گی۔ نفس نے کہا یہ بھی منظور۔ میں تھوڑا غور و فکر میں پڑ گیا کہ نفس کی شرارت کہاں تک مجھے دھوکہ دے گی۔ میں نے نفس سے کہا تیرا خیال ہے کہ یہاں تنہا ہے جہاد پہ جانے سے لوگوں سے خلط ملط ہو گا اس میں کوئی داؤ چلاؤں گا۔ میں نے کہا یہ بھی ہرگز نہ ہو گا جہاد پہ جاؤں گا لیکن تجھے

لوگوں سے دور رکھ کہ ہر طرح کی ذلت وخواری تیرے سر پر رکھوں گا۔ نفس نے کہا مجھے منظور ہے۔ پھر بھی میں حیران تھا کہ یارب نفس کا مکر کہاں تک مجھے پریشان کرے گا۔ اس کے ہر عمل کو منظور کرنے سے میں نے عاجز ہو کر بارگاہ حق میں عرض کی کہ یارب مجھے اس کے مکر و فریب سے آگاہی بخش۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ چاہتا ہے کہ احمد خضرویہ جنگ پہ جائے شہید ہو جائے تو میں اس کی ریاضات و مجاہدات کی سختیوں سے چھوٹ جاؤں کہ یکبارگی تو موت آئے گی لیکن اب تو ہر منٹ موت سے کم نہیں۔ احمد خضرویہ نے نفس سے کہا میں جہاد پہ نہیں جاتا ایسے ہی تجھے ذلیل و خوار رکھوں گا۔

سبق :۔ نفس کی اس مکاری کو دیکھ کر حضرت احمد خضرویہ نے فرمایا سبحان اللہ نفس کیسا مکار پیدا ہوا کہ یہاں منافق ہو کر کیا دھوکہ دیا اور بعد از مرگ ریاکاری سے مار کھلائے گا۔ اسے اسلام نہ اس جہان میں پسند ہے نہ اس جہان میں۔ چنانچہ حضرت خضرویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس دن کے بعد نفس امارہ کو اور زیادہ ریاضات و مجاہدات میں لگا دیا۔

تفسیر صوفیانہ نمبر ۲ :۔ بما اخفیتم یعنی مخفی رکھا تم نے دعوئ انانیت کو۔ وما اعلنتم یعنی تم نے ظاہر کیا عبودیت کو جیسے نفس کا حال ہے اور حضرت ابوالحسین وراق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بما اخفیتم۔ یعنی وہ جو تم نے اندر میں معصیت چھپا رکھی ہے وما اعلنتم اور جو تم نے مخلوق کے سامنے طاعت وعبادت ظاہر کر رکھی ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ ان یثقفوکم (اگر تمہیں پائیں) یعنی تم پر فتحیاب ہو جائیں اور تم کو تابو میں کر لیں۔

حل لغات :۔ الثقف یعنی شے کو مکمل طور پر پا لینا۔ و ثقفت کذا ای۔ ادرکتہ بالبصرہ میں نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا۔ یہ اس لیے بولتے ہیں جن کی نظر تیز ہو کبھی مجازاً صرف ادراک کے لیے بولتے ہیں۔ اگرچہ اس کے ساتھ شقاوت نہ ہو جیسے یہاں ہے۔

یکونوا لکم اعداءً (تو ہوں گے تمہارے دشمن) یعنی وہ جو ان کے دل میں تمہاری دشمنی چھپائے ہوئے ہیں ظاہر کریں گے اور اس پر اپنے امکان مطابق دشمنی کے احکام مرتب کریں گے اس وقت تمہارا اُن کے ساتھ محبت کا اظہار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

و یبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوء۔ اور اپنے ہاتھ اور زبانیں تمہاری طرف دراز کریں گے۔ تاکہ تمہیں تکلیف واذیت پہنچائیں۔ قتل کر کے یا قیدی بنا کر یا گالی دے کر وغیرہ وغیرہ۔

وعدادوداء لو تکفرون۔ اور اُن کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ یعنی وہ تمہارا ارتداد اور اپنے جیسا ہونے کی تمنا رکھتے ہیں جیسے دوسری جگہ پر فرمایا۔ **ولن ترضٰی عنك الیهود والنصارٰی حتٰی تتبع ملتهم**۔ اور تیرے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ تم ان کی ملت کی اتباع نہ کرو۔

فائدہ:۔ یہاں پر کلمہ مصدر یہ ہے اور صیغہ ماضی خبر دیتا ہے کہ تمہارے پانے سے پہلے ان کی آرزو کیسی ہے اس کا عطف ان یبسطوا پر ہے۔

لن تنفعکم ارحامکم۔ ہرگز نفع نہ دیں گے تمھیں تمہارے رشتے۔ ارحام سے رشتہ داریاں مراد ہیں۔

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الرحم دراصل ماں کے پیٹ کی وہ جگہ جہاں بچہ ہوتا ہے اسی سے استعارہ ہے۔ رشتہ داری کے لیے کہ گویا وہ اسی ایک جگہ کے ہیں۔

ولا اولادکم۔ اور نہ تمہاری اولاد وہ جن کے لیے مشرکین سے تم دوستی کا دم بھرتے ہو اور اہل شرک کا قرب چاہتے ہو اور ان کے بچاؤ کے لیے۔ اولاد ولد کی جمع ہے بمعنی مولود نر ہو یا مادہ۔

یوم القیمة۔ قیامت کے دن کہ ان سے کوئی نفع اُٹھا سکو یا ضرر دفع کر سکو۔ یہ **لن تنفعکم** کی طرف ہے اور اس پر وقف ہیں اس کے مابعد نیا جملہ ہے۔

یفصل بینکم۔ فیصلہ کرے گا تمھارے درمیان۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اس میں بیان ہے کہ ارحام و اولاد اس دن کسی قسم کا نفع نہ دیں گے۔ یعنی اس دن فیصلہ کا دن ہوگا جبکہ تمہارے فرار کا موجب ہول اور خوف ہوگا کہ جس سے تم ایک دوسرے سے بھاگو گے جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا۔

یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه۔ (الآیۃ) اس دن کہ مرد اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور جورو اور اولاد سے بھاگے گا۔ تو پھر تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ان کی وجہ سے حقوق اللہ کو چھوڑ رہے ہو جو قیامت میں وہ تم سے بھاگ جائیں گے۔ بعض نے کہا قیامت میں باپ بیٹے کے درمیان اور قریبی رشتہ دار دوسرے سے جدا کیا جائے گا۔ پھر اہل طاعت بہشت میں اور اہلِ معصیت دوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔

واللہ بما تعملون بصیر۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اسی لیے اس کی وہ تمھیں جزا و سزا دے گا اور وہ خبیر سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اسے محسوس کی طرح بنایا گیا گویا آنکھوں کے سامنے ہے ورنہ سب کو معلوم ہے کہ جملہ اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال نامے پیش ہوتے ہیں یا جو اعمال نامے لانے والے ملائکہ اور اُجرت دینے کی خبر اعمال صالحہ کی ترغیب کے لیے ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں نفس اور اس کی صفات کی رُوح اور اس کے اخلاق سے عداوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ نفس ظلمانیہ سفلیہ کثیفہ ہے اور رُوح اور اس کے قوی نورانیہ علویہ لطیفہ ہیں اور ظاہر ہے کہ ظلمت و نور کے ایک دوسرے سے مدافعت ہے کہ ایک کے ہوتے دوسرے کا ہونا محال ہے اسی لیے نفس چاہتا ہے کہ وہ اپنی ظلمانیت سے رُوح پر غلبہ پا جائے یہاں تک کہ مملکت وجود میں صرف اسی کا راج ہو اور اس کے تمام شہروں پر اس کی حکومت ہو اور اس کی زبان درازی بُرائی میں اخلاق مذمومہ کی مدح اور اخلاق محمودہ کی مذمت سے دراز ہوتی ہے یہ جسم اس کا شہر ہے اس میں اشراف بھی ہیں کمینے بھی۔ وہ سب ایک ہی بطن سے ہیں کیونکہ قوائے خیر اور شر روح اور جسم کے ملاپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ نفس اور اس کی صفات کمینے اور قابیل و کنعان کے مشرب پر ہیں (قابیل آدم علیہ السلام کے اور کنعان نوح علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے) اور روح اور اس کے قوی ہابیل وغیرہ کے مشرب پر ہیں اور یہ اشراف ہیں اور درحقیقت یہ ان کے اہل و عیال ہیں اسی لیے قیامت میں ان کی یہ نسبت منقطع ہو جائے گی اس کے بعد رُوح نعمتوں میں اور جسم جہنم میں۔ جب رُوح کو لطف و جمال کی تجلی اور نفس کو قہر و جلال کی تجلی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل کمال و نوال سے بنائے (آمین)۔

تفسیر عالمانہ: قد کانت لکم۔ بیشک اے مومنو! تمہارے لیے اسوۃ حسنۃ اچھی خصلتیں ہیں۔

حل لغات: اسوۃ قدوۃ (بالضم و بالکسر) کی طرح وہ حالت جو انسان کو غیر کی اتباع سے حاصل ہوئی ہو اچھی ہو یا بُری۔ راحت رساں ہو یا ضرر رساں۔ اسی سے ہے بمعنی حُزن۔ دراصل فوت ہونے والی شے کے پیچھے لگنا غم کے ساتھ۔ اب معنیٰ تمہارے لیے ہے خصلت حمیدہ حقیقۃً کہ اس کی اقتداء اور اس کے آثار کی اتباع کی جائے۔ اسوۃ کانت کا اسم لکم اس کی خبر ہے اور حسنۃ اسوۃ کی صفت مقیدہ ہے۔ اس سے عام مراد ہے تو اسوہ محمودہ و مذمومہ ہر دونوں مراد ہوں گی اور صفت کاشفہ مادہ ہوگی اگر عام نہ ہو۔

فی ابراھیم والذین معہ۔ ابراہیم اور وہ جو ان کے ساتھ تھے یعنی آپ کے مومن اصحاب۔ یہ اسوہ کی دوسری صفت ہے۔ یہ اسی محاورہ سے ہے کہ کہا جاتا ہے لی فلان اسوۃ یعنی میری اقتداء فلاں سے ہے۔ یہ باب التجرید سے ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فلاں خود اقتداء ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں مضاف محذوف ہو کہ دراصل لی فی سنتہ وافعالہ واقوالہ۔ میری اقتداء اس کے طریقہ و افعال

داقوال پر ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ والذین معہ سے وہ پیغمبران عظام (علیہم السلام) مراد ہیں جو ان کے زمانہ میں اور آپ کے قریب تھے۔ ابن عطیہ نے کہا یہی قول زیادہ راجح ہے اسی لیے کہ کسی روایت میں نہیں کہ اُس وقت آپ کے مومن اتباع (اصحاب) ہوں۔ جب آپ نمرود کے مقابلہ میں معارضہ میں تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام شام کے علاقہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کے ساتھ بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی خدا تعالیٰ کی پرستش کرنے والا نہیں۔

اذ قالوا۔ جب اُنہوں نے کہا بہ ظرف کان کی خبر اور اس کا معمول ہے یا کان اس کا عامل ہے۔ یہ اس مذہب پر ہے جو کان کی ظرف کا عامل مانتے ہیں یہی اصح ہے۔

لقومھم۔ اپنی قوم کفار سے۔ انا برآء منکم، بیشک ہم تم سے بیزار ہیں بری بجو ظریف کی جمع ہے۔

وما تعبدون من دون اللہ۔ اور ماسوا اللہ سے جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ بتوں سے یہی معنی زیادہ ظاہر ہے۔

فائدہ:۔ پہلے ان سے بیزاری کے اظہار میں مبالغہ ہے پھر ان کے کردار سے یعنی شرک سے کیونکہ پہلی بیزاری اُن کے بتوں سے ہے اور یہی مقصود ہے یعنی ان کی عبادت سے بیزاری ضروری ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے بیزاری یہ ہے کہ وہ ان کے قریب نہ جائیں گے اور نہ ہی ان سے خلط ملط رکھیں گے اور ان کے بتوں سے بیزاری یہ کہ ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور ان کی پرستش تو بجائے ماندا دھر توجہ تک نہ کریں گے اور احتمال بھی ہے کہ ان سے بیزاری کا معنیٰ یہ ہے کہ ان سے رشتہ داری نہ رکھیں گے کیونکہ شرک رشتہ داریاں توڑ دیتا ہے اور دوستیاں ختم کر دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا اسی طرح نہیں کرتے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہ اپنے اب (آزر) اور اس کی قوم سے ان کے کفر کی وجہ سے بیزار ہو گئے۔ اسی طرح آپ کے ساتھی مومن۔

کفرنا بکم۔ ہم نے تمہارے دین سے کفر کیا۔ یہاں مضاف محذوف ہے اور کفر سے بعدم اعتداد اور جحد و انکار مراد ہے کیونکہ دین باطل کوئی شے نہیں اور دین حق اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہی ہے وبدا اور ظاہر ہوا۔

حل لغات:۔ بدا الشئ بدوًا و بداءً بمعنی ظھورًا بینًا اور البادیہ وہ جگہ جو اس میں بیٹھ کی جائے

وہ ظاہر ہو۔ بینینا۔ ہمارے درمیان۔ بدا کی ظرف ہے۔

وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا۔ (اور تمہارے درمیان عداوت وبغض ہمیشہ) یہی طریقہ ہمارا تمہارے ساتھ ہمیشہ ہوگا۔ البغض حب کی نقیض۔ کاشفی نے لکھا کہ ہماری اور تمہاری آپس میں دشمنی ہمیشہ کے لیے ظاہر ہوگئی۔ دل سے بھی اور ہاتھوں سے بھی یعنی ہماری تمہاری ہمیشہ جنگ رہے گی اور یہ دشمنی قائم و دائم ہے۔ حتیٰ۔ یہاں تک کہ۔ یہ بدا کی غایت ہے۔ تؤمنوا باللّٰہ وحدہٗ۔ ایمان لاؤ اللہ واحد لاشریک پر۔ یہاں تک کہ تم شرک کرنا چھوڑ دو۔ پھر یہی دشمنی محبت دوستی سے اور بغض پیار سے اور بیزاری قرب سے اور وحشت الفت سے بدل جائے گی۔ البغض نفس کا اس سے نفرت کرنا جس میں اس کی رغبت نہیں۔ الحب بمعنی نفس کی کشش اس طرف جس میں اس کی رغبت ہے۔

سوال :۔ آیت میں صرف ایمان باللہ کی قید کیوں حالانکہ ایمان بالملائکہ والکتب والرسل وبالیوم الآخر بھی توضروری ہے۔

جواب :۔ صرف اللہ پر ایمان لایا سب کو مکتفی ہوتا ہے اور وحدہٗ کی قید سے اصنام پرستی کا رد ہے۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کی اسوۃ سے خلّت الٰہی اور من دون اللّٰہ سے بیزاری اور تخلق باخلاق اللہ۔ آہ و بکا کرنا۔ اشتیاق حق میں حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اُسوۂ خلیل علیہ السلام سے ظاہر میں اخلاق شریفہ مراد ہیں جیسے سخاوت۔ حسن خلق۔ دکھ میں صبر کے امر پر عمل کرنا اور باطن میں جمیع افعال میں اخلاص اور جملہ اوقات میں اس کی طرف متوجہ ہونا اور ہر شے چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُسوۂ مبارکہ ظاہر میں عبادات نہ بواطن واسرار میں کیونکہ کون ہے جو آپ کے باطنی اخلاق کے اسرار کی طاقت رکھ سکے۔ اسی لیے شب معراج آپ اُمت سے مکان میں جدا ہوئے تھے۔ یعنی لامکان میں تشریف لے گئے تو آپ کو تجلی ذات نصیب ہوئی۔ ؎

سپہدار رسل سرخیل درگاہ
سریر افروز ملک لی مع اللّٰہ

ترجمہ :۔ سپہدار رسل کرام کے اور درگاہِ حق کے سرخیل، ملک لی مع اللہ کے تخت کو سجانے والے۔

الا قول ابراھیم لابیہ :۔ مگر قول ابراہیم علیہ السلام کا اپنے اَب آزر کو استغفرن لک

لے ہم اہلسنت اَب سے مراد چچا لیتے ہیں وہ تھا آزر ورنہ ابراھیم علیہ السلام کے والد کے نام تارخ تھا

اے اَب میں تیرے لیے استغفار کروں گا۔ یہ اُسوہ حسنہ سے استثناء ہے کیونکہ استغفار نبی علیہ السلام کا اپنے اَب کافر کے لیے عقلاً و شرعاً جائز ہے اس لیے کہ یہ اُس وقت سے پہلے ہے جب انہیں واضح ہوا کہ یہ اصحاب الجحیم سے ہے جیسا کہ نص قطعی (آیت قرآنی) میں وارد ہے (یعنی فلما تبین لہ انہ عدو اللہ)

حاشیہ بقیہ ص۲۳۶

اس قول کی تردید صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔ ان کے جوابات آگے ہیں۔

فقیر اویسی غفرلہٗ نے آزر کی تحقیق میں ایک رسالہ "التحقیق الاظہر فی فرق تارخ و آزر" لکھی ہے اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔

موقف اہلسنت:۔ محققین علماء کرام کا مسلک یہ ہے کہ حضور پرنور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و امہات کریمات سیدنا آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ و سیدہ آمنہ تک سب موحد تھے اس میں کوئی کافر نہیں تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ یعنی جو تمھیں دیکھتا ہے جب تم قیام فرماتے ہو اور مومنوں کے اصلاب میں تمھارے دورہ کو۔

احادیث:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے پاک پشتوں میں دورہ کو اور ایک پدر سے دوسرے پدر کی پشت میں منتقل ہونے کو دیکھتا ہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر پیدا فرمایا تو نبوت کا نور آپ کے آباء کرام میں ظاہر تھا۔

فائدہ:۔ یہ تفسیر امام ابو الحسن ماوردی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس سے نقل فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف "مسالک الحنفاء" میں ان سے نقل فرما کر اسے مقررہ رکھا۔

آزر کون ؟:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے ان کے والد کا نام تارخ تھا۔ اور آزر آپ کے چچا کا نام ہے جو کافر تھا۔ یہی مسلک بکثرت نسابین (یعنی وہ لوگ جو شجرہ نسب بیان کرتے ہیں) اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سلف کی ایک جماعت کا بھی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

(۱)۔ "مسالک الحنفاء" میں امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ یہ قول کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا۔

اس میں بھی اس کی اقتدا نہ ہو کیونکہ اُن کی اقتدا ان امور میں ہے جو اقتدا کے لائق ہیں کیونکہ اس سے اعراض کے لیے وعید وارد ہے جیسا کہ اسی کے آخر میں ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید۔ یہ استثناء اسوۃ سے فائدہ دیتا ہے کہ جس کافر سے ایمان کی اُمید ہو اس کے لیے عدم استدعاء الایمان والمغفرۃ نہ ہو لیکن

حاشیہ بقیہ صـ ۲۳۷

(۲) ایک جماعت سلف سے وارد ہوا ابن ابی حاتم نے بسند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ (اذ قال ابراھیم لابیہ آزر) کے بارے میں روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے نام آزر نہ تھا۔ آپ کے باپ کا نام تارخ تھا۔

(۳) اسی میں مجاہد سے ہے لیس آزر ابا ابراھیم۔ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔

(۴) اسی میں ابن جریج سے بسند صحیح بروایت ابن المنذر ہے کہ ابن جریج نے فرمایا لیس آزر بابیہ انما ھو ابراھیم ابن تیرح او تارخ بن شاروح بن ناحور بن نالخ۔

(۵) اسی میں سدی سے بسند صحیح بطریق ابن ابی حاتم مروی ہوا۔ انہ قیل اسم ابی ابراھیم آزر فقال بل اسمہ تارخ یعنی سدی سے کہا گیا ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔

فائدہ:۔ اسی مسلک کی توجیہ باعتبار لغت یوں ہے کہ لفظ اَبْ کا اطلاق چچا پر شائع و ذائع ہے۔

(۶) امام جلال الدین سیوطی نے ایک اثر سے ثابت کر دیا کہ آذر ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہی تھا جس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائے مغفرت فرمائی تھی۔ پھر جب آپ کو اس کا حال روشن ہوا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔ چنانچہ اسی "مسالک الحنفا" میں ہے کہ "اس قول کی تائید اس (اثر) سے ہوتی ہے جو ابن المنذر نے بسند صحیح سلیمان بن صرد سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ جب کافروں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے یہاں تک بوڑھی عورت بھی لکڑی اکٹھا کرتی۔ تو جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ نے حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل فرمایا یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔ پھر جب آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا تو آپ کا چچا بولا کہ ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے بچا لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شرارہ بھیجا جو اس کے پاؤں پہ پڑا تو اسے جلا ڈالا۔ تو اس اثر میں ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صراحت آئی۔

(۷) اور اس میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آپ کے چچا اس زمانے میں ہلاک ہوا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا

استثنار سے جواز کی صورت پیدا ہو گئی اور اس میں کسی عقل مند کو شک نہ ہونا چاہیئے ہاں کوئی اس سے عدم جواز کی بات کرے تو اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

حاشیہ بقیہ صہ ۲۳۸

گیا تھا۔ اور قرآن عظیم نے بتایا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اس کے لیے دعاء مغفرت ترک فرما دی۔ جب انھیں اس کا دشمن خدا ہونا محقق ہوا۔

(۸)۔ اور روایتوں میں آیا ہے کہ اس کا یہ حال ان کو اس وقت کھلا جب وہ مشرک مرا اور انہوں نے اس کے لیے اس کے بعد دعا مغفرت نہ کی۔

(۹) اور اپنے چچا کی موت کے طویل عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کی تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ قرآن میں جس کے کفر اور اس کے لیے دعائے مغفرت سے تبرّی کا ذکر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا ان کے پدر حقیقی نہ تھے۔

تارخ کون ہے؟ تفسیر ابن کثیر میں ضحاک نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے آزر کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا آزر صنم کا نام ہے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔ اور اسی طرح بہت سے علماء نسب کا قول ہے کہ ابراھیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔

(۱۰) تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر علماء کے مقابل تنہا ابن جریر علیہ الرحمۃ وغیرہ کا قول کیونکر لائق تسلیم ہے اور "اتقان" کی عبارت کا جواب خود تصریحات امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ سے ہو گیا۔

(۱۱) پھر خود اس "اتقان" میں ہے کہ ابراھیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا اور قیل کہا گیا کا آزر اور کہا گیا ہے کہ یازر اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ امام جلال الدین سیوطی کے نزدیک راجح و معتمد یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا۔ اسی لیے اسے مقدم کیا اور آزر کو قیل کہہ کر (ضعف سے) تعبیر کیا ہے۔

تنبیہ:۔ قول آزر سے حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کی طرف کفر کی نسبت لازم آتی ہے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباد کرام میں سے ہیں تو یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مظنۂ اذیت ہے اور ان کی اذیت عذاب الیم کی موجب ہے۔ اسی لیے علماء کرام نے ابوین کریمین میں سے کسی ایک کی نسبت یہ کہنے کی ممانعت فرمائی کہ وہ جہنم میں ہیں۔ لہٰذا اس بات سے احتراز

فائدہ:۔ اَب کو چچا پر محمول کرنا عقلاً و نقلاً مخالف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زندہ کو مردے سے پیدا کر سکتا ہے اور اعتبار حسب کا ہے نہ کہ نسب کا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مرد کو علم و اَدب ضروری ہے نہ کہ اصل و نسب۔ ~

ہنر بنمائے اگر داری نہ گوہر
گل از خار است و ابراہیم و آزر

ترجمہ:۔ ہنر دکھا اگر تیرے پاس ہے تو نہ کہ گوہر کیونکہ گل کانٹے سے ہے جیسے ابراھیم علیہ السلام آزر سے

وما املك لك من الله شئ، (اور میں تیرے لیے کسی شے کا مالک نہیں) مستثنیٰ کا تتمہ ہے اور محلاً منصوب ہے کہ لا ستغفرن لك کے فاعل سے حال ہے۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ میں تیرے لیے صرف استغفار کر سکتا ہوں حالانکہ میرے اندر یہ طاقت نہیں کہ میں تیرے سے عذاب دفع کر سکوں۔ اگر تو ایمان نہ لائے ہاں استغفار کر سکتا ہوں۔ اس تقریر پر استثناء کا مورد صرف استغفار ہے نہ اس کی قید جو کہ وہ تو فی نفسہ خصال خیر ہے کیونکہ اس میں اظہار عجز اور اُمور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرتا ہے۔

ذکر فضیلت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس میں نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوئی کہ آپ کی اقتداء کے لیے کسی قسم کا استثناء نہیں چنانچہ فرمایا۔ وما آتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم فانتھوا (جس کا تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمھیں روکیں اس سے رک جاؤ) لیکن ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء میں استثناء ہے اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ ورسولہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا۔ (تمھارے لیے رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوۂ حسنہ ہیں اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرتا ہے (سورۃ الاحزاب) آپ کی اقتداء میں کسی قسم کی قید نہیں۔

حاشیہ بقیہ صـ۲۳۹

ضروری ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اذیت کا سبب ہو۔ خلاصہ یہ کہ یہاں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء کرام کا حال معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب موحد تھے۔ حاشا اللہ ان میں کوئی کافر نہ تھا۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب "ابوین مصطفیٰ" اور "اصل الاصول فی ایمان اصول الرسول" میں ہے۔

حضرت صائب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ؎

ہلاک حسن خداداد او شوم کہ سراپا
چو شعر حافظ شیرازی انتخاب ندارد

ترجمہ: حسن خداداد پہ قربان جاؤں کہ وہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کی طرح انتخاب کا محتاج نہیں وہ سراپا حسن ہی حسن ہے۔

ربنا۔ اے ہمارے پروردگار تمام اُسوۂ حسنہ ابراہیمی اور ان کے ساتھیوں کے اقتدار کے حکم پر۔ علیك توكلنا۔ ہم نے تجھی پر توکل (اعتماد) کیا یعنی مخلوق سے قطع تعلق کر کے صرف تجھ پر اعتماد کیا ہے۔ والیك انبنا۔ اور گناہوں کا اعتراف کر کے طاعت کے لیے تیری طرف رجوع کیا۔ و الیك المصیر اور تیری طرف آخرت میں رجوع ہے۔ اور جار مجرور کی تقدیم۔ توکل۔ انابت اور رجوع کا قصر اللہ تعالیٰ پر ہے۔

سوئے تو کردیم روئے و دل بتو بستیم ؎
ز ہمہ باز آمدیم و باتو نشستیم
ہر چہ نہ پیوند یار بود بریدیم
ہر چہ نہ پیمان دوست بود گسستیم

ترجمہ: تیری طرف ہمارا منہ اور تجھی میں دل باندھا ہے۔ سب سے باز آکر صرف تیرے ساتھ بیٹھے ہیں، جسے یار سے تعلق نہیں ہم نے اس سے قطع تعلق کیا جو دوست سے متعلق نہیں ہم نے اس سے رشتہ توڑ لیا ہے۔

یہ مجاہدہ اور عصا توڑ کر یعنی تمام اُمیدوں کو ختم کر کے جملہ اُمور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے یہی کہا بالخصوص کفار کی مدافعت اور ان کے شرور سے کفایت ہیں۔ چنانچہ اس کی تصریح فرمائی کہ۔ ربنا لا تجعلنا فتنۃ اللذین کفروا۔ (اے ہمارے رب ہمیں کافروں کی آزمائش نہ بنا) کہ ان کو ہم پر مسلط فرمادے پھر وہ ہمیں ایسے فتنے میں مبتلا کریں گے جس کی برداشت کی ہمیں طاقت نہ ہو۔ اس معنیٰ پر فتنہ بمعنی مفعول ہے اور ربنا پہلے ربنا سے بدل ہے۔ ایسے ہی بعد کا ربنا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کا فتنہ نہ بنا کہ ہم پر رزق کی کمی آجائے اور ان کو وافر رزق سے نواز دے اس کے بعد وہ سمجھنے لگیں کہ وہ حق پر ہیں اور ہم (مسلمان) باطل پر (معاذ اللہ)

واغفر لنا۔ اور ہمیں بخش دے وہ جو ہم سے گناہوں کی زیادتی ہوئی۔ ورنہ پھر ظہور عیوب کا سلب اور مھروب کے ابتلاء کا باعث ہوگا۔

ربنا: تکرار مبالغہ کے لیے ہے تاکہ تضرع وزاری میں مبالغہ ہو۔ اس معنیٰ پر سابق مابعد کا اسناد کا وسیلہ ہو گا۔
عزت وحکمت کے اثبات میں لیکن پہلا زیادہ ظاہر ہے اسی طرح سجاوندی کا میلان ہے اس لیے کہ انہوں نے
علامۃ الوقف للجواز ربنا پر رکھی ہے جیسے ان کی اصطلاح ہے کہ وصل وفصل کے جواز کے دونوں اعتبار دل
کیلئے اس قسم کی علامت رکھتے ہیں وہ علامۃ الوقف ہے۔

انک انت العزیز۔ بیشک تو غالب ہے ایسا کہ جو اس کے سامنے عجز ونیاز کرے۔ وہ کسی
طرح ذلیل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر توکل کرنے والے کو مایوسی ہوتی ہے۔
الحکیم۔ حکمت والا ہے وہ کوئی نہیں کرتا جس میں حکمت بلیغ نہ ہو۔

تفسیر صوفیانہ: بعض اہل اشارہ (صوفیہ کرام) نے فرمایا کہ اے ہمارے رب تو اپنے اولیاء کو
اپنے میں فناء کے ساتھ عزت دیتا ہے اور اپنی لطیف حکمت سے انہیں
بقاء کی زندگی بخشتا ہے۔ اس معنیٰ پر فتنہ سے کلمۃ النفس والھویٰ کا غلبہ اور مغفرت سے ہویۃ احدیہ کے
ساتھ آنیات کو اور صفات واحدیہ کے ساتھ تعینات سے چھپانا مراد ہے۔

تفسیر عالمانہ: لقد کان لکم فیھم۔ بیشک تمہارے لیے ان میں ہیں (ابراہیم علیہ السلام
اور ان کے ساتھی۔) اسوۃ حسنۃ۔ اچھے خصال: تکرار مبالغہ کے لیے ہے
تاکہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی) کی اقتداء میں مزید برانگیختگی اور رغبت ہو اور اسے قسم سے
شروع فرمایا۔ اور طیبی نے اسے تخصیص کے بعد تعمیم کا فرمایا ہے اور برہان القرآن میں ہے کہ تکرار
اس لیے ہے کہ پہلے میں اقوال کی طرف دوسرے میں افعال کی طرف اشارہ اور فتح الرحمٰن میں ہے
کہ پہلے اسوہ فی العداوۃ اور دوسرے میں خوف وخشیت کی اقتداء کی طرف اشارہ ہے۔ کشف الاسرار
میں ہے کہ پہلا متعلق ہے ساتھ برأۃ از کفار اور ان کے فعل سے دوسرے میں امر ہے ان کی اقتداء میں
تاکہ وہی ثواب حاصل ہو جو انھیں نصیب ہوا اور آخرت کی طرف اسی طرح باعزت جانا ہو۔ جیسے انھیں نصیب
ہوا۔

لمن کان یرجو اللہ۔ اس کے لیے جو اللہ سے امید رکھتا ہے اسے اس کے ہاں حاضری پر
ایمان ہے۔

والیوم الاخر۔ اور اس کے وقوع کی تصدیق کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور عذاب
آخرت سے ڈرتا ہے کیونکہ خوف ورجاء لازم وملزوم ہیں۔

حل لغات :۔ رجاء وہ گمان جو مسرت کے حصول کا مقتضی ہو۔ المفردات میں ہے الرجاء والطمع معلومہ یا مظنونہ علامت سے محبوب شے کی توقع اور خوف معلومہ یا مظنونہ علامت سے مکروہ شے کی توقع اور بعض تفاسیر میں ہے کہ الرجاء تین طریقوں سے مستعمل ہوتا ہے :۔

(۱)۔ توقع الخیر اسے امل (اُمید خیر) بھی کہتے ہیں۔

(۲) توقع الشر یعنی خوف۔

(۳) توقع مطلقًا۔

پہلا معنیٰ حقیقی ہے دو پچھلے مجازی۔ دوسرے میں شے کا نام لے کر اس کی نقیض مراد لینا اور یہ جائز ہے اور تیسرا از قبیل ذکر الخاص وارادۃ عام ہے اور یہ بکثرت ہے۔ لمن کان الخ لکم سے بدل ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں باخبر کرنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور ضرور ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء کرے گا ان کی اقتداء کبھی ترک کرنا گوارہ نہ کرے گا۔ اور اگر ایمان کی کمی کے باعث نہ اقتداء کرے



گا تو اس کا نتیجہ یوں بیان فرمایا کہ ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید۔ اور جو روگردانی کرے گا تو بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حمد کیا ہوا ہے۔

یہ اس قسم کی وعیدات سے جو کفار جیسوں کو سنائی جاتی ہیں یعنی جو بھی ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے رفقاء سے روگردانی کرے گا بیزاری کا اظہار کرکے کافروں میں سے اور کفار سے دوستی کرے گا تو بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اپنی مخلوق سے اور ان کی دوستی سے اور ان کی اہلِ دین کی مدد سے۔ اور نہ ہی اس کو ان کی عبادت کی حاجت ہے وہ اپنے دین کا خود حامی و ناصر ہے اور دین کے حامیوں کا وہی مددگار کافی ہے اور وہ حمید ہے یعنی اپنی ذات میں حمد کا صرف وہی مستحق ہے۔



حدیث قدسی شریف :۔ صحاح کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو تم مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی مجھے کسی قسم کا نفع دے سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جن ایک پرہیز گار مرد کی طرح ہو جاؤ تو میرے ملک میں اضافہ نہ ہوگا۔ اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جن ایک فاجر و فاسق کے دل کی طرح ہو جاؤ تو میرے ملک کو ذرّہ برابر نقصان نہ پہنچے گا۔ اے میرے بندو اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جن ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں تو ہر انسان کو اس کا بھلے مانگا دوں گا تو بھی میرے ملک میں کمی نہ آئے گی اس کی مثال یوں ہے جیسے سوئی دریا میں ڈال کر نکال لی جائے۔ اے میرے بندو میں تمہارے اعمال تمہارے لیے گن کر محفوظ

رکھ رہا ہوں انہیں پر تمھیں جزا و سزا دوں گا اور پوری جزا و سزا ہو گی جو اپنے ہیں بھلائی پائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے اگر بُرائی پائے تو اپنے آپ کو ملامت کرے۔

فائدہ :۔ اس حدیث شریف میں ضمیر (ھی) قصہ کی ہے یعنی تمھارے اعمال کی جزا میرے ہاں محفوظ ہے صرف تمھارے لیے ہے اور وہ ہیں تمھیں پوری اور مکمل دوں گا۔

فائدہ :۔ الحمید فعیل بمعنی المفعول ہے اور حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے بمعنی فاعل بھی جائز رکھا ہے بمعنی اپنی حمد کرنے والا اور اہل ایمان بندوں کی مدح کرنے والا۔

فائدہ :۔ شارح مشکوٰۃ نے کہا کہ بندے کا حَمِیۡدٌ سے حظ کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کوشش کرے تاکہ ان مقربین کی فہرست میں آجائے جو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں کسی دوسرے کی وہ حمد کرنا جانتے ہی نہیں۔

فائدہ :۔ شیخ ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بندوں کا اللہ کی حمد کا معنیٰ ہے اس کا شکر کرنا لیکن بندے پر لازم ہے کہ وہ منعم کے شہود پر شکر کرے کیونکہ غیبیہ حقیقت شکر منعم کے شہود کی یہ ہے کہ شہود نعمت کا شکر کرے۔

مناجات داؤدی

حضرت داؤد علیہ السلام کی مناجات کے الفاظ یہ تھے کہ میں تیرا شکر کروں جبکہ تیرا شکر کرنا بھی ایک تیری نعمت ہے جو مجھے تو نے عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ اے داؤد (علیہ السلام) اب تو نے میرا شکر کیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ بعض اہل اشارہ (صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے کہ تھے ابراہیم خفی اور اس کے رفقاء یعنی اس کے قوائے روحانیہ مجردہ مواد حسیہ و مثالیہ و عقلیہ ہیں اُسوۂ حسنہ اور یہ تھی انہی سے بیزاری یعنی نفس امارہ اور خواہشات (جن کی اتباع کی جاتی ہے) سے بیزاری جو ابراہیم خفی وغیرہ کی اقتدار کرے گا اور اس پر مداومت کرے گا تو مطلوب محبوب تک پہنچ جائے گا اور جو اس اقتدار سے روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اقتدار سے بے نیاز ہے اور وہ فی ذاتہ حمد کیا ہوا اس کی کوئی حمد کرے یا نہ۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ

مَّوَدَّةً ط وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ لَا يَنْهٰكُمُ

اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ

مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ

يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ

قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا

عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ج وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ

الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ط اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ج

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ط

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ط وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ط

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ط

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا

مَآ اَنْفَقُوْا ط ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ط يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

حَكِيْمٌ ○ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ

فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ

اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّهَا
النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ
بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ
وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ
وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا
قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا
یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝

ترجمہ:۔ قریب ہے کہ اللہ تم میں اور اُن میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے۔ اور اللہ قادر ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔ بے شک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔ اللہ تمھیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمھیں گھروں سے نکالا یا تمھارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستم گار ہیں۔ اے ایمان والو جب تمھارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو۔ اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔ پھر اگر تمھیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انھیں کافروں کو واپس نہ دو۔ نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال۔ اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو۔ جب ان کے مہر انھیں دو اور کافرنوں کے نکاح پر جمے نہ رہو اور مانگ لو جو تمھارا خرچ ہوا اور کافر مانگ لیں جو اُنھوں نے خرچ کیا۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا

دو تو جن کی عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے انھیں اتنا دے دو جو ان کا خرچ ہوا تھا۔ اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے۔ اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اُٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ایمان والو ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر آس توڑ بیٹھے قبر والوں سے۔

تفسیر عالمانہ: عسی اللہ ان یجعل۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کر دے بینکم وبین الذین عادیتم منھم۔ تمہارے اور اُن کے درمیان میں جو تمہارے دشمن ہیں یعنی تمہارے قریبی رشتہ دار مشرکین۔

قاعدہ:۔ عسیٰ اللہ تعالیٰ کے لیے وعدہ پر مستعمل ہوتا ہے جیسے بادشاہوں کی عادت ہے کہ بوقت بعض ضروریات پورے کرنے کے لیے لفظ لعل وعسیٰ بولتے ہیں اس سے محتاج کو کسی قسم کا شبہ وشک نہیں رہتا کہ وہ پورا نہ ہو۔

قاعدہ:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں لعل وعسیٰ بیان فرمایا تاکہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہو نہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی قسم کی کسی سے اُمید ہو ہے یعنی تم اے مسلمانو اُمید رکھو۔ المعاداۃ والعداء بمعنی ایک دوسرے سے دشمنی کرنا۔

مودۃ۔ دوستی کہ دین میں تم ایک دوسرے کے موافق ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جب اہل اسلام میں دین کا تصلب دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ انہیں اپنے آباء وابناء ودیگر رشتہ داروں سے دشمنی ہے بلکہ ان سے بالکل قطع تعلق کر لیا ہے تو ان کے ساتھ مذکورہ بالا وعدہ فرمایا تاکہ ان کا دل خوش ہو جائے اور یہ وعدہ پورا بھی فرمایا کہ مکہ معظمہ فتح ہوا اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریشی رشتہ دار مسلمان بھی ہوئے جیسے ابو سفیان وسہیل بن عمرو اور حکیم بن حزام وحارث بن ہشام اور دیگر عرب بڑے بڑے ستون رضی اللہ عنہم حالانکہ انہیں اسلام سے سخت دشمنی تھی اس کے بعد ان کی مسلمانوں اور اسلام سے بہت زیادہ محبت ہو گئی اور سینے صاف ہو گئے۔ واللہ قدیر اور اللہ قادر ہے یعنی بہت بڑی قدرت والا ہے وہ قلوب اور احوال کو بدلنے اور اسباب مودت کو آسان کرنے کی بھی قدرت ہے۔

واللہ غفور رحیم اور اللہ غفور رحیم ہے وہ جو مشرکین سے مسلمان ہوئے ان کے گناہ بھی بخشتا

ہے اور ان پر رحم فرماتا ہے کہ ان کے اقارب سے دشمنی کو دوستی سے تبدیل فرماتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے مسلمانو جو اس سے پہلے تم سے ان کے ساتھ محبت کے اظہار سے کمی ہوئی ہے اسے بخشنے والا ہے اور وہ بھی بخش دیا جو تمہارے دل میں اُن کی رشتہ داری کا میلان ہے۔

فائدہ :۔ حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے بندوں سے کامل طور بغض نہ کرو کیونکہ میں اس پر قادر ہوں کہ تمہارے بغض کو محبت سے تبدیل کردوں جیسے مجھے قدرت ہے کہ حیات پر موت طاری کردوں۔ پھر موت کے بعد قبور سے میدان حشر میں اٹھاؤں۔

حدیث شریف میں ہے جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خالد بن الولید اور عکرمہ بن ابی جہل دیکھ کر پڑھتے تھے:

یخرج الحی من المیّت ۔ مردوں سے زندہ نکالتا ہے

کیونکہ یہ دونوں برگزیدہ صحابہ سے تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) لیکن ان کے باپ نہ صرف کافر تھے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن تھے۔

عجیب نکتہ :۔ بعض لوگ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے اور ان کے والد ابوجہل کو اس کے گزشتہ کرتوت کی وجہ سے عکرمہ اور ابوجہل کو گالی دیتے تھے یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات

زندوں کو مردوں کی وجہ سے گالی نہ دو اور نہ ہی انہیں ایذا دو

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دشمنی کو محبت سے تبدیل کر دیا اسی لیے کہ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

حدیث شریف میں ہے جو اپنے بھائی مسلمان کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن اس کے دل میں اس کے متعلق کوئی معمولی طور کینہ اور بغض نہیں تو آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

فائدہ :۔ سقراط نے کہا محبت والوں کی تعریف ملاقاتی کو سناؤ اس لیے کہ محبت کا اصل دوسرے کی تعریف ہے جیسے دشمنی کا اصل بُرائی بیان کرنا ہے۔

فائدہ :۔ وہی فرماتا ہے کہ تم کامل نہیں ہوسکتے جب تک تیری بُرائی سے لوگ محفوظ نہ ہوں بلکہ خود دشمن بھی تیری برائی سے محفوظ و مطمئن ہو۔ پھر تجھے کاملیت کیسے نصیب ہو جب تیری بُرائی سے تیرے دوست محفوظ

وما مون نہیں۔

دُعائے داودی

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا یہ تھی:۔

اللّٰھم انی اعوذ بك من مال یکون علیّ فتنة ومن ولد یکون علیّ ربا ومن حلیلة تقرب المشیب واعوذ بك من جار ترانی عیناہ وترعانی اذناہ ان رای خیرا دفنه وان سمع شرا طار به۔

ترجمہ:۔ اے اللہ میں اس مال سے پناہ مانگتا ہوں جس میں فتنہ ہو اور اس اولاد سے جو مجھ پر غالب ہو اور اس عورت سے جو بوڑھا بنادے اور اس ہمسایہ سے جو ہر وقت مجھ پر بری نگاہ رکھے اور میری تکلیف پر اس کے کان خوش ہوں اگر میری بھلائی دیکھے تو چھپائے برائی دیکھے تو اسے عام کردے۔

فائدہ:۔ زمخشری کی بلاغات سے ہے:۔

محك المودة والاخاء حال الشدة دون الرخاء

ترجمہ:۔ دوستی اور بھائی چارہ کی کسوٹی شدت ہے نہ کہ خوشحالی (یعنی خوشحالی میں ہر کوئی دوست ہوتا ہے دکھ درد کے وقت کوئی دوستی کا حق ادا کرے تو)۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

وفا مجوز کس ور سخن نمی شنوی
بہرزہ طالب سیمرغ وکیمیا می باش

ترجمہ:۔ کسی شخص سے وفا، تلاش نہ کر اگر تو میری بات نہیں سنتا تو جا بیوقوف سیمرغ اور کیمیا کا طالب ہو جا۔

تفسیر عالمانہ:۔ لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ان سے نہیں روکتا جنھوں نے تمھارے ساتھ دین میں لڑائی نہیں کی دین پر یا دین کے حق میں اور اس کے نور کے مٹانے میں۔

ولم یخرجوکم من دیارکم۔ اور انھوں نے تمھیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے بھی احسان و مروت سے نہیں روکتا۔

ان تبروھم (یہ کہ ان سے احسان و مروت کرو) یہ موصول سے بدل الاشتمال ہے کیونکہ ان کے اور احسان و مروت کے ساتھ کلیتہً و جزئیتہً کے بغیر ملابست ہے۔ اس معنیٰ پر ان سے رکاوٹ گفتگو اور حسن

معاشرہ اور مسابالمال سے ہوگی نہ ان کی ذات سے ۔ خلاصہ یہ کہ ان کے ساتھ احسان و مروت کرو۔

وتقسطوا الیھم ۔ اور انصاف ان کو دو بہتر واؤ پر عطف ہے اور تقسطوا افضار کے معنیٰ میں ہے ۔ اسی کی طرح متعدی ہوتا ہے ای تفضوا الیھم بالقسط والعدل ولا تظلموھم ۔ ان کی طرف عدل وانصاف پہنچاؤ ان پر ظلم نہ کرو۔

فائدہ :۔ کفار کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم فرما کر اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے ساتھ عدل وانصاف کی تاکید فرمائی ہے (کشاف) امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ القسط بمعنی نصیب بالعدل جیسے آدھا ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ عدل کرو اور تھوڑا سا حصہ بھیجو طعام وغیرہ کا ۔

ان اللہ یحب المقسطین ۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے انصاف والوں کو یعنی جملہ معاملات میں انصاف کرنے والوں کو۔

شانِ نزول :۔ مروی ہے کہ قتیلہ بروزن فعیلہ (تصغیر) اس دوران مدینہ طیبہ آئی جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کفار قریش مکہ کے درمیان صلح تھی اور وہ قتیلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوئیں اور چند ہدایا و تحائف لائیں بی بی اسماء نے ہدیئے بھی قبول نہ کیے اور اُلٹا بی بی اسماء نے قتیلہ کو گھر سے بھی نکال دیا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اس کے بعد حکم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتیلہ کو حکم فرمایا کہ وہ بی بی اسماء کے گھر جائیں اور بی بی اسماء کو فرمایا کہ اس کے ہدیئے قبول فرمالیں ۔

فائدہ :۔ یہ قتیلہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منکوحہ تھیں جنہیں آپ نے جاہلیت کے دور میں طلاق دے دی تھی ۔

شانِ نزول (۲) :۔ مروی ہے کہ قوم خزاعہ کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو کچھ نہ کہیں گے اور نہ ہی ان کے خلاف دشمنانِ دین کی مدد کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت بھیجی کہ اہل اسلام قوم خزاعہ کو کچھ نہ کہیں ۔

فائدہ :۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ قتل واخراج میں بچوں اور عورتوں کو مستثنیٰ رکھا جائے کہ نہ انہیں قتل کیا جائے اور نہ ہی انہیں گھر سے نکلنے پر مجبور کیا جائے ۔

فائدہ :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ یہ آیت اقتلوا المشرکین حیث وجد تموھم الخ سے منسوخ ہے اور اکثر مفسرین کا مذہب ہے کہ یہ منسوخ نہیں ۔

فائدہ :۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ القسوط بمعنی جور وعدول الحق القسط بالکسر (عدل) اقساط یا پہلے معنیٰ سے

ہے تو اس کا معنیٰ ہے ازالۃ المقسوط کیونکہ ہمزہ سلب کے لیئے بھی آتا ہے جیسے اشکیتہ میں نے اس کی شکایت زائل کی۔ قاعدہ ہے کہ جو ظلم کو زائل کرے تو وہ عدل سے موصوف ہوگا۔ اگر دوسرے معنیٰ سے ہے تو معنیٰ ہوگا کہ وہ صاحب انصاف کا ہوا یعنی ہمزہ صیرورت کا ہے جیسے اورق الشجر بمعنی صار ذو ورق وہ پتوں والا ہو گیا۔

فائدہ:۔ آیت میں عدل کی مدح ہے کیونکہ عدل سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

حدیث شریف:۔ عدل کے فضائل میں ایک حدیث شریف میں ہے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انصاف والے نور کے منبروں پر ہوں گے اور رحمٰن کے دائیں جانب اور اللہ تعالیٰ کی ہر جانب دائیں ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو لوگوں اور اپنے عزیزوں (اہل و عیال) میں انصاف کرتے ہیں:۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؂

شاہ را بہ بود از صد سالہ و زہد
قدر یک ساعت عمرے کہ درو داد کند

ترجمہ:۔ بادشاہ کو صد سالہ زہد و عبادت سے بہتر ہے وہ ایک لمحہ جس میں عدل و انصاف کرے۔

یہی حافظ قدس سرہٗ نے ایک بادشاہ کو خطاب کرکے فرمایا ؂

جوئبار ملک را آب از سر شمشیر تست
خوش درخت عدل بنشان بیخ بد خواہاں بکن

ترجمہ:۔ تیرے ملک کے نہر کا پانی تیری تلوار کا سر ہے۔ اچھا درخت بو اور بدخواہوں کی جڑ ملک سے کاٹ دے۔

انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمھیں ان سے روکتا ہے جنہوں نے تمھارے ساتھ دین کے بارے میں جنگ کی اور دین کے نور کے مٹانے کی کوشش کی۔

واخرجوکم من دیارکم۔ اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا۔ ان سے مکہ معظمہ کے سرکش اور کفار کے سرغنے مراد ہیں۔

وظاھروا علیٰ اخراجکم۔ اور تمھارے نکالنے پہ دوسروں کی مدد کی۔ ان سے باقی کفار مراد ہیں کہ جنہوں نے مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالنے میں دشمنوں کی مدد کی۔

ان تولوھم ۔ (یہ کہ تم ان سے دوستی کرو) یہ موصول سے بدل الاشتمال ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں ان سے دوستی کرنے سے روکتا ہے ۔ التولی بمعنی کسی سے دوستی کرنا ۔

ومن یتولھم ۔ (اور جو ان سے دوستی کرے گا) فاولئک ھم الظالمون ۔ پس وہی ظالم ہیں ۔ ولایۃ (دوستی) کو دشمنی کی جگہ رکھنے کی وجہ سے اور وہ اپنے اُوپر ہی ظلم کرنے والے ہیں کہ خود کو عذاب کے پیش کر دیا اور ایسی دوستی کا حساب بڑا اور ایسی دوستی کا فساد بھی بہت زیادہ ہے اسی لیے تغلیظاً حرف حصر لائے ہیں اور جمع کا صیغہ بتدا میں جمع کے معنیٰ کی وجہ سے ہے ؎

بگسل ز دوستاں دغا باز وحیلہ ساز

یاری طلب کہ طالب نقش بقا بود

ترجمہ :۔ دغا باز اور حیلہ باز دوستوں سے دوستی ختم کر دے دوستی اس کی طلب کر جو نقش بقا کا طالب ہو ۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے بنائے جو باقی کے طالب ہیں نہ کہ فانی کے ۔

فائدہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ دو آیتیں مقابلہ کے امر میں ظاہر ہیں کہ یوں کہا جائے کہ پہلی آیت میں ان تولوھم (ان سے دوستی کرو) جیسے دوسری آیت میں ان سے نفی از دوستی ہے یا برعکس ہے کہ دوسری آیت میں مروت و احسان کی نفی ہے پہلی میں اس کا اثبات ہے جو بھی ہے دلائل عقلی اور شواہد نقلی دلالت کرتے ہیں کہ کافر سے موالات (دوستی) ناجائز ہے مقاتل ہو یا غیر مقاتل بخلاف احسان و مروت کے جہاں کہ غیر مقاتل کے لیے جائز ہے لیکن مقاتل کے لیے بالکل ناجائز ہے جیسے اس سے دوستی ناجائز ہے ۔ جہاں احسان و مروت کو ثابت فرمایا ہے ۔ یہ باب صلہ امر ظاہر ہے کہ احسان و مروت ہونی چاہیئے لیکن اس سے دوستی کی نفی ضمناً ثابت ہے ۔ ایسے ہی مقاتل (کافر) سے موالاۃ (دوستی) کی نفی صراحۃً ہے لیکن احسان و مروت کی نفی ضمناً ہے ۔

نکتہ :۔ مقاتل (کافر) سے دوستی کی نفی ظاہر ہے کہ نہ ہو کیونکہ وہ اسلام و مسلمان کا انتہائی دشمن اور بغض سے بھرپور ہے تو پھر اس سے دوستی کیوں ۔

سوال :۔ احسان و مروت بُرے کے ساتھ احسان و مروت کرنا ابرار کا اخلاق ہے تو یہ کافر (مقاتل) بُرا سہی لیکن اخلاق الابرار کا تقاضا ہے کہ اسی سے احسان و مروت ہونا چاہیئے ۔

جواب :۔ مروت الفت کی مقتضی ہے اور احسان زیادہ گُنگ بناتا ہے اور تلوار کند کرتا ہے اور یہ بات تو مجاہد اور جہاد کے درمیان حائل ہو جائے گی اور اس کے حائل ہونے سے اعلاء کلمۃ اللہ نہ ہو سکے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اعلاء کلمۃ اللہ کا حکم فرمایا ہے ۔

یا ایّھا الذین اٰمنوا۔ اے ایمان والو۔ کافروں کے دونوں فریقوں (مقاتلین و غیر مقاتلین) کے حکم بیان کرنے کے بعد اب ان کا ذکر کرتے ہیں جو ایمان کو ظاہر کریں۔

اذا جاءکم المؤمنات (جب وہ تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں۔ ان کا ایمان معلوم ہو اس کے ظاہری حال سے یا وہ خود اقرار کریں یا وہ ایمان کی طلب میں آئی ہیں اور ایسی عورتوں کو مومن کہنا حرج نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مومن ہیں۔ ایسی عورتوں سے غیر اللہ کے امتحان لینے میں کوئی حرج نہیں۔

مہاجرات۔ ہجرت کر کے کافروں کو چھوڑ کر یہ المؤمنات سے حال ہے۔

فامتحنوھن۔ تو ان سے امتحان لو۔ پورا آزماؤ یہاں تک کہ تمہارا گمان غالب ہو جائے کہ ایمان کے متعلق ان کی زبان کی طرح ان کے قلوب بھی تمہارے موافق ہیں۔

اعجوبہ :۔ مکہ معظمہ وغیرہ میں جب کوئی عورت اپنے شوہر کو ضرر رسانی کا ارادہ کرتی تو کہتی میں عنقریب (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف ہجرت کر جاؤں گی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اُن سے امتحان لینے کا حکم فرمایا اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا امتحان لیتے تو کلمات ذیل اس عورت سے کہلواتے۔

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے شوہر سے بغض کی وجہ سے نہیں نکلی ہاں بغض فی اللہ اور حب فی اللہ (یعنی شوہر سے اللہ کے بغض اور اس کی محبت کی وجہ سے) نکلی ہوں بخدا میں کسی زمین سے روگردانی کر کے اس زمین کی رغبت کی وجہ سے گھر سے نہیں نکلی اور بخدا دنیا طلبی کے لیے نہیں نکلی بخدا کسی مرد کے عشق میں نہیں آئی۔ نہ ہی کسی دوسرے حادثے سے بچ کر آئی ہوں۔ بخدا رغبت اسلام کی وجہ سے اور محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت لے کر آئی ہوں جب اس سے امتحان ہو جاتا اور وہ عورت اس ذات کی قسم سے اعتبار دلاتی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے مرد نے اس پر جو کچھ خرچ کیا اور مہر دی اسے عورت سے واپس کرا دیتے لیکن عورت مرد کو واپس نہ کرتے۔

شانِ نزول :۔ سہیلی نے فرمایا کہ یہ آیت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط (رضی اللہ عنہا) کے متعلق نازل ہوئی یہ بی بی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ ان سے ہی حضرت ابراھیم بن عبد الرحمٰن بن عوف پیدا ہوئے تھے اور یہ بی بی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خیفی (مادری) بہن تھیں یعنی اروی کی لڑکی تھیں۔

مسئلہ :۔ آیت سے ثابت ہوا کہ اپنے موقعہ محل میں اچھا ہے اور نافع ہے اسی لیے شب زفاف (منکوحہ کا پہلی شب شوہر کے پاس گزارنا) عورت کا امتحان لیا جاتا ہے مثلاً اس سے ایمان کا سوال کیا جائے اور سوال ایسے آسان طریقے سے ہو کہ جواب آسانی سے دے سکے یا اس کے جواب کا بھی اشارہ کر دیا جائے ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ اگر وہ کہہ دے کہ ما اعرف (میں ایمان کے متعلق کچھ نہیں جانتی) تو وہ فوراً اسی وقت بائنہ ہو جائے گی ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں
تا سیہ روئی شود درو غش باشد

ترجمہ۔ بہتر ہے کہ تجربہ کی کسوٹی درمیان میں آئے جھوٹا ہو تو اس کی ابھی سے رسوائی ہو جائے۔

اللہ اعلم بایمانھن (اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے) بہ نسبت تمہارے کیونکہ وہ قلوب کے اسرار سے بھی باخبر ہے۔ اسی لیے ان کے امتحان کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ کسی بشر کے لائق ہے کہ وہ اس کا امتحان لے یہ جملہ معترضہ ہے۔

فان علمتموھن۔ پس اگر تم ان کے متعلق امتحان کے بعد معلوم کر لو۔ مؤمنٰت کہ وہ واقعی مومن عورتیں ہیں یعنی اس علم سے معلوم کر لو جس سے تمہیں یقین ہو سکے یعنی حسن غالب سے ان سے قسم لے کر اور ان سے نشانات کے ظہور سے اس کا نام علم اس لیے رکھا تاکہ معلوم ہو کہ ظن غالب اور علامات بھی اس کے قائم مقام ہیں۔ اس معنیٰ پر علمتموھن میں استعارہ تبعیہ ہے۔

ولا ترجعوھن الی الکفار۔ تو پھر انہیں کافروں کو واپس نہ دو۔ یعنی انھیں ان کے کافر شوہروں کو واپس نہ دو۔

حل لغات :۔ الراجع سے ہے بمعنی الرد۔ الرجوع سے نہیں۔ اسی لیے یہ مفعول کی طرف متعدی بنفسہ ہے یعنی کافر شوہروں کو واپس نہ دو) کیونکہ لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن۔ نہ وہ ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ اُن کے لیے ہو سکتے ہیں۔ یہ واپس نہ دینے کی تعلیل ہے یعنی مومن عورت کافر کو نہ دو کیونکہ عورت اسلام سے مشرف ہے اور کافر کے خبث کفر کی وجہ سے اس کے لیے مسلمہ عورت کا نکاح نہیں۔ خلاصہ یہ کہ نہ مومنہ عورتیں کافروں کو حلال ہیں اور نہ کافر مردان مؤمنہ عورتوں کو حلال ہو سکتے ہیں فلہذا ان کے درمیان جدائی کر دی جائے۔

فائدہ :۔ تاکید حرمت کے لیے ہے ورنہ جانب واحد سے حرمت کا بیان کافی تھا یا یہ کہ پہلا زوال نکاح کے لیے ہے دوسرا نکاح جدید کے امتناع کے لیے ہے۔

وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا اور جو انہوں نے خرچ کیا وہ ان کو دو وہ جو انہوں نے خرچ کیا۔ یہ حکم ثانی ہے یعنی مہر وغیرہ جو ان کے شوہروں نے دی تھی اور وہ انھیں واپس کر دو اور یہ بیان کہ مردوں کو ان عورتوں کے مہر وغیرہ لوٹا دو۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ صلح حدیبیہ میں کافروں کے ساتھ شرط منظور کی گئی کہ جو حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوگا وہ کافروں کو واپس کر دیا جائے گا۔

شانِ نزول:۔ صلح حدیبیہ کے بعد بی بی سبیعہ بنت الحارث اسلمیہ مسلمان ہو کر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ابھی حدیبیہ میں تھے اس کا شوہر مسافر مخزومی نے حاضر ہو کر عرض کی کہ میری عورت واپس کر دیں کیونکہ آپ نے معاہدہ میں لکھ دیا ہے کہ جو بھی آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اس پر یہ آیت اتری کہ معاہدہ مردوں کی واپسی کے لیے تھا عورتوں کے لیے نہیں تھا۔ اس کے بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بی بی سبیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مذکورہ بالا طریق سے حلف لے کر اس کے شوہروں کو مہر وغیرہ عطا فرمایا اور بی بی مذکورہ کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔

نکتہ:۔ مردوں کی واپسی کا حکم دیا تو عورتوں کا کیوں نہیں تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ عورتیں کمزور ہوتی ہیں کہ وہ اپنا دفاع نہیں کر سکتیں اور فتنے پر صبر نہیں کر سکتیں۔

مسئلہ:۔ اللباب میں ہے کہ یہ خطاب امام (حاکم وقت) کو ہے کہ وہ جس کا مصرف متعین نہیں تو وہ مال غنیمت سے دے۔

مسئلہ:۔ جو عورت مقیم ہو اور شرک میں مبتلا ہو تو وہ کافروں کو دے دی جائے گی۔

مسئلہ:۔ مردوں کا کتابیہ سے نکاح جائز ہے کیونکہ مرد عورتوں کے افسر ہیں اس کا تسلّط کتابیہ عورت پر ایسے نہ ہوگا جیسے کافر کا مسلمہ پر ہوگا۔

فائدہ:۔ خرچ و مہر وغیرہ کی واپسی کا حکم محض اس لیے ہے تاکہ اہلِ اسلام کو احسان و مروت کے متعلق آگاہی ہو ورنہ یہ مسئلہ مشہور ہے کہ عورت مہر کی مکمل طور مالک ہوتی ہے جب اس کے ساتھ مرد ملے دن یا رات کے کسی حصّہ میں خلوت صحیحہ کا موقعہ مل جائے گا اگرچہ اس سے استمتاع (جماع وغیرہ) کا موقعہ میسر بھی نہ آئے۔

نکتہ:۔ انفاق (مہر وغیرہ کی واپسی) میں اسلام کی جانب ان کی تالیف وامالۂ قلوب مطلوب ہے۔

مسئلہ:۔ آیت سے ثابت ہوا کہ متولی جو بھی ہو (باپ ہو بیٹا ہو وغیرہ وغیرہ) کو چاہیئے کہ وہ مسلمان عورت کافر کے نکاح میں نہ دے ایسے ہی وہ اہلِ بدعت (عقیدہ سیئہ) کو مسلمان عورت نہ بیاہی جائے

جس کی بدعت کفر کی طرف عورت کو کھینچ کرلے جائے (جیسے مرزائیت پرویزیت وہابیت رفض وغیرہ)

مسئلہ :۔ اگر کوئی نکاح غلطی سے ہوگیا ہے تو حاکم پر ضروری ہے کہ وہ نکاح فوراً فسخ کردے اگر ناکح کی بدعت (سیئہ عقیدہ) ظاہر ہو (یعنی شرعی شہادت سے ثابت ہو جائے) یہاں تک کہ وہ تائب ہو (صدق دل سے) پھر اس کے ایمان و نکاح کی تجدید ہو۔

مسئلہ :۔ حضرت شفطی (امام فقہ رحمۃ اللہ تعالیٰ) سے سوال ہوا کہ کیا معتزلی مرد کا سنی عورت سے نکاح صحیح ہے آپ نے فرمایا نہیں (مجمع الفتاویٰ)۔

بد مذاہب سے نکاح و بیاہ کی تحقیق :۔ جس طرح معتزلہ سے اہل سنت کی عورتوں کا نکاح صحیح نہیں ایسے ہی تمام بد مذاہب[1] کا حال ہے کہ جن کے عقائد اہلسنت کے عقائد کے خلاف ہیں اور ان کے عقائد پر کفر لازم ہے یا کم از کم ان کو گمراہی کا فتویٰ صادر ہو چکا ہو اور ایسے مرتد اور گمراہ فرقوں کی ہمارے دور میں بہتات ہے۔

جاہل صوفیہ :۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ ہمیں بہت بڑا خطرہ ان اہل بدعت سے ہے جو صوفیاء میں سے چند جاہلوں نے مل کر یہ عقیدہ گھڑا ہے کہ ان کا شیخ (پیر و مرشد) قطب زماں ہے (جیسے ہمارے دور میں بعض جاہل لوگ اللہ بے عمل پیروں کو قطب زماں اور غوث العصر و دیگر ایسے القاب دیئے جاتے ہیں جس سے خود القاب پناہ مانگتے ہیں) اور اس کی اقتداء ہر مسلمان پر واجب ہے اگرچہ وہ اس کے مریدین سے بھی نہ ہو اگر کوئی اس کی اقتداء نہ کرے تو وہ کافر ہے۔

جاہل صوفیوں کی دلیل :۔ ایسے جاہلوں نے ایک حدیث شریف سے استدلال کیا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اپنے زمانے کے امام کو پہچانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ طریقۂ استدلال یہ کہ حدیث شریف میں امام سے ان کا پیر و مرشد قطب وقت مراد ہے تو اب حدیث شریف کا معنیٰ ہوا کہ جس نے ان کے شیخ (پیر و مرشد)

---

[1] یہ گیارھویں صدی کی بات ہے نامعلوم صاحب تفسیر روح البیان کے دور میں کون سے گمراہ فرقے تھے اور ان کے کیا کیا عقائد تھے۔ ہمارے دور میں پندرھویں / چودھویں صدی میں بھی گمراہ اور مرتد فرقوں کی بہتات ہے ان سب کی تفصیل اور ان کے عقائد اور ان کے اسماء اور ان کی شاخوں کی تحقیق و تشریح فقیر کی کتاب "فرقے ہی فرقے" پڑھیئے۔ اویسی غفرلہٗ

کی قطبیت کو نہ مانا اور اس کی اتباع نہ کی تو اس کا خاتمہ خراب ہوگا۔

جاہل صوفیوں کی تردید: ان جاہل (صوفیوں) نے حدیث شریف سے استدلال کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ امام سے مراد خلیفہ و سلطان ہے اور وہ بھی قریشی۔

اس کا اصل وہ حدیث شریف ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الامام من قریش ومن عداھم تبع لھم

ترجمہ: امام قریش سے ہے اس کے ماسوا باقی اس کے تابع ہیں۔

جیسے حدیث شریف آل عثمان کے ساتھ کیونکہ شریف مکہ ایک ذات ہے اس کی اپنی کوئی قوت نہیں اسی لیے آل عثمان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت بنا کر اس کو واحد الذات بنا دیا گویا **ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین** کا راز یہی حضرات ہیں یعنی اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنی اور اہل ایمان کی مدد سے تمہاری مدد کی (اس اشارہ کو اچھی طرح سمجھ لے)۔

جواب (۲) امام سے اسی زمانہ کے نبی علیہ السلام مراد ہیں اور وہ آخر الزمان نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں بطریقہ اشارہ آپ ہی قطب زمان ہیں۔

جواب (۳) قطبیت عظمیٰ کے چند شرائط ہیں اور یہ ہمارے دور کے مدعی یا ان کے مریدین جھوٹے لوگوں کو قطب بنائے پھرتے ہیں۔ ان شرائط میں ایک بھی نہیں پائی جاتی (بلکہ الٹا پروگرام ہے کہ نہ داڑھی نہ نماز نہ حقوق العباد کی پرواہ۔ نہ حقوق اللہ کی پابندی۔ نہ شرع مطہرہ کی پابندی وغیرہ وغیرہ) اسی لیے ایسے جاہل اور بے عمل پیروں کے لیے قطبیت کیسے ثابت کی جائے۔

جواب (۴) اگر کسی کی قطبیت ثابت ہو تب بھی اس کی صحبت کا حکم خداوندی کہاں (ہاں اگر کسی خوش قسمت کو اس کی قطبیت سے آگاہی ہو جائے تو پھر اس پر عین ضروری ہے کہ ان کی صحبت یک زمانہ صد سالہ طاعت بے ریا سے بہتر سمجھے) کیونکہ یہ معاملہ مبنی بر باطن ہے اور یہ قدرت کا قانون ہے کہ اقطاب سے آگاہی گنتی کے چند افراد کو ہوتی ہے اور وہ خود بھی قطبیت کے اظہار کو خارج از حکمت سمجھ کر اسے مخفی رکھنے کی کوشش فرماتے ہیں۔

ہائے کیا ہوتا جا رہا ہے: ہاں قرب قیامت میں ہر چیز میں تغیر و تبدل آجائے گا۔ ہر سال ہر ماہ میں ہفتہ میں یوم دریوم تغیر و تبدل ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اخیار (برگزیدہ) لوگ اٹھتے چلے جائیں گے اس لیے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی مگر شراتی لوگوں پر۔

حدیث شریف: مرفوع حدیث شریف میں بخدا جو زمانہ آئے گا اس کے بعد والا زمانہ برا ہوگا یہاں تک کہ تم

اپنے رب تعالیٰ سے ملوگے۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا۔

روزے اگر غمے رسدت تنگ دل مباش

رو شکر کن مباد کہ از بدتر شود

ترجمہ:۔ اگر تمہیں کسی دن غم پہنچے تو تنگ دل نہ ہو جا بلکہ شکر کر کہ اس سے بڑھ کر کسی اور سخت مصیبت میں مبتلا نہیں ہوا۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی علیہ السلام جسے بھی مجھ سے پہلے مبعوث فرمایا گیا اس کے حواریین ہوتے تھے اور اصحاب بھی جو ان کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے امر کی اقتدار کرتے بعد والے نااہل آتے تو جو کہتے اس پر عمل نہ کرتے اور وہ کرتے جس کا انھیں امر نہ ہوتا جو ان سے ہاتھ سے جہاد کرتا وہ مومن ہوتا اور جو ان سے زبان سے جہاد کرتا وہ مومن ہوتا اور جو ان سے قلب سے جہاد کرتا وہ مومن ہوتا اس کے ماسوا جو ہوتا اس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان نہ ہوتا (مسلم شریف)

حدیث شریف:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک لوگ چلے جائیں گے اسی طرح ایک ایک ہو کر چلتا جائے گا یہاں تک کہ باقی رذیل لوگ رہ جائیں گے جیسے ردی جو یا ردی کھجور کی طرح بیکار جن کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ پہلا تغیر اُمراء (احکام آفیسر، دنیا دار، زمیندار وغیرہ وغیرہ) میں پھر علماء میں پھر فقراء (پیری مریدی کا دھندا کرنے والے) میں آئے گا (اسی طرح پھر دین کے شعبہ میں کام کرنے والوں میں مثلاً قرّاء۔ حفاظ شعراء۔ نعت خوان۔ أئمہ مساجد۔ مؤذنین۔ مولوی نما۔ نیکی نما وغیرہ وغیرہ)

سبق:۔ ہر گروہ میں اہل ہدیٰ بھی ہوتے ہیں اہل ہویٰ بھی۔ (خواہشات نفسانی کے قیدی) اور اے عزیز تم اہل ہدیٰ میں رہنا یا کم از کم ان کے مشابہ ہونا کیونکہ جو کسی قوم کے مشابہ ہوتا ہے وہ ان میں سے ہوگا جو کسی جماعت میں کثرت کا سبب بنتا ہے وہ انہی میں سے ہوگا۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے تو وہ قیامت میں انہی کے زمرہ میں اُٹھایا جائے گا اور انہی کے ساتھ ہی اس کا حساب ہوگا اگرچہ وہ ان کے اعمال کے مطابق عمل نہ کر سکا[1]

---

[1] اسی لیے ہمیں خوشی ہے کہ ہم بفضلہٖ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے رسل کرام اور ان کے صحابہ عظام اور ان کے اہلبیت

تفسیر عالمانہ:۔ ولا جناح علیکم۔ اور تمہارے اُوپر کوئی گناہ نہیں۔ یہ تیسرا حکم ہے۔

حل لغات:۔ جنحت السفینۃ۔ کشتی مائل ہوئی یعنی ایک دو جانبوں سے ایک طرف مائل ہوئے چونکہ گناہ انسان کو حق سے باطل کی طرف جھکا دیتا ہے اسی لیے اسے جُناح سے تعبیر کیا جاتا ہے پھر ہر گناہ کو جُناح کہا جاتا ہے۔

ان تنکحوھن۔ یہ کہ ان سے نکاح کرو یعنی مہاجرات سے اور ان سے نکاح کرلو اگرچہ دار الحرب میں ان کے شوہر کفار موجود بھی ہوں کیونکہ ان کے اور ان کے شوہروں کے درمیان اسلام حائل ہو گیا ہے۔

اذا اٰتیتموھن اجورھن۔ جب تم انھیں ان کے مہر دو۔ اذا ظرفیہ محضہ ہے یا شرطیہ تو اس کا جواب محذوف ہے جس پر اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے۔

حاشیہ بقیہ صـ ۲۵۸

کرام اور اولیاء اللہ اور محبوبانِ خدا سے محبت کرتے اور ان سے عقیدت اور نسبت کا دم بھرتے ہیں اور اسی کو ہی اپنا سرمایۂ آخرت سمجھتے ہیں کیونکہ ؎

حب درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں لائق لعنت است

ترجمہ:۔ درویشوں (اولیاء) کی محبت بہشت کی کنجی ہے ان کا دشمن لعنت کا مستحق ہے۔

اگرچہ ہمیں ان کی طرح اعمال صالحہ کی دولت نصیب نہیں لیکن ان کی محبت و عقیدت قیامت میں ضرور کام آئے گی۔ یہی مضمون احادیث صحیحہ میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ متی السّاعۃ قیامت کب ہے آپ نے فرمایا ما اَعْدَدْتَ لَھَا تیرے لیے افسوس تو نے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے۔ عرض کی ما اعددت لھا الا انی احب اللہ و رسولہ۔ میں نے کچھ تیار نہیں کیا سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا المرءُ مع من احبّ۔ ہر مرد اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَھُمْ بِھَا

ترجمہ:۔ کہا انس نے نہیں دیکھا میں نے مسلمانوں کو کہ خوشی ہوئی ہو ساتھ کسی چیز کے اسلام لانے کے بعد مانند خوشی ہونے ان کے ساتھ اس کلمہ کے (مشکوٰۃ شریف باب الحب فی اللہ)۔

فائدہ :۔ ان کے مہر ادا کرنے میں آگاہ کرنا ہے کہ جو کچھ ان کے کافر شوہروں کو دیا گیا ہے وہ اس مہر کے قائم مقام نہیں کیونکہ آیت کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ دینا ہے۔ ایک بار ان کے کافر شوہروں کو ایک بار شوہروں کے مہر۔

فائدہ :۔ التیسیر میں ہے کہ ان کے مہور بالالتزام ادا کرو۔ یہاں ادائیگی کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں۔ جیسے حتی یعطوا الجزیۃ عن۔ یہاں تک ادا کریں جزیہ ہاتھ سے یعنی اسے بالالتزام ادا کریں۔

مسئلہ :۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال فرمایا کہ اگر احدالزوجین (زن وشوہر میں سے کوئی ایک) دارالحرب سے مسلمان ہو کر آئے یا ذمی ہو کر اور دوسرا حربی (کافر) رہے تو جدائی (طلاق) واقع ہو جائے گی۔ وہ فرماتے ہیں ایسی عورت پر ہجرت کی وجہ سے عدت نہیں اور نہ ہی ذمیہ مطلقہ پر اور نہ ہی متوفی عنہا الزوج پر اور فرماتے ہیں اس عورت سے نکاح جائز ہے ہاں حاملہ ہو تو بعد وضع

حاشیہ بقیہ صـ۲۵۹

فائدہ :۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی پر غور فرمایئے وہ یہ کہ انہیں اعمال صالحہ پر بھروسہ نہ تھا لیکن حب رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا بہترین سرمایہ محسوس کر کے خوشی منائی۔ دورِ حاضرہ میں بھی سرمایہ الحمد للہ اہلسنت کے پاس ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ ؎

کسی کو بھروسہ ہے طہارت پر عبادت پر
ہمیں تو سہارا ہے محمد کی شفاعت پر (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور یاد رہے سچی محبت صاحبِ کرامت بنا دیتی ہے چنانچہ روض افکار میں ہے کہ ایک عورت حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعظ سننے کے لیے گھر سے باہر نکلی تو اسے راہ میں ایک نوجوان ملا اس نے پوچھا کہاں جاتی ہے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعظ سننے کہا کیا تو اپنے دوست رکھتی ہے عورت بولی بلاشک میں اپنے دل سے دوست رکھتی ہوں۔ کہا تو میں تجھے اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا تا کہ میں تیرا چہرہ دیکھوں۔ عورت نے ایسا ہی کیا اور گھر پہنچ کر خاوند سے یہ قصہ دہرایا خاوند تنور آگ سے بھر کر کہا میں تجھے اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو اس میں آ کر بیٹھو۔ جاناں عورت نے فوراً تنور میں اپنی جان جھونک دی۔ شوہر یہ دیکھ کر سٹپٹایا اور جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں آ کر اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا تو واپس جا اور تنور کھول کر دیکھ خاوند گھر کو واپس آیا تنور کھول کر دیکھتا ہے کہ وہ صحیح سالم موجود ہے (خیر المونس جلد دوم باب مناقب سید الاولین والآخرین صـ۱۰۱)

حمل پر نکاح کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مہر کی ادائیگی کے بعد ہر وجہ سے گناہ کی نفی فرمائی ہے اس میں عدت گزارنے کی کوئی قید نہیں اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایسی عورت پر عدت ہے۔ ہدایہ (کتاب فقہ) میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فرمایا جن کے اعتقاد میں ہو کہ ایسی عورت پر کوئی عدت نہیں ہاں حاملہ کے لیے عدت کا حکم ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ دوسرے کی کھیتی کو اپنا پانی نہ پلائے۔

ولا تمسکوا العصم الکوافر (اور کافرنیوں کے نکاح پر جمے نہ رہو) یہ چوتھا حکم ہے۔

حل لغات :۔ الامساک بمعنی (مضبوطی سے پکڑنا) یہ با سے متعدی ہوتا ہے۔ عصم (عصمۃ) کی جمع ہے بمعنی وہ جسے مضبوط پکڑا جائے جیسے عقد (نکاح) اور سبب وغیرہ اور الکوافر کافر کی جمع ہے کوافر (عورتوں) کے دو گروہ تھے :۔

(۱) ۔ ہجرت نہ کی اور دار الکفر میں کفر پر ثابت رہیں۔

(۲) ۔ ہجرت کے بعد مرتد ہو کر اپنے کفار شوہروں سے جا ملیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تمہارے اور مشرکات عورتوں سے کوئی عصمت (عقد) اور کوئی تعلق زوجیت نہیں ہونا چاہیئے۔

مسئلہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس کی عورت (مثلاً مکہ معظمہ) میں ہو وہ (مثلاً مدینہ والے) کی عورت شمار نہ ہوگی۔ جیسے بعض اہل تفاسیر نے فرمایا۔

فائدہ :۔ یہاں پر عصمت سے مراد نکاح ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جس کی عورت کافرہ مکہ معظمہ میں ہو یا (مدینہ منورہ) سے مرتد ہو کر واپس مکہ معظمہ چلی گئی تو اس عورت کی کوئی عدت نہیں اور نہ ہی یہ مدینہ مکرمہ کے باشی کی عورت شمار ہوگی کیونکہ اختلاف دارین سے نکاح کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ اب اس شخص (مدینہ شریف والے) اس کے سوا چوتھی عورت سے اور اس کی بہن کے ساتھ بغیر انتظار عدت کئے گزارنے نکاح کرنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ کہ تم کو لائق نہیں کہ کافرہ عورتوں کو اپنے پاس رکھو یا ان کو اپنی عورتیں شمار کرو۔

مسئلہ :۔ اس میں اشارہ ہے ان عورتوں کے حکم کی طرف جو دار الکفر میں رہ رہی ہیں اور وہ مسلمان نہیں ہوئیں اور نہ ہی اپنے شوہروں کے مسلمان ہونے اور ہجرت کرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہیں۔ (اب وہ ان مسلمانوں کی عورتیں نہیں)

مسئلہ :۔ حضرت نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس سے وہ مسلمان عورتیں مراد ہیں جو کافرہ ہو کر دار الحرب کو چلی گئی ہیں اس معنیٰ پر ولا تمسکوا الخ یا ایھا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنات الخ کے مقابلہ

میں ہوگا یعنی اذا جاءکم المؤمنات میں ان عورتوں کی طرف اشارہ ہوگا جو مسلمان ہوکر دار الکفر سے ہجرت کرکے دار الاسلام میں آگئی ہیں اور ولا تمسکوا الخ میں ان عورتوں کی طرف اشارہ ہے جو مرتد ہوکر دار الاسلام سے دار الحرب کو چلی گئی ہیں۔ بہرحال ہر دونوں تفسیروں سے ان کے اور ان کے ازواج کے درمیان عقد نکاح منقطع ہوگیا اور اختلاف دارین کی وجہ سے ان کا آپس کا تعلق زوجین وغیرہ ختم شد۔

فائدہ :۔ آیت میں عصمت سے رکاوٹ ہے اور آیت میں عقد نکاح مراد ہے جو کہ وہی باعث ہے ان کے ازواج کو ان کے زوجات سے بنانے سے علی الاطلاق منع کرنے کا۔ اب معنیٰ یہ ہوا وہ عقد جو تمہیں اختلاف دارین پہلے حاصل تھا اب اسے شمار نہ کرو۔

مسئلہ :۔ حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک انکی یہ فرقت عورت یا مرد کے دار الاسلام میں پہنچتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اسے جدید طلاق کا انتظار کرنا نہیں ہوگا۔ سیدتنا بی بی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کرکے تشریف لائیں اور ابو العاص ابھی مکہ معظمہ میں کافر ہوکر رہ رہے۔ لیکن بعد کو وہ مدینہ طیبہ کو ہجرت کرکے آئے اور مسلمان ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی زوجہ مکرمہ سیدتنا بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے سپرد فرمادیں۔

مسئلہ :۔ اگر زن وشوہر اکٹھے مسلمان ہوجائیں یا کتابیہ کا شوہر اسلام قبول کرے تو انہیں اسی نکاح پر بالاتفاق برقرار رکھا جائے گا۔

مسئلہ :۔ اگر عورت مسلمان ہوجائے اگر وہ مدخول بہا (شادی شدہ) ہے اور ہے بھی عدت میں پھر مرد مسلمان ہوگیا تو ان دونوں کا نکاح برقرار رہے گا۔

مسئلہ :۔ اگر عورت غیر مدخول بہا ہے تو زن وشوہر کے درمیان فرقت واقع ہوجائے گی (اگر بعد کو اس کا شوہر مسلمان ہوا ہو) یہ فرقہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فسخ ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے شوہر کو اسلام پیش کیا جائے۔ اگر مسلمان ہوجائے تو یہ عورت (غیر مدخول بہا) اسی کی ہے ورنہ قاضی (حاکم وقت) ان کو آپس میں جدا کردے کیونکہ اس کے شوہر نے اسلام سے انکار کیا ہے اور یہ جدائی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک طلاق ہوگی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فسخ ہوگا اس عورت کو کامل مہر ہے اگر مدخول بہا ہے ورنہ بالاتفاق کوئی مہر نہیں۔

مسئلہ :۔ اگر مسلمان احد الزوجین (زن وشوہر میں کوئی ایک مرتد ہوجائے (معاذ اللہ) تو امام ابوحنیفہ و امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے فرمایا کہ ارتداد کے وقت بلا تاخیر اس کی عورت میں فرقت واقع ہوگئی۔ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ان کے کسی

ایک کا ارتداد (معاذ اللہ) قبل دخول ہے تو یہ نکاح فسخ ہو گیا۔ اگر بعد دخول ہوا تو فرقت واقع ہو گی لیکن عدت گزارنے کے بعد۔

مسئلہ:۔ اگر ان دونوں میں سے مرتد نے عدت میں ارتداد سے رجوع کر کے اسلام قبول کر لیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا ورنہ عدت کے بعد نکاح فسخ ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔ اگر مرتدہ زوجہ ہوئی اور وہ بھی دخول کے بعد تو اسے کل مہر دی جائے گی اور قبل دخول ہوئی تو مہر نہیں دی جائے گی۔

مسئلہ:۔ اگر مرتد زوج ہوا تو عورت مدخول بہا کو کل مہر ملے گی اور غیر مدخول بہا کو نصف مہر ملے گی یہ بالاتفاق ہے (کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں[1]۔)

انتباہ:۔ سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آیت سے ثابت ہوا کہ کسی بھی اہل البدع (بدمذاہب) سے ان کے کسی عقیدہ (و طریقہ) میں موافقت نہ کرو[2]۔

واسئلوا ما انفقتم:۔ اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہوا یہ پانچواں حکم ہے یعنی اے ایمان والو! کافروں سے مانگ لو وہ جو تم نے مہور وغیرہ کا ان عورتوں پر خرچ کیا ہے جو مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی گئی ہیں یعنی وہ عورت جو مرتد ہو کر دارالحرب کو چلی گئی تو ان کی مہر سابق ان کے ان شوہروں سے طلب کرو جن کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔

فائدہ:۔ شاید یہ اہل ایمان کے دل خوش کرنے کے لیے ہے کہ کافر اگر عورتوں کے مہور وغیرہ کے مطالبہ کا حق رکھتے ہیں تو تم بھی ان کے بالمقابل حق رکھتے ہو۔ یہی عدل و انصاف کا تقاضا ہے ورنہ اہل کرم تو ایسے مطالبہ سے مستغنی ہیں۔

ولیسئلوا۔ اور مانگ لیں کفار تم سے ما انفقوا۔ وہ جو انہوں نے خرچ کیے اپنی مہاجرات عورتوں پر مہور وغیرہ یعنی ہر وہ حربی مانگ لے جس کی عورت مسلمان ہو کر دارالاسلام کی طرف ہجرت کر آئی ہے۔ اس مسلمان سے جس سے اس کا نکاح ہوا ہے مہور وغیرہ۔ یعنی جب زوجیت کا تعلق منقطع

---

[1] فتح الرحمٰن ۱۲ = اویسی غفرلہٗ۔

[2] اس میں صلح کلیوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو اس دور جدید میں ہیں کہ ہر کلمہ گو بھائی کو ساتھ لے کر چلو خواہ وہ کتنا ہی گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور گستاخ صحابہ و اہلبیت و اولیاء کرام رضی اللہ عنہم ہے۔ (معاذ اللہ)۔

ہوا مؤمن و کافر کا مؤمنہ و کافرہ عورت سے تو ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ اپنی عورت (مومنہ) کو (یا کافرہ کو) مہر وغیرہ واپس کردے۔

فائدہ:۔ ظاہر آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ولیسئلوا الخ کے حکم کے مطابق کفار بھی احکام شرعیہ کے مخاطب ہیں۔ اس میں اہل ایمان کو بھی ادائیگی مہر کا حکم ہے ان کے لیے یہ حکم مجازاً ہوگا یعنی براہِ راست نہ ہوگا کیونکہ یہ اطلاق الملزوم و ارادہ اللازم کے قبیل سے ہوگا جیسے ولیجدوا فیکم غلظۃ۔ چاہیئے وہ تمہارے حق میں سختی پاتے ہیں۔ یہ لازم ہے اس کو کہ حکم ہوا فلغلظوا علیہم۔ تم ان پر سختی کرو۔ ذلکم۔ وہ جو اس آیت میں احکام مذکور ہوئے۔ حکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم۔ یعنی یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا لازم ہے کہ اس کی رعایت کی جائے اور فرمان الٰہی یحکم بینکم (تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا) جملہ متانفہ ہے حکم کی رعایت اور اس پر عمل کرنے کی تاکید اور برانگیختگی ہے۔

فائدہ:۔ فتح الرحمٰن میں فرمایا کہ یہ حکم لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن سے منسوخ ہے (اگرچہ وہ تلاوت میں پہلے ہے لیکن نزول میں بعد کو ہے اور یہ عام ہے)

واللہ علیم۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ حکیم۔ حکمت والا ہے جیسے اس کی حکمت بالغہ کا تقاضا ہے۔

فائدہ:۔ ابن العربی نے فرمایا کہ یہ حکم اس زمانہ میں مخصوص حادثہ واقعہ سے خاص ہے۔ (عام نہیں)

فائدہ:۔ الزہری نے فرمایا کہ اگر یوم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان صلح اور معاہدہ نہ ہوتا تو عورتوں کو (جو ہجرت کرکے آجائیں) اپنے پاس رکھ لیا جاتا اور ان کی مہر بھی نہ دی جاتی ایسے ہی جو مسلمان عورتیں معاہدہ سے پہلے آگئیں تھیں ان کا بھی یہی حکم تھا۔

شان نزول:۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کافروں سے مسلمان عورتوں کے مہور وغیرہ کا مطالبہ کیا تو مشرکوں (کافروں) نے انکار کردیا کہ وہ مسلمان ہونے والی عورتوں کے مہور وغیرہ ادا کریں بلکہ کہا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ ہم نے تمہارا کوئی حق دینا ہے۔ اگر کچھ دینا ہے تو تم ہی اس کی کوئی وجہ بیان کردو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وان فاتکم۔ اور اگر نکل جائیں۔

حل لغات:۔ فات از فوت شے کے حصول کے بعد انسان سے ایسی نکل جائے کہ اس کا ادراک متعذر ہو اس کا متعدی ہونا الی سے یا سبق یا انقلاب کے معنیٰ کو متضمن ہے جس پر فآتوا الذین ذھبت ازواجھم الخ اٰتوا ان کو جن کی طرف یعنی کفار کی طرف ان کی عورتیں چلی گئی ہیں) دلالت کرتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ سبقت کرگیا اور چلا گیا یعنی نکل گیا تمہارے سے (اچانک اور بغیر تردد و تدبر کے نکل گیا۔ خلاصہ

یہ کہ اگر تمہارے سے اے مومنو! فوت ہو جائے شیئ من ازواجکم الی الکفار۔ کوئی شئے تمہاری ازواج میں کفار کی طرف) کوئی ایک تمہاری ازواج اور دار میں کفار کے ہاں یعنی عورتوں کی مہر میں سے تمہارے ہاں کوئی شے نہ آئے۔ یہ قراۃ اسی طرح ہے اور شئی کا اضافہ اس کی تحقیر اور تعمیم میں اظہار عظمت مطلوب ہے کیونکہ نکرہ سیاق شرط میں ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لیے کہ وہ احد سے زیادہ عام اور اصناف زوجات کے احاطہ کے لیے ظاہر تر ہے یعنی عورتوں کی جو بھی نوع اور صنف ہو عربیہ ہو یا حرہ ہو یا لونڈی وغیرہ وغیرہ یا یہ معنیٰ ہے کہ تم سے عورتوں کی مہور میں سے کوئی شے فوت ہو جائے یعنی مضاف محذوف کرکے تاکہ موصوف وصفت میں تطابق ہو اور زوج سے مراد یہاں عورت ہے۔

شانِ نزول:۔ مروی ہے کہ یہ آیت اُم الحکم بنت ابی سفیان کے متعلق نازل ہوئی جو مرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے چلی گئی تو ایک ثقفی سے نکاح کر لیا اس کے بعد قریش کی کوئی عورت مرتد ہو کر مکہ معظمہ کو واپس نہ گئی اور یہ اُم الحکم بھی قریش کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھی اس کی تفصیل آتی ہے۔

فعاقبتم (تو پھر کافروں کو سزا دو)

حل لغات۔ العقبہ ہے بمعنی نوبت ومعاقبہ بمعنی مناوبت داہل عرب کہتے ہیں۔ عاقب الرجل صاحبہ فی کذا بمعنی اس کا کام اپنے بالمقابل کے فعل کے بعد ہوا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ادا المہر کی تمہاری باری آگئی بایں طور کہ کافر کی عورت ہجرت کرکے مسلمان ہو کر مسلمانوں کے ہاں آگئی تو اب ان پر لازم ہوگا کہ اس عورت کی مہر اس کے کافر زوج کو ادا کریں بعد اس کے کہ مسلمان کی عورت کافروں کی طرف چلی گئی تو مسلمانوں کو لائق ہے کہ وہ مرتدہ عورت کی مہر کا کافروں سے مطالبہ کریں اس سے جس نے اس مرتد عورت سے نکاح کیا۔

فائدہ:۔ جو مسلمان کافروں کو مہر کی ادائیگی کریں گے ایسے ہی کافر مسلمانوں کو مہر کی ادائیگی کریں گے کو باری باری کام کرنے سے تشبیہ دی ہے کہ گویا سوار سواری پر باری باری سوار ہو رہے ہیں یہ تشبیہ صرف ادائیگی اپنی باری کی حیثیت سے ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بار مسلمان مہر ادا کریں تو پھر کافر بھی ادا کریں بلکہ وہی مطلب ہے جو اوپر مذکور ہوا اسی لیے اب یہ حکم عام ہو گیا کہ خواہ مسلمانوں کی باری بار بار آئے یا کافروں کی۔ ایسے ہی کافروں کا یہ فعل پہلے ہو یا بعد کو یا ایک طرف سے بار بار یا ایک بار ایسا فعل ہوا اور دوسری سے طرف ہو یا نہ۔

فاٰتوا الذین ذھبت ازواجھم مثل ما انفقوا۔ پس دو ان کو جن کی عورتیں چلی گئیں مثل اس کے جو انہوں نے خرچ کیا۔ ہجرت کی وجہ سے جس سے تم نے نکاح کیا اور ان کے زوج کافر کو کچھ نہ دو یعنی اگر مسلمان مرد کی عورت کافروں کے پاس چلی گئی اور کافروں نے اس عورت کی مہر نہیں دی

پھر جب کافر کی عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس چلی جائے تو مسلمان پر واجب ہے کہ اس مسلمان کو اس عورت کی مہر دیں اس عورت کی جو کافروں سے ہجرت کر کے مسلمان ہو کر آئی ہے تاکہ اس کو اپنی عورت مرتدہ کا حق مل جائے۔ مسلمانوں کو اب اس مہاجرہ کی مہر کافروں کو نہیں دینی چاہیئے۔

فائدہ:۔ بعض علماء نے لکھا کہ وہ عورتیں جو مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی گئیں کل چھ تھیں:۔

۱۔ اُم الحکم بنت ابی سفیان عیاض بن شداد الفہری کی زوجہ تھی۔

۲۔ فاطمہ بنت اُمیہ حضرت عمر بن الخطاب کی زوجہ تھی یہ اُم سلمہ کی بہن تھی۔

۳۔ بروع بنت عقبہ شماس بن عثمان کی زوجہ تھی۔

۴۔ عبدہ بنت عبد العزی ابن نفسلہ عمرو بن عبدود کی زوجہ تھی۔

۵۔ ہند بنت ابی جہل ہشام بن العاص کی زوجہ تھی۔

۶۔ کلثوم بنت جرول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب عورتوں کی مہور غنیمت سے ادا فرمائیں (الکشاف)

واتقوا اللہ الذی ۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو نہ کہ اس کے غیر سے یعنی بتوں اور طاغوتوں سے نہ ڈرو۔ **انتم بہ مؤمنون** ۔ تم اس پر ایمان لانے والے ہو کیونکہ اس پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ اس سے ڈرنا بھی چاہیئے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ یہ حکم معاہدہ تک محدود رہے جب یہ حکم مرفوع ہوا تو یہ احکام منسوخ ہو گئے۔

مسئلہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ بدلہ والے کو بدلہ دینا چاہیئے اگر خیر ہے تو خیر و بھلائی سے بدلہ دو اگر بُرا ہے تو اس کا بدلہ بُرائی سے دو۔

حکایت:۔ جاہلیت میں دو بھائی تھے سفر کے لیے نکلے تو صفاۃ کے تحت اس درخت کے نیچے اُترے شام کے وقت ایک سانپ صفات کے اندرونی حصے سے نکلا اور ایک دینار ان دونوں کے آگے ڈال دیا۔ دونوں نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی خزانہ ہے وہ دونوں بھائی وہاں تین روز ٹھہرے رہے۔ روزانہ وہ سانپ ایک ایک دینار لایا کرتا تھا۔ ایک بھائی نے کہا کہ ہم کب تک اس سانپ کا انتظار کریں گے اسے قتل کر کے اس خزانہ پر قبضہ کر لیں۔ دوسرے نے کہا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے لیکن وہ نہ مانا جب سانپ باہر نکلا تو اس پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا لیکن سانپ نے وار بچا کر اسی شخص پر حملہ کر کے جان لے لی اور بھاگ کر بل میں گھس گیا۔ دوسرے بھائی نے بھائی کو دفن کر دیا۔ دوسرے دن قبر کے قریب بیٹھا تھا تو وہی سانپ سر پر پٹی باندھ کر نکلا لیکن دینار ساتھ نہ تھا۔

اُس شخص نے سانپ سے کہا تجھے معلوم ہے کہ میں اپنے بھائی کی کارروائی پر راضی نہ تھا بلکہ اسے روکا تھا لیکن وہ نہ مانا اب ہم آپس میں صلح کر لیں کہ میں تجھے کچھ نہ کہوں گا اور آپ مجھے نقصان نہ دیں گے پھر پہلے کی طرح وہی دینار روزانہ دے جایا کریں۔ سانپ نے کہا اب یہ نہ ہو سکے گا کیونکہ تمھیں بھائی کی قبر کسی نہ کسی وقت مجھ پر اُکسا دے گی اور مجھے بھی اپنے سر کی پٹی والا درد کسی نہ کسی وقت بدلہ لینے پر اُبھار دے گا۔

سبق:۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ بدلے کا بدلہ ضرور ہوتا ہے اور اس سے تقویٰ کی شرافت اور بزرگی بھی معلوم ہوئی (ایک بھائی نے خزانے کے لالچ میں سانپ کو مارنے لگا تو خود موت کے گھاٹ اُتر گیا۔ لیکن دوسرے بھائی نے تقویٰ کیا تو سانپ کے حملہ سے محفوظ رہا۔)

مسئلہ:۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر خیر کی بجائے شر نہ رکھے بلکہ اس کا شکر کرے تو مال و عمر میں اضافہ ہو گا جیسے سانپ کے ساتھ ہوا ؎

کرم کن نہ پرخاشی و جنگ آوری
کہ عالم بزیر نگیں آوری
چو کاری بر آید بلطف و خوشی
چہ حاجت بتندی و گردن کشی
نمی ترسی اے گرگھا ناقص خرد
کہ روزے پلنگیت بر ہم درد

ترجمہ:۔ (۱) احسان و کرم کر نہ کہ لڑائی، جنگ کرنا اس طرح سے تمام جہان کو تابعداری میں لائے گا۔
(۲)۔ جب کام لطف و خوشی سے ہو سکتا ہے تو پھر تندی اور گردن کشی کی کیا ضرورت ہے۔
(۳)۔ اے بھیڑیا ناقص عقل تو اس سے نہیں ڈرتا کہ تجھے چیتا پھاڑ کھائے۔

تفسیر عالمانہ:۔ یا ایھا النبی (اے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ ندا تشریف و تعظیم کی ہے۔ اذا جاءك المؤمنات۔ جب تمھارے ہاں مومن عورتیں حاضر ہوں یبایعنك۔ تمھارے ہاتھ پہ بیعت کے لیے یعنی ان کا ارادہ بیعت کا ہو یہ حال مقدرہ ہے۔

شانِ نزول:۔ یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر نازل ہوئی جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو آپ عورتوں سے بیعت لینے کے لیے شروع ہوئے۔

فائدہ:۔ بیعت کو اس لیے بیعت کہا جاتا ہے کہ انسان خود کو جنت کے بدلے بیچتا ہے۔ مبایعۃ بیع سے

ہے چونکہ لوگوں کی عادت تھی کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر معاہدہ کرتے ہیں تاکہ معاملہ پختہ ہو تو دو معاہد کرنے والوں کے اس طریقہ کو مبایعت سے تعبیر کرتے تھے۔ اس معاہدہ کو احکام اور مضبوطی سے مبایعت (ایک دوسرے سے بیعت کرنا) سے تشبیہہ دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُمت کی بیعت کا معنیٰ ہے آپ کی طاعت پر التزام اور حتی الوسع آپ کے اوامر و احکام کی پابندی کرنا اور آپ کی ہر قسم کی مدد کرنا اور آپ کی ان سے مبایعت یہ کہ ان کو ثواب کا وعدہ کرنا اور ان کے اُمور میں اچھی تدبیر بنانا۔ اور ان کے دشمن ظاہری و باطنی پر غلبہ کی مصلحتوں کا قیام اور یوم حساب میں ان کی شفاعت کرنا اگر وہ اس معاہدہ پر ثابت و قائم رہیں اس تقاضا کے ساتھ جس طرح کہ معاہدہ ہوا یہ ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں نے بادشاہ کی بیعت کی ہے کہ اس نے اس کی طاعت اپنے اُوپر واجب کی ہے اور بادشاہ نے رعیت کی بیعت کی اس معنیٰ پر کہ وہ ان کی مصلحتوں کا انتظام کرے گا اور اپنے اُوپر واجب کیا کہ ان کے نفوس و اموال کی ظالمین سے حفاظت کرے گا۔

علیٰ ان لا یشرکن باللہ شیئا۔ اوپر اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی شے کو شریک نہیں بنائیں گی۔ شے سے شریک مراد ہے یا مراد ہے شریک کرنے کا کوئی امر۔

فائدہ:۔ شرک سے شرک اکبر مراد ہے یہی ظاہر ہے اور یہ بھی ہے کہ اس میں تعمیم ہو کہ شرک اکبر بھی اور اصغر بھی یعنی ریاء۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ بنائیں گی اور ہر عمل خالص اسی کے لیے کریں گی ؎

مرائی ہر کس و معبود سازد
مرائی را ازاں گفتند مشرک

ترجمہ:۔ ریاکار ہر ایک کو معبود بناتا ہے اسی لیے ریاکار کو مشرک کہا جاتا ہے۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

گویا باور نمی دارند روز داوری
کیں ہمہ قلب و دغل در کار داور می کنند

ترجمہ:۔ گویا روز حکومت (آخرت) پر اعتماد نہیں کرتے اسی لیے داور (اللہ تعالیٰ) کے ہر حکم میں کھوٹ اور دھوکہ کرتے ہیں۔

ولا یسرقن۔ اور نہ چوری کریں گی۔

حل لغات:۔ اس شے کا خفیہ طور لینا جس کا لینا نہیں چاہیئے اور شرع میں کسی شے کا لینا مخصوص جگہ سے

قدر مخصوص۔ معنیٰ یہ ہے کہ کسی کا ناحق مال نہ لیں گی۔ سرقہ میں اتنا قباحت کافی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چور پر لعنت فرمائی ہے۔

ولا یزنین۔ اور زنا نہ کریں گی۔ زنا عقد شرعی کے بغیر کسی عورت سے جماع کرنا بالقصر ہو تو یہی ہے اگر بالمد ہو تو یہ مفاعلہ کا باب ہو سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ مظہر الدین نے کہا کہ زنا لغت میں حرام کے طریق پر فرج میں جماع کرنا۔ اس میں لواطت اور جانور سے وطی بھی داخل ہے۔

لواطت کی مذمت از حدیث مبارکہ

(۱) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاعل و مفعول دونوں کو قتل کیا جائے۔
(۲) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے دونوں کو جلا دیا۔
(۳) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے ان دونوں پر دیوار گرا کر مروا دیا۔

فائدہ:۔ لوطی و ملوطی دونوں کو سزا جس طرح حاکم وقت مناسب دیکھے دے سکتا ہے۔

(۴) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنتی ہے وہ جو اپنی عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے۔

مسئلہ:۔ قُبل (فرج) میں دبر کی طرف سے وطی کرنا مباح ہے۔

مسئلہ:۔ اللباب میں ہے کہ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حالتِ حیض میں جماع کرنا حرام ہے ہاں وجوب کفارہ میں اختلاف ہے۔ اکثر کا خیال ہے کہ اس پر کوئی کفارہ نہیں ہاں استغفار کرے (اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے)۔ بعض کہتے ہیں کہ حالت حیض میں جماع پر کفارہ واجب ہے۔

جانوروں سے وطی کرنے کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو جانور[1] سے وطی کرے اسے قتل کر دو اور جانور کو بھی اس کے ساتھ قتل کر دو۔

---

[1] جانور حلال یا حرام سے وطی عموماً ان بدبختوں سے صادر ہوتی ہے جو عقل و فہم کے لحاظ سے پرلے درجے کے احمق ہوتے ہیں ورنہ جن میں عقل و شعور ہے وہ اس گندے فعل کا ارتکاب تو دور کی بات ہے اسے سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ہمارے ہاں اس قسم کے فسادی پیش ہوتے ہیں جب مرتکب کا

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال ہوا کہ جانور سے وطی کرنے کا کیا حکم ہے فرمایا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سُنا لیکن میں اس کے گوشت کھانے اور اس سے نفع اُٹھانے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

حاشیہ بقیہ صہ ۲۶۹

حال دیکھا تو واقعی احمق نکلا۔ لیکن اس سے احمق بلکہ جانوروں سے بدتر ہے وہ جو لوالمت جیسی گندی بیماری میں مبتلا ہے۔ اس مرض کے مریض بظاہر باشعور سمجھے جاتے ہیں لیکن حقیقت نگاہ ہی بتا سکتی ہے کہ یہ لاشعور انسان جس فعل کا ارتکاب کر رہا ہے اسے معلوم نہیں کہ یہ گندگی کے ڈھیر میں قیمتی موتی (مادہ منویہ) بکھیر رہا ہے اسے شاید معلوم نہ ہو کہ انسان کے مادہ منویہ کا ہر قطرہ ایک اعلیٰ جوہر ہے لیکن افسوس کہ اندھی ہوس سے انسان اپنا قیمتی سرمایہ ضائع کر دیتا ہے اور دنیا میں یہی خسارہ کچھ کم نہیں کہ لُوطی کے اعضاء رئیسہ بہت تھوڑی مدت میں ڈھیلے پڑ کر لوطی کا ڈھانچہ کمزور اور ناکارہ بنا دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ لواطت کی کثرت سے انسان بعد کو اپنی عورت سے ہمبستری کے قابل نہیں رہتا۔ یہ داستان ان رسواؤں سے پوچھئے جو اس بیماری کے مریض ہیں اور آخرت کا تو خسارہ نہایت ہی سخت اور زبوں سے زبوں تر ہے اور سب سے بڑا خسارہ یہ ہے کہ لُوطی قبر سے اُٹھتے ہی قوم لوط کے ساتھ اُٹھے گا۔ پھر اس سے بدبختی بڑھ کر اور کیا ہو گی کہ نبیوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے دفتر سے بھی نام خارج ہو گا۔ لیکن میرا یہ عرض وہی درخور سمجھے گا جسے خوفِ خدا ہے ورنہ اس جیسی ہزاروں وعیدیں سنتے پڑھتے ہی یار لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

لواطت کی مذمت: فقیر اویسی غفرلہٗ نے اس موضوع پر ایک رسالہ "مذمت لواطت" لکھا اور اس کی مذمت کی آج کل اور زیادہ ضروری ہے کہ یہ بیماری وبائی صورت اختیار کر رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرض کو علامات قیامت سے بتایا ہے۔ فقیر چند معروضات عرض کرتا ہے ممکن ہے کسی بیمار کو فقیر کا یہ علاج صحت مند بنا دے یا کسی خوش قسمت کو اس بیماری میں مبتلا ہونے کا موقع تک نہ آئے۔

مذمت از طبی اُصول: قدرت نے عجیب و غریب طاقت مرد و عورت کو عطا فرما کر اس کے استعمال کے لیے ہر ایک کی حالت کے مطابق آلات بھی عطا فرمائے۔ زبان چکھتی ہے آنکھ دیکھتی ہے۔ ہاتھ چھوتے ہیں۔ کان سنتے ہیں۔ لیکن اگر ان اعضاء میں کوئی خرابی آ جائے مثلاً آنکھ کا کام ہے روشنی اور اُجالے میں دیکھنا۔ تم سورج کو ٹھیک دوپہر کے وقت نظر جما کر

ولا یقتلن اولادھن (اور اپنی اولاد کو قتل کریں گی) اس سے زندہ درگور کرنا مراد ہے یعنی فقر و عار کے خوف سے زندہ دفنانا جیسے جاہلیت میں تھا۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۷۰

دیکھو یعنی بینائی کا غلط اور بیجا استعمال کر دنتیجہ کیا ہوگا؟ بینائی جاتی رہے گی۔ اسی طرح اگر کانوں سے غیر موزوں طریقوں سے کام لیا گیا مثلاً توپوں کے چلنے یا جہاز کی سیٹی کی طرح سخت و درشت کریہہ آوازیں یک لخت کانوں میں پہنچیں، تو بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ فوراً سننے کی طاقت جواب دے دے اور جاتی رہے۔ ہم نے انجن اور کلوں میں کام کرنے والوں مزدوروں کو دیکھا ہے کہ وہ بہرے ہو جاتے ہیں اس لیے کہ دن میں ۸۔۱۰ گھنٹہ متواتر مشین کے چلنے کی آوازیں کان کے پردوں پر ایسا بوجھ ڈالتی ہیں کہ وہ بے کار ہو جاتی ہیں، اسی پر قیاس کر لو کہ وہ خاص آلے جو قدرت نے اس مخصوص قوت کے استعمال کے لیے دیئے ہیں اگر غلط طریق پر بے جا استعمال میں لائے جائیں گے تو ان کی بھی وہی حالت ہوگی۔

انسان کا خزانہ: حسن شباب کا یہ گوہر لطیف اور جوانی کا یہ انمول خزانہ ناف کے نیچے ایک تھیلی میں محفوظ ہے اور اس کے باہر لانے کے لیے ایک آلہ اور رستہ معین، مردوں میں وہ رستہ جس کے ذریعہ یہ باہر آتا ہے اندر ایک اسفنج کے جیسا بناؤ رکھتا ہے، اور اسی میں ملے جلے پٹھے اور رگیں اسفنجی جسم کے اندر جلدی سے محسوس کرنے کی ایک خاص طاقت قدرت کی طرف سے رکھی گئی ہے، اسی طرح سے عورت کے جسم میں بھی اس کے لیے خاص مقام فطرت نے مقرر کیا، اور دونوں کے ان مخصوص آلوں میں ایسی مناسبت رکھی کہ حقیقی لذت اور واقعی ذوق حاصل کرنے کے لیے انھیں دونوں جسموں کا ملنا ضروری۔ اگر مصنوعی شکلیں اختیار کی گئیں اور بناوٹی چیزوں سے کام لیا گیا تو سراسر نقصان ہی نقصان۔

لذت میں ذلت: وہ ہوس پرست جو فطرت کے مقرر کیے ہوئے طریقہ کو چھوڑ کر دوسری راہ کو اختیار کرتے ہیں دھوکہ کھاتے اور بعد میں سخت پچھتاتے ہیں۔ قدرت نے انسان کے بدن میں ہر حصہ میں ایک خاص کام کی قدرت رکھی ہے۔ فضلہ نکال کر پھینکنے کے لیے جو جگہ مقرر کی گئی اس میں اندر سے باہر پھینکنے کی قوت رکھی گئی۔ باہر سے اندر لینے کی استعداد اس میں نہیں عضلات اس دروازہ پر اس نگہبانی کیلئے ہر وقت تیار کہ کوئی چیز باہر سے اندر نہ جانے پائے اگر خلاف فطرت اندر داخل

حدیث شریف:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدبخت کے دل سے ہی رحمت چھین لی جاتی ہے۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد
ہیچ شوقے نہ پدررا بہ پسر می بینم
دختر انرا ہمہ جنگست و جدل با مادر
پسر انرا ہمہ بدخواہ پدر می بینم

ترجمہ:۔ کوئی رحم بھائی کا بھائی سے نہیں کوئی شوق باپ کو بیٹے سے نہیں۔
لڑکیوں کی لڑائی اور جنگ ماؤں سے ہے۔ بیٹوں کی بدخواہی باپوں سے دیکھتا ہوں۔

حاشیہ بقیہ صا ۲۷۱

کی جائے گی حفاظت کرنے والے عضلات زور لگائیں گے کہ وہ داخل نہ ہونے پائے۔ وہ نازک جسم، جو نرم اور مہین جھلی، باریک باریک رگوں میں سمٹتے اور کبھی پھیل جانے والے سبک پٹھوں سے مرکب ہے اس جنگ میں سخت مقابلہ کرنے کے سبب دبتا ہے، بھنچتا ہے، اس کا سر کچلا جاتا ہے اس خلاف فطرت ملاپ نہیں بلکہ لڑائی کا نتیجہ یہ ہے کہ رگیں دب جائیں، کمزور پڑ جائیں، پٹھے خراب ہوجائیں اور محسوس کرنے کی طاقت بڑھ جائے۔ جب کمزور ہوکر جسم کا بناؤ بگڑ جائے۔ ممکن ہے کہ کسی جانب کجی بھی آجائے، احلیل پر زور پڑنے سے ورم پیدا ہو سکتا ہے جس کا اثر مادہ مخصوص کی تھیلی تک پہنچ کر گدگداہٹ پیدا کرے گا اور بار بار کی اس گدگداہٹ سے ایک رقیق مادّہ نکلنا شروع ہوگا۔ اس مادّہ کے بار بار نکلنے اور ہر وقت عضلات میں کمی رہنے کے سبب تمام پٹھے ڈھیلے پڑ جائیں گے، رگوں میں رطوبت اُتر آئے گی، نیلی نیلی، موٹی موٹی رگیں چمکنے لگیں گی۔ اور ہمیشہ اس طاقت، سختی اور توانائی کو صبر کرنا پڑے گا جو اول جسم میں موجود تھی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسی رطوبت نکلتے نکلتے منہ پر جم جاتی ہے اور اس گندگی کی نالی میں رُکے ہونے کے سبب اندر زخم پڑ کر، پیشاب میں جلن کا سخت مرض لاحق ہوجاتا ہے۔ بار بار یہ خلاف فطرت حرکت کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جھلی میں خراش پیدا ہوکر ہر وقت کی جھوٹی خواہش پیدا کرے گی، کثرت کے ساتھ اس خواہش کے پورا کرنے سے خزانہ خالی ہوجائے گا، مادّہ پورے طور سے بننے بھی نہ پائے گا کہ نکلنے کا سلسلہ شروع

حکایت:۔ ہارون الرشید نے اپنی بہن کا نکاح جعفر سے کر دیا لیکن شرط لگائی کہ اس سے جماع نہ کرنا جعفر سے صبر نہ ہو سکا جماع کر لیا تو اس سے حمل ٹھہر گیا جب حمل ظاہر ہو گیا تو ہارون الرشید نے غصہ سے دونوں کو زندہ درگور کر دیا (یہ حکایت مخدوش معلوم ہوسکتی ہے (واللہ اعلم)

حاشیہ بقیہ صـ۲۷۲

جائے گا آخر جریان کی مصیبت لاحق ہوگی، آنکھوں میں گڑھے، چہرہ پر بے رونقی، دل و دماغ کی کمزوری، غرض تمام اعضائے رئیسہ جواب دے بیٹھیں گے۔ آخر اس خلاف فطرت حرکت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر انسان عورت کو منہ دکھانے اور دنیا کی زندگی میں وہ خاص لطف و صحبت اُٹھانے کے قابل نہیں رہتا۔

ہوس کے پجاری سے ایک راز کی بات:۔ وہ وقت کیسی حیرت و ندامت کا وقت ہو گا جب ایک دوشیزہ پاک دامن اپنی اُمیدوں کا مرکز تم کو بنائے ہوئے تمہارے پاس آئے گی اور تم اس حالت میں گرفتار ہو گے کہ شرم کے مارے سر بھی نہ اُٹھا سکو گے، ادھر اپنی صحت و عافیت و تندرستی کو عمر بھر کے لیے کھویا اُدھر دوسری پاک دامن بے گناہ کی حسرتوں کا خون کیا، نہ خود ہی زندگی کا لطف اُٹھایا نہ دوسرے کو پلنے کا موقع دیا۔ پھل لانا تو کجا بیج ڈالنے کے قابل بھی نہ رہے۔

جوانی حیوانی:۔ نوجوانو! اس کے متعلق سوچو اور ابھی ابھی اس اُبھرتی جوانی میں اندھے نہ بن جاؤ۔ دیکھو تمہارا ضمیر اس گندہ خلاف فطرت فعل پر تم کو خود ملامت کرے گا، اگر خدا پر ایمان ہے اور اس کے احکام کی تمہارے دل و دماغ میں کچھ قدر و قیمت، اس کے عذاب کا خوف اور عتاب کا ڈر، تو سنو! وہ خداوند قدوس فرماتا ہے:۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ○ (الشعراء)

ترجمہ:۔ کیا تم مخلوق میں لڑکوں سے بدفعلی کرتے ہو، اور خدا نے تمہارے لیے بیویاں بنائی ہیں انہیں چھوڑتے ہو، یقیناً تم حد سے بڑھنے والے لوگوں میں سے ہو۔"

لوطیوں کے مقتدا کون؟:۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے سب سے پہلے اس ناپاک عادت کو اختیار کیا، حضرت لوط علیہ السلام نے انھیں بہت سمجھایا، محبت بھرے انداز سے بتایا، پورا تاریخی واقعہ ہمارے تمہارے لیے درس عبرت کی شکل میں قرآن عظیم نے بیان فرمایا:۔

اسقاط حمل کے مسائل: مسئلہ: بعض نے اس جملہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ایسی دوائی نہ پئیں کہ جس سے حمل گر جائے (تفسیر ابی اللیث)

حاشیہ بقیہ صـ ۲۷۳

قرآن سے مذمت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

وَلُوطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ (الاعراف ۸۰ - ۸۱)

ترجمہ: حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بےحیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہ کی ۔تم تو عورتوں کے بجائے مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو، یقیناً تم حد سے بڑھنے والے لوگوں میں سے ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام کی پیش کش: حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے ان نالائق مردوں سے یہاں تک کہا کہ "اگر تم کو اپنی نفسانی خواہش ہی پوری کرنی ہے تو میری قوم کی لڑکیاں حاضر ہیں۔" ان سے نکاح کر لو، مگر لڑکوں پر تو نظر نہ ڈالو لیکن ان نابکاروں نے نہایت دریدہ دہنی سے ان کو یوں جواب دیا:۔

مَا لَنَا فِيْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَّ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۔

ترجمہ: آپ کی صاحبزادیوں کی ہمیں خواہش نہیں، آپ کو خبر ہے ہم کیا چاہتے ہیں۔

انجام بربادشد: آخر جب وہ اپنی خباثت سے باز نہ آئے، تو غضب الٰہی حرکت میں آیا اور وہ تمام لوگ جو اس خبیث عادت میں مبتلا ہو کر آئندہ نسلوں میں بھی اس ناپاکی کو پھیلا رہے تھے اس طرح ہلاک کیے گئے کہ:۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ؕ (پ ۱۴، رکوع ۴) (الحجر ۷۳ - ۷۴)

ترجمہ: پس سورج نکلتے وقت انھیں چنگھاڑ نے پکڑ لیا اور ہم نے ان کی بستی کو اوپر نیچے کر ڈالا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے۔

مسئلہ:۔ نصاب الاحتساب میں ہے کہ اسقاط حمل کے دوا سے دایہ کو روکا جائے جب بچہ کی خلقت ظاہر

حاشیہ بقیہ ص۲۷۴

اس درس عبرت کو دیکھتے ہوئے بھی کیا آنکھیں نہ کھلیں گی اور ایسی ناپاک حرکت کی نیت رہے گی۔

درس عبرت:۔ کیا یہ تمنّا ہے کہ معاذاللہ خدا کا وہی عذاب پھر آئے؟ کیا یہ خیال ہے کہ جب تک دیکھ نہ لو نہ مانو گے؟ جو لوگ اس مصیبت میں مبتلا ہو چکے ہیں اور اس عذاب کو اپنے سر پر لے چکے ہیں، ان کی صورتیں دیکھ لو، نہ چہرہ پر رونق، نہ رخساروں پر تازگی، منہ پر پھٹکار برستی ہے۔

احادیث مبارکہ سے مذمت

(۱)۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ قَوْمَ لُوْطٍ (حدیث)

جس نے لوط علیہ السلام کی قوم کا سا کام کیا وہ ملعون ہے (پھٹکارا ہوا ہے)۔

(۲)۔ حدیث میں تو یہاں تک صاف صاف بتادیا گیا کہ ایسا خلافِ فطرت کام مسلمان کا کام نہیں۔ چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَتٰی شَیْئًا مِّنَ النِّسَآءِ اَوِالرِّجَالِ فِیْ اَدْبَارِھِنَّ فَقَدْ کَفَرَ۔

ترجمہ:۔ جس نے عورتوں یا مردوں میں سے پیچھے کے مقام میں (جائز سمجھتے ہوئے) مجامعت کی یقیناً اُس نے کفر کیا۔

فائدہ:۔ اگرچہ ایسے گندے فعل سے بندہ کافر تو ہو جاتا ہے لیکن نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اُمتی کو سخت وعید سُنا کر اشارہ فرماتے ہیں کہ کہیں ایسی لت سے ہمارے دفتر سے نام کٹوا نہ بیٹھنا۔

قیامت کی علامت لواطت کی خباثت:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"سیکون فی اٰخر الزمان اقوام یقال لھم اللوطیہ علیٰ ثلاثۃ اصناف فصنف ینظرون ویتکلمون وصنف یصافحون ویعانقون وصنف یعملون ذٰلك العمل فلعنۃ اللہ علیھم الا ان یتوبوا فمن تاب اللہ علیہ۔

ترجمہ:۔ کہ آخر زمانہ میں تین قسم کے لوگ ہوں گے جن کو "لوطی" کہا جائے گا، ایک وہ جو (لڑکوں کو)

اور اس میں رُوح پھونکی جائے اور اس کی مدت ایک سو بیس دن ہیں اس سے پہلے لا بأس بہ (جائز)

حاشیہ بقیہ ص۲۷۵

فقط گھوریں گے اور باتیں کریں گے، ایک وہ جو (ان سے مصافحہ اور معانقہ کریں گے۔ ایک وہ جو (ان لڑکوں) کے ساتھ فعل بد کریں گے۔ ان سب پر خدا کی مار پھٹکار ہو مگر وہ جو توبہ کر لیں۔ جس نے سچی توبہ کی اللہ نے قبول کی۔

فائدہ:۔ لعنت کا معنیٰ ہے دھتکارنا۔ اس معنیٰ پر ظاہر ہے کہ اس شخص پر مالک عالم کی نظر کرم کیوں ہو۔ اس کی مرضی، اس فطرت اس کے قاعدہ کے خلاف، اپنی بیش بہا، بیش قیمتی دولت کو برباد کرے۔

خدا اور رسول ناراض جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا ینظر اللہ الی رجل اتی رجل او امرأۃ فی الدبر

ترجمہ:۔ جس شخص نے مرد یا عورت سے اس کے پیچھے کے مقام پر مجامعت کی اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

لوطی قاتل ہے:۔ غیر عورت اجنبی خاتون کے ساتھ غیر قانونی صورت سے آگے کی طرف ملنے میں ایک خفیف سا احتمال یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اگر حمل ٹھہر گیا اور اس نے اسے گرایا تو اگر بچہ پورا بن گیا تھا اور پھر پھینکا گیا تو کوڑے پر یا نالی میں پڑ کر کسی صورت سے شاید پیدا ہونے والا بچہ، جان بر ہو بھی ہو جائے۔ اگرچہ اس ضائع کرنے والے نے تو ضائع کرنے پھینکنے اور اس طرح اس کے قتل کا سامان کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن اس خلافِ فطرت صورت میں تو وہ احتمال ضعیف بھی نہیں۔ لڑکوں کے پاس یا عورت کی پچھلی طرف وہ آلہ ہی نہیں جہاں یہ مادہ ٹھہرے اور بچہ بنے، اس لیے بچہ بننے سے پہلے بیج ہی ضائع ہو گا، اس لیے اس بیج کے ضائع کرنے والے قاتل کی سزا بھی وہی قتل ہے چنانچہ صحیح حدیث میں فرمایا گیا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:۔

ارجموا الاعلیٰ والاسفل ارجموا جمیعا یعنی الذی عمل قوم لوط (الحدیث)

ترجمہ: "قوم لوط کا سا فعل کرنے والے کو سنگسار کرو، اُوپر والے نیچے والے دونوں ہی کو سنگسار کرو۔"

ہے جیسے عزل۔ بعض نے کہا مدت مذکورہ سے پہلے بھی دوائی دے کر حمل کا اسقاط مکروہ ہے کیونکہ یہ بھی آخر آگے چل کر بچہ ہوگا تو اسے پہلے گرانا گویا زندہ درگور کرنا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے محرم (احرام والا) حرم شریف کا انڈہ توڑ دے تو اس پر ضمانت ہے کیونکہ اس انڈے کا آل (انجام) بچہ بننا ہے۔ اسی لیے اس کا حکم شکار کا ہے کہ حرم کے شکار پر ضمانت ہے اسے عزل پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ مرد کے پانی (منی) میں نفخ روح

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۷۶

فائدہ:۔ آج کے بے غیرت دور میں کون ایسی تعزیرات جاری کرے البتہ خیر القرون میں اس سے بھی سخت تر سزائیں دی گئیں اور اس سزا سے نہ فاعل بچ سکا نہ مفعول۔ چنانچہ روح البیان پ۲۸ سورہ ممتحنہ کی آیت واللائی یئسن کے تحت لکھا کہ "حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے تو اس فعل خبیث کے فاعل کے معمولی قتل پر بس نہ کی بلکہ بقول بعض اس کو آگ میں جلایا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پر دیوار گرائی۔

فائدہ:۔ اس لیے کہ اس ناپاک فعل میں تو انسان جانوروں سے گیا گزرا ہوا۔

جانور سے بدتر:۔ جانور نر و مادہ کی رعایت رکھتے ہیں اپنی جنس کو پہچانتے ہیں۔ کبھی کسی جانور کو دیکھا یا سنا نہیں گیا کہ مادہ کے بغیر نر کو ہوس کا نشانہ بنائے یا اپنی جنس کے بجائے کسی دوسری جنس کی طرف اس کے لیے آنکھ اٹھائے۔ یہ بدبختی اس بدبخت کے نامۂ اعمال میں ہے جو حضرت انسان کا لقب پاکر نہ اپنی جنس کی تمیز کرے نہ جانوروں کو چھوڑے اسی لیے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی بهيمة فاقتلوه واقتلوها معه۔

ترجمہ:۔ جو شخص چوپائے کے ساتھ فعل بد کرے اسے اور اس چوپایہ دونوں کو قتل کردو۔

فائدہ:۔ اس فاعل تو فاعل، اس چوپایہ کو بھی قتل کر دینے کا حکم دیا گیا۔ لوگوں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ چوپایہ نے کیا بگاڑا۔ انہوں نے فرمایا اس کی وجہ اور سبب تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا، مگر حضور نے ایسا ہی کیا بلکہ اس کا گوشت تک کھانا ناپسند فرمایا۔

اقتلوا الفاعل والمفعول به فی عمل قوم لوط

ترجمہ:۔ قوم لوط علیہ السلام کے سے فعل بد والے فاعل و مفعول دونوں کو قتل کردو۔

مفعول کی سزا:۔ مفعول بھی اس فعل میں شریک، اس ناپاک کی سزا بھی یہی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے، تاکہ خبیث عادت دنیا میں اور پھیلنے نہ پائے۔ یہ وہ ناپاک فعل ہے جو

نہیں کیا گیا۔ نفخ رُوح کا دور دوسرا ہے (یعنی رحم میں چلے جانا) تو عزل کا تال جیاۃ نہیں۔

فائدہ :۔ زندہ ملا گور تو مرد کرتے لیکن یہاں عورتوں کی طرف ہے اس لیے کہ وہ اس فعل پر راضی تھیں یا زندہ درگور عورتیں کرتیں مردوں کے حکم سے۔

ولا یاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیھن و ارجلھن۔ اور کسی نیک کام میں تمھاری نافرمانی نہیں کریں گی۔

حل لغات :۔ باء تعدیہ کی ہے البہتان۔ وہ کذب جو مکذوب علیہ (جس پر جھوٹا بہتان تراشا گیا) کو مبہوت کردے یعنی اسے دہشت میں ڈالے اور اسے حیران کردے۔ یہ کذب کے قبیح ترین انواع سے ہے یہ دراصل مصدر ہے کہا جاتا ہے بَهَتَ زَيْدٌ عمرًا بهتًا بهتانًا۔ اس پر ایسی بات کہی جو اس نے نہیں کی۔ زید باھت عمروًا۔ زید نے عمرو کو مبہوت کیا۔ بہت بہ مبہوت یہ اس کی گردان ہے جس لڑکے کو نطفہ کے طور کہیں سے عورت نے اٹھایا اسی کے لیے مرد کو کہے یہ لڑکا تیرے سے ہے تو یہ اس پر بہتان باندھ رہی ہے کیونکہ یہ وہ کام ہے جو مرد نے نہیں کیا۔ اس فعل کو عین بہتان قرار دیا گیا ہے پھر اسے مفتریٰ سے موصوف کیا۔ یہ صرف مبالغہ کے طور ہے کہ وہ کذب میں اس طرح کا ارتکاب نہ کریں۔ الافتریٰ بمعنی الاختلاق (جھوٹ گھڑنا) کہا جاتا ہے فریٰ فلانٌ کذبًا۔ فلاں نے جھوٹ گھڑا۔ افتراہ (اس پر جھوٹ گھڑا) یفترینہ یا تو محلاً مجرور ہے کہ وہ بہتان کی صفت ہے یا منصوب ہے کہ یاتین کے فاعل سے حال ہے۔ بین ایدیھن و ارجلھن محذوف کے متعلق ہیں جبکہ بہتان سے مراد وہ بچہ ہے جس کے لیے بہتان تراشا گیا (اسی طرف جمہور مفسرین گئے ہیں) اس

حاشیہ بقیہ ص۲۷۷

انسانی فطرت کے خلاف، عقل کے خلاف، مذہب اور دین کے خلاف، خود تمھاری تندرستی اور عافیت کے خلاف۔ بلکہ اطباء لکھتے ہیں کہ یہ فعل انسان کی لذت نفسانی کے خلاف ہے لیکن جسے شہوت کا بھوت کچھ سمجھنے کا موقعہ نہ دے اسے کون سمجھائے۔ اللہ تعالیٰ عزیز نوجوانوں کو اس بد بیماری سے محفوظ فرمائے۔

(آمین) :۔ اویسی غفرلہٗ۔

[1] منصوبہ بندی کی تردید اسی سے ہو سکتی ہے جنہوں نے منصوبہ بندی کا جواز "عزل" پر قیاس کر کے ثابت کیا ہے وہ قیاس کے قوانین سے بے خبر ہیں کیونکہ کہاں عزل اور کہاں منصوبہ بندی کی گولیاں اور ٹیکے۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "منصوبہ بندی" میں ملاحظہ ہو۔ اویسی غفرلہٗ۔

سے یہ مراد نہیں کہ بچہ تو زنا کا ہو پھر وہ بہتان کے طور اپنے شوہر کی طرف منسوب کریں کیونکہ اس کا ذکر تو ولا یزنین میں ضمناً آگیا ہے بلکہ اس سے وہ بچہ مراد ہے کہ اسے لقطہ کے طور کسی سے پایا لیکن اسے اپنے شوہر کی طرف منسوب کر دیں کیونکہ عورتوں کی عادت تھی کہ بچے کہیں سے لقطہ کے طور حاصل کر لیتیں تو کہتیں کہ یہ وہ بچہ ہے جو میرے پیٹ میں میرے آگے ہے وہ تجھ سے ہے اور اسے میں نے وضع (جنا) کیا اپنی فرج سے جو میرے دونوں پاؤں کے درمیان میں سے ہے اسے کنایہ کے طور وہ بہتان کہا گیا جو بین ایدیھن ارجلین کے طور تراشا گیا) کیونکہ اس کا بطن وہی ہے جسے بچہ کو اُٹھاتی ہے وہ بین ید یہا کے طور ہے اور اس کا مخرج بین ارجلہن ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ لقیط بچے کو جو غیر ازدواج سے ہے اپنے شوہر کی طرف منسوب کر کے نہ لائیں کیونکہ یہ ان پر افتراء و بہتان ہے اور یہ ان کبائر سے ہے جو شرک کے بالکل قریب ہے۔

ولا یعصینک فی معروف۔ اور وہ نیکی میں تمھاری نافرمانی نہ کریں یعنی جو انہیں امر فرمائیں وہ اس کے خلاف نہ کریں اور نہ ہی اس کی مخالفت کریں جس سے آپ روکیں۔

فائدہ:۔ معروف سے وہ اُمور حسنہ ہیں جن کا دین میں حسن ہونا معروف ہے جن کے لیے امر دیا جاتا ہے اور اُمور سیئہ جن کا قبح معروف ہے جن کے لیے منع کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ جو امر طاعت الٰہی کے موافق ہے وہ فعل ہو یا ترک وہی معروف ہے۔

تردید شیعہ:۔ اسی لیے بعض اکابر مفسرین نے فرمایا کہ یہ نہی ہے۔ نوحہ کرنے ہائے ہائے کرنے اور کپڑے پھاڑنے اور بال نوچنے اور اکھیڑنے اور بکھیرنے اور منہ پر طمانچہ مارنے اور غیر محرم مرد سے باتیں کرنے (محرم سے بات چیت کرنے کی ممانعت نہیں) اور غیر محرم کے ساتھ خلوت میں بیٹھنے اور غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے (محرم کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے) سے اس معنیٰ پر یہ نہی تخصیص کے بعد تعمیم کے طور ہو گی۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ معروف سے یہاں وہ ہے جو منکر (برُے اعمال) کے بالمقابل ہو اس معنیٰ پر پہلے نہی عن المنکر تھی اب امر بالمعروف ہے تاکہ آیت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے جامع ہو گی۔

مسئلہ:۔ اس حکم کو معروف سے مقید کیا گیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کا ہی حکم فرماتے ہیں اس میں اس قاعدہ کی طرف تنبیہہ ہے کہ معصیت خالق میں مخلوق میں کسی کی بھی طاقت نہیں کیونکہ جب یہ شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے تو باقی اور کون ہے کہ اس کی معصیت میں طاعت کی

جائے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ الا لیطاع باذن ۔ رسول ہے بھی وہی جس کی باذن اللہ اطاعت ہی کی جائے[۱]۔

مسئلہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولاۃ (شاہان وقت اور حاکمانِ قوم) کی برائی میں طاعت لازم نہیں۔

نکتہ :۔ ولا یعصین اللہ نہیں فرمایا حالانکہ درحقیقت معصیت الٰہی سے منع مراد ہے لیکن فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی معصیت نہ کریں تاکہ معلوم ہو کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

سوال :۔ ان اُمور کی تخصیص کیوں حالانکہ عورتوں سے اور اُمور نامشروع کا صدور بھی تو ہو سکتا ہے۔

جواب :۔ چونکہ اس وقت ان عورتوں سے ان اُمور نامشروعہ کا صدور بکثرت واقع ہوتا تھا اگرچہ ان میں بعض میں زیادہ بعض میں تھوڑا بعض بلکہ نہ۔

نکتہ :۔ اُمور مذکورہ کی ترتیب میں نکتہ یہ ہے کہ تقدیم اقبح کی ہے ثم الابقح ثم الاقبح اسی لیے سب سے پہلے اس کی تقدیم ہے جو ان میں زیادہ ظاہر اور اغلب تھا۔

نکتہ :۔ اللباب میں مذکورہ ہے کہ بیعت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھ ان امور کا حکم فرمایا ہے جو دین میں نہی کے بارے میں ارکان کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہاں ان ارکان کا ذکر نہیں جو دین میں امر کے لیے ہیں جو کہ وہ بھی چھ ہیں :۔

۱۔ کلمہ شہادت ۲۔ نماز ۳۔ زکوٰۃ
۴۔ روزہ ۵۔ حج ۶۔ جنابت سے غسل کرنا

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سے نہی دائمی اور ہر زمان و ہر حال میں ہے اسی معنیٰ پر اس میں تنبیہہ ہے کہ بیعت میں شرط ہے کہ وہ دائمی ہو اور یہی اَمر اہم اور مؤکد تر ہے۔

فبایعھن ۔ تو ان سے بیعت لیں ۔ یہ اذا کا جواب ہے یہی اس میں عامل ہے اس لیے کہ فاء عمل سے مانع نہیں اور مبایعۃ کا اَمر ہے یعنی آپ ان سے مذکورہ بالا اُمور کی بیعت لیں اور جو مذکور نہیں وہ اتنا واضح کہ ان کے ذکر کی ضرورت نہیں بلکہ بیعت کے بارے میں وہی اصل کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے نماز، زکوٰۃ اور باقی ارکان دین وشعائر اسلام لیکن چونکہ وہ واضح اور مشہور تر ہیں اسی لیے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں بلکہ بیعت کے بارے میں

---

[۱] مبین المعانی ۱۲

وہی اصل کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے نماز ۔ زکوٰۃ اور باقی ارکان دین و شعائر اسلام (لیکن چونکہ وہ واضح اور مشہور تر ہیں اسی لیے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں) تو آپ ان سے بیعت کی جب آپ سے بیعت کرتی ہیں۔ آپ ان کے ساتھ ثواب کا وعدہ فرمائیں کہ وہ اس پر ایفا کریں گی تو ہم بھی انہیں اجر و ثواب سے نوازیں گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا معنیٰ ہے ثواب کا وعدہ اور دوسری طرف ان کی طاعت پر التزام جیسے گزرا۔

نکتہ:۔ ان کی بیعت میں ان امور کی قید نہیں انھیں رغبت دلانا ہے۔ یہ امور جلدی سے بجا لائیں کیونکہ انھیں ان امور میں دلچسپی تھی تو انھیں صراحۃً روکنے میں ان امور کی اہمیت ان کے سامنے ہوگی کہ جن امور سے ہمیں روکا گیا ہے ان سے ہمیں باز رہنا ضروری اور لازم ہے۔

واستغفر لهن۔ "اور ان کے لیے بخشش مانگیے" ضمن ثواب میں یہ معاہدہ سے ایک زائد امر ہے۔ استغفار بمعنی گناہوں کی معافی مانگنا اور عیوب کو چھپانا۔

ان الله غفور رحیم۔ بیشک اللہ غفور و رحیم ہے۔ یعنی بہت بڑی مغفرت و رحمت والا ہے کہ اگر وہ اپنی بیعت میں پوری اتریں تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔

فائدہ:۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اہل دل لوگ کہتے ہیں کہ ایمان رحمت پر موقوف ہے یعنی جب تک اللہ تعالیٰ رحمت سے توفیق نہ بخشے اس وقت تک دولت ایمان نصیب نہیں ہوتی۔

ع توفیق عزیز است بہر کس ندہند

ترجمہ:۔ توفیق ایک نادر جوہر ہے ہر ایک کو نہیں دیا جاتا۔

نکتہ:۔ **فقیر** (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ عورتوں کے لیے استغفار کے حکم میں عورتوں کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کی دلیل ہے حالانکہ سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ نے رحمت کو عمومی طور بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تا قیامت تمام مردوں و عورتوں کو اس بحر فضل سے اتنا با وسعت نصیب ہوگی کہ انھیں کسی کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ وہ رحمت ان کو ہر طرح سے سیراب فرمائے گی اس لیے کہ وہ فیاض ہے۔

نکتہ:۔ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غفور میں مبالغہ بطور کیفیت کے اور غفار میں باعتبار کمیت کے ہے جیسے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ وہ غافر ہے کہ وہ بندوں کے اعمال ناموں سے معصیات مٹائے گا اور وہ غفور ہے کہ ملائکہ کو بندوں کے برے اعمال (جو ان سے دنیا میں سرزد ہوئے) بھلا دے گا اور غفار ہے کہ وہ خود بندے کے ذہن سے اپنے کیئے گناہوں کو زائل کر دے گا تاکہ شرمسار نہ ہو۔

فائدہ:۔ عارف کا اس اسم (غفور) سے حظ یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کے گناہ اسی طرح چھپائے جیسے اپنے گناہ چھپاتا ہے اس کا افشا نہ کرے گا ہاں جس میں اس کا فائدہ ہو تو افشا میں کوئی حرج نہیں اور وہ جو خطا کرے اس سے تجاوز کرے۔ بلکہ برائی سے پیش آنے والے سے درگزر کر کے اسے انعام و احسان سے نوازے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں سے بنائے جو اخلاق کریمہ سے متخلق اور صفات عظیمہ سے موصوف ہیں کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے۔

فتح مکہ میں بیعت کی کیفیت کا بیان

روایات کا اختلاف ہے کہ یوم فتح مکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت لینے کا طریقہ کیا تھا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں مردوں کی بیعت سے فراغت پا کر صفا کی پہاڑی پر رونق افروز ہو کر عورتوں سے بیعت لینے لگے اور پانی کا پیالہ منگوا کر اپنا ہاتھ مبارک اس میں ڈبویا پھر عورتوں کو فرمایا اس میں اپنے اپنے ہاتھ ڈالیں۔ عورتوں کے گروہ میں بی بی ہند بنت عتبہ حضرت ابوسفیان کی زوجہ نقاب اوڑھے ہوئے اجنبی بن کر حاضر ہوئیں اس رسوائی سے کہ اس نے یوم اُحد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ سے معاہدہ کرو کہ اب کے بعد شرک نہیں کرو گی۔ بی بی ہند نے سر اٹھا کر کہا کہ ہم بت پرستی کرتی رہیں (وہ تو سلسلہ ختم ہی ہو گیا) لیکن ہم دیکھ رہی ہیں کہ آپ نے جس طرح مردوں سے بیعت لی تھی ہم سے بھی اسی طرح لیں وہ یہ کہ ان سے اسلام و جہاد پر بیعت لی تو ہم سے بھی اسلام و جہاد کی بیعت لیں) پھر جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ معاہدہ کرو کہ تم چوری نہیں کرو گی تو بی بی ہند نے کہا کہ ابوسفیان کنجوس شخص ہے کہ زیادہ خرچ کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا اگر میں اس کے مال سے کچھ ضرورت پوری کر لوں تو میرے لیے مناسب ہے یا نہ یعنی اس کے مال سے اپنی ضروریات کا خرچہ کر لینا میرے لیے حلال ہے یا نہ اس پر حضرت ابوسفیان بولے کہ تجھے میرا مال مل جائے تو تیرے لیے حلال ہے۔ یہ سن کر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا ہند تو ہی ہے نہ عرض کی ہاں۔ اے نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے جو پہلے غلطیاں سرزد ہوئیں وہ سب معاف فرما دیں اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ آپ نے فرمایا میں نے معاف کیا۔ پھر آپ نے فرمایا زنا نہ کرنا۔ پھر بھی بی بی ہند رضی اللہ عنہا نے عرض کی کیا نیک خصال عورتیں زنا کے قریب جا سکتی ہیں۔

فضیلت ہند رضی اللہ عنہا:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر عرب کی ہر عورت کا دل بی بی ہند رضی اللہ عنہا کے دل کی طرح صاف ہوتا تو کوئی عرب زنا نہ کرتی

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ بی بی ہند رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ہم نے بچوں کو پالا پوسا جوان کیا تو آپ نے انھیں جوانی میں قتل کرا دیا۔

فائدہ :۔ بی بی ہند رضی اللہ عنہا کا بیٹا حنظلہ بن ابوسفیان یوم بدر میں مارا گیا تھا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنا ہنسے کہ لوٹ پوٹ ہو گئے اور حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی تبسم فرمایا اس کے بعد آپ نے فرمایا کسی پر بہتان نہ تراشنا۔ بی بی ہند رضی اللہ عنہا نے عرض کی اب ہم آپ کی مجلس میں بیٹھی ہیں اور تہیہ کیا کہ زندگی بھر آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

فائدہ :۔ مروی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو آپ کے سامنے قطری کپڑا اڑا تھا (قطر بالکسر چادروں کی قسم کا ایک کپڑا ہے جس کے ایک طرف آپ نے اپنے ہاتھ مبارک میں دوسری طرف عورتوں کے ہاتھ میں پکڑ کر بیعت لی تاکہ اجنبی عورتوں کے ہاتھوں کو آپ کا ہاتھ مبارک مس نہ کرے۔

فائدہ :۔ بعض روایت میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا پر رونق افروز تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ عورتوں کو شرائط بتاتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے مصافحہ کے ذریعہ بیعت لیتے رہے۔

فائدہ :۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے عورتوں سے بیعت لیتے تھے آپ کا حکم عورتوں کو سناتے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صفا (پہاڑی) کے نیچے کھڑے تھے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا کے اوپر رونق افروز تھے)۔

فائدہ :۔ بعض روایت میں ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لینے کے لیے صفا کے اوپر ایک بی بی کو مقرر فرمایا جو آپ کی طرف سے عورتوں سے بیعت لیتی تھی۔ اور وہ بی بی جسے آپ نے اس کام کے لیے مقرر فرمایا تھا وہ بی بی امیمہ اخت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا یعنی بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خالہ تھیں۔

فائدہ :۔ زیادہ ظاہر اور مشہور تر وہی ہے جو بی بی عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو ہاتھ نہیں لگایا سوائے اس کے جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا (یعنی ازواج مطہرات کے سوا کسی کو ہاتھ نہیں لگایا) اور نہ ہی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اجنبی عورت کے ہاتھ کو مس کیا۔ اور جب ان سے بیعت لیتے تو زبان مبارک سے فرماتے میں نے تم سب سے بیعت لی اور جب عورتیں ہجرت کر کے آپ کے ہاں حاضر ہوتیں تو آپ ان سے

امتحان کرتے۔ بحکم یا ایھا النبی اذا جاءك المؤمنات الخ جب وہ اقرار کرتیں کہ ہم برضا و رغبت ہجرت کر کے آئی ہیں تو پھر فرماتے جاؤ۔ میں نے تم سے بیعت لے لی۔

انتباہ برائے پیران عظام: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیعت کے وقت مردوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ملاتے لیکن عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتے اس لیے کہ شارع کے مقام کا تقاضا احتیاط اور تعلیم اُمت ہے (ورنہ آپ تو عورتوں کے معنوی باپ تھے۔ آپ کے لیے اس میں کوئی حرج نہ تھا لیکن آپ نے احتیاط کی تاکہ پیران عظام عورتوں سے بیعت لیتے وقت بھی اور ویسے کبھی اجنبی عورتوں کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دیں) ورنہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجنبی عورتوں کے لیے مصافحہ جائز تھا تو آپ کے لیے بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیئے (جیسے بعض روایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے گزرا ہے)۔

فائدہ: خلاصہ یہ کہ عورتوں سے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت لینے کا امر شروع فرمایا تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور یہ فعل سنت بن گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاری کرنے کی وجہ سے۔

صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ سنت ہے

اسی سے ہے صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کا وہ اچھا طریقہ عوام کو بیعت کے وقت ان سے توبہ کراتے اور ایمان پر ثابت قدمی کی تلقین کرتے اور تنویر الایقان کے لیے تجدید فرماتے ہیں۔ اس کی مکمل بحث ہم نے سورہ فتح میں آیت بیعت میں بیان کی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یا ایھا النبی الخ میں نبی رُوح کو خطاب ہے کہ اور بیعت والی عورتوں سے وہ نفوس مراد ہیں جو نبی رُوح کی شریعت کے ماتحت ہیں ان سے نبی رُوح نے بیعت لی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کریں گی۔ حُبِّ دنیا اور اس کی شہوات و لذات اور زینت اور نقش و نگار کو اور اخلاق بتبع کی ہوی اور صفات ردیہ کو چوری چھپے کام میں نہ لائیں گے اور نہ ہی زنا کریں گے ساتھ خواہشات کے اور اس کی اتباع کے اور انھی قتل نہ کریں گے یعنی نہ روکیں گے اور خواطر روحانیہ اور الہامات ربانیہ کی اولاد کو نہ روکیں گے اور نہ لائیں گے وہ بہتان جو اپنے آگے پیچھے افترار کرتے ہیں یعنی وہ دعویٰ نہ کریں گے جو انھیں مواہب لدنیہ حاصل نہیں ہوئے یعنی مشاہدات و معاینات اور تجرید و تفرید کا حصول کے بغیر دعویٰ نہیں کریں گے اور عطایا سفلیہ کا دعویٰ کریں گے کہ انھیں زہد و ورع و توکل و تسلیم حاصل ہے کیونکہ وہ ان کی طرف نہیں پہنچتے اور نہ ہی نافرمانی کریں گے ان امور میں جس کا انہیں حکم ہے

کر بجالائیں یا ان سے دُور رہیں۔ اخلاق و اوصاف سے تو ان کی بیعت کیجئے یعنی اپنے پاس ان کی بیعت صدق و اخلاص سے قبول کر لیجئے اور ان کے لیے بخشش مانگئے جو ان سے واقع ہوا جو تمہارے انوار ظل میں داخل ہونے سے پہلے ان سے سرزد ہوا۔ یعنی مخالفات شرعیہ و موافقات طبعیہ کا ارتکاب کیا۔

ان اللہ غفور۔ بیشک اللہ غفور ہے موافقات شرعیہ سے ان کی ستاری کرتا ہے۔

رحیم۔ ان پر رحم فرمائے گا اگرچہ ان سے مخالفات طبعیہ کا صدور ہوا۔

تفسیر عالمانہ:

یا ایھا الذین لا تتولوا قوماً۔ اے ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو۔

حل لغات:۔ التولی کا معنیٰ یہاں پر الموالات والموادۃ یعنی ایک دوسرے سے دوستی کرنا۔ غضب اللہ علیھم۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے یہ قوماً کی صفت ہے۔ ایسے ہی قد یئسوا بھی اسی سے جنس کفار مراد ہے کیونکہ وہ سب کے سب مغضوب علیہم ہیں۔ انھیں اُخروی رحمت سے کوئی حصہ نہ ملے گا۔ بعض نے کہا اس سے یہود مراد ہیں۔

شان نزول:۔ مروی ہے کہ یہ آیت فقرا مسلمین کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ یہود کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے تھے تاکہ ان کے باغات سے کچھ پھل حاصل کریں یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے یہود کے حق میں فرمایا و غضب اللہ علیھم و جعل منھم القردۃ والخنازیر۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا اور انھی میں سے بندر اور خنزیر بنائے۔ لفظ قوم مردوں پر اطلاق ہوتا ہے عورتیں بھی طبعاً اس میں داخل ہوتی ہیں اس لیے کہ ہر قوم میں مرد بھی ہوتے ہیں عورتیں بھی۔

قد یئسوا من الاخرۃ۔ وہ جو آخرت سے نا اُمید ہوتے ہیں۔

حل لغات:۔ الیأس بمعنی طبع کا انقطاع یعنی وہ نا اُمید ہوئے آخرت سے بوجہ کفر اور عدم ایقان کے یہ اُس وقت ہے جب قوم سے کفار مراد ہوں اور من ابتداء الغایت کے لیے ہے یا ان کے علم کی وجہ سے کہ انھیں آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے گا کیونکہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمداً دشمنی کی جبکہ وہ آپ کی نعت اور اوصاف توراہ سے جانتے تھے ورنہ اہل کتاب کو قیامت پر تو ایمان تھا لیکن چونکہ کفر پر حسد و عناد سے اصرار کیا اس لیے وہ اپنے لیے ثواب سے نا اُمید تھے۔

حدیث شریف:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے یہود یو تم پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو مجھے خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم یقیناً جانتے ہو کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہوں اور میری رسالت حق ہے اور میں تمہارے ہاں حق لے کر آیا ہوں فلھذا مسلمان ہو جاؤ۔ کما یئس الکفار من اصحاب القبور۔ جیسے کفار اہل کفار اہل قبور سے نا اُمید ہو چکے ہیں من

بیانیہ الکفار کا بیان ہے یعنی وہ کفار جو اہل قبور سے ہیں یعنی جیسے وہ کافر جو مر گئے ہیں اس سے ناامید ہو چکے ہیں کیونکہ وہ اس کی حقیقت حال سے واقف ہو گئے ہیں اور اپنی محرومی کا مشاہدہ کر چکے ہیں کہ انہیں دائمی نعمتوں سے کچھ نہ ملے گا۔ اب وہ ہمیشہ کے دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے اس میں ان کی کمال ناامیدی کا بیان ہے۔

قبر میں کافر کا حال:- مقاتل نے فرمایا کہ جب کافر کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ زجر و توبیخ کرتا ہوا آکر پوچھے گا تیرا رب کون، تیرا دین کیا، تیرے نبی (علیہ السلام) کون، تو وہ کہے گا لا ادری میں نہیں جانتا۔ فرشتہ کہے گا اللہ تعالیٰ تجھے دور رکھے اپنی منزل دوزخ میں دیکھ پھر وہ ہائے ہائے پکارے گا۔ فرشتہ کہے گا یہ تیرے لیے ہے اس کے بعد بہشت کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا یہ ان کا ٹھکانا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اگر تو اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لاتا تو تو جنت میں ٹھہرایا جاتا۔ اس سے کافر کو سخت حسرت ہو گی اور اس کی امید بالکل منقطع ہو جائے گی اور جان لے گا کہ اب اس کا جنت سے کوئی حصہ نہیں اور جنت کی خیر و بھلائی سے بالکل ناامید ہو جائے گا۔

فائدہ:- بعض نے کہا کہ مِنْ یئِسُ کے متعلق ہے اب معنی یہ ہوا کہ جیسے کفار اپنے موتی سے ناامید ہو چکے ہیں کہ وہ اب نہ اٹھیں گے اور نہ ہی زندہ ہو کر دنیا میں واپس آئیں گے۔ یہاں اضمار کا اظہار ہے ان کی ناامیدی کی علت کا اظہار مطلوب ہے اور وہ ہے کفر۔

فائدہ:- قبر بمعنی مردے کا ٹھکانا مقبرہ قبور کی جگہ۔

تفسیر صوفیانہ:- آیت میں ابدان مریضہ یعنی بیمار اور نجس خبیث خلافانی اجسام کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کفار اپنے بُرے اخلاق کی قبور کی تنگی سے نکلنے سے ناامید ہو چکے ہیں کہ اب وہ اخلاق حسنہ کی وسیع آبادی کی طرف ہرگز نہیں جائیں گے ایسے تمام کثیفہ حجابات والوں کا حال ہے۔

فائدہ:- بعض اصحاب القبور وہ ہیں جن کا حال اس کے برعکس ہے وہ وہ ہیں جن کا اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں ایسے ہو جیسے کوئی مسافر یا رہ گزر ہو اور خود کو اصحاب القبور میں شمار کرو۔

فائدہ:- ان اصحاب القبور سے وہ حضرات مراد ہیں جو دنیا سے اضطراری موت سے پہلے اپنے اختیار سے مرے یعنی فنا تام پالی اس معنی پر ان کے اجسام ان کی ارواح کے لیے موتیٰ کی قبور کی طرف تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارا خاتمہ سعادت پر ہو ان کے طفیل جنہیں کمال سیادت نصیب ہوئی۔

اور محبوب مقامات میں مدفون ہو اور کمال بشریٰ کے ساتھ اس کے سامنے حاضری اور مزید فخر کے ساتھ اس کے ہاں قیام کا سوال کرتے ہیں۔ ؎

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
خداوند گار نظر کن بجود
کہ جرم آمد از بندگان در وجود
چو مارا بدنیا تو کردی عزیز
بعقبی ہمیں چشم داریم نیز

ترجمہ: اے اللہ بحق بنی فاطمہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) ایمان کے قول پر میرا خاتمہ فرما۔
خداوندا جود و کرم کی نظر سے نواز۔ بندوں سے ہی جرم صادر ہوتا ہے۔
جب تو نے ہمیں دنیا میں عزت بخشی ہے تو ہم آخرت میں بھی یہی اُمید رکھتے ہیں۔

فراغت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ: تفسیر سورۃ ممتحنہ رمضان المبارک کے آخرہ عشرہ ۱۱۱۵ھ میں ختم ہوئی۔

فقیر اویسی غفرلہٗ سورۃ ممتحنہ کی تفسیر کے ترجمہ سے ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۸ء میں عین صلوٰۃ العشاء شب ہفتہ کو فراغت پائی۔

الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک وصلی اللّٰہ علیٰ حبیبہ الکریم الامین وعلیٰ اٰلہٖ و اصحابہ اجمعین۔

بہاول۔ پاکستان۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ

رکوعاتها ۲	(نمبر ۶۱) سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (عدد نزول ۱۰۹)	اٰياتها ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا

عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ

فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط فَلَمَّا جَآءَهُمْ

بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ
وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ
رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ سورۃ الصف مدنی ہے اس میں ۲ رکوع ۱۴ آیات ۲۲۱ کلمے اور ۹۰۰ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اللہ کی تسبیح بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دیتا۔ اور یاد کرو جب عیسٰی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب احمد اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور ظالم لوگوں کو اللہ راہ نہیں دیتا۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔

تفسیر عالمانہ: سبح للہ۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں یعنی اس کی ذات کی ان تمام بیہودے سے جو اس کی بلند وبالا اور عظمت والی جناب کے لائق ہیں۔

ما فی السموٰت۔ وہ جو آسمانوں میں ہیں علویات فاعلہ سے وما فی الارض اور وہ جو زمینوں میں ہیں سفلیات قابلیہ سے وہ آفاقی ہوں یا انفسی ہو۔ خلاصہ یہ کہ جمیع اشیاء اس کی تسبیح کرتی ہیں بغیر کسی فرق کے جو بھی موجود ہے کوئی بھی ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وان من شئی الا یسبح بحمدہ" کوئی شے نہیں جو اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ وھو العزیز اور وہی علی الاطلاق غالب ہے کہ وہ جو ارادہ کرتا ہے وہی ہوتا ہے۔ الحکیم۔ حکیم کہ اس کا ہر فعل ہر حکمت پر ہوتا ہے اس پر نہ کوئی غالب ہے وہ علی الاطلاق عزیز وحکیم ہے اسی لیے اس کی تسبیح واجب ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے جو چاہے کہ اس کی تسبیح صاف وشفاف ہو تو وہ اپنے قلب سے نفس کے نشانات مٹا دے اور جو چاہے کہ جنت میں اس کا عیش صاف وشفاف ہو تو وہ اپنے دین کو خواہشات کی گرد وغبار سے پاک صاف رکھے۔

یا ایھا الذین امنوا۔ اے ایمان والو۔ اس سے ایمان رسمی مراد ہے لم تقولون ما لا تفعلون کیوں کہتے ہیں وہ جو خود نہیں کرتے۔

شانِ نزول: مروی ہے کہ (بعض) مسلمانوں (رسمی) نے کہا کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتے کہ فلاں عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر ہے تو اس پر اپنے مال وجان قربان کردیں۔ جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو (بعض) مسلمان (رسمی) کو ناگوار گزرا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: اس میں ان کی عدم وفاء کا اظہار ہے۔

فائدہ: لم لام جارہ اور ما موصولہ سے مرکب ہے کہ دراصل لما تھا۔ الف کثرت استعمال کی وجہ سے محذوف ہوا جیسے عمّ اور فیم اور ان جیسے اور اسماء میں ما استفہامیہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو نیکی اور دیگر خیر وبھلائی کے کام کیونکہ اس زجر وتوبیخ کا دارومدار ان کے اس عدم فعل پر ہے جو زبانی دعویٰ کے باوجود عملی لحاظ سے خالی ہے۔

نکتہ: ان کے قول سے عدم فعل کی طرف متوجہ کرنے میں تنبیہہ ہے کہ ان کی معصیت اور گناہ دوگنا ہے اس لیے کہ منکر (برائی) صرف موعود خیر کے ترک کا نام نہیں بلکہ ترک کے ساتھ وعدہ خلافی بھی کررہے ہیں اور وہ اسے اپنے طور نیکی سمجھتے تھے (کیونکہ وہ رسمی مسلمان تھے منافق جو تھے۔

نکتہ: اگر یوں کہا جاتا لم لا تفعلون ما تقولون کیوں نہیں کرتے جو کہتے ہو تو اس سے یہ سمجھا جاتا کہ منکر (برائی) صرف ترک الموعود ہے حالانکہ اس کے ساتھ ان کی اور برائی بھی ہے (جسے ہم نے

اوپر بیان کیا ہے)

اذا لہ وھم :۔ ما استفہامیہ سے حقیقی مراد نہیں اس لیے کہ استفہام اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے کیونکہ جمیع اشیاء کو جانتا ہے بلکہ یہاں صرف انکار اور توبیخ مراد ہے اس بات پر کہ انسان بھلائی کی بات کہہ کر اس پر عمل نہ کرے (تو اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے)۔

فائدہ :۔ جس نے ماضی وحال میں خبر دی کہ اس نے یہ فعل کیا ہے حالانکہ نہیں کیا تو وہ جھوٹا ہے اور جو وعدہ کرے کہ فلاں کام مستقبل میں کرے گا اور وہ اسے نہ کرے تو وہ بھی جھوٹا ہے اور یہ ہر دونوں فعل مذموم ہیں (کشاف)

فائدہ :۔ یہ کلام کذب اور وعدہ خلافی ہر دونوں کو شامل ہے۔

مسئلہ :۔ جو شخص وعدہ کرکے بوجہ شرعی اور صحیح عذر کے عمل کیے یعنی وعدہ پورا نہ کر سکے تو اس پر کوئی بھی گناہ نہیں ہے۔

تفسیر صوفیانہ (۱) :۔ عرائس البقلی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریدین کو تنبیہ فرمائی ہے کہ وہ ایسے مقامات کا دعویٰ یا اظہار نہ کریں جن تک وہ ابھی نہیں پہنچے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں نہ آجائیں اور طریق حق سے منقطع نہ ہوں کیونکہ ان کے یہ دعاوی باطل ہیں اور اکابر (اولیاء کرام) کو بھی تنبیہ ہے کہ وہ بعض حقوق نہ ترک کریں جو عہود کی ادائیگی نہیں کرتا یا حقوق پورے نہیں کرتا تو وہ حق وحقیقت تک نہ پہنچ سکے گا۔

مسئلہ :۔ بندے کی نہ اپنی کوئی تدبیر ہے اور نہ وہ اپنے ارادے چلائے کیونکہ وہ تو کسی دوسرے کے قبضہ کا قیدی ہے۔ اسی پر احکام قدرت اجرا اسی کا ہے اور اسی کی مشیت اس پر چلتی ہے اس کے باوجود جو کوئی کہے یہ میں نے کیا یا وہ شے لایا یا میں حاضر ہوا تو اس نے اپنے مالک کو بھلایا ہوا ہے اور ایسے دعاوی کر رہا ہے جس کے وہ لائق ہی نہیں جو طاعت الٰہی بجالانے کا مدعی ہے وہ درحقیقت عصیاں کے زیادہ قریب ہے کیونکہ وہ بھولا ہوا انسان ہے اور بھول اندھا پن سے بدتر ہے۔

تفسیر صوفیانہ (۲) :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اے مومنو! مقلدو (تقلیدی ایمان والو) کیوں زبان سے تو دنیا کی مذمت کرتے ہو لیکن لسان باطن سے اس کے مداح ہو جیسا کہ تمہارا انواع شہوات اور گوناگوں لذات جسمانیہ کا ارتکاب گواہی دیتا ہے یا یہ کہ تم زبان سے تو جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہو لیکن دل سے اس کی مذمت کرتے ہو اس نے تمہارا حق سے اعراض اور نفس و دنیا کی طرف متوجہ کرنا دلالت کرتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بری شے ہے۔

جیسا کہ فرمایا۔

تفسیر عالمانہ: کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا یہ ہے کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

حل لغات: کبر از باب نعم و بئس۔ اس میں ضمیر مبہم جو بعد آنے والے نکرہ سے مفسر ہے اور ان تقولوا مخصوص بالذم ہے۔ المقت بمعنی البغض الشدید ہے۔ اس کے لیے جو کوئی فعل قبیح کا مرتکب ہو کہا جاتا ہے۔ مقتہ فھو مقیت و ممقوت۔ اس پر اس نے سخت عذاب کیا وہ سخت مغضوب ہے) اسی لیے جو شخص اپنی سوتیلی ماں (باپ کی زوجہ) سے نکاح کرتا تو نکاح مقت ہو جاتا۔ اور عند اللہ فعل کا ظرف ہے بمعنی فی علمہ و حکمہ اور ان کے اس فعل کی قباحت کا بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت میں ان کا محض یہی قول بھی مبغوض ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مغضوبیت و مقوتیت ہے اور جو اللہ کا مبغوض ہوا اس کے لیے جہنم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اس کے لیے بہشت ہے۔

فائدہ: حضرت کاشفی نے فرمایا کہ علماء نے فرمایا کہ یہ آیت عام ہے کہ جو بھی زبان سے تو کہے لیکن عمل نہ کرے تو وہ بھی اس عتاب میں داخل ہے یا اس سے وہ علماء مراد ہیں جو لوگوں کو تو عمل کا کہتے ہیں لیکن خود بے عمل ہیں ان پر یہی عتاب وارد ہے ؎

تنتہ الخلق و تاتی مثلہ
عار علیک اذا فعلت عظیم

ترجمہ: لوگوں کو تو روکتے ہو لیکن خود اس نہی کے مطابق عمل کرتے ہو تجھ پر بڑی عار ہے کہ یہ تیرا فعل عظیم ہے۔

وحی عیسیٰ علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے ابن مریم (علیہ السلام) پہلے خود کو نصیحت کرو۔ اگر خود عمل نہیں کرتے لیکن دوسروں کو وعظ کرتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے حیا کرو۔

بے عمل واعظ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ کٹے ہوئے ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کے ہونٹ دوزخ کے مقراضوں سے اس لیے کاٹے گئے ہیں کہ یہ زبان سے تو لوگوں کو عمل کا کہتے تھے لیکن خود بے عمل تھے ؎

از من بگو عالم تفسیر گوئی را
گر در عمل نکوشی نادان مفسر

بار درخت علم ندانم بجز عمل
با علم اگر عمل نکنی شاخ بے بری

ترجمہ:۔ میری طرف سے عالم تفسیر داں کو کہو اگر عمل کی کوشش نہیں کرتے ہو۔ اے بے وقوف مفسّر علم کے درخت کا بجز علم کے ثمر نہیں۔ علم کے ساتھ اگر عمل نہ کرو گے تو تم وہ شاخ ہو جس پر پھل نہ ہو۔

حکایت:۔ بعض بزرگوں سے عرض کی گئی کہ کچھ نصیحت فرمایئے آپ نے۔ خاموشی فرمائی سائل نے دوبارہ عرض کیا آپ نے فرمایا تم مجھے اس کا کہتے ہو کہ وہ بات کہو جس پر میرا عمل نہ ہو پھر اس کا یہ معنیٰ ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دوں (معاذ اللہ)

حکایت:۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے تین آیات وعظ سنانے سے مانع ہیں:۔

(۱) اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم
کیا لوگوں کو امر کرتے ہو خود کو بھلاتے ہو

(۲) وما ارید ان اخالفکم الی ما انہاکم عنہ
میرا ارادہ ہے کہ میں تمہارے خلاف کروں اس کے میں تمھیں اس سے روکتا ہوں۔

(۳) یا ایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون
اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

مسئلہ:۔ جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تارک کے لیے وعید دار دہے جیسے عمل کے تارک کے لیے ہے بہر حال ہر دو درجوں میں انتہائی خوف میں رہنا چاہیئے۔ اس سے اس بدبخت کی بدبختی کا اندازہ لگایئے جو نیکیوں سے روکتے اور برائیوں کا حکم دیتے ہیں اس زمانہ میں اکثر لوگ ایسے ہو گئے (العیاذ باللہ)

مسئلہ:۔ اللباب میں ہے کہ آیت میں حکم ہے کہ جو شخص اپنے اوپر ایسا عمل واجب کرتا ہے جس میں طاعت الٰہی تو چاہیئے کہ وہ اس کا ایفاء کرے کیونکہ خود پر کوئی عمل لازم کرنا شرعًا وہ عمل لازم ہے کیونکہ خود پر کوئی عمل لازم کرنے والا یا تو ابتداءً تقرب کی نیت پر منت مان رہا ہے مثلاً کہتا ہے علیّ صلوٰۃ او صوم او صدقہ وغیرہ۔ مجھ پر نماز یا روزہ یا صدقہ ہے وغیرہ وغیرہ جو اعمال جو قرب الٰہی کے موجب ہیں تو ان کا پورا کرنا بالاجماع واجب ہے یا مباح کی نذر مانی ہے یعنی اسے کسی مرغوب شے سے معلق کیا ہے مثلاً کہا اگر میرا فلاں غائب گھر واپس آگیا تو مجھ پر صدقہ ہے یا اس میں کسی خوف و خطر سے بچنے کی شرط لگائی ہے مثلاً کہا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے فلاں شر سے بچا لیا تو مجھ پر صدقہ ہے

اس میں اختلاف ہے۔ امام مالک و امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے اسے پورا کرنے کو لازم فرمایا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں لزوم کا حکم ہے لیکن ہماری حجت آیت کا عموم ہے جو کہ وہ مطلق بھی ہے اس میں اس کی مذمت بھی شامل ہے جو (کہنے کے بعد) اس پر عمل نہیں کرتا وہ جس وجہ سے بھی ہو مطلق ہو یا مقید بشرط ہو۔

ان اللہ یحب الذین یقاتلون ۔ بیشک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے انہیں جو جنگ کرتے ہیں اس کے اعداء سے۔ فی سبیلہ۔ اس کی راہ میں یعنی اس کی رضا اور اس کے دین کو بلند کرنے کے ارادہ پر یعنی وہ ان سے راضی اور ان کی تعریف کرتا ہے۔ صفا۔ دشمن کے مقابلہ میں صف زدہ ہو کر یہ بیان ہے اس کا کہ رضا کیا ہے اور اس کے بیان کے کہ اس کے نزدیک مغضوب کون ہیں۔ یہ صریح ہے اس میں کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ صرف بات نہ تھی بلکہ وعدہ تھا۔

حل لغات :۔ الصف مصدر ہے فاعل یا مفعول کی جگہ پر واقع اور منصوب علی الحال ہے یقاتلون کے فاعل سے (حال) ہے بمعنی صافین انفسہم ۔ خود کو صف میں کھڑا کرنے والے ہیں یا صف باندھے ہوئے ہیں۔ اور صف کہتے ہیں خط مستوی پر لوگوں کا یا درختوں کا کھڑا ہونا۔ کانھم بنیان مرصوص گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی ہوئی۔ پہلے حال کی ضمیر سے حال ہے۔

حل لغات :۔ البنیان بمعنی الحائط (دیوار) القاموس میں ہے البناء ھدم (دیوار وغیرہ کا گر جانا) کی نقیض ہے بناہ بنیا و بناءً و بنیانا و بنیۃ و بنایۃً۔ اسے بنایا بنا یا البناء بمعنی المبنی (عمارت بنائی ہوئی) البنیان وہ واحد ہے کہ اس کی جمع نہیں اس پر مرصوص (کا مذکر ہونا) دلالت کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ بنیان بنیانۃ کی جمع ہے جیسے نخل و نخلۃ ایسے طریقہ کی جمع کے لیے اس کے لیے تانیث و تذکیر کے ہر دونوں صیغے جائز ہیں۔

الرص بمعنی عمارت کا بعض کا بعض سے متصل و مستحکم ہونا (تاج المصادر) میں ہے کہ الرص بمعنی عمارت کا مضبوط کرنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ الرص بمعنی پتھر کا پتھر پر رکھ کر چھوٹی کنکریاں (بجری) رکھ کر اوپر انیٹ رکھنا اسے اہل مکہ مرصوص سے تعبیر کرتے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ در الحالیکہ تم مضبوطی میں بغیر سوراخ و خلل کے اس عمارت کے مشابہ ہو جاؤ جسے بعض کو بعض سے مضبوطی میں مستحکم کیا جائے یہاں تک کہ وہ ایک شے محسوس ہو۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بنیان مرصوص بمعنی عمارت مضبوط گویا وہ رانگا پلائی ہوئی ہے اس سے ثابت قدمی مراد ہے کہ معرکہ جنگ ایک دوسرے کے ایسے چسپاں ہو جائے گویا رانگا پلائی دیوار ہو۔ یہی فراء کا قول ہے کہا جاتا تراصوا فی الصلوۃ

یعنی نماز میں مل کر کھڑے ہو. جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاترا اصوا بینکم فی الصلوٰۃ لا یتخللکم الشیطان۔ نماز میں مل کر کھڑے ہو تاکہ تمھارے میں شیطان خلل انداز نہ ہو۔

فائدہ:۔ اس مقام میں رحمت زحمت ہے اس لیے خلل کو روکنا ضروری ہے۔ یا معنیٰ یہ ہے کہ مضبوط عمارت کی طرح کاندھے ملا کر کھڑے ہو۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کا قول اس کے منافی نہیں جو آپ نے فرمایا صف میں دو مردوں کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ضروری ہے اسی سے یہ مقام مراد نہیں وہ اور مقام ہے۔ (المقاصد الحسنہ)

مسئلہ:۔ بعض نے کہا اس میں دلیل ہے کہ سوار ہو کر جنگ کرنے سے پیدل کی جنگ افضل ہے کیونکہ سوار صف نہیں باندھ سکتے۔ (کشاف)

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے سوار

تردید از صاحب روح البیان قدس سرہٗ:۔ کو پیدل والے مجاہد (غازی) پر فضیلت کی دلیل یہ ہے کہ غنیمت سے سوار کے دو اور پیدل کا ایک حصّہ ہے باقی رہا صف بندی کی ترغیب وہ اس لیے کہ اس دوران اکثر مسلمان پیدل ہوتے تھے اس لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی پر برانگیختہ فرمایا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت جنگ کی سواریاں بہت کم میسر تھیں۔

فائدہ:۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے تعلیم ہے کہ دشمن کی جنگ میں جو صورت میسر آئے عمل میں لاؤ لیکن صف بندی کو اہمیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ جنگ میں صف سے نکلنا جوائج ضروریہ کے سوا ناجائز ہے یا وہ جسے امام (حاکم وقت) پیغام رسانی کے لیے کہیں بھیجے یا جس طرف منتقل ہونا ہے اس میں زیادہ فائدہ محسوس ہوتا ہے مثلاً فرصت ملی تو بے تماس سے اور کوئی کام نکال لیا جائے گا ان صورتوں میں صف سے نکلنے میں کسی کو اختلاف نہیں کیونکہ اس سے تو دشمن کو بھگانا یا طلب شہادت مطلوب ہے اور جنگ لڑنے کی تحریف ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا خود بخود جنگ کے لیے آگے بڑھنا کیونکہ اس میں ریا کا شائبہ ہے یا اس طرف جہاں جانے سے روکا گیا ہے جب تک دشمن جنگ کے لیے بالمقابل کا مطالبہ نہ کرے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات مبارکہ میں ہوا ہمقیا یعنی غزوۂ بدر اور غزوۂ خیبر میں (بالخصوص)

مسئلہ:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ جہاد کا حکم فرض کفایہ ہے وہ بھی استطاعت والے پر (یہ بالاتفاق ہے) یہ اس وقت جب بعض لوگ جنگ میں مصروف ہوں اسی لیے باقیوں سے فرضیت ساقط ہو گئی۔

مسئلہ:۔ بغیر عام (جنگ کا عام اعلان) ہو یعنی دشمن نے حملہ کر دیا تو اب سب پر فرض عین ہے لاس میں

کسی نے اختلاف نہیں کیا)۔

فائدہ:۔ آیت میں جنگ سے پیچھے رہنے پہ زجر و توبیخ اور جنگ میں بہت جلد حاضری کی ترغیب اور فضیلت جہاد کی دلیل ہے۔

غزوۂ موتہ: مروی ہے کہ جب غزوۂ موتہ ہوا۔
فائدہ:۔ موتہ (بالضم) ملک شام کے کنارہ پر ایک مقام ہے اس میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اس میں تلواروں سے کام لیا گیا تھا (قاموس) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اس غزوہ کے اُمرا میں سے ایک تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکار کر فرمایا کہ اس جنگ میں فتح تمہاری ہے اسی لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ جنگ لڑ کر شہید ہوئے۔

تعارف عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا۔ اللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر تھے۔ اور اپنی زندگی میں مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سُناتے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا مجھے حکم ہے کہ میں تمہاری مجلسوں میں بیٹھوں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ گفتگو جاری رکھیے[1] (میں بھی تمہاری گفتگو سنوں گا)۔

تفسیر صوفیانہ:۔ جہاد یا تو ظاہری دشمنوں سے ہوتا ہے جیسے کفار و منافقین سے یا باطنی دشمنوں سے جیسے نفس و شیطان سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اور مہاجر وہ ہے جو خطایا و ذنوب کو چھوڑ دے اور سب سے اعظم مجاہدہ نماز ہے کیونکہ اس میں فنائے کامل راز اور نفس پر مشقت ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ واذ قال موسیٰ لقومہ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کو فرمایا۔ یہ نیا کلام اور ماقبل کی تقریر سے ترک قتال کی شناعت میں اور اذ مفعولیہ کی وجہ سے منصوب ہے فعل مقدر ہے جس کے مخاطب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں بطریق تلوین یعنی یاد دلاؤ ان جنگ میں نہ جانے والوں کو وہ وقت جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جبابرہ کے مقابلہ کا فرمایا جسے قرآن مجید میں بیان فرمایا

---

[1] کشف الاسرار ۱۲

یا قوم ادخلوا الارض المقدسة التی کتب اللہ بحکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین۔

ترجمہ:"اے میری قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے فرض کیا ہے اور اپنے گٹھوں پر نہ پھر جاؤ ہو جاؤ گے خسارہ والے۔"

قوم نے موسیٰ علیہ السلام کا فرمان نہ مانا سخت نافرمانی کرتے ہوئے کہا:

قالوا یموسیٰ ان فیہا قوما جبارین وانا لن ندخلہا حتی یخرجوا منہا فان یخرجوا منہا فانا داخلون الی قولہ تعالیٰ فاذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔

ترجمہ:۔ اے موسیٰ (علیہ السلام) اس بستی میں جبار لوگ ہیں ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس بستی سے نکل نہ جائیں اگر وہ نکل جائیں تو پھر ہم اس میں داخل ہوں گے۔ یہاں تک کہا کہ پس تو اور تیرا رب جاؤ اور ان سے جاکر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ انہوں نے اسی بات پر اصرار کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو اذیتیں بھی پہنچائیں (ارلاشاد)

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ کفار سے جنگ بھی ایک قسم کی تسبیح ہے کیونکہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے (معاذ اللہ) اور اس کے ساتھ شریک بنا کر بت پرستی کی اس لیے ان سے جنگ لڑنا اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے میدان میں وسعت دینا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس سورت مبارکہ کو تسبیح سے شروع فرمایا اور لفظ حکیم میں جنگ کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ بھی اس کی حکمت سے ہے اور قضاء کو قضا سے دفع کرنا ہے اس راز کو اہل اللہ جانتے ہیں اور لفظ عزیز میں اشارہ ہے کہ غلبۂ اہل ایمان مجاہدین کو نصیب ہوگا لیکن چونکہ اسے بعض (رسمی مسلمان منافقین) نے کراہت کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ نہ کیا اور بے اندیشی سے اللہ تعالیٰ کی طرف عجز کی نسبت کے گڑھے میں گر رہے اسی لیے جنگ کو جانے سے پیچھے رہ گئے۔ ان کی اس روش سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذہنی کوفت ہوئی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر دیا تاکہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی ہو۔

فائدہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منافقین کے جنگ پہ جانے سے ذہنی طور کوفت محسوس کرنا اذیت ہے کیونکہ کوئی کسی کا فرمان نہ مانے تو اسے کوفت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی اذیت ہے۔

فائدہ:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہے اور اس کی طاعت سے خروج فسق ہے اور فاسق خدا تعالیٰ کا مغضوب ہوتا ہے اس لیے کہ ہدایت باب رحمت

سے ہے اور اس کا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کا غضب (ہم اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب اور دردناک عذاب و عقاب سے پناہ مانگتے ہیں ۔)

یاقوم۔ اے میری قوم دراصل قومی تھا اسی لیے میم مکسور ہے ورنہ بضم المیم ہوتا اس میں اشارہ ہے کہ یہاں یائے متکلم ہے لفظ قوم مفہوم ہو تو مفسر و معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے اور یہ نداء نرمی اور شفقت سے ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان اقدس ہے ۔ ایسے ہی ان کی شان ہے جو ان کے قریب ہیں یعنی اولیاء کرام ۔

لم تؤذوننی : ۔ مجھے کیوں ستاتے ہو ۔ مخالفت اور اس میں نافرمانی کر کے جس کا میں تمھیں حکم کرتا ہوں ۔

حل لغات : ۔ الاذیٰ ہر وہ شے جو انسان کو پہنچے ضرر سے اس کی کوئی ت ہیں یا جسم میں یا [illegible] ہو یا اخروی ۔ القاموس میں ہے کہ آذی فعل الاذیٰ اس کا صاحب اذی و ر ذاۃ و [illegible] (کیونکہ اس کا اور معنیٰ ہے) ۔

اغلاط العوام : ۔ عوام کی زبان پر اسی معنیٰ پر ایذاء مشہور ہے بلکہ یہ لفظ اسی معنیٰ میں [illegible] کی عبارات میں بھی پایا جاتا ہے ۔

وقد تعلمون ۔ حالانکہ تم جانتے ہو ۔ **انی رسول اللہ الیکم** ۔ بیشک میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف ۔ یہ جملہ حالیہ ان کا ارادیتہ ونفی سبب کی تاکید کے لیے ہے اور قد تحقیقیہ ہے ۔ علم کی [illegible] کر رہا ہے توقع کا نہیں اور ہی تقریب و تعلیل کا ہے کیونکہ نحویوں کا قاعدہ ہے کہ جب قد حال پر داخل ہو تو تحقیق کا معنیٰ دیتا ہے (اور یہاں حال پر داخل ہے) اور جب استقبال پر داخل ہو تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے اور مضارع کا صیغہ استمرار علم پر دلالت کرتا ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے بنی اسرائیل تم قطعی اور ہمیشہ کے لیے جانتے ہو (کیونکہ تمھیں میرے معجزات کا بارہا مشاہدہ ہو چکا ہے) کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ میں تمہاری دنیا و آخرت کی رہبری کروں اور یہ بھی تمھیں قطعی علم ہے کہ تم میری تعظیم میں مبالغہ وطاعت میں مسارعت (جلدی سے) کے مامور ہو کیونکہ میری تعظیم وطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اطاعت ہے ۔

فائدہ : ۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ امم سابقہ میں بھی ایسے لوگ تھے جو اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اذیت پہنچاتے تھے ۔ اور قاعدہ ہے کہ جب بلاء عام ہو تو وہ آسان محسوس ہوتی ہے (اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی تاکہ خاطر مبارک سے بوجھ

ہلکا ہو)

حدیث شریف:۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کہ وہ مجھ سے زیادہ اذیتیں دیئے گئے اس کے باوجود پھر بھی صبر فرمایا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اذیت کا نمونہ

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف کی غنیمتیں تقسیم فرمارہے تھے تو بعض منافقین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقسیم میں عدل و انصاف نہیں اور نہ ہی اس میں رضائے الٰہی کا خیال رکھا گیا ہے یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس متغیر ہوگیا پھر مذکورہ بالا ارشاد فرمایا:

فلما زاغوا۔ پس جب وہ ٹیڑھے ہوئے۔

حل لغات:۔ الزیغ المیل عن الاستقامۃ۔ استقامت سے ہٹ جانا (ٹیڑھا ہونا) یعنی جب وہ امرِ حق سے باطل کی طرف جھکے اور اس پر اصرار کیا جو موسیٰ علیہ السلام لائے اور وہ اس ٹیڑھا پن پر مصر (اصرار کرنے والے) رہے۔

ازاغ اللہ قلوبھم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے، پھیر دیئے قبولِ حق اور میلان الی الصواب سے ان کے دل غی اور گمراہی کی طرف۔ ان کے ٹیڑھے پن کو خود اختیار کی وجہ سے۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے المفردات میں لکھا کہ جب وہ استقامت (سیدھی راہ چلنا) سے جدا ہوئے تو ان سے ایسا معاملہ کیا اور حضرت جعفر نے فرمایا جب انھوں نے اوامر خدمت کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے نور ایمان نکال لیا اور شیطان کے لیے ان کی طرف راہ کھول دی پھر انہیں طریق حق سے ہٹا کر ان میں باطل کے مسالک داخل کر دیئے اور الواسطی نے فرمایا کہ جب وہ قربت حق سے علم میں ہٹے تو ان کے دل اللہ تعالیٰ نے خلیقت میں ہٹا دیئے۔ بعض نے کہا کہ جب وہ عبادت سے ہٹے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ارادہ سے ہٹا دیئے۔

تحقیق از صاحب روح البیان قدس سرہٗ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ جب انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل آپ کی ولایت و حیثیت سے پھیر دیئے پھر انھوں نے آپ کو صرف موسیٰ دیکھا اس نگاہ سے نہ دیکھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور

لہ جیسے ابلیس نے آدم کو صرف آدم اور کافروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

بنے ہیں ۔ اسی لیے وہ لذتِ حق سے محروم ہو گئے ۔

واللّٰہ لا یھدی القوم الفاسقین ۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دکھاتا ۔ جملہ معترضہ ہے ماقبل کے مضمون ازاغۃ کی تقریر کے ذیل میں ہے اور اس کی علیۃ کی خبر دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس قوم کو راہ نہیں دکھاتا جو طاعت اور منہاج حق سے خارج اور غوایۃ (گمراہی) پر مصر (اصرار کرنے والا) ہیں ۔

فائدہ :۔ ہدایت وہ راستہ مراد ہے جو موصل الی البغیہ (المطلوب) ہو ۔ وہ جو موصل الی ما یوصل الیہا ۔ اس کی طرف جو اس ہدایت کی طرف پہنچانے والا ہو کیونکہ یہ ترتب کو شامل ہے ۔ اور الفاسقین سے یہاں فاسق کی جنس مراد ہے اور یہ اس میں بطریق اولیت شامل ہیں اور فاسق کی صفت اس طرف اشارہ کرتی ہے جو (موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا) ۔ فافرق بیننا و بین القوم الفاسقین (اے اللہ میرے اور فاسقوں کے درمیان جدائی ڈال دے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا تاس علی القوم الفاسقین ۔ فاسق قوم کا غم نہ کیجئے ۔

گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انجام :۔ امام (فخرالدین رازی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ آیت میں دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی (اور بے ادبی) کفر تک کھینچ کر لے جاتی ہے ۔ اور ہدایت سے گمراہی کے میلان تک پہنچاتی ہے (معاذ اللہ) ۔

انتباہ :۔ علمائے اہلسنت جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں ان کی اذیت (بے ادبی و گستاخی) سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ علماء اہلسنت کا بے ادب (و گستاخ) کفر کے گھاٹ اترتا ہے اس لیے کہ علماء اہلسنت انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اسی لیے ان کی اذیت (بے ادبی و گستاخی) درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی اذیت (بے ادبی و گستاخی ہے) ، اس معاملہ میں ان کا اور ان کا ایک حکم ہے ۔

حاشیہ بقیہ ص۲۹۹

دیکھا جیسے اب وہابیوں دیوبندیوں نے صرف اپنے جیسا بشر دیکھا اور حقیقت پر نگاہ نہ کی ۔ ۱۲ ۔ اویسی غفرلہٗ ۔

لے :۔ یہی وہابی دیوبندی کا حال ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کے اطوار کو دیکھ کر آپ کے علم غیب وحاضر وناظر و اختیار اور نورانیت و دیگر کمالات کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ انہیں چاہیئے کہ وہ آپ کی رسالت کی حیثیت کو دیکھیں کہ سورج اٹھایا ، چاند چیرا اور پتھروں کو کلمہ پڑھایا وغیرہ وغیرہ ۱۲ ۔

لے باعمل اور عقیدہ کے صحیح حضرات مراد ہیں ورنہ بہت سے حضرات ننگ علم وعمل ہیں وہ تو دیکھنا قیامت میں کتنی سخت سزا میں مبتلا ہوں گے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ۔

فائدہ :۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہم البصیرت سے ہی داعی الی اللہ ہیں۔

تفسیر صوفیانہ :۔ یہی حکم قلوب کے رسل کا ہے کیونکہ وہ قوائے بشریہ و طبعیہ کو صفات بشریہ سفلیہ کو اخلاق روحانیہ علویہ کی طرف اور ظلمۃ خلقہ سے نور حقیقت کے داعی ہیں جو حق اور قبول دعوت سے روگردان ہوا بوجہ استعداد ذاتی کے وہ توجہ الی دنیا اور اس میں انہماک کی وجہ سے گمراہ ہوا وہ حضرت حق سبحانہ کا راستہ کیسے پاسکے گا۔

تفسیر عالمانہ :۔ واذ قال عیسی ابن مریم :۔ اور یاد کرو جب عیسٰی ابن مریم (علیہما السلام) نے فرمایا۔ یا اس کا عطف پہلے پر ہے تو اس کے عامل کا معمول ہے یا مضمر فعل کا معمول ہے جس کا پہلے مقدر فعل پر عطف ہے۔ یہاں اور عزیر ابن اللہ کا ہمزہ (الف) لکھنے میں بحال رکھا جائے۔ اللہ اور عبد کے درمیان مذکر و مونث کے درمیان ہیں نادر الوقوع کی وجہ سے۔

یا بنی اسرائیل ۔ اے یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔ یہ خطاب اُن کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے ہے تاکہ وہ اس قول کی تصدیق کریں۔

انی رسول اللہ :۔ بیشک میں اللہ کا رسول ہوں مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ تصدیق کرتا ہوا اپنے سے پہلے تورات کی، کیونکہ آپ کا توراۃ کا تصدیق کرنا اپنی تصدیق کے لیے بہترین اور اقوی ذریعہ ہے یعنی میں تمہاری طرف ان احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہوں جو نہایت ضروری ہیں کہ ان کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس میں تمہارے اُمور دینیہ دنیویہ کی بہتری ہے (ان اُمور کے لیے اکسیر اعظم کی حیثیت رکھتے ہیں) درانحالیکہ مجھے اس میں پورا یقین ہے کہ میں اس کتاب کی تصدیق کر رہا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہے اور تصدیق کرتا ہوں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ سے نازل ہوئی تھی۔

فائدہ :۔ حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں تم پر انجیل پڑھتا ہوں جو تورات کے موافق ہے توحید اور بعض احکام شرعیہ میں۔

نکتہ :۔ قاضی (بیضاوی) نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں شاید یا قوم اس لیے نہیں فرمایا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے یا قوم فرمایا تھا کہ یہ لوگ آپ کی نسبت کے نہیں تھے کیونکہ نسب آباء پر چلتی ہے اور مریم (رضی اللہ عنہا) بنی اسرائیل سے تو تھیں ہی اس لیے کہ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور بی بی مریم (رضی اللہ عنہا) آپ کی نسل سے تھیں۔

مسئلہ :۔ اس سے ثابت ہوا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی شرائع و احکام اور اُن کی کتب کی تصدیق اہل صدق کے شعائر سے ہے۔

مدح اُمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کی مدح بھی ہے کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتی ہے و مبشرا۔ اور بشارت دینے والا ہوں۔

حل لغات: التبشیر بمعنی خوشخبری دینا برسول یاتی من بعدی۔ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جو میرے بعد تشریف لائیں گے) اس کا مقصد تھا پر عطف ہے یعنی میں بشارت دیتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور وہ تورات

۱؎ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشارت کے ساتھ ان کی ایک وصیت بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت مسیح نے آسمان پر چلے جانے سے تھوڑی دیر پہلے فرمایا کہ:

"دیکھو میں اپنے باپ خدا کے اس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں لیکن جب تک عالم بالا سے تم کو قوت عطا نہ کی جائے یروشلم میں ٹھہرو" (لوقا ۲۴۔ ۴۹)

ان الفاظ کے بعد کچھ اور لفظ ہیں اور پھر انجیل لوقا ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس موعود کے ظہور کا کوئی تذکرہ نہیں عیلی علیہ السلام کے بعد وہ رسول موعود کون تھا۔ سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ انجیل کے یہ فقرے قابل غور ہیں کہ حضرت مسیح کہتے ہیں کہ اس آسمانی قوت کے ظاہر ہونے تک یروشلم میں ٹھہرو اس سے مقصود یہ ہے کہ اس رسول موعود کے ظہور تک تمہارا کعبہ اور قبلہ بیت المقدس ہے لیکن جب وہ موعود رسول آئے گا تو تمہارا قبلہ مکہ کی طرف بدل جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ قرآن مجید میں ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۝

ترجمہ:۔ تو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے اور تم جہاں بھی ہو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو اور جو لوگ اہل کتاب سے ہیں وہ بلاشبہ جانتے ہیں کہ یہ سب معاملہ حق ہے۔

اسی طرح ہر نبی علیہ السلام کی کیفیت رہی حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔

"یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے؟ اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انھوں نے اس سے پوچھا کہ تو اور کون ہے؟ کیا تو ایلیاس ہے؟ اس نے کہا کہ میں نہیں ہوں، پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ انھوں نے ان سوالات کے بعد

میں بھی واقع ہے ان کا عامل وہی ہے جو الرسول کے معنی کا ہے یعنی ارسل نہ جارہ کیونکہ وہ تو رسول کا صلہ ہے اور الصلوٰۃ معنیٰ کے فعل کے تضمن سے علیحدہ ہے اور عمل اسی پر دائر ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ امام ملت الیکم حال کونی مصدقًا الخ میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں درانحالیکہ میں تصدیق کر رہا ہوں اس کی جو میرے سے پہلے تورات (وغیرہ) نازل ہوئی ہے اور خوشخبری دیتا ہوں اس کی جو میرے بعد رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف لائیں گے۔

فائدہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے درمیان چھ سو تیس سال کا عرصہ ہے بعض نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس لیے خوشخبری سنائی تاکہ وہ آپ کی تشریف آوری کے وقت آپ پر ایمان لائیں یا یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ سمجھا جائے کہ آپ نے قبل از وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی۔

حاشیہ بقیہ صہ ۳۰۲

اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے، نہ ایلیاس اور نہ "وہ نبی" تو کیوں بپتسمہ دیتا ہے۔" (انجیل یوحنا ۱ - ۱۹)۔

اس پیشگوئی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود کو تین پیغمبروں کی آمد کا علم تھا جن میں ایک کا نام ایلیاس۔ دوسرے کا نام مسیح تیسرے کا نام "وہ نبی" تھا۔ یہ "وہ نبی" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون تھا جو پیغمبر مطلق کے نام سے دنیا میں مشہور و معروف ہے اسی لیے مسلمان آپ کو "آنحضرت" یعنی وہ پیغمبر کہتے ہیں اور مسیحوں میں آپ دی پرافٹ (THE PROPHET) مشہور ہیں۔ (مزید فقیر کی کتاب آدم تا اینڈم میں ہے)۔

لہ اسی کو ما فی الغد (کل کیا ہوگا) کہا جاتا ہے جسے دیوبندی وہابی ماننے والے کو مشرک کہتے ہیں حالانکہ ایسا علم قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث مبارکہ صحاح میں موجود ہے لیکن ضد کا علاج کون کرے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "نور الہدیٰ فی علوم ماذا تکسب غدا" میں ہے اس کا عرفی نام ہے کل کیا ہوگا۔ ما فی الغد کا مطلب ہے کہ آنے والی گھڑی میں کیا ہوگا یہ عقیدہ علم غیب کا ایک فرد ہے۔

علم غیب رسول میں ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم نور مجسم سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضر و غائبانہ کا علم عطا فرمایا بدء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش سے دخول جنت و دوزخ تک سب مثل کف دست ظاہر کر دکھایا۔ خود ارشاد فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اس آیۂ شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے سرور کائنات

فائدہ:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشخبری کے ساتھ قرآن کی خوشخبری بھی ہے اور اس کی تورات کی طرح تصدیق بھی اسمہ احمد ان کا نام مبارک احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے یعنی حضرت محمد (مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ میرا دین کتب الٰہیہ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق ہے خواہ وہ پہلے گزرے یا بعد کو تشریف لائیں گے۔

حاشیہ بقیہ ص ۳۰۳

کو قرآن کی تعلیم فرمائی اور قرآن شریف میں تمام اشیاء کا بیان وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (کلام پاک) جب ہر چیز کا بیان اور سرور اکرم اس کے عالم تو بے شبہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اشیاء کے عالم ہوئے۔

حَكَى ابْنُ سُرَاقَةَ فِي كِتَابِ الْإِعْجَازِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا مَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْعَالَمِ إِلَّا وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ فَقِيلَ لَهُ فَأَيْنَ ذِكْرُ الْخَانَاتِ فَقَالَ فِي قَوْلِهِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ فَهِيَ الْخَانَاتُ۔

(اتقان ص ۳۶۹)

ترجمہ:۔ ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابوبکر بن مجاہد سے حکایت کی۔ انہوں نے ایک روز یہ کہا کہ کوئی چیز جہان میں ایسی نہیں جس کا ذکر کلام اللہ شریف میں نہ ہو۔ کسی نے کہا کہ سراؤں کا ذکر کب ہے۔ فرمایا کہ اس آیت میں لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا (الآیۃ) اب ثابت ہوا کہ تمام اشیاء کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور حضرت اس کے عالم تو تمام اشیاء کے عالم ہوئے۔ یہاں صرف ایک مضمون کو دو احادیث عرض کر دوں جو دور حاضرہ کے عین مطابق ہے جسے ہر سمجھدار اور بے سمجھ مان سکے کہ یہ ہے علم غیب (در منثور نیز بیہقی میں یہ حدیث مذکور ہے (فی شعب الایمان)

وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه ولا یبقی من القرآن الا رسمه مساجدهم عامرة وهی خراب من الهدی وعلماءهم شر من تحت ادیم السماء من عندهم تخرج الفتنة وفیهم تعود۔

ترجمہ:۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ اسلام میں صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن شریف میں صرف اس کے نقوش۔ ان کی مسجدیں بظاہر

فائدہ :۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کتب مبارکہ کا ذکر فرمایا جس میں انبیاء علیہم السلام احکام الٰہیہ بتاتے اور فیصلے فرماتے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کا ذکر مبارک فرمایا۔

فضائل محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) ۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبرنا عن نفسك ہمیں اپنی خبر دیجئے[1]۔ آپ نے فرمایا:

انا دعوة ابراهيم وبشرىٰ عيسىٰ ورأت امى رؤيا حين حملتنى انه خرج[2] منها نورا اضاء لها قصور بصرى فى ارض شام (روح البيان ص۲۹۹ جلد ۹)

ترجمہ :۔ میں ابراہیم کی دعوت اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری امی نے میرے ظہور کے وقت دیکھا کہ ان سے ایسا نور نکلا ہے جس سے ارض شام کے بصری شہر کے محلات روشن ہو گئے۔

فائدہ :۔ بصری حُبلی کی طرح شام کے مالک کا ایک شہر۔

حاشیہ بقیہ ص۳۰۴

بھری پری آباد ہیں۔ لیکن فی الحقیقت وہ ہدایت کی رُو سے برباد وخراب ہوں گی (ان میں روحانی ویرانی ہوگی) ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے انہی سے دین میں فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ اور انہی میں لوٹ کر آئے گا۔

(۲) مسجد کو بظاہر آباد مگر حقیقت میں اُجاڑ بیان ہونے کے بارے میں ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ :

ظهرت الاصوات فى المساجد

مسجدوں سے شور اُٹھے گا اور آج کل کی مسجدوں کے نیم خواندہ، شوریدہ سر عوام کے مسلسل بے ہنگم شور وغوغا سے لوگوں کی جانیں جس قدر تنگی میں ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

[1] ۔اس سے ایک یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جملہ حالات گزشتہ سے آگاہ ہیں ورنہ ان کا سوال کیسا تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "الاصابہ فی عقائد الصحابہ"

[2] منہا سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم نور تھے ورنہ کسی خارجی نور کا ذکر ہوتا۔

رہا چرچا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا: ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کو حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری سنائی۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا نام صرف اسی جگہ پر اس لیے لیا کہ وہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے آخر الانبیاء (علیہم السلام) ہیں تاکہ واضح ہو کہ ان کی طرح ہر نبی علیہم السلام باری باری اسی طرح کی بشارت دیتے رہے یہاں تک کہ آخر میں عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی۔ (کشف الاسرار)

سوانح حضرت عیسیٰ علیہ السلام: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھنے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ تک تخمیناً چھ سو کچھ برس زائد کی مدت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھتیس سال تک زمین پر رہے۔ اسی عمر میں آسمان پر اُٹھائے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت تک پانچسو اسی سال ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام دس بار اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چوبیس ہزار بار نازل ہوئے اور آپ کی اُمتِ مرحومہ اور جامع جمیع کمالات سے ہے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حواریوں نے کہا اے رُوح اللہ کیا ہمارے بعد بھی کوئی اُمت ہو گی۔ آپ نے فرمایا ہاں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت آئے گی۔ ان میں حکماء، علماء، ابرار، اتقیاء ہوں گے۔ فقہ کی دین فہمی میں گویا وہ انبیاء ہیں (یعنی انبیاء علیہم السلام جیسے کارنامے سرانجام دیں گے) اللہ تعالیٰ کے تھوڑے سے دیئے ہوئے رزق پر راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی تھوڑی سی نیکی سے ان پر راضی ہو جائے گا۔

اسم مبارک احمد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق

احمد ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ الاطہر نے تلقیح الاذہان (کتاب کا نام) میں فرمایا کہ چونکہ آپ کی حمد بار بار ہوئی ہے اسی لیے آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور اس حیثیت سے کہ آپ حامل الحمد ہیں۔ اسی لیے آپ کا اسم مبارک احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کر کے تنبیہہ فرمائی کہ جس طرح آپ کا اسم گرامی احمد ہے ایسے ہی آپ کا جسم اطہر کہ آپ کے اخلاق اور افعال و اقوال محمود ہوں گے نیز بہ نام (احمد) لے کر تنبیہ فرمائی کہ آپ کا اسم گرامی ان کے نزدیک اور آپ سے پہلے لوگوں میں احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے۔ اس کی تائید کشف الاسرار (نام کتاب)

سے بھی ہوتی ہے انہوں نے فرمایا کہ احمد میں الف مبالغہ کا ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں:۔

(۱)۔ فاعل کا مبالغہ ہے یعنی جملہ انبیاء حامد ہیں اللہ تعالیٰ کے اور آپ بہ نسبت دوسروں کے زیادہ حمد کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی۔

(۲)۔ محمود کا مبالغہ ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام محمود ہیں اس لیے کہ ان میں خصال حمیدہ ہیں اور آپ مناقب میں سب سے زیادہ جامع ہیں اور آپ میں وہ محاسن ہیں جن کی وجہ سے آپ کی بار بار حمد ہوتی ہے ؎

زصد ہزار محمد کہ در جہاں آید
یکے بمنزلت و فضل مصطفےٰ نرسد

ترجمہ:۔ لاکھوں (بے شمار) محمد جہان میں آئیں لیکن وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت اور فضیلت اور بزرگی کے ایک کو بھی نہیں پہنچ سکے گیں۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے احمد مضارع (محمد) سے منقول ہو اور یہ بھی ہے کہ وہ صفت سے منقول ہو یعنی افعل التفضیل سے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

اسمِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معنیٰ

اسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) صفت سے منقول ہے اور اس میں محمود کا معنیٰ ہے اس میں مبالغہ اور تکرار ہے کیونکہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دنیا میں محمود ہیں کہ آپ نے دنیا والوں کو راہ خدا دکھایا اور آپ کے علم و حکمت سے خلق خدا نے نفع اٹھایا (اس معنیٰ پر آپ کا نام نافع بھی ہے۔ لیکن شوم بدبخت قوم آپ کو نفع رساں کہنے پر چڑتی ہے) اور آخرت میں بھی محمود ہیں کہ آپ کی شفاعت سب کو نصیب ہو گی۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے التعریف والاعلام (نام کتاب) میں فرمایا کہ احمد اسم علم ہے صفت سے منقول ہے نہ کہ فعل سے اور وہ صفت افعل التفضیل ہے جس سے تفضیل مراد ہوتی ہے۔ اب احمد کا معنیٰ ہوا سب سے زیادہ حمد کرنے والا اپنے رب تعالیٰ کی۔ ایسے ہی معنوی طور پر کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پر مقام محمود میں ایسے محامد مفتوح ہوں گے کہ آپ سے پہلے کسی پر مفتوح نہ ہوئے انہیں سے ہی اپنے رب تعالیٰ کی حمد فرمائیں گے ایسے ہی آپ کے لیے لواء الحمد کا جھنڈا ہو گا۔

لہ فقیر نے اسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے "القول المجید برکات اسم محمد" عرف "شہد سے میٹھا نام محمد"۔ اویسی غفرلہ

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکتہ: اسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صفت سے منقول ہے وہ بھی محمود کے معنیٰ میں ہے لیکن اس میں مبالغہ و تکرار ہے یعنی وہ ذات جس کی بار بار حمد ہو جیسے مکرم یعنی وہ شخص جس کی تکریم بار بار ہو ایسی ممدح۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسمی باسمٰی ہیں[1]۔

اسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم پاک سے پہلے منتخب فرمایا } صاحب روح البیان قدس سرہ نے وحدۃ الوجود کے قانون پر کہ حقیقت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور سب سے پہلے ہے اسی لیے:۔

واللّٰہ سمّاہ بہ قبل ان یسمّی بہ نفسہ (روح البیان صـ۲۹۹ ج ۹)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے پہلے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رکھا۔

یہ بھی معجزہ صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا:

ھذا علم من اعلام النبوۃ (ایضاً)

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

فائدہ:۔ اس کی وجہ بتاتے ہوئے لکھا کہ:۔

"اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہی یہ اسم صادق آتا ہے کہ آپ محمود ہیں دنیا میں تو اس لیے کہ آپ نے خلقِ خدا کو راہِ خدا دکھائی اور آپ سے علم و حکمت کا نفع خدا نے نفع پایا۔ اور آپ آخرت میں محمود ہوں گے کہ آپ کی شفاعت سب کو نصیب ہوگی[2]۔ آپ کے لیے معنوی لحاظ سے بھی حمد کا تکرار ہے اور لفظی لحاظ سے بھی۔

فائدہ:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ابھی ظہور نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حمد فرمائی اور آپ کی نبوت کا اظہار فرمایا اور شرافت و بزرگی کا اعلان فرمایا اس لیے ہم نے اسم احمد مقدم رکھا اسم محمد

---

[1] اس میں ایک نکتہ صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے لکھا جس سے ظاہر بیں خشک دماغ چونک پڑیں گے وہ نکتہ ملاحظہ ہو۔

[2] الحمد للہ ہم اہلسنت تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر کمال کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ آپ یار لوگوں سے پوچھیے تمہارا کیا حال ہے ۱۲؛ اویسی غفرلہٗ ؛

سے اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام نے یہی نام اُمت کو بتایا کہ "اسمہ احمد"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمنا کہ ہو جاؤں اُمتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا جب انہیں رب تعالیٰ نے فرمایا یہ اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو عرض کی :۔

اللھم اجعلنی من اُمۃ احمد (روح البیان ص۲۹۹ ج ۹)

اے اللہ مجھے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے بنا۔

فائدہ :۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی آپ کا نام احمد لیا اس سے قبل کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے یاد کرتے۔

فائدہ :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مخلوق سے پہلے اپنے رب تعالیٰ کی حمد کی[1]

پھر جب آپ کا ظہور ہوا اور آپ مبعوث ہوئے تو محمد بالفعل ہوئے یعنی پہلے آپ کی تعریف بالقوۃ ہوتی رہی۔ اب آپ عالم محسوسات میں تشریف لائے تو آپ کی تعریف بالفعل ہونے لگی۔

شفاعت کے وقت :۔ ایسے ہی بوقت شفاعت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ایسے محامد بیان فرمائیں گے جو پہلے کسی پر مفتوح نہ ہوئے تھے اسی لیے آپ تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ حمد کرنے والے ہوئے اس کے بعد ہی شفاعت فرمائیں گے اس پر پھر آپ کی حمد کی جائے گی۔ (اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ چونکہ آپ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اسی لیے احمد ہیں بعد کو مخلوق آپ کی مدح و ثنا کرے گی تو آپ محمد ہوئے اس لیے آپ کا اسم احمد پہلے اور محمد بعد کو)۔

انتباہ :۔ غور فرمایئے کہ اسم کی تقدیم محمد پر کیسے احسن طریق سے ہے ذکر اور وجود میں اور دنیا و آخرت میں اُمید ہے تجھ پر اس کے اسرار الٰہیہ واضح ہوئے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان دو اسموں کا انتخاب کیوں فرمایا ہے۔

محبوب کو محبوب انعام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ اس سے یہ راز بھی عیاں ہوا کہ سورۃ الحمد اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف اپنے محبوب صلی اللہ

---

[1] کب جب کب نہ تھی اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ آپ اول المخلوق ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اویسی غفرلہٗ

علیہ و آلہ وسلم کو عطا فرمائی تو کیوں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو یہ سورۃ الحمد عطا نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لواء الحمد صرف محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرمایا اور مقام محمود بھی صرف محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخشا اور قرآن حکیم کی بعض سورتوں کو حمد پر ختم فرمایا تو اسی لیے اور بعض افعال و رموز کے ختم کرنے پر بھی حمد کا حکم ہے تو اسی لیے۔ چنانچہ ایک سورۃ کے اختتام پر فرمایا: وقضی بینہم بالحق وقیل الحمد للہ رب العٰلمین۔ (ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا جملہ محامد اللہ رب العالمین کے لیے ہیں) اور ایک سورۃ کے درمیان میں فرمایا: و اٰخر دعواھم ان الحمد للہ رب العٰلمین (اور دعویٰ ہو گا یہ کہ تمام محامد رب العالمین کے لیے ہیں)۔ اس میں تنبیہہ ہے کہ اے خدا کے بندو اپنے جملہ اُمور کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کی حمد کیا کرو۔

مسائل شرعیہ

مسئلہ: کھانے پینے کے بعد بھی الحمد کہنا سنت ہے۔

مسئلہ: سفر ختم ہو تو آئبون۔ تائبون۔ لربنا حامدون (ہم واپس لوٹے توبہ کرتے ہوئے اور اپنے رب تعالیٰ کی حمد کرنے والے ہو کر) کہنا۔

کیسے کیسے فضائل بخشے رب تعالیٰ نے: غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا اور بتایا کہ آپ تک ہی رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور آپ کے بعد وحی بند۔ آپ ہی قرب ساعت (قیامت کی خبر) دینے والے ہیں۔ اور آپ نے ہی خبر دی کہ دنیا اختتام پذیر ہے۔ ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ حمد انقضائے (اختتام اُمور) پر ہی ہوتی ہے اور ہمارے لیے بھی حکم ہے کہ اُمور کے اختتام پر حمد الٰہی کہو اس سے تم پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو اسم (احمد۔ محمد) کے معانی منکشف ہوں گے اور یہ بھی معلوم ہو گا کہ آپ سے حمد و محامد کیوں مخصوص ہوئے صرف اسی لیے کہ ان الفاظ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے معنوی مناسبت اور آپ کی صفت سے کامل مطابقت ہے۔ آپ کے ذکر میں برہان عظیم اور آپ کی نبوت کی واضح دلیل صرف اور صرف آپ کا اسم ہی کافی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے انعام و اکرام سے نوازا ہے اور یہ انعامات آپ کے ظاہری وجود سے پہلے ہی عطا فرمائے گئے۔ آپ کی تعظیم و تکریم کے پیش نظر اور آپ کے اوامر کی تصدیق کے لیے۔

صاحب روح البیان کی صوفیانہ تقریر در بارہ اسم "احمد و محمد" فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ مجھ پر ایک نکتہ وارد ہوا ہے وہ یہ کہ اسم احمد کا اسم محمد پر تقدم اس حیثیت سے ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عالم ارواح میں مقام احدیت سے امکان کے میم سے ممیز ہوئے اُس وقت آپ کا اسم احمد ہوا کیونکہ اسم کی قلت حروف آپ کے اس تجرد تام پر دلالت کرتی ہے جیسے وطن عالم ارواح کا تقاضا تھا۔ جب آپ نے عالم عین خارج کو مشرف فرمایا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نو سے نوازا جو ان خلعتوں سے زائد تھی جو آپ کو اس عالم ظہور سے پہلے نوازا گیا تھا۔ اسی لیے آپ کے اسم مبارک میں تضعیف ہوئی اور اس کی احمد کی مناسبت سے آپ کا محمد نام رکھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) موطن عین نشاۃ وجود خارجی کا تقاضا تھا (لیکن اسرار الٰہیہ غیر منتہی ہیں ممکن اس میں اور بھی اسرار و رموز پوشیدہ ہوں) الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت الشیخ الاکبر قدس سرہٗ الاطہر کی صوفیانہ تقریر: حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ الاطہر نے مواقع النجوم (نام کتاب) میں فرمایا وجود سے کوئی شے کسی شے سے نہیں ملتی نہ ہی کوئی شے کسی شے سے منسوب ہو سکتی ہے جب تک کہ ان دونوں کے درمیان مناسبت ظاہری یا باطنی نہ ہو اور مناسبت تمام اشیاء میں موجود ہے یہاں تک کہ اسم و مسمٰی کے مابین بھی۔ اور اسی طرف ابوزید سہیلی نے اگرچہ وہ اہل طریقت (وحدۃ الوجود) کے طریقہ سے اس مقام سے اجنبی ہیں۔ المعارف والاعلام (نام کتاب) میں اسم احمد و محمد کے متعلق گفتگو فرمائی اور ان میں بہترین بحث فرمائی ہے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور آپ کے دو اسم محمد و احمد کے درمیان مناسبت ہے۔ بہرحال شیخ قدس سرہٗ نے کلام سہیلی کی طرف ہی اشارہ فرمایا ہے جسے ہم نے ہر دونوں بزرگوں کی عبارتیں لکھ دی ہیں۔

"احمد" نام کا نکتہ: بعض عارفین نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک احمد نام رکھنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کی حمد الٰہی اتم و اکمل ہے بلکہ جتنا محامد جملہ انبیاء و رسل کرام علیہم السلام نے کی ہیں آپ کی حمد سب کو شامل ہے اس لیے کہ ان کی محامد اور توحید صفات و افعال کے مقتضی پر تھی لیکن آپ کی محامد بعد بحسب توحید الذات ہے جو توحید صفات و افعال کی بھی جامع ہے۔

فائدہ: اسم احمد سوائے آپ کے اور کسی کا نام نہ تھا اور نہ ہی اس نام سے کسی کو مدعو کیا گیا ایسے ہی اسم محمد نہ عرب میں یہ کسی کا نام ہوا نہ غیر عرب میں یہاں تک کہ آپ کے ظہور سے کچھ پہلے کاہنوں اور احبار (علمائے اہل کتاب) سے سن کر اپنے بچوں کے نام رکھے اس طمع پر کہ وہ نبی آخر الزمان انہی میں سے ہو اور وہ بھی اہل عرب کی چند گنتی کے لوگوں نے اپنے بچوں کے نام رکھے اسی ارادہ پر جس طرح ہم نے عرض کیا وہ یہ ہیں:۔

(۱) ۔ محمد بن احیحہ بن الجلاح الاوسی ۔

(۲) ۔ محمد بن مسلمۃ الانصاری ۔

(۳) محمد بن البکراء البکری ۔

(۴) ۔ محمد بن سفیان بن مجاشع ۔

(۵) ۔ محمد بن حمدان الجعفی ۔

(۶) ۔ محمد بن خزاعۃ السلمی ۔

وہ کل چھ ہیں اور ان کے بعد ساتواں اور کوئی نہیں[۲]۔

حفاظت اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم):۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی ہم نام کو نبوت کا دعویٰ نہ کرنے دیا اور نہ ہی کسی دوسرے نے اس دعویٰ پر کچھ ظاہر کیا یا اس سے کوئی سبب ظاہر ہوا ہو جو نبوت کا دعویٰ کا شک پیدا ہو سکے یہاں تک کہ دونوں اسم آپ کے لیے محقق ہوئے اور پھر نبوت کے دعویٰ پر کسی ہم نام کو نزاع کی ہمت نہ ہو سکی[۳]۔

---

[۱] یہ صاحب روح البیان قدس سرہٗ کا خیال ہے ورنہ اس سے بہت زائد لوگوں نے اپنے بچوں کے محمد نام رکھے ان کی فہرست تفصیلی فقیر کی کتاب "شہد سے میٹھا نام محمد" میں ہے اس کا ایک ورق ملاحظہ ہو۔

[۲] ۔ فتح الرحمٰن ۱۲ ؁

[۳] ۔ لیکن افسوس کہ چودھویں صدی کے ایک شوریدہ سر نے غلام احمد نے نام رکھوا کر خود احمد (نبی) ہونے کا دعویٰ کر دیا جس کے عقائد و مسائل اتنا بھونڈے ہیں جنہیں عقل مند سن کر انگشت بدنداں ہو جاتا ہے صرف توحید کے متعلق ملاحظہ ہو:۔

توحید:۔ **میں خدا ہوں**:۔ میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں اللہ ہوں۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ میں بیشک وہی ہوں۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴)

صفات الٰہی میں صفات انسانی کا انمل جوڑ:۔ میں اپنے رسول کے ساتھ ہو کر جواب

بحث فی اسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ کے متعلق اختلاف ہے بعض نے کہا آپ کے ہزار اسماء ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں تو پھر جیسے اللہ تعالیٰ کے اسماء ایک ہزار ہیں ایسے ہی حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھی از جہت جمع ایک ہزار نام ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام از جہۃ فرق دیگر اسماء ہیں جیسے اس موطن کا تقاضا ہے (اب ذیل میں آپ کے اسماء کی تفصیل حاضر ہے)۔

سیدنا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم): حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسم مبارک محمد سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ آپ کثیر الحمد ہیں یعنی آسمانوں اور زمینوں والے دنیا و آخرت میں آپ کی حمد کر رہے ہیں[1]۔

سیدنا احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی احمد ہے اس لیے کہ آپ اپنے پروردگار کے بہت بڑے حامد (حمد کرنے والے) ہیں کہ جن محامد سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی دیگر کسی کو نصیب نہ ہوئیں

حاشیہ بقیہ صـ۲۱۲

دوں گا، میں خطا کروں گا۔ اور صواب بھی، میں افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا۔ (حقیقۃ الوحی صـ۱۸۶)

مرزا اللہ کا بیٹا تو مجھ سے بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے۔ (حقیقۃ الوحی صـ۱۸۶)

اللہ کی توحید: "تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید (حقیقۃ الوحی صـ۸۶)

تو جو چاہے وہ ہو جائے: "اے مرزا" "تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔ (حقیقۃ الوحی صـ۱۰۵)

مارنے اور زندہ کرنے کی قدرت کا دعویٰ: "دیا گیا میں صفت مارنے اور زندہ کرنے کی رب فعال سے"! (خطبہ الہامیہ صـ۲)

علم غیب پانے میں بے نظیر: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جس کثرت اور صفائی سے غیب کا علم حضرت جل شانہ، نے اپنے ارادۂ خاص سے مجھے عنایت فرمایا ہے اگر دنیا میں اس کثرت تعداد اور انکشافات کے لحاظ سے کوئی اور بھی میرے ساتھ شریک ہے تو میں جھوٹا ہوں"! (تریاق القلوب صـ۱۴۷)

مرزا قادیانی کی تردید میں بے شمار کتابیں شائع ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

[1] اس کی کئی وجوہ تفسیر میں آ گئی پیچھے مڑ کر دیکھئے مزید مطلوب ہو تو فقیر کی کتاب "شہد سے میٹھا نام محمد" دیکھئے۔

(اس کے دیگر وجوہ بھی اسی تفسیر میں گزرے)۔

سیدنا المقفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: بتشدید الفاء وکسرہ اس لیے کہ آپ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے ہیں یعنی ان کے اختتام پر آپ تشریف لائے کہ آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔ التکملہ میں ہے المقفی انبیاء علیہم السلام کے نشانات پر چلنے والے یعنی ان کے آثار کی اتباع کرنے والے۔

سیدنا نبی التوبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثیر الاستغفار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے یا اس لیے کہ آپ کی امت کے لیے توبہ آسان ہوگئی ورنہ پہلے لوگوں کے لیے توبہ سخت مرحلہ تھا مثلاً بچھڑے کے پجاریوں کو دیکھ لیجئے کہ ان کو حکم تھا کہ وہ توبہ کے لیے خود کو قتل کریں یا اس لیےکہ آپ کی امت کی توبہ بہ نسبت دوسری امتوں کے بلیغ تر ہے یہاں تک اس امت کا تائب گناہوں سے ایسے پاک ہوجائے گا جیسے گویا اسے ماں نے ابھی جنا ہے)۔ اس کے گناہ تھے ہی نہیں یعنی توبہ کے بعد پچھلے گناہوں کا مواخذہ نہ دنیا میں ہوگا نہ آخرت میں بخلاف دوسری امتوں کے کہ ان کا مواخذہ اگرچہ آخرت میں نہ ہوگا لیکن دنیا میں ضرور ہوگا۔

سیدنا نبی الرحمۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت کے سبب ہیں (سب سے بڑی رحمت وجود ہے اور اس کے سبب صرف اور صرف ہمارے آقا کریم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حدیث لولاک

(۱)۔ لولاك لما خلقت الافلاك - (روح البیان ص۵۰۰ ج۹)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو افلاک پیدا نہ کرتا۔

(۲) البرہان (نام کتاب) الکرمانی میں ہے:

لولاك يا محمد لما خلقت الكائنات
اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نہ ہوتے تو میں کائنات پیدا نہ کرتا۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یونہی خطاب فرمایا ہے۔

مسئلہ: بہتر ہے کہ یہ نہ کہا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پیدا نہ فرماتا۔ اگرچہ مسئلہ اپنی جگہ پر حق ہے اور روایت میں

بھی ہے لیکن گننے والا خود خدا تعالیٰ ہے لیکن ہمیں لائق نہیں کہ ہم ایسے کہیں کیونکہ اس میں نبی علیہ السلام کی شان مبارک بیان کرنے میں دوسرے نبی کی شان میں تحقیر کا شائبہ ہے یہ بات برسرِ منبر جلسوں میں عام واعظین کہا کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے ہم حضور نبی پاک امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں حالانکہ دوسری طرف دوسرے نبی علیہ السلام کی تحقیر کر رہے ہیں۔ مانا ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مرتبہ ہے لیکن دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ قدر و منزلت رکھتے ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی خصوصیت کے ساتھ نوازا ہے کیونکہ ہر نبی علیہ السلام نبوت کے لحاظ سے بنفسہٖ اصل ہے[1] (تاتارخانیہ)

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نفیس بیان

فقیر (صاحبِ رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لیے نبی الرحمۃ ہیں کہ آپ جب تک ظاہری حیات میں رہے تو امانِ اعظم تھے وصال فرما گئے تو آپ کی سنت تاقیامت دنیا میں موجود ہے۔

ملفوظ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: فرمایا کہ دنیا میں دو امانتیں تھیں ایک اُٹھ گئی دوسری باقی ہے جو اُٹھ گئی وہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جو باقی ہے وہ ہے استغفار اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم الخ۔

---

[1] ایسے واعظ مقرر ہمارے اہلسنت میں بہت زیادہ ہیں ایک خطیب صاحب کا تکیہ کلام ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زلف کا بال ایک طرف اور تمام انبیاء علیہم السلام ایک طرف کوئی کہہ رہا ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے در کا دایہ ہے یہ ٹھیک ہے کہ جبریل امین خادم دربان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن انھیں دایہ کہنا بے ادبی اور گستاخی ہے اس لیے کہ جبریل علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے رسول

سیدنا نبی الملحمۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:- ملحمہ یعنی حرب (جنگ) کیونکہ آپ جنگ کا حکم لے کر تشریف لائے۔

سوال:- حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ کا حکم لائے ہیں تو پھر نبی الرحمۃ کیسے ہوئے۔

جواب:- سب کو معلوم ہے کہ پہلی اُمتیں معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائیں تو تباہ و برباد ہو جائیں اور ہمارے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تلوار ساتھ لائے تاکہ وہ جنگ کے خطرات سے خود بخود کفر سے لوٹ آئیں اس لحاظ سے ان کی پہلی اُمتوں کی طرح جڑ نہ کٹ گئی (بلکہ ایک اعتبار سے امان میں آگئے اس لیے آپ کے نبی الرحمۃ و نبی الملحمۃ ہونے میں تضاد نہ ہوا۔ اس معنیٰ پر آپ کا نبی الحرب ہونا بھی صحیح۔

سیدنا الماحی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:- اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے کفر مٹا ڈالا یا آپ کے تابعداروں کے گناہ مٹا ڈالے۔

سیدنا الحاشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:- اس لیے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ ہیں کہ آپ کے قدم یعنی نشان پر قیامت بپا ہو گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قدم سے آپ کا زمانہ اقدس مراد ہو یعنی وہ ذات کہ جس کے زمانہ میں قیامت بپا ہو گی خلاصہ یہ کہ قیامت میں لوگ آپ کے زمانہ نبوت (دعوت) میں اُٹھائے جائیں گے اس میں نہ نسخ ہے نہ تبدل و تغیر۔

سیدنا العاقب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:- وہ ذات کہ جن کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ کوئی نئی شریعت والا اور نہ ہی بحیثیت نبوت کے متابع (جس کی تابعداری کی جائے) یعنی آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمام انبیاء علیہم السلام کے پیچھے تشریف لائے۔ اب نبوت (ہر قسم کی تشریعی۔ غیر تشریعی۔ ظلی۔ بروزی) ختم ہو گئی۔

حدیث شریف:- نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ہاں صرف یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حاشیہ بقیہ ص۳۱۵:- ہیں اور ایک رسول کو ایک کمی کے نام سے موسوم کرنا لائق نہیں جب وہ خود کو دایہ کہلوانے کے روادار نہیں اللہ تعالیٰ جاہل واعظوں اور شاعروں اور ذاکروں اور پیروں سے بچائے (آمین)۔

فائدہ :۔ اس سے نبوت عرفیہ مراد ہے۔

ازالۂ وہم :۔ نبوت تحقیقیہ تا قیامت جاری ہے اور نبوت تحقیقیہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو (بلاواسطہ یا بالواسطہ خبر دینا) اور یہ قیامت تک باقی ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اس پر نبی کا اطلاق نہ کیا جائے تاکہ نبوت عرفیہ کا شائبہ نہ ہو کہ یہ بھی وہی نبوت ہے جو جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ و ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔

سیدنا الفاتح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب اور ذریعہ سے اسلام کو فتح دی۔

سیدنا الکاف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ بعض نے کہا کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمام لوگوں کے رسول ہیں۔ یہ توجیہہ صحیح نہیں اس لیے کہ اسے **کافۃ** سے سمجھا جائے تو کافّۃ" وہ اسم ہے کہ اس سے افعال متفرقہ نہیں ہیں۔ اس معنیٰ پر آپ کاف ہیں۔

التکملہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کاف کی فا مشدّد ہو اگر مخفف ہو تو پھر اسے پہلے معنیٰ کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰسٓ یعنی یا سید البشر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)۔

سیدنا صاحب الساعۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کے لیے نذیر بن کر ساعۃ (قیامت) کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور قیامت سے پہلے لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈراتے ہیں۔

سیدنا رؤف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا شاہد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا مبشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا سراج منیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا طٰہٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا یٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا مزمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا مدثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ سیدنا قثم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لیے آپ جامع الخیر ہیں۔ **سیدنا آنؔ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم**

سیدنا نور[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور انا سر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یعنی مددگار۔ سیدنا متوکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سیدنا مختار[2] صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا محمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سیدنا مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فائدہ:۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ آپ کی صفات سے مشتق ہوں گے تو آپ کے اسماء بکثرت ہوں گے۔

سیدنا خاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بفتح التاء یعنی احسن الانبیاء تمام انبیاء علیہم السلام سے حسین ترین خلق و خلق میں گویا آپ جمال الانبیاء جیسے خاتم مہر کہ اس سے حسن و جمال نکھرتا ہے یعنی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نبوت محکم اور مکمل ہوئی تو آپ اس مہر کی طرح ہوئے جس پر فراغت کے بعد کتاب (خط وغیرہ) اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اگر خاتم بکسر التاء ہو تو اس کا معنیٰ ہے آخر الانبیاء اس تقریر پر خاتم اسم فاعل ہے از ختم۔

سیدنا راکب الجمل (اونٹ سوار) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ یہ اسم گرامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت شعیاء (نبی) (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رکھا۔

سوال:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹ کی سواری کی کیا تخصیص ہے فرس (حمار (گھوڑا۔ گدھا) کی طرح اونٹ کے بھی آپ کے سوا بہت سے سوار ہیں۔

جواب:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عربی تھے نہ کہ عجمی جیسا کہ خود فرمایا:۔

---

[1] یہ دونوں اسم یعنی نور اور ناصر دیوبندیوں اور وہابیوں نجدیوں کے لیے ناگوار گزریں گے لیکن جب رب تعالیٰ نے نور اور اُمت کا مددگار و غمخوار بنایا ہے اگر کسی کو ناگوار گزرتا ہے تو وہ اپنی قسمت کا ماتم کرے۔

[2] یہ اسم بھی مخالفین کے لیے سم قاتل ہے لیکن اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ مختار بمعنی پسندیدہ تاویل کا باب وسیع ہے ایسے تو قادیانی بھی خاتم کے معنیٰ میں تاویلیں گھڑ کر گاڑی چلا رہے ہیں لیکن یہ گاڑیاں اس دنیا میں تو چلتی رہیں گی لیکن میدانِ حشر میں معلوم ہوگا کہ گاڑی چلتی ہوئی گئی کہاں (جہنم میں)۔

احب العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنة عربی

ترجمہ: عرب سے محبت کرو تین وجوہ سے میں عربی ہوں قرآن عربی ہے اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

اور اُونٹ صرف اہلِ عرب کی سواری ہے اور صرف ان سے خاص ہے ان کے سوا غیروں کی طرف یہ منسوب نہیں ہوتا (اگر ہوتا ہے تو مجازاً) اور نہ عربوں کے سوا کسی اور اُمتوں کی طرف یہ منسوب ہے اسی لیے آپ کا اسم راکب الجمل ہونا صحیح ہُوا۔

سیدنا صاحب الھراوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یہ نام آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا سطیح الکاہن نے رکھا۔ الھراوہ (بالکسر بمعنی العصا (لاٹھی)

سوال: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصا کی کیا تخصیص ہے۔ صاحب عصا تو دوسرے انبیاء علیہم السلام بھی تھے احادیث سے ثابت ہے کہ وہ بھی صاحب عصا تھے۔

جواب: عموماً عصا (لاٹھی) اُونٹ کو ہانکنے (مارنے) کے لیے مستعمل ہوتی ہے اسی لیے یہ اس کے ساتھ مخصوص ہے (اگرچہ دوسرے جانوروں کے لیے بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے تو ان پر اس کا استعمال مجازاً ہوگا جیسے بہت سے شعراء نے اسے اُونٹ کی صفت میں استعمال کیا ہے ؎

ینوخ ثم یضرب بالھراوی
فلا عرف لدیہ ولا نکیر

ترجمہ: اُونٹ کو بٹھاتا ہے پھر اسے لاٹھی سے مارتا ہے اسے معروف (غیر معروف کوئی پہچان نہیں۔

اس معنیٰ پر اُونٹ کا سوار اور صاحب ہراوہ آپ کے عربی ہونے پر کنایہ ہے۔ بعض نے کہا یہ اشارہ حدیث حوض کی طرف اشارہ ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ؎

اذود الناس عنہ بعصای

ترجمہ: میں لوگوں (منافقوں اور گستاخوں بد مذہبوں) کو اپنے عصا سے ہٹاؤں گا۔

سیدنا روح الحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: یہ نام حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں رکھا۔

سیدنا المخنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: یہ نام آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رکھا بمعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا وہ ذات جسے مسیح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا۔

الشکما۔ میں ہے کہ سریانی میں آپ کا یہی نام ہے۔

سیدنا حمیاطی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:۔ عبرانی میں ہے۔

سیدنا برقلیطس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رومی ہے بمعنی **محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم**۔

سیدنا ماذماذ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طیب طیب (پاکیزہ۔ پاکیزہ)۔

سیدنا فارقلیطا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ اسم مقصور بمعنی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

سیدنا فارقلیط صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ بار کے ساتھ بھی مروی ہے بمعنی وہ ذات جو حق وباطل کا فرق بتائے۔ مروی ہے کہ یہ لغت نصاریٰ بمعنی ابن الحمد گویا بمعنی محمد و احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

سیدنا احید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا نام تورات میں اُحید ہے اس لیے کہ میں اُمت کو دوزخ سے ہٹاؤں گا اور زبور میں میرا نام ماحی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے بت کے پجاریوں کو مٹایا اور میرا نام انجیل میں احمد اور قرآن میں محمد ہے اس لیے کہ میں آسمان وزمین والوں میں محمود ہوں۔

سوال:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں۔ محمد۔ احمد۔ حاشر۔ عاقب ماحی۔ لیکن تم نے بہت سے نام نبوی گنا دیئے۔

جواب:۔ قاعدہ ہے کہ کسی جگہ کی گنتی ماسوا کی نفی نہیں کرتی ہاں پانچ کے ذکر کی وجوہ ہیں یا تو اس لیے کہ سامع آپ کے چند اسماء کے ماسوا کو نہیں جانتا تو گویا اس کے لیے فرمایا کہ میرے اسماء جو تو اے سامع نہیں جانتا تو جان لے کہ ان کے ماسوا بھی میرے اسماء ہیں یا بوجہ ان کی فضیلت کی وجہ سے ہے گویا فرمایا کہ میرے پانچ نام فضیلت وعظمت والے اور شہرت والے ہیں گویا فرمایا کہ میرے پانچ اسماء مشہور ہیں اس کے ماسوا اور وجوہ بھی ہیں جسے یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بعض نے کہا کہ اس وقت آپ پر ان پانچ اسماء کے متعلق وحی ہوئی تھی۔ بعض نے کہا کہ یہ اسماء امم سابقہ میں مشہور تھے اور کتب متقدمہ میں بھی یہی مکتوب تھے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء موجودہ

جو کتب متقدمہ میں ہیں ان پانچ سے زائد بھی ہیں۔ (دار الحکمہ لابن عساکر)۔

تفسیر عالمانہ: فلما جاءھم ۔ (پس جب ان کے ہاں تشریف لائے) وہ رسول جن کی خوشخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی جن کا اسم گرامی احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جیسے آنے والی آیات دلالت کرتی ہے۔ جن مفسرین نے جاء کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی ہے وہ بعید از قیاس ہے اور ھُمْ کا ضمیر بنی اسرائیل کی طرف لوٹانا ہمارے موقف کے منافی نہیں کیونکہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔

بالبینات۔ معجزات ظاہرہ لے کر جیسے قرآن مجید وغیرہ بار تعدیہ کی ہے جائز ہے کہ ملابست کی ہو۔

قالوا ھذا۔ کہا کہ یہ درانحالیکہ اشارہ کرتے تھے اس کی طرف جسے وہ لائے یا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سحر مبین۔ کھلا جادو ہے بلاشک اس کی جادوگری ظاہر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو سحر (جادو) کہنا بطور مبالغہ ہے اس کی تائید اس قرأۃ سے ہوتی ہے جس میں ھٰذا ساحرٌ ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں عیسیٰ قلب و اسرائیل روح اور اس کی اولاد نفس دھوا اور جملہ قوائے شریرہ (شرارتی) کی طرف اشارہ ہے اور نفس وغیرہ روح و قالب سے پیدا ہوئے لیکن اپنے باپ کے حکم کی پابندی سے محروم ہیں اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح نے انہیں ظلمات طبعیہ سے انوار روحانیہ کی دعوت دی اور انہیں احمد سرّ (راز حقیقی) کی خوشخبری دی اس لیے احمد (سرّ یعنی راز حقیقی) عیسیٰ قلب سے ہے اور مرتبہ میں اس سے بلند و بالا ہے۔ جب وہ ان کے پاس تجلیات صفاتیہ و اسمائیلہ کی صورتیں لایا تو نفس وغیرہ نے کہا یہ تو امر وہمی اور خیالی ہے اور اس کا کوئی وجود نہیں اور یہ ظاہر البطلان شے ہے۔ یہی حال ہے براہین اہل حق کے منکرین کے سامنے۔

تفسیر عالمانہ: ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب۔ اور اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو سکتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان تراشا۔ کذب و افتراء میں فرق یہ ہے کہ افتراء جھوٹ گھڑنے کا نام ہے اور کذب از خود جھوٹی بات کو کہتے ہیں اور کبھی جھوٹ دوسرے کی تقلید میں بولنا پڑتا ہے۔

---

(۱) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار اسماء آپ کی شرافت اور بزرگی کی دلیل ہیں۔ آپ کے اسماء مبارکہ پر بے شمار تصانیف ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ فقیر کو بھی اس کا شرف حاصل ہوا کہ اسماء النبی پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے (الحمد للہ علیٰ ذٰلک) اویسی غفرلہٗ۔

وھو۔ درانحالیکہ وہ مفتری (جھوٹ گھڑنے والا بڑا ہی ظالم ہے۔

یدعیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے اسے دعوت دی جاتی ہے الی الاسلام۔ اسلام کی جانب کہ جس میں دارین کی سعادت ہے لیکن وہ بجائے دعوت قبول کرنے اللہ پر افتراء باندھتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کے لیے (جو کہ اسے عبادت کے لیے دعوت الی الحق ہے) کہ وہ جادو ہے الکذب میں لام عہد کی ہے یعنی وہ ہر ظالم سے بڑھ کر ظالم ہے اگرچہ ظاہر کلام اس کے معترض نہیں لیکن نفی مساوات سے اسی طرح ثابت ہوتا ہے ایسے ہی دعویٰ نسب میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹے افتراء اور رؤیا میں کذب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دینے کے کذب سے۔

فائدہ:۔ حقیقی داعی اللہ تعالیٰ خود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واللہ یدعوا الی دار السلام۔ اور اللہ تعالیٰ دار السلام کی دعوت دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرما کر چنانچہ فرمایا ادع الی سبیل ربک اپنے رب تعالیٰ کے راستے کی طرف بلا یئے۔

حدیث شریف:۔ حضرت ربیعہ جرشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا گیا کہ خدا کرے آپ کی آنکھیں سو جائیں اور آپ کے کان سنیں اور آپ کا دل سمجھے فرمایا کہ میری آنکھیں سو گئیں اور کانوں نے سنا اور دل نے سمجھا اس کے بعد مجھے کہا گیا کہ ایک سردار نے طعام کر کے لوگوں کو بلایا جس نے دعوت قبول کی اُسے اس کی دار میں داخل ہو کر طعام کھایا اور اس سے سردار خوش ہوا اور جس نے سردار کی دعوت قبول نہ کی تو وہ نہ دار میں داخل ہوا اور نہ ہی کچھ کھایا بلکہ اُلٹا اس پر سردار ناراض ہوا۔ پھر فرمایا جو مثال دی گئی ہے اس میں سعد (سردار) سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داعی ہیں اور دار اسلام ہے اور طعام جنت ہے۔

مسئلہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی طرح آپ کے وارثین کی دعوت کو سمجھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دو بصیرت پر۔ انا ومن اتبعنی میں اور میرے تابعدار۔

مسئلہ:۔ داعی امیر ہو یا مامور۔

حدیث شریف:۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وعظ یا امیر سنائے یا مامور یا پھر خود پسند (وہ کسی شمار میں نہیں) (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ) المصابیح فی کتاب العلم)

فائدہ:۔ مختال یعنی متکبر۔ یہاں پر وہ واعظ مراد ہے جو نہ امیر ہے نہ امیر کا مامور یعنی اجازت یافتہ یعنی بے سند[ل]

ل جیسے آج کل ہمارے دور میں کہ بہت سے ایسے بھی ہیں جنہیں علوم عربیہ پڑھنا تو کہاں نصیب کسی کتاب اُردو کا پڑھنا

ہے۔ جو ایسا واعظ یا مقرر ہو وہ عندالشرع متکبر ہے فصفی لی دبکار، طالب ریاست (دنیا کا اور جاہ و جلال کا بھوکا) ہے۔

مسئلہ:۔ بعض نے کہا یہ حدیث شریف خطبہ (عام تقریر) کے ساتھ خاص ہے ورنہ نجی مجلسوں میں کچھ نیک باتیں سنانا وغیرہ میں حرج نہیں) (کذا فی المفاتیح)

واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا یعنی اس راہ کی راہبری نہیں کرتا جس میں ان کی فلاح ہے۔ ان کی عدم توجہی کی وجہ سے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ ۔ ان کا ارادہ ہے کہ وہ نور الٰہی کو بجھا دیں۔

حل لغات:۔ الاطفاء بمعنی بجھا دینا چراغ کا یعنی کافروں کا ارادہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹا دیں یا اس کی کتاب کو یا اس کی روشن دلیل کو ختم کر دیں۔ لام تاکیدی زائدہ ہے ارادہ کی تاکید کا یہ معنیٰ ہے کہ اس میں ارادہ کا معنیٰ ہے جیسے لا ابالک میں لام زائد اضافت کی تاکید کے لیے ہے۔ یا معنیٰ یہ ہے کہ وہ افتراء کا ارادہ کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا نور بجھا دیں۔

فائدہ:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لام کے ساتھ اور لام کے بغیر الفاظ کا فرق ہے وہ یہ کہ اگر لام نہ ہو تو معنیٰ ہوگا ان کا ارادہ ہے نور اللہ کے اخفاء کا اگر لام کے ساتھ ہو تو معنیٰ ہوگا کہ ان کا ایسے امر کا ارادہ ہے جو انہیں نور الٰہی کے بجھانے تک پہنچا دے۔

بافواھھم ۔ اپنی پھونکوں سے ۔ طعن و تشنیع کر کے یعنی ناپسندیدہ گفتار اور بے ادبی و گستاخی کے سخنوں سے اس میں ایک شخص (بیوقوف) کے ساتھ ان کی مثال دی گئی ہے جو پھونکوں سے سورج کے نور کو بجھانا چاہتا ہے۔

واللہ متم نورہ ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا نور مکمل کرنے والا ہے یعنی اسے اپنی انتہا تک پہنچانے والا

حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۲۲

بھی مشکل ہے لیکن منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھ کر ایسے غضبناک بیانات سنائیں گے جنہیں سن کر آسمان و زمین پھٹنے کو آتے ہیں۔ اگر ان سے کسی اعتراض کا جواب مانگو تو بے تکی باتیں بکیں گے ایک واعظ سے کسی نے سوال کیا کہ تم سنی لوگ قبور کو چومتے ہو اس کا ثبوت تو اس نے برجستہ پڑھ دیا۔ **واذا القبور بعثرت** یعنی قبروں کو بوسہ دو۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** ۔ اس جاہل نابکار نے بعثرت ہندی طرز سمجھ کر بُعثر کو بوسہ بنا دیا اور باقی مطلب از خود گھڑ لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہے یعنی آفاق میں اس کی نشرواشاعت اوراسے بلند کرنے والا ہے۔ یہ جملہ حالیہ ہے یریدون یا یطفئوا کے فاعل سے۔

ولو کرہ الکٰفرون۔ اگر کافروں کو ناگوار ہو۔ اس کا اتمام اس سے ان کو ذلیل وخوار کرنا اور ان کی تباہی بیماری میں بڑھانے کے لیے۔ لو بمعنی ان ہے اس کا جواب محذوف ہے یعنی اگرچہ کافروں کو ناگوار گزرے تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کا اتمام و اعلاء لامحالہ کرے گا۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ کافروں کی کراہت کا کوئی اثر نہیں کہ چراغ صدق وصواب بجھ جائے۔ جیسے چمگادڑ کے نہ چاہنے سے سورج پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا کہ وہ نہ ہو ؎

شب پرہ خواہد کہ نبود آفتاب
تا نبیند دیدۂ او مرزد بوم
دست قدرت ہر صباحے شمع مہر
می فروزد کوری خفاش شوم

ترجمہ: (۱) چمگادڑ چاہتا ہے کہ سورج نہ ہو تاکہ وہ دیکھے دنیا کے نظارے
(۲)۔ سورج کی شمع دست قدرت سے ہر صبح کو روشن ہوتی ہے چمگادڑ بدبخت کی آنکھ اندھی رہے تو کیا ہوا۔

شمع حق را پف کنی تو اے عجوز
ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پوز
کے شود دریا ز پوز سگ نجس
کے شود خورشید از پف منطمس
ہر کہ بر شمع خدا آورد پفو
شمع کے میرد بسوزد پوز او
چوں تو خفاشان بسے بیند خواب
کیں جہاں ماند یتیم از آفتاب
اے بریدہ آں لب و حلق و دہان
کے کند تف سوئے ماہ آسمان
تف بروئش باز گردد بے شکے
تف سوئے گردوں نیابد مسلکے

تا قیامت تف برد بارد زرب
ہمچوں تبت بر رداں بو لہب

ترجمہ:- (۱) اے بڑھیا بیوقوف تو شمع حق کو بجھانا چاہتی ہے اس سے تو خود جل سڑ جائے گی اے گندگی کی گٹھڑی۔
(۲)۔ کتے کی ٹٹی سے کیا دریا پلید ہو سکتا ہے تو کیا پھونکوں سے سورج کی روشنی بجھ سکتی ہے۔
(۳)۔ جو بھی شمع خدا پر پھونک مار کر بجھانا چاہتا ہے شمع حق کیا بجھے گی۔ پھونک مارنے والا خود ہی جل جائے گا۔
(۴)۔ تیرے جیسے چمگادڑ بہت بڑے خواب دیکھتے ہیں کہ یہ جہان سورج (کے ختم ہو جانے سے) یتیم ہو گیا۔
(۵)۔ تیرے لب۔ حلق۔ منہ کٹ جائیں چاند یا آسمان پر تیرے تھوکنے سے کیا بنتا ہے۔
(۶) بلکہ یہ تھوک تیرے منہ پر لوٹے گی یقیناً کیونکہ آسمان کی طرف تھوک کو جانے کا راستہ ہی نہیں۔
(۷)۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے ایسے شخص پہ تا قیامت ذلت و خواری ہو جیسے ابو لہب کو تا قیامت تبت (تباہی و بربادی) ہے۔

نکتہ:۔ اتمام النور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی برگزیدہ نعمتوں میں سے ہے تو اس سے ناگواری کرنے والا بھی بہت بڑا کافر ہو گا۔ یعنی کفران نعمت ہیں کافروں کی قسموں میں یہ سب سے بڑھ کر ہو گا اسی لیے کراہت اتمام کا اسناد کافروں کی طرف کیا ہے اور لفظ کافر ہی اس مقام کے زیادہ لائق ہے اور ولو کرہ المشرکون۔ اظہار دین حق کے مقابلہ میں واقع ہوا اور دین کے معظم ارکان سے توحید و ابطال شرک ہے۔ اور کفار مکہ کو توحید کا انکار اور شرک پر اصرار بھی سخت تھا اور اظہار دین انھیں سخت ناگوار تھا اسی لیے اس مقام پر ان کے شرک تعرض ضروری تھا اور دین حق کی کراہت کی علت بھی وہی شرک تھا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ انہیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو ظہور ہوا (یعنی معجزات وغیرہ) کا انکار تھا اسی لیے انہوں نے اس کا زبان سے انکار کر دیا۔ اور نفوس (قلوب) سے ان سے اعراض (روگردانی) کی تو اللہ تعالیٰ اس کے قبول کرنے کے لیے النفس کو مسلط کر کے ان میں حکم سعادت پیدا فرمایا اور ان کے قلوب کو انوار معرفت اور اس کے اسرار سے

مزین کر کے انھیں تصدیق سے منور فرمایا تو اُنھوں نے اس کے لیے جان و مال قربان کر دیا جیسے صدیق اکبر و فاروق اعظم و دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اَولیائے کرام کی شان: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارثین کے ہر زمانہ میں یہی حال رہا ہے اور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نور ازلی قدم کی تجلی ڈالی تو اس کا منکرین اولیاء نے انکار کر دیا اور ان کا ارادہ ہوا کہ وہ اس نور کو بجھا دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو مکمل کر دیا اور اپنے اہل تجلی (اولیاء) کے لیے احباب واصحاب (مریدین) پیدا کر دیئے جو ان سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتے اور تا قیامت ان کے اُمور (احوال و معمولات) کو جاری رکھیں گے اور ان کی ضروریات کو پورا کرتے رہیں گے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ سعادت اہل سعادت کو نصیب ہے اور تا قیامت انہی کو نصیب رہے گی۔ (الحمد للہ علیٰ ذالک)

تفسیرِ صوفیانہ (۲): آیت میں اشارہ ہے کہ نفس کا کام ہے کہ وہ نور قلب کو بجھائے اس لیے کہ نفس اور اس کی خواہشات مظاہر قہریہ جلالیہ سے اور یدِ یسریٰ (بائیں ہاتھ) کی طرف منسوب ہیں جیسے حدیث ربانی میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنا دایاں ہاتھ (قدرت) حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ کے دائیں طرف پر پھیرا تو اس سے سفید چاندی (جیسی کوئی شے) نکالی اور فرمایا یہ جنتی ہیں اور بایاں ہاتھ (قدرت) آدم علیہ السلام کی پشت کی بائیں طرف پھیرا تو اس سے کوئلہ سیاہ (جیسی کوئی شے) نکالی اور فرمایا یہ دوزخی ہیں۔ اسی لیے نفس کی کوشش ہے کہ وہ قلب کے نور کو بجھائے اور قلب کی بھی کوشش ہے کہ وہ نارِ نفس کو بجھائے اگرچہ ان کافروں یعنی جو قلب کو نفس سے چھپانے والے اور ارض قلب میں نفس کا بیج بونے والے ہیں کو ناگوار گزرے۔

تفسیرِ عالمانہ: هو الذی ارسل رسوله۔ وہی ہے وہ جس نے اپنے رسول کو بھیجا۔ یہاں رسول سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

بالهدیٰ۔ ہدایت یعنی قرآن یا معجزات کے ساتھ ہُدیٰ جس کے ذریعے صراط مستقیم (سیدھی راہ) کی رہبری حاصل کی جائے۔

و دین الحق۔ اور دین حق کے ساتھ یعنی ملتِ حنفیہ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ یہ اضافۃ الموصوف الی الصفت کے قبیل سے ہے جیسے عذاب الحریق۔

لیظهره علی الدین کله۔ کہ اسے تمام ادیان پر غالب فرمائے (تاکہ اسے کر لے بلند و بالا اور غالب

اس کے تمام مخالف ادیان پر۔

ولو کرہ المشرکون ۔ اگرچہ بُرا مانیں مشرکین۔ اسی اظہار (غالب کرنا) کو اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا کہ دین اسلام ایسا بلند و بالا اور غالب بنایا کہ کوئی ایسا دین نہیں جو اس سے مغلوب نہ ہو تمام ادیان اسلام کے سامنے سرنگوں ہو گئے اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ وہ مٹ گئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ موجود ہونے کے باوجود دین اسلام کے سامنے مغلوب و مقہور اور سرنگوں ہیں۔

دین کی اقسام :۔ ادیان کل پانچ ہیں :۔

۱۔ یہودیت ۲۔ نصرانیت ۳۔ مجوسیت ۴۔ شرک ۵۔ اسلام

(عین المعانی للسجاوندی) اور سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الامالی (نام کتاب) میں یہ فائدہ لکھا کہ دوزخ کے سات دروازوں کی وجہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے تفاسیر میں مذکور پایا کہ ادیان سات ہیں۔ ایک رحمٰن کا باقی چھ شیطان کے وہ جو شیطان کے ہیں وہ یہ ہیں :۔

(۱)۔ یہودیت (۲) نصرانیت (۳) صبائیت (۴) عبادت الاوثان (بت پرستی) (۵) مجوسیت (۶) وہ امتیں جن کے ہاں کوئی شریعت نہیں اور نہ ہی وہ کسی کی نبوت کے قائل ہیں۔ وہ ہے دہریت گویا وہ سارے ایک دین پر ہیں یعنی دہریت پر اور یہ سب ہمارے رسول حضرت **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے تو یہ چھ قسم ہوئے ساتواں دین ہے اہلِ توحید کا جیسے خوارج جو دوزخ کے کتے ہیں ایسے ہی جملہ اہل بدعت جو گمراہ کنندہ ہیں (جیسے مرزائیت وہابیت وغیرہ جو خوارج کے ہم نوا ہیں) اور جبابرہ ظالم اور کبائر پر اصرار کرنے والے اور وہ کبائر سے توبہ بھی نہیں کرتے اور نہ استغفار کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی وعید ہے۔ بعض ان میں وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا یہ کل ایک گروہ ہیں۔ ان کے لیے حکم یہ ہے کہ ان کا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کی کوئی پختہ بات نہیں ہاں سات قسم کل ہوئے ان میں چھ شیطان کے جو دائماً دوزخ میں رہیں گے ایک وہ ہیں جن کے لیے ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہنا وہ قیامت میں ایک عرصہ کے بعد دوزخ سے نکال لیے جائیں گے کیونکہ رحمٰن کے دین والے ہیں لیکن ان کا نکلنا شفاعت کے ذریعے ہوگا (اگر وہ شفاعت کے دنیا میں قائل تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اس کی تفصیل فقیر اویسی غفرلہٗ نے شرح حدائق بخشش میں لکھی ہے) اس معنیٰ پر دوزخ کے سات دروازے ان سات قسموں کے لیے مقرر ہوئے ان کے قرآن مجید میں مذکور ہونے کی حکمت بھی واضح ہو گئی کہ ان سے ڈرانا دھمکانا مطلوب

ہے ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت و معافاۃ کا سوال کرتے ہیں۔

رد وہابیہ و نجدیہ اور ان کی ذیلی جماعت دیوبندیہ ومودودیہ } دورِ حاضرہ چودھویں پندرھویں صدی ہیں معنون فرقے شرک کا غلط مفہوم بیان کر کے روئے زمین کے مسلمانوں کو مشرک بنائے جا رہے ہیں اس کا فیصلہ یوں ہو سکتا ہے کہ اس صدی سے ہٹ کر پیچھے اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات کو حکم بنایا جائے تو جھگڑا[1] ختم ہو سکتا ہے۔ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ دسویں گیارھویں صدی کے عارف باللہ محقق مفسر ہیں وہ شرک کی تعریف میں فرماتے ہیں[2]۔

و فی بعض التفاسیر الاشراک ھو اثبات الشریک اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ سواء کانت بمعنی وجوب الوجود او استحقاق العبادۃ۔ (روح البیان ص۵۰۵ ج۹)۔

ترجمہ:۔ اور بعض تفاسیر میں ہے کہ اشراک یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے الوہیت میں شریک ثابت کرنا خواہ بمعنی واجب الوجود مان کر یا عبادت کا مستحق سمجھ کر۔

ازالۂ وھم وھابیہ نجدیہ:۔ وہابی نجدی ہم اہلسنت پر الزام لگاتے ہیں کہ تمھاری طرح مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کو خالق و رازق وغیرہ مانتے تھے لیکن پھر بھی مشرک تھے اس کا ازالہ ہم نے اپنی تصانیف میں کیا لیکن نہ ماننے عوام کی تسلی کے لیے صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح حاضر ہے:۔

لکن اکثر المشرکین لم یقولوا بالاول لقولہ تعالیٰ ولئن سالتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ[2]

ترجمہ:۔ لیکن اکثر مشرکین پہلا عقیدہ تو نہیں رکھتے یعنی معبودان باطلہ کو واجب الوجود تو نہیں مانتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا ہے کہ ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیے تو وہ کہیں گے اللہ نے۔

فائدہ:۔ قاعدہ ہے کہ کبھی شرک مطلق بول کر اس سے کفر مراد لیا جاتا ہے اس لیے کہ مشرک بھی شرک سے خالی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دال ہے کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذٰلک

---

[1] بفضلہ تعالیٰ یہی ہم اہلسنت کہتے ہیں تفصیل کے لیے دیکھیے فقیر کی کتاب "شرک کیا ہے" اویسی غفرلہ

[2] اس کے بعد دوسری شق صاحب روح البیان علیہ الرحمۃ کا اگرچہ تصریح نہیں کی تو ان کا پہلی شق کا ذکر کرنا دال ہے کہ وہ مشرکین اپنے معبودان باطلہ کو مستحق عبادت سمجھتے یہی حکم ہم کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل فقیر کی کتاب "توحید و شرک" میں دیکھئے۔

لمن یشاء۔ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے بخش دے اور دین کے ماہر کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر مشرکین کے کفر والوں کو بھی نہیں بخشے گا جیسے یہود و نصاریٰ تو لازماً ثابت ہوا کہ ان یشرک بہ سے یکفر بہ ہے اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ کبھی مطلق کفر بول کر بت کے پجاری وغیرہ مراد لی جاتی ہے۔ ولو کرہ المشرکون میں اگر پہلے مراد ہوں تو اسے دوبارہ ذکر کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ ان میں ایک اور قبیح وصف پائی جاتی ہے اور اگر اس سے ثانی مراد ہے تو کافرین کو اوّلاً ذکر کرنے میں مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نور کا اتمام اس صورت میں ہے کہ دینِ اسلام کے سوا باقی تمام ادیان منسوخ ہو گئے اور کافر کل کے کل اسے گوارہ نہیں کرتے اور پھر مشرکوں کو دوبارہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اظہار دین اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند اور توحید کی اشاعت ہو اس میں معبودان باطلہ کے بطلان کی خبر ہوگی جو مشرکین کو سخت ناگوار ہے (اللہ تعالیٰ اپنی مراد خود خوب جانتا ہے)۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے رسول قلب کو اُمت عالم اصغر کی طرف بھیجا جو کہ یہ مملکت النفسیہ اجمالیہ جو عالم اکبر کے مشابہ ہے اور وہ عالم اکبر مملکت آفاقیہ تفصیلیہ کے ساتھ نور ہدایت ازلیہ اور دین حق کے جو تمام ادیان پر غالب ہے اور وہ ہے ملت حنفیہ سہلہ اور روشن اگر چہ مشرکین کو ناگوار ہے یعنی جنہوں نے حق کے ساتھ غیر کو شریک کیا اور یہ نہ سمجھا کہ غیر اور غیریت ان موہومات سے ہیں جنہیں قوت وہم نے ایجاد کیا ورنہ وجود میں صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات ہیں۔

حضرت کمال خجندی قدس سرہ نے فرمایا

له فی کل موجود علامات و آثار
دو عالم پر ز معشوقت گو یک عاشق صادق

ترجمہ: ہر موجود میں اس کی علامات و نشانات ہیں۔ دو جہاں معشوق سے پر ہے گو عاشق صادق ایک ہے۔

مولانا جامی عارف باللہ قدس سرہٗ نے فرمایا

گر توئی جملہ در فضائے وجود
خود انصاف دہ بگو حق گو
در ہمہ اوست پیش چشم شہود
چیست پنداری ہستی من و تو

ترجمہ: فضائے وجود میں جملہ تو ہی ہے خود بھی انصاف دے اور کہہ اور حق کہہ۔

(آئندہ صفحہ ۳۳۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ○ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ○

ترجمہ :۔ اے ایمان والو کیا میں بتادوں وہ تجارت جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو۔ یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو وہ تمھارے گناہ بخش دے گا اور تمھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں اور پاکیزہ محلوں میں جو بسنے کے باغوں میں ہیں یہی بڑی کامیابی ہے اور ایک نعمت تمھیں اور دے گا جو تمھیں پیاری ہے اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور اے محبوب مسلمانوں کو خوشی سنادو اے ایمان والو دین خدا کے مددگار ہو جیسے عیسٰی بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں۔ حواری بولے ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو غالب ہو گئے۔

(بقیہ از صفحہ ۳۴۰)

تمام میں وہی ہے شہود کی آنکھ کے سامنے من و تو کی ہستی تو کیا سمجھتا ہے۔

وحدۃ الوجود کا ثبوت: فقیر (روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مصنف) کہتا ہے کہ یہ کلمات وحدۃ الوجود پر مبنی ہے اور ان کلمات پر تمام اہل شہود متفق ہیں کسی پر طعن و تشنیع کرنا کہ یہ وجودی (وحدۃ الوجود کا قائل) ہے تو گویا سب پر طعن و تشنیع ہے اور یہ طعن و تشنیع حجاب کثیف اور جہل عظیم سے ہے ورنہ اہل بصیرت پر تو یہ امر بہت زیادہ ظاہر ہے[1]۔

تفسیر عالمانہ: یا ایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم۔ اے ایمان والو کیا میں تمھیں بتادوں۔

علی تجارۃ۔ (تجارت) اس کا بیان آئے گا۔

تنجیکم۔ تمھیں نجات دے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے بچانے اور نجات دلانے سے تمھارے لیے سبب ہو۔

فائدہ: تجارت کی صفت سے معلوم ہوا کہ کوئی تجارت اس کے برعکس بھی ہوتی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا۔

یرجون تجارۃ لن تبور۔ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں کہ جس میں ہرگز گھاٹا نہ ہوا ظاہر ہے کہ تجارت کا گھاٹا اور ٹوٹا صاحب تجارت کے لیے دردناک عذاب کا سبب ہوتا ہے جیسے مال جمع کرنا اس کی حفاظت کرنا اس کے حقوق روکنا۔ یہ تمام امور آخرت میں وبال ہیں اور یہی خسارہ والی تجارت ہے۔

مسئلہ: ایسے ہی وہ اعمال جو شرع مطہرہ کے مطابق نہ ہو اور سنت نبویہ کے خلاف ہوں اور ان سے

---

[1] مسئلہ وحدۃ الوجود ایک مسلّم حقیقت ہے لیکن افسوس کہ ایک طرف صوفیہ کرام کے دشمنوں نے اسے بدنام کرنے کی کوشش کر رکھی ہے دوسری طرف جہالت نے اڈے جما رکھے ہیں۔ علمائے اہلسنت بھی اس سے بے اعتنائی برت رہے ہیں اور مشائخ اور پیروں کی اولاد ایک عرصہ سے جہالت از علوم اسلامیہ کا شکار ہو گئی۔ چند مجدد حضرات اس کے احیاء کے ساعی ہیں مگر وہ بھی القلیل کالمعدوم کی طرح ہیں کاش اس مقدس و پاکیزہ مسئلہ کو علماء محققین اور مشائخین کاملین زندہ رکھنے کے لیے توجہ فرمائیں۔ تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ شریف و فصوص الحکم اور ابتدائی اسباق لوائح جامی وغیرہ وغیرہ۔

غیر اللہ کو راضی کرنا مطلوب ہو۔

من عذاب الیم۔ دردناک عذاب سے یعنی وہ درد جسمانی ہو نظاہر ہے اور روحانی وہ ہے تحسر (حسرت کھانا) پریشان ہونا۔ آگے سوال مقدر کا جواب ہے گویا کہا گیا کہ انھوں نے عرض کی ہم کیا عمل کریں جواب میں کہا گیا کہ تومنون باللہ و رسولہ۔ ایمان رکھو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر (صلی اللہ علیہ وسلم) مطلب یہ کہ ایمان پر ثابت رہو۔

و تجاھدون فی سبیل اللہ۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ باموالکم و انفسکم۔ اپنے مالوں اور نفسوں سے کہ اموال سے مجاہدین کے ہتھیار خرید و اور نفوس سے یہ کہ قتل و حرب کے درپے رہو۔

نکتہ:۔ اموال کی تقدیم جہاد میں اس کی زیادہ ضرورت کی وجہ سے ہے یا ترقی از ادنیٰ الی الاعلیٰ ہے۔ بعض نے کہا کہ مال کی تقدیم اس لیے ہے کہ کبھی انسان اپنی جان بچانے کی کوشش کرتا ہے دیکن اس پر مال خرچ کرنا پڑے تو خوب خرچ کر دیتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ خبر بمعنی الامر ہے اس لیے لائی گئی تاکہ معلوم ہو کہ اس کی تعمیل فرض ہے کہ گویا واقع ہو گئی اب وہ اس کی خبر دے رہا ہے جیسے کہا جاتا ہے غفر اللہ لھم۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا و یغفر اللہ لھم اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے گا۔ یہ صرف قوت رجاء (امید) پر ہوتا ہے۔ گویا وہ ہو گیا۔ اسی طرح سلمکم اللہ و عافاکم اللہ و اعاذکم اللہ۔ تمھیں اللہ تعالیٰ سالم رکھے۔ عافیت دے۔ پناہ دے۔ کو قیاس کرو۔

حدیث شریف میں ہے کہ مشرکین سے اپنے مالوں اور نفسوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

فائدہ:۔ زبان سے جہاد کا یہ مطلب ہے کہ ایسی باتیں سناؤ جو انھیں ناگوار ہوں۔ اور ایسی باتیں سننا انھیں سخت لگیں جیسے ہجو، سخت کلامی وغیرہ وغیرہ۔ بعض نے کہا کہ زبان کی تاثیر نیزہ و تلوار سے بھی تیز اور شدید تر ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک شعر منسوب ہے ؎

جراحات السنان لھا التیام
ولا یلتام ما جرح اللسان

ترجمہ:۔ نیزوں کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے۔

حدیث و آیت میں ترقی از ادنیٰ الی الاعلیٰ ہے کیونکہ زبان کا جہاد سیدنا حسان رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ کر کفار قریش کی ہجو باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔

مسئلہ:۔ تجارت نفع کی طلب پر اصل مال میں تصرف کرنے کو کہتے ہیں۔ تاجر وہ ہے جو بیع و شرا کرے۔

اعجوبہ :۔ کلام عرب میں تاء کے بعد جیم کا کوئی کلمہ سوائے لفظ تجارت کے نہیں۔
سوال : تجاۃ عربی لفظ ہے اور اس میں تاء کے بعد جیم ہے۔
جواب :۔ یہ دراصل وِجاہٗ تھا واؤ تاء ہوئی ہے۔
سوال :۔ تجوب میں تاء کے بعد جیم ہے اور یہ حمیر کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔
جواب :۔ تاء مضارع کی ہے اصلی نہیں۔
فائدہ :۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے تجارت سے اس لیے تشبیہ ہے کہ تجارت میں مبادلۃ المال بالمال نفع کی امید پر ہوتا ہے اس میں مبادلہ و معاوضہ کا معنیٰ ہے کہ مال یعنی فضل اور زیادتی تجارت میں مبادلۃ المال نفع کے طمع پر ہوتا ہے اس لیے ایمان و جہاد کو تجارت سے تشبیہ ہے کہ اس میں جان و مال دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے عذاب سے نجات کا طمع ہوتا ہے۔
حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

خدائے دوست نکردیم عمر و مال دریغ
کہ کار عشق زما ایں قدر نمی آید

ترجمہ :۔ دوست پر ہم عمر و مال فدا نہ کر سکے جس کا ہمیں افسوس ہے کہ عشق کے کام میں ہم سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔
ذلکم۔ وہ جو مذکور ہوا ایمان و جہاد کی دو قسموں میں سے۔
خیر لکم۔ علی الاطلاق تمہارے لیے بہتر ہے یا تمہاری جان مال سے بہتر ہے۔
ان کنتم تعلمون :۔ اگر تم جانتے ہوتے۔ اگر تم اہل علم ہوتے کیونکہ جاہلوں کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں یا یہ کہ اگر تم اُس وقت جانتے کہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ اس سے کہ جب تمہیں معلوم ہو جاتا اور اس کا تمہارا اعتقاد ہوتا تو تم ایمان و جہاد کو نفوس و اموال سے زیادہ محبوب سمجھتے تو پھر تم نجات و فلاح پاتے۔
سبق :۔ دانش مند پر لازم ہے کہ فانی کو باقی سے تبدیل کرے کیونکہ یہی اس کے لیے بہتر ہے۔
حکایت :۔ ایک صحابی نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اونٹنی کی مہار پکڑ کر لایا عرض کی یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے آپ نے فرمایا تجھے قیامت میں ایسی سات سو اونٹنیاں ملیں گی۔
فائدہ :۔ کسی بزرگ نے فرمایا کہ اس تجارت کا نفع یہ ہے کہ غیر حق کو دے کر حق کو لے لو۔
حکایت :۔ نفحات میں ہے کہ حضرت عبداللہ الیسری قدس سرہٗ کے پاس آپ کا صاحبزادہ حاضر ہوا عرض کی میں گھر ڈاگھی کا گھر سے باہر لایا اور وہی میری پونجی تھی اور وہ لوٹ گیا اب میرا تمام سرمایہ ضائع ہو گیا۔ فرمایا بیٹے وہ سرمایہ تیار کرو جو تمہارے باپ نے تیار کیا۔ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سوا تیرا کچھ نہیں۔

لطیفہ:۔ حضرت شیخ الاسلام عبداللہ انصاری قدس سرہ نے فرمایا بہتر تھا کہ اس کا باپ بھی نہ ہوتا اس میں اس کا زیادہ نفع تھا۔

فائدہ:۔ اس میں آپ نے مرتبۂ فنار کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ کہ بازار شوق تھا (دیدار) میں تمام سود و سرمایہ لٹا دینا۔ ؎

تا چند بہ بازار خودی پست شوی
بشتاب کہ از جام فنا مست شوی
از مایۂ سود دو جہاں دست بشو
سود تو ہماں بہ کہ تہی دست شوی

ترجمہ:۔ کب تک خودی سے پست رہو گے دوڑ کہ جام فنار سے مست ہو جاؤ۔
دو جہان کے نفع سے ہاتھ دھو ڈال۔ تیرا نفع اسی میں ہے کہ خالی ہاتھ ہو جا۔

اہل بدع یعنی بدمذاہب سے جہاد

آیت میں اہل بدع یعنی بدمذاہب سے بھی جہاد ضروری ہے اور اہل بدع بدمذاہب کے (اصولی) بہتر گمراہ فرقے ہیں کیونکہ کافر قلعہ اسلام کو توڑنا چاہتا ہے اہل بدع (بدمذاہب) حصار سنت کو ویران کرنا چاہتے ہیں۔ شیطان تیرے دل کی ولایت میں تشویش ڈالتا ہے تو اہل بدع (بدمذاہب) خواہشات نفسانی سے تیرے دین کو زیر و زبر کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام دشمنوں کے لیے تجھے ہتھیار عطا فرمائے ہیں تاکہ تو انھیں مقہور و مغلوب کر سکے کافروں کا مقابلہ (جنگ) شمشیر سیاست ہے مبتدعین (بدمذاہب) کا مقابلہ تیغ زبان اور دلائل و براہین سے اور شیطان کا مقابلہ دائمی ذکر الٰہی و تحقیق کلمۂ حق سے اور خواہشات نفسانی کی جنگ تیر مجاہدہ و سنان ریاضت سے۔

فائدہ:۔ بندے کے یہی اچھے اعمال اور سالک کے پسندیدہ افعال طاعات ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ذٰلکم خیر لکم الخ یہ تمہارے لیے بہتر ہیں اگر تم جانتے ہو۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا الخ اے تقلیدی ایمان والو میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں بچائے دردناک عذاب سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تحقیقی یقینی استدلالی ایمان لاؤ۔ استدلال کی صحت کے بعد۔

تجاھدون الخ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو مگر بعد یقین کے۔

توحید کی اقسام:۔ توحید دو قسم ہے:۔

۱۔ لسانی ۲۔ عیانی

لسانی مقترن ہے اعتقاد صحیح کو۔ اس کے اہل دو قسم ہیں:

۱۔ تقلید خاص میں پھنسنے والے (ایمانیات و اعتقادیات میں اہم اہلسنت تقلیدی نہیں) اور وہ حد تحقیق تک نہیں پہنچے اور یہ عوام مومنین ہیں۔

۲۔ جنہوں نے حجج (دلائل) و براہین نقلیہ و عقلیہ سے تمسک کیا۔ یہ اگرچہ حد التقلید الخاص سے نکل گئے لیکن کشف و عیاں کے نور تک نہ پہنچ سکے جیسے اہل شہود و عرفان تک پہنچے ہیں اور توحید عیانی کے بھی کئی مراتب ہیں:۔

۱۔ توحید الافعال

۲۔ توحید الصفات

۳۔ توحید الذات ۔ جس پر افعال کا جلوہ ہوا وہ متوکل ہوا اور عصمت کا دامن تھاما جس پر صفات کا جلوہ ہوا وہ راضی برضا ہوا اور سر تسلیم خم کیا جس پر ذات کا جلوہ ہوا وہ ذات فناء پا کر محو و عدم ہو گیا۔ [۱]

یغفر لکم ذنوبکم ۔ دنیا میں تمہارے گناہ بخش دے گا۔ امر کا جواب ہے۔ جو لفظ خبر سے معلوم ہوا اور یہ بھی کہ شرط یا استفہام کا جواب ہے جس پر تقدیری کلام دال ہے کہ دراصل ان تؤمنوا و تجاھدوا یا ھل تقبلون و تفعلون الخ کیا قبول یا عمل کرو گے جس کی میں تمہاری رہبری کروں۔ تمہیں اللہ تعالیٰ بخش دے گا اور اسے ھل ادلکم کا جواب بنانا بعید ہے کیونکہ محض دلالت مغفرت کا موجب نہیں ہو سکتی۔

و یدخلکم ۔ اور آخرت میں تمہیں داخل کرے گا۔ جنات ۔ باغات میں یعنی تمہارے ہر ایک کے لیے علیحدہ باغ ہو گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لطف سے بعید نہیں کہ وہ ہر ایک کو علیحدہ جنت سے نوازے جو وہ صرف اسی کے لیے ہو اور صرف وہی اس میں تصرف کرے۔

---

[۱] اور یہی اعلیٰ مقام ہے ۔ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

تو نڑیں غوثی قطبی رتبہ پایو
تانوں کیا تھی پیا ہے گم تھیون مطلب

ترجمہ: یعنی غوث و قطب کا مرتبہ پایا تو کیا ہوا۔ درحقیقت گم ہونا (فناء) اصل مطلب تھا (اسی کی جدوجہد چاہیئے) اویسی غفرلہٗ

حل لغات :۔ لغت میں جنّت بمعنی باغ کہ جس میں گھنے اور سایہ دار درخت ہوں جو اپنے ماتحت کو ڈھانپ دے ۔
تجری من تحتھا الانھار ۔ اس کے نیچے نہری جاری ہیں ۔ دودھ ۔ شہد ۔ شراب اور صاف پانی کی ۔ اور تحتہا کا مطلب ہے ان کے درختوں کی ان جڑوں میں پانی ہے یا ان کے محلات اور بالاخانوں کے نیچے پانی جاری ہے ۔

و مساکن طیبہ ۔ اور گھر پاکیزہ مسکنوں میں یعنی نفیس پاکیزہ مسکنوں اور منزلوں میں جن کی نزہت ہے ۔ فی جنات عدن ۔ خالص باغات میں ۔ یعنی ان کی اقامت و خلود کہ اس میں جو بھی داخل ہو تو وہ کسی بھی عارضہ سے نہ نکالا جائے ۔ یہ ظرف صفت مختصہ ہے مساکن کے لیے ۔

حل لغات :۔ یہ مسکن کی جمع ہے بمعنی مقام ۔ سکون بمعنی تحرک کے بعد کسی شے کا ثابت ہونا یہ وطن بنانے کے لیے مستعمل ہوتا ہے ۔ کہا جاتا ہے سکن فلان فی مکان کذا ۔ فلاں اپنے مکان میں ٹھہرا ۔



استوطن اور اسے اپنا وطن بنایا ۔ اور اسم مکان مسکن ہے اور پہلی لغت پر سَکَنۡتُ دوسری پر سکنته ۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اصل طیب بمعنی جس سے حواس لذت پائیں اور مساکن طیبۃ فی جنات عدن بمعنی طاہرہ زکیہ مستلذہ ۔ بعض نے کہا طیبتھا بمعنی اس کی وسعت اور اس کے امر کی وسعت ۔

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان مساکن طیبہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا

بہشت کا منظر :۔ کہ جنت میں محلات موتیوں کے ہوں گے اور ان کا ہر محل میں ستر دار سرخ یاقوت کی ہوں گی ہر دار میں ستر گھر ہوں گے زمرد سبز کے ہر گھر میں ستر خدمت گزار لڑکے لڑکیاں ہوں گی اور فرمایا ہر مرد جنتی کو اتنی قوت حاصل ہوگی کہ ایک ہی صبح کے سب کے پاس آ سکے[1]۔

فائدہ :۔ تفسیر الکبیر میں ہے کہ الجنات سے وہ باغات مراد ہیں جن سے دیکھنے والا کچھ لینا چاہے تو لے سکے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا و مساکن طیبۃ فی جنات عدن تو جیسے ان پر اسے تصرف ہوگا باغات پر بھی تصرف ہوگا اور قاعدہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے مغایر ہو تو اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان کے مساکن جنات عدن میں ہوں گے اور ان کے مناظر جنات یعنی باغات ہوں گے اور انہیں عدن کی صفت سے اس لیے موصوف کیا گیا ہے کہ وہ ان کے لیے اس دار کی طرح ہیں ۔ جس میں انسان سکونت پذیر ہوتا ہے اور دوسرے وہ جنات ہیں جو بمنزلہ ان باغات کے ہیں کہ جن میں انسان محض تفریح اور احباب کے ملاقات کے لیے جاتا ہے ۔

---

[1] یہ لڑکے صرف خدمت کے لیے ہوں گے جیسے ہمارا صاحب روح البیان تحقیق کر چکے ۔ اویسی غفرلہٗ

فائدہ :۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ دار الثواب سب کے سب وہ جنات ہیں جو معنی باغات کے ہیں کہ وہ جنات کثیرہ پر مشتمل ہیں ان کی ترتیب لوگوں کے استحقاق کے مطابق ہوگی کہ بعض ان میں کامل ہیں بعض ناقص اسی لیے جنات کو جمع نکرہ لائے ہیں۔

جنات کی تعداد :۔ اس میں اختلاف ہے جنات کل کتنے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ سات ہیں :۔

۱۔ جنت الفردوس ۲۔ جنت عدن ۳۔ جنت النعیم

۴۔ دار الخلد ۵۔ جنت الماویٰ ۶۔ دار السلام

۷۔ علیون۔

ان میں ہر ایک کے مختلف مراتب و درجات ہیں۔ اعمال و عمال (عمل والوں) کے تفاوت کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ جنات آٹھ ہیں :۔

۱۔ دار الجلال ۲۔ دار القرار ۳۔ دار السلام

۴۔ جنت عدن ۵۔ جنت الماویٰ ۶۔ جنت الخلد

۷۔ جنت الفردوس ۸۔ جنت النعیم۔

حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ چار ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **و لمن خاف مقام ربہ جنتان**۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی حاضری سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ پھر فرمایا **ومن دونہما جنتان**۔ اور ان کے سوا دو اور جنتیں ہیں اس لیے وہ کل چار ہیں :۔

۱۔ جنت الخلد ۲۔ جنت الفردوس ۳۔ جنت الماویٰ

۴۔ جنت عدن۔

ان کے آٹھ دروازے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

فائدہ :۔ بہشت کے خازن کا نام رضوان ہے اس کا لباس رأفت و رحمت ہے اور دوزخ کا خازن مالک ہے اس کا لباس غضب و ہیبت ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ جنات چار ہیں اور آیت میں جنات کا اشارہ باعتبار افراد کے ہے نہ باعتبار اسماء کے اور اس کی قلت کی دلیل جمع سالم ہے کہ یہ وہ ان جموع سے جن میں قلت ہوتی ہے لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔

تفسیر صوفیانہ :۔ وجود انسانی میں چار جنات ہیں :۔

۱۔ تنعم بمقتضائے طبع جیسے کھانا پینا، جماع۔

۲۔ تلذذ بہ مقتضائے نفس جیسے تصرفات۔

۳۔ تلذذ بمقتضائے اذواق روحانیہ جیسے معارف الٰہیہ۔

۴۔ تلذذ بالمشاہدات اور یہی اعلیٰ اللذات سے ہے کیونکہ یہ خالق سے ہے اور پہلی تینوں مخلوق سے۔

سوال :۔ جنات کے ابواب ثمانیہ کا ذکر قرآن مجید میں کیوں نہیں جبکہ دوزخ کے سات دروازوں کا ذکر قرآن مجید میں مصرح ہے جیساکہ فرمایا لہا سبعۃ ابواب۔ اس کے سات دروازے ہیں۔



جواب :۔ جنت کا ذکر کرکے اس میں تشویق وترغیب اور تنبیہ فرمائی کہ اس کی نعمتیں عظیم ہیں۔ گویا بہشت کے دروازے ہیں نہیں یا ہیں تو بکثرت ہیں یا کم ہیں۔ نعمتوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں بلکہ بہشتی ایک دروازہ سے داخل ہو یا ہزار سے اس کے سرور بالدخول میں کوئی فرق نہ پڑے گا اسی لیے جنت کے خازن کا نام بھی قرآن میں نہیں لیا گیا کیونکہ اس کی ترغیب مطلوب نہیں کہ اہل جنت کو رغبت ہو کہ بہشت فلاں فرشتہ کے ہاں ہے یا فلاں کے ماتحت ہے اس کی بزرگی کے پیش نظر بلکہ اس کی نعمتوں کے عطیہ کو براہِ راست اپنی طرف منسوب فرمایا چنانچہ فرمایا وسقاھم ربھم شرابًا طھورًا اور ان کا رب انہیں شرابًا طہورا پلائے گا۔ یہ کہا جائے کہ بہشت فلاں فرشتے کے تحت ہے اس سے یہ زیادہ بلیغ ہے کہ کہا جائے وہ بہشت کے خدام کے تحت ہے اسی میں اعزاز ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ فلاں ولی کے تحت ہے (تاکہ اہل بہشت کو کسی دوسرے کی محتاجی کا وہم وخیال نہ ہو۔) بخلاف دوزخ کے کہ اس کے دروازے بتائے گئے اور اس کے خازن یعنی مالک علیہ السلام کا نام لیا کیونکہ اس میں زیادہ ترترہیب (ڈرانا) ہے۔

فائدہ :۔ حضرت سہل قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مساکن میں سب سے زیادہ پاکیزہ وہ ہو گا جس میں جملہ احزان کے اقسام ہٹا دیئے جائیں گے اہل بہشت کی اس میں رہائش سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ جوار (تمام قیام گاہ کی جوار) سے بڑھ کر ہو گی۔ بعض نے کہا مساکن طیبہ سے لذّت دیدار باری تعالیٰ ہے کیونکہ وہ مساکن خوب محسوس ہوتے ہیں۔ جن میں احباب کی ملاقات اور عاشق کو معشوق کا دیدار اور محب کو محبوب کا وصال نصیب ہو۔

فائدہ صوفیانہ :۔ ایسے ہی قلوب کے وہ مساکن ہیں جن میں تجلی حق اور لقائے جمال الٰہی نصیب ہو۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں اہل وصول الفناؤ بقا رسے بنائے) (آمین)

ذلك ۔ وہ جو مذکور ہوا جنات مذکورہ اور ان کے اوصاف جمیلہ سے ۔

الفوز العظيم ۔ بڑی کامیابی کہ جس سے کوئی کامیابی بڑھ کر نہیں ہے ۔

فائدہ :۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ الفوز بمعنی ظفر دہ (اَمر) ہے نجات اور بمعنی مقصد پر کامیابی پہلا مغفرت سے دوسرا ادخال جنت اور ان کی نعمتوں کے حصول سے ہوتا ہے اور اس کی عظمت باعتبار اس نجات کے ہے کہ اس کے بعد کوئی دکھ درد نہیں اور ایسی فتحیابی ہے کہ اس کے بعد کسی حال اور کسی وقت اور جگہ پر نقصان نہیں کیونکہ مقام نعیم میں دائماً یہ غایتہ کمال میں ہے ۔

فائدہ :۔ آیت سے ثابت ہوا کہ تجارت دو قسم ہے :۔

۱۔ دنیوی ۔ ۲۔ اُخروی

دنیا موسم تجارت اور عمر اس کی مدت اور اعضاؤ قوی اس کا راس المال ہے اور خود بندہ من وجہ مشتری اور من وجہ بائع ہے جو شخص اپنا راس المال ایسے منافع دنیویہ میں صرف کرتا ہے کہ موت تک وہ منقطع نہ ہو تو وہ تجارت گھاٹے اور خسارے کی ہے اگر وہ اسے علم دینی کے ذریعے کسب صالح کے ذریعے حاصل کرے ان کے علاوہ اور ذرائع کس قطار میں اعمال کا دارومدار نیات پر ہے اور ہر بندہ نیت کا پھل کھاتا ہے اور جس نے انھیں منافع اُخرویہ میں صرف کیا جو دائماً غیر منقطع ہیں تو اس کی تجارت اچھی اور نفع بخش اور بہتر ہے ایسے تاجروں کو کہا جا سکتا ہے ۔ **فاستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به** تمہیں اس بیع سے مبارک ہو جو تم نے کی یہی بڑی کامیابی ہے ۔

تفسیر صوفیانہ :۔

اُمید ہے یہاں پر تجارت سے جان مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہو اور ایمان کا ذکر اس لیے ہے کہ وہ اعمال کے لیے اصل ہے اور اعمال کے قبول کے وسیلہ ہے اور تجارت کو انجاء (بچانا) سے اس لیے موصوف کیا گیا ہے کہ نجات پر ہی انتفاع کا دارومدار ہے ۔

يغفر لكم انجاء کے سبب کا بیان ہے و يدخلكم میں ان اُمور کا بیان ہے جو منافع تجارت سے حاصل ہونے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ دنیوی تجارت فقر منقطع سے نجات کی سبب ہے اور تجارت اُخروی فقر غیر منقطع سے نجات کا سبب ہے ۔

حدیث شریف میں ہے کہ دو نعمتوں پر لوگوں کو بہت رشک کرنا چاہیئے :۔

۱۔ صحت ۔ ۲۔ فراغت یعنی صحت و فراغت مکلف ۔

(عاقل . بالغ) کے لیے بمنزلہ راس المال کے ہے اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان کا معاملہ کرے اور نفس کے ساتھ جہاد کرے تاکہ وہ نقصان نہ اُٹھائے اور دنیا و آخرت سے منافع حاصل کرے اور اسے چاہیئے کہ وہ شیطان کے ساتھ معاملہ سے بچے تاکہ راس المال منافع سمیت ضائع نہ ہو جائے۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

کارے کنیم ورنہ خجالت بر آورد
روزے کہ رخت جان بجہاں دگر کشیم

ترجمہ:۔ ہم کوئی کام کریں ورنہ شرمساری ہوگی اس روز جبکہ ہم اس جہان سے دوسرے جہان کو سامان لے جائیں گے۔

نیز فرمایا ؎

گوہر معرفت اندوز کہ با خود ببری
کہ نصیب دگرانست نصاب زر و سیم

ترجمہ:۔ معرفت کا گوہر جمع کر کہ اسے تو خود ساتھ پہنچائے گا ورنہ جو زر و سیم کو جمع کرے گا وہ دوسروں کے نصیب ہوگا۔

نیز فرمایا ؎

دلا دلالت خیرت کنم براہ نجات
مکن بفسق مباہات و زہدہم مفروش

ترجمہ:۔ اے دل میں تیری نجات کی رہبری کر رہا ہوں۔ فسق میں فخر و ناز نہ کر اور نہ ہی میرا زہد بیچ ڈال۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

از کسب معارف شدہٗ معشوف زخازف
در ہائے ثمین دادہٗ دخر مہرہ خریدہ

ترجمہ:۔ معارف حاصل کر کے نقش و نگار دنیوی کا عاشق ہو گیا قیمتی موتی دے کر تو نے کوڑیاں خرید لیں۔

اور فرمایا ؎

جان فدائے دوست کن جامی کہ ہست
کمتریں کارے دریں رہ بذل رُوح

ترجمہ:۔ اے جامی جان یار پر قربان اس پر رُوح فدا کرنا تو ایک معمولی کام ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ و اخریٰ۔ اور تمہارے لیے ان عظیم نعمتوں کے علاوہ اور عاجلہ نعمتیں ہیں۔ اخریٰ مبتدا اس کی خبر محذوف ہے اس کا عطف یغفر لکم کے معنیٰ پر ہے۔

تحبونھا۔ جن سے محبت اور انہیں رغبت کرتے ہو اس میں تعریض ہے کہ عاجل کو آجل (آنیوالی) نعمت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کی محبت پر توبیخ بھی ہے یہ اسی محذوف صفت کے بعد صفت ہے۔

نصر من اللہ۔ اللہ سے ہے مدد۔ اس نعمت اُخریٰ سے بدل یا میل ہے یعنی تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار قریش وغیرہ پر مدد ہے۔

و فتح قریب۔ اور فتح قریب ہے یعنی عاجل اس کا نصر پر عطف ہے۔

فائدہ:۔ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس سے فتح مکہ مراد ہے یا فتح روم و فارس ابن عطاء نے فرمایا کہ نصر توحید اور نظر بجمال مالک مجید۔ اور فتوح کی قسمیں سورۃ فتح میں دیکھئے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ ایمان استدلالی یقینی اور طریق جہاد اصغر میں ایمان کے مقتضیٰ کے مطابق مال و جان خرچ کرنا۔ اگرچہ یہ تجارت سودمند ہے لیکن اسے تاجر اعواض و اغراض سے نجات نہیں پا سکتے اس لیے سالک پر لازم ہے کہ وہ جہاد اکبر کی تجارت کرے یہی دوسری وہ تجارت ہے جو پہلی تجارت سے بلند و بالا اور اس سے زیادہ منافع بخش ہے یہ ہے نصر من اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد تائید ملکوتی و کشف نوری سے قریب الوصول مقام قلب و مطالعۂ تجلیات صفات و حصول مقام رضا کی طرف فتح قریب ہے۔ اور اسے تجارت اس لیے کہا گیا ہے کہ یہاں سالکین کی صفات ظلمانیہ صفات اللہ نورانیہ سے تبدیل ہوتے ہیں اور تحبونھا اس سے تم محبت کرتے ہو اس لیے فرمایا کہ محبت حقیقی بعد الوصول الی القلب کے بعد ہی ہوتی اور خواص مقام تک پہنچنے کے ساتھ مقام محبت میں داخل ہوتا ہے تو خواص کے مقامات میں سے پہلے مقام تک پہنچ جاتا ہے منازل میں سے معتبر منزل محبت ہے اور ایسے محب مخلص بندے ہوتے ہیں وہ اپنے اعمال سے اجرت کی اُمید تک نہیں رکھتے بخلاف اس کے جو اس مرتبۂ محبت سے گر جاتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض عارفین نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے ثواب کی اُمید پر اور عذاب کے خوف سے تو اس کا معبود درحقیقت ثواب و عذاب اور گویا حق تعالیٰ واسطہ ہے کیونکہ اس نے عبادت

نفس کے لیے جنت کی نعمتوں اور دوزخ سے بچنا ہی اس کا مقصد اصلی ہے اسی لیے حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من
ہست پیدا ہمچو بت پیشِ شمن

ترجمہ:۔ آٹھ بہشت سات دوزخ میرے سامنے ایسی ہیں جیسے بت پرست کے سامنے دوزخ۔

اور کسی بزرگ نے فرمایا ؎

طاعت از بہر جزا شرک خفیست
یا خدا جو باشد یا عقبیٰ طلب

ترجمہ:۔ جزا کی خاطر طاعت خفی شرک ہے، یا خدا کا طالب ہو یا عقبیٰ کا۔

فائدہ:۔ جان اے جانِ من جو جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کے لیے کرتا ہے کیونکہ حجاب سے نجات پاکر ملک وہاب سے واصل ہوگا۔

فائدہ:۔ و بشر المومنین (اور اہل ایمان کو خوشخبری دیجئے) کا عطف محذوف پر ہے۔ دراصل قال یا ایہا الذین آمنوا و بشرہم۔ اے اکمل الرسل محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں گوناگوں دنیوی و اُخروی بشارتیں دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سے والدین میں ان کے بہت بڑا فضل و احسان ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدق پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ نے ہی اس کی خبر دی جو بندوں کو نصیب ہوگا اور مستقبل کے ایام میں واقع ہوگا وہی جیسے آپ نے خبر دی (اسے کہتے ہیں علم ما فی الغد جسے منکرین کمالاتِ نبوت شرک سے تعبیر کرتے ہیں (معاذ اللہ)

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں نعمتوں کے پے در پے و نوع اور فتح مکۂ قلب بعد نصر اور بلدۂ نفس کے ویرانی کی طرف اشارہ ہے اور ان اہل ایمان محبین کو نصر نفس پر فتح مکۂ قلب کی خوشخبری دیجئے۔ اور نیز اس میں بلدۂ نفس کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بعد تائید ملکوتی و امداد جنود روح سے ویران ہوتا ہے یعنی قوائے روحانیہ قوائے نفسانیہ پر ایسے غلبہ پاتے ہیں جیسے اہلِ اسلام اہل حرب پر غالب ہو کر آثار کفر و شرک کو ایسا مٹاتے ہیں کہ گرجوں کی جگہ مساجد اور مندروں کی جگہ پر عبادت خانے اور کفار کے گھروں کو مؤمنین مخلصین کے مزارات سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی فتح مطلق پر ہر وقت مدد دیتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: یا ایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہو جاؤ۔

حل لغات: انصار نصیر کی جمع ہے جیسے اشراف شریف کی۔

کما قال عیسی ابن مریم للحواریین۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا۔ (اس کی تحقیق آتی ہے)

من انصاری الی اللہ۔ میرا کون مددگار ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ من کے متعلق احتمال ہے کہ حقیقۃً استفہام کے لیے ہے تاکہ انصار کا ہونا معلوم ہونے پر تسلی ہو اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے نصرت پیش کرنا اور اس پر برانگیختہ کرنا مطلوب ہے۔

مسئلہ: آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا باقی ہر ایک محتاج اور مدد کا طالب ہے اور یہ بوقت ضرورت جائز ہے جب اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے امور میں ہو اب معنیٰ یہ ہوا کہ میرا لشکر کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جیسے آنے والے قول کا تقاضا ہے۔

قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ حواریوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار ہم ہیں ہماری مذکورہ بالا تقریر اسی لیے ہے ورنہ عیسیٰ علیہ السلام کا قول حواریوں کے جواب کے مطابق نہ ہوگا (عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرا مددگار کون) کیونکہ حواریوں نے کہا ہم ہی اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کا قول ظاہر پر نہیں رہتا اس لیے کہ نصر ینصر کا باب الیٰ سے متعدی نہیں ہوتا اسی لیے ہم نے انصار کو لشکری کے معنیٰ پر لیا ہے کیونکہ لشکر ہی اپنے بادشاہ کی مدد کرتا ہے اور اس کی مراد پوری کرنے کے لیے پورا زور لگاتا ہے اور یہاں انصار اللہ اللہ تعالیٰ کے مددگار سے اس کے دین کی مدد مراد ہے گویا آپ نے سوال کیا کہ اس مراد میں میری اتباع اور میری مدد ہے اور میرے ساتھ مشارکت کون کرتا ہے۔

متوجہًا۔ جندی کی یاء متکلم سے حال ہے اور الیٰ اسی سے متعلق ہے نہ کہ نصرۃ (انصاری) سے سے پہلی اضافت اضافت الی احد المتشارکین کے قبیل سے ہے کیونکہ ان کے درمیان اختصاص ہے یعنی ملابست اضافت مجازیہ کی وضاحت کرنے والی ہے کیونکہ اختصاص حقیقۃً ایسے اضافت تقاضا نہیں کرتی (انصاری میں غیر متحقق ہے دوسری (اضافت) فاعل کی مفعول کی طرف ہے اور تشبیہ باعتبار معنیٰ کے ہے یعنی انصار اللہ ہو جاؤ جیسے حواریین عیسیٰ علیہ السلام کے انصار تھے۔ جب انہیں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا من انصاری الی اللہ یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ

وسلم فرماتے کہ اے میرے صحابیو تم حواریوں کی طرح ہو جاؤ جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا من انصاری الی اللہ۔

حواریین کی تحقیق: حواریین بمعنی اصفیا خالص و مخلص لوگ از حیور بمعنی سفیدی خالص وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لے آئے اور وہ بارہ مرد تھے۔ مقاتل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ جب تم بستی میں جاؤ تو نہر کے اس طرف جانا جہاں دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں۔ ان سے مدد طلب کرنا۔ بحکم خداوندی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا من انصاری الی اللہ۔ اُنھوں نے عرض کیا ہم آپ کی مدد کریں گے چنانچہ اُنہوں نے آپ کی تصدیق و مدد کی۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ واقعی اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی مدد کی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے تو بعد کو وہی اُن کے دین کے داعی رہے اور خلق خدا کی رہبری کرتے رہے۔ حواریین دھوبی تھے بعض نے کہا شکاری تھے۔ بعض علماء نے کہا انھیں ان کے صاف عقائد کی وجہ سے حواریین کہا جاتا اس لیے کہ ان میں کسی قسم کا تردد اور متلون مزاجی نہ تھی یا اس لیے کہ اپنے افادات سے لوگوں کے قلوب و نفوس پاک اور صاف کرتے تھے اور وہی علم لوگوں کو سکھاتے کہ جس سے قلبی صفائی نصیب ہوتی۔ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ تم سے رجس دور کرے اے اہلبیت اور تمھیں مکمل طور پر پاک کرے) اسی صفائی کی وجہ سے وہ حواریین تھے۔ انھیں حواری (قصّار۔ دھوبی) تمثیل و تشبیہ کی وجہ سے کہا گیا کہ وہ نفوس کا شکار کرتے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتے تھے۔

حواری رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (جو آپ کے پھوپھی زاد تھے) فرمایا یہ میرا حواری ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ یوم احزاب میں آپ نے فرمایا کہ مجھے قوم کی خبر دیتا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں۔ تو آپ نے فرمایا ہر نبی علیہ السلام کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہ تھے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حواریوں سے تشبیہ دی ہے مدد کرنے میں کیونکہ یہ اصحاب اصفیاء (خالص دوست) کے معنیٰ میں آتا ہے۔ (کذا قال بعض المفسرین)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الحمد للہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری تھے

جو بحسب الامکان آپ کی مدد کرتے تھے اور وہ ستر تھے وہی جنہوں نے لیلۃ العقبہ میں آپ کی بیعت کی۔
فائدہ: حضرت سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کونوا انصار اللہ کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار تو وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ دین کے مددگار رہے وہ انصار اوس وخزرج تھے۔ یہ نام ان کا اسلام سے پہلے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا انصار نام رکھا۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریین قریش سے بھی تھے وہ یہ ہیں، خلفاء اربعہ:
زبیر عثمان بن مضعون حمزہ بن عبدالمطلب جعفر بن ابی طالب وغیرہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)
فآمنت طائفۃ۔ تو ایک گروہ ایمان لایا عیسیٰ علیہ السلام پر جو انہیں نصرت دین کے لیے فرماتے وہ ان کی اطاعت کرتے۔
وکفرت طائفۃ۔ اور دوسرے گروہ نے کفر کیا اور ان سے جنگ کی۔
فایدنا الذین اٰمنوا۔ تو ہم نے ایمان داروں کی مدد کی اس کی قوم اہل ایمان کو تقویت بخشی حجت سے یا تلوار سے یہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد ہوا۔
علیٰ عدوھم۔ ان کے دشمنوں پر یعنی کافروں پر یہی ظاہر ہے۔ ان کو عدو کہہ کر خبر دیتا ہے کہ کافر اہل ایمان کے دینی دشمن ہیں۔

عیسائیوں کے تین فرقے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد عیسائی تین گروہ ہو گئے تھے۔
(۱) وہ اللہ (خدا) تھا اس لیے وہ آسمان پر چلا گیا۔
(۲) ابن اللہ تھا اسے خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔
(۳) اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول تھا (اعزازاً) انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا ہے یہی فرقہ اہل ایمان تھا پھر ہر تینوں گروہوں کے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ تابعدار تھے جو آپس میں لڑے۔ دو فرقے کفار اہل ایمان فرقہ پر غالب ہو گئے یہاں تک کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو اہل ایمان (عیسائی) فرقہ کفار (فرقے عیسائیوں) پر غلبہ پا گیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وایدنا الذین اٰمنوا علیٰ عدوھم۔
فاصبحوا۔ تو ہو گئے۔ ظاھرین۔ غالب بلند قدر۔
حل لغات: کہا جاتا ہے ظھرت علی الحائط۔ علوتہ (میں دیوار کے اوپر چڑھ گیا) حضرت قتادہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ حجت و برہان سے غالب ہو گئے جیسے گزرا۔

فائدہ :۔ مروی ہے کہ انہوں نے (اہل ایمان) نے کہا کیا عیسیٰ علیہ السلام سوتے نہیں تھے۔ اگر خدا ہوتے تو وہ نیند نہ کرتے اور کہا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے نہیں تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ قوائے روحانیہ کا قوائے نفسانیہ پر غالب ہو گئے اس لیے کہ قوائے روحانیہ مومن اور نور الٰہی سے منور اور ماسوی اللہ سے بچنے والے ہیں اور قوائے نفسانیہ کافر ظلمانی ہیں ساتھ ظلمات اکوان کے اور متعاون ہیں۔ اہل ایمان اگرچہ بظاہر کافروں سے تھوڑے تھے۔ باطن میں وہ ان سے زائد تھے کیونکہ وہی سواد اعظم اور مظاہر جمالیہ تھے۔

مسئلہ :۔ جہاد دائمی باقی اور قیامت تک جاری ہے انفس و آفاق کے لحاظ سے کیونکہ دنیا اہل جمال و جلال پر مشتمل ہے ایسے ہی وجود انسانی جب تک اس وطن میں ہے تو بھی۔ پھر جب وہ دوسرے وطن کو جائے گا تو اور صورت ہو جائے گی وہ یہ کہ صرف اہل جمال بہشت میں اور صرف اہل جلال دوزخ میں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین) پھر کوئی جھگڑا نہ ہوگا۔

فراغت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :۔ صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجھے سورۃ الصف کی تفسیر سے ذوالحج کے اوسط ۱۱۱۵ھ فراغت ہوئی۔

اور

فقیر اویسی غفرلہٗ سورۃ الصف کی تفسیر کے ترجمہ سے ۱۷ ربیع الاول شریف ۲۹ اکتوبر بروز ہفتہ سوا نو بجے فارغ ہوا۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ

اٰیاتھا ۱۱	(نمبر ۶۲) سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (عدد نزول ۱۱۰)	رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ
الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّ
اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ ۝ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا
كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ
مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ وَلَا
يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ
بِالظّٰلِمِيْنَ ○ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ
مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ :۔ سورۃ جمعہ مدنیہ ہے اس میں ۲ رکوع ۱۱۔ آیات ۱۸۰ کلمے اور ۷۲۰ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ بادشاہ کمال پاکی والا عزت والا حکمت والا۔ وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انھیں پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ اور اُن میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی۔ پھر اُنہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی۔ گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اُٹھائے کیا ہی بُری مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ تم فرماؤ اے یہودیو اگر تمھیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان کوتکوں کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمھیں ملنی ہے۔ پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمھیں بتادے گا جو تم نے کیا تھا۔

تفسیر عالمانہ: یسبح للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض۔ اللہ کے لیے تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں۔ تمام کے تمام زندہ یا جامد ہمیشہ تسبیحات میں معروف ہیں۔ آسمان میں بدائع علویہ اور زمین میں کوائن سفلیہ ہر ایک اللہ تعالیٰ سے حیات و تسبیح کی نسبت ہے۔

الملك۔ وہ بادشاہ ہے کہ اس کا ملک دائمی اور بے زوال ہے۔

القدوس۔ ہر عیب کی نشانی اور اختلال (خلل) کی صفت سے پاک ہے۔

العزیز۔ جس پر اس کا ارادہ متعلق ہے اس پر وہ غالب ہے۔

الحکیم۔ صاحب حکمت بدلیعہ بالغہ ہے۔ ان اسماء مبارکہ کے معانی سورۃ الحشر میں گزر چکے ہیں۔ جمہور کے نزدیک الملک مجرور اس کے مابعد اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

فائدہ: فقیر (صاحب رُوحُ البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ کو تسبیح سے اس لیے شروع فرمایا کہ اس میں بعثت کا ذکر ہے کیونکہ عالم (جہان) کا مرشد سے خالی ہونا حکمت کے منافی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ضروری ہے نیز اس میں ان یہودیوں کا دعویٰ کا ذکر ہے وہ کہتے ہیں ہم ابناء اللہ اور اس کے احباء ہیں۔ اس سے بھی اس کی تنزیہ واجب ہے اور اس لیے کہ اور یہ سورۃ ترک ذکر اور استماع خطبہ کا ذکر ہے جو کہ وہ دعا و حمد و تسبیح وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے (اسی لیے اسے تسبیح) سے شروع فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس ذات مقدسہ کی تنزیہ بیان کرتے ہیں جو سموٰات المفہوم میں مفہومات عامہ اور مفہومات خاصہ اور مفہومات اخص الخاصہ ہیں اور وہ جو ارض المعلوم میں معلومات عامہ اور معلومات خاصہ و معلومات اخص الخاصہ ہیں۔ ہم نے سموٰات کو مفہوم کی طرف اور ارض کو معلوم کی طرف اس لیے منسوب کیا ہے۔ فہم کا مرتبہ علم کے مرتبہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ففہمناها سلیمان و کلا اٰتینا حکمًا و علمًا۔ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو علم عطا فرمایا اور ہر دونوں (داؤد و سلیمان علیہما السلام) کو ہم نے حکیم (علم دیا (اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ فہم کا مرتبہ علم کے مرتبہ سے فوقیت رکھتا ہے) اس سے ثابت ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے مسئلہ کی حقیقت کو نور علم سے صحیح سمجھا نہ کہ قوۃ علم سے اور اللہ تعالیٰ وہ عزیز ہے کہ جسے چاہے نور فہم کے اعزاز کے خلعت سے نوازے اور وہ حکیم ہے اپنی حکمت سے جسے چاہے ضیائے علم کے لباس کا شرف بخشے۔

تفسیر عالمانہ: ھو الذی بعث فی الامیین۔ وہ جس نے اُمیوں میں بھیجا۔ یعنی امۃ العرب کی طرف۔

عرب کی قسمیں: عرب کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ عرب الحجاز از عدنان۔ ان کا تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے۔
۲۔ عرب الیمین۔ ان کا تعلق قحطان سے ہے اور ان ہر ایک کے بے شمار قبیلے ہیں اور وہ مفسرین کے نزدیک مشہور ہیں۔

اُمّی کی تحقیق: اُمّی وہ ہے جو نہ کسی کتاب سے پڑھے نہ لکھے اور فقہ کی اصطلاح میں اُمی وہ ہے جو قرآن سے کچھ نہ جانے گویا وہ جو ماں سے باتیں سیکھ چکا اسی پر رہے یعنی وہ ضرورت کی باتیں جو انسان معاشرہ کے لیے انسان سے سیکھتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمّی ہونے کی وجوہ

(۱) النبی الامی اس اُمّت کی طرف منسوب ہیں جو لکھے پڑھے نہ تھے کیونکہ وہ اپنی عادت پر رہے جیسے عامی وہ جو عوام کی عادت پر ہو۔

(۲) بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمی اس لیے کہلائے کہ آپ نے کسی کتاب سے نہ پڑھا نہ لکھا۔ یہ بھی آپ کی فضیلت و کمال ہے کہ آپ کو اپنے رب تعالیٰ کی حفاظت و اعتماد کی ضمانت کی وجہ سے لکھنے پڑھنے سے مستغنی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا سنقرئك فلا تنسیٰ۔ (آپ کو ہم ایسا پڑھائیں گے کہ آپ بھولیں گے نہیں)۔

(۳) بعض نے کہا آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، اُم القریٰ کی طرف منسوب تھے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ اہل عرب اُمی اس لیے کہلائے کہ وہ اپنی اُمہات کی صفت پر تھے کہ جیسے مائیں خط اور لکھنے کی نہ تھیں یہ بھی اس طرف منسوب ہوئے جس حالت میں وہ اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے کیونکہ لکھنا پڑھنا تعلیم انسانی کی جبلّی تخلیق میں شامل نہیں بلکہ یہ اس کی بعد کی بات ہے اس معنیٰ پر حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اُمی تھے۔ علاوہ ازیں عرب کا لکھنا پڑھنا اس کی اصل نہ تھا بلکہ کتابت (لکھنا) کی تعلیم کی ابتدا طائف میں ہوئی۔ کتابت کو سب سے پہلے ثقیف نے سیکھا اور اہل طائف نے اہل حیرہ سے سیکھی۔

فائدہ: الحیرہ (بکسر الحاء و سکون المثناۃ المتحتانیہ) یہ ایک شہر ہے کوفہ کے نزدیک) اُنھوں نے اہل الانبار سیکھی۔ الانبار فرات کے کنارہ ایک بہت بڑا قدیمی شہر ہے اس کے اور بغداد کے

درمیان دس فرسخ (تین میل) کا فاصلہ ہے۔

فائدہ :۔ صحابۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں صرف حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ کاتب ان کے بعد دوسرے صحابہ نے کتابت حاصل کی جیسے حضرت امیر معاویہ بن سفیان وحضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ دونوں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔ آپ کے کاتبین اور بھی تھے۔

حضورِ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لکھنا پڑھنا

اس میں اختلاف (تاحال) ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری عمر میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے یا نہ اس میں علماء کرام نے دو وجہیں بتائی ہیں اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں[1]۔

ولما كان الخط صنعة ذهنية وقوة طبيعة صدرت بالآلة الجسمانية لم يحتج اليه من كان القلم الاعلى بخادمه واللوح المحفوظ مصحفه و منظره (روح البیان ص ۵۱۳ ج ۹)

ترجمہ :۔ چونکہ خط ایک صنعت ذہنیہ اور قوتِ طبیعہ ہے جو آلۂ جسمانیہ سے صادر ہوتی ہے لیکن اس ذات کو آلہ کی ضرورت ہی کیا ہے جس کا قلم اعلیٰ خادم اور لوح محفوظ ان کا مصحف اور آنکھوں کے سامنے ہو۔

ازالۂ وھم :۔ کوئی معترض اعتراض کرے کہ اگر بقول صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ اور موجودہ دور میں اہلسنت حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو لکھتے پڑھتے کیوں نہ تھے اس کا جواب صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ سے سنئے :۔

وعدم كتابته مع علمه بها معجزة باهرة له عليه السلام اذا كان يعلم الكتاب علم الخط واهل الحرف حرفتهم وكان اعلم بكل كمال اخروى او دنيوى من اهله (روح البیان ص ۵۱۳ ج ۹)

---

[1] لکھنا پڑھنا جانتے تھے یا نہ، لیکن حق وہی ہے جو صاحب روح البیان قدس سرہ صدیوں پہلے فرما گئے وہی آج ہم کہتے ہیں لیکن منکرین کمالات نبوت اس کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ بزعم خویش آپ کی کتابت و خط سے لاعلمی پر دلائل وبراہین قائم کرتے ہیں لیکن بے سود۔ صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ نے کیا خوب لکھا اسے پڑھیئے اور ایمان تازہ کیجئے۔ تفصیل فقیر کی کتاب "تفسیر اویسی" میں ہے۔

ترجمہ:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتابت کو جاننے کے باوجود نہ لکھنا بھی آپ کا ظاہرو باہر معجزہ تھا کیونکہ لکھنے والے علم الخط کو اور ہنرمند اپنے ہنر کا علم رکھتے ہیں۔ اور حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہر کمال اُخروی و دنیوی کے سب سے زیادہ عالم تھے اُن سے بھی جو وہ اس ہنر (صنعت و کتابت) کے عالم ہیں۔

فائدہ:۔ اب آیت ھوالذی بعث فی الامیین الخ کا معنیٰ یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے اُمیوں یعنی عرب میں لیکن یہاں ان کے اکثر مراد نہیں کہ وہ لکھے پڑھے نہ تھے ورنہ ان میں لوگ لکھے پڑھے بھی تھے لیکن بہت قلیل (والقلیل کالمعدوم)۔

رسولاً منھم۔ ان میں سے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یعنی منجملہ ان کے اور ان کی نسبت کے یعنی عربی۔ امی۔ تاکہ ان کی رسالت تہمت سے دُور ہو یہاں منت و احسان جتلانا اس لیے کہ ایسا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا جو ان کے احوال سے ان کا حال مشاکلت رکھتے ہیں اور جیسے وہ کتابوں سے نہیں پڑھے لکھے وہ بھی کسی کتاب سے پڑھ لکھ کر رسالت کے اُمور سرانجام نہیں دیتے (بلکہ ان کے ہاں وحی الٰہی آتی ہے)۔

شعیاء علیہ السلام نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی:۔ شعیاء علیہ السلام کی کتاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک نبی علیہ السلام اُمّی اُمیوں میں بھیجوں گا اور ان پر نبیوں علیہ السلام پر نبوت ختم کروں گا۔

اُمّی لقب کے نکتے:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمّی ہونے کے نکتے ہیں انہیں مختصراً مندرجہ ذیل اشعار میں درج کیا جاتا ہے ؎

(۱) فیض اُم الکتاب پرورش
لقب اُمّی ازاں خدا کردش

(۲) لوح تعلیم ناگرفتہ ببر
ہمہ ز اسرار لوح دادہ خبر

(۳) بر خط اوست انس و جاں را سر
کہ نخواندست خط ازاں چہ خطر

ترجمہ:۔ (۱) اُم الکتاب کے فیض نے آپ کی پرورش کی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا لقب اُمّی قرار دیا۔

(۲)۔ کسی سے تعلیم کے بغیر لوح بغل میں دبا کر لوح کے تمام اسرار کی خبر دی۔
(۳)۔ آپ کے خط پر ہی انس وجان کا سر ہے اگر ایسی ذات کوئی خط نہ پڑھے تو اسے کیا خطر۔

سوال:۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کائنات کا عقیدہ ہے۔ یہ آیت اس عقیدہ کے خلاف ہے۔

جواب(۱):۔ آپ کا اُمیون میں مبعوث ہونا عام دعوت کے منافی نہیں اور ان کے ذکر کی تخصیص کا کوئی مفہوم نہیں (کیونکہ قاعدہ عدم ذکر الشی لاینافی وجودہ)

جواب (۲) اگر مان لیا جائے کہ یہاں اُمیوں کا ذکر ہے فلہذا آپ صرف اُمیوں کے نبی ہیں تو دوسری آیت میں تصریح ہے چنانچہ فرمایا: وما ارسلناك الا کافة للناس۔ ہم نے آپ کو تمام لوگوں کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔

یہودیوں کا رد:۔

یہودیوں کا کہنا ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف عربوں کے نبی ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مصرح ہے۔ ہم کہتے ہیں لفظ الی الامیین اور فی الامیین میں فرق واضح ہے کہ آپ کا اُمیون میں مبعوث ہونا غیر الا میین کے لیے (کی طرف) مبعوث ہونے کے منافی نہیں۔

ربط:۔ اب یہودیوں کے اس سوال کا جواب دیا جبکہ انہوں نے عربوں پر طعنہ مارا کہ تم اُمی محض ہو اور ہم اہل کتاب ہیں۔ تو ان کو جواب دیا کہ یتلو علیہم آیاتہٖ۔ آپ ان پر آیات پڑھتے ہیں (الارشاد) (تفسیر) میں ہے کہ یہ رسولاً کی دوسری صفت ہے۔ وجود میں تلاوت پر مترتب ہے اور تزکیہ کا بیان درمیان میں لایا گیا ہے۔ تزکیہ کا مطلب ہے قوت عملیہ نفس کی تکمیل اور اس کی تہذیب جو اس پر متفرع ہے۔ بحسب قوت نظریہ جو علم سے حاصل ہے اور یہ تلاوت پر اس لیے مترتب ہے تا کہ معلوم ہو کہ یہ جملہ اُمور مترتبہ اپنے بالمقابل پر نعمت جلیلہ ہیں اور شکر کی مستوجب ہیں۔ اگر وجود کی ترتیب کی رعایت کی جائے تو متبادراً سمجھا جائے گا کہ کل کی کل ایک ہی نعمت ہیں یہی راز ہے اس میں کہ کبھی آیات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی کتاب سے اور کبھی حکمت سے اشارہ ہے کہ اس کا ہر عنوان اپنی جگہ پر ایک علیحدہ نعمت ہے۔

کتاب وحکمت کی مراد:۔

بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں قرآن وشریعت کی تعلیم دیتے ہیں۔ شرع وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے احکام مشروع فرمائے یا قرآن کے الفاظ ومعانی کی تعلیم دیتے ہیں یا قرآن وسنت سکھاتے

ہیں جیسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا کتاب سے لکھنا مراد ہے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یا خیر و شر مراد ہے جیسے اسحاق نے فرمایا اور حکمت سے فقہ مراد ہے جیسے امام مالک نے فرمایا یا اس سے وعظ و نصیحت مراد ہے جیسے اعمش نے فرمایا یا کتاب سے احکام شریعت و اسرار آداب طریقت اور اس کے معانی حکمیہ و حکمیہ مراد ہیں لیکن حقائق قرآن اور اس کی حِکَم کی تعلیم اولی الفہم سے مخصوص ہے وہ خواص صحابہ و خواص تابعین اور ان کے بعد کو تا قیامت آنے والے اہل فہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان کمال

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عموماً بلا واسطہ معلّم خود حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تابعین اور اُن کے بعد ہر قرن میں ہر ایک معلّم بھی حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں لیکن اُمت کے وارثین اور دین و ملت کے کاملین کے واسطہ سے۔

معجزۂ نبوی:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر معجزات بھی نہ دکھاتے تو آپ کا یہی ایک معجزہ ہی کافی تھا کہ آپ اُمّی ہونے کے باوجود کل کائنات کے معلّم ہیں۔ حضرت امام بوصیری قدس سرہٗ نے قصیدہ بردہ شریف میں فرمایا ؎

کفاك بالعلم فی الامی معجزۃ
فی الجالیۃ والتادیب فی التیم

ترجمہ:۔ اُمّی میں علم کا ہونا تجھے یہی ایک معجزہ کافی ہے کہ وہ بھی زمانۂ جاہلیت اور آداب میں یکتا ہونا اور وہ بھی دورِ یتیمی میں۔

شرح البیت:۔ تجھے کافی ہے اُمّی میں معجزہ کہ دورِ جاہلیت میں ہونے کے باوجود علم میں یکتا تھے اور تجھے یہ بھی کافی تنبیہ ہے کہ اس علم کے آداب میں بے مثال ہیں وہ بھی دورِ یتیمی میں۔ یہ ایک اور دوسرا معجزہ ہے۔

وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ اور بیشک تھے تم اس سے پہلے گمراہی ظاہر میں۔ اِنْ شرطیہ نہیں اور نہ ہی نافیہ ہے بلکہ یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور لام نافیہ اور مخففہ کا فرق بتاتی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اُمّی لوگ کا شان یہ تھا کہ آپ کی بعثت مبارکہ اور آپ کے تشریف لانے سے پہلے تھے گمراہی ظاہر میں شرک اور خبث جاہلیت میں مبتلا تھے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی گمراہی نہیں اس میں بیان ہے کہ وہ ایسی گمراہی میں

مبتلا ہونے کی وجہ سے مرشد (رہبر) کے زیادہ محتاج تھے۔

عیسائیوں کا رد: اس میں تردید ہے ان عیسائیوں کا جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر سے تعلیم پاکر ایسے کمالات دکھلائے۔

فائدہ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے جب گمراہی کے گڑھے میں انتہاء کو پہنچ چکے تھے یعنی وہ اُمی لوگ سخت گمراہ تھے تو آپ تشریف لائے۔ اس میں اس وہمی کے توہم کا ازالہ ہے کہ نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب میں کسی سے ہی کچھ پڑھ کر ہی ایسا ایسا کمال دکھایا۔

فائدہ: سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعثت سے قبل ان کا گمراہ ہونا سب کے لیے کہنا علی طریق التغلیب ہے کیونکہ وہ تمام کے تمام ایسے نہ تھے بلکہ ان میں بعض ہدایت پر تھے۔ جیسے حضرت ورقہ بن نوفل وزید بن نفیل وقس بن ساعدہ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ

۱؎ چنانچہ عیسائیوں نے اسے خوب اچھالا۔ فقیر نے ان کے اعتراضات کے تفصیلی وتحقیقی سے جوابات اپنی کتاب "سیرت حبیب کبریا" میں عرض کر دیئے ہیں۔ اویسی غفرلہٗ

۲؎ جیسے حضرت عبد المطلب اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین وغیرہ وغیرہ اس کے اس کے متعلق تحقیق فقیر کی کتاب "ابوین مصطفیٰ" دیکھئے نمونہ کے طور چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

امام عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے: بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین ہرگز کافر ومشرک نہ تھے۔ (زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد اول مصری)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: فرماتے ہیں کیا تو اس بات کو نہیں جانتا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا کیا ہے کہ آپ کے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کیا اور وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔
(ردالمحتار شرح درمختار)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے والدین کریمین بلکہ آپ کے تمام آباء و اُمہات کا اسلام حضرت آدم علیہ السلام تک ثابت کیا ہے۔
(اشعۃ اللمعات جلد اول)

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگ ایک ہی اُمت ہو کر اُٹھیں گے۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ یہ اعتراض اس وہم کے ازالہ پر وارد نہیں ہو تا اس کے لیے ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سے پڑھ کر ایسے کمالات نہیں دکھائے کیونکہ مذکورہ بالا لوگ بھی توصرف توحید سے آشنا تھے باقی احکام و شرائع سے تو وہ بھی بے خبر تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فرمایا: ووجدك ضالا فهدى۔ اور پایا آپ کو وارفتہ تو اپنی طرف راہ دی۔ یہ بعثت سے پہلے آپ کی حالت کا بیان ہے حالانکہ بعثت سے پہلے آپ سے شرک اور کوئی کبیرہ سرزد نہ ہوا جیسے شرب الخمر و زنا و لغو و لھو وغیرہ اس معنیٰ پر ان حضرات مذکورہ بالا کو ہدایت یافتہ من وجہ کہہ سکتے ہیں اور دوسری وجہ سے اگر احکام و شرائع سے بے خبر ثابت ہوں تو کیا مضائقہ ہے اس پر یتلوا علیہم الخ دلالت کرتا ہے کیونکہ تلاوت وتعلیم الاحکام والشرائع سے تزکیہ نفس اور مطلقاً گمراہی سے نجات حاصل ہوئی (اسے اچھی طرح جان لے)۔

وآخرین منھم:۔ (اور ان میں سے اوروں کو)۔ آخر کی جمع ہے بمعنی غیر اس کا عطف امیین پر ہے یعنی حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہم زمان امیین کی طرف مبعوث ہیں اور ان کے غیروں کی طرف بھی یا اس کا عطف یعلمھم کے منصوب پر اس کا عطف ہے یعنی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُمیون کو تعلیم دیتے ہیں اور ان کے غیروں کو بھی جو عربی لوگ ان کے بعد آئیں گے اس معنیٰ پر منھم آخرین کی صفت کے متعلق ہے کہ دراصل وآخرین کائنین تھا یعنی ان کی طرف مبعوث ہیں جو عربیت و اُمیت میں ان سے عربوں جیسے ہیں ان سے عجمی لوگ مراد ہیں تو منھم کا تعلق آخرین سے ہے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی مرحوم نے لکھا کہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے وہ مراد ہے جو حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد اسلام میں داخل ہو۔ اس معنیٰ پر آخرین قیامت تک ہر مسلم اور نیک عمل والے کو شامل ہوگا عربی ہو یا عجمی۔

حدیث شریف اور علم غیب:۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان فی اصلاب الرجال من امتی رجالا ونساءً یدخلون الجنۃ بغیر حساب (روح البیان ص۵۱۵ ج ۹)

ترجمہ: میری اُمت کے مردوں کے پشتوں میں بعض ایسے مرد و عورت ہیں جو بلا حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔

اس کے بعد حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی لما یلحقوا بھم (جو ابھی انھیں نہیں ملے) یہ آخرین کی صفت ہے یعنی وہ ابھی امیین کو نہیں ملے اور نہ ہی ان کے زمانہ میں ہیں وہ عنقریب انھیں ملیں گے اور ان کے بعد آئیں گے عربی اور عجمی ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ لما کی منفی (مدخول) میں تا حال مستمر متوقع الثبوت ہوتا ہے بخلاف لَمْ کے منفی کے کہ اتصال کا بھی احتمال رکھتا ہے جیسے لم اکن بدعائک رب شقیا (ذکریا علیہ السلام نے کہا) اے رب میں تیرے سے دعا مانگنے سے مایوس نہیں ہوں) اور وہ انقطاع کا احتمال بھی رکھتا ہے جیسے لم یکن شیئا مذکورا (وہ ایسی شے ہے جس کا کوئی ذکر نہ تھا) اسی لیے یہ جائز ہے کہ کہا جائے لم یکن (نہ تھا) ثم کان۔ پھر ہو پڑا لیکن یہ جائز نہیں کہ کہا جائے لما یکن ثم کان۔ بلکہ کہا جائے گا۔ لما یکن و قد یکون۔ (ہرگز نہ تھا اور آئندہ کو وہ ہو گا)۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب

حضرت سہل بن الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں سیاہ بکریوں کو پانی پلا رہا ہوں۔ اس کے بعد ان کے پیچھے سُرخ سفید رنگ کی بکریاں آئیں (تو وہ بھی پانی میں شریک ہوئیں) فرمایا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کی تعبیر بتایئے۔

لہ غور کیجئے کہ اصلاب الرجال الی یوم القیمۃ تک نگاہِ نبوت کہاں تک پڑی کہ سب کو دیکھنے کے بعد ان میں دیکھا کہ بہشتی کون ہیں اور دوزخی کون اور پھر بہشتیوں میں وہ اہل بہشت کون جن سے حساب نہ ہو گا (سبحان اللہ) منکر کو اور تو کچھ جواب نہ بنے گا صرف کہے گا یہ صحیح حدیث نہیں کیونکہ یہ تو رُوح البیان کی نقل ہے دانا کر دیکھئے فقیر اویسی کا جواب یاد رہے کہ صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے اپنی طرف سے نہیں لکھا اور اسے حدیث کہا وہ آج کے علماء سے کچھ زیادہ خوفِ خدا رکھتے تھے وہ جان بوجھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ نہیں باندھ رہے۔ اگر بدبختی نہ مانے تو اس روایت کی تائید ترمذی باب القدر کی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے دو کتابیں دکھا کر فرمایا کہ بہشتی و دوزخی کون کون ہیں۔ اویسی غفرلہٗ

عرض کی یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سیاہ بکریاں عرب ہیں اور سُرخ سفید رنگ بکریاں عجم ہیں جو عرب کے بعد آپ کی اتباع کریں گے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے ہی فرشتے یعنی جبریل علیہ السلام نے تعبیر بتائی ہے۔

حل لغات: عفراء وہ بکری جس کی سفیدی سُرخی کے اُوپر ہو اس کی جمع عفر آتی ہے جیسے سوداء کی جمع سُودٌ ہے۔

عرب کو عجم پر فضیلت: بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ ہے کہ وہ آنے والے ان موجودہ حضرات (صحابہ) کے فضل اور سبقت کو نہ پا سکے اس لیے کہ قاعدہ ہے کہ تابعین کتنا ہی پر پائیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مرتبہ کو نہیں پا سکتے ایسے عرب کو عجم پر فضیلت ہے اور یہ دین کے شرائط سے ہے کہ عرب کو عجم پر فضیلت کا عقیدہ ہو اور عرب سے محبت اور اُن کے حقوق رعایت ملحوظ ہو۔

مسئلہ: آیت میں دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات کے بھی رسول اور آپ کا دین پہنچانا آپ کے اہل زبان پر حجت ہے اور ان کے لیے بھی جس کے پاس آپ کا دینی پیغام پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و من یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ۔ اور جو آپ کے ساتھ کفر کرے کوئی گروہ ہو تو اس کا موعد جہنم ہے۔

وھو العزیز ۔ اور بہت بڑی عزت و غلبہ والا ہے اسی لیے اس نے ایک اُمّی نبی کو بہت عظیم پر قدرت بخشی ہے۔

الحکیم ۔ بہت بڑی حکمت اور مصلحت کی رعایت والا ہے اسی لیے اُس نے اُمّی کو تمام بشروں کے لیے چنا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

ذالک ۔ وہ یہی ہے اس نے تمام افراد میں سے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ممتاز اور اپنے ہم زبان لوگوں اور آنے والی تمام نسلوں کا نبی بنایا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

فضل اللہ ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔

یؤتیہ من یشاء ۔ وہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اپنے فضل و عطا۔ اس میں اسباب کی تاثیر کو دخل نہیں یہ محض اس کا کرم ہے اس میں علل و اسباب اور حیل وغیرہ کو کوئی سروکار نہیں۔

واللہ ذوالفضل العظیم ۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اس کے آگے کچھ نہیں۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ وہ حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے عظیم فضل والا ہے اور اپنی مخلوق کے لیے کہ ان کے ہاں حضرت محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے انھیں آپ سے بیعت کی توفیق بخشی۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے استعداد پر بھی فضل عظیم ہے کہ ان کے ہاں ہر زمانہ میں اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارثین کاملین بھیجے اور پھر انھیں ان کے ارشادات کے موجبات پر عمل کرنے کی توفیق بخشی۔ اگر اہل ارشاد (اولیاء اللہ) و اہل دلالت (علماء کرام) اہلسنت نہ ہوتے تو عوام اندھوں کی طرح بھٹکتے رہتے انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کہاں جانا ہے، یہ اس لیے فضل عظیم ہے کہ ان کا مدعیٰ و مقصد وصول الی اللہ العظیم ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: بعض اکابر صوفیاء نے فرمایا کہ اللہ فضل عظیم والا ہے اس لیے کہ جمیع فضائل اسمائیہ اسم اعظم کے تحت ہیں اور وہ احدیت جمیع الاسماء کا جامع ہے۔

حدیث شریف: فقراء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارے سے اہل ثروت دنیادار لوگ سبقت کر گئے۔ اجر و ثواب میں وہ ہم سے بڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا تم کہا کرو۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ فقراء صحابہ نے پڑھا تو اہل ثروت صحابہ نے پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر فقراء صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرض کی کہ دولت مند بھی اس وظیفہ میں ہمارے شریک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب فقیر مخلصانہ طور پر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتا ہے اور غنی (دولت مند) بھی تو فضیلت میں غنی فقیر کے درجہ اور ثواب کے تضاعف کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ غنی اس کے مقابلہ میں دس ہزار درم خرچ کرے ایسے ہی اس کے کل اعمال کا حال ہے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

نہ قنطار زر بخش کردن ز گنج
نہ باشد چو قیراطے از دست رنج

ترجمہ: خزانہ سونے کا لٹا دینے کا اس ایک قیراط خرچ کرنے سے مقابلہ نہیں جو دست رنج سے ہو۔

تفسیر عالمانہ:- مثل الذین حملوا التوراۃ - ان کی صفت یہ ہے کہ جو تورات اٹھائے یعنی تورات میں جو تفاصیل و مضامین ہیں آیات میں سے جاننے کے باوجود بالخصوص وہ آیات ناطقہ جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق ہیں انہیں صرف پڑھ لیتے ہیں (اس پر عمل نہیں کرتے)۔

کمثل الحمار - گدھے کی طرح کاف اس میں زائدہ ہے۔ (الکواشی) حمار مشہور جانور ہے جاہل کو اس سے تعبیر کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں۔ ھو اکفر من الحمیر۔ وہ گدھے سے زیادہ جاہل ہے اس لیے کہ کفر جہالت سے ہوتا ہے اس کے ساتھ تشبیہ ان کی تحقیر و اہانت میں زیادتی کے لیے ان کی بیوقوفی پر انتہائی تہکم و توبیخ ہے کیونکہ حمار کا ذکر نہیں لیکن بوجھ اٹھانے کے لیے اسے نہایت مناسب نہیں ؎

تعلم یافتی فالجھل عار
ولا یرضی الا بہ الحمار

ترجمہ:- علم تو تو نے حاصل کر لیا لیکن اس پر عمل نہ کرنے سے تجھ سے جہل کو بھی عار ہے ایسی بیوقوفی و حماقت خوش ہے۔

یحمل اسفارا - جو بوجھ اٹھاتا ہے یعنی علم کی کتابوں کو اٹھانے سے نہیں تھکتا لیکن ان سے نفع نہیں اٹھاتا۔ یَحْمِلُ یا حال ہے اس میں عامل مثل کا فاعل ہے یا حمار کی صفت ہے کیونکہ اس میں کوئی معنیٰ معیّن نہیں کیونکہ معرف باللام الذہنی نکرہ کے حکم میں ہے جیسے نحویوں کے بعض اقوال میں ہے ولقد امر علی اللئیم یسبنی۔ میں کسی لئیم سے گزرتا ہو وہ مجھے گالی دیتا ہے۔

حل لغات:- الاسفار سفر بکسر السین کی جمع ہے یعنی کتاب بکثرت آیا ہے اور جاہل کو ان کتابوں کے متعلق گدھا کی طرح معلوم نہیں ہوتا جیسے وہ بوجھ اٹھاتا ہے اور اس سے نفع نہیں پاتا ایسے ہی جاہل۔ القاموس میں ہے السفر بڑی کتاب یا تورات کے اجزاء میں سے ایک جزء۔

فائدہ:- اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے کہ جو کتاب کا حامل ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے معانی سیکھے اسے پورے طور سمجھ کر اس پر عمل کرے تاکہ اس کی ان یہودیوں کی طرح مذمت نہ ہو۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

علم چندانکہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانش مند
چار پائے برو کتابے چند

آں تہی مغز را چہ علم و خبر
کہ برو ہنر مست یا دفتر

ترجمہ:۔ (۱)۔ علم جتنا بہت زیادہ پڑھو جب تم میں عمل نہ ہو تو تم نادان ہو۔
(۲)۔ وہ نہ محقق ہے نہ دانش ور ہے بلکہ جانور ہے جس پر چند کتابیں لاد دی گئی ہیں۔
(۳)۔ اس خالی مغز والے کو علم و خبر کی کیا خبر کہ اس پر لکڑیاں لاد دی گئی ہیں یا کتابیں۔

حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا ؎

گفت ایزد یحمل اسفارہ
بار باشد کان نبود زہرہ
علم ہائے اہل دل حمالشان
علم ہائے اہل تن احمالشان
علم چوں بر دل زند یارے بود
علم چوں گل زند بارے بود
چوں بدل خوانی ز حق گیری سبق
چوں گل خوانی سیہ سازی ورق

ترجمہ:۔ (۱)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کتابیں اُٹھاتا ہے اس پر بوجھ ہو جاتا ہے اسے فائدہ نہ ہوگا۔
(۲)۔ اہل دل کے علوم انہیں اُٹھا کر اونچا کرتے ہیں اہل تن کا علم ان پر بوجھ ہوتا ہے۔
(۳)۔ علم دل پر مارو تو مددگار ہوتا ہے علم کو جب جسم پر مارے تو وہ اس کا بوجھ ہوتا ہے۔
(۴)۔ علم کو دل پہ مارو تو اللہ تعالیٰ سے سبق حاصل کرو گے علم کو جسم پر مارو تو صرف ورق سیاہ کر رہے ہو۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ مثل یہود نفس تورات و معرفت اُٹھانے میں صحت رسالت قلب کے اور اس کے رسوم و احکام کی عدم اتباع میں یوں ہے جیسے حمار بدن نفیس ساماں اور بہترین اسباب اور اعلیٰ ترین کپڑے اور حسین چادریں اُٹھاتا ہے تو جیسے حمار (بدن) انہیں نہیں جانتا اور نہ ان کی شرافت و کرامت آگاہ ہے ایسے ہی یہود نفس رسول قلب کی رفعت و رتبہ کو نہیں جانتا۔

حکایت:۔ ایک مسخرہ طعام کی دعوت پر گیا۔ لوگوں نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی اسے بٹھایا تو جوتوں کی جگہ پر کسی طریقہ سے مجلس سے اُٹھا کسی سے عاریت کا نفیس لباس پہن کر مجلس میں واپس آیا

تو اہل مجلس نے اسے بہترین ملبوس دیکھ کر اس کی تعظیم و تکریم کی اور سب سے اونچے مقام پر بٹھایا۔ جب طعام پیش کیا گیا تو مسخرہ نے آستین کو کہا کھا آستین کیا جانے طعام اور لذت کو۔

سبق :۔ اہل ظاہر کی نظر تو صرف ظاہر پر ہوتی ہے وہ تو فضیلت و شرافت نقش و نگار اور زیب و زینت کو دیکھتے ہیں انھیں معانی و حقائق کا ادراک کہاں۔

تفسیر عالمانہ :۔ بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللّٰہ۔ (بری مثل اس قوم کی جس نے آیات الٰہی کی تکذیب کی) بری مثل ہے اس قوم کی جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی۔ یہاں تمیز محذوف ہے اور فاعل مفسر لہ مستتر۔ اور مذکور مخصوص بالذم ہے اور وہ وہی یہودی ہیں جنھوں نے اس کا انکار کیا جو تورات میں آیات ہیں جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحت نبوت کی شاہد ہیں۔

واللّٰہ لا یھدی القوم الظلمین۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔ اور جو تصدیق کی جگہ پر تکذیب کو رکھتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں کہ گمراہی کو ہدایت پر اختیار کر کے خود کو عذاب دائمی میں پیش کر رہے ہیں۔ ایسے ہی شقاوت کو سعادت پر اور عداوت کو عنایت پر ترجیح دیتے ہیں جیسے یہود اور ان جیسے اور لوگ۔ اس میں ان کی تقبیح ہے کہ ان کے حال کو گدھے کے حال سے تشبیہ دی گئی ہے اور قبیح کو قبیح سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان انکر الاصوات لصوت الحمیر (بیشک بری آوازوں میں زیادہ بری آواز گدھے کی ہے۔) ایسے ہی جاہل اور مدعی کی آواز بری ہے گدھے کی طرح اور وہی زیادہ گمراہ اور سب سے کمتر ہے وہ محض نقصان دہ ہے حالانکہ گدھا میں نفع ہے کیونکہ وہ بیچارہ بوجھ اٹھاتا ہے اس پر مرد عورتیں سوار ہوتی ہیں۔

مرگی کا علاج

حیوٰۃ الحیوان (کتاب) میں ہے گدھے کے کھر کی انگشتری بنا کر مرگی والا پہنے تو مرگی نہ ہوگی۔

فائدہ :۔ گدھا میں شہوت زیادہ ہے بہ نسبت دیگر حیوانات کے۔ یہ صفت طبیعہ بہیمیہ ہے جو اسے عفت (پاکدامنی) سے تبدیل کرے تو وہ نجات پائے گا اور اس کی تشبیہ مذکور سے بچ جائے گا۔

بے عمل علماء :۔ بہت سے علماء بے عمل دیکھے جاتے ہیں جن کی نظریں حرام پر جمی رہتی ہیں حالانکہ ان کی اپنی عورتیں منکوحہ بھی ہوتی ہیں وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں (معاذ اللہ) وہ اپنی قوت شہوت کی شریعت سے اصلاح نہیں کرتے۔ شریعت ان کی صرف باتیں ہیں۔ نیک اعمال

و اصلاح احوال سے کورے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی عصمت کا سوال کرتے ہیں ان باتوں سے جو اس کے غیظ و غضب کا موجب ہیں وہ صاحب منت و فضل و نعمت ہے۔

تفسیر عالمانہ: قل یا ایہا الذین ھادو۔ فرمایئے اے یہودیو۔

حل لغات: یہود ہاذ یہود سے ہے یعنی تہود یعنی وہ یہودی ہو گیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ جو یہودی ہو گئے۔ تہود بمعنی یہودی ہونا اور یہودی دین رکھنا۔ اللہ تعالیٰ انھیں فرماتا ہے اے وہ جو یہودی ہو کر راہ راست سے پھر گئے ہو۔ المہادات بمعنی المھاملۃ مائل ہونا۔ اسی لیے بعض مفسرین نے فرمایا یعنی وہ جو اسلام اور حق سے روگردانی کر کے یہودیت کی طرف مائل ہوتے اور یہ بھی ادیان باطلہ سے ہے جیسے گزرا۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا الھود بمعنی نرمی سے رجوع کرنا اور عرف میں توبہ کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہود دراصل انا ھدنا الیک سے ہے بمعنی تبنا الیک۔ ہم نے توبہ کی۔ یہ پہلے تو مدح کے لیے تھا لیکن ان کے دین کے منسوخ ہونے کے بعد یہ ان کے لیے لازم ہو گیا۔ اگرچہ اس میں اب مدح کا معنیٰ نہیں جیسے نصاریٰ دراصل انصار اللہ سے ہے پھر ان کی شریعت کے منسوخ ہونے کے بعد ان کے لیے لازم ہو گا (اگرچہ اس میں بھی مدح کا معنیٰ نہیں)۔

فائدہ: اکثر مواضع میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو بالواسطہ خطاب فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان واسطہ بنا لیا یعنی بت بخلاف اہل ایمان کے انہیں بلا واسطہ خطاب فرمایا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے توڑ دیئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے واسطہ توڑ دیا فرمایا۔

ان زعمتم۔ اگر تم نے گمان کیا۔

حل لغات: الزعم بمعنی قول بلا دلیل اور وہ قول کہ یہ شے ایسی ایسی صفت پر ہے لیکن وہ وثوق لحاظ سے بلا دلیل ہو جیسے زعمتک کریما۔ میں نے تجھے کریم گمان کیا۔ القاموس میں ہے کہ الزعم پر ہر تینوں حرکات آتی ہیں بمعنی حق و باطل اس کی ضد کذب ہے اس کا اکثر استعمال اس میں ہوتا ہے جس میں شک ہو۔ اس سے اس قائل کا رد ہو گیا جو کہتا ہے کہ اگر بالضم ہو تو بمعنی اعتقاد الباطل بالفتح ہو تو بمعنی قول الباطل۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ زعم اس قول کی حکایت جس میں کذب کا ظن ہو اس لیے اس کے قائلین کی قرآن مجید میں اکثر مذمت آئی ہے اور متکفل و رئیس قوم اکو زعیم کہتے ہیں۔ اعتقاد کے لیے ان کے قول میں کہ وہ مظنہ کذب ہے۔

انکم اولیاء اللہ۔ بیشک تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو۔ ولی کی جمع ہے بمعنی حبیب من دون الناس۔

لوگوں کے سوا۔ اولیاء کی صفت ہے یعنی اُنہوں دیگر ہم کے سوا ہو بنی اسرائیل نہیں۔ بعض نے کہا سوائے مومنین کے عربی ہوں یا عجمی اس سے وہ مراد ہیں جو کہتے تھے نحن ابناء اللہ و احباءہ۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور دوست ہیں اور ان کا دعویٰ تھا کہ دار آخرت اللہ تعالیٰ کے ہاں خالص انہی کے لیے ہیں اور ان کا دعویٰ تھا کہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گے مگر یہود۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ انہیں یہی سنا دیں تاکہ ان کا کذب ظاہر ہو وہ یہ اگر تمہارا گمان وہی ہے جو مذکور ہوا۔

فتمنوا الموت۔ تو موت کی آرزو کرو۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ وہ تمھیں موت دے اور اس دار البلاد سے نکل کر دار الکرامت کو چلے جاؤ۔ مثلاً کہو اَللّٰهُمَّ اَمِتْنَا۔ (اے اللہ ہمیں موت دے)۔

حل لغات:۔ التمنی بمعنی خیال میں کسی شے کی تقدیر و تصویر یعنی آرزو مانگنا۔ بعض نے کہا تمنی و اشتہاء میں یہ فرق ہے تمنی اشتہاء سے اعم ہے کیونکہ ممتنعات میں بھی ہوتی ہے بخلاف اشتہاء کے کہ وہ صرف ممکنات میں ہوتی ہے۔

ان کنتم صدقین (اگر تم سچے ہو) اس کا جواب محذوف ہے ماقبل کی دلالت کی وجہ سے یعنی اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو اور تمھیں پورا وثوق ہے کہ وہی حق ہے تو موت کی آرزو کرو کیونکہ جسے یقین ہوتا ہے کہ وہ بہشتی ہے تو وہ چاہتا ہے بہشت میں جلد پہنچے تاکہ اس کو دار دنیا سے چھٹکارا مل جائے جہاں قرار نہیں اور بہشت کا پہنچنا موت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت البقلی قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بارہا ایسے مدعیوں کو آزمایا (منظر عام پہ پایا) کہ اس کی محبت کا دم بھرتے ہیں کیونکہ ان میں موت کا کہا جاتا ہے تو کنی کتراتے ہیں اور سچوں کو بھی دیکھا کہ ان پر شوق الٰہی کا غلبہ اور موت محبوب محسوس ہوتی ہے۔ اسی سے سچوں کا سچ جھوٹوں کا جھوٹ واضح ہو جاتا ہے کہ سچا چاہتا ہے جلد پہنچے جھوٹا اس سے بھاگتا ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا طالب ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی حاضری سے کراہت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے دیکھنا نہیں چاہتا۔

ملفوظ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ

سیدنا جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا کہ محب وہ ہے جو اپنے آقا کا مشتاق ہو اور اس کے نزدیک وفات زندہ رہنے سے محبوب تر ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ موت سے ہی دیدار محبوب (آقا) ہوگا اسی لیے

وہ ہمیشہ دل سے موت کا خواہش مند رہتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: ولا یتمنونہ ابدا۔ (اس کی وہ ہمیشہ ہمیشہ آرزو نہ کریں گے) ان کے آنے والے حال کی خبر دی گئی ہے ابداً ظرف ہے بمعنی طویل زمانہ نہ کہ بمعنی مطلق زمانہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک وہ دنیا میں ہیں وہ موت کی ہرگز آرزو نہ کریں گے۔

نکتہ:۔ سورۃ البقرہ میں ہے ولن یتمنوہ (ہرگز ہرگز آرزو نہ کریں گے) وہ اس لیے کہ اس سورۃ بقرہ کے مضمون میں یہود کا مبالغہ آمیز دعویٰ تھا کہ ہم مخلص ہیں اسی لیے جنت صرف ہماری ہے اسی لیے وہاں لفظ لَن سے ان کے ردّ میں مبالغہ کیا گیا ہے کیونکہ حروف نفی میں لفظ لَن میں زیادہ مبالغہ ہے اور سورت جمعہ میں ان کا دعویٰ اتنا مبالغہ آمیز نہیں بلکہ تردد میں ہیں جیسا کہ لفظ زعمتم سے واضح ہے اس لیے یہاں ان کا رد لفظ لا سے ہے (برہان القرآن)۔

بما قدمت ایدیھم (بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) باء اس کے متعلق ہے جس پر نفی کا معنیٰ دلالت کرتا ہے یعنی وہ تمنائے موت سے انکار کریں گے کیونکہ اپنے کرتوتوں کا علم ہے کہ وہ کفر و معاصی کے مرتکب ہیں اور یہ اُمور دوزخ کے دخول کے اسی طرح موجب ہیں جیسے احکام تورات کی تحریف اور نعتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی تفسیر" اور انہیں یقین تھا کہ مرنے کے بعد ان معاصی کی وجہ سے عذاب کیے جائیں گے۔

سوال:۔ صرف ہاتھ کی تخصیص کیوں حالانکہ گناہ تو دوسرے اعضاء سے بھی ہوتے ہیں۔

جواب:۔ چونکہ ہاتھ پر ہی عام افعال کا مدار ہے اس لیے اس کی تخصیص کی گئی جیسے کبھی نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی اس سے قدرت بھی مراد ہوتی ہے یعنی ایدی سے مراد یہاں پر ذوات (خود) اور یہ ہاتھ سے اس لیے مستعمل ہوتا ہے کہ ہاتھوں کی اکثر محتاجی ایسی ہوتی ہے کہ گویا ذات ہی وہی ہاتھ ہیں۔

واللہ علیم بالظالمین۔ اور ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ مضمر کے بجائے مظہر اس لیے ہے تاکہ ظلم کی ان پر مہر ہو کہ وہ اپنے جملہ اُمور میں ظالم ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انہیں بھی اور جو ان سے صادر ہوتا ہے فنون ظلم و معاصی جو انہیں گوناگوں عذاب میں مبتلا کریں گے کو خوب جانتا ہے اور ان کے وہ حالات بھی جانتا ہے جو زمانۂ مستقبل میں ان سے سرزد ہوں گے یعنی جو اس تک پہنچانے والی شے ہے اس سے کنارہ کشی کریں گے یعنی موت سے چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ ان میں سے کسی نے موت کی آرزو نہ کرنی تھی نہ کی۔

مسئلہ:۔ حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی بھی موت کی آرزو نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو

کچھ دن باقی زندگی بسر کرے گا تو خیر و بھلائی میں اضافہ ہو گا تو اس کے لیے بہتر ہے اگر وہ بُرا ہے تو شاید وہ گناہ سے رجوع کرے یعنی اس سے اس کا رب راضی ہو اس کی توبہ و طاعت سے۔

اذالہٗ وھم:۔ عاشقان خدا کا موت کی آرزو کرنے پر اپنا قیاس نہ کیا جائے کیونکہ ان کی آرزوئے موت، بلبِنا بر انتہائی محبت (عشقِ الٰہی) اور جدائی کی آگ میں جلنے کی طاقت نہ رکھنے پر بے صبری کی وجہ سے ہوتی ہے مغلوب مجذوب اور مشتاق گویا اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ کسی نے فرمایا۔

غافلاں از مرگ مہلت خواستند
عاشقاں گفتند نے نے زود باد

ترجمہ:۔ غافل موت سے مہلت چاہتے ہیں عاشق کہتے ہیں نہیں نہیں جلد ہو۔

مسئلہ:۔ موت کے لیے احوال و اوقات ہیں ایک اعتبار سے اس کی آرزو جائز ہے۔ دوسرے اعتبار سے جائز جواز کی صورت اشتیاق غالب میں۔ اور ایسا دور بھی آئے گا جس میں موت کی آرزو جائز ہو گی جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا میں ہے:۔

اللّٰھم انی اسئلك فعل الخیرات و ترك المنکرات وحب المساکین فاذا اردت لعبادك فتنة فاقبضنی الیك غیر مفتون۔

ترجمہ:۔ اے اللہ میں تیرے فعل خیرات و ترک منکرات اور مساکین کی صحبت کا سوال کرتا ہوں جب تو اپنے بندوں کو فتنوں میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے غیر مفتون کر کے اپنی طرف بلا لینا۔

حدیث:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی اگر موت کی آرزو کرتے تو ان کا ہر آدمی تھوک نگلنے سے ہی اس جگہ مر جاتا کوئی یہودی زمین پر نہ ہوتا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ موت کا مطلب ہے ارادات نفسانیہ و اوصاف طبعیہ سے فنا پانا جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

موتوا قبل ان تموتوا۔

مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

فائدہ:۔ جس کا ارادہ سچا اور طلب صادق ہو تو اپنے نفس کی موت چاہتا ہے اسے اس کی پرواہ نہیں کہ وہ موت پر گرا یا موت اس پر گری موت اگرچہ بظاہر کڑوی ہے لیکن درحقیقت میٹھی ہے کیونکہ اس میں حیات حقیقی اور مرض قلبی کی شفا ہے۔

چہ خوش گفتار یک روز دارو فروش
شفا بایدت داروئے تلخ نوش

ترجمہ :۔ ایک دن دوافروش نے کیا خوب کہا کہ اگر تجھے شفا چاہیئے تو کڑوا دوا خرید۔

اور جس کا سچا ارادہ اور طلب صادق نہیں تو وہ مجاہدہ مع النفس سے بھاگتا اور وہ طبیعت کی گائے کو ذبح کرنے سے ڈرتا ہے ایسا انسان موت طبعی کے وقت ایسی کڑوا اہٹوں میں مبتلا ہوگا جس کا بیان نہیں ہوسکتا (اللہ تعالیٰ ہی حفاظت کرنے والا ہے)۔

تفسیر عالمانہ :۔ قل ان الموت الذی تفرون منہ ، فرمایئے بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو۔ یعنی جسارت نہیں کرتے کہ تم اس کی آرزو کرو اس خوف سے کہ تم اپنے کفر کے وبال میں گرفتار ہوگے۔

فانہ ملاقیکم۔ تو وہ بیشک تمھاری ملاقات کرے گی ضرور کوئی شے اسے پھیرنے اور ہٹانے والی نہیں وہ تمہیں ضرور پکڑے گی اور موت کا پیالہ لازماً پیو گے فلہذا اس سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں فاء اسم کے شرط کے معنی کو تضمن کی وجہ سے ہے باعتبار وصف کے یعنی باعتبار موصوف کو موصول کے حکم میں ہونے میں۔ اب معنی یہ ہوا کہ اگر تم موت سے۔ بھاگو تو وہ تمھاری ضرور ملاقات کرے گی اور آگے آکر ملے گی اس کی ملاقات اور اس سے لحوق (ملنا) کا سبب ہے اس لیے کہ اس سے بھاگنے والا عمر میں برکت نہیں پاتا بلکہ وہ الٹا موت کی طرف بھاگ رہا ہے اسی سبب سے اس کی ملاقات کرے گی اور آگے آکر ملے گی۔ بعض دانش وروں نے کہا کہ جب کام اُلٹ جائے تو اس کے لیے حیلہ کرنا ہلاکت ہے۔ ثم موت اضطراری وطبعی کے بعد۔

تردون ۔ تم پھیرے جاؤ گے۔

حل لغات :۔ الرد بمعنی شے کی ذات کو یا اس کے احوال میں سے اس حالت سے پھیرنا جس پر وہ اب ہے کہا جاتا ہے رددتہ فارتد لہ۔ میں نے اسے پھیرا تو وہ پھر گیا۔ آیت میں ان کی ذات کا پھیرنا مراد ہے جیسے دوسرے مقام پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولو ردوا العادوا لما نھوا عنہ۔ اگر وہ پھیرے جائیں دنیا میں وہ اس طرف لوٹیں گے جس سے انہیں روکا گیا۔ اور حالت سے پھیرنے کی مثال۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یردوکم علی ادبارکم۔ تمھیں تمھاری پیٹھوں کی طرف پھیر دیں گے۔ الی عالم الغیب والشھادۃ۔ عالم غیب وشہادت کی طرف یعنی وہ ذات جس پر تمھارے جملہ حالات پوشیدہ نہیں یعنی تم لوٹائے جاؤ گے وہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے

سوا کوئی حاکم و مالک نہیں۔

نکتہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو عالم الغیب والشہادہ سے موصوف فرمایا باعتبار ان کے احوال باطنہ واعمال ظاہرہ کے۔ اس کی مکمل تفسیر سورۃ الحشر میں گزری ہے۔

فینبئکم۔ پھر وہ تمہیں خبر دے گا۔

بما کنتم تعملون۔ تمہارے اعمال کی کفر و معاصی و خواہش ظاہرہ و باطنہ کی یعنی ان کی تمہیں سزا دے گا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں ارادی کی طرف اشارہ ہے یعنی ترک شہوات دفع مستلذات کی طرف کہ جن سے تم بچنا چاہتے ہو اپنی روحانی ہمت کی کمزوری اور ربانی حاجت کی سستی کی وجہ سے لیکن وہ تمہاری ایسی ملاقات کرے گی کہ پھر تم سے جدا بھی نہ ہوگی لیکن تم اسے نہیں سمجھتے بحر شہوات حیوانیہ میں انہماک اور شتہیات ظلمانیہ کے تباہی میں استہماک کی وجہ سے کیونکہ تم خلق جدید کے التباس اور ہمیشہ حشر و نشر میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجاء ھم الموج من کل مکان۔ اور ان کے ہاں ہر جگہ سے موج آئی۔ یہاں موج سے موت مراد ہے یعنی ان کی ہر لذت لذیذ اور نعمت نفیس میں موت آئی پھر تم عالم الغیب یعنی غیب النیات۔ نیات اور قلب کی گہرائیوں اور رازوں کو جاننے والا اور شہادت سے طاعات وعبادات مراد ہیں یعنی وہ تمہاری طاعات وعبادات کو جاننے والا ہے۔

فینبئکم۔ پھر وہ تمہیں جزا دے گا تمہارے اعمال کی یعنی نیات صالحہ قلبیہ یا نیات فاسدہ نفسیہ کی جزا و سزا دے گا۔ نیز اس میں اشارہ ہے کہ جیسے موت طبعی سے فرار کا کوئی فائدہ نہیں ایسے ہی موت ارادہ سے بھی بھاگنے کا سود مند نہیں لیکن عقل مند کو ضروری ہے کہ وہ ہر آن فناء کے لیے متنبہ رہے اور فناء کو اختیار کرے بقاء مع اللہ کی محبت میں۔

فائدہ: موت طبع سے فرار کا مطلب ہے اس سے طبع کا کراہت کرنا اور اس سے نفرت کرنے والا معذور ہے کیونکہ اس سے چھٹکارا مشکل ہے سوائے مشتاقان دیدار حق کے۔

حکایت: کسی ایک بادشاہ کو خیال ہوا کہ وہ روئے زمین کی سیر کرے اس نے لباس منگوایا لیکن وہ اسے پسند نہ آیا واپس کر دیا اور منگوایا اسی طرح طبع کی ناپسندی پہ مختلف لباس آتے رہے جاتے رہے یہاں تک کہ اسے ایک لباس بھا گیا اور اسے پہن لیا اسی طرح سواری کا حال رہا بالآخر ایک سواری پسند آئی اس پر سوار ہوا۔ تو ابلیس نے آ کر اس کی ناک میں کبر کا تصور پھونک دیا وہ اسی حالت میں چل رہا تھا اور آگے پیچھے نوکر۔ چاکر سواریوں پر ساتھ تھے۔ وہ تکبر

سے کسی طرف دیکھنے کا روادار نہ تھا۔ راستہ میں اسے میلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑوں والا اور نہایت گری ہوئی حالت والا شخص ملا۔ اس نے کہا السلام علیکم، بادشاہ نے توجہ نہ دی۔ اُس نے سواری کی لگام پکڑلی۔ بادشاہ نے کہا اسے چھوڑ دے میں ایک سخت مہم پہ جارہا ہوں۔ اُس شخص نے کہا مجھے تجھ سے کام ہے بادشاہ نے کہا تھوڑا صبر کر میں سواری سے اُتر کر تیری ضرورت پوری کردوں اس نے کہا نہیں مجھے ابھی چاہیئے اور سواری کی لگام کو سخت جھٹکا دیا۔ بادشاہ نے کہا بتایئے کیا کام ہے کہا کان میں بتاؤں گا۔ بادشاہ نے اس کے ساتھ کان لگایا تو کہا میں ملک الموت ہوں۔ اس سے بادشاہ کا چہرہ بدلا اور زبان بہکی اور کہا چھوڑ دیجئے میں گھر واپس لوٹوں اور کچھ کام وہ بھی سمیٹ لوں اور امانتیں ہیں وہ بھی لوٹاؤں۔ ملک الموت (علیہ السلام) نے فرمایا نہیں اَب تو ہمیشہ تک اہل وعیال اور مال نہ دیکھے گا۔ یہ کہہ کر بادشاہ کی رُوح قبض کرلی اور بادشاہ سواری سے نیچے گرا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ ایک سوکھی لکڑی ہے اس کے بعد حضرت ملک الموت (علیہ السلام) ایک مومن بندے کو اسی حالت وکیفیت (درویشی) میں ملے اور اسے بھی کہا السلام علیکم۔ مؤمن بندے نے وعلیکم السلام کہا۔ ملک الموت (علیہ السلام) نے اسے فرمایا مجھے تجھ سے کام ہے جو کان میں بتانے کا ہے۔ مؤمن بندے نے کہا تو فرمایئے ملک الموت علیہ السلام نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں۔ مومن بندے نے کہا مرحبا (خوش آمدید) اھلاً۔ سہلاً (جی آیئے) بڑی دیر کردی آتے آتے بخدا مجھے زمین پر کوئی شے محبوب تر نہیں سوائے آپ کی ملاقات کے۔ ملک الموت علیہ السلام نے فرمایا جس کام کے لیے جارہے تھے اسے تو پورا کر لو کہا میرا سب سے بڑا کام دیدار الٰہی ہے بس اَب کیا دیر ہے لیجئے رُوح قبض کیجئے۔ ملک الموت علیہ السلام نے کہا آپ کس حالت میں رُوح قبض ہونے کو چاہتے ہو۔ کہا کیا آپ اس کی مہلت دے سکتے ہیں۔ فرمایا کیوں نہیں مجھے تو اللہ تعالیٰ سے حکم بھی اسی طرح ہے۔ عرض کی ٹھہریئے میں وضو کرلوں۔ جب نماز پڑھوں تو رُوح قبض کرلینا لیکن سجدہ کی حالت میں چنانچہ ملک الموت علیہ السلام نے اس کی رُوح اسی حالت میں قبض کی جب وہ حالت سجدہ میں تھے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

بس رجال از نقل عالم شادیان
و از بقائش شادمان این کودکان

چونکہ آب خوش ندید آں مرغ کور
پیش او کوثر نماید آب شور

ترجمہ:۔ بہت سے بزرگ لوگ دنیا کے کوچ سے خوش ہوتے ہیں اور دنیوی زندگی سے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔

جب اس اندھے پرندے کو شور پانی اچھا نہ لگا تو حوض کوثر بھی اسے آبِ شور نظر آتا تھا۔

فائدہ:۔ فرارِ عقلی بمعنی بندے کا موت سے کراہت کرنا یا بمعنی ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونا پہلا (معنیٰ ہو تو) اگر حظوظ دنیا کے انہماک سے ہے تو مذموم ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی پیشی (میدان حشر) کے خوف سے ہے تو وہ معذور ہو۔

حکایت:۔ حضرت سلیمان دارانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے ماں سے پوچھا کیا آپ موت کو پسند کرتی ہیں فرمایا نہیں اس لیے کہ میں اگر کسی انسان کی بے فرمانی کروں تو پھر اس کو ملنا نہیں چاہتی تو پھر اس ذات کو کیسے ملوں گی جس کی زندگی بھر بے فرمانی کرتی رہی۔

فائدہ:۔ اسی پر اس کراہت کا قیاس کیجئے جس نے موت کے بعد کا سامان و استعداد تیار کر رکھا ہے۔

فائدہ:۔ دوسری قسم کی موت سے فرار عقلاً و نقلاً کوئی وجہ نہیں رکھتا کیونکہ مشاہدہ بتاتا ہے کہ موت سے چھٹکارا نہیں وہ جہاں ہوگا اسے موت گھیرے گی۔ ہاں موت کے بعض اسباب ظاہرہ سے بھاگنا جائز ہے مثلاً آگ جلانے والی کا ہجوم سیلاب زور دار (کہ بہا کر لے جائے گی) دشمن غالب کا حملہ درندے کا حملہ۔ موذی شے کا حملہ وغیرہ وغیرہ ایسے اسباب سے بھاگنے والا ظاہر ہے کہ معذور ہے بلکہ مامور ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے بھاگنے کا حکم فرمایا ہے)۔

مسئلہ:۔ طاعون سے فرار کے عدم جواز کو نہ عقل چاہتی ہے نہ نقل۔

حدیث و حکم شرعی:۔ عقلاً تو یوں کہ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ طب میں وبائی بیماری کا سبب مضر ہوا ہے اور تداوی (دور کرنا) کا زیادہ ظاہر طریقہ یہ ہے کہ مضر ہوا سے بھاگ جانا چاہیئے۔ اس میں تو کوئی رکاوٹ نہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے مضر ہوا ضرر رساں نہیں اس حیثیت سے کہ ہوا ظاہر بدن کو ہی لگتی ہے تو ضرر پہنچاتی ہے۔ تب جب گندی (بدبودار) ناک سے بار بار سونگھی جائے اور وہ حلق و قلب و آنتوں کے اندر داخل ہو کر زیادہ عرصہ (دراز) سونگھی جائے اس سے ثابت ہوا کہ ہوا ظاہر بدن پر اثر انداز نہیں جب تک باطن میں زیادہ عرصہ تک اثر نہ پڑے۔ اس معنیٰ پر طاعون کے آنے کے بعد شہر سے نکلنا بے سود ہے لیکن وہ وبائی

ہوا تو پہلے اثر انداز ہو کر مستحکم ہو چکی ہے۔ اب اس سے فرار میں نجات ایک وہم و خیال ہے تو یہ بھی منجملہ توہمات سے ہوا۔ جیسے منتر اور بد فالی وغیرہ وغیرہ۔ اگر تندرستوں کو جانے کی اجازت دی جائے تو پھر مریضوں کا کیا بنے گا کیونکہ شہر (بستی وغیرہ) میں بیماروں کے سوا ہو گا کوئی نہیں تو پھر انہیں پانی کون پلائے گا کھانا کون کھلائے گا وہ خود تو عاجز ہیں کیونکہ طاعون نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ دل ان کے ڈھ چکے ہیں (اب وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں) تندرست چلے جائیں تو اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے مریضوں کو عمداً اور یقیناً موت کے منہ میں دے دیا (اور یہ بہت بڑا گناہ ہے) یہ وہم کرنا کہ اُمید ہے کہ تندرست ہو جائیں گے تو پھر وہی وہم تو تندرستوں کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جانے والے طاعون کی لپیٹ میں آجائیں تو۔ ہاں تندرستوں کا بیماروں کے ساتھ ٹھہرنا ان کی موت یقینی نہیں ایسے ہی ان کا نکل کر چلا جانا بھی بچ جانا یقینی نہیں لیکن باقی رہنے والوں بیماروں کو چھوڑ جانے سے ان کی موت یقینی اور مسلمان تو آپس میں ایک دیوار کی طرح ہیں جو ایک دوسرے سے مضبوط و پختہ ہیں بلکہ تمام مومن تو ایک جسم کی طرح ہیں کہ جسم کے کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بے قرار ہوتا ہے یہ تو تقریر ہے جو نہی کی تعلیل میں ہمیں سمجھ آئی ہے۔ یہی تقریر اس کے برعکس ہے جو طاعونی علاقہ میں آنے کی کوشش کرے کیونکہ ابھی وبائی ہوا اس کے باطن میں اثر انداز نہیں ہوئی اسی لیے اسے طاعون والوں کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔

طاعون سے خروج کی ممانعت کے دلائل شرعیہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم موتوا ثم احیاھم۔ کیا تم نے انہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے نکلے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ موت کے خوف سے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ کیا۔ آیت میں ان کے طاعون سے بھاگنے کا انکار و نہی ہے بلکہ ان کے حال پر اظہارِ تعجب ہے تاکہ عقل مندان کا حال سُن کر عبرت حاصل کریں اور یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قضا سے بھاگنے میں نجات نہیں کیونکہ بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

حدیث شریف: طاعون سے بھاگنے والا جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور اس پر صبر والے کو شہید کا ثواب نصیب ہو گا۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا
فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا
لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا
إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ
وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ اور جب اُنہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے اور تمھیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔

بقیہ صد ۳۷۱ کا

حدیث شریف:۔ شہداء اور گھر پر مرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدمہ پیش کریں گے ان کے بارے میں جو طاعون میں مرے شہداء کہیں گے یہ ہمارے بھائی ہیں کہ جس طرح ہم شہید ہوئے یہ بھی اسی طرح شہید ہیں۔ گھر میں بستروں پر مرنے والے کہیں گے کہ طاعون والے تو اسی طرح مرے جیسے ہم گھر میں بستروں پر مرے اللہ تعالیٰ فیصلہ سنائے گا کہ طاعون والوں کے زخم دیکھو اگر ان کے زخم شہداء کے زخموں کی طرح ہیں تو یہ شہداء کے ساتھی ہیں۔ طاعون والوں کو دیکھا جائے گا کہ ان کے زخم شہداء کے زخموں جیسے ہیں۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتاہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طاعون کے بارے میں فرمانا کہ یہ تمہارے جنات دشمنوں کا ٹھونسا ہے الوخز وہ ٹھونسا جس سے خون نہ بہے۔

فائدہ:۔ شیطان کا رکض و ہمز و نفث و نفخ و وخز ہوتا ہے (معنی وسوسہ وغیرہ) اور جنات جب مراق بطن کی رگ پر ٹھونس ماریں تو خون نہیں بہتا اگرچہ غدہ (گلٹی) پر ٹھونسیں تو خون بہتا ہے غدہ وہ ہے جو گوشت میں گلٹی نکلتی ہے۔ اس کا سبب شیطان کا ٹھونسا ہوتا ہے۔ اس طرح سے موافقت ہوسکتی ہے۔ ان دو حدیثوں کے درمیان میں کہ ایک میں ہے الوخز ہے دوسری میں غدۃ کغدۃ البعیر ہے وہ جو مراق البطن سے نکلتی طاعون کے متعلق مزید تفصیل سورۃ البقرہ میں ہے اور اس کی مکمل تفصیل محقق رسالہ الشفاء ہے اور لا دواء الوباء لابن طاش کبریٰ میں ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ یا ایہا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ۔ اے ایمان والو جب نماز کے لیے بلایا جائے۔

حل لغات:۔ النداء رفع الصوت (آواز بلند کرنا) اور اس کا ظاہر ہونا اور نماز کی نداء شرع میں مخصوص الفاظ سے ہوتی ہے (یعنی اذان سے) اور یہاں پر نماز سے نماز جمعہ مراد ہے جیسے اس پر یوم الجمعہ کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ اب معنیٰ ہوا کہ جب نماز کے لیے اس کی نداء ہو یعنی اذان ہو۔

مسئلہ:۔ اس سے پہلی اذان مراد ہے ہمارے نزدیک زیادہ صحیح ہے کیونکہ اعلام اسی سے ہوتا ہے نہ کہ وہ اذان جو امام کے خطبہ کے لیے منبر کے سامنے کہی جاتی ہے۔[1]

---

[1] یہی ہم اہلسنت کہتے ہیں اعلیٰحضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے دور میں یہ مسئلہ بھی دیوبندیوں اور ہمارے نزدیک اختلافی ہوگیا۔ وہ کہتے کہ مسجد کے اندر امام خطبہ کے سامنے اذان کہی جائے۔ بعض سُنّی علماء بھی اس مسئلہ میں غلطی کھا کر دیوبندیوں کے ساتھ ہو گئے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ اور آپ کے تلامذہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں بھی مخالفین کی خوب خبر لی۔ متعدد تصانیف اسی موضوع پر جانبین سے لکھی گئیں۔ فقیر نے ایک رسالہ لکھا الفتح المنبر فی الاذان امام المنبر لکھا جو نعم الحامی شرح جامی کے اندر شامل کر دیا گیا۔ اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ سب سے پہلے یہ تو آپ سمجھ لیں کہ متقدمین و متاخرین فقہاء و محدثین میں اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ دیوبندیوں

فائدہ :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موذن تھا۔ جب آپ منبر پر رونق افروز ہوتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان کہتا۔ جب آپ منبر سے نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو موذن اقامت کہتا پھر سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ تک یہی دستور رہا یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب لوگوں کی کثرت ہوگئی اور مدینہ پاک میں لوگوں کے گھر دُور دُور تک پھیل گئے تو آپ نے حکم فرمایا کہ اب ایک اذان پہلے ہو آپ کی ایک دار پر جو بازار میں تھی جس کا نام زوراء تھا تاکہ لوگ اذان سُن کر نماز میں آئیں پھر آپ منبر پر رونق افروز ہوتے تو اذان ثانی ہوتی (جو درحقیقت یہی پہلی ہے) بعد اذان منبر سے اُتر کر نماز کی اقامت ہوتی۔ آپ کی اس بدعت (حسنہ) پر کسی نے انکار و اعتراض نہ کیا۔[1]

حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۷۳

نے صرف اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کو نیچا دکھانے کے لیے بڑا زور لگایا لیکن بے سود۔ کیونکہ ۱۳۰۰ھ تک یہ مسئلہ اتفاقی رہا کہ اذان خطبہ مسجد سے باہر دروازہ پر (خارجی یا داخلی) ہونی چاہیئے یہی صاحب روح البیان نے ۱۱۱۶ھ میں لکھا کہ اذان ثانی مسجد کے دروازہ پر ہونی چاہیئے اس کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔ اذا جلس علی المنبر اذان علی باب المسجد (روح البیان صفحہ ۵۲۲ ج ۹)۔

[1] ۔ جو لوگ کہتے ہیں کل بدعۃ ضلالۃ الخ اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے ہیں جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ بدعت ہے ان سے اس کے جواب کا مطالبہ ہے کہ اول اذان جمعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے اور ہے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس کے بعد اور ہے بھی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے سامنے جس پر کسی نے انکار نہ کیا اور نہ اعتراض جس سے وہی بات حق ثابت ہوئی جو اہلسنت (بریلوی) کہتے ہیں کہ جو عمل قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو اور اس سے دین کا فائدہ ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور یہ طریقہ سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے شروع ہوا جبکہ قرآن مجید کو جمع کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا (تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب العصمۃ عن البدعۃ) نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اذان مسجد میں کہنا مکروہ ہے اذان خطبہ ہو یا مطلق اذان برائے نماز مسجد سے باہر ہو لیکن افسوس کہ دورِ حاضرہ میں سپیکر کی بدعت نے اس سنت کو مردہ بنا دیا مساجد اہلسنت ہوں یا اہل بدعت (دیوبندی۔ وہابی۔ غیر مقلد و دیگر فرقے) اکثر میں اذان

ومن یوم الجمعۃ۔ جمعہ کے دن سے ا۔

تحقیق الجمعہ:۔ الجمعۃ (بضم المیم وہی اصل ہے والسکون اور بالتخفیف اور من اذا کان کا بیان اور تفسیر ہے یہ بیان الجنس کے لیے نہیں جیسے متبادراً سمجھا جاتا ہے کیونکہ اذان کا وقت یوم جمعہ کا جزء اس پر محمول نہیں اور یہ بیان الجنس ہو بھی کیسے جبکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ یہ وقت ایام میں کون سے دن کا ہے اس لیے اس میں ابہام ہے یہ جامع ہے من سبعیہ اور فی کا جامع جیسے بعض پہلے کی طرح گئے ہیں بعض دوسرے کی طرف۔ اسے جمعہ اس لیے کہتے ہیں وہ سب اس معنی پر اسلامی نام ہے بعض نے کہا کہ اس کا سب سے پہلے جمعہ حضرت کعب بن لوی نے نام رکھا۔

فائدہ:۔ لوی لَیّ کی تصغیر ہے اس لیے کہ قریش کا اس دن کے ہاں اجتماع ہوتا تھا اور وہ اس دن نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعتیں (قصے) سناتا)۔ اہل عرب اسلام سے پہلے اسے عروبہ کہتے بمعنی ظہور اور عروبہ العروبۃ الف ولام کے ساتھ (قاموس) اور ابن الاثیر نے النہایہ میں فرمایا زیادہ فصیح یہ ہے کہ اس پر الف ولام داخل نہ ہو۔

شان نزول اور مدینہ طیبہ کا پہلا اسلامی جمعہ

حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہود ہفتہ میں ایک دن ہفتہ کے دن اور نصاریٰ اتوار کے دن جمع ہوتے ہیں۔ ہم بھی ایک دن مقرر کرلیں جس میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور نماز پڑھیں۔ ہفتہ تو ہے یہود کا۔ اتوار ہے نصاریٰ کا۔ ہم عروبہ کے دن ہی جمع ہو جایا کریں۔ یہ طے کر کے اسی دن حضرت سعد بن زرارہ (بضم الزاء) رضی اللہ عنہ کے ہاں جمع ہو گئے انہوں نے انھیں ایک دوگانہ پڑھایا اور وعظ فرمایا اسی دن سے اس کا نام جمعہ ہوا۔

فائدہ:۔ جب مسلمانوں کا اجتماع جمعہ کا ہوا تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے

حاشیہ بقیہ ص ۳۷۴

(سپیکر کے تحفظ کے لیے اساجد میں دی جارہی ہے لیکن اس پر کوئی بھی آواز نہیں اٹھاتا لیکن اگر مسجد سے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کی آواز اذان سے پہلے یا بعد کو سنائی دے تو جنگ برپا ہو جاتی ہے۔ اویسی غفرلہٗ۔

بکری ذبح کی جسے اُنھوں نے صبح و شام کھایا کیونکہ وہ اُس وقت بہت قلیل تھے اسی لیے اَب بھی اکثر دیہات میں یہ عادت بن گئی ہے کہ جمعہ کے دن کھانا کھلایا جاتا ہے ان کی اس عادت پہ اللہ تعالیٰ نے آیت جمعہ نازل فرمائی تو یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔

مسجدِ قبا کی سنگِ بنیاد:۔ وہ پہلا جمعہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد قائم فرمایا وہ قُبا شریف کے نزول کے بعد تھا کیونکہ آپ نے ہجرت کے دنوں قبا میں بنو عمرو کے ہاں قیام فرمایا اور بارہ ربیع الاول شریف دن ضحٰی کے وقت قبا میں تشریف لانے اسی دن سے اسلامی سن شمار ہوتا ہے آپ قبا شریف میں پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمیس مقیم رہے اندریں اثنا مسجد قبا کی سنگِ بنیاد رکھی پھر جمعہ کے دن شہر مدینہ کریم کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں جمعہ کا وقت بنو سالم میں ہوگیا۔ آپ نے نماز جمعہ پڑھی اور خطبہ بھی پڑھا یہ اسلام کا سب سے پہلا جمعہ ہے وہاں پر صحابہ کرام نے مسجد بنائی جہاں آپ نے نماز پڑھائی اور خطبہ پڑھا۔ خطبہ کے الفاظ مبارکہ یہ ہیں:۔

الحمد للہ واستعینہ واستھدیہ واومن بہ ولا اکفرہ واعادی من یکفر بہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق والنور والموعظۃ والحکمۃ بعد فترۃ الرسل وقلۃ من العلم وضلالۃ من الناس وانقطاع من الزمان ودنوا من الساعۃ وقرب من الاجل من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غویٰ وفرط وضل ضلالاً بعیدا اوصیکم بتقوی اللہ الخ

ترجمہ:۔ "جملہ محامد اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اسی سے مدد و ہدایت چاہتا ہوں۔ اسی پہ ایمان ہے اس سے کفر نہیں کرتا اور نہ دشمنی کرتا ہوں اس سے جو اس سے کفر کرتا ہے گواہی دیتا ہوں اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کے رسول ہیں۔ انھیں ہدایت و دین حق اور نور اور وعظ و حکمت پر بھیجا ہے جبکہ رسولوں کی آمد ختم ہوگئی اور علم کی قلت اور لوگوں میں گمراہی کی کثرت اور زمانہ ختم ہوگیا قیامت قریب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرے تو وہ ہدایت پا گیا اور جو ان کی بے فرمانی کرے وہ گمراہ ہوگا اور کوتاہی کی اور بہت دُور ہوگیا اور تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں"

اس لیے کہ بہتر شخص وہ ہے جو ایک دوسرے کو آخرت کے اُمور پر برانگیختہ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرے اور میں تمھیں اللہ تعالیٰ سے اسی طرح ڈراتا ہوں جیسے وہ اپنی ذات سے تمھیں

ڈراتا ہے اس لیے کہ جو تقویٰ والے اور اپنے رب تعالیٰ سے ڈرنے والے کا عنوان صدق یہ ہے کہ وہ اس سے آخرت طلب کرے اور جو اپنے امر کی سرّ د اعلانیہ میں اپنے اور اپنے خدا تعالیٰ کے درمیان اصلاح رکھے اور اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کرے اس کا ذکر خیر دنیا میں پھیلے گا اور آخرت میں مرنے کے بعد اس کے لیے بہتر ذخیرہ جمع ہو گا جہاں ہر بندہ اپنے اعمال بھیجے ہوؤں کا محتاج ہو گا ورنہ بدعمل لوگ کہیں گے کاش کہ اس کے بدعمل اور اس کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اپنے بندوں سے نہایت ہی مہربان ہے وہ ذات جس کا ہر قول سچا ہے اور وہ اپنا ہر وعدہ پورا کرتا ہے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا وہ خود فرماتا ہے مایبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید۔ میرے نزدیک میرا قول تبدیل نہیں ہوتا اور میں بندوں کے لیے ظالم نہیں اور ظاہراً اور پوشیدہ طور بندے کو چاہیئے کہ اپنے ہر امر آجل و عاجل میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کا بہت بڑا اجر مقرر فرماتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو وہ بہت بڑا کامیاب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اس کے غضب و عذاب اور غصے سے بچاتا ہے اور تقویٰ قیامت میں چہرہ نورانی بناتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گا اور درجات بلند فرماتا ہے اپنا حصہ حاصل کرو اللہ تعالیٰ کے بارے میں افراط نہ کرو اس نے تمھیں اپنے سے علم دیا اور تمھارے لیے راستہ صاف فرمایا تاکہ ظاہر فرمائے کہ تم میں سچے کون ہیں جھوٹے کون؟ اسی طرح نیکی کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو اور اس کی راہ میں مکمل جہاد کرو اسی نے تجھے چن لیا اور اس نے ہی تمھارا نام مسلمان رکھا اور اللہ کے لیے بہت زیادہ خرچ کرو۔ موت کے بعد کے لیے عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اپنے مابین معاملہ صاف رکھو۔ تمھارے اور لوگوں کے درمیان جو گناہ ہیں وہ معاف فرما دے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ قیامت میں فیصلے فرمائے گا اور لوگ اپنے فیصلے اس کے سامنے پیش کریں گے۔ اس پر کسی کی نہیں چلتی۔ وہ تمام لوگوں کا مالک ہے وہ بہت بڑا ہے کوئی قوت اور کسی سے دفع کرنا نہیں سوائے اس کے وہ عظیم اور بلندی والا ہے۔ (یہ خطبہ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مضمون تھا یہاں ختم ہوا)۔

فائدہ :۔ آیت یہود کے اس قول کا رد ہے جو کہا تھا کہ ہمارا ہفتہ کا دن تمھارا کوئی دن نہیں تھا۔

فاسعوا الی ذکر اللہ۔ پس دوڑ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف۔

حل لغات :۔ السعی بمعنی تیز چلنا نہ کہ تیز دوڑنا (کذا قال الراغب) یہ دوڑ سے کم کچھ کم ہوتا ہے یعنی چلو اور خطبہ سننے اور نماز کا ارادہ کرو کیونکہ یہ دونوں ذکر اللہ پر مشتمل ہیں۔

ل ظاہر و باطن ۱۲

مسئلہ :۔ ذکر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی ثناء (نعت) اور خلفائے راشدین اور اتقیاء مومنین کی ثناء اور وعظ و نصیحت یہ سب ذکر اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہیں۔

مسئلہ :۔ مذکورہ بالا کے سوا ظالم کا ذکر اور ان کے القاب اور ان کی تعریف اور ان کے لیے دعا وہ اس کی بربکسی کے لائق ہیں یعنی وہ ذکر اللہ کے حکم میں نہیں بلکہ ذکر الشیطان کے ذکر میں ہیں۔ یہ ذکر اللہ سے کوسوں دور ہیں (کشاف) خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں رغبت کرو اور اس میں سعی کرو۔

فائدہ :۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہاں سعی سے قدموں سے تیز چلنا مراد نہیں بلکہ اس سے تو حدیث شریف سے روکا گیا ہے بلکہ فرمایا کہ نماز کی طرف سکون و وقار کے ساتھ آؤ ہاں یہاں قلوب و نیات اور خشوع اور جلدی آنا مراد ہے۔

فائدہ :۔ زمخشری نے ابتکار پر بہت کچھ لکھا ہے وہاں یہ بھی لکھا کہ اسلاف کے دور میں جمعہ کے لیے راستے سحر کے وقت اور بعد الفجر طے کیے جاتے جو جمعہ کے لیے جلدی پہنچنے کے لیے ان اوقات میں راستے نیک لوگوں سے پُر ہو جاتے بلکہ اندھیرے میں جانے کی وجہ سے دیئے (لالٹین) وغیرہ لے کر جاتے۔

حدیث شریف :۔ میں ہے کہ جمعہ کے دن ملائکہ مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں ان کے ہاتھوں میں مصحف (سفید کاپیاں) ہوتی ہیں جن پر وہ لکھتے ہیں جو پہلے آیا جو بعد کو آیا وغیرہ ہر ایک کو ترتیب وار لکھتے ہیں یہاں تک کہ امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو وہ اپنے صحیفے (رجسٹر) لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ کے لیے جمع ہو جاتے ہیں جو جمعہ میں سب سے پہلے حاضر ہوا وہ ایسے ہے جیسے اس نے راہِ خدا بدنۃ (اونٹ وغیرہ) قربان کیا۔ اس کے بعد ایسے جیسے اس نے گائے ذبح کی اس کے بعد جیسے اس نے بکری قربان کی اس کے بعد جیسے مرغی اور انڈہ وغیرہ۔

فائدہ :۔ السعی میں سستی سے نہی اور صفائے قلب اور ہمت کے ساتھ جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب ہے اسی لیے جمعہ کو جانے کے لیے نہ سستی ہو نہ غم وغیرہ۔

حدیث شریف :۔ میں ہے کہ جب موذن پڑھتا ہے جس نماز کی ہو تو شیطان پیٹھ پھیر کر تیز بھاگتا ہے۔

فائدہ :۔ حصاص (بالضم) تیز دوڑنا اور جلدی کرنا۔

حکایت :۔ حماد بن مسلمہ نے فرمایا کہ میں نے عاصم بن بخود سے پوچھا کہ حصاص کیا ہے فرمایا تو نے گدھے کو دوڑتے دیکھا ہوگا کہ وہ دونوں کان سرسے ہلاتا اور دم کو ہلاتا ہوا دوڑتا ہے۔ یہی حصاص ہے۔

مسئلہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ جمعہ کی ترکہ سعی شیطان کا فعل ہے۔ یہ مریض اور نابینا اور غلام اور عورت

اور معذور جو چل نہیں سکتا اور مسافر اس حکم میں داخل نہیں کیونکہ وہ اس حکم کے مکلف نہیں اسی لیے وہ نداء سے مستثنیٰ ہیں یعنی سعی مریض اور معذور جو چل پھر نہیں سکتا اور نابینا پر نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عام فرمایا۔ فاسعوا الی ذکر اللہ۔ اور عورتوں کو تو گھر پر بیٹھنے کی نص قطعی ہے چنانچہ فرمایا وقرن فی بیوتکن۔ اور غلام تو مولیٰ کی خدمت میں مشغول ہے اور مسافر سفر میں ہے۔

فائدہ:۔ نصر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا عوام جمعہ پر ضروریات میں مشغول ہوتے ہیں لیکن خواص ذکر الٰہی کی طرف کوشاں ہوتے ہیں کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ رزق تو ملنا ہی ملنا ہے اس میں زیادتی کمی تو ہوگی نہیں تو پھر سعی الی ذکر اللہ کیونکہ ترک کریں۔

فائدہ:۔ بعض نے فرمایا ذکر مذکور کے نزدیک حجاب ہے اور سعی الی ذکر اللہ مریدین کا مقام ہے وہ مذکور سے اس کے قرب کا محل طلب کرتے ہیں کہ ایسی منزل ملے جہاں مطلوب کا وصال نصیب ہو۔ معرفت کا محقق وہ ہے جس کے قلب پر ذات کی تجلی کا غلبہ ہوتا ہے۔

وذروا البیع۔ اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

حل لغات:۔ اہل لغت کہتے ہیں یذر الشئی اسے اس کی قلت ضرورت کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے اس کی ماضی مستعمل نہیں ہوئی یعنی وذر نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ اذان سنتے ہی معاملات چھوڑ دو یہاں بیع سے مجازاً معاملات مطلقاً مراد ہیں یعنی بیع وشراء اور اجارہ اور مضاربت وغیرہ مراد ہیں اور بیع کو حقیقت پر رکھا جائے تو دوسری اشیاء اس میں ملحق ہوں گی دلالت کے اعتبار سے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا نہی از بیع شراء کو بھی شامل ہے کیونکہ بیع اور شراء لازم وملزوم ہیں ایک دوسری کے بغیر سمجھی ہی نہیں جائیں اسی لیے ایک کے ذکر پر اکتفاء کر کے دوسری بھی مراد لی ہے۔

فائدہ:۔ یہ امر ہے ان اُمور کے ترک کا جو دنیوی مشاغل ذکر الٰہی سے غافل کردیں۔

نکتہ:۔ دیگر مشاغل کے بجائے صرف بیع وشراء کا اختصاص اس لیے ہے کہ جمعہ کے دن لوگ ارد گرد سے بیع وشراء کے لیے جمع ہوتے تو دوپہر کے وقت خرید وفروخت شباب پر ہوتی ہے۔ تو یہ وقت اس لائق ہے کہ لوگ سخت مشغولی سے ذکر الٰہی اور مساجد کی طرف نماز جمعہ پڑھنے کو بھول نہ جائیں اسی

---

[1] اسی نکتہ کے پیش نظر ہمارے فقہائے احناف رحمہم اللہ نے جمعہ میں شہر یا مضافات شہر یا کم از کم وہ قصبہ جو شہر کے حکم میں ہے کہ کی شرط لگائی ہے اور فرمایا بستیوں میں جمعہ جائز نہیں اس لیے کہ قرآن نے فرمایا وذروا البیع فرمایا تو سمجھا گیا کہ یہ خطاب صرف شہر والوں کو ہے اہل دیہہ کو نہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب "دیہاتی جمعہ" ملاحظہ ہو۔

اسی لیے اس پر متنبہ فرمایا کہ آخرت کی تجارت کی طرف دوڑو دنیوی تجارت کو چھوڑ دو اور ذکر الٰہی کی طرف دوڑو کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نافع تر نہیں اور بیع و شرا چھوڑ دو کہ اس کا نفع نہایت ہی قلیل ہے۔

ذلکم۔ سعی الی ذکر اللہ اور ترک بیع۔

خیر لکم۔ تمھارے لیے بہتر بیع میں مشغول ہونے سے کیونکہ آخرت کا نفع بزرگ تر اور ہمیشہ باقی ہے۔

ان کنتم تعلمون۔ اگر تم جانتے ہوتے۔ خیر و شر حقیقی۔

حدیث شریف: میں ہے کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے خطبہ میں ایک دن فرمایا کہ بیشک تم پر اللہ تعالیٰ نے اسی دن اور اسی مقام میں جمعہ فرض فرمایا جو اسے میری ظاہری زندگی میں اور میرے وصال کے بعد بلا عذر چھوڑے گا حالانکہ اس کا امام عادل یا ظالم ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نہ برکت دے اور اس کا حال صحیح رکھے خبردار ایسے شخص کا نہ حج قبول ہے نہ روزہ اور جو توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: **فاذا قضیت الصلوٰۃ**۔ (تو جب نماز ادا کر دی جائے) وہ جس کے لیے اذان ہوئی یعنی نماز جمعہ یعنی جب نماز ادا ہو جائے اور اس سے فراغت پا جائے۔ **فانتشروا فی الارض**۔ تو زمین پر پھیل جاؤ۔ اپنی مصالح کی اقامت کے لیے اور اپنی حوائج کے تصرف میں یعنی متفرق ہو جاؤ کہ ہر ایک وہاں جائے جہاں اُس نے اپنی ضرورت مشروعہ پوری کرنی ہے یعنی جس کی تحصیل معیشت کے لیے ضروری ہے۔

سوال: اس امر کا کیا معنیٰ حالانکہ شرعاً جائز ہے کہ کوئی مسجد (جمعہ) میں (جمعہ کے بعد) رات تک ٹھہرا رہے بلکہ یہی مستحب ہے۔

جواب: یہ امر رخصت کا ہے عزیمت (وجوب وغیرہ) کا نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تمھیں جمعہ کی نماز کے بعد جائز منتشر ہونے میں کوئی گناہ نہیں۔

وابتغوا من فضل اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرو۔ یعنی نفع یعنی اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے رزق حلال تلاش کرو جس طرح آسانی سے میسر ہو۔ تجارت سے یا کسی دوسری جائز کمائی سے اس پر معنیٰ اس کا شانِ نزول بھی دلالت کرتا ہے مثلاً فرمایا **واذا راوا تجارۃ** الخ جیسا کہ آئے گا۔ (ان شاء اللہ)۔

قاعدہ: خطر کے بعد امر مطلق آئے تو وہ اباحت کا ہوتا ہے نہ کہ ایجاب کا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واذا

حللتم فاصطادو ۔ جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کرو۔

فائدہ :۔ امام سرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ امر ایجاب کا ہے جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے بعد کسب کی تلاش ایک فریضہ کے بعد دوسرا فریضہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی **فاذا قضیت الصلوٰۃ** الخ

فائدہ :۔ بعض نے کہا یہ امر ندب کا ہے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم جمعہ سے فراغت پاؤ تو کسی شے کی قیمت پوچھو اگرچہ اسے نہ خریدو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دنیا کی کسی شے کی تلاش کا حکم نہیں سوائے بیمار پرسی اور حضور الجنائز اور اسلامی برادر کی زیارت کے حضرت حسن وسعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اضافہ کر کے فرمایا سوائے طلب علم کے۔

مسئلہ :۔ حضرت کاشفی مرحوم نے لکھا کہ یہاں انتشار فی الارض سے خود مسجد کی زمین مراد ہے مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد علماؤ واعظین کی مجالس میں جاؤ۔ بعض نے اس سے نماز نفل مراد لی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے لوگوں کو اس طرف رہبری کی گئی ہے جو ان کے لیے بہتر ہو اور اس میں شک نہیں انسان کی بہترین کمائی آخرت کی ہے ساتھ ہی حلال کی روزی کمانا بھی عبادت ہے، بلکہ بوقت اضطرار فرض ہے۔

واذکروا اللہ ۔ اور اللہ تعالیٰ کو دل وجان سے یاد کرو۔

کثیرا ۔ بہت زیادہ یا بہت دیر تک صرف اس کے ذکر کو نماز سے مخصوص نہ رکھو۔

نکتہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کثرتِ ذکر کا اس لیے حکم فرمایا ہے کہ انسان عالم صغیر عالم کبیر کے بالمقابل ہے اور عالم کبیر کی ہر شے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور ان ہر ایک کا مخصوص ذکر ہے اس لیے عالم صغیر پر واجب ہے کہ وہ عالم اکبر کی گنتی کے مطابق ذکر کرے تاکہ دونوں آئینوں کا تقابل مطابق اور اجمال تفصیل کو منطبق ہو۔

سوال :۔ کیا انسان کو وسعت ہے کہ وہ عالم اکبر کے مطابق ذکر پورا کر سکے۔

جواب :۔ ہاں یہ جب شہود تام وحضور کمال کے ساتھ مرتبۂ سر سے ہو جیسے سیدنا بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ذکر کثیر اگنتی والا مراد نہیں بلکہ حضور والا مراد ہے کبھی اللہ تعالیٰ قلیل کو کثیر کا بدلہ بنا دیتا ہے جیسا کہ مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پہ رونق افروز ہو کر فرمایا الحمد للہ۔ یہ کہہ کر تقریر سے رک گئے اور فرمایا سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما اس مقام پہ خوب گفتگو فرماتے رہے تم ایک امام کے سامنے جو فعّال تو ہے لیکن وہ دوسرے بولنے والے کا محتاج ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ

اس پر منبر بڑے بولنے والے آئیں گے یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے۔

مسئلہ :۔ اس سے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے استنباط فرمایا کہ اگر خطیب جمعہ میں مختصر ذکر کہ جسے ذکر کہا جاسکے پر اکتفا کرے مثلاً الحمد للہ۔ سبحان اللہ تو جائز ہے (خطبہ ہوگیا) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو ہی خطبہ بتایا ہے۔

سوال :۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے استدلال کرکے صرف الحمد للہ یا سبحان اللہ جائز کہہ دینا صحیح نہیں کیونکہ اُنھوں نے آگے بھی مختصر مضمون بتایا۔

جواب :۔ وہ خطبہ کی حیثیت سے نہیں وہ تو ایک نجی گفتگو ہے اور سمجھا یا کہ وہ حضرات قادر السلام تھے اور میں ان کے مرتبہ کا نہیں۔

مسئلہ :۔ امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک اتنا کلام ضروری ہے کہ جسے خطبہ کہا جاسکے یہ وہ استدلال ہے جس پر ان کے سوا اور کوئی متنبہ نہیں ہمارا صحیح وہی ہے جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال بھی تو کچھ کم نہیں لیکن یہ ان کا الہامی مسئلہ ہے جو ان کے مقلدین کو سلامت۔

فائدہ :۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذکر طاعتِ الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہے جو اس کا اطاعت گزار نہیں وہ گویا اسے یاد ہی نہیں کرتا اگرچہ وہ تسبیح و ذکر کی کتنی ہی کثرت کرے۔

مسئلہ :۔ اس معنیٰ پر انسان ہر وقت ذکر میں مصروف رہتا ہے (اگر وہ اطاعت گزار ہے) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے فرمایا رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله۔ ایسے لوگ ہیں جنہیں ذکر الٰہی سے تجارت اور بیع و شراء غافل نہیں کرتی۔

فائدہ :۔ جس ذکر کی سعی کا حکم ہے وہ ذکر خاص ہے اس میں تجارت ہرگز جمع نہیں ہوسکتی اور نہ خرید و فروخت۔ کیونکہ اس سے خطبہ نماز مراد ہے جس کا وہ سب سے پہلے مامور ہے اس کے بعد فرمایا کہ جب تم اس سے فارغ ہوجاؤ تو بھی اپنے ہر عمل اور جس سے رُکنا ہے میں طاعت الٰہی کو نہ چھوڑو۔

لعلكم تفلحون ۔ تاکہ تم دارین میں کامیاب ہوجاؤ کیونکہ اس کا ذکر موجب جمعیت ظاہر و باطن اور نجات دنیا و آخرت کا سبب ہے۔

از ذکر خدا مباش یک دم غافل
کز ذکر بود خیر دو عالم حاصل

ذکرست کہ اہل شوق را در ہمہ حال
آسائش جان باشد و آرامش دل

ترجمہ:- ایک لحظہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہو اس لیے کہ دو جہان کی خبر اس سے حاصل ہے۔
اہل شوق ہر وقت ذکر میں رہتے ہیں آسائش جان اسی میں ہے تو دل کا آرام بھی۔

تفسیر صوفیانہ:- تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اہل کمال الایمان ذوقی و عیانی جب تعیبن صلوٰۃ الواصلہ دائمیہ اور بقاء فنا حاصل ہو جانے تو بشریت کی زمین پر شہوات مباحہ و روائع فاتحہ سے استرواح کے لیے اور ارض کی چراگاہوں میں چرنے کے لیے پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی تجارات معنویہ نافعہ تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد کرو جو تم پر ظاہری نعمتیں ہیں ناسوتیہ ظلمانیہ سے اور باطنی نعمتوں کو یاد کرو یعنی بقاء باللاہوتیہ النورانیہ کو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ان ظاہری و باطنی نعمتوں پر طالبین صادقین اور ان متوجہین الی اللہ کی رہبری سے جو روح صافی اور قلب وافی رکھتے ہیں۔

مسائل فقہیہ

(۱) اشباہ و نظائر میں ہے کہ یوم الجمعہ میں چند احکام مخصوصہ ہیں:۔

۱۔ لزوم الجماعۃ۔
۲۔ جماعت میں کم از کم تین امام کے سوا۔
۳۔ خطبہ۔
۴۔ اس کا نماز سے پہلے ہونا۔
۵۔ قرأت صورہ مخصوص۔
۶۔ جمعہ سے پہلے سفر کی حرمت (بشرطیکہ سفر سے جمعہ کے فوت ہو جانے کا احتمال نہ ہو)
۷۔ غسل مسنونہ۔
۸۔ خوشبو لگانا۔
۹۔ اگر ہو تو ورنہ تیل سادہ۔
۱۰۔ اچھے کپڑے پہننا۔ (ورنہ وہی جو پہنے ہوئے ہے انھیں دھونا اگر دھونے کی ضرورت ہو)۔
۱۱۔ مسجد میں خوشبو کی دھونی (اگر بتی وغیرہ جلانا)
۱۲۔ ناخن کاٹنا (اگر بڑے ہوں)۔

۱۳۔ بال ترشوانا (اگر ضرورت ہو) لیکن افضل ہے کہ جمعہ کے بعد ہو۔

۱۴۔ جمعہ کے لیے جلدی جانا۔

۱۵۔ خطیب کے خطبہ کے لیے منبر پر آنے تک عبادت میں مشغول ہونا۔

۱۶۔ جمعہ ابراد مسنون نہیں۔

۱۷۔ صرف جمعہ کا روزہ تنہا رکھنا مکروہ ہے۔

۱۸۔ صرف شب کا قیام (نوافل وغیرہ) مکروہ ہے۔

۱۹۔ جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھنا۔

۲۰۔ دوپہر کے وقت نفل پڑھنے کی کراہت کی نفی اس وقت نفل کا مذہب امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کا صحیح معتمد قول ہے۔

فضائل جمعہ :-

۱۔ ہفتہ کے ایام میں جمعہ سب سے افضل ہے

۲۔ یہ یوم عید ہے۔

۳۔ اس میں ایک ساعت ہے جس میں دعا مستجاب ہوتی ہے۔

۴۔ اسی دن ارواح کا اجتماع ہوتا ہے۔

۵۔ اسی دن قبور کی زیارت کی جائے۔

۶۔ جو اسی دن (رات) کو فوت ہو وہ عذاب قبر سے مامون (امن میں) ہوتا ہے۔

۷۔ جو اسی دن یا رات کو فوت ہو وہ فتنہ قبر اور اس کے عذاب سے مامون ہو گا۔

۸۔ اس دن جہنم کی آگ نہیں سلگائی جاتی۔

۹۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۱۰۔ اسی دن جنت سے باہر تشریف لائے۔

۱۱۔ اسی دن قیامت قائم ہو گی۔

۱۲۔ اسی دن اہل جنت اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔

۱۳۔ جب عرفات میں حج کے لیے جمعہ کا دن واقع ہوا تو اس حج کا ستر گنا زیادہ ثواب ہوتا ہے[ل]

[ل] اسی لیے عوام میں جمعہ کا حج حجِ اکبر مشہور ہے اگرچہ یہ کوئی اصطلاح شرعی نہیں لیکن اسی ثواب کی مناسبت سے اسے حج اکبر کہا جاتا ہے۔

کیونکہ حجۃ الوداع حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری حج مبارک اسی دن ہوا تھا (الدار والآلی)

واذا رأوا۔ اور انہیں علم ہوا۔

تجارۃ۔ تجارت کا یہ دحیہ بن خلیفہ کی تجارت تھی۔

او۔ یا۔

لھوا۔ کھیل۔

حل لغات:۔ وہ امر انسان کو دوسرے ارادوں اور کاموں سے غافل کر دے کہا جاتا ہے۔ الھٰی عن کذا۔ اس نے ایسے ایسے غافل کیا اس سے جس کا انہیں ارادہ تھا۔ یہاں پر طبل کی آواز مراد ہے اسے لھو غلیظ کہا جاتا ہے کیونکہ جب دحیہ مدینہ طیبہ میں تجارت کا سامان لے کر آتے تو ڈھول بجاتے تاکہ خریداروں کو معلوم ہو جائے کہ وہ آگیا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ جب کافلہ پہنچتا تو خوشی کے شادیانے بجاتے جیسے ہمارے دور میں اصحاب السفینہ بندوقیں (توپ چلاتے ہیں (ترکی میں بنادق توپ کو کہتے ہیں) یا جب قافلہ آتا تو اس کا استقبال ڈھول۔ دف اور تالیاں بجا کر کرتے اور لھو سے یہی مراد ہے۔

انفضوا الیھا۔ تو اس کی طرف چل دیئے۔

حل لغات:۔ الفض بمعنی کسی شے کا توڑنا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا جیسے فض الخاتم بمعنی ختم الکتاب (کتاب کی مہر) اسی سے استعارہ ہے۔ انفض القوم۔ لوگ متفرق منفرد ہو گئے (تاج المصادر)۔ میں ہے انفضاض بمعنی شکستہ (ٹوٹا ہوا) اور پراگندہ ہونا۔

سوال:۔ مذکور دو ہوئے تجارت و لھو اور یہاں (الیھا) میں ضمیر واحد ہے۔

جواب:۔ قاعدہ ہے جب دو کا ذکر حرف عطف سے ہو تو اس کے لیے تثنیہ کی ضمیر کے بجائے واحد لائی جاتی ہے اور مناسب یہ ہے کہ ضمیر واحد ہو کہ بغیر کسی مقصد کے کسی طرف ہی لوٹے یا اس کی تخصیص تجارت کے لیے ہو کیونکہ اصل مقصود وہی ہے یا دلیل ہو اس امر کی کہ تجارت کے باوجودیکہ ضرورت ہے تو اس طرف جانا مذموم ہے تو لھو کی بطریق اولیٰ مذمت ہو کیونکہ لھو خود مذموم ہے یا یہ ضمیر بتاتی ہے کہ ان میں بعض صرف ڈھول سننے اور دیکھنے کے لیے گئے تھے۔

مسئلہ:۔ جب ڈھول اگرچہ ایک مذموم شے ہے لھو ہے تو پھر باجے گانے فحش وغیرہ کے بارے میں کتنی مذمت ہوگی بعض نے کہا یہ ضمیر اس رویہ کی طرف راجع ہے جو راؤ ا میں ہے۔

مسئلہ:۔ بعض قرأتوں میں الیھما ہے اس معنیٰ پر اور تقسیم کی ہوگی۔

آیت کا پس منظر: مروی ہے کہ دحیہ بن خلیفہ کلبی ملک شام سے تجارت کا مال لایا دیہ ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے ہے) اس وقت مدینہ طیبہ میں قحط تھا اور وہ تمام ضروریت زندگی کا سامان لایا مثلاً گندم ۔ جو ۔ زیتون ۔ آٹا وغیرہ وغیرہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ مبارک کا خطبہ پڑھ رہے تھے جب اہل مسجد نے اس کی آمد سنی تو اس خوف سے کہ اور لوگ ان سے پہلے خرید لیں خطبہ چھوڑ کر ادھر ٹوٹ پڑے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں صرف آٹھ یا گیارہ یا بارہ یا چالیس اصحاب رہ گئے ۔ ان میں ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف ابوعبیدہ بن الجراح و سعید بن زید و بلال و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے ۔ اور ایک روایت میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ۔ عبداللہ بن مسعود کے بجائے مروی ہیں ۔ امام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی انہیں تھے ۔ ایک روایت میں ہے کہ ان میں ایک عورت بھی تھی حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔ اگر سب چلے جاتے تو اللہ ان پر آگ کی وادی اور عین المعانی میں ہے کہ اگر یہ باقی نہ رہتے تو ان پر پتھر برستے ۔ وترکوک قائما ۔ اور وہ تمہیں کھڑا کھڑا چھوڑ جاتے ۔ منبر پر ۔

خطبہ مسنونہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ میں کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھتے ان کے درمیان بیٹھتے ۔

مسئلہ: اس لیے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے ۔

مسئلہ: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کرنا احسن ہے اگرچہ جمعہ کا وعظ بیٹھ کر بھی جائز ہے کیونکہ وعظ و خطبہ ایک شے ہے کیونکہ دونوں حمد و ثناء اور صلوٰۃ و سلام اور نصیحت اور دعا پر مشتمل ہیں ۔

فائدہ: حضرت شیخ شہیر بافندہ قدس سرہ نے فرمایا کہ خطبہ ذکر الٰہی اور لوگوں کو نصیحت کرنے کا نام ہے ۔

فائدہ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے جب لوگوں کو نصیحت کرنے کے لیے اس طرف متوجہ ہوتے تو نہایت ہی آرام سے اور آہستگی سے بیٹھتے اسی لیے فقہاء کرام نے فرمایا کہ خطبہ میں استراحت ضروری ہے (ان کا استدلال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی عمل مبارک ہے) ۔

ایک خطبہ منسوخ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اوائل (پہلے دور) میں ایک خطبہ سے نوازتے (یعنی درمیان میں بیٹھتے نہیں تھے) یا تو

عظمتِ قدر کی وجہ سے کہ آپ جامع الوصال و الفرقت تھے یا اس لیے کہ آپ کا ہر کام وحی کے موافق ہوتا تھا اور اسی طرح ہوتا جو مقتضائے الٰہی ہو اسی لیے آپ اوائل میں خطبہ کے درمیان بیٹھنے پر مامور نہ تھے پھر (نسخ کا قیاس ہوسکتا ہے) بعد کو درمیان میں بیٹھنے لگے۔

مجبوب تقریر: حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسے عالم ملک کے رہبر و ہادی ہیں ایسے ہی عالم ملکوت کے بھی۔ جب آپ خطبہ کے وقت اہل ملکوت کی رہبری میں مصروف ہوتے تو دوسرے خطبہ کے لیے نہیں بیٹھتے تھے اور جب وہ عالم ملک کی رہبری میں ہوتے اور خطبہ میں اہل ملکوت شریک نہیں ہوتے تھے تو پھر دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے اور انبیاء علیہم السلام کا دستور رہے کہ وہ لوگوں کی عقول و مراتب کے مطابق گفتگو فرماتے ہیں۔ اسی لیے جب حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل ملک سے اہل ملکوت کی طرف ارشاد کے لیے متوجہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ارحنی یا بلال (اے بلال راحت دے) اور جب آپ اہل ملکوت سے اہل ملک کی طرف متوجہ ہوتے تو اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے کلمینی یا حمیرا۔ اے حمیرا میرے سامنے سے بات کر۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کا جواب برائے شیعہ: شیعہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ صحابہ لالچی تھے کہ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے اس کا جواب ملاحظہ ہو:۔

۱۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی شان عالی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تجارت کا سن کر خطبہ کو نہ چھوڑتے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکیلے نہ رہ جاتے۔ حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دورِ اول میں جمعہ کا خطبہ نماز عیدین کی طرح بعد کو ہوتا تھا چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھ چکے تھے اسی لیے سمجھا کہ اب نماز تو ختم ہوگئی فلہٰذا جو ضرورت ہو وہ پوری کر لی جائے اور انھیں خطبہ چھوڑنے میں اباحت محسوس ہوئی دگو یا اپنے اجتہاد سے کام لیا اور ایسے صحابہ پر کسی قسم کی حرفت نہیں رہی بارہا ان کے اجتہادات پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہر ثبت فرمائی اس واقعہ کے بعد خطبہ جمعہ نماز سے پہلے پڑھا جانے لگا اس کے بعد اب کوئی خطبہ کے درمیان عذر کے بغیر کہیں نہیں جاتا تھا اعذار یہ ہیں مثلاً نکسیر چل گئی یا بے وضو ہوگیا اگر اور ضرورت ہوتی تو وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت مانگتے تو شہادت کی انگلی کے اشارہ سے آپ بھی ہاتھ کے اشارہ سے اس کا جواب (اذن عدم اذن) دیتے۔

فائدہ:۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سماع خطبہ کا ترک فرمایا اگرچہ وجہ ثابت سے منقول نہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسن ظن ضروری ہے اسی لیے اسے ثابت اور صحیح ماننا پڑے گا۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ مانا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ خیال تھا کہ وہ نماز تو پڑھ چکے اب چلے جائیں تو کیا حرج ہے جب فرض ادا ہو گیا تو اب باقی کیا ہے لیکن ان کے آداب اور عشق نے کب اجازت دے سکتا تھا کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے حالانکہ ان کا حال یہ تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عام بات سنتے وقت ایسے سکون سے بیٹھتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں تو پھر سرے سے یوں نہ کہہ دیا جائے کہ یہ سوال بھی منجملہ شیعوں کے دیگر مفعوات کی طرح ہے جو مصلحتوں اور بڑی علتوں کو متضمن ہے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اگر ان سے اس کا صدور نہ ہوتا تو نزول آیت کیسے ہوتا جو دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔[1]

فائدہ:۔ اس میں اپنے بندوں کو ارشاد الٰہی ہے جو کسی سے مخفی نہیں۔

قل ما عند اللہ۔ فرمایئے وہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے ثواب نماز اور استماع خطبہ ولزوم مجلس آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ما موصولہ ہے ان سے اللہ تعالیٰ نے بواسطہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا خطاب فرمایا جو عتاب پر مبنی ہے۔

خیر۔ بہتر وسود مند ہے من اللھو۔ استماع لھو سے ومن التجارۃ اور تجارت کے نفع سے کیونکہ وہ نفع محقق دائمی ہے بخلاف لھو وتجارت کے نفع کے وہ وہمی ہے لھو کا نفع غیر محقق تو ہے ہی اور تجارت کا نفع محقق سہی لیکن دائمی نہیں اور جو دائمی نہ ہو وہ از قبیل ظن ہے جو جلد زائل ہو جائے گا۔

نکتہ:۔ لھو کی تقدیم کی وجہ یہاں سے معلوم ہوا اس لیے اعلام ملکات سے پہلے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت البقلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس میں ان مریدین کو سمجھایا گیا ہے کہ جو خلوات برائے طلب کرامات کو ترجیح دے کر مشائخ کرام کی صحبت سے غافل ہو جاتے

---

[1] ایسے تکلف کی ضرورت ہی کیا ہے سادہ سا جواب ہے کہ جانے والے وہ حضرات ہوں گے جو نئے نئے داخل ہوئے ورنہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو موجود رہے اور ایسے نو واردوں سے ایسے افعال صادر ہوتے رہتے ہیں جیسے تقسیم غنیمت کے وقت بعض نوجوانوں نے ایک شکوہ کیا یا پھر اساری بدر کے مشورہ کے وقت ہوا وغیرہ وغیرہ۔

ہیں انھیں کیا معلوم کہ خلوات میں کیا رکھا ہے جب کہ صحبت مشائخ کیمیا ہے اور ان کی اپنی خلوات تو لہو محض ہیں۔

فائدہ : حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے دنیا و آخرت کا کوئی امر اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے تو سمجھ لو کہ اس کی طبع خسیس و ہمت رذیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنی طرف راستے کا دروازہ کھول رکھا تھا اور اجازت دی کہ بندہ مناجات سے سرشار ہو لیکن وہ لم یزل و لایزال سے محروم ہو کر فانی چیزوں میں مشغول ہو گیا۔

فائدہ : بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ جو عبادت گزاروں اور زاہدوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے کل تیار کر رکھا ہے وہ آج کے دنیا کے نقد سے بہتر ہے اور وہ جو عارفین کی نقد واردات القلوب اور بوادر الحقیقت نصیب ہوتے ہیں وہ دنیا و عقبیٰ سے بہتر ہیں۔

واللہ خیر الرازقین۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر رزق دینے والا ہے۔ کیونکہ رزاق وہی ہے فلہذا اسی کی طرف دوڑو اور اسی سے ہی رزق طلب کرو۔

فائدہ : حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روزی دینے والوں میں سے بہتر روزی دینے والا ہے یعنی وہ جو رزق کے پہنچانے کے وسائط ہیں ان سے بہتر ہے کیونکہ وہ کسی وقت بخل کرتے ہیں یا مصلحت کے پیش نظر نہیں رہتے۔

حکایت : منقول ہے بغداد کے خلیفۂ وقت نے حضرت بہلول کو کہا کہ روزانہ میرے سے روزینہ لے جایا کرو تاکہ سکون قلبی سے اللہ۔ اللہ کر سکو۔ آپ نے فرمایا میں تیرے پاس آ کر روزینہ لے جاتا اگر تیرے میں چند نقائص نہ ہوتے :

۱۔ تمھیں کیا معلوم کہ مجھے کسی دن کیا ہو گا۔
۲۔ تمھیں کیا معلوم کہ مجھے کتنا ضرورت ہو گی۔
۳۔ تجھے کیا معلوم کہ مجھے کتنا ضرورت ہے لیکن میرا رب تعالیٰ میرے رزق کا کفیل ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور اپنی حکمت جلیلہ سے میرے ہاں پہنچا ہی دیتا ہے۔
۴۔ مجھ پر تیری ناراضگی کا شائبہ بھی ہے پھر اسے بند کر دینے کا امکان ہے لیکن اللہ تعالیٰ میرے گناہ جانتا بھی ہے لیکن روزی بند نہیں کرتا۔ ہ

خدائے کہ او ساخت از نیست ہست
بعصیاں در رزق برکس نہ بست

از و خواہ روزی کہ بخشندہ اوست
بر آرندۂ کار ہر بندہ اوست

ترجمہ :۔ وہ اللہ تعالیٰ جس نے نیست سے ہست کیا۔ گناہوں کی نحوست سے کسی پر رزق کا دروازہ بند نہیں کیا۔

اسی سے مانگ کہ وہی روزی بخشنے والا ہے۔ ہر بندہ کام وہی کرتا ہے۔

حکایت :۔ کسی سے پوچھا گیا کہ کہاں سے کھاتے ہو۔ مالک کے بندے خزانہ سے جس میں چور داخل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اسے دیمک اُجاڑ سکتی ہے۔

حکایت :۔ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک دن اپنی زوجہ سے کہا کہ میرا سفر کا ارادہ ہے میں تجھے واپسی تک کتنا خرچ دے جاؤں۔ کہا اتنا دے جتنا معلوم ہو کہ میں تیرے آنے تک کے روز زندہ رہوں گی فرمایا اس کا تو مجھے علم نہیں کہا تو پھر مجھے اس کے سپرد کر دے جو یہ جانتا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف) جب آپ سفر پہ چلے گئے تو عورتیں آئیں اور آپ کی زوجہ کو طعن و تشنیع کرنے لگیں کہ تیرا رزق دینے والا نہیں تھا (رزاق صرف اللہ تعالیٰ ہے)۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا خیر من اللھو اور خیر الرازقین اور قبیل بالفرض والتقدیر ہے اس لیے کہ نہ لھو میں خیریت ہے نہ غیر اللہ کے سوا کوئی رازق ہے اب معنیٰ یہ ہوا اگر لھو میں خیر و بھلائی پائی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بہت زیادہ خیر و بھلائی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا رازق ہے تو اللہ تعالیٰ ان سب سے بہتر اور قوی تر اور عطیہ کے لحاظ سے اُولیٰ ہے۔

فائدہ :۔ رزق وہ شے جس سے نفع اُٹھایا جائے وہ مباح ہو یا محظور (حرام)

تفسیر صوفیانہ : تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وہ خیر الرازقین ہے کہ وہ رزق نفس کو محیط ہے یعنی طاعت و عبادت بتقاضائے علم شرعی اور قلب کا رزق ہے۔ مراقبہ اور اعمال قلبیہ پر مراقبہ جیسے زہد۔ ورع۔ توکل۔ تسلیم۔ رضا۔ بسط۔ قبض۔ انس۔ ہیبت اور روح کی رزق تجلیات و تنزلات و مشاہدات و معاینات سے ہے اور سر کا رزق رؤیۃ غیر و غیریت کو ہٹا دینا اور رزق خفا فنا فی اللہ و بقاء باللہ میں ہے یہی بہتر رزق ہے اور وہی خیر الرازقین ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

ہر چہ از یادت جدا اندازد آن
مشنو آنرا کہ زیاں دارد زیاں

گر بود آن سود صد در صد یگه

بهر زر مگسل ز گنجور ای فقیر

آن شنو که چند یزداں زجر کرد

گفت اصحاب نبی را گرم سرد

زانکه در بانگ دهل در سال تنگ

جمعه را کردند باعمل بی درنگ

تا نباید دیگراں ارزاں خرند

زاں سبب صرفه زما ایشاں برند

ماند پیغمبر بخلوت در نماز

با دو سه درویش ثابت بر نیاز

گفت طبل و لهو و بازرگانی

چونتان ببرید از ربانی

قد فضضتم نحو قمح هائما

ثم خلیتم نبیا قائما

بهر گندم تخم باطل کاشتند

و آن رسول حق را بگذاشتند

صحبت او خیر من لهو است و مال

بین کرا بگذاشتی چشمی بمال

خود نشد حرص شمارا این یقین

که منم رزاق و خیر الرازقین

آنکه گندم راز خود روزی دهد

کے تو کلهات را ضائع کند

از پے گندم جدا گشتی ازاں

کے فرستادست گندم ز آسماں

ترجمہ ا۔ جو شے تجھے اللہ تعالیٰ سے جُدا کر ڈالے اسے نہ سُن کہ وہ تجھے سخت نقصان دے گی۔

۲۔ اگرچہ اس کا نفع سو فیصد ہو تو بھی نہ لے خزانہ سے تعلق نہ توڑ اے فقیر۔
۳۔ وہ سن کہ اللہ تعالیٰ نے جھڑک دیا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گرم سرد بنایا۔
۴۔ اس لیے کہ قحط رسانی میں ڈھول کی آواز سنی تو جمعہ کو بلا تاخیر باطل کر دیا۔
۵۔ تاکہ دوسرے اسے خرید نہ لیں اس تاجر سے تمام مال نہ لے جائیں۔
۶۔ پیغمبر علیہ السلام اکیلے نماز میں رہ گئے صرف دو تین درویش ثابت بر نیاز تھے۔
۷۔ فرمایا ڈھول اور لہو اور بازار خبردار تمہیں اسرار ربانی سے محروم نہ کر دیں۔
۸۔ تم حیران ہو کر گندم کی طرف چلے گئے نبی علیہ السلام کھڑے نماز میں تنہا رہ گئے۔
۹۔ گندم کے لیے باطل کا بیج بویا۔ نبی علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔
۱۰۔ ان کی صحبت تو لہو و مال سے بہتر ہے۔ مال پر امید رکھ کر دیکھ تو کسے چھوڑ گیا تھا۔
۱۱۔ تمہارے حرص کو یہ یقین نہ آیا کہ میں ہی رزاق اور خیر الرازقین ہوں۔
۱۲۔ وہ ذات تو خود گندم کو بھی روزی دیتا ہے تو پھر تمہارے جیسوں کو کیسے ضائع کرے گا۔
۱۳۔ گندم کی وجہ سے تم تو اس سے جدا ہوا۔ گندم کو آسمان سے کس نے بھیجا۔

لطیفہ

احیاء العلوم للغزالی قدس سرہٗ میں ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد مستحب ہے کہ کہے:

اَللّٰھُمَّ یَا غَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا رَحِیْمُ یَا وَدُوْدُ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

ترجمہ: اے اللہ، اے غنی، اے حمید، اے ابتداءً پیدا کرنے والے، اے لوٹانے والے، اے رحیم، اے ودود مجھے اپنے حلال کی برکت سے حرام سے مستغنی بنا دے اور ماسوائے اپنے طفیل سے بے پرواہ کر دے۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص اس پر مداومت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مخلوق اور رزق سے ایسا بے نیاز کر دے گا کہ اس کا گمان تک نہ ہو گا۔

حدیث شریف: میں ہے کہ جو جمعہ کے دن یہ دعا ستر بار پڑھتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنے حلال کی برکت سے بے پرواہ کر اپنے فضل سے ماسوا سے بے پرواہ بنا۔

اس پر دو جمعہ نہ گزرے گا کہ اسے اللہ تعالیٰ غنی کر دے گا۔ (رواہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

فراغت صاحب روح البیان قدس سرہٗ: صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر سورۃ الجمعہ سے ۲ر صفر ۱۱۱۶ھ بروز خمیس فراغت پائی۔

اور

فقیر اویسی غفرلہٗ نے تفسیر سورۃ الجمعہ کے ترجمہ سے ۲۴ر ربیع الاول ۱۴۰۹ھ فراغت پائی۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ

رکوعاتها ۲	نمبر (۶۳) سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ (عدد نزول ۱۰۴)	اٰيَاتُهَا ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

منزل ۷

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ۝ اِتَّخَذُوْٓا
اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ
يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ
كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى
يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط

لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ط وَ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ

الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى

الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ

وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ :۔ یہ سورت مدنی ہے اس میں ۲ رکوع ۱۱ آیات ۱۸۰ کلمے اور ۹۷۶ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً
اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق
ضرور جھوٹے ہیں اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرا لیا تو اللہ کی راہ سے روکا۔ بیشک
وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر
ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے اور جب تو انھیں دیکھے ان
کے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں۔ اور اگر بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سنے گویا وہ کڑیاں
ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی ہر بلند آواز اپنے ہی اوپر لے جاتے ہیں وہ دشمن ہیں تو ان
سے بچتے رہو اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ
رسول اللہ تمھارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے
ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے
گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا وہی ہیں جو کہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ
کے پاس ہیں یہاں تک پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے

خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔ کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلّت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

تفسیر عالمانہ: اذا جاءك المنٰفقون۔ جب تمھارے پاس منافقین حاضر ہوتے ہیں تمھاری مجلس میں یعنی دورُخے (منافقین)

حل لغات: النفاق بمعنی ایمان کا اظہار زبان اور کفر کا کتمان (چھپانا) دل میں منافق جو اعتقاداً کفر کو دل میں چھپائے اور زبان سے ایمان ظاہر کرے۔ المفردات میں ہے شرع میں ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے دروازہ سے نکل جانا النفاقاء سے ہے بمعنی چوہے اور لومڑی گوہ کی ایک بِل جسے چھپائے اور دوسری بِل ظاہر کرے۔ جب داخل ہونے والی بل میں داخل ہو تو سر مار کر اندر والی بل کو کھول کر سرنگ میں داخل ہو جائے (تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ یہاں ہے) النفق بمعنی زمین میں سرنگ سا ہراہ کی طرح۔

قالوا۔ کہتے ہیں اپنی بات اِن ولام سے مؤکد کر کے تاکہ یقین ہو کہ یہ شہادت صمیم قلب وخلوص اعتقاد وو فور رغبت اور خوشی سے ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اذا کا جواب ہے مگر یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول و اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا (جب اہل ایمان کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے) کی نظیر ہے بعض نے کہا کہ اس کا جواب مقدر ہے وہ ہے امادوا الخ ان کا ارادہ ہے کہ وہ تمھیں دھوکہ دیں بعض نے کہا کہ یہ جملہ مستانفہ (نیا) ہے ان کے دھوکہ کے طریقہ کا بیان ہے بعض نے کہا اس کا قول فاحذرھم (آگے آرہا ہے)

نشہد ہم گواہی دیتے ہیں ابھی یا ہمیشہ۔ انك رسول اللّٰہ۔ بیشک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) شہادت وہ بات جو کسی سے صادر ہو علم سے جو حاصل ہوا بصر (آنکھ سے دیکھنا) سے یا بصیرت (دل کی بینائی) سے۔

واللّٰہ یعلم انك رسولہ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ جملہ معترضہ ہے ان کی گفتگو کی تقریر کے لیے کہ یہ بات واقعہ کے مطابق ہے اور ان کے جھوٹے قول کے ابہام کے ازالہ کے لیے کہ یقیناً ان کا قول جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے واللّٰہ یشہد الخ (دہ آتا ہے) اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے۔

فائدہ: امام ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واللّٰہ یعلم انک لرسولہ تو منافقین کے رد میں فرمایا لیکن وکفیٰ

باللہ شہیدا محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کسی کے رد میں نہیں تو اس طرح سے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کا کیا کہنا۔

قاعدہ تفسیریہ نمبر (۱): جہاں بھی قرآن مجید میں علم یعلم (باب) کے بعد ان آیا ہے تو وہ بالفتح ہے سوائے دو مقام کے کہ وہاں بالکسر ہے ایک یہی واللہ یعلم انک لرسولہ، دوسرا قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون (سورۃ الانعام) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خبر پر لام تاکیدی ہے اسی لیے انّ مکسور ہے کیونکہ لام جملہ کے معنی میں تاکید میں پیدا کرتی ہے اور جملہ تب ہو سکتا ہے جب ان کو مکسور پڑھا جائے (کیونکہ آنّ (بالفتح) اپنے اسم وخبر کے ساتھ مل کر مفرد ہوتا ہے جملہ نہیں ہوتا۔

قاعدہ نمبر (۲) بعض نحویوں نے کہا کہ جب اس کی خبر کی لام ابتدائیہ داخل ہو تب بھی اِنّ مکسور ہو گا کیونکہ لام ابتدائیہ صدارت کلام کی مقتضی ہے جیسے لزید قائم لیکن جب وہ مؤخر ہو گئی تاکہ دادِ حرف تاکیدیکجا جمع نہ ہوں اسی لیے اس کی تاخیر اور اِنّ کی تقدیم کو ترجیح صرف ان کے عامل ہونے کی وجہ سے ہے (کیونکہ وہ عامل ہے اور لام تاکید یہ عامل نہیں فلہذا عمل کے لحاظ سے اسے ترجیح لازم ہے) پھر وہ مکسور ہوا لام کی وجہ سے۔

ان المنٰفقین لکٰذبون۔ بیشک منافقین البتہ جھوٹے ہیں۔ یہ انّھم ہونا چاہیئے تھا لیکن اسم ظاہر مضمر کی جگہ لانا ان کی مذمت اور ان کے حکم علیت کی وجہ سے ہے یعنی وہ بیشک جھوٹے ہیں اس بات میں کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اعتقاد و اطمینان قلب سے کہہ رہے ہیں کیونکہ شہادت وہ ہے جس میں زبان اعتقاد کے مطابق ہو اور شہادت زور کہنا مجاز ہے جیسے بیع فاسد کو بیع کہنا مجاز ہے اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کہے کہ میں "الحمدللہ رب العالمین" پڑھتا ہوں تو تم اسے کہو تو جھوٹا ہے تو تکذیب کی نسبت اس کی قرأت کی طرف نہ کہ مقروء (پڑھا ہوا کلام) یعنی الحمدللہ رب العالمین کی طرف اسی قاعدہ سے وہ مسئلہ فقہیہ ہے کہ موذن سے استہزاء کفر نہیں اذان سے استہزاء کفر ہے۔
بعض نے کہا شہادت حجت شرعیہ ہے یہ حق کو ظاہر کر سکتی ہے واجب نہیں کرتی تو یہ لفظ خاص ہے اخبار (خبر دینا) ہے۔ اس کا جس کا اسے علم ہے یہی وجہ ہے کہ مشہود بہ تو سچ ہے لیکن وہ شہادت میں جھوٹے ہیں جن کا جھوٹ اللہ تعالیٰ نے واللہ یعلم الخ سے ظاہر فرمایا ہے۔

مسئلہ:۔ آیت میں دلیل ہے کہ ایمان کا اعتبار قلب و اخلاص کا ہے اسی خلوص سے ہی چھٹکارا نصیب ہو گا لیکن نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منافقوں کا ظاہر اسلام قبول فرمایا کرتے تھے۔

مسئلہ: شریعت میں زندیق کی توبہ قبول ہو سکتی ہے زندیق وہ ہے جو اسلام ظاہر کرتا اور کفر چھپاتا ہے یہ ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندیق کی توبہ قبول ہے۔

فائدہ: حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ منافقوں نے زبان سے اقرار کیا لیکن دل سے نہ مانا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام منافقین رکھا۔

جو شخص دل سے ایمان کا معترف اور زبان سے اقرار کرے لیکن فرائض الٰہی پر بلا عذر عمل نہ کرے

ابلیس کا چیلہ: وہ ابلیس کا چیلہ ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافق وہ ہے جو اسلام کو تو مانے لیکن اس پر عمل نہ کرے۔

انتباہ: آج کل کے لوگ ان منافقوں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ اُس وقت تو کفر کے ڈر کے مارے چھپاتے تھے لیکن آج کل نڈر ہو کر کھلم کھلا کفر کرتے ہیں۔

مسئلہ: آیت میں اشارہ ہے کہ منافقین وہ ہیں جو بظاہر دنیا اور اس کی شہوات کی زبان سے مذمت کرتے ہیں لیکن دل سے اس پر قربان ہیں اگرچہ صحت رسالت کی گواہی دیتے ہیں کیونکہ رسالت کے انوار ظاہر ہیں اور معجزات بکثرت سن چکے اور کرامات بکثرت سنتے اور دیکھتے ہیں لیکن وہ اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی متابعت سے روگردان اور دنیا اور اس کی شہوات کی طرف متوجہ ہیں حقیقی شہادت اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ہے۔ ایسے ہی اہل دنیا کی اس شہادت کو سمجھئے جو ورثہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اولیاء کرام کے متعلق گواہی دیتے ہیں۔

ازالۂ وہم صوفی: سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے ابن آدم تجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی المرء مع من احب (ہر انسان اس کے ساتھ ہوگا جسے جس سے محبت ہے) دھوکہ میں نہ ڈالے اس لیے کہ تو ابرار سے تب ملحق ہوگا جب تیرے اعمال صالحہ ہوں گے اس لیے کہ یہود و نصاریٰ بھی انبیاء علیہم السلام کو محبت کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہ ان کے ساتھ نہ ہوں گے (لیکن ان کے تو عقائد خراب تھے ایسے ہی اعمال صالحہ ہوں لیکن عقائد خراب ہوں تو بھی جہنم جائے گا۔ تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول مبارک صرف انتباہ پر مبنی ہے) اور یہ اشارہ ہے محض حُب جس میں اعمال صالحہ کل یا بعض کی موافقت نہ ہو تو وہ حب کوئی نفع نہ دے گی (احیاء العلوم) اسی لیے حضرت الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر نے فرمایا ہر مرد دنیا میں اس کے ساتھ ہوگا طاعت سے۔ اور آخرت میں معائنہ و قرب شہودی سے جب خالی محبت کا یہ حال ہے تو منافقت کا کیا حال ہوگا جو بنیاد اور ہم بلکہ عمارت کو مٹا کر رکھ دیتی ہے اسی لیے منافق کے نہ دعویٰ کا اعتبار ہے نہ اس کے عمل کا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ منافق وہ مذبذب لوگ ہیں جنہیں استعداد اصلی تو نورِ ایمان کی طرف کھینچتی ہے اور استعداد عارضی وہ ہے جو ہیئات طبعیہ و عادات ردیئہ سے حادث ہوتی ہے اور ایسے لوگ جھوٹے شہادتِ رسالت کے بارے میں کاذب (جھوٹے) ہیں لیکن رسالت کا حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور (اللہ تعالیٰ کے بتانے پر) الراسخ فی العلم۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کو اور اس کی معرفت کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت معرفتِ الٰہی کے بغیر ناممکن ہے اور جتنا کسی کو اللہ تعالیٰ کا علم ہوگا اتنا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو حقیقتاً صرف وہی جانتا ہے جو اپنے علم سے خالی ہو کر اللہ تعالیٰ کے علم سے عالم ہو جائے اور وہ منافقین خود اپنی ذات و صفات سے اللہ تعالیٰ سے محجوب ہیں انہوں نے غواشی (پردے) بدنیہ و ہیئات ظلمانیہ سے اپنی استعداد کا نور خود بجھا دیا ہے پھر وہ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان سکتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہی نہیں تو آپ کی کیا گواہی دیں گے۔

ولی اللہ کی پہچان مشکل ہے: شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ولی اللہ کی شان معرفتِ الٰہی سے مشکل تر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال و جمال سے معروف ہے لیکن مخلوق کا اپنی جیسی مخلوق کی معرفت (پہچان) مشکل ہے کہ وہ اس کی طرح کھاتا پیتا ہے۔ جیسے وہ۔

تفسیر عالمانہ: اتخذوا ایمانهم۔ منافقوں نے جھوٹی قسموں کو بنا رکھا ہے منجملہ ان کے ایک یہی ہے جو ان کی شہادت کا قصہ مذکور ہوا۔ اس لیے کہ شہادت یمین کے قائم مقام آتی ہے جہاں تاکید مطلوب ہو۔

مسئلہ: اسی لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ شہادت بھی یمین (قسم) ہے۔

یمین کی تحقیق: یمین (قسم) یمین (دائیں ہاتھ) سے مستعار ہے باعتبار اس کے جو قسم کھانے والا اور معاہدہ کرنے والا کرتا ہے (قوت یمین ہاتھ کی طرح یمین (قسم) میں زبانی قول کی قوت مضبوط ہو جاتی ہے)

مسئلہ: سچی قسم ہو تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا جائز ہے بوقت ضرورت حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قسم بارہا صادر ہوئی مثلاً فرمایا کرتے واللہ (بخدا) والذی نفسی بیدہٖ الخ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے الخ) لیکن ضرورت نہ ہو تو قسم سے احتراز کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ گرامی کی تعظیم و تکریم کا یہی تقاضا ہے۔

جُنَّۃً۔ ڈھال بچاؤ اور ڈھال اس سے جو ان کی طرف متوجہ ہو قتل یا قید و دیگر جانی مالی وغیرہ

کی خرابیوں سے اس سے مراد ان کا قسم خدا کو ضرورت کے وقت تیار رکھنا تاکہ اسے استعمال کر کے مواخذہ سے جان چھڑا لینا نہ کہ اس کا استعمال بالفعل ان کی مراد ہوتی کیونکہ وہ قسم تو اس مواخذہ سے مؤخر ہوتی ہے جو وقوع جنایت کی وجہ سے ہوتی ہے اور "اتخاذ الجنۃ" مواخذہ اور اس کے سبب سے پہلے ہوتا ہے جیسے اس کی فاء سے ظاہر ہے۔ فصدوا عن سبیل اللہ۔

حل لغات: صدہ عن الامر منعہ وصرفہ' اسے روکا اور پھیرا۔ وصد عنہ صدا و صدودا۔ اور اس سے روگردانی کی۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جس نے اسلام کے داخلہ کا ارادہ کیا تو وہ اسے روکتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام تو رسول ہی نہیں اور جس نے راہِ الٰہی میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو کہتے نہ کرو اس کا کوئی فائدہ نہیں (جیسا کہ اس کا ذکر آئے گا) اور ظاہر ہے کہ ان کا یہ روکنا ان کی قسم سے بالفعل مقدم ہے۔

حل لغات: الجن حاستہ ہے شے کا پوشیدہ ہونا۔

حل لغات: الجن والجنۃ (وہ ڈھال جو اپنے صاحب کو ڈھانپ لے اور الجنۃ۔ وہ باغ جس کے درخت زمین کو چھپا لے **انھم ساء ما کان یعملون**۔ بُرا ہے وہ جو عمل کر رہے ہیں۔

حل لغات: ساء الشئ۔ بُری ہے وہ شے جو عمل کرتے ہیں جیسے منافقت اور راہِ خدا میں روکنا اور اس سے روگردانی۔

فائدہ: ساء میں تعجب ہے اور سامعین کے ہاں ان کے امر کی عظمت کا اظہار۔

ذلك: وہ قول جو شاہد ہے کہ یہ لوگ عملی لحاظ سے بُرا ہے۔ **بانھم**۔ سبب اس کے یہ کہ **امنوا** وہ ایمان لائے۔ یعنی کلمۂ شہادت زبان سے بولے دوسرے لوگوں کی طرح۔

ثم کفروا۔ پھر کافر ہو گئے یعنی ان کا کفر ظاہر ہوا ان دلائل شواہد کفر سے جس کا مشاہدہ کیا گیا مثلاً کہتے کہ (حضور) محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حق نہیں کہتے کیونکہ اگر وہ حق کہتے ہیں تو پھر ہم گدھے ہیں اور غزوۂ تبوک میں کہا کہ کیا یہ شخص (حضور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اس لالچ میں ہے کہ وہ قصور کسریٰ و قیصر فتح کر لیں گے یہ بعید از قیاس ہے۔

فائدہ: ثم تراضی کے لیے ہے یا یہ معنی ہے وہ خفیہ طور کفر کیا تو ثم التباعد کے لیے ہے ممکن ہے کہ اس آیت سے ان کے مرتدین مراد ہوں (کشاف)

فطبع علی قلوبھم۔ تو ان کے دلوں پر مہر لگائی گئی یہاں تک کہ کفر پر ٹوٹ پڑے اور اسی سے انہیں اطمینان ہوتا اور ایسے ہو گئے کہ ان کے قلوب میں ایمان داخل ہوتا نہیں یہ ان کی منافقت

کی سزا ہے اور انجام ہے ان کے برے اعمال کا۔ اب وہ اس طرح کہہ بھی نہیں سکتے کہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگائی ہے تو پھر ہم کیسے ایمان لائیں۔

حل لغات: الطبع۔ بمعنی کسی شے پر کوئی صورت جمائی جائے۔ جیسے ٹھپہ مارنا اور درہم پر مہر وغیرہ۔ اور یہ ختم اعم ہے اور نقش سے اخص (المفردات)

فهم لا یفقهون۔ تو وہ نہیں سمجھتے حقیقت ایمان کو یعنی وہ حقیقتِ ایمان سے بالکل آگاہ نہیں جیسے اہل ایمان آگاہ ہیں۔

حل لغات: الفقہ بمعنی فہم اور اصطلاح شریعت میں علم شریعت کو کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اصل ان تمام امور کی جنہیں فہم و درایت سے حاصل کیے جا سکتے ہیں اگرچہ جملہ علوم فہم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے (لیکن فقہ ان سب کی اصل ہے۔ اسی لیے یہ نام ان کی اصل کو دیا گیا۔)

مسئلہ: اہل معصیت کا عیب بیان کرنے کا نام غیبت نہیں یہ اس غیبت میں داخل نہیں جس سے رد کا گیا ہے بلکہ کبھی اس کی غیبت مصلحت وہم کی وجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف: اذکر والفاجر بما فیہ کے یحذر الناس۔ فاجر کے فجور کو بیان کرو تاکہ لوگ اس کے فجور سے بچ جائیں۔

مسئلہ: المقاصد الحسنہ میں ہے کہ تین چیزیں ہیں جن کی وجہ سے انہیں گلہ (غیبت) نہیں کہا جا سکتا[1]

۱۔ ظالم حاکم۔

۲۔ فاسق معلن (وہ جو اپنے فسق کا اعلان کرتا رہتا ہے، جیسے داڑھی منڈانا یا قبضہ سے کم کرنے والا)۔

۳۔ بتدع (بدمذہب) جو اپنی بدعت (بدمذہبی) کو لوگوں کو دعوت دیتا (جیسے مرزائی۔ شیعہ۔ وہابی۔ دیوبندی و دیگر جملہ مذاہب)

تفسیر صوفیانہ:

قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بہ سبب اس کے وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر بسبب بقیہ نور فطرۃ و استعداد کے پھر کافر ہو گئے یعنی رذائل و صفات نفوس کے حجابات سے اسے چھپائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگائی ان ہیئتات کی رسوخ اور اعمال کی میل کچیل کے حصول کی وجہ سے اسی لیے وہ بالکل اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو گئے اسی لیے وہ نہ رسالت کا معنیٰ سمجھتے ہیں اور نہ علم التوحید کو اور نہ دین کو۔

---

[1] اس کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "صیانت اللسان عن غیبۃ الاخوان" میں ہے۔ اویسی غفرلہٗ۔

تفسیر عالمانہ: و اذا رأیتھم ۔ اور جب تم انھیں دیکھتے ہو یعنی منافقوں کو جیسے ابن ابی سلول اور اس جیسے اور (منافق)۔

تعجبك اجسامھم ۔ ان کے اجسام تعجب میں ڈالتے ہیں ان کے موٹے ہونے کی وجہ سے یعنی ان کے چہروں کی ظاہری کیفیت سے ان کا منظر بارونق محسوس ہوتے ہیں۔

حل لغات: العجب بمعنی شے عجیب ۔ ہر وہ شے جو نفس میں باعظمت محسوس ہو اس کے عجیب و غریب ہونے کی وجہ سے ۔ التعجب بمعنی وہ حیرت جو نفس کو عارض ہو بوجہ اس شے کے کہ جس سے تعجب حاصل ہو۔

وان یقولوا ۔ اگر وہ کوئی بات کہیں ۔ تسمع لقولھم ۔ تو ان کی بات سُنی جائے ان کی فصاحت اور زبان کی تیزی اور گفتگو مٹھاس کی وجہ سے لام صلہ کی ہے ۔ بعض نے کہا ان کی بات کی طرف دل جھک جائیں۔

منافق ٹولی کے سرغنہ کی نشانیاں: عبد اللہ بن ابی سلول جسیم ۔ صبیح فصیح تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حاضر ہوا اور وہ دوسرے بھی مدینہ طیبہ کے رئیس تھے ان کو دیکھ کر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو ان کا منظر پسند آیا اور متعجب ہوئے اور جب وہ کوئی بات کرتے تو آپ اور آپ کے ساتھ خصوصیت سے متوجہ ہوتے لیکن دراصل قباحت (حسن و جمال) و حسن منظر صفائی قلب سے ہوتا ہے۔

حدیث شریف: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیر و بھلائی حسین چہروں سے طلب کرو (اکثر طور) ہم نے اکثریت کی قید اس لیے لگائی ہے کہ بہت سے قبیح چہرے والے ضروریات پوری کرنے والے ہوتے ہیں۔ کسی نے فرمایا:

یدل علی معروفہ حسن وجھہ ۔
وما زال حسن الوجہ احسن الشواھد

ترجمہ: اس کا حسین چہرہ اس کی نیکی پر دلالت کرتا ہے اور حسین چہرہ احسن شواہد ہے۔

حدیث شریف: میں ہے جب تم کسی کے ہاں کسی کو بھیجو تو حسین چہرے اور اچھے نام والے کو بھیجو۔

منافقین سے مایوسی: جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے دلوں پر میل اور ران کی استعداد کانور انطفاء (مٹ جانا) اور مکمل ہیئات پر ان کے خواص اصلیہ کو عارض ہو رہے ہیں کو ملاحظہ فرمایا تو ان سے مایوس ہو کر انہیں ان کے احوال پر چھوڑ دیا۔

حکایت: کسی دانشور نے ایک حسین نوجوان کو دیکھا تو سمجھا کہ یہ ذکی و فہیم ہو گا لیکن وہ تو بالکل نابلد تھا تو فرمایا

گھر تو بڑا اعلیٰ ہے کاش اس میں کوئی مقیم ہوتا دوسرے نے کہا سونے کا تالا ہے کاش اس میں سرکہ نہ ہوتا
کانھم خشب مسندۃ۔ گویا وہ لکڑیاں ہیں دیوار میں کھڑی کی گئی ہیں یہ جملہ مرفوع ہے کیونکہ یہ بتدا
محذوف کی خبر ہے یعنی گویا وہ ایسے ہیں یہ جملہ مستانفہ ہے اس کے اعراب کا کوئی محل نہیں۔

حل لغات:۔ الخشب (بضمتین) خشبت (محرکۃ) کی جمع ہے جیسے بسدور سد (جمع و واحد) موٹی لکڑی۔
الاسناد بمعنی الامالہ مستندۃ تکثیر کے لیے ہے تسنید بمعنی تکثیر الاسناد۔ کثرۃ المحال گویا وہ بہت سے جگہوں سے
مسند ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ خشک موٹی لکڑیاں دیوار کے ساتھ ملا کر رکھی گئی ہیں۔ ان کا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی مجالس میں بیٹھنے کی تشبیہ ان لکڑیوں سے دی گئی ہے جو دیوار کے ساتھ ملا کر رکھی گئی ہیں وجہ
تشبیہ وہی ہے کہ وہ جسم ہیں اور جو علم و خیر اور اس سے نفع اٹھانے سے خالی ہیں اسی لیے خشب (لکڑیاں)
میں تسنید کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ موٹی لکڑی سے صرف اس وقت نفع حاصل کیا جاتا ہے جب وہ
چھت میں یا دیوار میں یا ایسی جگہوں میں ہو جہاں سے نفع کا گمان ہو تو جیسے ان لکڑیوں سے
کوئی فائدہ ہے ایسے ہی ان منافقوں سے جب ان سے رُوح نامی زائل ہو گیا تو
وہ حیات حقیقی کی استعداد کے زوال میں ہے۔ رُوح انسانی کا بھی یہی حال ہے۔

درس ادب:۔ فقیر (صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ مجالس اکابر
اور اکابر علم میں بے ادبی میں حاضری کی مثال بھی منافقین جیسی ہے۔

حکایت:۔ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موطا (کتاب حدیث شریف) سنا رہے تھے اور ہارون الرشید
(بادشاہِ وقت) سن رہا تھا تھوڑی دیر کے لیے کسی شے سے ٹیک لگائی تو آپ نے اسے ٹوکا اور فرمایا
(یہ درس حدیث ہے اس میں ادب ضروری ہے)۔

حکایت:۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رات کو نوافل پڑھتے ہوئے تھک گئے۔ تھکان
دور کرنے کے لیے بیٹھ کر پاؤں پھیلایا تو ہاتف غیب نے آواز دے کر فرمایا کیا بادشاہوں کے
دربار میں یونہی بیٹھا جاتا ہے۔

حکایت:۔ حضرت حریری خلوت میں بھی پاؤں نہیں پھیلاتے تھے اور فرماتے بارگاہِ حق ادب کے زیادہ
لائق ہے۔

فائدہ:۔ جس نے اسم مہیمن کا معنیٰ سمجھ لیا وہ حیا میں رہتا ہے کہ اس کا خدا تو اس کے ہر امر سے مطلع اور اسے
دیکھ رہا ہے۔ اسی کو اعمال حقیقت مراقبہ سے تعبیر کرتے ہیں اس کا معنیٰ ہے قلب کو علم ہو کہ اللہ تعالیٰ
اس کے ہر معاملہ سے مطلع ہے۔

فائدہ :۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں بہت بڑا موٹا حاضر ہوگا جس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی قدر نہ ہوگی۔

فائدہ :۔ کمال ونقص دو چھوٹی چیزوں پر موقوف ہے :

۱۔ زبان ۲۔ قلب

نہ کہ دو بڑی چیزوں :۔

۱۔ سر ۲۔ چمڑا

کیونکہ اللہ تعالیٰ صورتوں اور مالوں کو نہیں بلکہ قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ بہت سی چھوٹی صورتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے کے برابر ہوتی ہیں۔

فائدہ :۔ مومن قلت اور علت اور ذلت سے خالی نہیں اور اس میں شک نہیں کہ قلت سے ایسا غم بڑھتا ہے جس سے گوشت اور چربی پگھل جاتی ہے اور علت سے بدن نڈھال ہو جاتا ہے اور اس پر کمزوری چھاجاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے مومن کی مثال چھوٹے کالی جیسی ہے جسے ہوا ہلاتی ہے تو کبھی کبھی کھڑی ہو جاتی تو کبھی نیچے ہو جاتی ہے اور کافر تنہ کی طرح ہے کہ وہ ہمیشہ کھڑا ہے (ہوا سے نہیں ہلتا) یہاں تک کہ اسے کاٹا جائے۔

فائدہ :۔ الارزہ (بفتح الہمزہ وبراء مہملہ) ساکنہ پرزا وہ درخت جو صنوبر کے مشابہ ہوتا ہے وہ عموماً ملک شام اور ارمن میں ہوتا ہے۔ بعض نے کہا وہ صنوبر الانقمار جڑ سے اکھڑ جاتا یعنی منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے اور وہ سیدھا اونچا اور زمین پر مضبوط کھڑا ہے یہاں تک کہ اسے کاٹا جائے یا جڑ سے اکھاڑا جائے۔

فائدہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ مومن بدنی بیماریوں میں مبتلا رہتا ہے۔ ایسے مال کی قلت کا شکار رہتا ہے اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں اور کافر اکثر طور ایسے نہیں وہ قیامت میں اپنے تمام گناہوں سمیت حاضر ہوگا۔

تفسیر عالمانہ :۔ یحسبلون ۔ گمان کرتے ہیں ۔ کل صیحۃ ۔ ہر آرزو کو جو بلند ہو اس لیے صیحۃ بمعنی رفع الصوت ۔ القاموس میں ہے صوت انتہائی طاقت سے آواز نکالنا ۔ وہ یظنون کا مفعول اول ہے اور مفعول ثانی یہ ہے علیھم ان پر واقع ہو کہ نقصان پہنچانے والا ہے اور کل صیحۃ ہر وہ زور دار آواز جو مدینہ شریف میں کہیں سے آئے۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا جب لشکر میں کسی مصلحت سے کوئی آواز اٹھتی یا کوئی جانور بھاگتا یا کوئی شے گم ہو جاتی یا کہیں سے لوگوں کا شور سنتے تو بزدلی اور دل میں رعب گھر جانے کی وجہ سے سمجھتے کہ ان پر آئے گا۔ خائف خوفزدہ رہتا ہے۔

فائدہ :۔ حضرت قاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شجاعت اس یقین سے ہے جو نور ہے فطرت اور صفائی قلب سے ہوتی ہے اور منافقین تو صفات نفس کی ظلمات اور اپنی ذات و شہوات کی وجہ سے محجوب ہیں جیسے اہل شکوک وارتیاب اسی لیے ان پر بزدلی اور سستی چھا جاتی ہے۔

فائدہ :۔ اس میں ان کی تحقیر میں زیادتی اور ان کی بے قدری کا اظہار ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی شے کو دیکھتا تو کہتا یہ کوئی مرد ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ ہر وقت خطرے میں تھے کہ ان کے بارے میں کوئی آیت نازل ہو جائے جو ان کے پردے چاک کر دے اور ان کا خون اور مال مباح کر دے۔

ھم العدو ۔ وہ دشمن یعنی وہ عداوت میں مکمل ہیں بلکہ عداوت ان کے دلوں میں گھر کر گئی ہے اس لیے کہ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو ہر وقت تیری کمر توڑنے اور نیچا دکھانے کی کوشش میں ہے اور کینہ کی دائمی بیماری میں مبتلا ہو بلکہ وہ اسی پر لوٹتا ہوا ہو۔

سوال :۔ اعداء کہنا چاہیئے تھا۔

جواب :۔ عدو مصدر کے وزن پر ہے اور وہ واحد و جمع ہر دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔

فاحذرھم ۔ ان سے ڈرو یعنی ان کی باتوں پر بھروسہ کرنے اور ان کی گفتگو کی طرف میلان سے بچو یا بچو اس سے جو دشمنوں کو کسی بات کی خبر دے اور اپنے اصحاب کو ان کی رسوائی سے بچاؤ اس لیے کہ کفار سے تمہارے بھید و اسرار افشار (ظاہر کرنا) کریں گے۔

قاتلھم اللہ ۔ اللہ تعالیٰ انھیں مارے۔ ان پر بددعا ہے اور ذاتِ الٰہی سے ان پر لعنت و رسوائی اور ذلت و خواری کی موت کی طلب ہے جیسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔

فائدہ ۔ حضرت سعد المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہاں حقیقی طلب مراد نہیں بلکہ یہ دلیل ہے اس کی کہ ان پر لعنت ضروری ہے۔ امام طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تجرید کے اسلوب سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراۃ ومن کفر فامتعہ یا قادر ۔ اور جو کفر کرے اسے چند روزہ سامان دے اے قادر میں ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں اہل ایمان کو تعلیم دی گئی ہے کہ ان پر یوں دعا مانگو۔

مسئلہ: آیت میں دلیل ہے کہ اہل فساد کے لیے بددعا کرنے کے بھی مواقع ہوتے ہیں جہاں ان کے لیے بددعا کرنا مستحسن ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ مارے باتند مائین۔ (بدمذاہب) گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کو کیونکہ وہ بدترین دشمن اور ضرر رساں اعدا ہیں۔

سوال: اخبار کے طور کیوں لایا گیا حالانکہ یہ تو انشاء (جملہ انشائیہ) ہونا چاہیئے کیونکہ اس میں انشاء کا معنیٰ ہے۔

جواب: تاکہ معلوم ہو کہ یہ گویا واقع ہو گیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا خدا انھیں ہلاک کرے یا ان پر لعنت کرے۔ بعض نے یہی معنیٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک کرے۔ یہ دعا ہے جس میں تباہی و بربادی اور ان کے لیے برائی کی تمنا ہے۔ بعض نے کہا یہ مذمت کا کلمہ اور توبیخ کے لیے آتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں **قاتله الله ما المشعرہ** (اللہ تعالیٰ اسے مارے اسے کیسے معلوم ہوا) اسے تعجب کی جگہ پر لایا جاتا ہے بعض نے کہا اس کا معنیٰ ہے **اللہ تعالیٰ** اس کلام کو اس کی جگہ پر لایا جس کی جنگ اس دشمن سے ہو جو ہر کسی پر قادر و غالب ہے۔

انی یوفکون۔ کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ ان کا حال پر تعجب دلانا ہے یعنی حق اور نور سے کیسے پھر رہے ہیں اس امر پر جو مبنی بر کفر و ضلال و ظلمت ہے باوجودیکہ ان کے لیے قاہر براہین قائم کیے گئے ہیں۔

حل لغات: الافک (بفتح الہمزہ) بمعنی کسی شے سے پھیرنا۔ کیونکہ الافک بالکسر بمعنی الکذب۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ جب تم انھیں بحیثیت صور مشکلہ کے دیکھو تو تمھیں ان کے اعمال جو ریاؤ سمعہ (شہرت) سے ملے ہوئے وہ اجسام تعجب میں ڈالیں گے جو ارواح نیات خالصہ صافیہ سے خالی ہیں اگر وہ کوئی حروف اصوات سے ایسی گفتگو کریں جو معانی صاف سے خالی ہیں تو تم ان کی جھوٹی اور مردود گفتگو کی طرف کان لگاتے ہو جن کی صورتیں معنیٰ سے خالی اور وہ صرف صورت خیالی کی طرح ہیں۔ (مخیلہ بمعنی قوت خیالیہ) وہ تو ان موٹی لکڑیوں کی طرح ہیں جو دہم کی دیواروں میں ٹیکائی گئی ہیں ان میں نہ روح ہے نہ معنیٰ وہ ہر اس آواز کو گمان کرتے ہیں جو قہر کی صورت میں انھیں سنائی دیتا ہے کہ یہ ان پر واقع ہوگا قلوب کے ضعف کی وجہ سے جو نفاق کے مرض اور شقاق کی بیماری سے پیدا ہوا وہ عداوت ذاتیہ اور بغض صفاتیہ میں کامل و مکمل ہیں ان صورۃ و معنیٰ ہر طرح سے بچتے رہو اللہ تعالیٰ انھیں رسوائی اور محرومی اور برائی اور خواری میں مارے وہ طریق دین صدق سے کہاں اندھے جا رہے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: **واذا قیل لھم**۔ اور انھیں کہا جاتا ہے۔ جب ان سے جنایت کا صدور ہوتا ہے تو انھیں بطور نصیحت کہا جاتا ہے۔

شان نزول: معالم (نام تفسیر) میں ہے کہ بعد از نزول آیات ہذا عبداللہ بن ابی مسلول سے لوگوں نے

کہاکہ یہ آیات تمھارے بارے میں اُتری ہیں۔ اَب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجاؤ تاکہ آپ تمھارے لیے استغفار فرمائیں۔ بدبخت اکڑ گیا اور حاضری سے انکار کر دیا اور کہا اس (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کہا ایمان لاؤ میں ایمان لایا۔ کہا کہ زکوٰۃ دے میں نے دی۔ کیا (حضرت) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتا ہے کہ میں اسے سجدہ کروں اس کے رد میں یہی آیت نازل ہوئی کہ جب انھیں کہا جاتا ہے کہ تعالوا۔ آؤ۔

تحقیق تعالوا: یہ دراصل تعالیوا تھا یاء کو الف سے تبدیل کر کے حذف کر دی گئی اس کی ماضی تعالیٰ ہے یاء الف سے تبدیل ہوئی اور یاء واؤ سے کیونکہ چوتھی جگہ پر واقع ہے امر کا واحد تعالیٰ ہے الف مقلوب از یاء وقف کی حالت میں حذف کر دینا اور لام کو مفتوح پڑھنا ہوگا التعالی بمعنی ہے ارتفاع جب اس سے کسی کو امر کرو تو کہو تعالیٰ و تعالوا فتعالوا جمع امر حاضر بصورت ماضی اس کا معنیٰ ہے۔ ارتفعوا اسے اپنے سے نیچے والے کو اُونچے مکان پر کھڑے ہو کر کہتا ہے تعالوا پھر عام بلاوے کے لیے اس کی کثرت ہو گئی یعنی ہر وہ داعی جو کسی کو آنے کے لیے بلائے مفرد ہو یا اس کا غیر کیونکہ حسن اَدب کا یہی تقاضا ہے بمعنی ھَلُمُّوْا و ایْتُوا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے منافقین آؤ عذر کرتے ہوئے۔

درس ادب: اَب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے آدب کے اعتبار سے عام نہیں کہ کہا جائے تعالیٰ فلاں یاتعالیت یافلاں یا انا یا فلان متعالِ جو نسا صیغہ بھی ہے کیونکہ یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مشہور ہو گیا ہے کہ کہا جاتا ہے تعالی اللہ الملک الحق۔

یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُولُ اللّٰہِ۔ تمھارے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (استغفار فرمائیں) یَسْتَغْفِرْ مجزوم ہے اَمر کے جواب سے یعنی تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ اپنے لطف وکرم سے تمھارے گناہ فرمائے اور تمھارے عیوب چھپائے۔ تنازع الفعلین بہ دوسرے فعل کو عمل دینے کے قبیل سے ہے کیونکہ تعالوا الفظ رسول اللہ کو مجرور بالی کا طالب کہ یہ دراصل تعالوا الی رسول اللہ و ہو لیستغفر فاعل کا طالب ہے۔ یہاں دوسرے کو فاعل دیا گیا اسی لیے لفظ رسول اللہ مرفوع ہے اور پہلے سے حذف کر دیا گیا کہ دراصل تعالوا الیہ تھا ثابت ہوا کہ مذہب حق ہے مزید تحقیق فقیر اویسی غفرلہٗ کی کتاب "تنشیط الاذہان فی تحقیق اذا تنازع الفعلان) میں ہے۔

لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ۔ تو پھیرتے ہیں اپنے سر۔

حل لغات: لوی الرجل راسہ۔ امالہ (مرد نے اپنا سر پھیرا) تشدید تکثیر کے لیے محال (جگہیں)

کی کثرت کی وجہ سے یعنی سر کی کثرت) تاج المصادر میں ہے ۔ التلویۃ مروڑنا اب معنی یہ ہوا کہ انھوں نے سروں کو تکبر کے طور مروڑا جیسے کوئی کسی مکروہ شے سے منہ پھیرے۔

تفسیر صوفیانہ: حضرت قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ طبیعی حیوانیت کے امور ظلمانیہ سے انس کی وجہ سے نور سے مانوس نہ ہوا انھیں نور کا اور کمالات انسانیہ کا اشتیاق تھا کیونکہ ان کی صورت دانیہ مسخ ہو چکی تھی (اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منہ موڑنا)۔

تفسیر عالمانہ: ورأیتھم یصدون ۔ اور تم نے انھیں دیکھا کہ وہ روگردانی کرتے تھے۔

حل لغات: الصدود بمعنی الاعراض یعنی وہ قائل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی حاضری کا داعی) یا استغفار سے (روگردانی کرتے ہیں)۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ اعراض کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کو (جیسے[1] آج کل نجدی اور وہابی روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مزارات اولیاء سے[1] خود محروم ہیں بلکہ دوسرے جانے والوں کو روکتے اور انھیں مشرک کہتے ہیں (معاذاللہ)

تفسیر صوفیانہ: چونکہ ان کی طبیعت کا جہت سفلیہ اور زخارف دنیویہ کی طرف کھچاؤ ہے اسی لیے ان کی طبیعتوں کا میلان جہت علویہ و معانی اُخرویہ کی طرف نہیں ہوتا۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

صورت رفعت بود افلاک را
معنیٔ رفعت روان پاک را
صورت رفعت برائے جسمہا است
جسمہا در پیش معنی اسمہا است

ترجمہ: صورت رفعت افلاک کو حاصل ہے اور رفعت کا معنیٰ روح پاک کو حاصل ہے۔
رفعت صوری جسموں کو حاصل ہے معنی کے نزدیک تو جسم صرف نام (کے رفعت والے) ہیں۔

وھم مستکبرون ۔ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں اس سے غلبۂ شیطنت اور استیلائے قوت وہمیہ اور انانیت سے محجوب اور خود کو بہتر سمجھنے کے وجہ سے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کسی کو جھگڑالو اور صرف اپنی رائے کو اچھا سمجھنے والا دیکھو تو سمجھ

[1] اضافہ اویسی غفرلہ،

کیونکہ یہ خسارہ کی انتہا میں ہے۔

سواء علیہم استغفرت لھم . برابر ہے ان کے لیے استغفار کریں جب وہ اپنی خطاؤں کا عذر کرتے ہوئے تمہارے ہاں حاضر ہوں (کشف الاسرار) میں ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکے لیے استغفار فرمایا یعنی ان کے لیے ایمان کی توفیق اور عصیان کی مغفرت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ان تستغفر لھم سبعین مرۃ**۔ اگرچہ آپ ان کے لیے ستر بار مغفرت چاہیں **فلن یغفر اللہ لھم**۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ستر سے بڑھ کر ان کے لیے مغفرت چاہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہی آیت نازل ہوئی۔

حل لغات: سواء مصدر ہے بمعنی **مستوٍ** خبر مقدم ہے **علیہم** اس سے متعلق ہے اس کا مابعد معطوف علیہ مبتدا معطوف ہے بتاویل المصدر تاکہ استفہام اپنے مقام سے متعلق ہے۔ **استغفرت لھم**۔ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ اسی لیے مفتوح اور قطعی ہے دراصل **اَاَسْتَغْفَرْتَ لَھُمْ** تھا۔ ہمزہ وصل محذوف ہوا یعنی باب **استفعال** کا ہمزہ وصلی ہے محذوف ہونا **تخفیف** کے طور ہے اور پھر یہاں التباس بھی نہیں۔ **ام لم تستغفر لھم** یا ان کے لیے بخشش نہ مانگیں جب وہ گناہوں پر اصرار اور اعتذار و استغفار سے انکار کریں۔ **لن یغفر اللہ لھم**۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا۔ ہمیشہ فسق پر اصرار اور کفر پر ڈٹ جانے اور مضبوط دین فطرت سے خروج کی وجہ سے **ان اللہ لا یھدی القوم الفاسقین**۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوم فاسقین کو راہ نہیں دکھاتا۔ یعنی وہ **کامل الفسق** اور خارج از دائرہ اصلاح اور منہمک فی الکفر والنفاق اور خارج از دائرۂ اہل حق اور داخل در باطلین و مبطلین ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں قبول استغفار کے عدم استعداد کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان کی طبیعتیں ظلمانی اور جبلی عادتیں میلی کچیلی ہو چکی ہیں اس لیے اگر ان کو اسے قبول کرنے کی استعداد ہوتی تو حب دنیا اور نفس اور اس کی خواہشات کی اتباع میں مبتلا نہ ہوتے بلکہ ان کی کوشش ہوتی کہ وہ شرع کی موافقت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی سیرت مبارکہ کی متابعت کرتے لیکن جب وہ ظلمت شہوات حیوانیہ و اخلاق بہیمیہ و سبعیہ (درندگی) میں پھنسے نہ رہتے۔

حضرت حافظ قدس سرہ نے فرمایا ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
ای خواجہ درد نیست ورنہ طبیب ہست

ترجمہ :۔ عاشق محبوب کے دروازہ پر حاضر ہوا لیکن دوست نے اس کے حال پر نگاہ نہ کی۔ اے خواجہ تجھے درد نہیں ورنہ طبیب تو ہے۔

فائدہ :۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جذبہ مرشد کی جانب سے ہوتا ہے بشرطیکہ اس میں عظیم تاثیر ہو (اگر نقلی مرشد ہو جیسے آجکل عموماً پیری و مریدی کا دھندا کر رہے ہیں بلکہ اگر لیڈر اور دین کا ڈاکو ہو تو پھر کیا ہوگا وہی ہوگا کہ پیر و مرید دونوں ۔ ۔ ۔ ۔) اگر سرے سے مرید خالی از ارادہ ہو تو پھر بھی اسے مرشد سے کوئی فائدہ نہ ہوگا (جیسے عام طور مریدین کا حال ہے کہ مرشد سے صرف دنیوی ضروریات کے طالب ہوتے ہیں اور کاروبار دنیوی چاہتے ہیں اور بس[1]) جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی استغفار سے بڑھ کر کس کی استغفار ہو سکتی ہے لیکن منافقین کا سرے سے ارادہ ہی نہ تھا اسی لیے ان میں ہدایت کے لیے کچھ اثر نہ ہوا لیکن اصل وجہ تو وہی ہے کہ عام ارواح میں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کے چھینٹے پڑے تو یہ لوگ اس وقت سے محروم ہو گئے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہ بنائے تو اسے کوئی نور نصیب نہ ہوگا۔

حکایت :۔ ایک شیخ (مرشد) اور ایک مرید (جس نے شیخ کی بیس سال خدمت کی) کے ساتھ ایک گاؤں سے گزرے وہاں ایک مراسی (ڈھول بجانے والا) بوڑھا رہتا تھا۔ شیخ (مرشد ولی اللہ) نے اسے اشارہ کیا تو اس نے ڈھول وہاں پھینکا اور شیخ کے ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ یہ تینوں ایک دریا پر پہنچے۔ شیخ نے مصلّٰی دریا پر بچھا کر مراسی (ڈھول بجانے والے) کو ساتھ بٹھا لیا اور بیس سالہ خادم کنارے پر کھڑا چیختا رہا۔ جاتے وقت مرید نے پوچھا یا حضرت مجھ سے کیا خطا ہوئی کہ یہاں روتا ہوئے چھوڑے جا رہے ہو فرمایا **ھٰکذا اقتضاء اللہ تعالیٰ**۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم)۔

تفسیر عالمانہ :۔ **ھم الذین یقولون** یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں۔ انصار کو یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ان کے فسق اور ان کی عدم مغفرت کی تعلیل کے قائم مقام ہے اور ان کی گفتگو صریح کی حکایت ہے کہ **لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ**۔ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں یعنی فقراء مہاجرین پر۔ ان کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول اللہ کہنا یا استہزاءً و تحکماً ہے (کیونکہ منافقین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو رسول نہیں مانتے تھے) یا چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسی طرح مشہور اور یہ لفظ آپ کا لقب ہو گیا تھا۔ اسی لیے ایسے ہی کہہ دیا (ورنہ منکر کو کب گوارہ تھا کہ وہ رسول اللہ کہے) کیونکہ

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ : [2] ایضاً

اگر وہ آپ کو حقیقی طور رسول مانتے تو ان سے ایسے غلط اور گندے اطوار کا صدور نہ ہوتا۔

تعظیم حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ ممکن ہے ان سے کوئی اور لفظ صادر ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی غیر مانوس لفظ استعمال کریں آپ کی تعظیم و اکرام کے لیے ان سے رسول اللہ کہلوایا۔ غرضیکہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو اتنا بھی نہ دو کہ زندگی کا گزارہ کر سکیں یعنی کچھ نہ دو حتیٰ ینفضوا۔ یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر اپنے قبائل کو واپس لوٹ جائیں۔

فائدہ:۔ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ تاکہ منتشر ہو کر نوکر اپنے آقاؤں کو اور بیٹے اپنے باپوں کو جا ملیں۔

حل لغات:۔ الانفضاض بمعنی شکستہ (ٹکڑے ٹکڑے) اور منتشر ہونا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ منافقین نے یہ اس لیے کہا کہ وہ اپنے گندے کرتوتوں کی وجہ سے فعل اللہ کی رؤیت سے محجوب تھے اور اپنی دولت کے گھمنڈ سے اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے بے خبر تھے وہ اپنی جہالت سے سمجھتے تھے کہ ان فقراء مہاجرین پر یہی خرچ کرتے ہیں تو وہ زندہ ہیں (ورنہ بھوک سے مر جائیں گے) انھیں کیا خبر تھی کہ وللہ خزائن السمٰوٰت والارض۔ اور اللہ کے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے۔ منافقین کی بدگمانی اور زعم باطل کا رد و ابطال ہے کہ وہ بزعم خویش سمجھتے تھے کہ اگر ان فقراء و مہاجرین کو کچھ نہ ملے گا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کر کے فرمایا کہ آسمانوں و زمین اور رزق کے خزانے تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور روکتا ہے جس سے چاہتا ہے۔ اس کے خزائن میں سے ہیں بارش انگوری وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ:۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وللہ خزائن السمٰوٰت الخ میں اس کی قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جس سے اس کا ارادہ ہو تو وہ ایجاد کرتا ہے یا اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب تخلیق اور اجل اور رزق سے فارغ ہو گیا یعنی قضا و قدر انتمام کو پہنچی یہ جملہ بطریق تمثیل مذکور ہوا ہے یعنی ان کلمات کا انصرام ہو چکا اس کے علم سابق میں۔

حل لغات:۔ خزائن خزانہ (بالکسر) کی جمع ہے جیسے عصائب عصابہ کی جمع۔ خزانہ ہر وہ شے جو چھپائی

جاتی ہے اموال نفیسہ میں سے اور اس کی حفاظت کی جائے۔ ایسے ہی مخزن (بالفتح) اس کی تحقیق وان من شئی الا عند اللہ خزائنہ (پ۱۴) میں گزر چکی۔

ولکن المنافقین لا یفقھون۔ لیکن منافقین سمجھتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی شان سے جہالت کی وجہ سے اسی لیے وہ کفر بکتے تھے۔ ؎

خواجہ پندارد کہ روزی او دہد
لاجرم بر این و آں منت نہد
زاں سببہا او یکے شد پس اگر
کم شود ہستند اسباب دگر
حکم روزی بر سببہا می نہد
بے سببہا نیز روزی می دہد

ترجمہ: (۱) سردار کا خیال ہے کہ وہی روزی دیتا ہے اس لیے وہ اپنے نوکروں کو یہ اور وہ احسان جتلاتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ اسباب میں یہ اگر ایک سبب ہے۔ اگر یہ نہ ہوگا تو اس کے اسباب اور بہت ہیں۔

(۳) وہ روزی کا حکم اسباب پر رکھتا ہے وہ بغیر اسباب کے بھی روزی دیتا ہے۔

حکایت: حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی نے کہا آپ کھاتے کہاں سے ہیں (جبکہ آپ کا کوئی کاروبار نہ تھا) فرمایا اللہ تعالیٰ کے خزانہ سے۔ سائل نے کہا کیا پکی پکائی روٹی آسمان سے اترتی ہے فرمایا اگر اس کے زمین پر خزانے نہ ہوتے تو آسمان سے بھی پکی ہوئی روٹی اتر سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر رزق کے اسباب بنائے ہیں اسی میں سے ہی رزق کے دروازے کھول رکھے ہیں۔

فائدہ: کسی نے کہا دودھ پلانے والی کے حقوق کی رعایت جننے والی کے حقوق کی رعایت سے زیادہ احق ہیں کیونکہ جننے والی نے تو جننے کی امانت ادا کردی اور اس میں جو غذا پہنچاتی رہی یا ماہانہ خون کا حصہ بچے کی غذا بنتی رہی تو وہ اس کا اس میں کوئی ارادہ نہ تھا یعنی غیر ارادی طور پر وہ بچے کی تربیت کرتی رہی بلکہ وہ اس پر مجبور تھی کیونکہ اگر وہ خون اس سے باہر نکلتا اور بچہ کی بھی غذا نہ بنتا تو وہ مرجاتی یا کم از کم بیمار ضرور ہوجاتی اس معنیٰ پر تو الٹا بچہ کا ماں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اسے ہلاکت اور تباہی سے بچایا ہاں دودھ پلانے والی نے عمداً دودھ

اس ارادہ سے پلایا کہ بچہ کی جان بچ جائے اور پل کر جوان ہو جائے[1]۔

نکتہ:۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو ہی دودھ پلانے کے لیے منتخب کیا تاکہ اگر کوئی اور دودھ پلاتی تو وہ اُمِ موسیٰ سے افضل ہوتی اور اس دَور میں اُمِ موسیٰ سے کوئی اور افضل نہ ہو۔

حکایت:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک حجت قائم فرمائی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی خوراک و پوشاک اور ضروریاتِ زندگی کا بوجھ بنی اسرائیل پر ڈال دیا اور یہ ان کے لیے امتحان تھا۔ آپ نے محسوس کیا کہ میرا بوجھ بنی اسرائیل کو مجھ سے عقیدت و ارادت کی کمی کا باعث بن رہا ہے تو بارگاہِ حق میں استدعا کی اے اللہ مجھے بنی اسرائیل سے مستغنی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھیں میں صرف اپنی عبادت کے لیے فارغ رکھوں اور تیری ضروریات کا بوجھ دوسروں پر ڈال دوں۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام خاموش ہوئے۔ پھر چند روز کے بعد عرض کیا اللہ تعالیٰ نے پھر وحی بھیجی کہ ایک نبی علیہ السلام کے لیے لائق نہیں کہ وہ اپنے وجود میں اپنے آقا کے بغیر کوئی دوسرا تصور لائے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا رزق ہے تجھ پر اور کسی کا منت و احسان نہیں اس پر خاموش ہو گئے لیکن پھر ایک عرصہ کے بعد وہی عرض کیا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل سے جس غیظ و غضب سے پیش آتا ہے حالانکہ تمھیں ان سے ضرورت ہوتی ہے اگر میں تمھیں ان سے بالکل بے نیاز بنا دوں تو پھر تیرا ان کے ساتھ کیا حال ہو گا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اور پھر کبھی ایسا سوال نہ کیا۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے ہاتھ (قدرت) سے رزق پہنچاتا ہے جسے چاہتا ہے بندہ مرد ہو یا کافر۔ اور یہ اپنی طرف حلال رزق بھیجتا ہے اس سے اسے کچھ بھی رنج نہیں ہوتی اور نہ کوئی شے اس سے عارضی ہوتی ہے اور نہ کسی پر منت و احسان کا اظہار کرتا ہے۔

نکتہ:۔ اپنے اولیاء کو فقر و فاقہ میں مبتلا رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اعطاء (عطا کرنا) (اغناء، غنی کرنا) پر قادر نہیں بلکہ اس میں راز یہ ہے کہ وہ اپنے محبوبوں کے لیے نہیں چاہتا کہ وہ اس کمینی دنیا

---

[1] اگر جننے والی بھی وہی ہو اور دودھ پلانے والی بھی وہی جیسے ہمارے دَور اور علاقہ جات کا دستور ہے کہ جننے والی ہی بچہ کو دودھ پلاتی اور پرورش کرتی ہے تو پھر تو اس ماں کے حقوق کا کیا کہنا لیکن افسوس کہ آج کل کی اولاد جونہی سن شعور کو پہنچی یا پھر اسے جوانی ملی تو ماں بی بی جیسی دشمن اور کوئی نظر نہیں آتا۔ اب یہ حال ہو جاتا ہے کہ زوجہ بن جاتی سر کا تاج اور ماں سے حال پوچھنا تو درکنار اسے ذلت و خواری کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

کر رہا ہوں لگائیں یہ اللہ کا ان کا اعزاز و اکرام ہے بلکہ یہ اس کا ان پر انعام و احسان ہے تاکہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد (تارک دنیا) ہو کر زندگی بسر کریں اور آخرت میں بہت زیادہ اجر و ثواب پائیں۔

فضیلت فقر و فاقہ

(۱)۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء امراء سے چالیس سال پہلے بہشت میں جائیں گے۔

(۲)۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء و مہاجرین کے وسیلہ سے فتح طلب فرماتے تھے حدیث کے لفظ ملاحظہ ہوں۔

وکان علیہ السلام یستفتح بصعالیك المهاجرین (روح البیان صفحہ ۵۳ ج ۹)

ترجمہ:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے[۱]

صعالیک بمعنی فقراء۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی قدر و منزلت اور قبولیت و وجاہت زیادہ تھی۔

نکتہ:۔ امراء کو ارزاق مخصوص بنایا گیا تو فقراء شہود رزاق سے مخصوص ہیں فلہذا شہود رزق سے بہتر اور افضل ہے تو شہود صاحب رزق بطریق اولیٰ بہتر و افضل ہے ہاں جو شہود رزاق سے نوازا گیا ہے اگر اس رزق کی دولت نہیں ملی تو اس کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ ایک معمولی شے ہے اور معمولی شے کے نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

---

[۱] سوال:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو سب کے وسیلہ اعظم ہیں دوسرا یہ کہ ادنیٰ اعلیٰ کو وسیلہ بناتا ہے نہ کہ اعلیٰ ادنیٰ کو۔

جواب:۔ فقیر کا ایک قاعدہ مشہور ہے اور قرآن مجید کی آیت و یعلمهم الکتب سے مؤید ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل و قول تعلیم امت کے لیے ہوتا تھا وہ اپنے لیے کریں تو کیا۔ اسی لیے یہ فعل بھی بعض تعلیم پر مبنی ہے کہ جیسے میں خود عظیم تر اور وسیلہ عظمیٰ ہوں لیکن تمہیں سکھاتا ہوں کہ محبوبان خدا کے وسیلہ سے تم مشکلات پر قابو پا سکو گے اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے بی بی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارتے وقت کہا اغفرھا بنبیك وبالانبیاء الذین قبلی الخ (کما قال) اسے بخش دے میرے اور میرے سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے۔ تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب "الوسیلہ" دیکھئے۔ (اویسی غفرلہٗ)

ملفوظات اولیاء

(۱) سیدنا جنید قدس سرہٗ نے فرمایا آسمان کے خزانے غیوب اور زمین کے خزانے قلوب ہیں جو غیوب منفصل ہوتی ہے وہ قلوب میں پہنچتی ہے اور بندہ دو چیزوں سے مرتہن ہے:۔

۱۔ تقصیر الخدمت (خدمت میں کوتاہی کرنا)۔

۲۔ ارتکاب الزلت خرابیوں (غلطیوں کا) ارتکاب کرنا۔

(۲) حضرت واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو دنیا میں اسباب کی طرف جھانکتا ہے لا در آئے معلوم تک نہ ہوا کہ یہ تو توفیق سے حجاب بنتے ہیں تو وہ جاہل ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ خزائن ارزاق السمٰوٰت علوم و معارف اور حکمتیں و عوارف مخزونہ خواص بندوں کیلئے ہیں وہ عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور خزائن ارزاق ارض ماکولات۔ مشروبات۔ ملبوسات اور گھوڑے خچر وغیرہ مخزونہ ہیں عوام بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ ان پر خرچ کرتا ہے جس کا انہیں گمان تک نہیں ہوتا لیکن منافقین استعداد کے افساد اور عدم نورانیت و غلبۂ ظلمانیہ کی وجہ سے اسرار الٰہیہ و اشارات ربانیہ نہیں سمجھتے۔

تفسیر عالمانہ:۔ یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔ کہتے ہیں ہم مدینہ پھر گئے تو بڑی عزت والا اور بڑی ذلت والے کو نکال دے گا۔[1]

شانِ نزول:۔ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بنو المصطلق سے جنگ ہوئی یہ خزاعیہ کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ جنگ مریسیع میں ہوئی۔ مریسیع مصغر ہے مرسوع کا۔ یہ ان کا ایک کنواں تھا قدید کی جانب ایک دن کی مسافت پر۔ الفرع (بالضم) یہ ایک جگہ ہے اعراض مدینہ پاک سے آپ نے انہیں شکست دی اور بہت سے ان میں سے مقتول ہوئے۔ ان کے دو ہزار اونٹ اور پانچسو بکریاں غنیمت میں آئیں اور ان کے دو سو یا اس سے زائد گھرانے قیدی

---

[1] یہ منافقین کی وراثت دشمنان اولیاء کو نصیب ہے۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ محبوبان خدا نے جہاں ڈیرے جمائے تو اہل دنیا دشمن بن گئے پھر ابڑی چوٹی کا دشمنی میں زور لگایا پھر یا خود فنا ہو گئے یا پھر محبوبانِ خدا کے قدموں میں آگرے چنانچہ سید نا معین الدین اجمیری اور دیگر اولیاء کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات شاہد ہیں۔ اویسی غفرلہٗ۔

ہوئے ان قیدیوں میں جویریہ بنت الحارث ایک لڑکی بھی تھی۔ یہ حارث بنو المصطلق کا سردار تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے نکاح کیا اُس وقت بی بی کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ غزوہ مریسیع سے فارغ ہو کر جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر چاہ نزول فرمایا تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجیر جہجاہ غفاری اور ابن اُبی کے حلیف سنان بن دبر جہنی کے درمیان جنگ ہو گئی۔ جہجاہ نے مہاجرین کو اور سنان نے انصار کو پکارا اُس وقت ابن اُبی منافق نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بہت گستاخانہ اور بیہودہ باتیں بکیں اور یہ کہا کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اگر تم انھیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دو تو یہ تمھاری گردنوں پر سوار نہ ہوں اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں اس کی یہ ناشائستہ گفتگو سن کر زید بن ارقم کو تاب نہ رہی۔ انھوں نے اس سے فرمایا کہ خدا کی قسم تو ہی ذلیل ہے اپنی قوم میں بغض ڈالنے والا اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک پر معراج کا تاج ہے۔ حضرت رحمٰن نے انھیں عزت و قوت دی ہے ابن اُبی کہنے لگا چپ میں تو ہنسی سے کہہ رہا تھا۔ زید بن ارقم نے یہ خبر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن ابی کے قتل کی اجازت چاہی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن اُبی سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہی تھیں وہ مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا اس کے ساتھی جو مسجد شریف میں حاضر تھے وہ عرض کرنے لگے کہ ابن اُبی بہت بوڑھا شخص ہے جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے زید بن ارقم کو شاید دھوکا ہوا ہو اور بات یاد نہ رہی ہو پھر جب اُوپر کی آیات نازل ہوئیں اور ابن اُبی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو اس سے کہا گیا کہ جا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کر کہ حضور تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں تو گردن پھیری اور کہنے لگا کہ تم نے کہا ایمان لا تو میں ایمان لے آیا تم نے کہا زکوٰۃ دے تو میں نے زکوٰۃ دی اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کروں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔[۱]

۱؎ چند فوائد جو اس شان نزول سے متعلق ہیں فقیر یہاں حاشیہ میں عرض کرتا ہے کچھ صاحب رُوح البیان کے بیان کردہ ہیں کچھ فقیر کا اضافہ ہے جہجاہ بن سعید الغفاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کا قائد (لگام تھام کر آگے چلنے والا) تھا اور سنان منافق تھا۔ جہجاہ کی مدد کو جعال (بالکسر) فقراء المہاجرین میں سے تھے) پہنچے جنہوں نے سنان کو تھپڑ مارا سنان نے عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کو شکایت کی تو اس

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

حاشیہ بقیہ صـ۴۱۶ ۔ نے ذیل کی بکواس کی کہ اے جعال تو بھی ہماری توہین کرنے والا ہو گیا یہ تحقیراً کہا کیونکہ آپ فقیر اور غریب صحابی تھے اور وہ بزعم خویش امیر کبیر) پھر کہا کہ ہم (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اسی لیے ایمان لائے کہ پتھر کھائیں ہماری اور اُن کی مثال وہی ہے کہ (معاذ اللہ) کتا تمہارا کھا کر موٹا ہو گا تو پھر تمھیں ہی کاٹے گا یعنی الاعز الخ میں عبداللہ بن اُبی کی اعز سے مراد خود اور اذل سے اہل ایمان اگرچہ یہ بکواس صرف عبداللہ بن اُبی نے کی لیکن اس کا اسناد تمام منافقین کی طرف ان کی اس پر رضا کی وجہ سے ہے کہ وہ بھی اس کی اس بکواس سے خوش تھے پھر اپنی قوم سے کہا کہ تم نے تو خود ہی انھیں اپنے شہروں کا مالک بنا دیا اور اپنی جائدادیں انہیں بانٹ دیں بخدا اگر تم اس جعال اور اس جیسے غریبوں کو کچھ نہ دو تو خود بخود بھاگ جائیں گے ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت نوجوان تھے جوانی کے جوش سے منافق کی باتوں سے بھڑک اُٹھے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا اذا ترغم انوفاً کثیرۃ بیثرب یعنی المدینہ مدینہ پاک میں تم بہت سے ناک رگڑے گا یعنی وہ یہی کہیں گے کہ ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم الخ حضور اپنے اصحاب کو قتل کرتے تھے آپ نے مدینہ پاک کو یثرب کہا (اگر نہی کے ورود سے بعد کو فرمایا) تو یہ بیان جواز کے لیے تھا (اگرچہ مدینہ پاک کو یثرب کہنا مکروہ ہے تفصیل فقیر کی کتاب "محبوب مدینہ" میں ہے ۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر آپ کو یہ ناگوار ہے اسے کوئی مہاجر قتل کرے تو میں کسی انصاری کو کہتا ہوں اسے قتل کر دے گا ۔ آپ نے پھر وہی فرمایا جو پہلے فرمایا یہ خبر حضرت زید بن ارقم نے پہنچائی تھی تو چونکہ وہ نوجوان تھے اور عبداللہ بن اُبی بوڑھا تھا اس کی قوم نے جرح کی کہ یہ نوجوان غلطی کر سکتا ہے لیکن ہمارا شیخ ایسی بات نہیں کہہ سکتا ۔ اس جرح پر آپ نے حضرت زید کو فرمایا شاید تو اس پر غصہ سے ایسا ایسا کہہ رہا ہے عرض کی مجھے اس سے کون سا غصہ پھر آپ نے فرمایا شاید تجھے غلط سنا گیا ہو عرض کی نہیں آپ نے فرمایا تجھ پر کلمات کا اشتباہ ہوا عرض کی نہیں ۔ جب مذکورہ بالا آیت اُتری تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید کو پیچھے سے پہنچ کر ان کا کان مروڑا اور فرمایا اے نوجوان تیرے کان نے صحیح سنا اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کی ہے اور منافق کی تکذیب فرمائی ہے اور منافقین کی باتوں کا رد فرمایا ہے ۔ یہ مذکورہ بالا حاشیہ اکثر روح البیان کی عبارت کا ترجمہ ہے اب فقیر کا تبصرہ ملاحظہ ہو ۔

اہل ایمان کے لیے باعزت اور اللہ تعالیٰ کے لیے غلبہ وقوت ہے اور اس کو جسے وہ عزت دے رسول اللہ

حاشیہ بقیہ ص۴۱۷ ۔ (۱) منافقین کے وراثت میں جو لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کی تحقیر اور گستاخی کرتے ہیں وہ بالآخر ذلیل وخوار ہو کر مرتے ہیں۔
(۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوش بفضلہ تعالیٰ اہلسنت کے عوام نوجوانوں کو نصیب ہوا کہ جونہی سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ کی گستاخی سنی تو گستاخ کا سر اُڑا دیا اور اپنی جان کی پرواہ نہ کی مثلاً غازی علم الدین شہید لاہوری کو دیکھیے۔
(۳) دشمنِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرزنش میں لگے رہنا سنت فاروقی ہے لیکن آج ایسے لوگ کہاں آج تو اس پر زور دیا جا رہا ہے کہ کسی کو بُرا نہ کہو یار و خواہ وہ کتنا بڑا گستاخ کیوں نہ ہو۔
(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زید بن ارقم کے خلاف فیصلہ صرف ظاہری حالات کے پیش نظر تھا اس میں لاعلمی ثابت کرنا بدقسمتی کی دلیل ہے۔

یہاں فقیر ایک قاعدہ عرض کر دے تاکہ بے شمار اعتراضات کا قلع قمع ہو سکے۔ وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت کا ماننا فرض عین ہے ہر اُمتی کا فرض بنتا ہے کہ آپ کے ہر قول و فعل کو من حیث النبی دیکھے نہ کہ من حیث البشر بفضلہ تعالیٰ ہم اہلسنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر حالت میں من حیث النبی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور منافقین من حیث البشر دیکھتے ہیں اسی لیے وہ ایسے حالات کو دیکھ کر چونک پڑتے ہیں۔ اب آپ کے جتنا اس قسم کے فیصلے اور حالات من حیث النبی دیکھے جائیں تو کوئی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا ہاں من حیث البشر دیکھا جائے تو ایک نہیں سینکڑوں اعتراضات اُٹھ سکتے ہیں۔ آپ نے من حیث النبی ایسے اصول و قواعد مرتب فرمائے جو رہتی دنیا تک کام آئیں کیونکہ تاقیامت صرف اور صرف آپ کی نبوت کے قوانین کا اجراء ہوگا اسی لیے آپ کے ہاں جب کوئی اس قسم کا واقعہ پیش ہوتا تو علم کے باوجود فیصلہ اس طرح فرماتے تو آپ نے ایک ضابطہ اور قاعدہ اُمت کو عطا فرمایا وہ قاعدہ یہ ہے:

البينة على المدّعي واليمين على من انكر

دلیل (گواہ) مدّعی پر ہے اور منکر (مدّعیٰ علیہ) پر قسم۔
یہ قاعدہ اُمت کے معاشرہ کو محیط ہے اگر آپ اپنے علم کے مطابق فیصلہ جات فرماتے رہتے تو اس قاعدہ کا اجراء کیونکر ہو سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قاعدہ آج بھی اسی طرح ہے جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم کے باوجود زید جوان کی بات نہ مانی تو بوڑھے منافقین کی باتوں کو مانا جیسا کہ کنز سے لے کر شامی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل ایمان ان کے غیر کو کوئی عزت و غلبہ نہیں جیسے ذلت وخواری شیطان اور اس جیسے اور جیسے منافقین و کافرین۔

حکایت:۔ ایک صالح مرد معمولی حالت اور سادہ لباس میں تھے کسی نے ان سے پوچھا کیا آپ مومن نہیں فرمایا مومن ہوں۔ سائل نے کہا کہ مومن اور یہ ذلت حالانکہ مومن کے لیے عزت کا قرآنی حکم ہے اور غناد (دولت مندی) کا کہ جسے فقر و فاقہ نہیں۔

حکایت:۔ حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو کسی نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ میں کبر ہے (کیونکہ آپ بہترین لباس استعمال فرماتے) فرمایا میری یہ کیفیت تکبر سے نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عزت ہے اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

اعجوبہ:۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ جو یہاں دنیا میں عبد محض ہے وہ آخرت میں ملک محض (خالص بادشاہ) ہوگا اور جو یہاں دنیا میں کسی شے کی ملک کا دعویٰ کرتا ہے اگرچہ اپنے اعضاء میں سے کسی عضو کا تو آخرت میں اس کی ملک میں اس قدر کمی ہوگی جتنا کہ وہ دنیا میں دعویٰ کرتا ہوگا آخرت میں اس سے معزز تر اور کون ہوگا جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں ذلت کا وقت بسر کیا ایسے ہی آخرت میں ذلیل تر اور کوئی نہ ہوگا جس نے دنیا میں عزت جوئی کی اگرچہ بظاہر وہ بازار میں ٹھیڑ کھاتا پھرے۔

فائدہ:۔ دنیا میں عزت سے مراد وہ عزت نہیں جو بادشاہوں کی طرف سے از خود مل جاتی ہے (بغیر کسی

حاشیہ بقیہ ص۴۱۸:۔ تک یہ قاعدہ لکھ کر فرمایا کہ قاضی (حاکم وقت) پر واجب ہے کہ وہ گواہوں کی گواہی یا پھر مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کرے اگرچہ وہ ذاتی طور پر کسی فریق کے متعلق کچھ جانتا ہے تو بھی فیصلہ نہ کرے۔ اگر کرے گا تو مجرم ہوگا چونکہ ہمارے مخالفین غبی ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف من حیث البشر مانتے ہیں ان کو الزامی جواب کے طور عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ادا ایسی بھا (پسند) گئی کہ قیامت میں بھی وہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں فرمائے گا بلکہ انبیاء علیہم السلام کے کفار پر دعویٰ کے وقت گواہ طلب فرمائے گا تو کیا یہاں بھی یہی کہو گے جیسے ہندو کہتے ہیں کہ تمہارے خدا تعالیٰ کو علم نہیں تو انبیاء علیہم السلام سے گواہ مانگتا ہے۔ حتمی فیصلہ یہی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے حالات اور ان کے فسادات اور جملہ اقوال و احوال کا علم تھا اس کے باوجود فیصلہ ظاہر پر فرمایا اس سے لاعلمی کا کوئی سوال نہیں۔ اویسی غفرلہٗ۔

جدوجہد کے) ایسے ہی ذلت سے بھی وہی ذلت مراد ہے جو نفسانیت سے ہو (نہ کہ جو انسان کی کسی بدعملی سے ہو)

فائدہ :۔ اللہ تعالیٰ کی عزت کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی شے اس کی مشیت و ارادہ سے نہ ہو اور مرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت یہ ہے کہ وہ زوال ایمان سے امن میں ہوتے ہیں اور اہل ایمان کی عزت یہ ہے کہ وہ دائمی عقوبت سے امن میں ہوتے ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عزت بمعنی عظمت و قدرت اور رسل کرام علیہم السلام کی عزت بمعنی نبوت و شفاعت اور اہل ایمان کی عزت تواضع و سخاوت و عبودیت ہے اس کی دلیل یہ حدیث شریف ہے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اولاد آدم (علیہ السلام) کا سردار ہوں اور یہ فخر سے نہیں کہہ رہا یعنی مجھے اپنی سیادت (سرداری) پر فخر نہیں بلکہ عبودیت پر فخر ہے کیونکہ اسی میں میری عزت ہے اس لیے کہ طاعت الٰہی سے بڑھ کر اور کوئی عزت نہیں ایسے ہی معصیت حق سے بڑھ کر کوئی ذلت نہیں۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا عزتِ الٰہی کا معنیٰ ہے اس کا قہر (غلبہ) اپنے ماسوا پر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت یہ ہے کہ ان کا دین تمام ادیان پر غلبہ اور اہل ایمان کی عزت یہ ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کو ذلیل و خوار رکھیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین اور تم غالب (اعلیٰ) ہو اگر تم ایمان والے ہو۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ عزتِ الٰہی کا معنیٰ ہے الولایۃ جیسے خود فرمایا۔ ھنالک الولایۃ للہ الحق۔ وہاں ولایت صرف اللہ تعالیٰ حق جل جلالہٗ کے لیے ہوگی۔ اور عزت رسول کا معنیٰ ہے کفایت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا کفینٰک المستھزئین۔ ہم استہزا کرنے والوں سے تمہاری کفایت کریں گے اور اہل ایمان کے لیے عزت بمعنیٰ غلبہ ہے جیسے فرمایا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

صاحب روح البیان قدس سرہٗ کا بیان :

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے۔ کہ آیت میں اللہ تعالیٰ ترتیب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عزت بالاصالہ (اصل) اور بالدوام ہے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس صفت عزت کے مظہر ہیں اور اہل ایمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس صفت میں مظاہر ہیں۔ عزت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت بواسطہ عزت الٰہی ہے اور عزت اہل ایمان کی عزت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کے واسطہ سے ہے خواہ وہ ان کے ہم زمان

ہوں یا تا قیام تک آنے والے۔ تمام عزت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اس لیے کہ عزت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی عزت اس کا فعل ومنت اور فضل واحسان ہے جیسے امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہ عزت جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو نصیب ہوئی وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے اور اسی کی ملک ہے اور عزت سب کی سب اللہ ہی کی ہے کیونکہ یہ صرف اسی کی صفت ہے۔

دو آیتوں کی تطبیق:۔ اسی طرح سے دو بظاہر متضاد آیتوں میں تطبیق ہوگئی مثلاً ایک جگہ فرمایا من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعا۔ وہ جو عزت کا ارادہ کرتا ہے تو اسے معلوم ہو کہ جملہ عزت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس آیت میں فرمایا کہ

و للہ العزۃ و لرسولہ و للمؤمنین[۱]

رد وہابیہ دیوبندیہ:۔ جو کمالات ہم اہلسنت انبیاء و اولیاء بالخصوص حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتے ہیں ان میں یہی کہتے ہیں کہ یہ کمالات اللہ تعالیٰ کے عطاء کردہ ہیں ذاتی نہیں اور یہ عطاء محض ان کی تعظیم وتکریم کے طور ہے لیکن وہابی نجدی دیوبندی اسے شرک سمجھتے ہیں۔ صاحب روح البیان قدس سرہ صدیوں پہلے اس کا فیصلہ فرما گئے فرمایا:

و من ادب من عرف انہ تعالیٰ ھو العزیز ان لا یعتقد لمخلوق اجلالا۔ (روح البیان ص ۵۳۹ ج ۷)

ترجمہ:۔ ادب یہ ہے کہ جو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ عزیز ہے پھر مخلوق کے لیے کوئی ذاتی اجلال کا عقیدہ نہ رکھے۔

حدیث شریف:۔ اسی لیے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس نے غنی کی تعظیم کی محض اس تونگری کی وجہ سے اس کا تہائی دین چلا گیا۔

فائدہ:۔ حضرت ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ دو تہائی دین چلا جاتا ہے کیونکہ تواضع تین چیزوں

---

[۱] اسی طرح اہلسنت دور حاضرہ کے اختلافی مسائل میں آیات کی تطبیق دیتے ہیں فقیر نے اس کے متعلق "احسن البیان فی مقدمہ تفسیر القرآن" میں اس قسم کی چند آیات کا نقشہ دیا ہے۔ شائق مطالعہ کو اسی کو دیکھنا چاہیئے۔

سے ہوتی ہے ا۔

ا۔ زبان سے ۲۔ بدن سے ۳۔ دل سے

جس وقت وہ غنی دولت مند کی تواضع کرے گا تو زبان اور بدن سے لیکن دل سے اس کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتا اسی لیے دو عضوؤں سے تواضع کی تو اس کا دو تہائی دین گیا اگر قلب سے بھی اعتقاد رکھے گا تو پھر کل دین رخصت ہو جائے گا۔

نکتہ:۔ یہی وجہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ہو وہ تمام مخلوق کو حقیر و صغیر سمجھتا ہے اور جو اس کی عظمت کا قائل ہے وہ کسی دوسرے سے عزت و عظمت طلب نہیں کرتا اور یاد رہے کہ عزت و عظمت صرف اللہ تعالیٰ کی طاعت میں ہے اور بس۔

ملفوظ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔ حضرت ذوالنون مصری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر تمام مخلوق مل کر کسی کی عزت کو اس انداز سے بڑھائیں جتنا کہ اس تھوڑی سی طاعت سے نصیب ہوئی تو نہیں بڑھا سکیں گے اور اگر سارے مل کر کسی کی ذلت میں اضافہ کریں جتنا اسے ذلت و مخالفت منجانب اللہ نصیب ہوئی ہے تو کچھ نہ کر سکیں گے۔

حکایت:۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے کسی کو طواف میں دیکھا کہ اس کے طواف کرتے وقت اس کے آگے خدام لوگوں کو ہٹا رہے ہیں پھر میں نے اسے بغداد کے پل پر دیکھا کہ وہ لوگوں کے آگے گداگر بن کر ہاتھ پھیلا رہے ہیں، میں نے اسے گھور گھور کر دیکھا تو اس نے کہا کیا دیکھتے ہو میں نے کہا میں نے تیرے جیسا ایک شخص طواف کے دوران دیکھا تھا جن کے خدام آگے آگے لوگوں کو ہٹا رہے تھے۔ اس نے کہا وہی میں ہوں میں نے غلطی کی وہ مقام تواضع کا تھا میں نے تکبر کیا تو یہ سزا ملی جو دیکھ رہے ہو۔

ولکن المنافقین لا یعلمون:۔ لیکن منافقین نہیں جانتے زیادہ جہالت اور غرور کی وجہ سے اسی لیے وہ اہل ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہیں۔

نکتہ:۔ آیت اول میں لا یفقہون اور اس میں لا یعلمون کہنے کی وجہ تفنن بلاغت ہی ہے اور بس ہاں پہلی آیت میں ان کی بے عقلی و کم فہمی اور دوسری میں ان کی حماقت و جہالت کا بیان ہے۔

فائدہ:۔ برہان القرآن میں فرمایا کہ لا یفقہون کا تعلق و للہ خزائن السمٰوٰت والارض سے ہے اور جس میں وہ اشارہ ہے جس میں سمجھ داری کی ضرورت ہے اور منافقوں میں سمجھ داری

کہاں اور لا یعلمون کا تعلق وللہ العزۃ ولرسولہ الخ سے لیکن منافقین کیا جانیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کو عزت بخشتا اور اعداد کو ذلیل خوار کرتا ہے۔

عاشق رسول بیٹا:۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کا بیٹا تھا۔ اس نے باپ کو گھر میں داخلہ سے روک دیا اور تلوار نیام سے نکال کر دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ زبان سے اقرار کرو اللہ و رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لیے ورنہ میں تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا۔ باپ نے کہا افسوس ہے ایسا کرو گے کہا ہاں جب باپ نے دیکھا کہ یہ جیسے کہہ رہا ہے کر گزرے گا تو کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک عزت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے لیے ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

جزاك الله عن الله وعن رسوله وعن المومنين خيرا۔

تجھے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جملہ اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ جزا دے۔

علم غیب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور منافقین:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ کے قریب ہوتے تو آندھی چلی کہ سواروں کو سواری سے اُتار پھینکتی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مدینہ پاک میں بہت بڑا منافق مرا ہے یہ اُس کی وجہ سے تیز آندھی چلی ہے جیسے آپ نے فرمایا ویسے ہی تھا کہ اسی دن مدینہ پاک میں زید بن رفاعہ مرا تھا وہ منافقین کی جائے پناہ تھا۔ بنو قینقاع کے سرداروں میں تھا اس نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا تھا اسی طرف امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قصیدہ تائیہ میں کہا ہے

وقد عصفت سرايح فاخبر انها

لموت عظيم في اليهود لطيبه

ترجمہ:۔ آندھی چلی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی کہ طیبہ پاک میں ایک بہت بڑا یہودی مرا ہے۔

عبد اللہ بن اُبی کی موت:۔ اس کے بعد تھوڑا عرصہ گزرا کہ عبد اللہ بن اُبی معمولی سی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لیے استغفار کی اور اسے اپنا پیراہن مبارک بھی پہنایا اس پر آیت اُتری من یغفر اللہ لهم (انھیں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا)۔

فائدہ:۔ مروی ہے کہ وہ تبوک کی واپسی کے بعد مرا تھا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم فرمایا ہے بندوں کو مخلوق سے نرمی اور شفقت کا صرف اپنے سے تعلق مضبوط کرنے کی وجہ سے تاکہ مخلوق سے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○
وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۚ
وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ:۔ اے ایمان والو تمھارے مال نہ تمھاری اولاد کوئی چیز تمھیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں اور ہمارے دیئے ہیں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے۔ پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی اور میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا اور ہرگز اللہ تعالیٰ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔

بقیہ صفحہ ۴۲۳:۔ اسی طرح ہوا جس طرح وہ شفیق رحیم ہے یعنی مخلوق کو وہ راہ دکھائیں جو انہیں سعادت تک پہنچائے اور بندے کے ہاتھ میں ہے بھی صرف تبلیغ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وما علینا الا البلاغ۔

سبق:۔ عارف پر لازم ہے کہ وہ اس راستہ کو زیادہ واضح کرے جو بندوں کو اس مقام تک پہنچائے اور راستے کی میل کچیل بندوں سے دور کرے کیونکہ اس مقام تک پہنچانا بندے کا کام تو ہے نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ سے خاص ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا انك لا تھدی من احببت۔ بیشک تو راہ تک نہیں پہنچاتا اسے جس سے تیری محبت ہے رسل کرام علیہم السلام اور ان کے وارثین کا کام ہے۔ بیان اور صاف صاف کہہ دینے کی تبلیغ نہ کوئی اور کام (مقصد تک پہنچانا) ہاں ان کی جزا اسی کی ہے جو دینے والے اور عطا کرنے والے کی اور خیر کی دلالت کرنے والا عمل کرنے والے کی طرح ہے۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۲):۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اور اللہ تعالیٰ کے لیے عزت یعنی قوت اللہ تعالیٰ

اسم اعظم کی ہے اور رسول قلب کی جو آپ مظہر اتم دائم ہیں اور مومنین قوی روحانیہ کے لیے لیکن منافقین نفس اور اس کی خواہشات وصفات ہیں ظلمات ہیں وہ ظلمات میں اپنی ہلاکت اور غفلت میں اپنے ڈوبنے والے کو نہیں جانتے۔

تفسیر عالمانہ

یاایھا الذین اٰمنوا۔ اے سچے ایمان والو۔ لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ۔ تمھیں تمھارے اموال واولاد غافل نہ کر دیں ذکر اللہ سے۔

حل لغات:۔ صحاح میں ہے لہیت (بالکسر) عن الشئ الہی لہیا ولہیانا بمعنی میں نے لاشے کا ذکر چھوڑ دیا اور اس کی روگردانی کی۔ القاموس میں ہے لہا ہچو دعا بمعنی سلا وغفل (غافل ہوا) اور اس کا ذکر چھوڑ دیا۔ تلہی والہاہ کی طرح بمعنی مشغلہ اسے مشغول رکھا ولہوت (بالفتح) بالشئ الھو لہواً یعنی میں اس شے سے کھیلا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تمھیں امور کی تدبیر کے اہتمام اور ان کی مصلحتوں میں غرقابی اور ان سے نفع اٹھانا تمھیں ذکر الٰہی نماز اور وہ جملہ عبادات ہیں سے جو اللہ تعالیٰ کے لیے مذکور ہیں ذکر اللہ مجاز ہے۔ اس سے مراد جملہ عبادات ہیں مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ قلب کا ذکر خوف الٰہی اور ذکر اللسان تلاوت القرآن وتسبیح وتہلیل وتمجید وتکبیر وتعلم علم دین اور اس کی تعلیم وغیرہ اور ذکر بالابدان نماز وجملہ طاعات اور اس سے غفلت کی نہی سے مراد یہ ہے کہ اموال واولاد میں مشغول نہ ہوجاؤ اور نہی کو ان کی طرف متوجہ کرنا مجاز کے طریق سے مبالغہ ہے کہ سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا فلا یکن فی صدرک حرج تو نہ ہو تمھارے سینہ میں تنگی۔ اور یہ قاعدہ اپنی جگہ پہ صحیح ہے کہ مجاز زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا یہ کنایہ ہے کیونکہ لا تلھکم کہہ کر لا تلھوا مراد لینا لازم سے ملزوم کی طرف منتقل ہوتا ہے اور چونکہ منافقین بخیل تھے اسی لیے کہتے تھے لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ اور اولاد اور عشائر سے پیار کرتے تھے اسی لیے ان میں زیادہ مشغول تھے یہی انھیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کی طاعت اور اس کی طاعت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روگردانی کر رہے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فرمایا تم بھی ان کی طرح نہ ہوجاؤ۔

ومن یفعل ذلک۔ اور جو ایسے کرے گا یعنی دنیا سے روگردانی کرکے دنیا اور ماسوی اللہ میں مشغول ہوجائے گا اگرچہ لمحہ بھر۔ او لئک ھم الخاسرون (وہی لوگ بہت بڑے خسارے میں ہیں) اس لیے کہ انھوں نے عظیم اور باقی کو حقیر فانی سے بیچ ڈالا۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی غالب ہو جملہ اشیاء پر اور جملہ آخرت کی نعمتیں اس کے سامنے پیش کی جائیں تو وہ ان کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھے۔

چشم دل از نعیم دو عالم بہ بستہ ایم
مقصود ما نہ دنیا و عقبیٰ تو ئی و بس

ترجمہ: ہم دونوں عالم کی نعمتوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ دنیا و آخرت میں ہمارا مقصود صرف آپ ہی ہیں۔

حدیث شریف: ہر نئے سورج کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں ندا کرتے ہیں سوائے جن و انس کے تمام مخلوق سنتی ہے وہ کہتے ہیں اے لوگو اپنے رب تعالیٰ کی طرف آؤ۔ تھوڑا ہو لیکن باکفایت ہو تو اس زیادہ سے بہتر ہے جو غفلت سے ہو۔

تفسیر صوفیانہ:

تاویلات نجمیہ میں ہے ان کاملین ارباب حقیقی شہودی کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ انہیں فرماتا ہے کہ تمہیں اپنے اعمال صالحہ میں سے نماز و زکوٰۃ و حج و روزہ اور اس اولاد کے احوال جو نتیجہ اعمال سے ہیں یعنی مشاہدات و مکاشفات و مواہب روحانیہ و مطایا ربانیہ سے روگردانی نہ کریں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و اسماء کے ذکر سے اور اس ذکر کا ظہور اعمال و احوال میں ہے اور جو یہ کرتا ہے یعنی مخلوق میں مشغول اور نعمت و منعم سے محجوب ہوتا ہے تو وہ بہت بڑے خسارہ والا ہے اس نے تجارت کا راس المال بھی ضائع کر دیا اور سوائے گھاٹے اسے کوئی نفع بھی نہ ہوا اور وہ مشہود حقیقی سے حجاب ہے۔ بعض نے کہا آیت میں بیان ہے اس کا کہ جو تمکین فی المعرفت کے مرتبہ کو نہیں پہنچا تو اسے دنیا میں اہل و مال اور اولاد پر داخلہ جائز نہیں کیونکہ یہ ذکر الٰہی سے قلوب ذاکرین مشغول رکھنے والے ہیں۔ اور جو معرفت میں صاحب استقامت ہے اور اسے مذکور کا قرب بھی حاصل ہے تو اس کا ذکر قائم بذکر اللہ ہے اسی لیے وہ خطرات مذمومہ اور شاغلات حاجبہ سے محفوظ ہے ہاں ضعفاء تو ہموم دنیا کے دریا سے تو نکل ہی نہیں سکتے اور جس وقت ان ضعیفوں کے قلوب حظوظ و شہوات سے ملتے ہیں تو ان کا ذکر کدورات خطرات سے صاف نہیں ہوتا۔

فائدہ: حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تمہیں تمہاری اولاد و اموال ادائیگی فرائض کو اول اوقات سے مشغول نہ رکھیں کیونکہ جسے یہ مشغول رکھیں گے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت نہ کر سکیں گے تو عروض دنیا سے کوئی شے عارض ہو جائے گی۔ تو خاسرین میں سے ہوگا۔

تفسیر عالمانہ:

وانفقوا مما رزقنٰکم (اور اس سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں عطا کیا) اپنے فضل و کرم سے جو تمہیں بعض رزق عطا کیا جس میں تمہاری کسی جہت کو دخل

بھی نہیں (اگرچہ اسباب کے لحاظ سے تمہارا خیال ہے کہ اسے تم نے کما کر حاصل کیا ہے) اور تمہارا یہ خرچ تمہارا آخرت کا ذخیرہ ہے یعنی حقوق واجبہ کو ادا کرو۔

مسئلہ: یہاں انفاق واجب مراد ہے جیسا کہ ظاہر امر سے معلوم ہوتا ہے۔ (الکشاف تفسیر) لیکن اولیٰ اور مقام کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے۔

من قبل ان یأتی احدکم الموت۔ اس سے پہلے کہ تمہیں موت آئے یعنی دلائل کے مشاہدہ اور نشانات کے معائنہ سے پہلے۔

فائدہ: فاعل پر مفعول کی تقدیم اہتمام کے لیے ہے کہ اور فاعل کی تاخیر سے تشویق ہوگی۔

سوال: من قبل ان یاتی الموت کیوں نہیں فرمایا احدکم کا اضافہ کیوں۔

جواب: اس طرف اشارہ ہے کہ موت ایک ایک کر کے لے جائے گی یہاں تک کہ تم سب کو ختم کر ڈالے۔

فیقول۔ جب موت کی آمد کا یقین ہو جائے گا تو بندہ کہے گا۔ رب۔ اے میرے پروردگار۔

لولا اخرتنی۔ مجھے مہلت کیوں نہیں دیتا۔ لولا تحضیض کے لیے ہے۔ بعض نے کہا لا زائدہ تاکید اور لو تمنی کے لیے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کاش تو مجھے مہلت دیتا الی اجل قریب۔ تھوڑی سی مدت تک۔

فائدہ: حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بندہ کہتا ہے اے میرے مولا مجھے دنیا میں لوٹا اور تھوڑی سی دیر مجھے زندگی دے دے مجھے زیادہ وقت نہیں چاہیئے۔ عین المعانی میں ہے کہ اسی طرح مجھے مہلت دے دے جیسے دنیا میں دی۔ فاصدق۔ تاکہ میں صدقہ دوں اور زکوٰۃ ادا کر دوں اور زکوٰۃ ادا کروں۔ یہ ہمزہ قطعی ہے کیونکہ متکلم ہے اور صاد مشدد ہے۔ یہ دراصل اتصدق از تصدق تھا تا دصاد میں مدغم ہوئی اور منصوب ہے اَن مقدرہ سے کیونکہ تمنی کے بعد فاء واقع ہوئی ہے جبکہ لولا اخرتنی میں تو تمنائیہ ہو۔

واکن من الصالحین۔ اور ہو جاؤں میں صالحین سے۔ مجزوم فاصدق کے محل کی وجہ سے گویا دراصل یوں ہے کہ ان اخرتنی اصدق واکن تھا۔

فائدہ: آیت میں اشارہ ہے کہ صدقہ صلاح وطاعت کے اسباب سے ہے جیسے اس کا ترک فساد و فسق کا سبب ہے۔

فائدہ: تصدق اور ہدیہ میں فرق ہے تصدق ہوتا ہے محتاج کے لیے اس پر رحم کرنے کے ارادہ سے اور ہدیہ محبوب کے لیے ہوتا ہے اس سے محبت و پیار کی وجہ سے اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہدیہ قبول فرماتے تھے صدقہ قبول نہیں فرماتے صدقہ فرض یا نفل۔

حکایت :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اُس نے ادا نہ کی اور جس پر حج فرض تھا اُس نے ادا نہ کیا تو وہ موت کے وقت دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کرے گا کسی نے کہا اے ابن عباس خوف خدا کیجئے یہ تو کفار کے لیے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں تجھے قرآن سے ثابت کردوں آپ نے یہی آیت پڑھ کر سُنائی یا ایھا الذین انفقوا مما رزقناکم من قبل ان یاتی احدکم الموت۔ الی قولہ فاصدق و اکن من الصالحین۔ سائل نے پوچھا کہ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے فرمایا دو سو درم یا اس سے زائد۔ عرض کی حج کس پر فرض ہے فرمایا جس کے پاس زاد و راحلہ ہو۔

مسئلہ :۔ یہ آیت اہل ایمان اور اہل قبلہ کے لیے ہے لیکن کفار پر بھی تعریض سے خالی نہیں کیونکہ دنیا کی طرف لوٹنے کی وہی آرزو کرے گا لیکن دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو صرف کفار سے مخصوص نہیں بلکہ بعض اہل ایمان اعمال میں کوتاہی کرنے والے بھی دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کریں گے۔

مسئلہ :۔ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ آیت میں دلیل ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی بعجلت ضروری ہے کیونکہ موت کی آمد کا ہر گھڑی احتمال ہے اسی لیے بعض مجتہدین نے نماز کو اول وقت پڑھنے کو اختیار اس حدیث شریف پر عمل کرتے ہو کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کا اول وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے کیونکہ نماز میں عجلت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں جلدی کرنا ہے اور نیک عمل میں اہتمام بھی کیونکہ نامعلوم یہی زندگی کی آخری گھڑی ہو۔

ولن یؤخر اللہ نفسًا۔ اور اللہ تعالیٰ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دے گا۔ مطیع ہو یا عاصی چھوٹا ہو یا بڑا[1]

اذا جاء اجلھا۔ اور جب آئے اس کا وقت یعنی اس کا آخری وقت یعنی وہ منتہیٰ کو پہنچ جائے یہ اُس وقت ہے جب اجل سے اول العمر سے تا آخر عمر زمانہ ممتد مراد ہو یعنی جب بندے کی عمر انتہا کو پہنچے تو پھر بڑھائی نہیں جاتی اور نہ کسی کی عمر وقت سے کم ہوتی ہے۔

---

[1] لیکن یہ قانون ہے اور وہ مالک قادر بھی ہے کہ اپنے قانون کو توڑ بھی سکتا ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے وعدہ اور آدم علیہ السلام کے لیے چالیس سال۔ داؤد علیہ السلام کو دینے کے باوجود بھی انہیں چالیس دے دیئے۔ قرآن شاہد ہے کہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت۔ اویسی غفرلہٗ۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

کہ یک لحظہ صورت نہ بندد امان
چو پیمانہ پُر شد بدو ران زمان

ترجمہ :۔ امان کی ایک گھڑی بھی کوئی صورت نہ پائے گی جب دور زمانہ کا پیمانہ چھلک پڑا۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآن فہمی :۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں سے استنباط فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ترسیٹھ سال ہے اس لیے کہ اس سورۃ (منافقین) کا نمبر ۶۳ ہے پھر اس کے بعد سورۃ تغابن ہے یعنی افسوس کے ہاتھ ملنا یعنی ترسیٹھ سال گزرنے پر اے مومنو! افسوس کے ہاتھ ملو گے کہ تمہارا آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے جُدا ہو جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ بعض نے کہا کہ موت دو قسم ہے :۔

(۱)۔ اضطراری یہ ہجوم اور عرف میں مشہور ہے یعنی وہ اجل جو مقرر ہے جس کے لیے فرمایا اذا جاء اجلهم فلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون. جب اُن کا مقرر وقت آئے گا تو نہ انھیں مہلت ملے گی اور نہ وہ وقت سے پہلے یہاں سے جائیں گے۔

(۲)۔ اختیاری وہ حیات دنیا میں ہوتی ہے وہی جس کے متعلق فرمایا۔ ثم قضی اجلا (پھر پورا کیا اجل) یہ موت کسی انسان کے لیے صحیح نہیں ہو سکتی۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی توحید موتی کی طرح نہ مانے کیونکہ جس طرح موتی کے آگے پردے ہٹ جاتے ہیں اس سے بھی پردے ہٹ جائیں اگرچہ کسی وقت بھی یہ پردہ اُٹھے اور یہ سعادت عوام میں اسے نصیب ہوتی ہے جو اسے جانتا ہو جب پردے ہٹ جاتے ہیں تو وہ علم اس کے لیے عین بن جاتا ہے یہی بعید ہے۔

فائدہ :۔ ایسی توحید والا میت ہے لیکن اس میت کی طرح نہیں جو راہ خدا میں شہید ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ عالم برزخ میں نقل تو کرتا ہے لیکن موت سے نہیں (بلکہ شہادت سے) اس معنیٰ پر شہید مقتول تو ہے لیکن میت نہیں اسی طرح وہ ہستی جس نے جہاد اکبر میں اپنے نفس کو قتل کیا اسے جہاد بالنفس کہا جاتا ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ شہادت (حکمی) سے نوازتا ہے اس کے لیے ہی برزخ دنیا میں ہوتی ہے۔ ایسی ہستی کی موت معنوی ہے اور قتل نفس سے اس کی مخالفت مراد ہے۔

تفسیر عالمانہ: واللہ خبیر بما تعملون ۔ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس پر خبیر ہے، اس کی تمھیں جزا و سزا دے گا اگر عمل نیک ہوگا تو جزائے خیر اور اگر عمل بُرا ہوگا تو سزا۔ اسی لیے اے مسلمانوں خیر و بھلائی میں سبقت کرو اور آنے والے وقت کے لیے وقت سے پہلے تیاری کرلو۔

تفسیر صوفیانہ: حضرت قاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایمان کا مطلب ہے ہر شے پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا شدت ہو۔ دنیا اور دنیا والوں میں سے کسی سے بھی محبت کی شدت کا تعلق نہ ہو اور نہ ہی محبت الٰہی کے مقابلہ میں تمھارے قلوب پر غلبہ پا جائیں ورنہ تم ایسے تعلقات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو جاؤ گے پھر جہنم کا ٹھکانہ ہوگا۔ نور الاستعداد فطری کو فانی شے میں جلد سے جلد ضائع کر کے خسارہ میں پڑو گے۔ صحت اور باوجود ضرورت کے مال کو راہِ خدا میں لٹا کر خالی ہو جاؤ تاکہ تمھارے نفس کو فضیلت اور ہیئت نوریہ حاصل ہو لیکن انفاق وہ مفید ہے جو ملکہ سخا اور نفس میں ہیئت تجرد ہو ورنہ موت کے آتے ہی مال تو غیر کا ہو جائے گا تمھارا اس میں حق ختم اسی لیے اب اس کا انفاق مفید نہ ہوا۔ اُس وقت سوائے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا اور مہلت کی تمنا بھی جہالت ہوگی کیونکہ اگر یہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچا اور آخرت پر یقین رکھنے والا ہوتا تو اسے موت کا آنا بھی یقینی ہوتا وہ سمجھتا کہ لامحالہ موت آئے گی اس کا وقت مقرر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے مقدر فرمایا ہے اس کی تاخیر ناممکن ہے تو یہ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا تدارک کرتا اور کسے معلوم کہ انجام کیا ہوگا اسی لیے کہا گیا ہے کہ لوگوں کے لباس کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھا۔ کیا خبر اس کا انجام کیسا ہوگا ؎

مسکین دل من گرچہ فراوان داند
در دانش عافیت فرو ماند

ترجمہ: میرا دل مسکین اگرچہ خوب دانا بینا ہے لیکن انجام کے متعلق یہ بھی عاجز ہے۔

حدیث شریف (۱): حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بندۂ خدا جو زندگی میں ایک درم خیرات دیتا ہے وہ اس سو درم سے بہتر ہے جو موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے۔

حدیث شریف (۲): حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جو موت کے وقت راہِ خدا میں کچھ خرچ کر رہا ہے اس کی مانند ہے جو سیر ہو کر کسی کو ہدیہ دے۔

حدیث شریف (۳): حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ بہتر کون سے صدقہ میں اجر عظیم ہے فرمایا وہ جو

تم اُس وقت خرچ کرو جب تندرست ہو اور طبیعت خرچ کرنے کو نہ چاہے اور فقر و فاقہ کا خطرہ ہو۔ اور غنا (زائد مال) ملنے کی اُمید ہیں ہو اسی طرح مہلت پاتے پاتے وہ وقت آجائے جو رُوح حلقوم کے قریب پہنچ جائے اَب کہو کہ فلاں فقیر کو اتنا دو اور فلاں فقیر کو اتنا یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنے میں اتنی دیر نہ کرو کہ رُوح حلقوم تک آجائے پھر کہتے جاؤ کہ فلاں فقیر کو اتنا دو اور فلاں کو اتنا دو تیری موت پر تو تجھ سے تیرا یہ مال بیگانہ ہو جائے گا۔

حکایت:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عبد اللہ مزنی سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے بہت سا مال جمع کیا جب موت سامنے آئی تو بیٹوں کو کہا میرا تمام مال میرے سامنے لاؤ۔ بہت سے گھوڑے اونٹ آٹا و دیگر بہت سی اشیاء لائی گئیں انہیں دیکھ کر حسرت سے رو پڑا اسے ملک الموت علیہ السلام نے روتے دیکھ کر فرمایا کیوں روتے ہو مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے مال دار بنایا نیز تیرے گھر سے باہر قدم نہ رکھوں گا جب تک تیری رُوح قبض نہ کر لوں۔ عرض کی تھوڑی سی مہلت چاہیئے تاکہ میں سارا مال راہِ خدا میں لٹا دوں فرمایا افسوس کہ مہلت کا وقت اَب تیرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اتنا بڑا وقت گزرا تو کہاں رہا یہ کہہ کر اس کی رُوح قبض کر لی۔

حضرت سلطان ولد قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

بگذار جہاں را کہ جہان آں تو نیست
ویں دم کہ ہمی زنی بفرمان تو نیست
گر مال جہاں جمع کنی شاد مشو
در تکیہ بجان کنی جان آن تو نیست

ترجمہ:۔ جہان کو چھوڑ کیونکہ یہ جہان تیرا نہیں یہ سانس جو نکال رہا ہے یہ بھی تیرے حکم کا پابند نہیں۔ اگر تمام جہان کا مال جمع کر لو گے تو پھر بھی خوش نہ ہو۔ اگر تجھے اپنی جان کا سہارا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ جان تیری نہیں (بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے وہ جب چاہے واپس کر لے)۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ ارادہ روحانیہ سے وجود مجازی خلقی کو خرچ کر دتا کہ تمہیں وجود حقیقی حاصل ہو قبل اس کے کہ تمہارے ہاں بلا ارادہ موت طبعی آئے تو جاہلیت کی موت مر جاؤ پھر تمہیں حیات ابدیہ نصیب نہ ہوگی کیونکہ نفس ہمیشہ جاہل اور اپنے رب سے غیر عارف رہا ہے اور اس میں شک نہیں کہ حیات طبعیہ معرفت الٰہی میں ہے اور نفس طبیعت کی موت اور حیات قلب و روح سے حاصل ہوتی ہے۔ اسے موت ارادی کا کوئی فائدہ نہیں جسے موت

طبعی کے وقت رجوع الی الدنیا کی وجود مجازی بالارادہ اور رضا و رغبت سے خرچ کرنے اور صالحین میں ہونے کا
وجود حقیقی کے قبول کرنے کی تمنا نہ ہو اور ہر وہ جو وجود اضافی کو وجود حقیقی کے قبول کرنے پر خرچ کرنے کے لیے
تیار ہو لیکن احکام شریعت زہراء کے پورے کرنے اور آداب طریقہ بیضاء کے مکمل کرنے کا موقعہ نہ ملا کہ موت
آگئی تو اس کو حجاب و احتجاب پر وقفہ کا امکان نہ ہوگا اس کی مثال اس پیٹ میں ٹھہرے ہوئے بچے کی ہے
کہ اس پر ابھی رُوح کا نور نہ چمکا کہ وقت مکمل ہو گیا (جس سے وہ بچہ بچہ) ہو کر باہر نکلا۔ بس اس کے لیے یہی کہا
جائے گا کہ اس پر ایسا عارض آیا جو اس کو مانع ہوا ورنہ مقصد میں کامیاب ہو جاتا (جیسے اس بچے کے پیاں آفت (تکمیل
میعاد) نہ آتی تو وہ رُوح پاتا اور دنیا میں کامل مکمل ہو کر انسانی رنگ و روپ پاتا)۔

واللہ خبیر بما تعملون۔ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے) کہ کون وجود امکانی کو خرچ کرتا ہے
اور وجود واجبی حقانی کو حاصل کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذا وقعت الواقعۃ لیس لوقعتہا کاذبۃ۔
جب قیامت آئے گی جو اس کے وقوع میں جھوٹ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے وجود کو خرچ کرنے والوں
اور اپنے فضل وجود سے ان سے بنائے جو اس سے مستفیض ہوتے ہیں اور ہمارا خاتمہ ایمان پہ فرمائے بایں طور
کہ ہمیں اعراض عن الغیر کی توفیق بخشے۔ (آمین)

فراغت صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ:- تفسیر سورۃ المنافقین اللہ تعالیٰ معین کی مدد سے اوائل ماہ ربیع الاول شریف ۱۱۱۶ھ میں
مکمل ہوئی۔

فقیر اویسی غفرلہٗ نے تفسیر منافقین کے ترجمہ سے شب سہ شنبہ سوا دس بجے اواخر ربیع الاوّل
یعنی ۲۷ ربیع ۱۴۰۹ھ مطابق ۷، نومبر ۱۹۸۸ء فراغت پائی۔

الحمد للہ علیٰ ذلک وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

انا الفقیر ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ
بہاولپور ۔ پاکستان

سُوْرَةُ التَّغَابُن

اٰیَاتُهَا ۱۸	(۶۴) سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸)	رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ
وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ
مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○
اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ
اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ
تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ز

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝
زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ
لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝
فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ
يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ:۔ سورۃ تغابنؔ مدنی ہے اس میں دو رکوع ۱۸ آیات ۲۴۱ کلمے اور ۱۰۷۰ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اسی کا ملک ہے اور اسی کی تعریف
اور ہر وہ چیز پر قادر ہے وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر اور تم میں کوئی مسلمان
اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور تمہاری تصویر
کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی اور اسی کی طرف پھرنا ہے جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
اور جانتا ہے جو تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ کیا تمھیں ان کی خبر
نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے
یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے
تو کافر ہوئے اور پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا
کافروں نے بکا کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے تم فرماؤ کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے

جاؤ گے پھر تمہارے کوتک تمھیں جتا دیئے جائیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے اُتارا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے جس دن تمھیں اکٹھا کرے گا سب جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار والوں کی ہار کھلنے کا اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس کی برائیاں اُتار دے گا اور اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں کہ وہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ آگ والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں اور کیا ہی بُرا انجام ۔

تفسیر عالمانہ:۔ یسبح للّٰہ ما فی السمٰوٰت ۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں وہ جو آسمانوں روحانیات میں سے ہیں وما فی الارض اور وہ جو زمین میں جسمانیات سے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ان اُمور سے تنزیہ بیان کرتے ہیں جو اس کی جناب کبریائی کے لائق نہیں بلکہ وہ اُمور مخلوق کے لائق ہیں اس تسبیح سے مراد باشارہ ہے یعنی بطریق دلالت اور یہ عام ہے جو ہر ذی حیات اور ہر جماد کو شامل ہے یا تسبیح سے عبادت مراد ہے وہ یہ کہ زبان سے کہا جائے سُبحَانَ اللّٰہ ۔

فائدہ:۔ اہل اللہ کے نزدیک یہ تسبیح ہر دونوں کو عام ہے ۔

اعجوبہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ میں نے کوہ محیط میں مچھلیاں پکڑیں تو وہ پڑھ رہی تھیں : سبحان الملک القدوس رب الاقوات والارزاق والحیوانات والنباتات (پاکی ہے مالک قدوس کو وہ اقوات ارزاق اور حیوانات ونباتات کا رب ہے ۔)

فائدہ:۔ اگر ہر خشک وتر شے میں حیات نہ ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ فرماتے کہ موذن کی اذان کی ہر شے گواہی دے گی ۔

فائدہ:۔ اتنی بے شمار مخلوق ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جانتی ہے اور اس کی طاعت اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں مشغول ہے اور بعض ایسے ہیں جو ایمان لائے اور رسالت کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا ۔ بعض ان میں ایسے ہیں جو ایمان سے محروم رہے اور اس کے حکم کی تعمیل سے اعراض کیا بلکہ امر الٰہی کی تاویل ایسی گھڑلی جو منشائے ایزدی کے سراسر خلاف ہو اور ارادہ یہ کہ وہ بھی مومن ہے حالانکہ ایسے فی الحقیقت مکذبین سے ہیں کیونکہ ایمان کی تعریف از خود گھڑلی اور جو اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا فرمان تھا اس پر اپنے نظریہ کو فوقیت دی ایسے لوگوں کو شاہدہ علین نصیب نہ ہوگا ۔

تفسیر صوفیانہ: بعض مشائخ نے آیت کا معنیٰ یوں بتایا ہے کہ اے انسان تیرا وجود تیرے اختیار کے بغیر تیری تسبیح پڑھتا ہے اور تو اپنے وجود کی تسبیح سے غافل ہے وہ اس لیے کہ تیرا وجود ہر لمحہ اس کے وجود کے ساتھ قائم اور اس کے ہونے کا تیرا وجود محتاج ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان جب تیرا وجود میرے ذکر میں مشغول ہے تو پھر تیری زبان اور تیرا دل میرے ذکر میں کیوں شاغل نہیں۔

فائدہ: حقیقت یہ ہے کہ کوئی وجود اس کے ارادہ و مشیئت کے بغیر متحرک نہیں اور یہ ایسی تقدیس ہے جسے عارف بالوحدانیت کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر عالمانہ: له الملك۔ اس کے لیے ملک دائم لازوال ہے اس کی کمال قدرت اور اسی کے تصرف کا نفاذ ہے اور اسی کو آسمان و زمین کی شاہی مسلّم ہے اسی نے انھیں اور ان کے اندر جملہ اشیاء کو پیدا فرمایا۔ و له الحمد اور اسی کے لیے حامدین کی حمد۔ حمد بمعنی ذکر اوصاف جمیلہ و افعال جزیلہ کے ساتھ ثناء کرنا۔

فائدہ: جار مجرور کی تقدیم تاکیداً اختصاص کی دلالت اور بالکلیہ شبہ کے ازالہ کے لیے ہے اسے لام بھی اختصاص کے لیے آتی ہے خواہ مبتدا مقدم ہو یا مؤخر۔ اب معنیٰ یہ ہوا ہے **حمد صرف اسی کے** لیے اس کے غیر کے لیے حمد ہوتی ہی نہیں کیونکہ وہی ہر شے کا خالق ہے اور ہر شے اس سے قائم ہے اور وہی ہر شے کا نگہبان اور اسی کا ہر شے پر تصرف ہے جیسے چاہتا ہے تمام نعمتوں کے جملہ اصول و فروع کا وہی مالک ہے اگر اس کا بندوں پر انعام نہ ہوتا تو کوئی بھی معمولی سے معمولی شے کے حصول پر قدرت نہ رکھتا اسی لیے اہل ایمان اس کی نعمتوں پر اس کی حمد کرتے ہیں۔ اس کی اولاً آخراً حمد ہے۔

ازالۂ وہم: جو بھی کسی شے کا مالک ہے تو اسی مالک حقیقی سے عاریت کے طور مالک ہے اسی نے اپنے فضل و کرم سے تسلط کی اجازت فرمائی ہے ایسے کسی کی تعریف ہوتی ہے تو وہ بھی اس کی عطا سے ہے کہ اس نے اسے اپنی نعمت بخشی۔ خلاصہ یہ کہ کسی کی ملکیت یا حمد صرف ظاہری لحاظ سے ہے ورنہ درحقیقت اسی کا ہے جو کچھ ہے ؎

با غیر او اضافت شاہی بعد چناں
بریک دو چوب پارہ ز شطرنج نام شاہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لیے شاہی کا اطلاق ایسے ہے جیسے چند لکڑیوں میں سے ایک لکڑی کو شطرنج میں بادشاہ کہا جاتا ہے۔

وھو علی کل شئ قدیر۔ اور وہی ہر شے پر قادر ہے کیونکہ اُس کی ذات کی نسبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسے ہر شے پر قدرت ہو وہی ایجاد و اعدام اور اسقام (بیمار کرنا) ابراء (تندرست کرنا) اعزاز و اذلال اور تبییض و تسوید اور دیگر اُمور متناہیہ پر وہی واحد مطلق قادر ہے۔

مسئلہ :۔ بعض نے فرمایا اللہ تعالیٰ فعل کو پیدا فرماتا ہے اور بندہ اس فعل کا کاسب ہے کسی بندے کو خلق (پیدا کرنا) سے موصوف نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ قدرت علی الکسب سے موصوف کیا جاتا ہے۔

سبق :۔ جو جانتا ہے اللہ تعالیٰ بہت بڑی قدرت و سطوت والا اور اس کی سزا سخت ہے تو وہ کبھی گناہ کی جراٴت نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔

مسئلہ :۔ بندے کو سوال حاجت کے وقت اس کی لطیف نعمتوں کو مدنظر رکھنا چاہیئے اسے اپنی طاعت وعبادت کا بھروسہ نہ کرنا چاہیئے بلکہ وہ طاعت و عبادت بجالانے کو اس کی منّت وکرم سمجھے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مسبحہ (تسبیح کی ہوئی) اور منزہ عن الامثال والانداد والاشکال والانداد ہے۔ کوئی شے قوائے آسمانی روحانی اس کی مثیل نہیں اور نہ ہی زمین کے قویٰ جسمانیہ میں سے اس کی کوئی شے مدمقابل ہے وجود مطلق کا ملک اسی کا ہے وجود مقید میں نعمت کے ظہور پر اسی کی حمد ہے اسی کے لیے ہے ہویت مطلقہ ہے۔ تقیید و اطلاق میں وہی ہر شے کے ظہور کی قدرت والا ہے اور تقیید و اطلاق اسی کا عین ہیں یہ دونوں صرف اعتباری نسبتیں ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ وھو الذی خلقکم۔ اور وہی ہے جس نے تمہاری تخلیق بدیع فرمائی وہی جمیع مبادی کمالات علمیہ عملیہ کو حاوی ہے۔

فمنکم کافر۔ پس تم میں سے بعض اپنے اختیار سے کافر ہوئے۔ اُنہوں نے خود ہی کفر کا عمل کیا جیسا کہ اس کی فطرت کا تقاضا تھا۔ منافق بھی کافر میں شامل ہے کیونکہ اس کا کفر پوشیدہ ہے حالانکہ تم سب پر لازم تھا کہ تم ایمان کو اختیار کرتے اور اس کی نعمتِ تخلیق کا شکر کرتے اسی طرح باقی نعمتوں کا بھی کیونکہ باقی جملہ نعمتیں اسی تخلیق کی نعمت کی فرع میں جو کچھ کیا تم نے خود کیا کیونکہ اس نے تمہیں ہر طرح کی قدرت بخشی پھر تم مختلف شعبے اور مختلف فرقے خود ہو گئے۔

مسئلہ :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ کفر کافر کا اور ایمان مومن کا فعل ہے اور بندے کا اپنا اختیاری عمل ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل مولود یولد علی الفطرۃ (ہر بچہ ایک فطرت پر پیدا ہوتا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا)۔ ثابت ہوا ہر دونوں (مومن و کافر) کو کسب و اختیار حاصل ہے

اور وہ کسب و اختیار بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت کے تحت ہے۔ مومن تو تخلیق کے بعد ایمان کو اختیار کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یونہی تھا اور اس کے لیے یہی مقدر فرمایا اور اسے اس کا علم تھا اور کافر تخلیق کے بعد کفر کو اختیار کرتا ہے اس کے اختیار پر اسے کفر کی قدرت دی اور اسے اس کا علم اسی طرح تھا یہی اہلسنت کا مذہب ہے۔

کیمونسٹ کی تردید:۔ آیت میں دہریہ (کیمونسٹ) کا رد بھی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے منکر ہیں اور وہی اعیان کا خالق و مبدع ہے۔

سنی و معتزلی کا مناظرہ:۔ منقول ہے کہ سُنّی اور معتزلی کا مسئلہ تقدیر پر مناظرہ ہوا۔ معتزلی نے نارنگی درخت سے توڑ کر سنی کو کہا کہ میں نے ہی نارنگی توڑی ہے فلہذا اس میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا کیا دخل۔ سُنّی نے کہا کہ اب اسے جوڑ دیجئے۔ معتزلی مبہوت ہو گیا۔

خلاصہ جواب:۔ معتزلہ کا مذہب ہے بندہ اپنے فعل کا خود خالق ہے۔ اہلسنت اس کے برعکس کہتے ہیں کہ بندہ کاسب ہے خالق نہیں کیونکہ تخلیق و قدرت کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ فعل کی ہر دونوں ضدوں پر قدرت رکھتا ہو جیسے معتزلی نے کیا کہ درخت سے نارنگی کو توڑ دیا لیکن اس کے جوڑنے کی قدرت اسے حاصل نہ تھی۔

سبق:۔ ادب اسی میں ہے کہ جب یقین ہے کہ خلق و ایجاد میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں پھر لازم ہے کہ بندے کے کسب کا بھی انکار نہ کیا جائے اور نہ ہی امر و نہی کے ابطال شرع کے احکام کا انکار کرے اور نہ ہی یہ کہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ پر اس میں کوئی حجت ہے۔

حکایت:۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ انہیں ملائکہ کے قول اتجعل فیہا من یفسد فیہا کی جسارت سے تعجب ہوئی پھر خود فرمایا تعجب کی کیا بات ہے کیونکہ اسی ذات نے خود انہیں بولنے کی قدرت دی۔ اس بزرگ کا یہ قول یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو فرمایا بزرگ نے سچ کہا کہ واقعی اس ذات نے ہی انہیں بولنے کی قدرت دی لیکن پھر اس کریم نے انہیں کیسی حکمتِ بالغہ سے خاموش کیا۔

سبق:۔ اس سے ثابت ہوا کہ مجرد تخلیق حق بندے کو کسب کی ملامت سے عذر کا سبب نہیں۔

ومنکم مؤمن - اور تمہارے بعض ایمان کو اختیار کرنے والے اور اس کے کاسب ہیں اس میں کبیرہ گناہ کا مرتکب بھی داخل ہے اگرچہ وہ اپنے اس گناہ سے تائب بھی نہ ہو ایسے ہی بدعتی کہ جس کی بدعت

مدکفر میں نہ پہنچی ہو۔

نکتہ:۔ کفر کی تقدیم یہاں اس لیے مناسب ہے کہ یہ مقام توبیخ ہے۔

دوزخی اور بہشتی کی تعداد:۔ اللہ تعالیٰ موقف (محشر) میں آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ بعث النار کو نکالیے یعنی ناریوں کے مابین امتیاز کیجئے عرض کی بعث سے کیا مراد ہے فرمایا بعث سے عدد مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنمی ہیں قرآن مجید فرماتا ہے ولکن اکثر الناس لا یؤمنون۔ اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور فرمایا وقلیل من عبادی الشکور۔ میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں اور ایمان شکر کے شعبوں میں سے عظیم تر شعبہ ہے۔

حکایت:۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ دُعا کر رہا تھا اللّٰھم اجعلنی من القلیل (اے اللہ مجھے قلیل میں سے بنا۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیسی دعا ہے اس نے عرض کی میں نے اللہ تعالیٰ سے سُنا ہے وہ فرماتا ہے وقلیل من عبادی الشکور۔ میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کل الناس اعلم من عمر۔ تمام لوگ عمر سے بڑے عالم ہیں۔[1]

صاحب روح البیان کی تصریح سے شیعہ کی تردید: فقیر (صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کسر نفسی پر محمول ہوگا کہ اُنہوں نے اپنے علم و معرفت کو معمولی و حقیر ظاہر فرمایا جیسا کہ کاملین کی عادت ہے ان کا ایسا کرنا اِن کے دین و معرفت کے کمال کے منافی نہیں اور نہ ہی ان کی خلافت پر اس جملہ سے طعن و تشنیع ہو سکتی جیسا کہ طوسی خبیث (شیعوں کا ایک مجتہد) نے اپنی کتاب " التجرید " میں طعن کیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بنی آدم کے مختلف طبقات ہیں:۔

(۱) مومن پیدا ہوتے ہیں مومن زندہ رہتے ہیں اور مومن مرتے ہیں۔

(۲) کافر پیدا ہوتے ہیں۔ کافر زندہ رہتے ہیں کافر مرتے ہیں۔

(۳) مومن پیدا ہوتے ہیں مومن زندہ رہتے ہیں کافر مرتے ہیں (معاذ اللہ)۔

---

[1] یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کسر نفسی کی دلیل ہے ورنہ حضرت عمر کے علم کا کیا کہنا لیکن افسوس کہ شیعہ بارٹی ان حضرات کی کسر نفسی کے مضامین کو عیوب میں شمار کرتے ہیں اسی قبیل سے لولا لھلک عمر (اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا)۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب " آئینہ شیعہ مذہب " میں دیکھئے۔ اویسی غفرلہٗ۔

(۴) کافر پیدا ہوتے ہیں کافر زندہ رہتے ہیں مومن مرتے ہیں۔

اعجوبہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ بہت سے بندے اللہ کو طلب کرتے ہیں لیکن وہ انہیں رسوا کرتا ہے اور بہت سے بندے اُس سے دُور بھاگتے ہیں لیکن وہ خود انہیں قریب کرتا ہے۔

حکایت:۔ حضرت ابراھیم خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں ایک بار جنگل میں تجرید کا مقام طے کرتا ہوا جا رہا تھا ایک بوڑھے کو دیکھا جس پر سر پر درویشانہ کلاہ اور نہایت زاری سے رو رہا تھا۔ میں نے کہا بھائی تم کون ہو اور زاری سے کیوں گریہ کر رہا ہے کہا میں ابومرہ (ابلیس) ہوں اور روتا اس لیے ہوں کہ میرے جیسا بدبخت اور کون ہو سکتا ہے چالیس ہزار سال میں نے عبادت کی اور اس عالم میں مجھ سے بلند مقام والا اور کوئی نہیں تھا لیکن تقدیر الٰہی دیکھئے کہ میرے لیے حکم غیبی یہی ہوا جو تم دیکھ رہے ہو فلہذا اے ابراھیم اپنی عبادت و طاعت پہ غرہ نہ ہونا سب کچھ اسی کے اختیار اور اس کی عنایت پر موقوف ہے مجھے دیکھئے کہ مجھے فرمان ہوا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کیجئے۔ میں نے انکار کیا اور آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس درخت کا پھل نہ کھانا لیکن انھوں نے کھا لیا۔ ان پر عنایت ایزدی ہوئی ان کا عذر قبول ہوا ان کی لغزش حساب میں نہیں لائی گئی اور مجھ پر عنایت نہ ہوئی میری سابقہ عبادت کو خطا میں لکھا گیا ؎

من لم یکن للوصال اھلا
فکل احسانہ ذنوب

ترجمہ:۔ جو وصال الٰہی کے لائق نہیں ہوتا اس کی نیکیاں بھی گناہ لکھی جاتی ہیں۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ کے مندرجہ ذیل شعر کا بھی یہی نکتہ ہے ؎

ہر کہ در سایہ عنایت اوست
گنہ اش طاعت است دشمن دوست

ترجمہ:۔ جو کوئی اس کے عنایت کے سایہ میں ہے اس کے گناہ بھی طاعت ہیں اور دشمن دوست۔

واللہ بما تعملون بصیر:۔ اور تم جو عمل کرتے ہو اسے اللہ دیکھتا ہے اس کی تمہیں جزا دے گا پس تم پر لازم ہے کہ تم ایمان و طاعت کی جدوجہد کرو اور کفر اور ان اعمال و عصیان سے بچو جو تمھیں تباہ و برباد کریں گے۔

فائدہ صوفیانہ:۔ حضرت قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب انسان کو اُس وقت ہے جبکہ عالم ظہور میں نہیں آیا تھا اُس وقت سے ان کا مومن و

کافر بنایا اور ازل سے انھیں ایمان و کفر کی صفت سے موصوف فرمایا پھر جب عالم ظہور میں آئے تو انھیں اسی طرح ظاہر فرمایا جیسے ازل میں تھے اور انھیں اپنے علم ازلی کی خبر دی کہ تم اپنے اختیار سے ایسے کرو گے۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر عمل کو جانتا ہے لیکن قدرت کے باوجود سزا نہیں دیتا بلکہ اُلٹا گناہ و خطا بخش دیتا ہے ہاں جس پر ازلی تقدیر غالب ہے اسے وسائل کے باوجود اپنے قریب نہیں ہونے دیتا اور جسے اپنی درگاہ سے دُور کرتا ہے اسے اس کی جد و جہد کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

حکایت:۔ بعض مشائخ کو معلوم ہوا کہ فلاں یہودی نے مرتے وقت وصیت کی کہ اسے بیت المقدس میں دفن کرنا۔ بزرگ نے فرمایا وہ ازلی تقسیم کا مقابلہ کر رہا ہے کیا اسے معلوم نہیں کہ اگر اسے جنت الفردوس میں بھی دفن کیا جائے تب بھی ازلی تقسیم پر اسے جہنم وہاں سے بھی اپنے اندر کھینچ لے گی۔

انسان کی اقسام:۔ انسان چار قسم ہیں:۔

(۱) اصحاب السوابق وہ جن کا غور و فکر اسی مطابق رہتا ہے جس پر ازل میں اللہ تعالیٰ نے لکھا اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو ہماری جد و جہد تبدیل نہیں کر سکتی۔

(۲) اصحاب العواقب وہ جو ہمیشہ کفر پہ زندگی بسر کرتے ہیں اور اسی کفر پر ان کی مہر لگی ہے اور امور کے نتائج خاتمہ پر ہوتے ہیں لیکن انجام مخفی ہے اسی لیے مشائخ نے فرمایا کہ اپنی زندگی کے اچھے لمحات پر مغرور نہ ہونا چاہیئے کیوں کہ ان کے اندر پوشیدہ آفات ہیں۔

(۳) اصحاب الوقت وہ لوگ جو سوابق کا فکر کرتے ہیں نہ لواحق یعنی انجام کا بلکہ وہ ہر وقت مراعات اوقات اور امور تکلیفیہ کی ادائیگی میں مشغول رہتے ہیں اسی لیے عارف کو ابن الوقت کہا گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:۔

الصوفی من لا ماضی له ولا مستقبل

صوفی وہ ہے جس کا نہ ماضی نہ مستقبل۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق
نیست فردا گفتن از شرط طریق

ترجمہ:۔ اے رفیق صوفی ابن الوقت ہوتا ہے طریقت میں فردا (کل) کہنے کی کوئی شرط نہیں۔

(۴) وہ لوگ جن پر ذکر حق غالب ہے وہ رعایت اوقات کے بغیر ہر وقت مشاہدہ میں مشغول ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:- خلقکم۔ تمھیں پیدا فرمایا یعنی تم پر تعینات جنسیہ و نوعیہ و شخصیہ کی تقیید و انحصار کے بغیر تجلی ڈالی۔ آیت ہویت مطلقہ کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں نہ نسبتیں ہیں نہ اضافات۔

فمنکم کافر:- پس تمھارے بعض ان تعینات میں سے کافر ہوئے یعنی وہ حق مطلق کو خلق مقید سے چھپاتے ہیں۔ طعن و تشنیع کے ڈر سے تفرقہ کی باتیں کرتے ہیں۔

و منکم مؤمن۔ اور ان تعینات میں سے بعض تمھارے مومن ہوئے کہ وہ خلق میں حق کے ظہور پر ایمان لاتا ہے اور خلق کو حق میں چھپاتا اور جمعیت کی بات کرتا ہے تاکہ کاشفین بالحقائق مانوس ہوں۔

واللہ بما تعملون بصیر۔ (اور اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے جو طعن کرنے والے کے طعن کو دفع کرتے ہوئے حق کو خلق میں چھپاتا ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو واجد طالب کو مانوس کرنے کے لیے خلق کو حق میں چھپاتا ہے۔

تفسیر عالمانہ:- خلق السموٰت والارض بالحق۔ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حکمت بالغہ سے پیدا فرمایا اور اس کی حکمت مصالح دینیہ و دنیویہ کو متضمن ہے۔ السموٰت سے ساتوں آسمان اور الارض سے ساتوں زمینیں مراد ہیں جیسا کہ بعض دوسرے مقامات پہ تصریح موجود ہے کما قال اللہ تعالیٰ خلق سبع سموٰت طباقا۔ اور فرمایا خلق سبع سموٰت و من الارض مثلھن۔

سوال:- کیا وجہ ہے کہ ایسے مقامات پر عرش و کرسی کا ذکر نہیں حالانکہ وہ عظمت میں آسمانوں اور زمینوں سے بڑھ کر ہیں۔

جواب:- اگرچہ وہ بھی آسمانوں میں سے ہیں کیونکہ آسمان فلک کو کہتے ہیں اور فلک ایک جسم شفاف محیط بالعالم ہے اور عرش و کرسی احاطہ میں تمام افلاک سے وسیع تر ہیں لیکن چونکہ ان کے آثار غیر ظاہر اور غیر مکشوف ہیں بخلاف آسمانوں اور زمینوں اور اُن کے مابین کے کہ وہ مخاطبین مکلفین کو قریب تر اور اُن کے حالات انھیں کچھ نہ کچھ معلوم ہیں اور بعض منافع سے انھیں آگاہی حاصل ہے۔ اسی لیے مشہور ہے کہ سورج سے میوہ جات پکتے ہیں اور چاند سے رنگ پاتے ہیں اور ستاروں سے ذائقہ پیدا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ علاوہ ازیں آسمانوں اور زمینوں کا تغیر اظہر ہے اسی لیے ان کی عظمت کے باوجود تغیر کو قبول کرنا دلائل قدرت الٰہی کے لیے

واضح تر ہے اور فرمایا کل یوم هو فی شان اور اکثر شئون کا ظہور عالم کون و فساد میں ہوتا ہے اور عالم کون و فساد یہی آسمان اور زمین ہیں کیونکہ یہ عنصریات میں سے ہیں بخلاف عرش و کرسی کے کہ وہ طبعیات میں سے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ فنا پذیر نہیں ہیں۔

وصورکم فاحسن صورکم۔ فا، تفسیر یہ ہے یعنی تمھاری بہتر اور احسن تصویر کھینچی اور تمھیں احسن تقویم میں پیدا فرمایا اور تمھارے اندر وہ قوائے ظاہرہ و باطنہ ودیعت (امانت) رکھے کہ جن پر جمیع کمالات ظاہرہ و باطنہ کا دار و مدار ہے۔ اور تمھیں بہترین مصنوعات سے مزین فرمایا اور تمھیں اپنے عجائب کے خصائص کا خلاصہ بنایا بلکہ اس دنیا میں تمھیں جملہ مخلوقات کا نمونہ بنایا خلاصہ یہ کہ تمھارے جیسا حسین و جمیل تشکیل اور کسی کو نہیں بنایا اسی لیے انسان آرزو کرے گا کہ وہ اسی صورت پر رہے اسے کوئی اور شکل و صورت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہی تمام جملہ صورتوں سے حسین تر صورت ہے۔ یہ انسان کی حسن صورت کا کتنا بڑا عجیب ہے کہ قد سیدھا اور موزوں جوڑ اور معتدل جسم۔ یہ اس کے شان کے منافی نہیں کہ بعض صورتیں بعض صورتوں کی بنسبت قبیح ہوتی ہیں کیونکہ حسن جمال خلق کو کہا جاتا ہے اور خلق کے مختلف مراتب ہیں اسی لیے بعض حکماء نے فرمایا کہ دو چیزوں کی کوئی حد و غایت نہیں ۱. حسن ۲. بیان

اور انسان میں جمال معنی اور اچھی خصال باکمال ہیں ؎

(۱) بدرون تست مصرے کہ توئی شکرستانش
چہ غمست اگر زبیروں مدد شکر نداری

(۲) شدۂ غلام صورت بمثال بت پرستاں
تو چو یوسفی ولیکن سوئے خود نظر نداری

(۳) بخدا جمال خود را چو در آئینہ بینی
بت خویش ہم تو باشی یکے گزر نداری

ترجمہ: (۱) تیرے اندر شہر ہے کیونکہ تو ہی اس کا خزانہ ہے کیا فکر ہے اگر باہر سے شکر نہیں ملتی۔

(۲) بت پرستوں کی طرح ظاہری صورت کے غلام بن گئے ہو تو خود یوسف جیسا حسین ہے لیکن تو اپنے آپ کو دیکھتا نہیں۔

(۳) بخدا جب تم اپنے جمال کو آئینہ میں دیکھو تو تم خود محبوب ہو تجھے کسی دوسرے کی حاجت ہی نہیں۔

فائدہ :۔ ظاہری حسن نہ ہو کوئی حرج نہیں۔ معنوی حسن ضروری ہے کیونکہ وہی اصلی حسن ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پہ بنایا یعنی صورت الٰہیہ جسے صفات علیا اور اسماء حُسنیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ ظاہر حسن تو کافر کو بھی حاصل ہے ؎

رہ راست نہ بالائے راست
کہ کافر ہم از روئے صورت چو ماست

ترجمہ :۔ سیدھا راستہ چاہیئے سیدھا قد ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ کافر بھی ظاہری صورت کے لحاظ سے ہمارے جیسا ہے۔

ازالۂ وہم :۔ کبھی کافر میں اچھی سیرت اور بہترین عادات پائے جاتے ہیں جیسا نوشیرواں کا عدل اسی لیے احسن سیرت کے ساتھ ایمان کی قید لگائی ہے کیونکہ ایمان جملہ سیرتوں میں سے ایمان احسن سیرۃ ہے۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا جس میں عدل کی صفت ہو وہی بادشاہ ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب الٰہی سے اسے نہ نوازا ہو اس لیے کہ بعض ایسے بادشاہ بھی ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کے بغیر اپنی اہلیت پر اس عہدہ و مرتبہ کے لائق ہو جاتے ہیں تو انھیں ملک عادل کہنا جائز ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ولدت فی زمن العادل۔ میں عادل بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا یعنی کسریٰ کے زمانہ میں۔

فائدہ :۔ اسے بادشاہ بھی کہا گیا ہے اور اسے عدل کی صفت سے بھی موصوف کیا گیا ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اس کا عدل شرع الٰہی کے مطابق نہ تھا لیکن چونکہ اس نے عدل کا حق ادا کر دیا اسی لیے وہ عدل کے لحاظ سے نائب حق فی الارض کہلانے کا حق رکھتا ہے اگرچہ یہ نیابت حجابات کے طور ہو گی۔ ایسے ہی بعض بادشاہ ایسے بھی ہیں جو عدل قائم نہ کر سکے جیسے فرعون اور دیگر وہ بدبخت جنہوں نے حدود الٰہی کو توڑا اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ مقابلے کیے۔ انہیں نہ تو پیغمبران خدا جیسا عہدہ نصیب ہوا علی ہذا ہی نائبین الٰہی یعنی عادل بادشاہوں کا۔ بلکہ ایسے لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔

فائدہ صوفیانہ :۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سب سے احسن صورت وہ ہے جو کُن کی ذلت سے آزاد ہوئی اور اس کی تصویر کشی اللہ تعالیٰ نے خود اپنے مبارک ہاتھ سے فرمائی اور اپنی رُوح اس میں پھونکی اور ایسے شواہد نعت کے لباس سے ملبوس فرمایا اور اسے

تعلیم کے زیور سے مزین فرمایا اور اسے مقربین ملائکہ سے سجدے کرائے۔ اور اسے اپنی جوار میں جگہ دی اور اس کے باطن کو معرفت سے آراستہ فرمایا اور ظاہر کو بھی مختلف خدمات سے نوازا۔

فائدہ:۔ فاحسن صورکم کے خطاب میں جمع کا صیغہ بوجہ انسان کے انواع پر ہے کیونکہ رومی کی صورت ہندی کے صورت جیسی ہے وغیرہ وغیرہ۔

تفسیر عالمانہ:۔ والیہ المصیر۔ اور نشاۃ ثانیہ یعنی قیامت میں اُسی کی طرف رجوع ہے اس کے غیر کی طرف رجوع نہیں نہ بالاستقلال نہ بالاشتراک تو تم اپنی اندرونی حالات کو درست کرو اور اپنے مشاعر و قویٰ کو ان اُمور میں استعمال کرو جن کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان پر تمہیں انعام عطا فرمائے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم غلطی کرو تو پھر انتقام کی زد میں آجاؤ۔ دنیا کی بہت سی حسین صورتیں قیامت میں بدشکل بنادی جائیں گی صرف ان کی اندرونی غلطیوں کی وجہ سے لیکن دنیا کے بہت سے قبیح چہرے آخرت میں ان کی باطنی صفائی کی وجہ سے حسین و جمیل بنائے جائیں گے ؎

چہ غم ز منقصت صورت اہل معنی را
چو جان از دم بود کو تن از حبش می باش

ترجمہ:۔ اہل معنی کو اپنی ظاہری صورت کے نقص کا غم نہیں ہوتا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں جب رُوح رومی (حسین) ہے تو پھر جسم حبشی (قبیح) ہو تو کیا حرج ہے۔

فائدہ:۔ احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت میں کافر کی ایک داڑھ جبل اُحد کے برابر ہوگی اور اس کا جسم تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا ایسے ہی اس کی صورت بگاڑ دی جائے گی اور ہر عضو اپنی حالت سے پھر جائے گا مثلاً اُوپر کا لب موٹا ہو کر سر کے درمیان تک اور نچلا بڑھ کر ناف تک پہنچ جائے گا مثلاً بہشتیوں کے چہرے کی چمک چودھویں کے چاند جیسی ہوگی یا اس ستارے کی طرح چمکے گا جو آسمان میں سب سے زیادہ چمکیلا سمجھا جاتا ہے۔ قیامت میں بہشتیوں کے جسم پر بال نہ ہوں گے۔ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوگا۔ تینتیس (۳۳) سال کے نوجوان نظر آئیں گے۔ اہل لطافت کو مبارک ہو اور اہل کثافت پر افسوس۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اللہ تعالیٰ نے کلیات سموٰت و جزئیات ارض کو مظہریت حق پر پیدا فرمایا ہے جیسے ان کی استعداد تھی لیکن انسانوں کی صورتوں کے مظاہر پر اپنے اسماء و صفات کے ساتھ متجلی ہوا اسی لیے انسانوں کے لیے فرمایا فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

یعنی تمھاری صورتوں کو احدیت جمع جمیع مظہریات بنایا وہ مظہریات جمیع مظاہر سماویہ علویہ و ارض سفلیہ کی جامع ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ان اللّٰہ خلق ادم علی صورتہ۔ بیشک آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یعنی عنوان خلق میں اسم جامع کو وارد فرمایا اس میں اسی جمعیت کی طرف اشارہ ہے اس معنیٰ پر انسان کا مرجع اس ہویۃ کی طرف ہے جو جمیع ہویات کی جامع ہے ہاں ان میں فرق تجلی و استتار و فعل و قوت کی وجہ سے ہے۔ اس لیے اہل حق کہتے ہیں کہ جو اہل حجاب ہو اس کے لیے لائق ہے کہ وہ اہل کشف کے کمالات کا دعویٰ نہ کرے وہ اس تفاوت مذکور کی وجہ سے ایسے فرماتے ہیں۔

سبق :۔ اس بندۂ خدا پر افسوس ہے کہ اس کے اندر جو اللہ تعالیٰ کے مخفی خزانے ہیں انہیں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا کیونکہ جو ان خزانوں کو حاصل کر لیتا ہے اسے کسی شے کی ضرورت نہیں رہتی اس کا افسوس تو اس لیے ہے کہ اس نے مغز کو چھوڑ کر چھلکے پر اکتفا کیا ہے حالانکہ اسے مغز کے حاصل کرنے کی استعداد بھی ہے اور اس کے حصول کا امکان بھی ہے لیکن وہ گڑھے میں پڑا ہوا ہے حالانکہ اسے عروج و ترقی کے اسباب حاصل ہیں ؎

چہ شکرہاست دریں شہر کہ قانع شدہ اند

شاہبازان طریقت بمقام مگسے

ترجمہ :۔ کتنے بہت بڑے میٹھے خزانے اس شہر میں ہیں لیکن شاہبازان طریقت مقام مگس (مکھی) پر قناعت پذیر ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ یعلم ما فی السمٰوٰت والارض (اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے کلیہ و جزئیہ اور احوال جلیہ و خفیہ ہیں۔ یعلم ما تسرون وما تعلنون اور جانتا ہے وہ امور جو تم آپس میں چھپاتے ہو اور وہ جو تم ظاہر کرتے ہو۔

سوال :۔ یہی مضمون تو سابقاً گزرا ہے پھر اعادہ کی کیا ضرورت ہے۔

جواب :۔ چونکہ اسی مضمون میں جزاء کا دار و مدار ہے اس لیے اس کی تصریح ضروری تھی اور اس میں وعدہ وعید کی تاکید ہے۔

فائدہ :۔ برہان القرآن میں لکھا ہے کہ ان سورتوں میں تسبیح کا تکرار اہل ارض و اہل سماء کی کثرت و قلت اور قرب و بعد اور طاعت و معصیت کی وجہ سے ہے۔ ما تسرون وما تعلنون میں بھی اختلاف کی یہی وجہ ہے کیونکہ وہ آپس میں نقیضین ہیں اور ما فی السمٰوٰت والارض کا تکرار نہیں اس لیے کہ ان کے علوم کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور علم الٰہی ایک ہی جنس ہے اور اس پر کوئی شے مخفی نہیں

اور تکرار مختلف اجناس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ واللہ علیم بذات الصدور۔ اور اللہ تعالیٰ کا علم ان تمام اسرار کو محیط ہے جو لوگوں کے سینوں میں چھپا ہوا ہے کوئی شے بھی اس کے علم سے خارج نہیں ہو سکتی پھر اس سے وہ باتیں کیسے اوجھل ہو سکتی ہیں جو یہ لوگ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں یعنی وہ جملہ پوشیدہ انکار و خواطر کو خوب جانتا ہے۔

فائدہ: اسرار مخفیہ و افکار خفیہ کو مافی الصدور سے صرف پوشیدگی مناسبت سے کہا گیا ہے اور اسی معمولی ملابسات کی وجہ سے اشیاء کو ایک دوسری سے تشبیہ دی جاتی ہے جیسا کہ مشہور ہے۔

نکتہ: آیت میں اظہر سے اخفیٰ کی طرف ترقی کی گئی ہے کیونکہ زمین و آسمان اظہر اور اس کے اندر کے امور مخفی اور وہ باتیں جو لوگوں کے سینوں میں چھپی ہوئی ہیں جو ابھی ظاہر نہیں ہوئیں۔ اخفیٰ نہیں اس میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے علیت حکم کا اشارہ اور جملہ کے مستقل ہونے کی تاکید ہے۔

نکتہ: صفتِ قدرت کا ذکر پہلے اور صفت علم میں اشارہ ہے کہ مخلوقات پر قدرت کا تعلق بالذات اور علم کا بعض وجوہ سے ہے وجوہ ظاہرہ تو یہی ہم دیکھ رہے ہیں آسمان اوپر ہے اور زمین نیچے اور وجوہ باطنہ یہ کہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ آسمان متحرک اور زمین ساکن ہو لیکن اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

فائدہ: متکلمین کے اللہ تعالیٰ کے علم کے اثبات میں دو مسلک ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا فعل متقن یعنی مستحکم ہے وہ خلل کے جملہ وجوہ سے پاک ہے اور وہ بے شمار حکمتوں و مصلحتوں پر مشتمل ہے اور قاعدہ ہے کہ جس کا فعل مستحکم ہو وہ عالم ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ بالقصد و الاختیار فاعل ہے کہ بعض ممکنات بعض خاص طریقوں سے مخصوص ہیں اور یہ علم کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: ما تسرون میں علمائے ظاہر یعنی حکماء و متکلمین اور اُن کے علوم فکریہ نظریہ کی طرف اشارہ ہے اور ان کے مخفی اُمور سے اُن کے وہ عقائدہ فاسدہ و مقاصد کاسدہ مراد ہیں جو عوام سے چھپائے پھرتے ہیں اور وما تعلنون میں علمائے باطن یعنی مشائخ و صوفیاء کرام اور ان کے معارف و مواجیہ ذوقیہ کشفیہ مراد ہیں اور ان کے ظاہر کرنے سے ان کی کرامات و خوارق عادات مراد ہیں اور واللہ علیم بذات الصدور کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہر ایک کے ہر اس عمل کو بھی جانتا ہے جسے ان کے قلوب و صدور سے تعلق ہے یعنی ریاء و اخلاص اور حق کو باطل کو۔

تفسیر عالمانہ:

الم یأتکم۔ اے کافرو کیا تمھارے ہاں نہیں آئی۔ الف استفہام اور لم جحد کے لیے ہے اس میں تحقیق کا معنیٰ ہے۔
نبأ الذین کفروا۔ ان لوگوں کی خبر جنھوں نے کفر کیا یعنی نوح علیہ السلام کی قوم اور ان کے بعد والوں

کی خبر یعنی وہ اُمتیں جنہوں نے کفر پر اصرار کیا من قبل تمہارے سے پہلے اس کا تعلق کفروا سے ہے یا اس سے قبل
از وقت مراد ہے یا اس عصیان وعداوت سے پہلے مراد ہے اس معنیٰ پر یہ الم یأتکم کی ظرف ہے ۔ فذاقوا وبال امرھم
اس کا کفروا پر عطف ہے اور ذوق اگرچہ تعارف میں قلیل کے لیے ہے لیکن کثیر کے لیے مستعمل ہوتا ہے ۔ الوبال بمعنی
الثقل اور کسی امر میں شدت اور الوبل والوابل بارش موسلادھار الطل (شبنم) (ہلکی بارش) کے بالمقابل بارش
اور امرھم سے ان کا کفر مراد ہے ۔ اس کی جمع اُمور آتی ہے اور ان کے کفر کو امر سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو
کہ یہ امر (کفر) نہایت سخت اور ہولناک ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اُنھوں نے دنیا میں بلا تاخیر اپنے کیے کی سزا پائی اور
اس سزا کو ایسے محسوس کیا جیسے کوئی کسی شے کو چکھے اور اس کا ذائقہ اسے محسوس ہوتا ہے جیسے ان میں کوئی طوفان میں غرق
ہوا تو کوئی سخت آندھی کی لپیٹ میں آیا۔

نکتہ :۔ عذابِ دنیا کو ذوق سے اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ جیسے ایک چکھی ہوئی شے ایک معمولی سمجھی جاتی ہے ایسے
ہی دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں لاشے اور حقیر ہے اسی لیے فرمایا ولھم عذاب اور
آخرت میں ان کے لیے عذاب ہوگا الیم دردناک یعنی ایسا درد اور تکالیف سے بھرپور کہ جس کا اندازہ نہیں ہو
سکتا۔

مسئلہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ یہ دنیوی عذاب ان کے گناہوں کا کفارہ نہیں ورنہ انھیں عذابِ آخرت نہ ہوتا بخلاف
اہل ایمان کے کہ انھیں جو کچھ دنیا میں دکھ اور درد پہنچتا ہے وہ ان کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے جیسا کہ احادیث
صحیح میں وارد ہے۔

ذلک ۔ وہ عذاب جو مذکور ہوا یعنی جسے کافروں نے دنیا میں چکھا اور وہ جو آخرت میں چکھیں گے ۔ **بانہ**
بسبب اس کے کہ **کانت** ، **تاتیھم رسلھم بالبینات** لاتے تھے ان کے ہاں رسل کرام علیہم السلام معجزات
فقالوا ۔ اس کا عطف **کانت** پر ہے تو اُنھوں نے کہا **ابشر** کیا ہمارے جیسے بشر **یھدوننا** ہمیں ہدایت
دیں گے یعنی مذکورہ قوم میں سے ہر قوم نے یہی کہا کہ کیا رسول جو ہمارے ہاں معجزات لے کر آئے ہیں یہ تو ہمارے
جیسے بشر ہیں تو انہوں نے ہمیں کیا ہدایت دینی ہیں کیونکہ یہ تو ہمارے جیسے ہیں گویا وہ اس قاعدہ کے
منکر تھے کہ آدمی اور بشر رسول ہو اور وہ ہمیں اللہ تعالیٰ یا دین کی راہ دکھائے جیسا کہ ثمود نے کہا اَبَشَرًا
مِنَّا واحدا نتبعہ ۔ یہ ہمارے جیسا ایک بشر ہے تو کیا ہم اس کی اتباع کریں ۔

فائدہ :۔ **بانہ** میں با ملابست یا تعدیہ کی ہے۔

اعجوبہ :۔ وہ لوگ کتنے جاہل تھے کہ اُنھوں نے رسالت کے لیے بشریت کا انکار کر دیا لیکن پتھروں
اور ڈھیلوں کو معبود مان لیا۔

فائدہ:۔ اس اجمالی قول میں جملہ سابقہ اقوام عالم مراد ہیں اور بشر سے جنس بشر مراد ہے اور اس کی نظیر دوسری آیت میں ہے۔ کما قال یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ یہاں پر رسل جمع ہے لیکن اس سے جنس رسل مراد ہے۔

فائدہ:۔ بشر فاعل ہے فعل مضمر کا مابعد وہ الافعل اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ یہ باب الاشتغال کے قبیل سے ہے اور یہی ترکیب اُولیٰ ہے اس سے کہ بشر کو مبتدا اور اس کے مابعد کو خبر بنایا جائے۔

سوال:۔ رو لدیت کی دلیل کیا ہے؟

جواب:۔ حرف استفہام کو فعل ضروری ہے وہ ظاہر یا مضمر۔

فائدہ صوفیانہ:۔ حضرت قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب ان کے صفات بشریہ کی وجہ سے ان سے وہ نور اوجھل ہوا کہ جس کی بدولت وہ ان پر (نبی علیہ السلام) افضل ہوا اور اس کا ان پر افضل ہونا قیاسی اَمر بھی نہ تھا) تو انہوں نے نبی علیہ السلام کو صرف بشر سمجھا اسی لیے وہ ان کی ہدایت کے منکر ہو گئے کیونکہ ہر عارف معروف کو اسی وقت جانتا ہے جب اس میں وہ معنی موجود ہوں جس سے اسے معروف کا عرفان نصیب ہوتا ہے اور نور با کمال نور فطری سے ہی حاصل ہوتا ہے اور کمال کامل کے عرفان میں آسکتا ہے اسی لیے صوفیاء کرام نے فرمایا: لا یعرف اللہ غیر اللہ۔ غیر اللہ کو اللہ کا عرفان نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور ہر طالب کو مطلوب کسی نہ کسی وجہ سے مل ہی جاتا ہے اگر اسے مطلوب سے کوئی مناسبت ہو ورنہ اسے اس کی طرف کا امکان نہ ہوتا ایسے ہی ہر مصدّق مصدق بہ کی اُس وقت تصدیق کرے گا جب اسے مصدّق بہ سے کوئی مناسبت ہوگی یہی وجہ ہے کہ کفار کو فطری نور سے محرومی تھی اسی لیے وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال کو نہ دیکھ سکے اسی لیے انکار کیا اور حق کی کوئی ایک بات بھی نہ سمجھ سکے اور نہ ہی ان میں اس کی طلب پیدا ہوئی کہ جس سے وہ ہدایت کے محتاج ہوتے۔ جب انھیں ہدایت کی احتیاج تھی تو انکار لازمی اَمر تھا۔

اعجوبہ اور اولیاء کی شان:۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ مقام اولیاء کی معرفت بہ نسبت معرفت الٰہی کے سخت تر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے کمال وجمال اور قہر وجلال کے لحاظ سے معروف ومشہور ہے اور معروف ومشہور شے کی معرفت آسان ہوتی ہے بخلاف اولیاء کی معرفت کے کہ ان کی معرفت غیر معروف بلکہ اُلٹا شک میں ڈالنے والی ہوتی ہے کیونکہ ولی اللہ عالم دنیا میں ضعیف البنیان ہے۔ کھانے پینے کا محتاج ہے عام لوگوں کی طرح دنیوی ضروریات کا ضرورت مند ہے۔ اسی لیے وہ عام مخلوق سے صرف اس وجہ سے ممتاز ہے

ہے کہ اسے مناجاتِ الٰہی کا شرف نصیب ہوتا ہے لیکن اس کی مناجات کا کسی کو کیا پتہ اور وہ خود بھی اس مقام کو ظاہر نہ کرے گا۔ بخدا اگر اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی شان عام انسانوں پر ظاہر کر دے تو عوام اسے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح معبود بنالیں اور اگر اس کے قلب کے نور کو دنیا پر ظاہر فرمائے تو یہ دنیوی شمس و قمر اس کے بالمقابل بے نور ہو جائیں لیکن اسے اللہ تعالیٰ نے لاکھوں پردوں میں چھپا رکھا ہے اور سا ولیاء اللہ کے لیے بے شمار حکمتیں و اسرار ہیں جنہیں صرف اللہ تعالیٰ خود جانتا ہے اس کے ادنیٰ کمال کا یہ کرشمہ ہے کہ جو بھی ان کے درپئے آزار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ جنگ کا اعلان فرماتا ہے بشرطیکہ وہ ایذاء دینے والا جانتا بھی ہو کہ یہ ولی اللہ ہے۔

فائدہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولی اللہ کا پوشیدہ ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیونکہ وہ معذرت کر سکیں گے کہ ان سے ایذاء کا وقوع لاعلمی اور جہالت میں ہوا۔ اگر ایسا نہ ہو تو بتائیے کہ کونسا ایسا دور ہے جس میں بے خبری کی وجہ سے ولی اللہ کے ساتھ عوام نے مخاصمت اور مخالفت نہ کی ہو۔

فکفروا۔ اسی قول کی وجہ سے وہ لوگ رسل کرام علیہم السلام کو بشر کہہ کر کافر ہوئے کیونکہ انھوں نے انہیں حقیر سمجھتے ہوئے بشر کہا اور اس حکمت سے جاہل رہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بشر بنا کر بھیجنا بھی راز الٰہی ہے۔

وتولوا۔ اور انھوں نے روگردانی کی اس تدبیر سے کہ رسل کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے احکام کی تابعداری کرتے اور ان کے معجزات دیکھ کر ان پر ایمان لاتے۔

واستغنی اللہ۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی عبادت و طاعت سے مستغنی ہے یہاں تک کہ انہیں تباہ و ہلاک کر دیا بلکہ ان کی جڑ کاٹ دی اگر ان کی عبادت وطاعت سے وہ مستغنی نہ ہوتا تو انھیں تباہ و برباد نہ کرتا۔

فائدہ :۔ سعدی مفتی نے فرمایا کہ یہ حال ہے اور اس میں لفظ قد مقدر ہے بمعنی غنی اور ثلاثی اس سے کمال غنی مراد ہے کیونکہ طلب میں (یعنی سین استفعال) کو کمال لازم ہے۔

واللہ غنی۔ جملہ عالم سے مستغنی ہے پھر ان کی عبادت و طاعت کی کیا ضرورت ہے۔

حمید۔ اس کی تمام مخلوق زبان حال سے حمد کرتی ہے یہ اس کے اوصاف کمالیہ پر دلالت کرتا ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ اس کے اولیاء اس کی حمد کرتے ہیں اگرچہ اس کے اعداء اس کی حمد نہ کریں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حمد بمعنی من حیث الکمال اس کے اوصاف کے کمال کا ذکر کرنا۔

فائدہ :۔ جسے یقین ہو جائے کہ وہ اپنی ذات وصفات و افعال میں حمید ہے تو وہ اس کے ذکر میں مشغول رہے گا کیونکہ انسان کے کتنے ہی عقائد و اخلاق و افعال و اقوال کے محامد و محاسن بکثرت کیوں نہ ہوں

پھر بھی اس میں کوئی خامی ضرور ہوتی سوائے نبی علیہ السلام کے کہ وہ ہر وجہ سے محمد و احمد و محمود ہیں اور وہ ہر لحاظ سے حمد و کمال کے عروج پر ہیں (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم)

فائدہ:۔ الاربعین الادریسیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ الحمید و فعال اور ذوالمنن ہے جس نے اپنی جملہ مخلوق کو اپنے لطف و کرم سے نوازا۔

وظیفہ:۔ حضرت سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس نے اسم حمید کے ورد پر مداومت کی تو اُسے اتنا بکثرت مال حاصل ہوگا کہ جسے وہ سنبھال بھی نہ سکے گا۔

زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا۔ الزعم بمعنی علم کا دعویٰ کرنا مثلاً کہا جاتا ہے کہ ان کا زیدا قائماً " یعنی میں دعویٰ کرتا ہوں کہ زید ایسا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ ان کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے جس کی کوئی سند نہیں۔

قاعدہ:۔ زعم علم کی طرح دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور یہ کبھی علم کے قائم مقام بھی مستعمل ہوتا ہے۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور یہ ناصبہ نہیں تاکہ ناصبہ کا ناصبہ پر دخول نہ ہو اور الذین الخ سے کفار مکہ مراد ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کافروں نے دعویٰ کیا کہ شان یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے اور نہ ہی انہیں قبروں سے نکالا جائے گا۔

فائدہ:۔ ہر شے کی کنیت ہوتی ہے کذب کی کنیت زعم ہے۔

فائدہ:۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ مجھے اپنے دو کلموں:

۱۔ زعم ۲۔ سوف

سے بچائیے۔

کذب سے بچنے کی تدبیر:۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ زعم سے بچے کیونکہ ہر سُنی سنائی بات کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور یہ کذب بیانی سے خالی نہیں ہوتا اسی لیے انسان پر لازم ہے کہ وہ ہر بات منہ سے نکالے جو اس کے نزدیک محقق ہو ایسی بات نہ کرے جو مشتبہ ہو اسی طرح ہر سُنی سنائی بات کرنے کی بیماری سے بچ جائے گا۔ جب اس پر مداومت کرے گا تو وہ جھوٹ بولنے کی لعنت سے محفوظ ہو جائے گا۔ (المقاصد الحسنہ)

قُلْ۔ کافروں اور جس کی اُنہوں نے نفی کی آپ اس کا اثبات کرتے ہوئے ان کے دعویٰ کا ابطال کیجئے۔

بَلٰی۔ ہاں۔ تم قیامت میں اُٹھائے جاؤ گے اس لیے کہ بلیٰ ما قبل کی نفی کے ایجاب کے لیے آتا ہے۔ وابی لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم۔ یہ مستقل جملہ اور امر کے تحت ہے کلمہ بلیٰ کے

افادۂ ایجاب یعنی اثبات بعث کی تاکید اور اَمرِ آخر کے اس تحقق کا بیان جو سابق اَمر سے متعلق ہے۔ بہرحال یہ بعث کے تحقق کی دو وجہوں سے تاکید ہے۔ وربی قسم ہے اس میں اشارہ ہے کہ بعث میں کمال ربوبیت کے اظہار کے لیے ہے اور وہ ربوبیت معرفت اور نعم جسمانیہ ظاہرہ و روحانیہ باطنہ کی ددام تربیت کی تکمیل کے لیے ہے اور لتبعثن دراصل لتبعثون تھا واؤ اجتماع ساکنین یعنی نون ثقایہ کے پہلے نون ساکن کی وجہ سے گر گئی اور اس کے ضمہ پر اکتفا کر کے اس محذوف ہونے کی اسے دلیل بنایا گیا اور یہ قسم کا جواب ہے اس کے اول کی لام کی تاکید کرتی ہے اور ثم مدت کی تراخی کے لیے ہے کیونکہ قیامت کا دن بہت طویل ہوگا یا تراخیٔ رتبہ کے لیے اور اللباب کا ظاہر بتا تا ہے کہ وربی قسم اور ماقبل سے متعلق ہے اس کے نزدیک کلام یہاں ختم ہو گیا اور اس پر وقف احسن ہے اور لتبعثن اپنے معطوف معطوف الیہ سے مل کر دوسری قسم مقدر کا جواب اور اول کی تاکید کے لیے کلام مستانف ہو۔

فائدہ:۔ اس مضمون کو قسم سے بیان کرنے میں اشارہ ہے کہ مشرکین جیسے رسالت کے منکر تھے ایسے ہی بعث قیامت کے بھی ان کے گمان کے ازالہ کے لیے شدید تاکید کی گئی تاکہ جس کے لیے ماننا مقدر ہے وہ اچھی طرح متاثر ہوگا اور جس کے لیے محرومی ہے اس پر حجت ہو تاکہ وہ مکمل طور محروم ہو۔

وذلك۔ وہ جو بعث وجزا مذکور ہوئی۔

على الله يسير۔ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کیونکہ قدرت تامہ اس کے لیے ثابت ہے اور جب معاملہ یونہی ہے **فامنوا** تو اسباب حصول ایمان پر ارادۂ جزئیہ کو صرف کر کے ایمان لاؤ **بالله** اللہ تعالیٰ پر کہ وہی عمل ظاہر دستور کے ساتھ قبور مجازی سے نکالنے والا ہے۔ **ورسوله**۔ اور اس کے رسول حضرت محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر کہ انھوں نے شوؤن وصفات الٰہیہ کی خبر بخشی ہے۔ **والنور الذی انزلنا** اور اس نور پر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہم نے اُتارا یعنی قرآن پر کیونکہ وہ اپنے اعجاز کی وجہ سے خود ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور حلال وحرام کو ظاہر کرنے والا ہے یعنی ظاہر بنفسہ ومظہر لغیرہ ہے ایسے ہی یہ متکلم کے صیغے کی طرف التفات میں کمال عنایت کی طرف اشارہ ہے۔

والله بما تعملون۔ اور وہ جو تم عمل کرتے ہو یعنی اس کے اوامر کی پابندی یا اس کے خلاف۔ **خبير**۔ خبیر ہے تو اس کی تمھیں جزا دے گا۔

يوم يجمعكم۔ یہ لتنبؤن کا ظرف ہے اور ان کے مابین کا جملہ ہے ہے یا اذکر مقدر

کامفعول بہ ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب انھیں کو ہے جو سابق میں الم یأتکم کے خطاب کے مخاطب ہیں۔

لیوم الجمع۔ اُس دن کہ جس میں اولین و آخرین جن و انس کے جملہ افراد کو جمع کرے گا آسمان کے ہوں یا زمین کے۔ یعنی ان کو حساب و جزاء کے لیے جمع فرمائے گا۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے اس معنی پر الیوم کی لام عہد کی ہے یعنی اس دن کا جمع کرنا۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا تو ایک ندا کرنے والے ندا دے گا جسے تمام مخلوق سنے گی اور سب کو معلوم ہو جائے گا کہ آج کون مکرم تر ہے اس کے بعد دوبارہ آواز آئے گی کہ آج قبروں سے وہ اُٹھیں جن کی کروٹیں رات کو عبادت کے لیے خشک رہتی تھیں یہ آواز سن کر وہی اُٹھ کھڑے ہوں گے اس کے بعد اعلان ہوگا اب وہ اُٹھیں جو دکھ سکھ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے اور وہ بہت تھوڑے سے ہوں گے جو اعلان پر کھڑے ہوں گے اس کے بعد سب کے سب بہشت کو روانہ ہوں گے ان کو بہشت کے داخلہ کے بعد باقی تمام لوگوں کا حساب ہوگا۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس دن بندے اور اس کے عمل کو جمع کرے گا اور ظالم و مظلوم یا ہر نبی اور اس کے اُمتی کو جمع فرمائے گا۔

ذالک۔ وہ یوم۔ یوم التغابن۔

تغابن کی تحقیق: یہ غبن کا تفاعل ہے کسی کو پوشیدہ طور کسی معاملہ خسارہ اور گھاٹا دینا اور تغابن یعنی ایک دوسرے کو گھاٹا دینا قیامت میں جب سعداء کو اشقیاء والے منازل جنت عطا ہوں گے اور اشقیاء کو سعداء کے دوزخ کے منازل دیئے جائیں گے تو اس معنی پر اشقیاء کو گھاٹے کا سودا نصیب ہوا اس میں تحکم ہے اس لیے کہ اہل نار کا نار میں منازل حاصل کرنا غبن نہیں۔ اگر ہے تو اسے استعارۃ تہکمیہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ ناریوں کا نار میں جانا ایسا نہیں کہ اسے کہا جائے کہ اُنھوں نے اہل جنت کے منازل چھینے بلکہ یہ ان کی اپنی بدقسمتی ہی تھی۔

حدیث شریف:۔ ہر بہشتی جب بہشت میں داخل ہوگا تو اسے دوزخ کی ایک جگہ دکھا کر کہا جائے گا کہ اگر تو بُرائی کرتا تو تیرا یہی حال ہوتا اور جہنم میں جگہ دکھانے سے مقصد یہ ہوگا کہ اس کے شکر کرنے میں اضافہ ہو ایسے ہی دوزخی کو بہشت میں ایک جگہ دکھائی جائے گی اور اسے کہا جائے گا کہ اگر تو نیکی کرتا تو یہیں پر ٹھہرتا اور اس دکھانے میں اس کی حسرت میں اضافہ ہوگا۔

نکتہ :۔ اس دن میں تغابن کی تخصیص صرف اس لیے ہے کہ آخرت میں ایسے اُمور واقع ہوں گے جو دنیوی اُمور میں سے کوئی اَمر واقع نہیں ہو سکتا اس معنی پر اس کی لام اس عہد کی ہے کہ جس کا خارج میں صرف ایک معہود کامل ہو جیسے وہ تغابن کامل ہو گا کہ جس کے بعد اس جیسا اور کوئی فرد نہ ہو گا۔

فائدہ صوفیانہ :۔ حضرت قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں تغابن کا کوئی فرد نہیں کیونکہ اس کے جملہ اُمور فانی اور سریع الزوال ہیں بلکہ ان کا فانی ہونا ضروری اور لازمی ہے اس کا کوئی فرد بھی کسی کے لیے باقی رہنے والا نہیں ہے اگر کسی سے کوئی شے رہ جائے یا اسے کوئی فوت کرادے تو بھی کوئی حرج نہیں ۔ اگرچہ فوت ہونے والی اُس کی حیات بھی کیوں نہ ہو کیونکہ جس شے نے فوت ہونا ہے اس میں غبن کیسا ہاں غبن یا تغابن اس شے میں ہوتا ہے کہ کہ اگر اسے فوت نہ کیا جاتا یا نہ کرایا جاتا تو وہ شے باقی رہتی اور اس سے ہمیشہ نفع اُٹھایا جاتا (اس سے نور کمالی و استعدادی مراد ہے) اور ایسے نفع و راس المال کو ضائع کرنے پر غبن و تغابن ۔ کا اطلاق صحیح ہے کیونکہ کامیاب تجارت و نجات کو ضائع کیا گیا ۔ کما قال اللہ تعالیٰ **فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین** ۔ تو جس نے استعداد ضائع کی یا وہ شے جسے حاصل کرنا تھا لیکن اس کی غایت نصیب نہ ہوئی اس کے لیے کہا جا سکتا ہے وہ بہ نسبت کمال تام کے مغبون ہے وہ اگرچہ اپنے مرام و مقام پہ کمال میں کامیاب ہوا تو ایسا شخص اپنے مقصد کی فوتیدگی پر ہمیشہ حسرت کرتا رہے گا۔

فائدہ :۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یوم تغابن سے قیامت کا دن مراد ہے کیونکہ اس بیعت (جس کا اشارہ **ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ** اور **الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا** میں ہے) کا غبن ظاہر ہو گا وہ اس لیے کہ اُنھوں نے بیعت کے اُمور میں کمی کی اور جو کام نہ کرنے کے تھے وہ کیے۔

فائدہ :۔ بعض علماء سے تغابن کا مطلب پوچھا گیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ اس دن ایسے اُمور ظاہر ہوں گے جو دنیا کے مقدار سے کئی گنا زائد ہوں گے۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس دن کافر کو ترک ایمان کی اور مومن کو مراتب و احسان کی تقصیر سے حسرت ہو گی۔

فائدہ صوفیانہ :۔ جب عارف باللہ بہشت میں داخل ہو گا تو صاحب حال اسے بلندی پر ایسے

دیکھے گا جیسے ہم آسمان پر چمکدار ستارے کو دیکھتے ہیں تو آرزو کرے گا کہ کاش اسے یہی مرتبہ نصیب ہوتا لیکن چونکہ اس کا حصول ناممکن ہوگا اسی لیے ان اسباب کے ترک پر حسرت کرے گا جو اس سے دنیا میں حاصل نہ کر سکا۔

فائدہ :- مروی ہے کہ اہل جنت جنت میں حسرت کریں گے تو صرف اس تھوڑی دیر کے لیے جس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوں گے۔

تین اشخاص پر سختی :- قیامت میں شدید تر حسرت تین اشخاص پر ہوگی :-
(۱) وہ عالم دین جس نے لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور انھوں نے اس پر عمل کیا لیکن خود بے عمل رہا پھر وہ بہشت میں داخل ہوئے اور وہ عالم بے عمل جہنم میں۔
(۲) وہ بندۂ خدا جس نے اپنے آقا کے مال کی قوت پر طاعت الٰہی کی اور اس کے آقا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پھر غلام تو مالک کے مال کی وجہ سے بہشت میں داخل ہوگا اور اس کا مالک نافرمانی سے دوزخ میں۔
(۳) وہ لڑکا جس نے اپنے والد کے مال کا وارث ہو کر راہِ خدا میں خرچ کیا لیکن اس کا والد زندگی بھر بخیل رہا۔ اب قیامت میں اسی مال کی وجہ سے جو راہِ خدا میں لٹایا تھا لڑکا تو بہشت میں داخل ہوگا اور اس کا باپ اسی مال میں بخل کی وجہ سے دوزخ میں ؎

بخور اے نیک سیرت و سرہ مرد
کاں نگوں بخت گرد کرد و نخورد

ترجمہ :- اے نیک سیرت اور اچھا آدمی مال سے فائدہ اٹھا جس نے جمع کیا اور فائدہ نہ اٹھایا وہ بدبخت ہے۔

حدیث شریف :- میں ہے کہ قیامت میں وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے سخت شرمسار ہوگا جس نے دنیا میں اس کی نافرمانی کی ہوگی یا نیکیوں میں کمی ہوگی۔

فائدہ :- آخرت میں ترقی کے اسباب دنیوی اُمور پہ موقوف ہوں گے یعنی جتنا دنیا میں اچھے کام کیے اتنا قدر آخرت کی ترقی نصیب ہوگی (کذا قال بعض العارفین)

فائدہ :- جس نے کسی شے کی حقیقت کو پہچانا پھر ارادہ ہوا کہ اسے حاصل کرے تو وہ شے اسے جلد حاصل ہوگی یا دیر سے۔ اگر اسے وہ شے زندگی میں حاصل ہوئی تو اس کی خوش قسمتی اگر مر گیا تو وہ آرزو اس کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنے گی اور جو اس دنیا میں کوئی مقام نہ حاصل کر سکا آخرت میں بھی محروم ہوگا اسی لیے آخرت کو یوم التغابن سے تعبیر کیا گیا کہ اس میں ترقی کے اسباب

نہیں ہوں گے، اسے اچھی طرح سمجھ لو ورنہ افسوس کرو گے۔

تغابن کا صوفیانہ معنیٰ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ حقیقی غبن یہ ہے کہ انسان کو کدورۃ میں صفائی کا اور صورۃ قہر میں لطف کا علم نہ ہو اور تفرقہ کی وجہ سے حق سے متوحش ہو حالانکہ وہ عین جمع وانس میں ہے یاد رہے کہ غبن اس بد نصیب کو حاصل ہوتا ہے جو حصول جزاء وعطا میں اور طاعات کے بدلہ کے خیال میں زندگی بسر کرے اور جو ہر وقت مشاہدۂ حق میں ہے وہ غبن سے کوسوں دور ہوگا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی غبن میں ہوں گے جو دنیا میں حق کا معائنہ ومشاہدہ اس کی وصف سے کریں لیکن جب آخرت میں اسے اپنے مشاہدہ سے اعظم واعلیٰ پائیں گے تو حسرت کریں گے کہ افسوس کہ ہم نے دنیا میں اس کی کامل معرفت نہ کر سکے اور نہ ہی اس کی عبادت کا حق ادا کر سکے اگرچہ اسے ہمیشہ تک اس کی حقیقی معرفت حاصل نہیں کر سکتے لیکن ادنیٰ مرتبہ کے بعد اعلیٰ درجہ کی حسرت ضرور رہے گی۔

فائدہ:۔ سب سے بڑی حسرت ان لوگوں کو ہوگی جو اس کے دیدار سے سرشار تو ہوں گے لیکن اس کی حقیقت وجود تک نہ پہنچ سکیں گے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ رؤیت وتجلی کے وقت اہل حق کو ضیاء کی کمی و بیشی کی وجہ سے حسرت ہوگی یعنی جس کی ضیاء کم ہوگی۔ وہ اعلیٰ اضیاء کے عدم حصول پر حسرت کرے گا۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ مقام جمعیت میں شہود الحق کے دن اہل حجاب کو اہل شہود ومعرفت پر حسرت ہوگی کیونکہ یہ نعیم قرب وجمع میں ہوں گے اور وہ جحیم بعد وفراق میں۔

تفسیر عالمانہ:۔ ویعمل صالحًا۔ اور بمقتضائے ایمان نیک عمل کرتا ہے کیونکہ عمل نظریہ کے مطابق ہوتا ہے اور عمل صالح ہر اس نیکی کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کی جائے فرض ہو یا نفل۔

حکایت:۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حمام میں داخل ہوئے تو حمامی نے کہا اجرت دیئے بغیر آپ اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آہ بھر کر کہا کہ جب شیطان کے گھر میں داخل ہونا اجرت کے بغیر ناممکن ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی جنت میں عمل صالح کے بغیر کیسے داخل ہوا جا سکتا ہے۔

یکفر عنہ سیاٰتہ۔ قیامت میں اس کے گناہ معاف کر دے گا برائیوں کی وجہ سے اسے

رسوا نہیں کرے گا۔ و یدخلہ۔ اور اسے اپنے فضل و کرم سے داخل کرے گا۔ ہم نے فضل و کرم کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے واجب نہیں۔

جنات۔ باغات میں۔ اس میں ہر ایک کو اعمال کے مطابق درجات نصیب ہوں گے۔

تجری من تحتہا الانہار۔ اور اس بہشت کے درختوں اور محلات کے نیچے چار نہریں جاری ہیں۔

خالدین فیہا۔ یہ یدخلہ کی ھا سے حال ہے پہلے واحد کا صیغہ لایا گیا لفظ مَنْ کی وجہ سے اور جمع کا صیغہ مَنْ کے معنی کی وجہ سے اس لیے کہ وہ معنًا جمع ہے۔

ابدًا۔ خلود کی تاکید اور ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔

ذلك۔ وہ گناہوں کا بخشا جانا اور بہشت میں داخل کیا جانا۔ الفوز العظیم۔ بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی کامیابی نہیں۔ اس لیے کہ عظیم ترین ہلاکتوں سے نجات پانے اور بہترین نعمتوں کے حصول پر مشتمل ہے اسی لیے یہ فوز کبیر سے اعلیٰ اور برتر ہے کیونکہ فوز کبیر صرف حصول منافع کا نام ہے جیساکہ سورۂ بروج میں ہے اس معنیٰ پر فوز عظیم اس سے اعلیٰ اور برتر ہوئی۔

صوفیانہ معنیٰ :۔ (صوفیاء کرام کے نزدیک) فوز عظیم درحقیقت وجود مجازی کو اُتار کر وجود حقیقی کا لباس پہننے کا نام ہے۔ اور یہ ایمان حقیقی ذوقی عمل صالح (جو شہود عال سے مقارن ہو) پر موقوف ہے اس لیے کہ نور شہود وجود اضافی کے ظلمات کو چھپا کر وجود حقیقی کے نور سے منور کر دیتا ہے اور اسے جنات وصول و وصال میں داخل کرتا ہے اور ان جنات کے نیچے ایسی نہریں جاری ہیں جو معارف و حکم کے پانی سے پُر ہیں۔

والذین کفروا و کذبوا بآیاتنا۔ پہلے جس بات کو دلالت التزامی سے سمجھا گیا اب اسے صراحۃً بیان فرمایا اور آیات سے قرآن یا معجزات مراد ہیں کیونکہ یہ ہر دونوں رسالت کے صدق کی ہر ایک مستقل آیت ہیں آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار و تکذیب کی اولئك اصحاب النار۔ وہی لوگ دوزخی ہیں یعنی وہ ہمیشہ اس میں رہنے کے ساتھی ہیں یا اس کے مالک ہیں۔

فائدہ :۔ انھیں دوزخ کا بمنزلہ مالک کے کہنا ان کے ساتھ تحکم ہے۔

خالدین فیہا۔ درانحالیکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ہم نے دوام کی قید اس لیے لگائی ہے کہ یہ بہشت کے مضمون کے بالمقابل ہے چونکہ اس میں دوام کی تصریح ہے۔ نے اس پر قیاس کر کے اس میں

بھی دوام کی قید لگائی ۔

وبئس المصیر ۔ اور دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے ۔

فائدہ :۔ یہ دونوں آیتیں گویا تغابن کی کیفیت کا بیان ہیں ۔

سوال :۔ تم نے اسے ترک کے طور کیوں کہا ؟

جواب :۔ چونکہ علم معانی کا قاعدہ ہے واؤ جمعیت کی بیان پر محمول کرنے سے مانع ہے ۔

تفسیر صوفیانہ :۔ آیت میں محجوبین عن اللہ اور مردودین عن الایمان الحقیقی کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ ایمان حقیقی ذوق اور وجدان سے نصیب نہیں اس میں علم و برہان کو کسی قسم کا دخل نہیں نیز اس میں آیات الٰہیہ ظاہرہ کے مکذبین کی تصریح ہے کہ اس کے بندوں میں چند ایسے بھی ہیں جو نار حجاب اور احتجاب کی جہیم میں ہمیشہ اور بالدوام بتلا رہیں گے ۔ وبئس المصیر اور یہی حجاب کی دوزخ بہت بری آگ ہے ۔

سبق :۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ جدوجہد جاری رکھے یہاں تک کہ اس کا قلب کا اندھاپن اور بصیرۃ کے پردے ہٹ جائیں یہاں تک کہ وہ آثار الٰہی اور آیات فی الانفس والآفاق کا مشاہدہ کرے اور علی الاطلاق حجاب سے نجات پا جائے ۔

فائدہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ عارفین کی نظر میں عبرت و حکمت او ران کی حرکات میں شان و مصلحت ہوتی ہے ۔

حکایت :۔ منقول ہے کہ ابوحفص نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ موسم بہار میں باغات کی سیر کو نکلے، ایک دار سے گزرے جس کے اندر رونق دار درخت تھے ۔ آپ عبرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ۔ اس دار سے ایک بوڑھا مجوسی نکلا اور کہا اے اخیار کے امام کیا آپ اشرار کے امام کی دعوت قبول فرمائیں گے ۔ آپ نے فرمایا مجھے کیا انکار ہے ۔ مجوسی کی عرض پر آپ اپنے مریدین سمیت اس دار میں داخل ہوئے ۔ آپ کے ساتھ ایک قاری صاحب تھے جس نے مختصری تلاوت کی ۔ جب قاری صاحب تلاوت سے فارغ ہوئے تو مجوسی نے کچھ رقم دی اور کہا کہ آپ لوگ بازار سے اپنے مذہب والوں سے طعام لائیے کیونکہ آپ لوگ ہمارا پکا ہوا طعام نہیں کھائیں گے ۔ طعام سے فراغت پا کر شیخ نے مجوسی سے اجازت چاہی ۔ مجوسی نے کہا کہ اب سے میں آپ کا مرید ہوں مجھے ساتھ رکھیئے ۔ یہ کہہ کر کلمۂ اسلام پڑھا اور اس کے ساتھ اس کی اولاد اور اس کی تمام جماعت مسلمان ہو گئی ۔ حضرت ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب بھی سیر و تفریح کے لیے جایا کرو تو اسی طرح جاؤ جیسے تم

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ

يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ اَللّٰهُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا

اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ

يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ

قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ○

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

ترجمہ:- کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرماوے گا اللہ سب کچھ جانتا ہے اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف صریح پہنچا دینا ہے۔ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ ہی پر ایمان والے بھروسا کریں۔ اے ایمان والو تمہاری کچھ بیبیاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔ تمہارے مال اور تمہارے بچے جانچ ہی ہیں اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے وہ تمہارے لیے اس کے دونے کر دے گا اور تمہیں بخش

دے گا اور اللہ قدر فرمانے والا علم والا ہے ہر نہاں اور عیاں کا جاننے والا عزت والا حکمت والا۔

بقیہ صفحہ ۴۵۸: نے مجھے دیکھا ہے

چوں نظر میداشت ارباب شہود
مؤمن آمد بے نفاق اہل جحود

ترجمہ: جب اربابِ شہود نگاہ اُٹھاتے ہیں تو منکرین بھی منافقت چھوڑ کر خالص مومن بن جاتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: ما نافیہ اسی لیے اس کے بعد مِنْ مؤکد لایا گیا۔
اَصَابَ۔ نہیں پہنچتی کہ مخلوق میں سے کسی کو ایک من مصیبۃ کوئی مصیبت دنیوی ابدان میں یا اولاد میں یا اموال میں۔

الا باذن اللہ۔ یہ استثناء مفرغ منصوب المحل علی الحال ہے دراصل عبارت یوں تھی ما اصاب مصیبۃ بشیٔ من الاشیاء الا باذن اللہ۔ اذن سے اس کی تقدیر و ارادہ مراد ہے گویا ہر مصیبت انسان کی طرف متوجہ ہے لیکن واقع نہیں ہوتی جب تک اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو۔

سوال: آیت ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر۔ یعنی تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے کردار کی وجہ سے ہے کہ بہت سی غلطیاں معاف فرماتا ہے آیت مذکورہ بالا کے منافی ہے کیونکہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مصیبت کا بیان ہے اور اس دوسری آیت میں اذن کی قید نہیں بلکہ کردار کا ذکر ہے۔

جواب (۱) یہ آیت آیتِ شوریٰ کے منافی نہیں کیونکہ سورۃ شوریٰ میں مجرمین کے کردار کا بیان ہے ورنہ بہت سے مصائب کے اسباب دیگر بھی ہوتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ اس مصیبت کا سبب گناہ ہو مثلاً اس کا سبب صبر کے بعد کثرتِ اجر عطا کرنا (جیسے اللہ والوں کے لیے) اور گناہوں کا کفارہ بھی جیسے عوام کے لیے عام اہل انسان کے لیے کا وقوع اسی قبیل سے ہے۔

جواب (۲): اگر گناہ کی وجہ سے مصیبت کا نزول بھی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل کل من عند اللہ۔ فرمایئے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ہے ایجاد کے لحاظ سے بھی ایصال کے اعتبار سے بھی پاک ہے اللہ تعالیٰ جس کے ملک میں وہی حکم جاری ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

شان نزول :۔ کفار نے کہا کہ اگر مسلمانوں کا دین حق ہوتا تو انھیں ان کا خدا ان کے ابدان و اموال میں مصیبت نازل نہ فرماتا۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم پر مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کے مطابق ہوتی ہے اور اس کی حکمت کو صرف وہی جانتا ہے۔

مصیبت کے نزول کی حکمتیں :۔ نزول مصیبت میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں منجملہ ان کے چند ایک یہ ہیں :۔

(۱) تحصیل الیقین یعنی بندوں کو یقین ہو کہ ان کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے گویا بندے اپنی قوت و طاقت کو اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کے سپرد کرتے ہیں۔

(۲) گناہوں کا کفارہ اور صبر کا ثواب کا ترتب۔

(۳) قضائے الٰہی پر راضی ہونا وغیرہ وغیرہ۔

ازالۂ وہم :۔ اگر انبیاء و اولیاء مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے تو لوگ ان کے معجزات و خوارق عادات دیکھ کر غلط فہمیوں میں گرفتار ہو جاتے (کہ معاذ اللہ) یہ معبود یا ابنائے معبود ہیں جیسے نصاریٰ نے غلطی کھائی) اور یہ مصائب و آلام ان کے ظواہر پر طاری ہوئے تاکہ ان کی بشریت کا تحقق ہو ورنہ ان کے بواطن ایسے آلام و مصائب سے محفوظ تھے کیونکہ ان کے بواطن مشاہدۂ حق و انس رب میں مشغول تھے (اسی لیے انھیں ایسے آلام و مصائب سے بھی راحت محسوس ہوتی تھی گویا وہ جملہ مصائب و آلام سے محفوظ و معصوم تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ آلام و مصائب کالعدم تھے بخلاف کفار اشرار کے کہ وہ ان کے آلام و مصائب سے خوب گھبراتے تھے۔ نسأل العفو والعافیۃ من اللہ۔

تفسیر صوفیانہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ نفس امارہ کی مصیبت کا قلب پر غلبہ ہے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ قلب سیارہ کے مصائب کا نفس امارہ پر تسلط ہے کیونکہ نفس امارہ پر تجلیات قہریہ کا اذن ہے کہ وہ قلب صافی پر تسلط کرے یہ بھی اس کی حکمت ہے اور قلب سیارہ پر تجلیات لطفی جمالی کا اذن ہے کہ وہ نفس امارہ پر تسلط کرے تاکہ وہ ایک قسم کے عذاب میں مبتلا ہو۔

تفسیر عالمانہ :۔ ومن یؤمن باللہ اور وہ جو اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور جانتا ہے کہ ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نازل نہیں ہوتی۔

سوال :۔ آیت میں صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر اکتفا کیوں حالانکہ رسل و کتب وغیرہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

جواب :۔ اصل ایمان اللہ تعالیٰ پر ہے۔ باقی کا ذکر اس کے ضمن میں آگیا۔

یھد قلبہ :۔ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے جب مصیبت واقع ہوتی ہے تو اس قلب کو ثابت قدمی عطا فرماتا ہے اور اسے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کا موقع نصیب ہوتا ہے اور وہ ایسے مواقع پر نہ قولاً مضطرب ہوتا ہے اور نہ عملاً کہ جس سے اس کا اضطراب ظاہر ہو کہ وہ تقدیر الٰہی سے پریشان نہیں اور نہ وہ اس سے راضی ہے بلکہ جو یقین رکھتا ہے کہ اس کا خدا رب العالمین ہے تو وہ اس کی قضا پر راضی ہوتا ہے اور اس کی بلاؤ مصیبت پر صبر کرتا ہے کیونکہ جیسے تربیت طبع کے موافق ہوتی ہے ایسے ہی متنفر کرنے والی باتوں پر صبر کرنے پر بھی تربیت ہوتی ہے۔

فائدہ :۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ **یھد قلبہ** کا یہ معنیٰ ہے کہ یقین کے لیے اسے توفیق بخشتا ہے یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ آئی ہوئی مصیبت کبھی نہ ٹلتی اگر نہ آتی تو اسے آنا نہ ہوتا اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ قضاؤ قدر پر راضی ہوتا ہے بلکہ اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔

فائدہ :۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ **یھد قلبہ** کا معنیٰ یہ ہے کہ اس قلب پر اللہ تعالیٰ لطف وکرم فرماتا ہے اور اس کا سینہ کھول دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ طاعت وعبادت میں بڑھتا رہتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس دل کی رہبری فرماتا ہے تاکہ وہ اسے راضی کرے اور اس کی طاعت میں آگے کو قدم بڑھائے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ حضرت ابو بکر وراق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص شدت وبلاء کے وقت ایمان لاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے (کہ اس نے ایسے فرمایا ورنہ وہ شان کریمی سے میرے ساتھ ایسے نہ فرماتا) ایسے قلب کو اللہ تعالیٰ حقائق کی راہ دکھاتا ہے اور زوائد الیقین تک پہنچاتا ہے۔

فائدہ :۔ حضرت ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو اپنے قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سنن انبیاء علیہم السلام کی اتباع کی راہ دکھاتا ہے۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ صحت ایمان کی علامت یہ ہے کہ سنن نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر مداومت نصیب ہو اس اتباع سے لحظہ بھر بھی محرومی نہ ہو اور صرف خواہشات نفسانیہ کو ترک کرنا نصیب ہو تو بھی غنیمت ہے۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تحقیقاً ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو اس عمل کی توفیق بخشتا ہے جو مقتضائے ایمان کے ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مطلوب کے کمال کو پا لیتا ہے یعنی وہ مطلوب جس پر وہ ایمان لایا اس وقت اپنے محل نظر یعنی منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

فائدہ :- بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو اسماء وصفات کے نور معرفت سے منور فرماتا ہے کیونکہ ذات کی معرفت صفات و اسماء کو مستلزم ہے اور صفات و اسماء کی معرفت ذات کی معرفت کو مستلزم نہیں۔ اس اعتبار سے اس قلب کو سابق ولاحق ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہ قلب کی ہدایت سابق ہے اور اس ایمان پر قلب کا قبول کرنا ہدایت لاحق ہے یہاں سے وہ سوال دفع ہو گیا جو فلسفی کہتا ہے کہ ایمان ہدایت پر موقوف ہے اس طرح سے تو دور لازم آ گیا کیونکہ من یؤمن باللہ الخ جملہ شرطیہ اور یہد قلبہ اس کی جزاء ہے اور شرط جزاء پر مقدم ہوا کرتی ہے اور تم کہہ چکے ہو کہ ایمان ہدایت پر موقوف ہے۔

جواب (۱) :- اس لیے کہ ہدایت کے چند مراتب ہیں:-

۱۔ تقدم ۲۔ تاخر

اور یہ مراتب غیر منقطع ہیں اسی لیے ہم ہر یوم اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم۔ اسی وجہ سے ہم ہر عمل صراط مستقیم طلب کرتے ہیں وہ صراط مستقیم رضائے الٰہی کی طرف پہنچاتا ہے۔

جواب (۲) :- بعض نے فرمایا کہ یہ عبارت مقلوب ہے اصل عبارت یوں ہے من یہد قلبہ یومن باللہ۔

فائدہ :- یہد میں سات قرأتیں ہیں :-

۱۔ مختار یہ ہے کہ یہ واحد کا صیغہ ہے اور یاء کو مفتوح اور دال کو مکسور پڑھنا چاہیئے اور یہد مجزوم ہے اس لیے کہ یاء محذوف ہے اور ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور شرط کا جواب ہے اور یہ الھدایت سے مشتق ہے۔

۲۔ اسے نَہْدِ نون (جمع متکلم) کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

۳۔ یُہْدَ مجہول صیغہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس وقت قلبہ مرفوع پڑھا جائے گا اس لیے کہ یُہْدَ کا نائب فاعل ہے۔

۴۔ یہد بفتح الیاء وکسر الہاء بھی آیا ہے لیکن اس وقت دال مشدد ہو گی بمعنی یہتد ہے جیسے فرمان الٰہی میں ہے امن لا یہدی۔

۵۔ اسے یہد بالہمزہ باب یسال کی طرح بھی پڑھا گیا ہے۔

۶۔ یہد ا ہمزہ کو الف کے ساتھ تبدیل کر کے پڑھا گیا ہے۔

(۷)۔ دونوں آخری صورتوں میں آخری حرف کو تخفیفاً حذف کرنا جائز ہے اس کا خلاصہ و معنیٰ یہ ہے کہ دل مطمئن ہو گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین نصیب ہو گی۔

و اللہ بکل شیٔ۔ اور ہر شے کو منجملہ اس کے قلب اور اس کے احوال بھی ہیں اور قلب کی تسلیم یہ ہے کہ وہ اس کے ہر حکم کی فرمانبرداری کرے اور اس کے ہر مکروہ فعل سے کراہت کرنا اور اس میں سے قلب کے آفات بھی ہیں اور آفات سے خالص ہونا بھی اس میں شامل ہے۔

علیم۔ وہ مومن کے ایمان کو اور اس کے خلوص کو جانتا ہے اور اس کے دل کو مذکورہ اُمور کی ہدایت کرتا ہے۔

و اطیعوا اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اطاعت کا معنیٰ یہ ہے کہ بندے کا اپنے آقا کے ہر حکم کے سامنے سر جھکانا۔

و اطیعوا الرسول۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرو۔ اور اُمت کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کا یہ معنیٰ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حکم اللہ تعالیٰ سے لائے اسے بجالانا یعنی مصائب کا نزول تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت سے مشغول نہ کرے اور اس کی کتاب کے حکم پر عمل کرنا۔

سبق:۔ بندے پر لازم ہے کہ دکھ سکھ میں وہ عمل کرے جو شرع کا حکم ہے۔

فائدہ:۔ حضرت قاشانی نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مطابق اللہ جل جلالہ، و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اسی لیے یہ کمال سے پیچھے رہنا اور خسران و نقصان کا وقوع عمل کی کوتاہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ اَمر کا تکرار تاکید کے لیے ہے اور تنبیہ ہے کہ ان دونوں طاعتوں کی کیفیت میں فرق ہے۔

فان تولیتم۔

ربط:۔ وہ روگردانی کے مورد کی توضیح فرمائی۔

فان تولیتم۔ پس اگر تم طاعت رسول سے روگردانی کرو گے۔

فانما علی رسولنا البلاغ المبین۔ تو ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واضح طور پر پیغام پہنچانا۔ جواب محذوف کی تعلیل سے ہے یعنی میرے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کچھ ذمہ داری نہیں سوائے پیغام الٰہی پہنچانے کے اور انھوں نے اس کا حق ادا کر دیا اور رسول کی اضافت نون جمع کی طرف اور ضمیر کے بجائے اسم ظاہر لانے میں آپ کی تشریف و تکریم و تعظیم کا اظہار مطلوب ہے اور واضح کرنا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کام صرف تبلیغ ہے تاکہ ان کی تبلیغ کی روگردانی کی زیادہ سے زیادہ مذمت ہو۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اطیعوا اللہ یعنی اس کی ذات وصفات کی مظہریت کے اسباب کی تیاری میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

واطیعوا الرسول۔ اور احکام شریعت ظاہرہ و آداب طریقت باطنہ کی قابلیت کی تحصیل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم اسباب کی تیاری اور استعداد سے روگردانی کرو گے اور ان دونوں اُمور کو چھوڑ کر دنیوی اُمور میں منہمک ہو جاؤ گے اور بحر شہوات میں ہلاک ہو جاؤ گے تو ہمارا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیغام پہنچانا ہے اور تم کو ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہوگا۔

تفسیر عالمانہ: اللہ لا الٰہ الا ھو۔ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ یہ جملہ مستانفہ معبودیت کا صرف وہی مستحق ہے نہ اس کا غیر یعنی اس مرتبہ کے لائق کوئی نہیں صرف وہی ہدایت و ضلالت پر قادر ہے۔ ارشاد و اضلال میں اس کا کوئی شریک نہیں اس معاملہ میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں (ذاتی طور) کوئی شے نہیں۔ وعلی اللہ۔ صرف اللہ پر نہ استقلالاً نہ اشتراکاً۔

فلیتوکل المؤمنون۔ اہل ایمان توکل کریں ایمان پر ثابت رہنے اور مصائب پر صبر کرنے میں۔

اسم ظاہر کو اسم مضمر کے بجائے اسم ظاہر لانے میں توکل کی علیت اور اس کے امر کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ اُلوہیت کا تقاضا یہ ہے کہ بالکلیہ اسی طرف جھکاؤ اور ہر لحاظ سے غیر اللہ سے انقطاع ہو۔

مسئلہ: آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُمت کو توکل پر برانگیختہ کرنا اور اس پر ثابت رہنے بلکہ اس میں ہر قدم آگے بڑھنے کی تاکید ہے یہاں تک اس کی برکت سے مکذبین پر فتح و غلبہ ہو اور اس پر بھی جو طاعت و قبول احکام سے روگردانی کرے۔

توکل کے متعلق اقوال: توکل مقاماتِ عالیہ سے ہے بمعنی اظہار العجز اور اپنے غیر پر بھروسہ کرنا۔ الحدائق میں ہے کہ اس پر بھروسا کرنا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور لوگوں سے مایوسی اور نا اُمیدی ہو۔

سوال: فلیتوکل اَمر ہے اور اَمر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور وجوب پر عمل نہ کرنا گناہ ہے اور عوام اکثر توکل سے محروم ہیں اس معنیٰ پر انہیں عاصی کہا جائے حالانکہ یہ ناموزوں ہے۔

جواب: یہاں وجوب عقلی مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ عقلی طور یوں مانا جائے کہ ہر کام دنیوی ہو یا اُخروی وہ اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اگرچہ نفس اس طرف ملتفت نہ ہو۔ اور دوسرے اُمور کو مقصد کے حصول کے لیے سبب سمجھے اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ ہاں توکل طبعی پر عمل

مشکل ہے توکل الٰہی یہ ہے کہ انسان کا الٰہی طور پر عقیدہ ہو کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور ہر معاملہ میں صرف اسی پر اعتماد ہو اس کی نظر میں اسباب کی وقعت نہ ہو ایسا توکل کامل اولیاء میں ہوتا ہے عوام ایسے توکل پر پابند نہیں ہو سکتا۔

حکایت :۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں شام کے علاقہ چند آدمی حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ہمارے ساتھ حج پر چلیں آپ نے فرمایا ضرور چلوں گا لیکن تین شرطیں ہیں :۔

۱۔ حج کے عظیم سفر میں نہ زادِ راہ ساتھ نہیں لے جانا۔

۲۔ راستہ میں کھانے پینے کے متعلق کسی سے سوال نہ کرنا۔

۳۔ نہ ہی کسی کا پیش کردہ کھانا وغیرہ قبول کرنا ہوگا۔

انہوں نے عرض کیا دو پہلی شرطیں تو ہمیں قبول ہیں لیکن تیسری شرط ہمارے سے پوری نہ ہو سکے گی۔ آپ نے فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم دوسروں کے زادِ راہ کے سہارے پر حج پڑھنے جا رہے ہو۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جس نے توکل کا دعویٰ کیا لیکن پیٹ بھر کھایا تو سمجھو کہ وہ ایک بوجھ اُٹھانے والا ہے متوکل نہیں۔

توکل کی حکایات :۔

(۱)۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے چودہ سال حج ننگے پاؤں ادا کیے۔ جب میرے پاؤں میں کانٹا چبھتا تھا تو پاؤں سے کانٹا نہیں نکالتا تھا اس خطرہ سے کہ کہیں توکل کے خلاف نہ ہو جائے۔

(۲)۔ حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک اعرابی ملا جس نے مجھے فرمایا اے ابراہیم توکل ہمارے ہاں ہے۔ آپ ہمارے ہاں ٹھہریے تاکہ آپ کا توکل صحیح ہو جائے۔ سنئے اگر تمہارا خیال ہوا کہ مجھے فلاں شہر میں کھانا ملے گا اور تم اس کے حصول کے لیے اس شہر میں چلے گئے تو یہ بھی توکل کے منافی ہے۔ اب غور کیجئے کہ جس شہر میں طعام کے حصول کی اُمید پر جانا توکل کے منافی ہے تو پھر اس شہر میں اقامت پذیر ہونا کیسا ہوگا جس میں کھانے پینے کی چیزیں عام میسر آئیں۔

نکتہ :۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر جگہ توکل کا ذکر اسم ذات کے ساتھ کیا ہے کیونکہ یہی اسم جمیع اسماء کا جامع ہے اسی لیے اس پر توکل تام ہوگا۔ دوسرے اسماء پر توکل ناقص ہوتا ہے یعنی متوکل کی جانب سے ورنہ اس کے جملہ اسماء ہر طرح سے کامل ہیں ان میں نقص کا تصور بھی کفر ہے)

فائدہ :۔ جس کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی میری کفیل ہے اور پھر اپنے جملہ اُمور اس کی طرف سپرد

کرے اپنے جمار ہمارے درمیان سے نکال لیتا ہے اس کے ہر کام وکالت وکفالت خود فرمائے گا لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس پر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا وکیل سمجھے اور اس پر کنٹرول کرے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے حقوق و فرائض و دیگر اخراجات کی ادائیگی کرائے بلکہ شب و روز اس کے ساتھ جھگڑا کرتا رہے لحظہ بھر اس سے غفلت نہ کرے اور نہ ہی اس سے کوتاہی کرے کیونکہ اوقات زندگی بہت جلد ختم ہوتے ہیں۔ ؎

خاک در دستش بود چوں باد ہنگام اجل
ہر کہ اوقات گرامی صرف آب و گل کند

ترجمہ :۔ اس کے ہاتھ میں ہے ہوا کی طرح موت کا وقت اس پر افسوس جو اوقات گرامی قدر گارے میں صرف کر رہا ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ یا ایھا الذین آمنوا۔ اے ایمان والو یعنی وہ جنھوں نے خلوص سے ایمان قبول کیا۔

ان من ازواجکم۔ ازواج زوج کی جمع ہے۔ یہ مرد و عورت ہر دونوں پر مستعمل ہوتا ہے۔ لباب سے بیان کردہ تحقیق عنقریب ہم بیان کریں گے۔

و اولادکم۔ ولد کی جمع ہے یہ بھی عام ہے لڑکے اور لڑکی ہر دونوں کو شامل ہے۔

عدوا لکم۔ بیشک تمھاری بعض ازواج اور بعض اولاد تمھارے دشمن ہیں منجملہ اس کے ایک یہ ہے کہ وہ تمھیں طاعت الٰہی سے غافل کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی اور کوئی دشمنی بھی نہ ہو تو یہ دشمنی کچھ کم نہیں ویسے دشمن ذاتی طور پر دشمنی نہیں رکھتے بلکہ ان کی دشمنی کسی اور سبب سے ہوتی ہے۔ جب ازواج و اولاد دشمن ہوں تو وہ بھی دشمن ہوں گے اور وہ فعل جملہ افعال سے قبیح ترین ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان حائل ہو۔ یا ازواج و اولاد تمھارے ساتھ امور دین میں جھگڑیں گے یا دنیوی امور میں مخالفت کریں گے اور سب سے بڑی دشمنی دینی امور کی ہوتی ہے کیونکہ دینی ضرر دنیوی ضـــــرر سے شدید تر ہوتا ہے۔

حدیث شریف :۔ میں ہے کہ تیرا وہ دشمن نہیں جس سے تیرا مقابلہ ہو اور تو اسے قتل کر دے اور اللہ تعالیٰ تجھے اس کا اجر و ثواب عطا فرمائے ہاں تیرا سب سے وہ بڑا دشمن ہے جو تیرے دونوں پہلو میں ہے یعنی نفس اور تیری عورت جو تیرے ساتھ تیرے بستر پر سوتی ہے اور تیرا وہ لڑکا جو تیری پشت میں ہے۔

نکتہ :۔ ازواج کو اولاد پر اس لیے پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اُس کی اولاد کے لیے وہی اصل ہیں علاوہ ازیں ازواج سے شہوات کا تعلق ہے اور جو شے شہوت سے متعلق ہو وہ قلوب پر زیادہ اثر ڈالتی ہے اور عبادت الٰہی سے باز رکھنے میں اسی کو زیادہ دخل حاصل ہے اسی لیے زین للناس حب الشھوات من النساء الخ۔ میں نساء کا ذکر پہلے ہے۔

نکتہ :۔ اللباب میں ہے من ازواجکم میں شوہر بھی داخل ہیں اس لیے کہ جیسے مرد کے لیے عورت اور اولاد دشمن ہیں ایسے ہی عورت کے لیے مرد اور اولاد دشمن ہے اس معنیٰ پر یہ خطاب عام ہے جو مردوں اور عورتوں سب کو حاصل ہے لیکن تغلیبات صرف صیغہ جمع مذکر لایا گیا۔ یا یہ دخول باعتبار خطاب کے نہیں بلکہ باعتبار حکم ہے یعنی جیسے دوسرے احکام میں عورتیں مردوں کے حکم میں بھی داخل ہیں۔

فاحذروھم۔ الحذر سے ہے بمعنی خوف والی شے سے کنارہ کشی۔ ضمیر عدو کی طرف راجع ہے کیونکہ لفظ عدو کا اطلاق جمع پر بھی ہوتا ہے یعنی اپنے آپ کو ان کی محبت سے اور شدت تعلق سے بچاؤ ایسے نہ ہو کہ ان کے تعلق میں پھنسے رہو اور احکام خداوندی کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جائے بلکہ ان کے حقوق پر حقوق اللہ کو ترجیح دو۔

حدیث شریف :۔ جب تمہارے اُمراء اخیار اور تمہارے اغنیاء اسخیاء ہوں اور تمہارے اُمور ایک دوسرے کے مشورے سے ہو کوئی ایک بھی اپنی رائے پر عمل نہ کرے جب تک دوسرے ساتھی سے مشورہ نہ لے تو زمین کا ظاہر اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب اُمراء شرارتی اور اغنیاء بخیل اور اُمور عورتوں کی رائے پر چلے ہوں تو زمین کا باطن اُس کے ظاہر سے بہتر ہے۔

فائدہ :۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو اپنے اُمور کا مشیر بنانا نقصان دہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے شاورھن و خالفوھن۔ عورتوں سے مشورہ لو لیکن ان کی رائے کے خلاف عمل کرو۔

حضرت اُم سلمہ کی فضیلت

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے صلح حدیبیہ کے موقع پر مشورہ لیا۔

فائدہ :۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر عورت عالمہ فاضلہ کاملہ ہو تو اس سے مشورہ لینا جائز ہے نیز اس حدیث شریف میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور ان کے عقل کی وفرت کا پتہ چلتا ہے اس لیے امام الحرمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے اور کوئی عورت ایسی معلوم نہیں کہ جس نے مشورہ دیا ہو اور اس کا مشورہ صحیح اُترا ہو۔ بعض نے امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ کے اس قاعدہ کو شعیب علیہ السلام کی لڑکی کے اس مشورے سے

توڑا جو اس نے حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مشورہ دیا۔

اضحوکہ: خسرو کو مچھلی کا گوشت مرغوب تھا ایک دن اپنے محل کے بالاخانہ میں بیٹھا تھا کہ وہاں سے مچھلی بیچنے والا گزرا اور شیریں بھی خسرو کے پاس بیٹھی تھی۔ خسرو نے اس کے ہاں ایک بڑی مچھلی دیکھ کر اسے بلایا اس نے وہی بڑی مچھلی خسرو کے سامنے رکھ دی جسے خسرو نے پسند کیا اور اسے چار ہزار درم دے کر خرید لی۔ شیریں نے کہا تو نے بہت بُرا کیا کیونکہ اس کے بعد اگر کسی کو اس سے کم قیمت دے گا تو تیری شکایت ہوگی بلکہ تجھے حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا اور کہے گا کہ مجھے وہی انعام ملنا چاہیئے جو مچھلی کے شکاری کو ملا۔ شیریں سے کہا تو سچ کہتی ہے لیکن یہ بھی بادشاہوں کی احسان و مروت کے خلاف ہے جو کسی سے وعدہ فرمائیں اور پھر اس کے خلاف کریں۔ شیریں نے کہا میں ایک تدبیر بتاتی ہوں وہ یہ کہ شکاری کو واپس بلا کر پوچھا جائے کہ یہ مچھلی نر ہے یا مادہ ہے اگر وہ کہے نر ہے تو تم کہنا مجھے مادہ مچھلی چاہیئے اگر کہے کہ مادہ ہے تو کہنا کہ مجھے نر مچھلی چاہیئے۔ چنانچہ شکاری کو بلایا گیا اور اس سے مچھلی کا پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ نہ نر ہے نہ مادہ بلکہ خنثیٰ (ہیجڑہ) ہے خسرو سُن کر خوب ہنسا اور اسے انعام میں چار ہزار درہم اور دے دیئے۔ جنہیں لے کر ایک جھولے میں ڈال کر کاندھے پر رکھا اور چل پڑا۔ تھوڑا سا چلا تو ایک درہم اس کے جھولے سے گرا تو اس نے اس کے اُٹھانے کے لیے جھولا کاندھے سے نیچے رکھ کر وہی درہم اُٹھایا۔ بادشاہ اور شیریں اس کا حال دیکھ رہے تھے۔ شیریں نے خسرو کو کہا کہ دیکھیئے اس کمینے کا کمینہ پن کہ ایک درہم کی خاطر کتنی مشقت اُٹھائی اس کے پاس اتنے ہزار دراہم تھے تو ایک درہم کو نہیں چھوڑا۔ امیر خسرو کو طیش آگیا اور فرمایا بلاؤ اس شکاری کو۔ جب حاضر ہوا تو خسرو نے کہا اے کمینہ تو نے ایسا کام کیا جو انسانیت پر بدنما دھبہ ہے تو نے ایک درہم کی خاطر اتنا دکھ اور تکلیف اُٹھائی۔ شکاری نے کہا بادشاہ سلامت میں نے اس درہم کو لالچ اور دنیوی حرص پر نہیں اُٹھایا بلکہ مجھے اس میں بادشاہ کی توقیر و تعظیم مطلوب تھی اس لیے کہ اس کے حصہ پر بادشاہ (خسرو) کا نام کندہ تھا اور دوسری طرف اس کی فوٹو۔ میرا جی نہ چاہتا تھا کہ اس درہم پر کسی کا قدم پڑے اور بادشاہ (خسرو) کی توہین و تحقیر ہو جائے۔ بادشاہ کو شکاری کا جواب پسند آیا تو خسرو نے چار ہزار درہم انعام کے طور پر دے دیئے اس کے بعد خسرو نے وصیت لکھی کہ لا تطیعوا النساء اصلاً ولا تعملوا برایهن قطعاً۔ عورتوں کا کہا مت مانو اور نہ ہی ان کی رائے پر عمل کرو[1]۔

---

[1] یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اکثریہ ہے کیونکہ بہت سی ازواج (عورتیں) ایسی گزری ہیں اور موجود بھی کہ ان کا مشورہ مفید

حکایت: سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ایک اسرائیلی حاضر ہوا۔ عرض کی مجھے جانوروں کی بولی سکھائیے۔ آپ نے فرمایا سکھا دیتا ہوں لیکن تمہاری موت اُس وقت ہو جائے گی جب تم نے کسی سے بتا دیا کہ میں حیوانات کی بولی جانتا ہوں۔ عرض کی کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ آپ نے اسے جانوروں کی بولی سکھا دی اس (اسرائیلی) کے گھر پر ایک بیل اور ایک گدھا تھا۔ جن سے مزدوری کر کے پیٹ پالتا تھا جب شام ہوئی دونوں کو گھاس ڈالا تو گدھے نے بیل کو کہا آج کا اپنا حصہ گھاس مجھے دے دے مالک سمجھے گا تو بیمار ہے فلہذا کل تجھ سے کام نہیں لے گا پھر میں آئندہ شب کو اپنا حصہ تجھے دوں گا گدھے کے کہنے پر بیل نے گھاس سے منہ ہٹا لیا اس پر مالک ہنس پڑا۔ عورت نے پوچھا کیوں ہنسے کہا کچھ نہیں۔ جب آنے والی رات آئی تو دونوں کو علیحدہ علیحدہ گھاس ڈالا تو بیل نے گدھے سے کہا وعدہ پورا کیجئے میں تو اب بھوک اور نقصان سے قریب المرگ ہو گیا ہوں گدھے نے کہا کہ کیا کچھ معلوم بھی ہے کہا نہیں کہا میں نے سنا ہے کہ مالک

حاشیہ بقیہ ص۴۶۹: ثابت ہوتا ہے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے دن حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشورہ دینے والی بھی آپکی ایک زوجہ محترمہ تھیں اس کی تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ۔ یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر بیوی اور اولاد دشمن ہو گی۔ بعض بیویاں اور اولاد دشمن ہوں گی۔ بیوی اور اولاد دونوں مِنْ لِلتَّبْعِيْض اہم ہیں۔ بہت سے مردان سے تعلقات کی بناء پر پھسل جاتے ہیں۔ اکثر اس دلدل میں پھنسے ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے ارشاد کے مطابق اس سے بچتے نہیں۔ ان کی بیویاں اور اولاد لے ڈوبتی ہیں جیسے بلعم باعور کی زوجہ نے ہی تو تباہ و برباد کیا۔ ایسے ہی کئی شخصیات جن کی تفصیل تاریخ میں ہے۔ لفظ ازواج جمع ہے زوج کی اور یہ لفظ عام ہے اگر مستورات مخاطب ہوں تو کہا جائے کہ تمہارے خاوند تمہارے دشمن ہیں۔ قیامت کے دن گویا بے دین اولاد والدین کے لیے عرض کرے گی وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا o رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا۔ (سورۃ الاحزاب رکوع ۸) (اور کہیں گے اے رب! ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا۔ پھر انہوں نے ہمیں (سیدھے) راستہ سے بہکا دیا۔ اے رب ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت ڈال۔ بہرحال آیت میں دونوں کے متعلق فتنہ (آزمائش) کا تصور کر سکتے ہیں کسی کو اپنی عورتیں تباہ و برباد اور جہنم کا ایندھن بناتی ہیں کسی عورتوں کو ان کے شوہر ان کی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتے ہیں تفصیل فقیر نے کتاب "حقوق زوجین" میں عرض کر دی ہے۔ اویسی غفرلہٗ۔

کل قصاب کے پاس گیا اور کہا کہ میرا بیل بیمار ہے اسے ذبح کر دے اسی لیے: میرا مشورہ ہے کہ آج تو گھاس نہ کھا مجھے ہی کھانے دے اس لیے کہ تو گھاس نہیں کھائے گا تو قصاب اور دوسرے دیکھنے والوں کو دبلا نظر آئے گا وہ کہیں گے کہ یہ کھانے کے لائق نہیں اسی لیے ذبح نہیں کرنا چاہیئے ہاں اگر گھاس کھائے گا تو موٹا ہو جائے گا پھر تو لازماً ذبح کریں گے کہ تو کھانے کے لائق ہو گا اسی لیے میرا مشورہ ہے کہ آج شب کو بسر کر آئندہ میں تجھے دو راتوں کا گھاس دوں گا۔ بیل نے منہ پھیر لیا تو اسر ائیلی ہنس پڑا۔ عورت نے کہا کیا وجہ ہے کیوں ہنستے ہو۔ کہا کچھ نہیں۔ عورت نے کہا بتاؤ یا مجھے طلاق دو۔ مرد نے کہا اگر بتاؤں تو میں ابھی مر جاؤں گا۔ عورت نے کہا کچھ ہو بھی مجھے ضرور بتانا پڑے گا۔ مرد نے کہا قلم دوات لے آ تا کہ میں وصیت لکھوں کیونکہ میں نے بتاتے ہی مر جانا ہے۔ عورت قلم دوات لائی اور وہ کچھ لکھ رہا تھا تو عورت نے روٹی کا ٹکڑا کتے کو ڈالا تو مرغا دوڑ کر جلدی سے وہ ٹکڑا اُٹھا لایا۔ کتے نے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا کہ میرا رزق اُٹھا لیا۔ مرغے نے کہا مالک مرنا چاہتا ہے تو تو مردوں کی خیرات کی ہڈیاں پا کر بچ جائے گا لیکن ہم تین دن تک ڈھکے پڑے رہیں گے کوئی بھی ہمارا دروازہ نہ کھولے گا کیونکہ نہ وہ مالک کے ماتم (سوگ) سے فارغ ہوں گے نہ ہمیں ڈھک سے نکالیں گے۔ اگر مالک عورت کو راضی کرنے پر مر جائے گا تو اس پر غضب خدا کا ہو گا کہ وہ ایک عورت کو سیدھا نہیں کر سکا۔ دیکھئے میری نو (مرغیاں) مادینان ہیں۔ میں نے سب کو ایسا سیدھا کر رکھا ہے کہ ان میں کسی ایک کو بھی فرصت نہیں کہ میرے حکم کی خلاف ورزی کرے اگر میں اس مالک کی جگہ پر ہوتا تو عورت کو ڈنڈے سے سیدھا کرتا یا پھر تائب ہو جاتی اور یقین دلاتی کہ وہ اپنے شوہر کے اسرار سے کوئی سوال نہ کرے گی۔ مرغے کی بات سُن کر شوہر نے ڈنڈا اُٹھا کر اپنی عورت کے سر ہو گیا خوب لتاڑا یہاں تک کہ توبہ کی کہ آئندہ تیرے راز کے درپئے نہیں ہوں گی۔

زنے را کہ جہلست و ناراستی
بلا بر سر خود نہ زن خواستی

ترجمہ: وہ عورت جو جہل اور الٹی چال رکھتی ہے وہ تیرے لیے بلا ہے نہ کہ تیری منکوحہ[1]

---

[1] اس حکایت سے حضرت علامہ حقی قدس سرہٗ کا یہی مقصد ہے کہ عورت ناہنجار ہو تو مرد کو سے ٹھوک دیتی ہے۔ حضرت مولانا روم قدس سرہٗ نے یہ حکایت ایک اور طریقے سے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! بڑی مدت سے میری یہ تمنا ہے کہ میں جانوروں کی بولیاں سمجھنے

فائدہ:۔ مَن تبعیضیہ سے معلوم ہوا کہ بعض ازواج و اولاد دشمن نہیں۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۴۷۱:۔ لگوں۔ کرم فرمائیے اور مجھے جانوروں کی بول چال سمجھا دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انسان بن اور جانوروں میں شامل ہونے کی تمنا نہ کر لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہا اور کہتا رہا۔ حضور! میرا یہ شوق ہے پورا کر دیجئے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ خدا تعالیٰ کی ہر بات میں کئی حکمتیں ہوتی ہیں۔ انسان جو جانوروں کی بولیاں نہیں سمجھتا۔ اس میں کئی فوائد ہیں۔ اس نے کہا۔ کچھ بھی ہو۔ میرا شوق پورا کر دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے عرض کی۔ الٰہی! یہ شخص اپنی ضد سے باز نہیں آ رہا۔ میں کیا کروں؟ خدا نے فرمایا۔ ہم کسی کی دعا رد نہیں کرتے۔ اس سے کہہ دو۔ کہ اچھا ہم تمہیں جانوروں کے کلام کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں لیکن ان کا انجام اگر اچھا نہ ہوا تو اس کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس کے لیے جانوروں کی بولیاں سمجھنے کی دعا کی اور وہ جانوروں کا کلام سمجھنے لگا۔ وہ بڑا خوش ہوا اور گھر آیا۔ اُس نے ایک کتا اور ایک مرغ پال رکھا تھا۔ ایک اس کی خادمہ بھی تھی۔ کھانے کا وقت آیا تو خادمہ نے دسترخوان بچھایا اور کھانا چنا۔ وہ شخص جب کھانا کھا چکا تو خادمہ نے دسترخوان جھاڑا۔ گوشت کی ایک بوٹی دسترخوان سے گر پڑی۔ تو مرغ نے جھٹ اُسے اُٹھا لیا۔ اور کتا منہ دیکھتا رہ گیا۔ کتے نے مرغ سے شکوہ کیا تو تو دانہ دنکا چن کر پیٹ بھر سکتا ہے۔ بوٹی میری خوراک تھی تو نے اُسے بھی کھا لیا۔ اُسے تم میرے لیے رہنے دیتے۔ میں بھوکا تھا مگر میری خوراک تم کھا گئے۔ تم پر بڑا افسوس ہے۔ مرغ نے جواب دیا غم نہ کر کل ہمارے مالک کا بیل مر جائے گا۔ جی بھر کر اُس کا گوشت کھانا۔ مالک نے یہ بات سُنی تو اُسی وقت بیل فروخت کر دیا تاکہ یہ مرے تو خریدار کے گھر جا کر مرے۔ اور میں نقصان سے بچ جاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بیل کی قیمت اُسے وصول ہو گئی اور بیل دوسرے روز خریدار کے گھر جا کر مر گیا۔ دوسرے روز کتے نے مرغ سے پھر شکوہ کیا کہ بیل تو مالک نے بیچ ہی دیا ہے۔ میں آج پھر بھوکا ہی رہا۔ مرغ نے کہا یہ مالک کی غلطی ہے کہ اُس نے اپنی بلا دوسرے پر ڈال دی اور بیل بیچ دیا۔ اب سنو کہ مالک کا گھوڑا کل مر جائے گا۔ تم جی بھر کے اُس کا گوشت کھانا۔ مالک نے یہ بات بھی سمجھ لی اور اُسی روز گھوڑا بھی بیچ دیا تاکہ اُسے گھوڑے کی قیمت مل جائے اور نقصان دوسرے کا ہو۔ چنانچہ گھوڑا بھی دوسرے روز خریدار کے ہاں مر گیا۔ تیسرے روز کتے نے مرغ سے پھر شکوہ کیا۔ اور کہا تم عجب دھوکہ باز ہو کہ مجھے ہر روز جھوٹ بول کر بہلا دیتے ہو اور میں تین روز سے بھوکا مر رہا ہوں۔ مُرغ نے کہا میں نے جھوٹ ہرگز نہیں بولا تھا مگر یہ مالک کی غلطی ہے کہ وہ اپنے گھر آنے والی بلا کو دوسروں پر ڈال رہا ہے۔ اُس کے ہاں اتلاف

حدیث شریف (۱): حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنیا متاع ہے بہترین متاع نیک عورت ہے۔

حدیث شریف (۲) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقویٰ کے بعد انسان کے لیے بہترین سرمایہ نیک عورت ہے جسے حکم کرے تو وہ اُس کی اطاعت کرے اُس کی طرف دیکھے تو وہ اُسے خوش کردے اگر اسے قسم دے تو قسم پوری کرے اگر وہ باہر چلا جائے تو اپنے آپ کو بُرائی (زنا) سے بچائے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔ جب عورت کے ایسے اوصاف ہوں تو یمن و برکت ورنہ شوم و نحوست ہے

کرا خانہ آباد و ہم خوابہ دوست
خدا را برحمت نظر سوئے اوست

ترجمہ: جس کا گھر آباد اور عورت خیر خواہ دوست ہے ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۴۷۲: یہ جان کی بلا بہر حال نازل ہونی تھی۔ پہلے روز اگر یہ اپنا بیل نہ بیچتا تو بیل مر جاتا اور اس کا گھوڑا بچ جاتا لیکن اُس نے بیل بیچ دیا۔ اس لیے بلا پھر دوسرے روز گھوڑے پر نازل ہونی تھی لیکن اُس نے گھوڑا بھی بیچ دیا۔ اس لیے اب مجھ سے یہ بات سن لو اور یقین کرو کہ کل ہمارا یہ مالک مر جائے گا۔ اس کا بچنا محال ہے بیل کو نہ بیچتا تو گھوڑا بھی بچ جاتا اور یہ خود بھی۔ اور اگر گھوڑے کو نہ بیچتا تو کل یہ خود نہ مرتا یہ بلا اس کے گھر بہرحال نازل ہونی تھی مگر مالک نے غلطی کی کہ یہ بلا اس نے اپنے لیے مقرر کر لی۔ کل اُس نے ضرور مرجانا ہے اُس کے مرنے پر غریبوں کے لیے بھی کچھ پکے گا کل جو چاہو گے کھاؤ گے۔ مرغ کی یہ بات سن کر اُس آدمی کے ہوش گم ہو گئے۔ بیل اور گھوڑے کو تو وہ بیچ کر نقصان سے بچ گیا لیکن اب اپنے لیے وہ کیا کرتا؟ گھبرایا ہوا اور سہما ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور! دُعا کیجئے۔ میں موت سے بچ جاؤں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اب یہ مشکل ہے تمھارے گھر ایک موت کا وارد ہونا لکھا جا چکا تھا اور یہ موت بیل پر آنی تھی لیکن تم نے بیل کو کھسکا دیا۔ اب موت کو گھوڑے پر واقع ہونا تھا تم نے اُسے بھی کھسکا دیا۔ اب اس کے لیے تم ہی باقی رہ گئے ہو۔ اب تمھارا بچنا محال ہے۔ یہ بات جو تمھیں اب معلوم ہوتی ہے مجھے اس کا علم پہلے ہی تھا۔ اسی واسطے میں تمھیں اپنی ضد سے باز رہنے کے لیے کہتا رہا مگر تم نہ مانے۔ اب مرنے کے لیے تیار رہو۔ چنانچہ دوسرے روز وہ مر گیا۔ اگر وہ اپنے پیغمبر کی بات مان لیتا اور اس مہلک شوق سے باز آجاتا۔ تو یقیناً وہ بچ جاتا مگر پیغمبر کی بات نہ مان کر اُس نے

تفسیر عالمانہ: وان تعفوا ۔ اور اگر ان کے گناہ معاف کر دو بشرطیکہ وہ گناہ قابل معافی ہوں یا ہیں طور کہ وہ امور دنیا سے متعلق ہوں یا اُمور دین سے اور وہ توبہ کرنا چاہیں تو تم انہیں معاف کر دو ۔ وتصفحوا اور درگزر کر دو یعنی ان میں ملامت نہ کرو اور نہ ہی انہیں عار دو ۔ الصفح بمعنی اعراض و تثریب اہل عرب کہتے ہیں صفحت لمن فلاں میں نے اس سے اعراض کیا اور اسے ملامت کا نشانہ بنایا۔

و تغفروا ۔ اور انہیں بخش دے یعنی ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کرو اور ان کی معذرت قبول کرو۔ فان اللہ غفور رحیم ۔ تو بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے یعنی جیسے کرو گے ویسے تمہارے ساتھ ہو گا اور تم پر فضل و کرم فرمائے گا۔ یہ عبارت وان جاھداك علی ان تشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطعهما و صاحبهما فی الدنیا معروفا کی طرح ہے۔

شان نزول: بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ کثیر العیال والاولاد تھے۔ جب کسی جنگ پہ جانے کا ارادہ کرتے تو وہ روتے اور کہتے کہ ہمیں کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں۔ ان کے رونے سے آپ کا دل نرم پڑ جاتا اور جنگ پر جانے سے رہ جاتے۔ خطیہ شاعر نے کہیں سفر پہ جانے کا ارادہ کیا تو اپنی عورت کو کہا

علی السنین نفیبتی و تصبری
و ذری الشهود فانهن قصار

ترجمہ: میرے غیب ہونے تک سال گننا اور صبر کرنا۔ مہینوں کی بات چھوڑ کیونکہ وہ تھوڑے ہیں۔

حاشیہ بقیہ ص۴۷۳: اپنا خانہ برباد کر لیا۔

فوائد: (۱) اللہ تعالیٰ کی ہر بات میں حکمت ہوتی ہے اس کی طرف سے کوئی مصیبت کبھی نازل ہو تو اس میں بھی حکمت سمجھئے۔ انسان پر اگر کوئی مصیبت نازل ہو یا اس کے مال پر آفت نازل ہو تو اس مصیبت و آفتِ مال کو اپنی جان کا فدیہ سمجھئے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے انسان کی جان بچانے کے لیے اُس کے مال کا نقصان کر کے اُسے بچا لیتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ یعنی تم جس بات کو اپنے لیے اچھا نہ سمجھو۔ تمہیں کیا خبر وہ بات تمہارے لیے اچھی ہو۔

(۲) اللہ کے رسول کسی کام سے روکیں تو رُک جانا چاہیئے اور اپنی ضد پر اڑے نہ رہنا چاہیئے ورنہ اس کا انجام مہلک ہوتا ہے۔

(۳) جو لوگ اپنے نقصان سے بچنے کے لیے دوسروں کا نقصان کر دیتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا

اس پر عورت نے جواب دیا ۔

وَاذْكُرْ صَبَابَتَنَا إِلَيْكَ وَشَوْقَنَا
وَارْحَمْ بَنَاتِكَ فَإِنَّهُنَّ صِغَارٌ

ترجمہ: ہمارا عشق اور شوق رکھنا اور اپنی بچیوں پر رحم کرنا کیونکہ وہ صغیر سن ہیں۔

دیگر شانِ نزول: مروی ہے بعض اہل ایمان نے مکّہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی ازداج واولاد نے روکا اور ہجرت نہ کرنے کے اسباب بہم پہنچائے بعض نے کہا کہ ان کو ہجرت کے وقت ازداج و اولاد نے کہا کہ اپنے شہر اور عزیز و اقارب اور مال و اسباب کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ یہ سن کر اہل ایمان روکنے والوں پر ناراض ہوئے اور کہا اگر تم بھی دار الہجرۃ یعنی مدینہ طیبہ آئے تب بھی ہم تمھارے ساتھ کوئی احسان و مروت نہ کریں گے جب یہ روکنے والے ہجرت کر گئے تو انہوں نے ان کے ساتھ احسان و مروت نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یہی حکم فرمایا کہ انہیں معاف کر کے ان کے ساتھ احسان و مروت کریں۔

فائدہ: امام قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر ان کی خاطر مدارات کر کے انہیں معاف کرو اور حوصلہ کر کے ان کے جرائم و مآثم سے درگزر کرو اور رحمت و شفقت سے ان کی غلطیاں بخش دو تو کوئی گناہ نہیں اور نہ اس میں کوئی حرج ہے گناہ اُس وقت ہے جب وہ تمھارے نیکی کرنے سے آڑے آ جاتے اور تم ان کا کہا مان جاتے یا تم ان سے اتنی محبت کرتے اور تعلق جوڑتے کہ تم سے نیکی ترک ہو جاتی۔ عدالت کی رو در رعایت کرتے ہوئے اور فضیلت دیتے ہوئے ان کے ساتھ معاشرہ اچھا کرو اور خوش خلقی کرو تو مستحسن ہے بلکہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہوتا ہے کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے اور تخلقوا باخلاق اللہ کا ہم پر حکم نبوی ہے۔

عورت کے فضائل: تعفوا و تصفحوا الخ میں اشارہ ہے کہ اَمر بالحذر کا یہ مطلب نہیں کہ ازواج و اولاد کو بالکل ترک اور ان کے معاشرہ اور مصاحبت سے اعراض کیا جائے اس لیے کہ عورت کو منجانب اللہ بلند تر مقام حاصل ہے اور یہ جنت کی اعلیٰ نعمتوں سے ہے بلکہ عالم دنیا کا نظام اسی سے قائم ہے اگر عورتیں نہ ہوتیں تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء و علماء و صلحاء نہ ہوتے جن کی وجہ سے مخلوق پیدا ہوئی۔

حاشیہ بقیہ ص۴۷۴: کہ لوگوں کو جو بات تجربے سے معلوم ہوتی ہے اور جو واقعہ ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول کو اس کا پہلے ہی علم ہوتا ہے۔ اویسی غفرلہٗ۔

(۲) عورتوں کی تخلیق پر اللہ تعالیٰ نے نعمت کا اظہار فرمایا۔ کما قال اللہ تعالیٰ خلق لکم من انفسکم ازواجًا۔ یہ ایسے ہے جیسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اتقوا الدنیا والنساء۔ دنیا اور عورتوں سے ڈرو۔

فائدہ:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ضرر رساں باتوں سے بچو اس کا یہ معنیٰ نہیں انھیں بالکل ترک کر دو کیونکہ انسان جب تک زندہ ہے اس سے کس طرح کنارہ کش ہو سکتا ہے بلکہ اس کا یہی مطلب ہے کہ اس سے ایسا تعلق اور محبت نہ ہو کہ محبت الٰہی سے غافل کر دے ایسے ہی عورتوں کا حال ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کی محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے کے بعد ہر انسان کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے۔

۱۔ صدقہ جاریہ
۲۔ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔
۳۔ اولاد صالح جو اس کے لیے دعا کرتے رہیں جیسا کہ اس کی تفصیل ہم نے سورۂ نجم میں بیان کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاد صالحہ پر برانگیختہ فرمایا ہے اور اسے دنیا میں شمار نہیں فرمایا بلکہ اسے باقی رہنے والی خیر و بھلائی میں گنا ہے بلکہ اسے عمر ثانی کے حصول کا ذریعہ بتایا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ نفوس امارہ و لوامہ اور ان کی اولاد یعنی ان کی صفات و اخلاق شہوانیہ انسان کے دشمن ہیں کہ اسے مدینۂ قلب کی طرف ہجرت کرنے سے روکتے ہیں ان کی متابعت و مخالطت سے بالکلیہ انقطاع لازم ہے اور جمیع حالات میں ان پر کنٹرول کیا جائے اور ان کے وہ ہفوات جو بعض اوقات ان سے سرزد ہوتے ہیں ان سے درگزر کیا جائے کیونکہ یہ تمہارے لیے بمنزلہ سواری کے ہیں اور زجر و توبیخ کے بعد ان سے چشم پوشی کی جائے اور انہیں بخش دو بایں طور کہ اپنے نور ایمان اور اپنے قلوب کی معرفت کے شعاع سے ان کے ظلمات کو چھپاؤ کیونکہ تمہارا اللہ تمہارا ساتر ہے کہ وہ اپنے لطف سے تمہارے عیب چھپاتا ہے اور تمہارے اوپر رحم و کرم کر کے تم پر رحمت فرماتا ہے ہم سب کو اہل تقویٰ و اہل مغفرت سے بنائے اور انواع رحمت سے ہمیں ڈھانپے۔

تفسیر عالمانہ:۔ انما اموالکم و اولادکم۔ بیشک تمہارے اموال و اولاد فتنہ (تمہارے لیے بلاؤ محنت ہیں کہ تمہیں گناہ و عقوبت میں ڈالتے ہیں جس کا

تمھیں وہم و گمان نہیں ہوتا۔

فائدہ :۔ جناب کاشفی نے لکھا کہ اموال و اولاد تمھارے لیے آزمائش ہیں تا کہ ظاہر ہو کہ تم میں سے کون ہے حق کو ان پر ترجیح دیتا ہے اور کون ہے جو مال و اولاد میں دل لگا کر محبتِ الٰہی سے محروم ہوتا ہے۔

فائدہ :۔ انما حصر کا لایا گیا تا کہ معلوم ہو کہ جمیع اولاد و اموال آزمائش ہے کیونکہ اموال و اولاد کا کوئی معاملہ ایسا نہیں جو آزمائش پر مبتلا نہ ہو اور لازماً ان میں قلب مشتغل ہوتی ہے۔

نکتہ :۔ اولاد پر اموال کی تقدیم ادنیٰ سے اعلیٰ کی ترقی ہے کیونکہ اولاد بہ نسبت اموال کے قلوب سے زیادہ ملصق (چمٹی ہوئی) ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے آباد کے اجزاء ہیں بخلاف اموال کے کہ وہ انسان کے توابع سے ہیں اسی لیے فناء الاموال کو توحید الافعال سے فناء النفس کو توحید الذات سے تعلق ہے۔

واللہ عندہٗ اجر عظیم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے اس کے لیے جو محبت الٰہی سے سرشار ہوا اور اموال و اولاد اور ان کی مصالح کی تدبیر میں طاعت الٰہی کو ترجیح دیتا یعنی تارک الدنیا ہے بلکہ اس کا دشمن ہے کہ ہر وقت اپنے عیوب گنتا رہتا ہے اور اسے آخرت کے امور میں رغبت ہے کہ ہر وقت اس کی نعمتوں کا ذکر کرتا رہتا ہے۔

حدیث شریف :۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمھارے لیے لائق نہیں کہ کہو اے اللہ مجھے فتنہ سے بچا کیونکہ تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جسے اموال و اولاد کے فتنے سے تعلق نہ ہو ہاں یوں کہے کہ اے اللہ میں فتنہ (آزمائش) کے مشکلات سے پناہ مانگتا ہوں۔

حکایت :۔ منقول ہے کہ حضرت محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک رات میں نے کعبہ معظمہ کا طواف کرتے ہوئے کہا اے اللہ مجھے فتنہ سے بچا اور میں نے اللہ تعالیٰ کو قسمیں دے کر یہ دعا عرض کی اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے ایسا نہ ہو گا میں نے کہا وہ کیسے فرمایا اس لیے کہ فتنہ سے بچنے کا یہ معنیٰ ہے کہ پہلے بندہ گناہ کرے پھر اسے بخشا جائے (اور تیرے سے گناہ کا صدور نا ممکن) کیونکہ آپ ولی اللہ ہیں اور ولی اللہ سے گناہ کا صدور نا ممکن ہوتا ہے) یہ اسرار پوشیدہ اور مخفی حکمتوں سے ہے۔

حسنین رضی اللہ عنہما کے فضائل :۔

مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک حسن و حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے

ان دونوں پر سُرخ رنگ کے دو قمیص تھے چلتے وقت دائیں بائیں گرتے دبچپن کی وجہ سے چلے آرہے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منبر سے اتر کر دونوں کو اٹھا کر ہاتھوں میں لے کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا بیشک تمہاری اولاد و اموال آزمائش ہیں میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ گرتے اٹھتے چلے آرہے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا میں نے خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھا لیا اس کے بعد آپ نے خطبہ مکمل فرمایا۔

فائدہ :۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ بزرگوں کی آزمائش یوں ہوتی ہے لیکن جُہال فساق کا فتنہ بُرا ہوتا ہے وہ فسق و فجور کا موجب بنتا ہے۔ منقول ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کو سب سے پہلے اہل وعیال گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے یا اللہ پہلے اس سے ہمارے حقوق دلوایئے اس نے ہمیں خیر و بھلائی نہ بتائی جس سے ہم بے خبر تھے اور یہ اُلٹا ہمیں حرام کھلاتا تھا جس کا ہمیں علم نہیں تھا ان کے اہل وعیال کا اس سے حق لیا جائے گا اور اس کی جملہ نیکیاں اس کے اہل وعیال کو دی جائیں گی۔ یہاں تک کہ اس کے پاس ایک نیکی بھی نہ بچے گی۔

حدیث شریف :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد کو قیامت کو لایا جائے گا اور اعلان ہوگا کہ یہ وہ ہے جس کی تمام نیکیاں اس کے اہل وعیال کھا گئے ہیں۔

اعجوبہ :۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اہل وعیال انسان کی نیکیوں کی دیمک ہے وہ ایک کیڑا ہے جو عموماً طعام اور کپڑے میں داخل ہو کر اسے نقصان پہنچاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض اسلاف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے مال و اولاد سے بالکلیہ کنارہ کشی کی کیونکہ یہ دونوں ذکر الٰہی سے غافل کر دیتے ہیں۔ یہ دونوں اپنے صاحب کے لیے نحوست ہیں اسی لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ جو میرے ساتھ محبت کرتا اور میری دعوت قبول کرتا ہے تو اسے مال و اولاد میں کمی فرما اور جو میرے ساتھ بغض رکھتا اور میری دعوت قبول نہیں کرتا تو اس کا مال و اولاد بڑھا۔

فائدہ :۔ یہ اکثریت کے اعتبار سے ہے۔

فائدہ :۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دُعا فرمائی کہ اے اللہ اس کے مال و اولاد میں زیادتی فرما اور جو کچھ تو اسے عطا فرمائے اس میں برکت دے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا کی وجہ سے آیت کے حکم مستثنیٰ ہیں۔

فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ تو تقویٰ میں اپنی جہد و طاقت کو صرف کرو۔

فائدہ :۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جب تمہیں معلوم ہو گیا اور جب تم اس سے نصیحت حاصل کر و پس ان امور

سے ڈرو جو اللہ تعالیٰ کے مواخذہ کا موجب بنیں یعنی اموال و اولاد کے متعلق امور کی تدبیر میں مصروف نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرو اور یہ آیت اتقوا اللہ حق تقاتہ کا ناسخ ہے۔

شان نزول:۔ صحابہ کرام پر گراں گزرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کریں کہ ان کے قدم سوج جائیں اور ان کے ماتھے سجدوں سے زخمی ہو جائیں ان کی سہولت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت محکمہ ہے اس کا کوئی ناسخ نہیں۔ ان کے نزدیک ان دونوں آیتوں کی تطبیق یوں ہوگی۔ ان دونوں آیتوں کو ملا کر یوں معنیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی استطاعت کے مطابق ڈرو چونکہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو تکلیف لایطاق کا مکلف نہیں مانتا اور حقیقی تقویٰ بھی یہی ہے جس کے متعلق کہا جا سکے کہ انسان اپنی مقدور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرا۔ (کیونکہ مافوق الاستطاعت تکلیف مالایطاق ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو تکلیف مالایطاق میں مبتلا کرے)

فائدہ:۔ حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے ثواب کا طالب ہے اور جو ثواب سے نہیں بلکہ اس کی ذات کا خواہاں ہے اس کے لیے فاتقوا اللہ حق تقاتہ کا خطاب موزوں ہے اس میں آپ نے تقویٰ کے متعلق ابرار و مقربین کے درمیان فرق کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ فاتقوا اللہ ما استطعتم میں ابرار کے تقویٰ کا اور فاتقوا اللہ حق تقاتہ میں مقربین کے تقویٰ کا بیان ہے۔ کیونکہ مقربین کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ وجود مجازی سے بالکل خارج ہو جائیں اور یہی تقویٰ کا حق ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مواضع بلیات میں حسب استطاعت اپنے مراتب و مقامات کے مطابق مخالفات و آفات سے ڈرو۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا متقی وہ ہے جس کا رزق اس کی کمائی سے نہ ہو بلکہ رب رحمٰن کے توکل پر رہے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ ایک آیت میں کسی واجب کا حکم ہوتا ہے تو دوسری میں اس واجب کے حق کا حکم ہوتا ہے۔ واجب کا حکم حق واجب کے حکم کا ناسخ ہوتا ہے اس لیے کہ بندے کا حق امر بواجب سے ختم کر دیا جاتا ہے تاکہ اسے عفو کا مستحق بنایا جا سکے۔ اگر بندے سے اپنے واجب حق پر گرفت کرے تو وہاں ہزار سالہ طاعت و معصیت ایک رنگ میں ہوگی ؎

بے نیازی بین و استغنا نگر
خواہ مطرب باش و خواہ نوحہ گر

ترجمہ:۔ اس کی بے نیازی و بے پرواہی کو دیکھئے اس کی جناب میں خوشی کرنے والا اور گریہ کرنے والا برابر ہیں۔

تمام انبیاء و اولیاء میں کسے طاقت ہے کہ اس کا حق ادا کریں اس کا اَمر تو متناہی ہو سکتا ہے لیکن اس کا حق ادا کریں اس کا حق غیر متناہی ہے کیونکہ اَمر کا تعلق تکلیف (مکلف کرنا) پر ہے اور تکلیف دنیوی شے ہے اور دنیا فانی ہے اور حق کی بقاء ذات سے ہے اور اس کی ذات غیر متناہی ہے نتیجہ نکلا کہ اس کا حق غیر متناہی ہے اسی لیے واجب اَمر تو ختم ہو سکتا ہے لیکن واجب حق ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا فنا ہو جائے گی تو اَمر بھی باقی نہ رہے گا۔ آج تو ہر ایک اس خیال میں ہے کہ وہ اَمر الٰہی بجا لا رہے ہیں مثلاً انبیاء و رسل نبوت و رسالت کے اُمور میں اور ملائکہ طاعت و عبادت میں اور موحدین و مجتہدین اور اہلِ ایمان و اخلاص توحید میں مشغول ہیں لیکن کل قیامت میں جب اللہ تعالیٰ اپنے تجلیات کو مکشوف فرمائے گا تو ہر ایک اپنے علم کو سمیٹا ہوا پائے گا۔ انبیاء علیہم السلام باوجودیکہ علمی لحاظ سے اعلیٰ مراتب پہ ہیں لیکن اُس وقت کہیں گے۔ لا علم لنا۔ اور ملائکہ اپنی عبادت و طاعت کی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے ما عبدناک حق عبادتک اور عارفین و موحدین کہیں گے۔ ما عرفناک حق معرفتک۔

تفسیر عالمانہ: واسمعوا۔ اور وعظ سنو۔
واطیعوا۔ اور اوامر الٰہی بجا لاؤ۔

وانفقوا۔ اور جن اُمور میں جس طرح کے خرچ کرنے کا حکم ہے اسی طرح خرچ کرو یعنی صرف رضائے الٰہی کو مدنظر رکھ کر خرچ کرو۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہاں انفاق سے ادائیگی زکوٰۃ مراد ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں عموم ہے تو ہر طرح کا خرچ مراد ہے اور یہ بھی طاعت میں مندرج ہے۔

نکتہ: اگرچہ انفاق طاعت میں شامل تھا چونکہ انسان کو اس کی اشد ضرورت ہوتی ہے اسی لیے اسے علیٰحدہ ذکر کرنا اس کی اہمیت کا اظہار ہے اسی لیے مال کو رُوح کا عینی بھائی کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے آیت میں اولاد سے اموال کا ذکر پہلے ہے۔ اور مال کی نفس کی محبوب شے ہے۔ اسی لیے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مال کی محبت بسا اوقات خاتمہ خراب کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ جس دل میں مال کی محبت گھر کر جائے گی تو لازماً اس میں حبِّ الٰہی اُٹھ جائے گی اور یہی بغض الٰہی کا سبب ہے (نعوذ باللہ) مثال کے طور جسے دنیا کی محبت اتنا غالب ہو کہ اپنی اولاد کا پیار بھی بھول جاتا ہے تو پھر اولاد اگر اس کی دنیا میں دخیل ہوتی ہے تو اولاد سے بغض کرنے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات دنیوی محبت کی اولاد کو مار ڈالتا ہے۔

خیرا لا نفسکم ۔ کان مقدر کی خبر جو امر مذکورہ کا جواب ہے دراصل یکن خیرا لکم تھا یا فعل محذوف کا مفعول ہے دراصل ائتوا وا فعلوا خیرا لکم یعنی اپنے لیے بھلائی کرو اوران اُمور کا ارادہ کرو جو تمھارے لیے نافع تر ہوں۔ اُمور مذکورہ پر عمل کرنے کے لیے برانگیختہ کرنے کی تاکید ہے اور بتایا گیا ہے کہ اُمور مذکورہ اموال واولاد سے جو ان کی شہوات وزخارف دنیا کے انہماک سے بہتر ہیں۔

ومن یوق شح نفسہ ۔ اور جسے بخل نفس سے بچائے کیونکہ یہ رذیل اور نفس میں گھس والی فطرت ہے اس کا تفصیلی بیان سورہ حشر میں گزر چکا ہے یعنی جو نفس کے بخل سے بچتا ہے اور حقوق حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا بلکہ راہِ حق میں سب کچھ لٹاتا ہے اور یہ فعل مجہول اور مجزوم مَن شرطیہ کی وجہ سے وقایت سے مشتق اور متعدی بدو مفعول ہے اور شح دوسرا ثانی منصوب ہے اس کا مفعول ضمیر ہے جو فاعل کا قائم مقام ہے۔

فاولئك ھم المفلحون ۔ تو وہی اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔

فائدہ :۔ اصمعی کی حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی ایک قوم کے ہاں آیا اور کہا حق سے ایک اور امر افضل ہے اُنھوں نے کہا وہ کونسا۔ کہا کسی پر احسان ومروت کرنا اور کسی اَمر سے اپنے حق سے چشم پوشی کرنا۔ (کذا فی المقاصد الحسنہ)

حدیث و روایت :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کے غلاف کے چمٹ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہا تھا کہ اس کعبہ کی عظمت کے صدقہ مجھے بخش دے۔ آپ نے اسے فرمایا تیرا کون سا گناہ ہے بیان کیجیے عرض کی اتنا بڑا گناہ جسے میں بیان نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کیا وہ ساتوں زمینوں سے بھی بڑا ہے عرض کی ان سے بھی بڑا ہے آپ نے فرمایا کیا وہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔ عرض کی ہاں وہ ان سے بھی بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا وہ ساتوں آسمانوں سے بھی بڑا ہے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا وہ عرش الٰہی سے بھی۔ عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا وہ اللہ تعالیٰ سے بھی عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا تو بیان کیجیے عرض کی یارسول اللہ میں صاحبِ جائداد ہوں میرے ہاں جب سائل حاضر ہوتا تو مجھے محسوس ہوتا کہ وہ آگ کا شعلہ لا رہا ہے یعنی سائل کے سوال سے گویا مجھے آگ لگ جاتی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دور ہو جا مجھے اپنی آگ سے مت جلا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے ہدایت وکرامت دے کر بھیجا اگر تو رکن یمانی ومقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر دُعا مانگے اور دو ہزار سال روتا رہے یہاں تک کہ تیرے آنسو سے نہریں جاری ہو جائیں اور انہی سے تمام درختوں کو پانی

پھر فرمایا جانتے ہو تم اس حالت میں مرجائے اور تیری عادت تیرے اندر موجود رہی تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم میں دھکیلے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ بخل دموجب ا کفر ہے اور کافر جہنم میں جائیں گے اور تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ۔

فرو ماندگاں را دروں شاد کن
ز روز فرو ماندگی یاد کن
نہ خواہندۂ بر در دیگراں
بشکرانہ خواہندہ از درمراں

ترجمہ:۔ عاجزوں کا دل خوش کیجیے اپنی عاجزی کے دن یاد کیجیے۔
(۲) تو سائل بن کر دوسروں کے دروازہ سے سوال نہیں کر رہا اسی لیے شکرانہ کے طور سوالی کو اپنے دروازے سے محروم نہ کیجیے۔

فائدہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ علم سے دوسرے کو نفع دینا اور کسی کی مالی مدد کرنا درحقیقت اپنے لیے فائدہ ہے کیونکہ لوگ سب کے سب ایک جسم کی طرح ہیں ویسے احدیت میں غیریت کی نفی ہے اسی لیے جو وجود مجازی کو خرچ کرتا ہے وہ وجود حقیقی کے حصول میں کامیاب ہو جائے گا۔

تفسیر عالمانہ:۔ ان تقرضوا اللہ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے مال کو ان مصارف میں صرف کرو جن کے لیے خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

فائدہ:۔ راہِ حق میں خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر کرنے میں دعوتِ حق میں شفقت و لطف کا اظہار ہے۔
فائدہ:۔ کشاف میں لکھا ہے کہ صاحب لباب نے فرمایا کہ القرض بمعنی القطع اسی سے مقراض مشتق ہے اسی لیے کہ اس کے ساتھ کپڑا وغیرہ کاٹا جاتا ہے۔ اور انقرض القوم بھی اُس وقت بولتے ہیں جب وہ قوم تباہ و برباد ہو جائے یہاں تک کہ ان کے نشانات بھی ختم ہو جائیں۔ بعض نے کہا کہ القرض کو اس لیے قرض کہا جاتا ہے کہ وہ مال کا ایک حصہ کاٹ کر دوسرے کو دیا جاتا ہے اشتقاق کا اصل مقصد یہی ہے اس میں اختلاف ہے کہ قرض کو لغوی معنیٰ سے کیا مناسبت ہے بعض نے فرمایا قرض اس شے کا نام ہے کہ جس سے جزا کا ترتب ہوتا ہے۔ بعض نے کہا قرض وہ شے ہے جسے دے کر واپس لینے کا ارادہ ہو۔ پھر بعض نے کہا کہ یہاں پر قرض کا حقیقی معنیٰ مراد ہے بعض نے کہا کہ دوسرے معنیٰ میں مجاز مراد ہے کیونکہ جب قرض وصول کیا جائے گا تو وہ پہلے مال کا مثل ہو گا

نہ اصل۔ کشاف میں سورۂ بقرہ میں اسی معنیٰ کی طرف میلان ظاہر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرض کا بھی یہی معنیٰ ہے کیونکہ عمل پر اجر عطا فرمائے گا اور اجر عمل کا مثل ہے اسی معنیٰ پر یہ استعارہ تصریحیہ تبعیہ ہے۔
قرضاً حسناً۔ اس میں اصل مقصد کی تصریح ہے یعنی وہ قرض اخلاص سے مقترن ہو اور رطیب خاطر دیا جائے۔

صوفیانہ معنیٰ:۔ حضرت سہل (تستری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ قرض حسن سے مراد یہ ہے کہ اعمال کی جزا میں تمہارے قلوب کو مشاہدۂ حق سے نوازا جائے گا جیسا کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔

فائدہ:۔ قرضاً اگر بمعنیٰ اقراض ہے تو اس کا منصوب ہونا مفعول مطلق کے طور پر ہوگا۔ اگر اس سے وہ مال مراد ہو جو قرض میں دیا جائے اس معنیٰ پر قرضاً تقرضوا کا مفعول ثانی ہوگا کیونکہ اقراض متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ انفاق کو اقراض سے تعبیر کرنا حالانکہ اللہ تعالیٰ مطلقاً غنی ذات ہے اسے قرض کی کیا ضرورت ہے اس میں اشارہ ہے کہ وہ ذات تمہارے صدقات و خیرات احسن طریق سے قبول کرتا ہے اور تمہارے سے خوش اور راضی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ تمہاری خیرات و صدقات ضائع نہ ہوں گے اور واضح فرمایا گیا ہے کہ خرچ کرنے والا برکات و کرامات کا مستحق ہے۔

یضاعفہ لکم۔ مضاعفہ سے ہے بمعنی تضعیف یعنی تکثیر یہ مفاعلہ اپنے معنیٰ میں نہیں کیونکہ وہ اشتراک کے لیے آتا ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ تمہارا اجر کئی گنا بڑھائے گا کہ ایک کے بدلے دس نیکیاں بلکہ سو سات لکھے گا یا اس سے بھی زائد کیونکہ جیسے حالات و مقامات اور نیات ہوں گی ایسے ہی نیکیاں بڑھیں گی۔
و یغفر لکم۔ وہ جو تمہارے سے کوتاہیاں ہوئیں انھیں سے بعض صدقات کی برکت سے بخشے گا۔

واللہ شکور۔ اور اللہ شکور ہے کہ وہ تھوڑی سی اطاعت پر کئی گناہ زائد ثواب عطا فرماتا ہے یا بندے کو شکر پر جزا دے گا۔ شکر بمعنی نعمت پر علی سبیل الخضوع اپنی کمی کا اعتراف کرنا اس معنیٰ پر شکر کی جزا کو بھی شکر کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ شکور با ایں معنی ہے کہ وہ اپنے بندے کے افعال حسن پر اور بہتر اطاعت پر اس کی بہت زیادہ تعریف کرتا ہے اسی لیے شکر بمعنی محسن کے احسان کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنا یہی معنیٰ امام قشیری کا پسندیدہ ہے۔ الشکور الشاکر کا مبالغہ ہے شاکر وہ ہے جس کا شکر لازم ہو۔
کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ الشاکرین کون ہے فرمایا وہ جو باوجودیکہ ہر گناہ سے پاک ہے لیکن اپنے آپ کو سب سے بڑا گنہ گار سمجھے اور نوافل کی ادائیگی کے بعد نوافل میں جدو جہد کرے لیکن اس کے باوجود خیال کرے کہ اس نے عبادت و طاعت میں بڑی کوتاہی کی دنیا کی بہت سی تھوڑی شے پر راضی ہو لیکن کہے کہ میں دنیا کا بڑا طالب ہوں اور ہر لحظہ ذکر الٰہی میں شاغل رہے لیکن بتاتا ہے کہ وہ بہت کوتاہی کرتا ہے

ہر نیک عمل میں بازی لے جاتا ہے لیکن سمجھتا ہے کہ اس کے پاس نیکی کی کمی ہے ایسے لوگوں کو شاکر یا شاکرین کہا جاتا ہے اور عارف باللہ کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ ہر وقت شکر میں وقت بسر کرے اور اللہ تعالیٰ کو ہی شکر قبول کرنے والا سمجھتا ہے اور شکر گزاری میں پل بھر سستی نہیں کرتا اور حمد الٰہی پر مواظبت رکھے اس میں کوتاہی کا تصور تک نہ ہو۔

شکر کے اقسام

شکر کئی قسم ہے :۔

(۱)۔ شکر بالبدن وہ یہ کہ اپنے اعضاء کو طاعت الٰہی کے سوا کسی اور کام میں نہ لائے۔

(۲)۔ شکر بالقلب وہ یہ کہ اپنے دل کو سوائے ذکر و معرفت الٰہی کے کسی دوسرے شغل میں متوجہ نہ ہونے دے۔

(۳)۔ شکر باللسان وہ یہ کہ زبان کو اللہ تعالیٰ کے ثناء و مدح میں ہی مشغول رکھے۔

(۴)۔ شکر بالمال وہ یہ کہ مال کو سوائے رضاء و محبت الٰہی کے کسی شے پر خرچ نہ کرے ؎

نفس می نیارم زد از شکر دوست
کہ شکرے ندانم کہ درخور دا دست
عطائیست ہر موئے از و بر تنم
چگونہ بہر موئے شکرے کنم

ترجمہ :۔ (۱) شکر دوست کے سوا میرے ایک سانس نہیں جاتا کیونکہ میں شکر صرف اسی کے لائق سمجھتا ہوں۔
(۲) میرے جسم پر ہر بال اس کی عطا ہے پھر تو مجھے ہر بال کے لیے علیحدہ علیحدہ شکر کرنا چاہیئے۔

فائدہ :۔ شکر کی ادائیگی کا صرف طریقہ یہ ہے کہ اس کی طاعت میں زندگی بسر کرے کسی گناہ کا ارتکاب اپنے سے صادر نہ ہونے دے۔

وسعت رزق کا وظیفہ :۔ اسم مشکور کو وسعت رزق اور عافیت بدنیہ کو خصوصی دخل ہے ہر بیماری کے لیے اسے لکھ کر پلایا جائے تو بحکم خدا شفا نصیب ہو گی ایسے ہی ضیق النفس اور ثقل بدن اور تھکان کے لیے لکھ کر پلائیں۔ اگر لکھ کر آنکھ پر پھیرا جائے تو ضعف و کمزوری نہیں رہے گی اسے اکتالیس دفعہ کیا جائے۔

حلیم ۔ وہ حلیم ہے کہ کسی کے کثرت ذنوب مثلاً بخل و امساک وغیرہ پر سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا اور اتنی مہلت دیتا ہے کہ جاہل بے وقوف یہ سمجھتا ہے کہ اسے خبر ہی نہیں (معاذ اللہ) اور گناہوں کو ڈھانپتا ہے یہاں تک کہ غافل خیال کرتا ہے کہ وہ دیکھتا ہی نہیں (معاذ اللہ)

فائدہ :۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا حلیم وہ ہے جو گنہ گاروں کے گناہ اور اپنے اوامر کے خلاف

دیکھ کر غصہ نہ کرے اور نہ ہی اس کے انتقام میں عجلت کرے باوجودیکہ اسے انتقام پر بہت بڑی قدرت حاصل ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، و لویؤاخذ اللہ الناس بظلمہم ماترك علیہا من دابۃ۔ اگر اللہ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کی گرفت کرے تو زمین پر کسی بھی چلنے والے کو نہ چھوڑے۔

حکایت :۔ مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کے ملکوت دکھائے تو ابراھیم علیہ السلام نے ایک مجرم کو گناہ کرتے دیکھا اور کہا یا الہ العالمین اسے تباہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مجرم کو تباہ کر دیا پھر دوسرے کو جرم میں مبتلا دیکھ کر بد دعا کی وہ بھی تباہ ہو گیا۔ ایسے ہی تیسرے کو پھر چوتھے کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے پیارے ابراھیم (علیہ السلام) اگر ایسے ہی ہم تمھارے کہنے پر ہر مجرم کو ہلاک کرنے پہ آئیں تو دنیا میں کوئی بھی باقی نہ رہے۔ میں تو ان کے گناہ دیکھ کر چھپاتا اور انہیں مہلت دیتا ہوں تاکہ توبہ کریں۔ اگر اس پر بھی گناہوں پر اصرار کرتے ہیں تو پھر ان کو عذاب میں مبتلا کرتا ہوں۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے کہا حوصلہ آنات کی آڑ ہے بعض نے کہا حلم اخلاق کے لیے بمنزلہ نمک کے ہے۔

حکایت :۔ کسی نے امام شعبی کو گالی دی آپ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے بخشے اگر تو سچا ہے تو مجھے بخشے۔

فائدہ :۔ احنف صفت حلم میں ضرب المثل تھے لیکن وہ خود کہتے کہ میں صبور تو ہوں لیکن حلیم نہیں ہوں۔ حلیم صبور میں فرق یہ ہے کہ صبور جرم کے انتقام سے بے خوف نہیں ہوتا اور حلیم کو امن و اطمینان ہوتا ہے۔ (کذا فی المفاتیح) اسم حلیم کی صفت سے متعلق ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کیا جائے اور ان کے جرم سے چشم پوشی کی جائے بلکہ ہر ممکن ان کے ساتھ احسان و مروّت کیا جائے۔

وظیفہ یا حلیم :۔ اربعین اور رسیہ میں ہے کہ یا حلیم ضالانا دائخ اے وہ حوصلہ والی ذات کہ مخلوق میں اس کا کوئی بالمقابل نہیں۔ سہروردی نے فرمایا کہ جو اس کا ورد رکھتا ہے اس پر کوئی شے غلبہ نہیں پا سکتی یہاں تک کہ درندے اس سے ڈر کھائیں گے اور وہ عوام میں مقبول ہو گا اور اس کا لوگوں پر رعب چھا جائے گا۔

فائدہ :۔ الاناۃ بمعنی تثبت و وقار۔

تفسیر عالمانہ :۔ عالم الغیب والشھادۃ۔ یہ دوسری خبر ہے یعنی وہ غیب جانتا ہے اس سے کوئی شے مخفی نہیں۔

فائدہ :۔ کاشفی نے لکھا کہ وہ تمھارے ان صدقات کو جانتا ہے کہ تم ظاہر کر کے دیتے ہو اور وہ جو تم چھپ کر

خالی از ریا و نمود خیرات کرتے ہو سب کو جانتا ہے اس پر تحقیق سورۂ حشر کے آخر میں لکھی جا چکی ہے۔
نکتہ ۔ غیب کو شہادت پر مقدم کرنے میں اشارہ ہے کہ غیب کا جہان اعم اور اس کا علم اتم ہے۔
العزیز الحکیم ۔ قدرت و حکمت کا مالک ہے۔ کاشفی نے لکھا کہ وہ غالب ہے جس کا صدقہ و خیرات مبنی بر خلوص نہ ہو تو اس سے انتقام لے سکتا ہے اور جو اخلاص سے صدقہ و خیرات کرتا ہے تو اسے کرامات و انعامات سے نوازتا ہے۔ اس کا حکم ازل سے ہے ظاہری صورتوں کا کوئی اعتبار نہیں یہی وجہ ہے کہ بلعم باعور مارا گیا اور اصحاب کہف کا کتا قبول ہو گیا۔

اصحاب کہف کا کتا اور اُس کی کہانی

منقول ہے کہ جب اصحاف کہف نے بھگایا تو وہ نہ بھاگا بلکہ بول پڑا کہ اگر تمہاری کوئی مراد ہے تو میں بھی اس کا ارادہ رکھتا ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا میں بھی اس کا پیدا کردہ ہوں۔ اسی وجہ سے اصحاب کہف کو ساتھ لے جانا پڑا۔ لیکن یہ شرط لگائی کہ اگر میرے پیچھے ہمارے دشمن آئے تو اس کے پاؤں کے نشان ، ی چغلی کھائیں گے اسی لیے اس کا حیلہ یہ ہے کہ ہم اسے باری باری اُٹھا کے لے جائیں چنانچہ اسے اللہ والے سر پر اُٹھا کر لے چلے۔ یہ کتے کی خوش بختی کی دلیل ہے جسے ازل سے نصیب ہوئی جس کے راز سے عام بندے بے خبر ہیں۔ ایسے ہی ابلیس کو دیکھئے کہ ملائکہ میں کوئی بھی ان کا ہم پلہ نہ تھا مگر حکم ازلی نے انہیں شقی لکھا لیکن اس کی شقاوت دوسروں سے مخفی نہیں جب حکم ازلی ظاہر ہوا تو اپنے پرائے سب نے اسے لعنتی کہا ؎

کلید قدر نیست در دست کس
توانائے مطلق خدائیست و بس
ز زنبور کرد ایں حلاوت پدید
ہماں کس کہ در مار زہر آفرید
خدایا بغفلت شکستیم عہد
چہ زور آورد با قضا دست
چہ بتر داز دست تدبیر ما
ہمیں نکتہ بس تقصیر ما
ہمہ ہر چہ کردم تو برہم زدی
چہ قوت کند با خدائے خودی

نہ من سر د حکمت بدر می روم
کہ حکمت چنیں می رود بر سرم

ترجمہ:۔(۱)۔ تقدیر کی چابی تیرے ہاتھ میں ہیں۔ مطلق قادر وہی خدا ہے اور بس۔
(۲) شہد سے یہ مٹھاس ظاہر کیا۔ اسی ذات نے سانپ میں زہر پیدا فرمائی۔
(۳) اے اللہ غفلت سے ہم نے عہد توڑا۔ ہماری جدوجہد سے تیری قضاؤ قدر کا ہمارا مقابلہ کیسا۔
(۴) ہماری تدبیر کیا کر سکتی ہے یہی نکتہ ہمارے عذر تقصیر کافی ہے۔
(۵) جو کچھ ہم نے کیا وہ تو نے درہم برہم کیا۔ ہماری خود تیرا مقابلہ نہیں کر سکتی۔
(۶) نہ میں تیرے حکم سے باہر ہوں وہ حکم جو میرے لیے مقدر ہوا۔
حافظ شیرازی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

نقش مستوری و مستی نہ بدست من و تست
آنچہ سلطان ازل گفت بکن آن کردم

ترجمہ:۔ مستوری و مستی کا نقش نہ میرے ہاتھ میں ہے نہ تمہارے جو کچھ سلطان ازل نے فرمایا کہ یہ کرو میں نے وہی کیا۔
اور فرمایا ؎

دریں چمن نکنم سرزنش بخود روی
چناں کہ پرورشم می دہند می رویم

ترجمہ:۔ اس چمن میں اپنی غلطی پر ملامت نہیں کرتا جیسی مجھے تربیت کی گئی ہم اسی طرح عمل کرتے ہیں۔
حدیث شریف:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر سر کے شبابیک۔ سورہ تغابن کی پانچ آیات لکھی جاتی ہیں۔
فائدہ:۔ الشبابیک بالضم چمگادڑ کی طرح ایک پرندہ ہے شباکہ بمعنی المشبک بمعنی ایک شے کا دوسری شے میں داخل ہونا۔

فضیلت سورۃ تغابن

حدیث شریف میں ہے کہ جو سورہ تغابن پڑھا کرتا ہے وہ اچانک موت سے محفوظ ہوگا۔

الفجاۃ بالمد وختم الفاء و بالقصر مع فتح الفاء بمعنی البغتۃ وہ موت جو مرض اور سبب کے بغیر واقع ہو۔

تفسیر سورۃ تغابن اللہ تعالیٰ کی توفیق اور کرم نوازی سے ۹ ربیع الآخر سنہ ۱۱۱۶ھ کو ختم ہوئی۔

(حسن اتفاق)

فقیر اویسی غفرلہٗ کی خوش بختی کہ ۹ ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۰ھ بروز منگل ۱۱ بجے ترجمہ تفسیر سورۃ تغابن ختم ہوا۔ (فللّٰہ الحمد علی ذالک)۔

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ

اٰیَاتُہَا ۱۲	(نمبر ۶۵) سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّةٌ (عدد نزول ۹۹)	رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ○ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا

يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ
قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝ وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ
مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ
یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ
مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ
اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝
اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ
لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ
حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ
وَاْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ
اُخْرٰی ۝ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ
رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا
مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ۝

ترجمہ: سورۃ الطلاق مدنی ہے اس میں ۲ رکوع ۱۲ آیات ۲۴۹ کلمے اور ۱۰۶۰ حرف ہیں۔ (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت
کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو۔ اور نہ وہ

آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تمہیں معلوم نہیں شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کر لو اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اُسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی اُمید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے کہ اس نے تمہاری طرف اُتارا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کی برائیاں اُتار دے گا اور اسے بڑا ثواب دے گا۔ عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر۔ اور انہیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔ اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچہ پیدا ہو۔ پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اُجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو۔ پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔ مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قدر جتنا اسے دیا ہے۔ قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔

تفسیر عالمانہ:۔

یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء (اے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جب تم عورتوں کو طلاق دو۔

حل لغات:۔ التطلیق بمعنی طلاق یعنی عقدۂ نکاح کھولنا۔ المفردات میں ہے کہ الطلاق بمعنی التخلیۃ من الوثاق۔ بیڑی سے شے کو علیحدہ کرنا جیسے کہا جاتا ہے اطلقت البعیر من عقالہ و طلقتہ میں نے اُونٹ کو نکیل سے علیحدہ کیا۔ میں نے اسے علیحدہ کیا۔ طالق و طلق بمعنی بلا قید اسی سے استعارہ کے طور شرع کی اصطلاح میں لفظ طلاق استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے طلقت المرأۃ۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی اپنی عورت کو اپنی زوجیت سے آزاد کر دے اور کہتے ہیں ھی طالق یعنی وہ عورت جو عقد نکاح سے فارغ ہو جائے الطلاق بمعنی التطلیق آیا ہے جیسے سلام و

کلام معنی تسلیم و تکلیم مستعمل ہوا۔

مسئلہ:۔ اہل شرع نے کہا کہ لفظ تطلیق شرعی معنی سے مخصوص ہے دوسرے معانی میں اطلاق کا اطلاق ہوتا ہے اسی لیے شرع نے فرمایا کہ اگر کوئی طلاق کے وقت اطلقتک کہتا ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی جب تک نیت نہ ہو اگر طلقتک کہا تو طلاق واقع ہوگی نیت ہو یا نہ۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ جب تم ان عورتوں کو طلاق کا ارادہ کرو جو مدخول بہا اور تین حیض کی عدت گزارنے والی ہیں اور اس کا پکا ارادہ کر چکے ہو۔

سوال:۔ تم نے پکا ارادہ کا معنیٰ کہاں سے نکال لیا؟

جواب (۱):۔ فطلقوھن ہمارے معنی مذکور کا قرینہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ شے کا ترتب اپنی ذات پر نہیں ہوتا اور تحصیل حاصل کا حکم کسی کو نہیں کیا جاتا۔

جواب (۲):۔ کسی کام میں ارادہ رکھنے والے کو شروع کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔

جواب (۳):۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے۔

ازالۂ وہم:۔ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کیا گیا حالانکہ اُمت مراد ہے کیونکہ آپ اصل میں ویسے قاعدہ ہے کہ ہر خطاب حقیقۃً آپ کو ہوتا ہے اور اُمت طفیلی طور داخل ہوتی ہے اور یہ تغلیب کے قبیل سے ہے یعنی اُمت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطاب میں داخل کیا گیا ہے حالانکہ اُس وقت اُمت تو غائب تھی۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آپ اور آپ کی اُمت طلاق دے۔

دوسرا ازالہ:۔ اس خطاب کو عام رکھا گیا ہے اس لیے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے امام ہیں اور قاعدہ ہے کہ قوم کے سردار کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے یا فلان افعلوا کیت وکیت اے فلاں ایسے ایسے کرو حالانکہ مقصود صرف قوم ہوتی ہے لیکن اس سے قوم کو ان کے سردار کی شرافت اور بزرگی و اعزاز مطلوب ہوتا ہے۔ بلکہ انہیں یقین دلایا جاتا ہے کہ اس تمہارے سردار کی سرداری پر مجھے پورا اعتماد ہے فلہذا اس کی سرداری پر تمہیں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرنا چاہیئے۔

(۲) چونکہ آپ اپنی قوم کی گویا زبان ہیں اور آپ پر تمام کے احکام کا دارومدار ہے کیونکہ وہ سب آپ کی رائے کے محتاج تھے (کذا قال البقلی) اور قانون ہے کہ جب کسی سردار کو خطاب کیا جائے اور اسے سب پر شرافت حاصل ہو تو گویا ان کے جمیع اسماء کا جامع ہے (کذا فی الکشاف)

اس میں اتحاد کے راز کی طرف اشارہ ہے۔

خطاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار قاعدے

کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ اس خطاب میں چار اقوال ہیں۔

(۱)۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب ہے لیکن اس کے بعد جمع کا صیغہ آپ کی تعظیم کے لیے ہے جیسے بادشاہوں کو جمع کے صیغے سے خطاب کیا جاتا ہے۔

(۲)۔ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے لیکن اُمت مراد ہے۔

(۳)۔ اصل عبارت یوں ہے یا ایھا النبی والمومنون اذا طلقتم لیکن المومنون محذوف ہے کیونکہ اس پر اس کا حکم دلالت کرتا ہے۔

(۴)۔ دراصل عبارت یوں ہے یا ایھا النبی قل للمؤمنین اذا طلقتم۔

فائدہ:۔ فقیر (مصنف روح البیان) کہتا ہے یہاں: یہی آخری قول مناسب تر ہے جیسے یا ایھا النبی قل لازواجك اور ایسے ہی قل للمؤمنین ایسے ہی قل للمؤمنات دوسری وجہ یہ ہے کہ مامورات میں اصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور منہیات میں اصل اُمت لیکن چونکہ طلاق ابغض المباحات ہے جیساکہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے اسی لیے اسے اُمت کی طرف منسوب کیا جائے۔

شانِ نزول (۱):۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی اور پھر جب رجوع میں اطلاق کی آیت نازل ہوئی تو رجوع فرمایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی عالمہ اور علم حدیث کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ کم نہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی۔ حکم ہوا کہ آپ اُن سے رجوع فرمالیں کیونکہ وہ صوامہ (روزے رکھنے والی) اور قوامہ (قیام کرنے والی ہیں) اور بہشت میں آپ کی رفیقہ ہیں (احکام الطبری)

فائدہ:۔ حدیث شریف سے علم اور حفظِ حدیث کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کی روزے اور قیام کرنے کی محبت کا ثبوت ملا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روزے داروں اور قیام کرنے والوں کی بہت بڑی قدر ہے۔

شانِ نزول (۲):۔ منقول ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی زوجہ کو بحالت حیض طلاق دے دی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ رجوع کرلیں جب اُس کی زوجہ حیض سے فراغت پائے تو پھر وہ چاہیں تو طلاق دے دیں ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ پہلا قول احسن واشمل ہے۔

لیکن صحیح ترین یہ ہے کہ کسی کے حق میں نازل نہیں ہوئی صرف طلاق کے حکم کے اجر کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ (کذا فی حواشی سعدی المفتی)۔

فطلقوهن۔

حل لغات:۔ العدۃ عدّ یعدّہ کا مصدر ہے۔ (بمعنی شمار کرنا)۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ قیامت کب قائم ہوگی آپ نے فرمایا جب دونوں کی گنتی پوری ہوگی یعنی بہشتی اور دوزخیوں کی شمار کی تکمیل کے بعد قیامت ہو جائے گی اور اس وقت کو بھی مدت کہا جاتا ہے جو عورت طلاق کے بعد انتظار کی گھڑیاں ختم کرتی ہے اور موت کی عدت کہتے ہیں اس لیے کہ اس کے مقررشدہ ایام ہیں جب وہ ختم ہوتے ہیں تو موت آجاتی ہے (کذا فی الاختیار) اب معنیٰ یہ ہوا کہ انھیں طلاق دو درانحالیکہ وہ عدت کا انتظار کریں اس سے احناف کے نزدیک حیض مراد ہے ان کے نزدیک لام کا متعلق محذوف ہے جس پر اس کا معنیٰ دلالت کرتا ہے اور عورت کو جب طہر میں طلاق واقع ہوگی تو پہلا حیض اس کی عدت میں شمار ہوگیا اس معنیٰ پر گویا وہ اپنی عدت کی طرف متوجہ ہے خلاصہ کہ عورت کو ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں جماع نہ کیا گیا ہو پھر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدّت ختم ہو جائے اسے احسن الطلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسے سُنّی طلاق بھی کہتے ہیں اور ایسی طلاق سے ندامت بھی نہیں اُٹھانی پڑتی ورنہ بہت سے لوگ یک وقت تین طلاقیں دے کر سخت نادم ہوتے ہیں خلاصہ یہ کہ طلاق سنّی یہ ہے کہ ایسے طہر میں ایک طلاق دی جائے جماع نہ کیا جائے اور متفرق اطہار میں ایک ایک طلاق دی جائے تو اس کا نام بھی سُنّی طلاق ہے۔

مسئلہ:۔ حاملہ کو طلاق دینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ طلاق بھی طہر میں واقع ہوتی ہے اور یہ طہر ہے کبھی طویل اور یہ طلاق بھی سُنّی کہلائے گی۔

فائدہ:۔ سُنّی بایں معنی کہ اس کا ثبوت حدیث وسنت سے ثابت ہے۔

بدعی طلاق کی اقسام:۔ بدعی طلاق بھی کئی قسم ہے:۔

(۱)۔ ایسے طہر میں ایک طلاق دینا جس میں جماع کیا گیا ہے یہ بدعی اس لیے کہ اس میں عدۃ کو طول دینا ہے لیکن یہ اس کے قول پر ہے جو عدت اطہار سے شمار کرتا ہے جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیونکہ ان کے نزدیک جس طہر میں جماع ہوا ہے اور اس میں طلاق واقع ہوئی ہے اسے عدّت میں

میں شمار نہ کیا جائے گا۔

(۲)۔ حیض یا نفاس میں طلاق واقع ہو اس میں لمبی مدت کو طول دینا ہوگا یہ اس کے نزدیک ہے جو حیض سے مدّت شمار کرتا ہے جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیونکہ ان کے نزدیک جس حیض یا نفاس میں طلاق واقع ہوئی ہے وہ عدّت میں شمار نہ ہوگا یہ اُس وقت ہے جب مطلقہ مدخول بہا ہو اگر غیر مدخول بہا ہے تو اس کے لیے تطویل نہیں کیونکہ غیر مدخول بہا کی کوئی عدّت نہیں اسی لیے اس کے لیے حیض میں طلاق دینے کا نام طلاق بدعی نہیں ایسے ہی اس عورت مطلقہ کے لیے لمبی مدت کی تطویل دینے جسے مدت کے لیے حیض کی ضرورت نہیں کیونکہ اسے حیض آتا ہی نہیں اس لیے اس کی طلاق میں کسی زمانہ کی قید کی ضرورت نہیں۔

(۳)۔ بیک وقت ایک طہر میں تین طلاقیں دی جائیں یا ایک طہر میں متفرق اوقات میں طلاقیں دی جائیں یہ طلاق بھی سنت کے خلاف ہے۔ یہ عام فقہاء کا قول ہے اس طلاق کا مرتکب خطاکار بلکہ گنہ گار ہے اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جب ایسے شخص کو پیش کیا جاتا جس نے اپنی عورت کو بیک وقت تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اسے سخت سزا دیتے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کسی نے اپنی عورت کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو آپ نے فرمایا اتلعبون بکتاب اللہ وانا بین اظہرکم۔ کیا کتاب اللہ سے تم مذاق کرتے ہو جبکہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔

مسئلہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے سامنے بے ادبی کرنا بہت بُرا عمل ہے ایسے شخص سے احتراز کیا جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب:۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک لعدتھن کی لام طلقوھن کے متعلق ہے کیونکہ ان کے نزدیک لام توقیتیہ بمعنی وقت یا توقیتیہ ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ عورتوں کو ایسے وقت طلاق دو جو وقت طلاق کے لائق ہے یعنی طہر میں۔

مسئلہ:۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حیض میں طلاق دینا بالاجماع ممنوع ہے اسی لیے اس لام کو توقیتیہ نہیں بنایا جا سکتا۔

سوال:۔ اذا طلقتم النساء مدخول بہا و غیر مدخول بہا سب کو عام ہے خواہ وہ حیض والی ہوں یا حیض سے مایوس ہو چکی ہوں یا چھوٹی ہوں یا حاملہ۔ پھر تم نے آیت سے مدخول بہا اور حیض والی عورتوں کے لیے

تخصیص کہاں سے نکالی۔

جواب: آیت میں نہ عموم ہے نہ خصوص ہے بلکہ یہ تخصیص دوسرے طریقہ سے ہے وہ اس طرح کہ النساء اسم جنس ہے اور عورتوں کے لیے بولا جاتا ہے اُنس سے مشتق ہے اور یہ حیثیت جیسے کل عورتوں پر واقع ہوتی ایسے ہی بعض عورتوں پر بھی اسی لیے ہم ہر طرح سے عورتیں مراد لے سکتے ہیں۔ لیکن جب فطلقوهن لعدتهن فرمایا تو ہم نے سمجھ لیا کہ اس سے بعض عورتیں مراد ہیں اور وہ وہی ہیں جو ہم نے کہا یعنی وہ مطلقہ عورتیں نکاح جو مدخول بہا ہیں اور اپنی عدت کے لیے حیض شمار کرتی ہیں۔

سوال: جب طلاق کا دار و مدار نکاح پر ہے اور نکاح رضا پر موقوف ہے خواہ منکوحہ کی رضا ہو یا اس کے متولی کی اس سے منطقی نتیجہ نکلا کہ طلاق بھی رضا پر موقوف ہو حالانکہ یہ رضا کے بغیر بھی واقع ہو جاتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہو کہ نکاح و طلاق دو شرعی اُمر ہے ان ہر ایک کا ایک علیحدہ علیحدہ موقعہ و محل کے مطابق حسن و قبح ہے جیسے حالات و واقعات کے تقاضے ہوتے ہیں ایسے اُمر کا وقوع ہوتا ہے مثلاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رجعی طلاق دی جیسے گزرا اور ایسے ہی مکہ معظمہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے پہلے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا لیکن مدینہ طیبہ میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں بدری لوگوں کے قتل پر روتے دیکھا تو طلاق دے دی پھر حضرت سودہ نے سفارشیں کرائیں اور کہا کہ میں اپنا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کرتی ہوں اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طلاق سے رجوع فرمایا۔

سوال: جب تم کہتے ہو کہ طلاق ابغض الحلال ہے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلاق کیوں دی اور مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے معاذ زمین پر اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین شے غلام آزاد کرنا ہے اور مبغوض ترین شے طلاق ہے اس لیے کہ نکاح مُودی الی الوصول اور طلاق مؤدی الی الفراق ہے اور اللہ تعالیٰ کو وصال محبوب اور فراق مبغوض ہے یوم فراق کا سورج اور جدائی کی رات نہایت قبیح شے سمجھی جاتی ہے۔ رابعہ بصریہ عدویہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کفر میں فراق کا ذائقہ اور ایمان میں وصال کی لذت ہے ایسے ہی انکار و اقرار سمجھیے لیکن یہ ذائقہ و لذت قیامت میں محسوس ہوگی لیکن وہ ہیبت کا جنگل اور سیاست کا میدان ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ فراق سے وہ جدائی مراد ہے جس میں وصال نہ ہو اور وصال ایسی شے جس کی انتہا نہ ہو ۔

سوختگاں فراق ہمی گویند۔
فراق او ز زمانے ہزار روز آرد
بلائے اور شبے ہم ہزار سال کند
افسردختگاں وصال ہمی گویند
سراپردۂ وصلت کشید روز تواخت
بطبل ز حکمت برزد فراق بار دل

ترجمہ:۔ (۱) فراق کے جلے سڑے لوگ کہتے ہیں کہ فراق کی ایک گھڑی ہزار سال کے برابر ہوتی ہے۔
(۲) فراق کی ایک شب ہزار سال کے مطابق ہوتی ہے ایسے ہی وصال کے جلے سڑے لوگ بھی یونہی کہتے ہیں۔

(۳) وصال کے دنوں خوشی کے طبل بجائے جاتے ہیں اور جدائی پر بھی ایسے ہی شور اُٹھتا ہے۔

حدیث شریف (۱):۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق مت دو اس لیے کہ طلاق دیتے وقت خدا کا عرش کانپ جاتا ہے۔

حدیث شریف (۲):۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا طلاق مت دو ہاں اگر زنا سرزد ہو تو پھر دے سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ زنا کرنے والے مرد و عورت کو پسند نہیں فرماتا۔

حدیث شریف (۳):۔ حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا جونسی عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق چاہتی ہے وہ عورت بہشت کی خوشبو نہ سونگھے گی۔

جواب نمبر (۱) ازسوال مذکورہ بالا:۔ اللہ تعالیٰ کے افعال میں لاکھوں حکمتیں ہیں جن کی ہمیں آگاہی نہیں ہو سکتی جب کوئی فعل سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرزد ہو تو ہمیں اس میں یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ یہی حق ہے کیونکہ آپ کبھی حق کے خلاف نہیں کرتے ایسے ہی حدیث شریف میں واقع ہے اور ایسے ہی ہر نہی میں بھی کوئی وجہ ہوتی ہے۔

جواب نمبر (۲):۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طلاق دینا پھر اس سے رجوع کرنا محض جواز کے لیے تھا تاکہ اُمت کے لیے آسانی ہو جیساکہ لیلۃ التعریس میں نیند کرنا اور نماز قضا کرنے کی ایک حکمت یہی بیان کی گئی ہے کہ اُمت کو آسانی ہو کہ اگر نماز قضا ہو جائے تو اسے لیلۃ التعریس یاد کرنا چاہیئے کہ نماز قضا شدہ کو پڑھیں اور اس کی جماعت بھی ہو سکتی ہے۔

جواب (۳):۔ احادیث مذکورہ (یعنی جس میں طلاق کی مذمت کی گئی ہے) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کی طلاق کا واقعہ سے پہلے کی ہیں۔

جواب (۴): یہ طلاق حضرت حفصہ وسودہ رضی اللہ عنہا ترک اولیٰ پر مبنی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام سے خلافِ اولیٰ کا صدور جائز ہے۔

سوال: جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا وہ بھی من وجہ افضل ہے لیکن حکم الٰہی سب سے اولیٰ وافضل ہوتا ہے۔
جواب: بیشک امر الٰہی ہر لحاظ سے اولیٰ ہے لیکن یہ بھی ترک اولیٰ ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے ترک اولیٰ کا صدور ہوتا ہے نیز ممکن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت طلاق دی اُس وقت وہی ارجح ہو اور جس وقت اس سے رجوع فرمایا اس وقت وہی ارجح ہو اس لیے کہ ہر وقت ارجحیت کا احتمال ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

تفسیر صوفیانہ: فقیر (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں سے محبت کا اظہار فرمایا ہے اس لیے کہ اس میں قربت و وصلت حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ نکاح میں مقام جمع کی طرف اشارہ ہے اور مقام جمع ولایت ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ارحنی یا بلال - اے بلال مجھے راحت پہنچا۔ دلالت کرتا ہے اور طلاق میں مقام فرق کی طرف اشارہ ہے اور یہی مقام نبوت ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کلمینی یا حمیراء دلالت کرتا ہے پہلا مقام وصل الفصل دوسرا فصل الوصول ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام فصل و وصل اور فرق و جمع کے جامع ہیں اسی کو جمع الجمع کا مقام کہا جاتا ہے جیسا کہ آیت الم نشرح لک صدرک دلالت کرتی ہے واحصوا العدۃ - الاحصاء بمعنی جاننا شے کو مکمل طور شمار کرنا یعنی اُس وقت پوری حفاظت کرتے ہوئے اسے خوب یاد رکھو جس میں طلاق واقع ہوئی اور اس کے تین قرا مکمل شمار کرو جن میں ذرہ برابر کمی نہ ہو اور نہ زیادتی یعنی حنفیوں کے نزدیک تین حیض کیونکہ عدت سے اصل غرض استبرائے رحم ہے بمعنی غیر کے نطفے سے رحم کو فارغ کرنا اور یہ حیض کے مفہوم سے حاصل ہوگا اطہار سے یہ مفہوم پیدا نہ ہوگا یہ ایسے ہے کہ جیسے کپڑے کو تین بار دھویا جاتا ہے تو اسی لیے تا کہ شے کا دھونا مکمل طور ہو اور اس احصاء کے مخاطب شوہر ہیں نہ کہ عورتیں اور نہ دیگر مسلمان ورنہ احصوھا کہنا کافی تھا اور اس خطاب میں زوجات بھی شامل ہیں لیکن بطور الحاق کے۔

نکتہ: عورتوں کے بجائے مردوں کو عدت کی گنتی کا حکم اس لیے ہے کہ عورتوں میں غفلت کا مادہ زیادہ ہے اس لیے وہ عموماً اپنی عدت یاد نہیں رکھتیں کاشفی کا میلان اسی طرف ہے چنانچہ اُنہوں نے اس کا ترجمہ لکھا کہ اے شوہرو تم اپنی عورتوں کی عدت شمار کرو کیونکہ یہ اس کی ضبط میں کمی کریں گی

یا اس کی گنتی میں غفلت کریں گی۔

نکتہ:۔ شوہر عدت کی حفاظت اس لیے کرے گا کہ اس نے تین طلاقیں مثلاً متفرق دینی ہیں کیونکہ یک وقت تین طلاقیں دینا مکروہ ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے اتباع کے نزدیک مباح ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مشہور ہے آپ نے فرمایا الاعراف فی اعداد الطلاق سنۃ ولا بدعۃ وھو مباح میں طلاق کی کوئی گنتی نہیں جانتا نہ وہ سنت ہے نہ وہ بدعت ہے بلکہ وہ مباح ہے۔

نکتہ:۔ عدت کی شوہر اس لیے نگرانی کرے گا کہ اسے معلوم ہوگا کہ فلاں وقت تک طلاق رجعی میں رجوع کر سکے گا۔

نکتہ:۔ چونکہ عدت میں شوہر نے عورت کو خرچ وغیرہ دینا ہے اس لیے اسی کو عدت کا شمار ذمہ لگایا گیا تاکہ مرد و عورت کے درمیان جھگڑا نہ اُٹھے۔

نکتہ:۔ نیز عدت میں عورت کو مکان میں ٹھہرانا مرد کے ذمہ ہے اسی لیے وہ عدت کی گنتی کی حفاظت کرے گا کہ کب گھر فارغ ہوگا۔

نکتہ:۔ عدت سے نسب غیر کا الحاق کا علم ہوگا اگر مرد عدت کی گنتی کی شمار نہ کرے گا تو غیر کے نطفہ کا اس کے نسب میں داخل ہونے کا احتمال رہے گا۔

مرد پر بھی عدت ہے:۔ فقہاء کرام نے فرمایا کہ بعض اوقات مرد پر بھی عدت واجب ہوتی ہے اس کی چند صورتیں ہیں:۔

(۱)۔ کسی کی چار عورتیں ہوں ایک کو طلاق دے دے تو جب تک وہ عورت عدت میں ہوگی یہ شخص کسی سے نکاح نہیں کر سکے گا گویا یہ مرد عورت کی طرح عدت میں ہوگا۔

(۲)۔ جس کسی نے اپنی کسی عورت سے طلاق دے کر پھر اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنی مطلقہ کی عدت تک اس کی بہن سے نکاح نہیں کرنا ہوگا (اس انتظار کا نام مرد کی عدت ہے)۔

(۳)۔ جس نے کنیز خریدی اس پر استبراء ضروری ہے (یعنی ایک حیض تک مرد کو اس لونڈی سے جماع نہ کرنا گویا مرد کے لیے عدت ہے)۔

(۴)۔ دار الحرب میں آئی ہوئی عورت سے نکاح نہ کرے جب تک اس کا استبراء نہ ہو یعنی ایک حیض کی فراغت کے بعد نکاح کرنا گویا مرد کی عدت ہے۔

(۵)۔ جب کسی عورت کو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر فوت ہو گیا اس نے عدت ختم کر کے کسی سے نکاح کر لیا اور بچے

بھی جننے لیکن اس کا شوہر اول واپس آگیا تو یہ عورت اسی کی ہے کیونکہ اس کی عورت ہے درمیانی فرقت اس کے نکاح کے لیے مضر نہیں وہی نکاح سابق بحال رہے گا لیکن شوہر اول اس عورت سے وطی نہ کرے یہاں تک کہ نکاح ثانی کی عدت ختم ہو۔

سوال: عورت پر عدت کیسی جب نکاح ثانی ہے ہی نہیں۔

جواب: عدت نکاح کی صحت پر موقوف نہیں بلکہ دخول کی وجہ سے ہے کہ شاید اس کا نطفہ ٹھہر گیا ہو جیسے نکاح فاسد میں جب دخول ہے تو عدت واجب ہوتی ہے۔

(۶)۔ جب اس حربیہ سے نکاح ہو جس نے دار الامان میں ہجرت کی اور اپنا شوہر دار الحرب میں چھوڑ آئی تو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عورت سے کوئی نکاح کرلے تو وہ ناکح اس عورت کے ایک حیض کا انتظار کرے اس کے بعد جماع کرے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر کوئی عدت نہیں۔

(۷)۔ جب کسی عورت سے نکاح ہوا وہ حاملہ ہے تو اس کے ساتھ کبھی وطی نہ کرے جب تک وضع حمل نہ ہو۔

(۸)۔ جس عورت سے نکاح ہوا اور وہ اس وقت حالتِ حیض میں ہے تو اس سے بھی وطی نہ کرے جب تک وہ عورت حیض سے پاک نہ ہو۔

(۹)۔ جس عورت سے نکاح ہوا اور وہ نفاس میں ہے تو اس عورت سے جماع نہ کرے یہاں تک کہ وہ نفاس سے فراغت نہ پائے۔

(۱۰)۔ جس عورت سے زنا کیا پھر اس سے نکاح کر لیا اس کے ایک حیض سے فراغت پانے تک اس سے جماع نہ کرے۔

واتقوا اللہ ربکم: اور اللہ تعالیٰ یعنی اپنے پروردگار سے ڈرو کہ کہیں ان کی عدت بڑھا دو یا انہیں رجعت کے بعد طلاق دے دو اس معنیٰ پر اس اتقاد کا تعلق مضمون ماسبق سے ہوگا اور ربوبیت کی صفت لانے کی وجہ سے امر کو مؤکد کرنا اور ایجاب تقویٰ میں مبالغہ مطلوب ہے لغت میں تقویٰ بمعنی **اتخاذ الوقایۃ** یعنی کسی کے بچاؤ کا سبب بنانا یعنی ایسی شے لینا جو اسے ناگواری سے بچائے اور وہ سمجھے کہ یہی شے مجھے اس ناگوار امر سے بچائے گی اور اس کے اور میرے مابین بہ آڑ بن جائے گی جیسے ڈھال وغیرہ اصطلاح اسلام میں ہر وہ امر جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچائے اور ضرر دائمی سے نجات کا سبب ہو اور حیات کو منافع بخشے اور تقویٰ کے بے شمار فوائد و فضائل ہیں جسے جمیع مراتب میں

حقیقی تقویٰ نصیب ہوتا ہے اسے بیان کے حقائق نصیب ہوتے ہیں اسے کسی شے میں شک وشبہ واقع نہ ہوگا۔

لاتخرجوھن :۔ اور مطلقہ عورتوں کو نہ نکالو۔ **من بیوتھن** ۔ ان کے ان گھروں سے جن میں وہ عدت سے پہلے سکونت رکھتی تھیں یعنی طلاق دے کر عدت گزار لے تک انہیں اپنے گھروں سے نہ نکالو۔

نکتہ :۔ گھروں کی نسبت عورتوں کی طرف کرنے نہی میں تاکید مطلوب ہے ورنہ وہ گھر ان کے کہاں وہ تو ان کے شوہروں کے ہیں دوسرا اس میں مسئلہ بھی واضح کرنا ہے کہ طلاق کے بعد ان مطلقہ عورتوں کو گھروں میں ٹھہرنے کا ایسا استحقاق شرعی حاصل ہے کہ گویا وہ ان گھروں کی مالکہ ہیں۔

نکتہ :۔ بیوت میں اشارہ ہے کہ ان میں طلاق کے بعد ایک ایسا کمرہ چاہیئے جس میں وہ عدت کو آسودگی کے ساتھ گزار سکیں اور دار نہیں فرمایا کیونکہ دار تو کئی بیوت (کمروں) پر مشتمل ہوتی ہے ایسا حکم موجب تکلیف ہوتا۔

ولا یخرجن۔ اور گھروں سے نہ نکلیں اگرچہ تمہاری اجازت ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اجازت دینا بھی بمنزلہ اخراج (نکال دینے) کے ہے۔

مسئلہ :۔ مطلقہ کے مکان چھوڑ جانے پر زن وشوہر کے اتفاق اس کے وجوب کو ختم نہیں کرتا کیونکہ یہ حق شرع ہے اور حق شرع کو بندے ختم نہیں کر سکتے (کذا فی الکشاف)

سوال :۔ اخراج و خروج میں کیا فرق ہے؟

جواب :۔ اخراج مجبوراً کسی کو نکال دینا ہے اور خروج خود چلا جانا ہے اور اخراج کی صورتیں یہی ہیں شوہر غصے اور غضب سے گھر سے نکال دیں یا شوہر کا گھر فارغ کرنا ہے تو جبراً نکال دے یا انھیں اپنے ہاں اسے ٹھہرانا گوارہ نہیں یا جب مطلقہ گھر سے نکلنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اسے اجازت دے دے یہ نہ سمجھے کہ اس کی اجازت اس کے اُوپر عائد کردہ فرض ٹل جائے گا اگرچہ طلب مطلقہ سے بھی ہے اور خود نکلنا یہی ہے کہ عورت اپنی مرضی سے چلی جائے۔

مسئلہ :۔ مطلقہ عورت جب عدت کے درمیان میں گھر سے بوجہ ضرورت یا بلا ضرورت چلی جائے تو گنہ گار ہے۔

مسئلہ :۔ شدید ضرورت ہو تو اس گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو سکتی ہے مثلاً وہ گھر گر گیا یا جل گیا۔

مسئلہ :۔ بیع وشراء عورت کو اگر ضروری ہے مثلاً چرخ کاتنے کا کام کرنی ہے تو روئی یا پھر کاتے ہوئے سوت کو بیچنے کے لیے جائے تو جائز ہے لیکن رات کو گھر واپس آنا ہوگا (کشف الاسرار)

الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ۔ مگر یہ کہ فاحشہ ظاہرہ کا ارتکاب کریں۔ فاحشہ مبینہ سے زنا مراد ہے اس کے ارتکاب پر حد شرع پورا کرنے کے لیے گھر سے نکلنا ہوگا ۔ حد لگنے کے بعد گھر واپس آنا ضروری ہے ۔

فائدہ :۔ بعض مفسرین نے مبینہ (بالکسر) باب لازم بمعنی بیّن (روشن) لکھا ہے یعنی مبینہ بمعنی متبینہ ہے جیسے مبین از ابانت بمعنی بیّن ہے ۔

الفاحشۃ بمعنی افعال و اقوال میں سے وہ عمل جو سب سے بڑا جرم ہو جیسے زنا اسی مقام پر یہی معنی مراد ہے ۔ بعض نے کہا یہاں پر البذاء بالمدیعنی القول القبیح ۔ گندی باتیں اور زبان درازی کیونکہ یہ بھی عورت کی نافرمانی کے حکم میں ہیں اور نافرمانی عورت سے ہو تو اس کے حقوق کے اسقاط کا موجب ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر مطلقہ عورتوں سے ایام عدت میں گندی باتیں یا طلاق دہندہ اور اس کے اقارب جیسے باپ بھائی پر زبان درازی اور بکواس بازی صادر ہو تو اُس وقت انھیں گھروں سے نکالنا جائز ہے ۔

فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہاں فاحشہ مبینہ سے ہر معصیت مراد ہے یہ پہلے جملہ سے استثناء ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ ان مطلقہ عورتوں کو کسی وقت بھی گھروں سے نہ نکالو ہاں جس وقت نکالو جب وہ برائی کا ارتکاب کریں یا دوسرے جملہ سے استثناء ہے اُس وقت نہی عن الخروج میں مبالغہ مطلوب ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں گھر سے نہ نکلیں جب نکلیں تو سمجھو کہ وہ فاحشہ کی مرتکب ہوئیں ۔ خلاصہ یہ کہ جب وہ گھروں سے خود نکل کر چلی گئیں تو فاحشہ کی مرتکب سمجھی جائیں گی ۔ یہ اس محاورہ سے ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ لا تکذب ان تکون فاسقا ۔ اس کا معنیٰ بھی یہی ہے کہ اگر جھوٹ بولو گے تو فاسق ہو گے ۔

وتلك ۔ اور یہی احکام حدود اللہ اللہ تعالیٰ کی وہ حدود ہیں جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے متعین فرمائی ہیں ۔ الحد بمعنی الحاجز بین الشیئین یعنی دو چیزوں کے درمیان ایسی آڑ کا نام ہے حد جو انھیں آپس میں ملنے نہ دے ۔

ومن یتعد ۔ یہ دراصل یتعدّی تھا مَنْ شرطیہ کی وجہ سے لام کو حذف کر دیا گیا ہے تعدّی سے مشتق ہے المتعدی بمعنی حد سے متجاوز ہے ۔ معنیٰ یہ ہوا کہ جو حدت تجاوز کرتا ہے ۔ حدود اللہ ۔ اللہ تعالیٰ کے حدود سے بایں طور کہ اس کے کسی حکم میں خلل ڈالتا ہے ۔

نکتہ :۔ یہاں پر اسم مضمر کے بجائے اسم مظہر لانے میں حکم کو ہولناک اور اسے اسم ظاہر کرنا مطلوب ہے اور سابقہ حکم کی علت بھی بتائی گئی ہے یعنی فقد ظلم نفسہ کے حکم کی علت تعدی از حدود اللہ

ہے اور اپنے نفس پر ظلم کا معنیٰ یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی سے گویا اس نے اپنے نفس کو مار ا بیٹھا۔

فائدہ:۔ حضرت بقلی قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حدود اس لیے متعین فرمائے کہ چلنے والے راہِ ہدیٰ پر چل کر نجات حاصل کریں اگر ان حدود سے تجاوز کریں گے تو راہِ حق سے بھٹک جائیں گے بلکہ ظلمات بُعد و فراق میں جا پڑیں گے اور نفوس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کون سا بڑا ظلم ہوگا کہ انھیں درجات اور قرباتِ الٰہیہ تک پہنچنے سے محروم رکھا جائے۔

مسئلہ صوفیانہ:۔ مشائخ نے فرمایا کہ حکم کے بجالانے میں تہاون و تکاسل آمر سے معرفت کی قلت کی دلیل ہے۔

فائدہ:۔ چار اُمور ایسے ہیں جو انسان کو حق کی نافرمانی سے بچاتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱۔ خوف ۲۔ رجا ۳۔ حیاء ۴۔ عصمت

ان کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں جو انسان کو غلط کاریوں سے بچائے جس میں اُن میں سے کوئی ایک بھی نہیں وہ گناہوں کے گڑھے میں گرے گا اور نفس پر سب سے بڑا ظلم کرنے والا ہوگا۔

مسئلہ صوفیانہ:۔ جو نفس کے ظاہری و باطنی حقوق ادا کرتا ہے وہ ظالم (لنفسہٖ) نہیں ہے۔

حکایت:۔ حضرت معروف کرخی قدس سرہ نے ایک حور عین کو دیکھ کر فرمایا تو کس کی ہے اس نے کہا جو کوزے سے ٹھنڈا پانی نہ پئے۔ حضرت معروف کرخی قدس سرہ نے پینے کے لیے ٹھنڈے پانی کا کوزہ بھر کر رکھا تھا۔ اس حور نے وہی کوزہ اُٹھا کر زمین پر دے مارا اور وہ کوزہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے زمین کے اسی حصے کو دیکھا تھا جہاں کوزہ توڑا گیا کہ اس سے مٹی اُٹھالی گئی تھی۔ یہ حور عین حضرت معروف کرخی کے لیے منتخب ہوگئی۔ جب اُنھوں نے نفس کے حق کی ادائیگی کے لیے ٹھنڈا پانی بھر کر رکھا تھا لیکن نفس کے خلاف کرنے سے یہی حور اسے جزا میں ملی کہ ٹھنڈے پانی پینے سے رُک گئے کیونکہ نفس کے اندر وہ خواہش تھی جو حور کے حصول کی ضد موجود تھی اس کے خلاف کرنے پر یہی جزا عطا ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر حق والے کو حق ادا کرنا ضروری ہے۔

لا تدری مضمون شرطیہ سابقہ کی تعلیل ہے یعنی اے حد سے تجاوز کرنے والے تم انجام کار کو نہیں جانتے بعض نے کہا کہ لا تدری کا فاعل نفس ہے یعنی نفس امارہ نہیں جانتا۔

لعل اللّٰہ۔ شاید اللہ تعالیٰ یحدث تیرے دل میں پیدا فرمائے کیونکہ قلوب کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دو اُنگلیوں کے درمیان ہے وہ جیسے چاہتا ہے قلوب کو پھیرتا ہے۔ الاحداث

بمعنی ایجاد یعنی وہ شے جو پہلے نہ ہو اسے موجود کرنا وہ عرض ہو یا جوہر۔

بعد ذلك ۔ تیرے اس تجاوز کرنے کے بعد

امرا ۔ ایسا امر جو تیرے کرنے کے خلاف کا مقتضی ہو تو اس کے بغض پر اللہ تعالیٰ تیرے سے اپنی محبت اٹھالے اور تیرا دل اس کی طرف متوجہ ہے تو اسے روگردانی دے دے جس کا پلٹانا تیرے بس میں نہیں۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے جو نکاح کے مسئلہ سے متعلق ہے اب امر سے مراد یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا سبب پیدا فرمائے کہ اس کے دل کو اس طرف پھیر دے جو اس نے ظلم کرنے کی خلاف ورزی کی ہے اس معنیٰ پر یہاں پر ظلم سے دنیوی ضرر مراد ہوگا جو تعدی کی وجہ سے پیدا ہوا کہ جس کا تدارک اس کے بس میں نہیں یا ظلم سے ضرر مطلق مراد ہے دنیوی ہو یا اُخروی لیکن تعلیل دنیوی امر میں بیان کی گئی ہے اس لیے لوگوں کو دنیوی ضرر سے بچنے کی زیادہ فکر رہتی ہے اور اس کے دفع کرنے کے لیے خاصہ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔

مسئلہ :۔ آیت سے یکبارگی سہ طلاق کے وقوع کی کراہت ثابت ہوتی ہے اس لیے تین طلاقوں کے بعد رجعت کا امکان نہیں رہتا۔

فائدہ :۔ سہ طلاق دینے میں شیطان کی مدد کرنا ہے اسے نہ دینے سے شیطان کو ذلیل کرنا ہے کیونکہ طلاق شیطان کے اہم مقاصد میں سے ہے۔

حدیث شریف :۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے سُنا کہ شیطان کا سمندر میں تخت بچھا ہوا ہے وہ اپنے شیطانی لشکر کو دنیا میں بھیجتا ہے تاکہ لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کریں ان کے لشکر میں سب سے بڑا کارنامہ اس شیطان کا سمجھتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ کھڑا کرے جب وہ شیطانی لشکر واپس لوٹتا ہے تو ہر ایک اپنی ڈائری بڑے شیطان کو پیش کرتا ہے ان میں سے ایک کہتا ہے کہ میں نے زن و شوہر کے درمیان جھگڑا برپا کرایا ان کے جھگڑے کی نوبت یہاں تک پہنچائی کہ ان کی آپس میں جدائی ہوگئی یعنی مرد نے عورت کو طلاق دے دی۔ بڑا شیطان یہ سن کر اسے گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے **نعم انت** (رواہ مسلم)

فائدہ :۔ ای نعم المضل او الشریر انت۔ تو اچھا ہے یعنی تو بہترین گمراہ کنندہ ہے یا کہتا ہے تو بہترین شریر ہے۔ نعم (بکسر النون) مدح کا فعل ہے جس کا مخصوص بالمدح محذوف ہے یا عبارت نعم انت ذالك الذی یستحق الکرام ہوگئی ہے ہاں وہی تو ہے جو میری طرف

سے اکرام کا مستحق ہے اس معنیٰ پر نَعَم (بفتح النون) حرف ایجاب ہے۔

فاذا بلغن۔ پس عورتیں پہنچ جائیں۔ **اجلھن**۔ اپنے میعاد مقرر کو۔ یعنی جب عدت کے آخری مرحلہ تک پہنچنے والی ہوں اور یہ تین حیض مکمل ہیں اگرچہ اس تیسرے اختتام پر غسل بھی نہ کر سکیں اس لیے عدت کے اختتام پر رجعت ناممکن ہو جاتی ہے اسی لیے ہم نے بلوغ کو بمعنی مشارفت لکھا ہے یعنی مدت مقررہ کے قریب پہنچنا چنانچہ المفردات میں لکھا ہے کہ البلوغ والبلاد بمعنی مقصد و مطلب کے آخری مرحلہ تک پہنچنا وہ مقصد مکان ہو۔ یا زمان یا اُمور مقدرہ سے کوئی امر اسے کبھی مشارفت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے یعنی مقصد کے قریب پہنچنا جیسے **فاذا بلغن** الخ اس آیت میں بلوغ میں مشارفت ہے کیونکہ جب عدت بالکل ختم ہو جائے گی تو پھر مرد کو رجوع کا حق نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ الاجل بمعنی کسی شے کی مقررہ مدت۔

فامسکوھن۔ پھر تم چاہو تو ان سے رجوع کر لو۔

مسئلہ:۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قول اور وطی اور شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے اور شہوت کے ساتھ مطلقہ کو دیکھنے سے رجوع جائز ہے۔

بمعروف۔ اچھے معاشرہ اور لائق انفاق سے۔

حدیث شریف میں ہے کامل ترین مومن وہ ہے جو خلق کے لحاظ سے احسن اور اپنے اہل کے ساتھ زیادہ لطف کرنے والا ہو۔

او فارقوھن۔ یا انہیں چھوڑ دو اور اپنے سے جدا کر دو۔ **بمعروف**۔ نیکی کے ساتھ یعنی اس کا حق ادا کر کے بغیر ضرر پہنچائے کے ضرر پہنچانا یوں ہے کہ اسے طلاق دے کر رجوع کرلے پھر اسے اور طلاق دے دے تاکہ اس کی عدت طویل ہو۔

واشھدوا۔ رجوع کرنا ہو یا طلاق دینی ہو تو گواہ بناؤ تاکہ بعد کو جھگڑا نہ اُٹھے کیونکہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ عدت گزرنے پر عورت رجعت کا انکار کر دیتی ہے یا طلاق کے بعد وقوع موت پر ورثہ میں ثبوت زوجیت کے متعلق وراثت کے حصول و انکار میں جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ اَمر وجوب نہیں بلکہ اَمر مذب ہے۔

ذوی عدل۔ ذا کا تثنیہ ہے۔ ذو بمعنی صاحب اس کا منصوب ہونا اشھدوا کے مفعول ہونے کی وجہ سے ہے یعنی گواہ بناؤ دو۔ **منکم**۔ اپنے میں سے یعنی اہل اسلام سے جیسا کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یا اپنے آزادوں میں سے جیسے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اور وہ دو گواہ

عادل ہوں ظالم و فاسق نہ ہوں۔

فائدہ :۔ العدالۃ بمعنی کل کبائر سے اجتناب کرنا اور صغائر پر اصرار نہ کرنا غرضیکہ اس شخص کی بہ نسبت برائیوں کے نیکیاں زیادہ ہوں اور صغائر کا ارتکاب بھی اگر گاہے گاہے ہوتا ہے تو ان پر مصر نہیں ہوتا کیونکہ گاہے گاہے صغائر کے ارتکاب سے سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی فرد بشر خالی نہیں اور ہر صغیرہ کبیرہ سے صرف انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں (کذا فی الفروع)

واقیموا الشہادۃ۔ اور اے گواہو بوقت ضرورت گواہی دو۔ للہ۔ خالص اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر۔ وہ اس طرح کہ کسی پر یا کسی کے لیے گواہی دینی ہے تو بلا رُو رعایت صحیح صحیح گواہی دو اقامت حق اور دفع ظلم کے سوا اور کوئی غرض نہ ہو۔

مسئلہ :۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب نہیں بلکہ اس خیال سے گواہی دیتا ہے کہ مجھ پر گواہی چھپانے کا الزام نہ ہو تو ثواب نہیں پائے گا کیونکہ الاعمال بالنیات۔ اعمال کا دارومدار نیات پر ہے۔

فائدہ :۔ گواہی ایک امانت ہے اور امانت کا ادا کرنا ضروری ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ، ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم فرماتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کردو۔

مسئلہ :۔ اگر کسی نے گواہی کو چھپایا تو اس نے خیانت کی اور خیانت کبیرہ گناہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ۔ اور جو گواہی چھپاتا ہے تو اس کا دل گنہ گار ہے۔

ذلکم۔ یہ اشارہ شہادت کی اقامت اور اس کی برانگیختگی کی طرف ہے یا آیت کے مجموعہ مضمون مثلاً ایقاع الطلاق اور اقامت و ادائے شہادت بلا تغیر و تبدیل کی طرف ہے۔

یوعظ بہ۔ الوعظ بمعنی وہ زجر جس میں تخویف بھی ہو یعنی یہ وہ باتیں ہیں جن کی پند و نصیحت کی جاتی ہے۔

من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر۔ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اہل ایمان کی قید اس لیے کہ وہی اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ اصل مقصد تذکیر (یاددہانی) ہے۔

فائدہ :۔ ذلکم یوعظون بہ کے بجائے من یؤمن باللہ والیوم الاخر اس لیے فرمایا ہے تاکہ اہل ایمان کو غیرت ہو اور جسے غیرت نہیں وہ دین سے محروم ہے اور ایمان کا تقاضا ہے کہ معبودیت و ربوبیت کے حقوق ادا کیے جائیں اور یوم آخر سے مراد یہی ہے کہ انسان کو حساب و عذاب کا خوف اور فضل و ثواب کی امید ہو۔ مومن وہ ہے جسے خالق و مخلوق ہر دونوں سے حیاء ہو

اسی لیے وہ ہر اُس عمل کو نہیں چھوڑتا جس کے لیے اسے نصیحت کی جائے۔

فائدہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے لیے صرف دو دن ہیں:

۱۔ یوم دنیا ۲۔ یوم آخرت

اور یوم عرف میں طلوع شمس سے غروب تک کا نام ہے اور شرع پر طلوع فجر ثانی سے غروب شمس تک لیکن یہاں ان دونوں میں کوئی بھی مراد نہیں یہی ظاہر ہے بلکہ اس سے مطلق مراد ہے دن ہو یا لات طویل ہو یا قلیل۔ اور زمانہ دو قسم ہے :۔

(۱)۔ محدود جیسے دنیا۔

(۲)۔ غیر محدود جیسے یوم آخرت۔ اس کے آخری وقت کی کوئی حد نہیں اور اسے یوم آخرت اس لیے کہتے ہیں کہ دنیا سے مؤخر ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یوم آخر سے محدود وقت مراد ہو اور یوں کہا جائے کہ اس سے یوم نشور سے بہشتیوں کا بہشت میں اور دوزخیوں کا دوزخ میں داخل ہونے تک کا وقت مراد ہے اس معنیٰ پر یہ دونوں طلوع شمس و غروب سے مستعار ہوں اسی معنیٰ کے لیے کہ ان دونوں فریقوں کو درمیان میں نیند وغیرہ کا وقفہ ملے گا اور اس سے قبور میں ایک مدت ٹھہرنا مراد ہے جو یوم النشور سے پہلے کا وقت ہے کما قال اللہ تعالیٰ من بعثنا من مرقدنا ھذا۔ قبور سے اُٹھتے ہوئے لوگ کہیں گے کہ ہمیں خواب گاہ سے کس نے اُٹھایا ہے نیز یوم آخرت کو یوم الغد سے بھی تعبیر کرتے ہیں جیسے ہم نے سورہ حشر کے آخر میں اس کی تحقیق و تفصیل لکھی ہے۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ نیند کے بعد اُٹھنے اور موت و برزخ کے بعد اُٹھنے کے علم میں کوئی فرق نہیں صرف فرق اتنا ہے کہ وہ برزخ جو انسان کے لیے نیند میں جسم سے متعلق ہے وہ اور ہے اور موت کا تعلق کچھ اور ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جیسے جاگنے کے بعد انسان اُٹھتا ہے ایسے جب مرنے کے بعد قبر سے اُٹھے گا تو دونوں کی حالت ایک ہوتی ہے اور یہ امر اتنا واضح ہے کہ جس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔

سبق :۔ عاقل وہ ہے کہ وہ اس ختم ہونے والے دن یعنی دنیا میں نہ ختم ہونے والے دن یعنی آخرت کے لیے نیک اعمال کی جدوجہد کرتا ہے چاہیئے کہ ایمان اور عمل صالح پر زندگی بسر ہو تاکہ انہی کی وجہ سے نیک انجام نصیب ہو۔

ومن یتق اللہ۔ اور وہ جو اللہ تعالیٰ سے طلاق بدعت کے بارے میں ڈرتا ہے اور طلاق سنت

یہ ہے کہ طلاق دے کر معتدہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ ہی اسے گھر سے نکالتا ہے اور اعلانیاً
اپنی طلاق پر گواہ بنالیتا ہے ایسے ہی باقی جملہ اُمورِ طلاق کو مدنظر رکھتا ہے۔
یجعل لہ مخرجاً۔ مخرج مصدر میمی ہے یعنی بنائے گا اس کے لیے طلاق کے معاملہ میں عہدہ برآ
کے بعد کوئی ایسا راستہ نکالے گا کہ جس سے اسے نہ کسی کا غم لاحق ہوگا اور نہ کوئی اور دکھ تکلیف اور
نہ ہی اسے وہ پریشانیاں لاحق ہوں گی جو وقوعِ طلاق کے بعد جانبین کو لاحق ہوتی ہیں۔
فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ صرف طلاق کے لیے نہیں بلکہ ہر معاملہ کے لیے عام ہے یعنی جو
شخص ہر عمل کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں تقویٰ و طہارت سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے
لیے ایسی راہ نکالتا ہے جس سے وہ ہر پریشانی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کا کسی وقت بھی
حال مکدر نہیں ہوتا بلکہ وہ دنیا و آخرت کے ہر غم و الم سے بچ جاتا ہے جب یہ عام ہوا تو
نکاح کے اُمور بھی اس میں شامل ہو گئے۔
حدیث شریف:۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی آیت مبارکہ پڑھ کر فرمایا کہ متقی کو
شبہات دنیا و غمرات الموت اور شدائد یوم القیامت سے نجات نصیب ہوگی۔
فائدہ:۔ جلالین میں ہے کہ متقی کو شدت سے آسودگی اور حرام سے حلال اور نار سے جنت کا راستہ
ملتا ہے یا مخرج اسم مکان ہے یعنی متقی کو ایسا مکان نصیب ہوگا جس میں ہر طرح کا آرام ملے گا
اور فتح الرحمٰن میں ہے کہ طلاق دہندہ کو رجعت کا موقعہ ملے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ سے سوال کیا کہ جو شخص اپنی عورت کو تین یا ہزار طلاقیں
دیتا ہے تو کیا اسے بھی خلاصی کی راہ ملے گی تو آپ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اسے
کوئی راستہ نہ ملے گا اور اس کی عورت تین طلاق کے وقوع کی وجہ اس سے جدا ہوگی اور الٹا
گناہ اس کے گلے میں۔
فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ مخرج دو قسم ہے:۔
۱۔ شدت سے خلاص۔
۲۔ رضا و صبر سے اس کی عزت افزائی ہوگی اس کے لیے کہ یہ بھی از قبیل عافیت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے ہر طرح کی عافیت کا سوال کرتا ہوں۔
عافیت دو قسم ہے:۔ اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی شدت سے عافیت کا سوال کیا جائے کیونکہ اکثر شدت
کا وقوع گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے گویا بندہ ہر قسم کی بلا سے عافیت اور

گناہوں سے عفو چاہتا ہے۔ کیونکہ گناہوں کا صدور نہ ہو تو شدت کا وقوع بھی نہیں ہوتا۔

۳۔ جب کوئی کسی بلا میں مبتلا ہو تو اپنے سے دفع کرنے کے لیے اپنے نفس کا سہارا نہ کرے اور نہ ہی نفس کو رسوا کرے بلکہ اس کی پوری نگرانی کرے یہی موقعہ ہوتا ہے کہ انسان کی بلا دولاد سے اور محنت منحہ سے اور غضب پیار سے اور الم لذت سے اور صبر شکر سے تبدیل ہوتا ہے لیکن یہ مرتبہ کاملین کو نصیب ہوتا ہے۔

ویرزقہ اس کے بعد اسے اللہ تعالیٰ روزی عطا فرماتا ہے۔

من حیث لا یحتسب۔ من ابتدائیہ ہے اور یرزقہ کے متعلق ہے یعنی اسے روزی ایسے طریقے سے نہیں ہوگی کہ اُس کا وہم وگمان تک نہ ہوگا اسی سے وہ مہر آسانی سے بھی ادا کرے گا اور دیگر حقوق بھی اور خرچ بھی سہولت سے ہوگا اور عین المعانی میں لکھا کہ اس حیثیت سے روزی پائے گا کہ وہ کسی کا دستِ نگر نہ ہوگا یا ایسی روزی پائے گا جس کا اسے حساب کا خطرہ نہ ہوگا ؎

از سببہا بگذر و تقویٰ طلب
تا خدا روزی رساند بے سبب
حق زجائے بخشدت رزق حلال
کہ نباشد درگمان و خیال

ترجمہ:۔ اسباب کو چھوڑ تقویٰ کا دامن پکڑ تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بغیر سبب کے روزی پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ تجھے حلال روزی ایسی جگہ سے عطا فرمائے گا جہاں تیرا وہم وگمان نہ ہوگا۔

وظیفہ روزی فراخ:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قرآن کی ایک آیت ایسی ملی ہے کہ اگر کوئی اس پر عمل کرے تو اسے روزی کا خطرہ نہ ہو اور آیت من یتق اللہ یجعل لہ الخ ہے۔ آپ نے اسے بار بار پڑھا۔

دوسرا وظیفہ:۔ کثرت استغفار ہر دکھ سے کشادگی اور ہر تنگی سے شادمانی اور رزق ایسے طریقہ سے ملتا ہے جس کا وہم وخیال نہیں ہوتا۔

شانِ نزول:۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سالم کو مشرکین نے گرفتار کر لیا اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچے کی گرفتاری کے ساتھ فاقہ کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا تقویٰ کا دامن تھامو اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کثرت سے پڑھا کرو۔ اُنھوں نے اس پر عمل کیا تو چند دنوں کے بعد ان کا لڑکا خودبخود

گھر آگیا اور ساتھ ہی ایک سو اُونٹ لایا۔ ہؤا یوں کہ سالم نے دشمنوں کو غفلت اور نشہ میں پایا تو موقعہ کو سمجھ کر اُونٹ لے کر بھاگا اس پر یہی آیت نازل ہوئی۔

فائدہ :۔ کاشفی مرحوم نے لکھا کہ حضرت عوف نے اپنی عورت کے ساتھ مل کر یہ وظیفہ پڑھا تو تھوڑے سے عرصہ میں ان کا صاحبزادہ مشرکوں سے خلاصی پاکر گھر آگیا اور ساتھ ہی چار ہزار بکریاں بھی مدینہ طیبہ میں لایا اس پر یہ نازل ہوئی کہ جو کوئی تقویٰ کرتا ہے اسے حلال روزی نصیب ہوتی ہے۔

فائدہ :۔ عین المعانی میں لکھا ہے کہ ان کا صاحبزادہ چار ہزار بکریوں کے علاوہ اور بھی بہت سا سامان لایا اور جلالین میں ہے کہ بہت سی بکریاں اُونٹ مشرکوں سے بھگا کر والد کے ہاں پہنچا۔

قرآن پڑھنے سے ملازمت و حکومت ملتی تھی :۔ مروی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک بدوی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ مجھے دفتر میں کوئی بہتر ملازمت عطا فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے قرآن مجید پڑھا ہے اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا جایئے قرآن مجید پڑھ کر آیئے پھر تمھیں ملازمت مل جائے گی اُس نے جاکر قرآن مجید کی تعلیم میں بڑی محنت کی اس ارادہ پر کہ مجھے ملازمت ملے گی لیکن قرآن مجید کی ایسی برکت ہوئی کہ اسے ضروریات زندگی کے لیے کسی کی ضرورت نہ رہی اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں واپس نہ گیا ایک دن کہیں راستہ میں ملے آپ نے فرمایا عزیز عرصہ ہوا تم واپس نہیں ملے کیا ناراض تو نہیں ہوگئے ہو۔ عرض کی حضرت آپ سے کون ناراض ہو سکتا ہے آپ تو ہمارے آقا و مولیٰ ہیں لیکن اب مجھے ملازمت کی کوئی ضرورت نہیں آپ نے فرمایا وہ کیسے عرض کی کہ قرآن مجید پڑھنے سے مجھے ایسے برکات نصیب ہوئے ہیں جس سے میری ضروریاتِ زندگی پوری ہو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمھیں کس آیت سے ایسا بھروسہ ملا ہے عرض کی ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا الخ سے مجھے خوب سہارا ملا ہے۔

فائدہ :۔ دنیوی تنگی ہو یا اُخروی جسمانی ہو یا روحانی غرضیکہ تنگی جیسی ہی سخت تر ہو جو بھی اللہ تعالیٰ سے پورے طور ڈرتا ہے اسے دارین کی تنگیوں سے کشادگی اور بہترین رزق نصیب ہوگا اور یاد رہے کہ بہترین رزق جو انسان کو نصیب ہوتا ہے وہ روحانی رزق ہے۔

سوال :۔ انبیاء و اولیاء علی نبینا و علیہم السلام سے کوئی بھی بڑھ کر متقی نہ ہوگا لیکن اُن کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ انھیں دکھ اور تکلیفیں پہنچی ہیں۔

جواب: یہ سب کو معلوم ہے کہ سب سے بڑھ کر دکھ اور تکلیف آخرت کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے یہ حضرات آخرت کے ہر دکھ اور درد سے مامون و محفوظ ہیں کما قال اللہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون اور دنیا میں کبھی جو کچھ انہیں تکالیف پہنچیں وہ بھی آخرت کے اجر عظیم کے لیے ہوا اور ان کے صبر جمیل پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ہدایت بخشی اور وہ علیم و حکیم اپنی حکمت سے اپنے بندوں سے جیسے چاہے کرے اور اپنے بندوں کو جس طرح کے جیسے منافع و فوائد بخشے وہ مالک ہے۔

وظیفہ فراخی رزق: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے فقر و فاقہ کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا ہمیشہ باوضو رہا کرو تمہارے رزق میں وسعت ہوگی۔

سوال: بہت سے وضوء پر مداومت کرنے والوں کی روزی پوری نہیں ہوتی چہ جائیکہ ان کے رزق میں وسعت ہو۔

جواب (۱): اس کی کوئی اور وجہ ہوتی ہے اس وجہ کے ہوتے ہوئے دوسری وجہ کا ظہور نہ ہونا مقصد کے منافی نہیں۔

جواب (۲): کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ وضوء کی شرائط و ارکان کی ادائیگی میں غفلت ہوتی ہے اور کبھی جنایات کا غلبہ اور احد الضدین کا غلبہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اصل کا صدور نہیں ہوتا۔

جواب (۳): فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کا دل گواہی دیتا ہے کہ باوضو رہنے والوں کو روحانی و معنوی رزق جیسے علوم و معارف حکمتیں اور حقائق نصیب ہوتے ہیں اور ان پر رزق ظاہری اور غذا جسمانی کی تنگی دراصل فقر ظاہری کو فقر باطنی سے مطابقت کے لیے ہے اس لیے فقر باطنی کا دوسرا نام غنا مطلق ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں عرض کیا: اللھم اغننی بالا فتقاد الیاك۔ اے اللہ تعالیٰ مجھے افتقار یعنی فقر و فقیری سے اپنا غنا عطا فرما۔

خلاصہ یہ کہ طہارت پر مداومت کرنے والوں کو رزق ظاہری و باطنی ہر دونوں نصیب ہوتے ہیں یا صرف باطنی کیونکہ بدایہ و نہایہ میں ہر ایک کے مختلف مراتب ہوتے ہیں ہاں اہل نہایت ہر طرح کے رزق سے سرفراز ہوتے ہیں لیکن بہت سے تھوڑے بزرگ ایسے ہوتے ہیں جن کی نہایت میں رزق ظاہری کی تنگی ہو۔ (واللہ غنی)

تفسیر صوفیانہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ ومن یتق اللہ۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اسے

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات و افعال کے لیے اپنی اپنی ذات کو ڈھال بناتا ہے اوراسے اپنی ذات وصفات و افعال کی تنگیوں سے محفوظ کر کے ان کی وسعت عطا فرماتا ہے اور اسے اپنے طریقہ عطا اپنے اسمِ وہاب کے فیض سے ایسے رزق عطا فرماتا ہے جس کا اسے وہم وگمان نہیں ہوتا اس فیض کے حصول میں اس کے اپنے کسب وجد وجہد کو دخل نہیں ہوتا۔

تفسیر عالمانہ:۔ ومن یتوکل علی اللہ۔ توکل بمعنی ہر موجود ومفقود میں سکون قلب اور ہر تعلق سے قلب کا انقطاع اور اپنے جمیع احوال میں اللہ تعالیٰ سے متعلق ہونا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے فھو۔ تو وہی اللہ تعالیٰ حسبہ اسے کافی ہے جب بمعنی محسب ہے بمعنی کافی یعنی اپنے جمیع اُمور میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ اتنا عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ اسے کہنا پڑتا ہے کہ اب مجھے کافی ہے۔

سوال:۔ تمہارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رزق میں تغیر وتبدل نہیں تو پھر توکل کا کیا معنیٰ۔

جواب:۔ مسلمان کا قلب ہر لحاظ سے پر سکون اور ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والا ہوتا ہے جس پر اس کے قلب پر اس کے کسی حکم سے ناگواری نہیں ہوتی اسی لیے توکل اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر مکمل طور پر توکل کرو تو وہ تمھیں ایسے بلا تکلف روزی پہنچائے گا جیسے پرندوں کو کہ وہ صبح بھوکے جاتے ہیں تو شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں۔

ازالۂ وھم:۔ اس سے یہ نہ سمجھنا کہ رزق کے لیے کسب وکمائی کی ضرورت نہیں بلکہ حدیث شریف میں تغدو وتروح کے الفاظ کسب وکمائی کی طرف اشارہ کرتے ہیں ہاں توکل کا یہ معنیٰ ہے کہ رزق کے اسباب مکمل کرنے کے بعد ان پر سہارا کے بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر سہارا کیا جائے مثلاً کسان جب کھیتی کا کام کرے تو بیج زمین میں ڈال کر یہ عقیدہ رکھے کہ حکم کی تعمیل میرا کام تھا رزق عطا فرمانا اس کا کام۔

فائدہ:۔ مشائخ فرماتے ہیں تجارت کرو اور کسب وکمائی کرو کیونکہ تم ایسے دور سے گزر رہے ہو کہ اگر کھانے کے لیے اور کچھ بھی نہ ملے تو اپنے دین کو کھاؤ گے۔ بہت سے بیوقوفوں کو دیکھا گیا کہ جب انھیں عین نماز جنازہ کے وقت کہا جاتا ہے کہ چلو دکان پر سودا دو تو وہ نماز جنازہ چھوڑ دیتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

اگر توکل می کنی در کار کن
کشت کن پس تکیہ بر جبار کن
رمز الکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو

ترجمہ: (۱) اگر تجھے توکل کرنا ہے تو کام کر کے کیجئے۔ (مثلاً) کھیتی کا کام مکمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر تکیہ کیجئے۔

(۲)۔ الکاسب حبیب اللہ (کسب وکمائی کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے) کا راز سنئے۔ سبب کی تکمیل کے بعد سستی نہ کیجئے۔

فائدہ:۔ جو حضرات کسب وکمائی سے بالکل فارغ بیٹھے ہیں وہ بہت بڑے کاملین ہیں جن کے طریقہ کو دین میں کمزوری رکھنے والے نہیں پہنچ سکتے۔

فائدہ:۔ حدیث شریف میں دلالت ہے کہ توکل حقیقی یہ ہے کہ متوکل خاص اور معین رزق کے سہارے پر نہیں رہتا جیسے پرندہ کہ وہ رزق کے معاملہ میں خاص رزق کا منتظر نہیں ہوتا ہاں اولیاء کاملین کا معاملہ اور ہے کہ ان کے نزدیک معین وغیر معین رزق یکساں ہے کیونکہ ان کے قلوب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق ہیں انھیں غیر کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

فائدہ:۔ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ جو اپنے نفس کے رزق یعنی احکام شرعیہ میں ایسے ہی قلب کے رزق میں یعنی واردات قلبیہ میں اور ایسے ہی روح کے رزق میں یعنی عطایائے الٰہیہ روحانیہ میں توکل کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم من حیث الاسماء اسکا فیہ کافی ہے یا اسے نفس کا توکل کافی ہے اس معنیٰ پر حسبہ کی ضمیر توکل کی طرف راجع ہے۔

ان اللہ بالغ امرہٖ۔ بالغ مضاف امرہ مضاف الیہ ہے بمعنی منفذ امرہ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اپنا حکم جاری کرنے والا اور مراد پوری کرنے والا اور اپنی مخلوق میں اپنی قضاؤ قدر جاری کرنے والا ہے اس پر کوئی توکل کرے یا نہ ہاں جو اس پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے گناہ معاف کرتا ہے اور اس کا اجر بڑھاتا ہے۔

فائدہ:۔ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ وہ اپنے ہر مامور کو اس کے منتہیٰ (انتہیٰ) تک پہنچاتا ہے بالغ کو تنوین کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اُس وقت امرہٗ منصوب ہوگا یعنی اسے اس امر تک پہنچاتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اسے اس سے کبھی نامراد نہیں ہوگا اسے کوئی شے عاجز نہیں کرے گی۔

فائدہ:۔ کاشفی مرحوم نے لکھا کہ وہ اپنے کام کو اس حد تک پہنچائے گا جہاں وہ چاہتا ہے یعنی اللہ

تعالیٰ اس مراد فوت نہیں ہوتی۔

فائدہ:۔ امرہ کو علی المفعولیت بھی پڑھا گیا ہے بمعنی نافذ امرہ یعنی اس کا حکم نافذ ہے۔ القاموس میں ہے امر اللہ بلغ ای بالغ نافذ یبلغ این اراید بہ یعنی اس کا حکم وہاں پہنچا جہاں اس کا ارادہ تھا۔

قد جعل اللہ لکل شئ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر شے مثلاً شدت و رخا اور فقر و غنا اور موت و حیات وغیرہ کے لیے مقرر فرمائی ہے قدرا۔ تقدیر جو اس کی ذات سے اور زمان اور قوم سے متعلق ہے اور ایسے ہی ہر شے کی کیفیات و اوصاف اس کے ساتھ متعلق ہے پھر جو کسی کے لیے مقدر ہے وہ اسے ملے گا اور وہ اپنے مقدر سے نہ رہ جائے گا خلاصہ یہ کہ قدرا بمعنی مقدار و حد معین یا وقت اور اجل اور شے وہ نہایت جہاں اس کی انتہا ہوتی ہے کہ جس سے وہ نہ مقدم ہو نہ مؤخر۔ اور متغیر ہو کر اس کے عوض کوئی اور آسکے یعنی وہ مقدار از زمان جو نہ آگے ہو سکے نہ پیچھے۔

فائدہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ قدر سے رتبہ اور وہ کمال جو شے کے لائق ہو۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت قاشانی نے فرمایا کہ جو وسائط سے قطع نظر کر کے اور وسائل سے فارغ ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس پر توکل کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ان امور سے کفایت کرے گا جو اس کے لیے مقدر کیے گئے ہیں۔ اور اسے وہ سارہ عطا فرمائے گا جو اس کی قسمت اخروی و دنیوی امور میں سے اس کی قسمت میں لکھی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے مطابق کام کو تمام فرماتا ہے نہ اسے کوئی منع کر سکتا ہے اور نہ کوئی حائل ہو سکتا ہے اور جو اس پر یقین رکھتا ہے وہ کسی سے خوفزدہ نہ ہوگا اور نہ ہی کسی سے امید بلکہ وہ اپنے جملہ امور اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرتا ہے تو وہ ہر شکل میں نجات پاتا ہے۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ ہر کام کی ازل میں حد اور وقت مقرر فرماتا ہے وہ نہ کسی کی کوشش سے بڑھتا ہے اور نہ کسی کے روکنے سے گھٹتا ہے اور نہ کسی کی کوتاہی سے ٹلتا ہے اور وہ کسی وقت سے مؤخر ہوتا ہے اور نہ مقدم اور جو اس پر یقین رکھتا ہے وہی حقیقی متوکل ہے۔

تقدیر کی لغوی و اصطلاحی تحقیق:۔ المفردات میں ہے کہ تقدیر کا لغوی معنیٰ ہے کسی کو قسمت دینا اور عرف میں مقدار مخصوص و وقت مخصوص و درجہ مخصوص مقدر کرنا حکمت کے اقتضاء پر مقدر کرنا اور فعل الٰہی دو قسم ہے:۔

(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے فعل کو ایجاد فرمایا اور ایجاد کا یہ معنیٰ ہے کہ اس نے یکبارگی فعل کو مکمل طور از سر نو

بنایا اس میں نہ کون کو دخل ہے نہ فساد کو جہاں تک اس کا باقی رکھنے یا تبدیل کرنے کا ارادہ ہے جیسے آسمان
اور وہ اشیاء جو اس میں ہیں اور بعض ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں جن کے اصول بالفعل موجود اور اجزاء بالقوۃ
ہوتے ہیں اور جس میں اللہ تعالیٰ نے کوئی شے مقدر فرمائی ہے پھر ایسا نہیں ہوگا کہ اس کے سوا کوئی اور
شے ہو جائے جیسے گٹھلی جس میں کھجور کی پیدائش مقدر ہے اس سے ناشپاتی یا کوئی اور میوہ پیدا
نہ ہوگا پھر تقدیر الٰہی دو قسم ہے:۔

(۱)۔ اللہ تعالیٰ کا تقدیر کا حکم علی سبیل الوجوب ہوگا کہ اس کے برعکس ہرگز نہ ہوگا۔

(۲)۔ حکم علی السبیل الامکان اسی دوسری قسم کے لیے فرمایا لکل شئ قدراً۔

مسئلہ:۔ آیت میں توکل کے وجوب کا بیان ہے اور تنبیہ ہے کہ ہر امر اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کیا جائے کیونکہ
جب سب کو معلوم ہے کہ رزق وغیرہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر موقوف ہے جیسے اس نے وقت مقرر فرمایا
اس سے پس و پیش نہ ہوگا تو پھر سوائے سر تسلیم خم کے چارہ نہیں۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا یہ آیت توکل و تقویٰ کا اصل ہے اور تقویٰ ثمرہ بوستان قرب ہے
اور یہ معیت الٰہی کی خبر دیتا ہے کما قال ان اللہ مع الذین اتقوا۔ اور توکل رائحہ گلزار کفایت
ہے اور یہ محبت کی ریحان کی خوشبو ہے کما قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یحب المتوکلین ان دونوں
کے بغیر طریق تحقیق میں قدم نہیں رکھا جا سکتا ؎

سلوک را معنی راہ توکل باید و تقویٰ
توکل مرکب راہست و تقویٰ توشہ رہرو

ترجمہ:۔ راہ معنیٰ کا سلوک توکل و تقویٰ سے طے ہوتا ہے۔ توکل راستہ کا گھوڑا ہے تو تقویٰ کا توشہ۔

توکل و تقویٰ لازم و ملزوم:۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ توکل متقین کو سجتا ہے اور
تقویٰ توکل کے بغیر نہیں ہو سکتا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں
کو اکٹھا بیان فرمایا ہے کما قال ومن یتق اللہ الخ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جس کے لیے تقویٰ متحقق
ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر اعراض عن الدنیا اور اقبال علی اللہ آسان فرما دیتا ہے اپنی خدمت کے
لیے اسے مزین فرماتا ہے اور اسے اہل ارادہ کا امام بناتا ہے جس کی وہ اقتدا کرتا ہے وہ ان کو واضح ترین راستہ
پر لگاتا ہے یہی اعراض عن الدنیا و الاقبال علی اللہ ہے اور یہ متقین کا مرتبہ ہے۔

فائدہ:۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو اپنے جملہ امور اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

دونوں جہانوں میں کافی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے فیصلہ فرمایا ہے کہ جو اس پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کی کفایت فرمائے گا اور جو ایمان لاتا ہے تو اُسے راہِ راست نصیب فرمائے گا۔ اور جو اسے قرض دیتا ہے تو اسے جزا بخشے گا اور جو اس پر بھروسہ کرتا ہے اسے نجات دے گا اور جو اس سے دُعا مانگتا ہے تو اس کی دُعا قبول کرے گا۔ اور اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ فرمایا ومن یؤمن باللہ یھد ومن یعتصم باللہ فقد ھدیٰ الیٰ صراط مستقیم اور فرمایا اجیب الدعوۃ الداع اذا دعان۔ میں دُعا کرنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

تفسیر عالمانہ واللائی۔ یہ بھی حروفِ موصولہ سے ہے التی کی جمع ہے یعنی وہ عورتیں یئسن من المحیض۔ جن سے دخول ہُوا اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے یا حیض کی وجہ سے یا حیض کے خشک ہونے کے سبب سے حیض سے نا اُمید ہو چکی ہیں اور وہ ساٹھ سال یا پچپن سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی عورت اس سن کے بعد حیض دیکھے تو وہ حیض میں شمار نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ یئسن فعل ماضی ہے الیأس سے مشتق ہے بمعنی القنوط یعنی نا اُمید ہونا الرجا بمعنی اُمید کی نقیض ہے مثلاً کہا جاتا ہے یئس من مرادہ یعنی مراد سے نا اُمید ہو گیا یئس ییئس یأسا و ایاسًا کا بھی یہی ہے لیکن ایسًا اس کا مصدر نہیں ہے۔ ان دونوں کا فاعل یئس آتا ہے اس کا یائس فاعل نہیں آتا۔ مؤنث کے لیے بھی آیس آتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے امرأۃ آیسٌ یہ اُس وقت کہتے ہیں جب عورت حیض سے مایوس ہو جائے مؤنث کے لیے آلسنۃ نہیں آتا اس لیے کہ تاء اُس وقت صیغہ مونث کے لیے لائی جاتی ہے جب اس کا مذکر کا صیغہ مستعمل ہوتا ہو کیونکہ ان کے مابین فرق کرنے کے لیے تاء کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ امرأۃ حائض اور حائق و حامل اسی قبیل سے ہیں کہ ان پر بھی تاء نہیں آتی صرف لفظ حامل ہیں اُس وقت تاء نہیں آئے گی جب بچہ سے حاملہ ہو اگر عورت نا اُمیدی حیض یا بچہ کی وجہ سے نہ ہو تو اُسے آئسہ حاملہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ المغرب میں ہے کہ الیأس بمعنی انقطاع الرجاء اور آسٌ آئسہ (یعنی وہ عورت جو حیض سے نا اُمید ہو چکی ہو) کا مصدر ہے۔ یہ دراصل اِئْیَاسٌ بمقابر وزن افعال اور وہ ہمزہ جو عین

کے بالمقابل ہے) اسے تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہے۔ المحیض بمعنی حیض ہے اہل عرب کہتے ہیں حاضت الانثی فھی حائض وحائضۃ یعنی وہ عورت جس کی قبل سے خون جاری ہو۔

فائدہ: حیض نہ صرف آدمی عورت کو آتا ہے بلکہ حیوانات میں خرگوش اور ضبع اور چمگادڑ کو بھی آتا ہے (کما ذکرہ الجاحظ) القاموس میں ہے کہ اہل عرب کہتے ہیں حاضت المرأۃ تحیض حیضا ومحیضا ومحاضا فھی حائض اور حائض کی جمع حوائض اور حیض بمعنی عورت کا خون بہنا۔ المحیض اسم ہے اور مصدر ہے بعض نے کہا کہ الحوض اسی سے ہے کیونکہ اس سے بھی پانی بہتا ہے۔ الحیضۃ بمعنی ایک بار حیض جاری ہونا۔ شرع میں حیض وہ خون جسے تندرست اور بالغ عورت غیر آئسہ کی رحم نکالے۔ اس معنی پر وہ عورت جو خون حیض سے ناامید ہو جائے اسے شرع نے آئسہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

فائدہ: آیت میں پہلا مِنْ ابتداء غایت کے لیے ہے اور جو اس سے پہلے فعل واقع ہے اس کے متعلق ہے اور دوسرا مِنْ تبیینیہ اور اس کا متعلق محذوف ہے۔

ان ارتبتم۔ یہ ارتیاب سے مشتق ہے بمعنی شک میں ہونا یعنی اگر تم شک میں ہو اور ان پر قطعی طور کوئی حکم جاری نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے حیض منقطع ہونے کی وجہ سے تمہیں کوئی علم نہیں ہو سکتا۔ ان کے بڑھاپے کی وجہ سے حیض سے بے خبری ہے کہ نامعلوم ان کی عدت کیونکر ہے۔

فعدتھن ثلثۃ اشھر۔ واللائی یئسن مبتدا اور اس کی خبر فعدتھن ہے۔ ان ارتبتم جملہ معترضہ اور جواب شرط محذوف ہے جو کہ فاعلموا انھا ثلثۃ اشھر تھا۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ اشھر شہر کی جمع ہے اور وہ چاند کی تاریخیں معلومہ کا مجموعہ یا بارہ ماہ (سال) کا ایک جز ہے یعنی جب سورج ایک نقطہ سے دوسرے نقطے تک گھوم جاتا ہے تو سال ختم ہوتا ہے اور القاموس میں ہے کہ شہر کے چند گنتی کے دن ہیں اور شہر سے اس لیے موسوم ہے کہ وہ قمر (چاند) سے شہرت پاتا ہے۔

واللائی۔ اور وہ عورتیں جو کہ لم یحضن حیض کا خون نہیں دیکھتیں بوجہ ان کے صغر سنی کے تو ان کی عدت بھی تین مہینے ہے یہاں ثلثۃ اشھر محذوف ہے جبکہ پہلے اس کا ذکر ہوا۔ اب دوبارہ لانے کی ضرورت ہی نہیں۔

مسئلہ: وہ نوجوان عورت جس کا کسی وجہ سے قبل سن ایاس خون بند ہے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کی عدت بھی تین ماہ ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ خون کے آنے کا انتظار کرے یا سن ایاس تک پہنچے۔ اگر اس اثناء میں خون ظاہر ہو تو اس کی عدت اسی کے مطابق شمار ہو گی۔

فائدہ :۔ سجاوندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طاء کو وقف مطلق کی ایک علامت مقرر فرمایا ہے اور قاعدہ لکھا ہے کہ جو عورتیں حیض سے مایوس ہیں ان کی عدت تین ماہ ہے لیکن یہ اُن کی غلطی ہے اگر وہ اس کے بجائے میم لکھتے تو موزوں ہوتا کیونکہ طاء انقطاع کے معنی میں موہوم ہے اور میم مایوسہ کے معنی پر واضح ہے ہاں انہوں نے عدم ظہور حیض پر قیاس کیا ہے کہ جیسے اس کے حیض نہ ہونے سے حمل ظاہر نہیں ہوتا ایسے ہی مایوسہ عورت کا حال ہے۔

واولات الاحمال :۔ اور حاملہ عورتیں۔

حل لغات :۔ اولات کا واحد ذات بمعنی صاحب **احمال** حمل کی جمع ہے (بالفتح) بمعنی بوجھ اس سے مراد وہ بوجھ جو پیٹ میں ہے جسے حاملہ عورتیں اُٹھاتی ہیں یعنی پیٹ کے اندر والا بچہ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ عورتیں جو حمل والی ہیں۔ **اجلھن**۔ ان کی عدت کی انتہا یہ ہے کہ **ان یضعن اجلھن**۔ وضع حمل کریں وہ مطلقہ ہوں یا شوہر فوت شدگان۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی عورت طلاق کے بعد یا شوہر کے فوت ہونے کے بعد فوراً وضع حمل کر دے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی وہ دوسرے شوہر سے نکاح کر سکتی ہیں خواہ ایک ماہ کے بعد ایک ہفتہ پر یا ایک گھنٹہ پر۔

فائدہ :۔ اس سے آیت **والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن باربعۃ اشھر وعشرا** کا عموم منسوخ ہو گیا کیونکہ آیت سورۂ طلاق آیت مذکورہ بالا کے بعد نازل ہوئی۔

حکایت وروایت حدیث :۔ حدیث شریف میں ہے کہ سبیعہ بنت الحارث اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر فوت ہوا تو چند دنوں کے بعد اسے وضع حمل ہوا تو اس نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرض کیا تو آپ نے فرمایا تیری عدت ختم ہو گئی اب جس سے چاہے نکاح کر لے۔

ومن یتق اللہ ۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے احکام وحقوق کے بارے میں تقویٰ کرتا ہے تو **یجعل لہ من امرہ یسرا**۔ تو اس پر جملہ اُمور آسان فرمائے گا اور اسے خیر وبھلائی کی توفیق بخشے گا اور اسے تقویٰ کے سبب سے معاصی وجرائم کے بچائے گا اور **من** بیانیہ ہے **مبین** سے بوجہ فواصل کے مقدم کیا گیا ہے یا **مِنْ** بمعنی **فِیْ** ہے۔

ذلك :۔ احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے۔

سوال :۔ بعد کو خطاب جمع کا ہے لیکن **ذلك** مفردہ کے لیے ہوتا ہے اس کی مطابقت کیسے ہوگی۔

جواب: یہاں حاضر اور گزرے ہوئے اُمر کا فرق ظاہر کرنا مطلوب ہے تعیین خطاب مراد ہے تاکہ مطابقت ضروری ہو۔

امر اللّٰه ۔ اللہ تعالیٰ کا امر یعنی حکم شرعی ہے۔

انزلہ ۔ اسے لوح محفوظ سے نازل فرمایا ہے۔ **الیکم** ۔ تمہاری طرف۔

فائدہ: ابو اللیث نے فرمایا کہ اسے قرآن مجید میں تمہارے نبی علیہ السلام پر نازل فرمایا ہے تاکہ تم اس پر عمل کرنے کی استعداد حاصل کرو فلہٰذا اس کی مخالفت سے بچو۔ **ومن یتق اللّٰه** ۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے یعنی اس کے احکام پر حفاظت کرے۔

یکفر عنہ سیاٰتہ ۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمائے گا یعنی اپنی رضا سے اس کے گناہ چھپاتا ہے اور بہت بار اس کی برائیوں کو نیکیوں سے تبدیل کرتا ہے۔

ویعظم لہ اجرًا ۔ اور قیامت میں اس کا اجر و ثواب بڑھاتا ہے۔ اجرًا سے اَجر عظیم مراد ہے جیسا کہ اَجر کی تنوین سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ تنوین عظمت کی ہے یعنی تنکیر کی تعمیم تمیم پر دلالت کرتی ہے۔

فائدہ: تین طلاقوں سے بچنے سے اشارہ ہے کہ بوقت ضرورت صرف ایک طلاق واقع کرنے میں منجانب اللہ جزا کی اُمید رکھنی چاہیئے اس کے اشارے آیت ہذا میں موجود ہیں:

۱۔ آیت میں یعنی **یجعل لہ مخرجا** فرما کر اسے موجودہ پریشانی اور کردہ فعل کی خرابی سے نکالنے کا وعدہ ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اس کے عوض ایسی محبوب شے نصیب ہوگی جو اس کے وہم و خیال میں نہ ہوگا۔

۲۔ اس کی مشکلیں حل ہوں گی بلکہ اس پر ہر خیر کے دروازے کھُل جائیں گے۔

۳۔ اسے بہتر جزا کا وعدہ فرمایا یعنی آخرت میں اسے اعلیٰ نعمتوں سے نوازا جائے گا۔

اسکنوھن من حیث سکنتم ۔ انھیں اس مکان میں ٹھہراؤ جس میں تم خود ٹھہرتے ہو یہ جملہ مستانفہ ہے اور ماقبل سے ایک پیدا شدہ سوال کا جواب ہے وہ یہ کہ مطلقہ کے متعلقین کے بارے میں کیا حکم ہے اس کے جواب میں فرمایا کہ **اسکنوھن** الخ یعنی انھیں وہاں ٹھہراؤ جہاں خود ٹھہرتے ہو یعنی طلاق میں غصہ کرکے مطلقہ عورتوں کو گھر سے نکال نہ دو بلکہ انھیں اپنے مکان کے کسی حصے میں ٹھہراؤ۔ یہ خطاب اہل ایمان طلاق دہندگان کو ہے۔

من وجدکم اپنی وسعت کے مطابق یعنی مطلقہ عورتوں کی ٹھہرنے کی جگہ اپنی طاقت کے

مطابق بناؤ۔

حل لغات:۔ الوجد بمعنی طاقت اور تونگری مثلاً اہل لغت کہتے ہیں افتقر فلان بعد وجدہ فلاں شخص وہ تونگری کے بعد فقیر ہو گیا یہ من حیث سکنتم کا عطف بیان وتفسیر ہے۔

فائدہ:۔ مین المعانی میں ہے مِنْ۔ من حیث سکنتم کے ابہام بیان کرنے کے لیے ہے۔ مین المعانی کے اس بیان پر ابوحیان نے اعتراض کیا ہے عطف بیان میں عامل کا اعادہ نہیں ہوتا ہاں بدل میں عامل کا اعادہ ہوا کرتا ہے بہتر یہ ہے کہ اسے بدل بنایا جائے۔

مسئلہ:۔ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اگر شوہر کا صرف ایک مکان ہو تو مطلقہ کے لیے ایک کنارے پر ایک جگہ مختص کی جائے۔

مسئلہ:۔ صاحب لباب نے لکھا کہ جس مکان میں عورت کو طلاق دی گئی ہے اگر وہ شوہر کی ملکیت کا ہے تو اس شوہر پر لازم ہے کہ وہ مکان عورت کو خالی کر دے تاکہ وہ اس میں آرام کے ساتھ عدت گزارے اگر وہ مکان کرایہ کا ہے تو اس کی اجرت شوہر ادا کرے اگر عاریت کا مکان ہے تو عاریت کا مکان مالک کو واپس لوٹا دے اور عورت مطلقہ کے لیے کوئی کرایہ کا مکان لے کر عدت گزارنے کے لیے عورت کے سپرد کرے۔

مسئلہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ جس معتدہ سے شبہ کے طور وطی کی گئی ہے اور جس لونڈی کا نکاح فسخ ہوا یعنی عیب یا خیار عتق کی وجہ سے تو اس کے لیے نہ مکان دینا ضروری ہے نہ نفقہ اگرچہ وہ حاملہ ہو۔

ولا تضاروهن۔ اور انھیں ضرر نہ دو یعنی گھر میں ٹھہرانے کے بارہ میں کسی وجہ سے ان کے لیے ضرر کا ارادہ نہ کرو اور مفاعلہ کبھی مشارکت کے لیے آتا ہے یعنی مطلقات کو ضرر نہ دو۔

لتضیقوا علیہن۔ اور بعض اسباب کی وجہ سے ان پر تنگی نہ کرو مثلاً انھیں ان کے ساتھ ایسے افراد ٹھہرانا جو ان سے موافقت نہیں رکھتے یا ان کے رہنے کے مکان میں وہ تصرف کریں وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ وہ اس جگہ سے نکلنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ خلاصہ یہ کہ ان کی رہائش گاہ میں کسی قسم کی تنگی نہ کرو۔

مسئلہ:۔ اس میں حسن المروۃ اور شفقت ورحمت کا سبق دیا گیا ہے اور سابق حقوق زوجیت کا درس دیا گیا ہے اور اُن سے یہ حسن مروت وغیرہ ان کی آسانی کے لیے ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے تک آرام سے وقت بسر کر سکیں۔

و ان کن ۔ اور اگر وہ مطلقات اولات حمل ۔ حمل والی ہوں اور اولات مکسور ہے جیسا کہ جمع مؤنث کا قاعدہ ہے اور حمل کی تنوین تعمیم کی ہے اس طرف اشارہ ہے کہ اُن کے وضع کا وقت قریب ہو یا بعید فانفقوا علیھن حتیٰ یضعن حملھن ۔ اور ان کو نان ونفقہ دو یہاں تک کہ وضع حمل ہو تو وہ عدت سے فارغ ہو جائے گی اور تمھارے خرچ لینے کی کلفت سے بھی بچ جائے گی اور دوسری جگہ انھیں نکاح کرنا جائز ہو جائے گا۔

مسئلہ: طلاق بائن واقع ہو اور وہ حاملہ ہو تو اسے نان ونفقہ اور مکان میں ٹھہرانا چاہیئے اور اس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہے۔

مسئلہ: بائنہ غیر حاملہ کے لیے بھی نان ونفقہ اور مکان میں ٹھہرانا ضروری ہے یہاں تک کہ عدت ختم ہو یہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے باقی تین ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ اس کے خلاف ہیں۔

فائدہ: عدت حیض کی ہو یا مہینے کی گنتی بہرحال نان ونفقہ ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر مطلقہ کا شوہر طلاق کے بعد فوت ہو جائے تو ترکہ سے نان ونفقہ ضروری ہے اور نہ مکان خاص میں ٹھہرانا بلکہ اس کی مرضی جہاں چاہے عدت گزارے اگرچہ وہ حاملہ ہو اس لیے کہ علماء کا اجماع ہے کہ کسی نے کسی کو مجبور کیا کہ اس کی عورت اور اس کے چھوٹے کو خرچ دے تو اُس نے خرچ کیا لیکن ضروری نہیں کہ وہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے مال سے خرچ کرے۔

مسئلہ: ایسے متوفی عنہا الزوج حاملہ کا حکم ہے یہی اکثر فقہاء کا قول ہے۔

مسئلہ: حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے نفقہ اور مکان ضروری ہے خواہ طلاق مغلظہ ہو یا رجعی یا بائنہ یہاں تک کہ عدت ختم ہو۔ طلاق رجعی ختم ہو تو اس کا نان ونفقہ تا اختتام عدت ضروری ہے۔ اس لیے کہ وہ عدت سے پہلے ابھی شوہر کے نکاح میں بدستور ہے عدت کے اختتام پر اس کا نکاح ختم ہوگا اور چونکہ اس عورت کا نکاح معرض زوال میں ہے کہ عدت گزرتے ہی یہ اپنے شوہر سے فارغ ہو جائے گی اسی لیے یہ اپنے حق نکاح کے لحاظ سے نفقہ وغیرہ کی حقدار ہے جیسے کسی نے اپنی عورت سے ایلاء کیا اور اس کی طلاق کو ایک ماہ گزرنے پر معلق کیا تو اس عورت کا نان ونفقہ ضروری ہے تو ایسے ہی مطلقہ رجعیہ کو سمجھیے خلاصہ یہ کہ مطلقہ رجعیہ کا نان ونفقہ وغیرہ بالاجماع ثابت ہے۔

طلاق بائنہ: اگر کسی عورت کو طلاق بائنہ واقع ہو تو ہمارے نزدیک اس کا نان نفقہ اور مکان میں ٹھہرانا بھی ضروری ہے کما قال اللہ تعالیٰ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم یعنی جہاں تم ٹھہرتے ہو وہاں مطلقہ کو ٹھہراؤ اور حسب وسعت عدت گزرنے تک اسے نان ونفقہ دو۔

فائدہ :۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراۃ میں ہے اسکنوھن من حیث سکنتم و انفقوا علیھن من وجدکم۔

مسئلہ :۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مطلقہ کے لیے مکان ضروری ہے لیکن نان و نفقہ کی ضرورت نہیں ہاں حاملہ ہو تو پھر نان و نفقہ ضروری ہے کما قال اللہ تعالیٰ و ان کن اولات حمل الخ۔

سوال :۔ جب احناف کے نزدیک ہر مطلقہ کے لیے نان و نفقہ ضروری ہے تو پھر آیت میں وان کن اولات حمل الخ کی شرط کیوں ؟

جواب :۔ کبھی حمل کی مدت طویل ہو جاتی ہے تو پھر بعض بے خبر لوگوں کو گمان گزرتا کہ نان و نفقہ لازم نہیں رہا جب دیکھتے کہ حاملہ کی عمومی عدت ختم ہوگئی تو نان و نفقہ کیسا اسی وہم و گمان والوں کے لیے یہ شرط لگائی گئی (الکشاف)۔

فان ارضعن لکم۔ (اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں)۔

حل لغات :۔ الرضاع لغت میں بمعنی پستانوں سے دودھ پینا اور اصطلاح شرع میں بچے کا وقت مخصوص میں آدمیہ کا خالص یا ملاوٹ والا دودھ پینا (حقیقتاً و حکماً) الارضاع بمعنی دودھ پلانا یعنی اگر یہ مطلقہ عورتیں رشتۂ زوجیت و تعلق نکاح کے انقطاع کے بعد اپنے یا غیر بچے کو دودھ پلائیں۔

سوال :۔ لکمؔ کیوں فرمایا حالانکہ عبارت کا تقاضا ہے کہ اولادکم ہوتا۔

جواب :۔ چونکہ دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ۔ اس میں اولاد کی اضافت عورتوں کی طرف ہے اور لام اختصاص مردوں کے لیے تاکہ معلوم ہو کہ دودھ پلانے کا خرچ شوہروں پر واجب ہے۔

مسئلہ :۔ اگر بچے کی ماں (اگرچہ مطلقہ ہو) خوشی سے دودھ پلائے تو بہتر ہے اسے دودھ پلانے پر مجبور کرنا جائز نہیں اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کرے تو مرد پر واجب ہے کہ وہ کسی دایہ کو دودھ پلانے کے لیے اُجرت ادا کرے۔

مسئلہ :۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بچے کی ماں کو دودھ پلانے کے لیے اُجرت پہ نہ رکھا جائے جبکہ وہ نکاح میں ہے۔

فآتوھن اُجورھن۔ اگر وہ مطلقہ دودھ پلانے کی اُجرت طلب کرتی ہے تو انھیں اُجرت دو کیونکہ وہ اُس وقت عام دائگان کے حکم میں ہیں۔

مسئلہ :۔ اللباب میں ہے کہ عورت کو طلاق ہو جائے تو پھر اپنے کو دودھ پلانا اس پر واجب نہیں ہاں اگر بچہ سوائے اس کے اور کسی عورت کا دودھ نہیں پیتا تو اُس وقت اس پر دودھ پلانا واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ :۔ اگر مطلقہ اور شوہر بچے کے دودھ پلانے کی اُجرت میں اختلاف کریں تو دیکھا جائے گا کہ اگر عورت جائز اُجرت طلب کرتی ہے لیکن شوہر کہتا ہے کہ میں اُجرت کے طور پر نہیں بلکہ بطور تبرع جو کچھ چاہوں گا دوں گا شوہر کا یہ قول غلط ہے بلکہ عورت کو جائز اُجرت دینی پڑے گی۔ اگر عورت جائز اجرت سے بڑھ کر مانگتی ہے تو مرد سے جائز اُجرت دلوائی جائے گی اور زائد مطالبہ غلط قرار دیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ اگر قاضی (حاکم وقت) کے ہاں فیصلہ طے ہو چکا ہے کہ بچے کا والد کنگال ہے اور دودھ پلانے کی اُجرت کی ادائیگی سے عاجز ہے اور اس کی عورت مطلقہ بچے کے دودھ پلانے کی اُجرت مانگتی ہے تو عورت کو مفت دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔

سوال :۔ بچہ اگر باپ پر یہ حقوق ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ حریت و رقیت میں بچہ باپ کے تابع کیوں نہیں بلکہ ماں کے تابع ہوتا ہے مثلاً اُم بچہ کے اب کے غیر کی ملک ہے تو بچہ بھی اس کی ملک ہوگا اگر باپ حر ہو ایسے ہی ماں اگر آزاد ہے تو بچہ بھی آزاد ہوگا اگرچہ بچہ غلام ہو۔

جواب :۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ماں کے نطفہ کو باپ کے نطفہ پر ترجیح ہے اس لیے کہ ماں کا نطفہ اس کے پیٹ میں ٹھہرتا ہے اور باپ کا نطفہ غیر معلوم ہے اس سے معلوم ہوا کہ مالکیت والدیت پر غالب ہے ویسے تحقیق یہ ہے کہ احکام شرع عقلیہ نہیں ان کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے وہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔

وائتمروا بینکم۔ اور اے بچے کے ماں باپو۔ آپس میں مشورہ کرو۔ بالمعروف ساتھ اچھائی کے یہ ایک دوسرے کو دودھ پلانے اور مزدوری کے بارے میں اچھا مشورہ کرو اگر تم میں سے کسی ایک سے کچھ غلطی ہو جائے تو چشم پوشی سے کام لو۔ نہ تو باپ کی طرف سے دودھ پلانے کی ضروریات کی ادائیگی میں بخل ہو اور نہ ماں سے کسی قسم کی رکاوٹ یا تنگی کیونکہ وہ بچہ دونوں کا مشترک ہے اور اس پر شفقت کرنے میں برابر کے شریک ہیں معلوم ہوا کہ ائتمار بمعنی تآمر ہے جیسے اشتوار تشاور کے معنی میں آتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ائتمر القوم و تآمروا۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مشورہ لیں اور اہل صرف کے نزدیک افتعال کبھی تفاعل کے معنیٰ میں آتا ہے اور یہاں بھی اسی قاعدہ پر مستعمل ہوا ہے و ان تعاسرتم یہ تعاسر القوم

سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب لوگ کسی کام کو دشوار بنانے کی کوشش کریں تعاسرتم بمعنی تضایقتم ہے یعنی اگر تم دشواری پیدا کرو اور تنگی دکھاؤ مثلاً باپ دودھ کی مزدوری میں انکار یا تنگی کرے یا ماں دودھ پلانے سے انکار کرے۔ فسترضع لہ۔ ھُوَ کا مرجع یا والد ہے جیسے کشاف میں ہے اور یہ فان ارضعن لکم ۔ کے موافق ہے یا اس کا مرجع بچہ ہے جیسے جلالین کاشفی وغیرہ میں ہے اور اس میں یہ بھی لکھا کہ فسترضعہ۔ ہوتا تو اشکال نہ رہتا تو اسے دودھ پلائے گی اخری۔ دوسری عورت اور عورت جو اس بچے کو دودھ پلائے گی یعنی وہ غیر عورت جو بچے کی ماں نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر بچے کی ماں اپنے بچے کے دودھ پلانے سے انکار کرے تو اسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

فائدہ:۔ اس میں بچے کی ماں کو عتاب ہے کہ اگر وہ تنگی کرتی ہے تو کیا ہوا کوئی اور پلائے گی جیسے تم کسی کے ہاں کام کے لیے جاؤ اور وہ کام نہ کرے یا بے پرواہی کرے تو تم اسے کہو اگر تم تو میرا کام نہیں کرتا تو کوئی اور کرے گا اس سے اس طرح ملامت کرنے پر ایسا کلام کیا جاتا ہے ایسے ہی یہاں ہوا۔

فائدہ:۔ حضرت سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ اس میں ماں کی طرح باپ کو بھی عتاب ہے وہ اس طرح کہ اسے خطاب نہیں کیا گیا حالانکہ اسے پہلے خطاب کے شرف سے مشرف کیا جارہا تھا۔ اور کسی کو خطاب سے محروم کرنا یہ بھی ایک قسم کا عتاب ہے۔

مسئلہ:۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے اگر عورت پر دودھ پلانے کے موقعہ پر اُجرت کی تنگی کی گئی ہے اور وہ دودھ پلانے سے انکار کرتی ہے تو ضروری ہے کہ دودھ پلانے کے لیے اور عورت اجرت پر لی جائے لیکن اگر وہ بھی اُجرت مانگتی ہے تو پھر اس اُجرت کی زیادہ مستحق بچے کی ماں ہے کیونکہ بہ نسبت دوسری عورت کے ماں زیادہ شفیق اور رحیم تر ہے اسی لیے اُجرت کی بھی یہی زیادہ حق دار ہے۔ ہماری مذکورہ بالا تقریر سے شرط و جزا کا ارتباط بھی معلوم ہوگیا۔ ینفق ذو سعۃ۔ اور لاینفق میں لام امر کی ہے اور ذو سعۃ بمعنی فراخی و تونگری والا من سعتہ۔ چاہیئے دولت مند اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے یعنی مطلقہ و منفقہ پر حسب وسعت خرچ کیا جائے اور من لینفق کے متعلق ہے۔ ومن قدر علیہ رزقہ ۔ اور جس پر رزق کی تنگی ہے۔ یعنی وہ فقیر اور تنگدست ہے۔ الاقدر اسی سے مشتق ہے یعنی وہ جانور جو فقیر العنق ہو یعنی چھوٹی گردن والا۔ فرس اقدر بھی اسی سے مشتق ہے اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو اپنا پچھلا پاؤں اٹھا کر اس جگہ پر رکھے جہاں سے پہلے پاؤں اُٹھائے علی الموسع قدرہ و علی المقتر قدرہ اسی لغت سے ہے یعنی وہ شخص جس کا حال تنگ ہو۔

فلینفق مما آتاہ اللہ چاہیئے اس سے خرچ کرے جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اگرچہ قلیل ہو یعنی دولت مند ہو یا تنگدست اسے اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔

لا یکلف اللہ نفسا الا ما آتاھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر وہ جو اسے اس نے عطا فرمایا تھوڑا یا زیادہ یعنی تکلیف مالا یطاق میں اللہ تعالیٰ کسی کو مبتلا نہیں فرماتا اسے اپنے وعدۂ کرم سے مؤکد فرمایا۔ چنانچہ فرمایا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ دکھ کے بعد آسانی فرمائے گا جلدی یا دیر سے۔ سین میں ضروری نہیں کہ وہ کام کسی خاص معین مدت میں ہو اور ہر آنے والی گھڑی کو قریب کہا جا سکتا ہے اگرچہ آخرت کا دن ہو تو اسے بھی قریب کہہ سکتے ہیں اسی لیے تنگدست کو آسانی کا انتظار کرنا چاہیئے کہ کبھی تو اللہ تعالیٰ کشادگی فرمائے گا اس انتظار سے بھی ثواب پائے گا کیونکہ رحمت الٰہی کا انتظار بھی عبادت ہے۔

فائدہ:۔ آیت میں غریب اور تنگدست کو تسلّی دی گئی ہے اور اسے ترغیب ہے کہ وہ اپنی جد و جہد میں کمی نہ کرے۔

زمخشری کی تردید: زمخشری نے کہا کہ یہ ترغیب وغیرہ صرف اسی دور کے ازواج فقراء کو ہے حالانکہ یہ قواعد تفسیر کے خلاف ہے اس لیے کہ قرآنی قانون حکم عام ہوتا ہے اگرچہ ورود و نزول خاص واقعہ کے لیے ہو اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہر زمانہ کے فقراء و تنگدست ازواج کو تسلی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرما کر ان کی تنگی دور فرما کر انہیں دولت دنیا سے نوازے تو بعید از کرم نہیں لیکن انہیں چاہیئے کہ اپنی حسب وسعت خرچ کرنے میں کمی نہ کریں۔ صاحب روح البیان نے فرمایا کہ میرے نزدیک بھی یہی معنیٰ موزوں ہے کہ حکم عام ہو کیونکہ قرآن کے معانی محدود و محصور نہیں ہوتے بلکہ قرآن مجید کے معنیٰ کو صرف ایک معنیٰ تک بھی محدود نہ رکھا جائے جیسا کہ اہل ظواہر کا طریقہ ہے کہ وہ قرآن کے معانی کو محدود و معانی میں محدود رکھتے ہیں۔ اب اس تقریر پر آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ رزق میں اہتمام کے باوجود تنگی بدستور ہو تو گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ کبھی وہ کریم لطف فرمائے گا ایسے ہی سینہ کے علوم و اسرار کے خرچ میں کمی محسوس کرتا ہے تو حزن و ملال نہ کرے بلکہ سینہ کے اسرار دئیے سخاوطمانیت ورضائے الٰہی کا انتظار کرے (کذا قال البقلی) اور یہ بھی فرمایا کہ مشتاقوں کے آگے حجاب ہوں تو ان کی تنگی سے نہ گھبرائے بلکہ انتظار کرے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایسی تنگی دور کر کے کشف نقاب کی آسانی فرمائے گا۔

بقیہ صفحہ ۵۲۶ پر

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا
شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا
وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ۚۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ
اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ
لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى
النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ
اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ
مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ ۝ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

ترجمہ:۔ اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انھیں بُری مار دی تو اُنہوں نے اپنے کئے کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو وہ جو ایمان لائے ہو بیشک اللہ نے تمہارے لیے عزت اُتاری ہے وہ رسول کہ تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ انھیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اندھیریوں سے اُجالے کی طرف لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائے گا۔۔۔ جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی۔ اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کی برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

بقیہ ص۵۲۵ کا

تفسیر صوفیانہ :- تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ہر ذو وسعت کو حکم ہے کہ وہ اپنی وسعت پر خرچ کرے مثلاً خفی منفق کہ جس پر بجانب اللہ اسرار کھلے ہیں تو وہ روح پر خرچ کرے اور روح سر (بھید مخفی) پر خرچ کرے اور سر (بھید مخفی) قلب پر اور قلب نفس پر اور نفس سینے پر اور سینہ جسم پر خرچ کرے ان میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ فیوض الہیہ کے عطایا میں سے جتنا امکان رکھتا ہے خرچ میں کمی نہ کرے اور وہ جو استعداد رکھتا ہے اپنی استعداد میں ذرہ برابر خامی نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر وہ جو اسے اُس نے استعداد ازلی میں سے بخشا ہے اور قابلیت غلبیہ عنایت فرمائی ہے اس سے خرچ کرے عنقریب اس پر انقطاع فیض کی تنگی کے دکھ سے اتصال فیض سے آسانی بخشے گا۔

تفسیر عالمانہ :- وکاین من قریۃ۔ اور کتنی بستیاں تھیں۔ کم خبریہ اور تکثیر کے لیے ہے القریہ وہ جگہ جہاں لوگوں کا اجتماع ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بہت سے بستی اور شہر والوں نے۔ یہاں مضاف کو محذوف کر کے مضاف الیہ اس کے قائم مقام کھڑا کیا گیا ہے پھر اسے اسی صفت سے موصوف کیا گیا ہے جس سے مضاف موصوف ہونا تھا یا یہ مجاز عقلی ہے اور اس کا اسناد مکان کی طرف ہے اس میں لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ احکام مذکورہ کی مخالفت سے بچیں اور انھیں تاکید ہے کہ وہ احکام تم پر واجب ہیں فلہذا ان کی ادائیگی میں غفلت نہ کریں۔ عتت عن امر ربھا ورسلہ المفردات میں ہے العتو بمعنی طاعت سے دور بھاگنا اور القاموس میں ہے عتا عتوا وعتیا وعتیاً بمعنی استکبر وجاوزا عن الحد تکبر کیا اور حد سے تجاوز کر گیا فھو عات وعتی۔ عتا عَنْ کے لفظ سے متعدی نہیں ہوتا ہاں جب اعتراض کے معنیٰ کو متضمن ہو تو پھر اس کے بعد عَنْ آسکتا ہے اب عتت کا معنیٰ اعرضت ہو العینی چونکہ ان میں سرکشی اور تکبر تھا اسی لیے وہ امر الٰہی وحکم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متجاوز ہوتے لفظ ربھم میں اشارہ ہے کہ ان کو عتاب کیا جا رہا ہے کہ جب تم بندے اور وہ تمہارا رب ہے تو پھر اس کی نافرمانی کیوں کیونکہ آقا کے فرمان سے اعراض طغیان اور جہالت بلکہ حماقت ہے اس لیے کہ بندے کا ہر معاملہ اس کے مالک کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر وقت اپنے آقا کے محتاج ہیں تو پھر نافرمانی کیوں کر۔

ترکیب :- کاین مبتدا اور من قریۃ اس کا بیان اور عتت خبر ہے۔ فحاسبناھا حسابا شدیدا یعنی بہت سی بستیاں اور شہری ایسے گزرے ہیں جنھوں نے احکام ربانی سے روگردانی کی تو ہم نے ان کے حساب میں سختی اور تنگی کی۔ دنیا میں ان پر سختیاں ہوئیں اور ان کے چھوٹے بڑے گناہوں کی

انھیں سزا ملی مثلاً کبھی قحط میں مبتلا ہوئے اور کبھی امراض اور درد وغیرہ میں گرفتار ہوئے اور کبھی ان کے سر تلواروں سے قلم کئے گئے اور کبھی ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کیا گیا و دیگر بلیات و آفات ان پر نازل ہوئیں کہ جن سے ان کا نام و نشان تک نہ رہا یہ اس لیے ہوا تاکہ آنے والی نسلیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بلائیں نازل ہوتی ہیں تو مجرم کے لیے کوڑے کا کام کر جاتی ہیں جن سے اسے عبرت نصیب ہوتی ہے اگر وہ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتا تو اس سے بڑھ کر اور عذاب نازل ہوتا ہے کہ جس سے اس کی جڑ کٹ جاتی ہے یہاں تک اس کا نام و نشان بھی ختم کر دیا جاتا ہے۔ وعذبناها عذابا نكرا۔ اور ہم نے ایسے عذاب میں مبتلا کیا کہ جسے سن کر طبائع گھبرا جائیں اور ایسی سخت تکلیف کہ جیسی نہ مجرم نے دیکھی نہ سُنی اور نہ ہی اسے اس قسم کی توقع تھی اگر مجرم کو اس قسم کا عذاب بتایا جاتا تو تصدیق کو تیار نہ تھا لیکن اب اس میں مبتلا ہے۔

فائدہ: قہر غیر متوقع سے زیادہ سے زیادہ درد محسوس ہوتا ہے جیسے غیر متوقع لطف میں بہت زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے جلدی کا عذاب مراد ہے کہ جب آیا تو مجرموں کی جڑ کٹ گئی جیسے طوفان کا غرق ہونا اور دریا میں ڈوب کر مرنا۔ آگ میں جل جانا۔ تیز آندھی۔ سخت سے سخت چیخیں النکر بمعنی وہ سخت امر جس کا عرفان نہ ہو اور الانکار عرفان کی نقیض ہے۔

تردید وہابیہ: آیت میں محاسبہ و عذاب اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا حالانکہ اس کا سبب ان کی سرکشی اور ان کی رسل کرام علیہما السلام کی نافرمانی تھا۔ اس میں اشارہ ہے کہ رسل کرام فانی فی اللہ ہوتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے جملہ امور میں اپنا وسیلہ منتخب فرمایا اسی لیے انبیاء علیہم السلام نے اپنے طور کوئی تصرف نہ فرمایا بلکہ ان کے ظلم و ستم پر صبر فرمایا اور ان کی بعثت بھی اُس وقت ہوئی جب اپنی فنائیت میں کامل ہوئے۔ اسی لیے کفار کی اذیتوں اور سختیوں کے باوجود خاموش رہے ورنہ اگر وہ اپنے تصرف کو کام میں لاتے تو کوئی کافر مشرک بھی عذابِ الٰہی سے نہ بچتا۔ یہی حال اولیاء کرام اور وارثین رسل عظام کا تھا۔ لیکن افسوس کہ وہابیہ نے ان کے اس مقام کو نہ سمجھا اور ان (انبیاء و اولیاء) کو تصرف نہ کرنے پر بے اختیاری اور محتاجی کا الزام لگایا)۔

فذاقت وبال امرها۔ تو اُنھوں نے اپنے وبال کو چکھا یعنی اپنے کفر کا ضرر اور معاصی کی عقوبت یعنی اس وبال کو ایسے محسوس کیا جیسے کسی چکھی ہوئی شے کا احساس ہوتا ہے۔ وكان عاقبة امرها خسرا۔ اور ان کا انجام کار سخت خسارا ہوا اور اس سے بڑھ کر اور کون سا خسارہ ہوگا کہ وہ زندگی اور اس کے

منافع سے محروم ہو گئے اور قسم قسم مصائب میں مبتلا ہونے اسی اعتبار سے ان کی تجارت گھاٹے میں رہی انھیں کسی قسم کا نفع نصیب نہ ہوا اور باوجودیکہ انھیں عمر کا خاصہ وقت ملا اور وسعت و فراغت کی کمی بھی نہ تھی لیکن مخالفت احکام الٰہی میں سب کچھ ضائع کر دیا۔

حل لغات:۔ المفردات میں ہے کہ الخسر والخسران بمعنی راس المال کا گھٹنا اسے انسان کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے جیسے خسر فلان۔ اور فعل کی طرف بھی جیسے خسرت تجارۃ اور اس کا اکثر استعمال امور خارجیہ کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے مال اور دنیوی جاہ اور نفیسہ میں بھی جیسے صحت وسلامت وعقل وایمان وثواب وغیرہ۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ وجود انسانی کی بستی والے یعنی نفس وہوی وجملہ قوی نے روح کے حکم سے منہ موڑ کر حکم شرع میں داخل نہ ہوئے ایسے ہی قلب وسر وخفی کی اتباع سے روگردانی کی تو حجاب کے عذاب میں مبتلا اور مکر دنیا اور اس کی شہوات ولذات میں تباہ وبرباد ہوئے اور انجام کار ضلالت کا خسران اور جہالت کی جہنم ہوا۔

تفسیر عالمانہ:۔ اعد اللہ لہم۔ مذکورہ بالا سزا کے علاوہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیار فرمایا اور یہ لام تخصیص کی ہے نفع کی نہیں جیسے دَعَا لہٗ کی لام نفع کی ہے اور دعا علیہ کے مقابلہ میں آتی ہے۔

عذابا شدیدا۔ شدید عذاب کو اپنے علم میں اس طرح مقدر فرمایا جیسے اس کی حکمت کا تقاضا تھا یا ان کے لیے جہنم کا وہ عذاب تیار فرمایا کہ جس کی کہنہ کو کوئی بیان نہیں کر سکتا یہی دنیا و آخرت کے اہل حساب و کتاب ہیں نہ یہ کہ صرف انھیں دنیوی عذاب وسزا ہوئی اور یہ جو دنیا میں انہیں عذاب و سزا ہوئی یہ ان کے گناہوں کا کفارہ نہ ہوا اس لیے کہ وہ گناہوں اور کفر وغیرہ سے تائب نہ ہوئے اسی لیے آخرت کے عذاب میں بھی مبتلا ہوئے۔ فحاسبناھا سے یہاں تک کا یہی مطلب ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا اور قرآن مجید کی ترتیب کے اعتبار سے بھی یہی معنی مناسب ہے اور یہ تقریر الہامی ہے لیکن الحمدللہ بعد کو تفسیر الکواشی وکشف الاسرار وابو اللیث اور الاسئلۃ المقحمۃ سے بھی اس کی تائید مل گئی تقدیم وتاخیر سے کوئی فرق نہیں پڑا۔

غلطی کا ارتکاب:۔ بعض علماء جنہیں لوگ اجلہ مفسرین سے شمار کرتے ان سے غلطی ہوئی جبکہ انھوں نے یہ معنی لکھا کہ عذبناھا عذابا شدیدا کا تعلق ان کے دنیوی عذاب سے ہے جیسا کہ صیغہ ماضی سے معلوم ہوتا ہے اور نحاسبھا حسابا شدیدا کا تعلق آخرت کے عذاب سے ہے

یہ ان کا تکلف اور روح تفسیر سے یکسر خالی ہے اور ان کا یہ کہنا کہ پہلے میں ماضی کا صیغہ ہے لہٰذا اس سے دنیوی عذاب مراد ہو یہ ان کا غلط وہم ہے کیونکہ قیامت کے امور میں عموماً صیغہ ماضی آتا ہے جو تحقیق کا معنیٰ دیتا ہے یہاں بھی ماضی تحقیق کے لیے ہے اور ہمارے معنیٰ عموم کی تائید۔ حدیث شریف میں ہے حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا۔ اس سے دارین کا محاسبہ مراد ہے اور بعض تفاسیر میں اس سے مطلقاً تضییق و تشدید مراد ہے۔ فاتقوا اللہ یا اولی الالباب ام ماضیہ کے منکرین معاندین کے حال سے عبرت پکڑو کہ وہ کس طرح عذاب میں مبتلا اور کیسے کیسے وبال میں گرفتار ہوئے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے ڈرو اور اپنے عقول کو شائبہ وہم سے دور رکھو۔ اللّب اس عقل خالص کو کہا جاتا ہے جس میں شوائب وہم کی ملاوٹ نہ ہو اور یہ اس خوش بخت کو نصیب ہوتا ہے جس کا قلب صفات نفس کے شوائب سے صاف ہو اور اُسے خطرۃ الاولیٰ کی طرف رجوع نصیب ہو یہی وجہ کہ جس کا عقل وہم سے اور قلب نفس سے صاف ہو تو اس کا ایمان یقینی ہوتا ہے اسی لیے انہیں اللہ تعالیٰ نے یوں یاد فرمایا الذین اٰمنوا اے یقینی تحقیقی عیانی شہودی ایمان والو۔ اس میں اشارہ ہے کہ تقویٰ کا منشا ربھی خلوص مذکور ہے اور تقویٰ خلوص زائد کا ہونا ہمارے بیان کے منافی نہیں اس لیے کہ بہت سی اشیاء کسی دوسری شے کے اصل کا سبب بھی بنتی ہیں اور اس کی زیادتی اور قوت کا سبب بھی ہوتی ہیں۔

فاعدہ صوفیانہ:۔ تقویٰ کے کمال سے وجود مجازی کے چھلکے سے نکلنا اور وجود حقیقی کے مغز میں داخل ہونا اور ایمان عیانی سے موصوف ہونا نصیب ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض صوفیاء نے اس کا معنیٰ یوں لکھا اے وہ لوگو! جنھوں نے حقاً و صدقاً ایمان قبول کیا اور یہ صفت کاشفہ ہے مقیدہ ہے اس لیے کہ غیر مومن کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اولوالالباب ہوں۔

فائدہ:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لب سے وہ عقل مراد ہو جو ہر کسی کے ضعف سے خالی ہو نہ اس میں بلادۃ ہو نہ بلہ اور نہ جنون وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ:۔ تقویٰ کو اہل ایمان سے اس لیے خاص کیا گیا کیونکہ وہی تقویٰ سے نفع پاتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ الذین اٰمنوا۔ مبتدا ہے اور اس کی خبر قد انزل اللہ الیکم۔ ہے یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نازل کیا۔ یہ خطاب التفات کے قبیل سے ہے۔

ذکرا۔ ذکر سے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں جیساکہ رسولا سے ظاہر ہے کیونکہ ذکر

مبدل اور رسولًا اس سے بدل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذکر سے تعبیر کرنے کی کئی وجوہ ہیں :۔

۱۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوتِ قرآن پر مواظبت رکھتے تھے۔

۲۔ آپ نے احکام قرآن کی بہت زیادہ تبلیغ فرمائی۔

۳۔ آپ نے قرآن کے ذریعے تذکیر و وعظ فرمایا۔

فائدہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارسال کو انزال سے تعبیر کرنا ترشیح کے طریق سے ہے یعنی آپ کو ذکرا کہنا مجازاً ہے یا اس لیے کہ آپ انزال وحی کے مسبب ہیں اس معنیٰ پر مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذکر سے تشبیہہ دی گئی یعنی قرآن سے بوجہ شدید ملابست کے یعنی اس گہرے تعلق کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن کو آپس میں ہے۔ آپ پر مشبہ بہ کا اطلاق کیا گیا ہے یہ استعارہ تصریحیہ ہے پھر اس کے ساتھ وہ جو مستعار منہ کے موافق ہے یعنی انزال یہ اس کے لیے ترشیح یا مجاز مرسل ہے یہ اطلاق السبب علی المسبب کے قبیل سے ہے کیونکہ انزال وحی آپ کے رسول ہونے کا سبب ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں عبارت محذوف ہے دراصل عبارت قد انزل اللہ الیکم الخ ذکرا (یعنی القرآن) وارسل الیکم رسولا (یعنی محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم) تھی لیکن ایجاز کا تقاضا یہ ہے کہ عبارت مختصر ہو اور رسولا کا عامل ناصب یہی انزل ہے جیساکہ قرینہ بتاتا ہے اور اس کی نظیر عرب کے عبادات میں ملتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے علفتہما تبنًا و ماء باردًا۔ میں نے سواری کو گھاس کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا۔ ظاہر ہے کہ سواری کو گھاس کھلایا جاتا ہے اور پانی پلایا جاتا ہے لیکن ماء باردًا کا عطف تبنًا پر ہے اسی لیے عرب نے فرمایا کہ یہ عبارت یوں ہے علفتہما تبنا و سقیتہا ماء باردا۔ اسی لیے کہ ذکراً پر وقف تام ہے بخلاف اس کے کہ اسے بدل بنایا جائے۔

فائدہ :۔ قاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قد انزل اللہ الیکم ذکرا ً یعنی ہم نے تمہارے اوپر ذکر یعنی فرقان نازل فرمایا۔ فرقان وہ ہے جو ذاتؐ وصفات اسماء و افعال و معاد پر مشتمل ہے۔ رسولاً یعنی ہم نے تمہارے ہاں وہ روح القدس بھیجا کہ جس پر یہ قرآن مجید نازل فرمایا رسولاً ذکراً سے بدل الاشتمال ہے اسی لیے انزال الذکر بمعنی روح نبوی سے اتصال اور آپ کے قلب مبارک میں القاء المعانی ہے۔

یتلو۔ پڑھتے اور پیش کرتے ہیں۔ علیکم۔ اے عقل والو اور اے مومنو تمہارے اوپر ایات اللہ
اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآن۔ مبینات۔ درانحالیکہ وہ آیات بینات ہیں یعنی وہ احکام بیان کرنے
والی ہیں جن کے تم محتاج ہو یا اسے بینات (بالفتح) بمعنی واضحات ہے یعنی جو اس کے اہل ہیں ان کے سامنے
اس کے آیات روشن ہیں اور منصف مزاج بلغاء کے نزدیک قرآن کے آیات معجزہ ہیں اور رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے اس لیے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس لیے نازل فرمایا لیخرج
تاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکالیں یعنی ظاہر کریں اور خالص کر کے دکھائیں اور بعض نے کہا لیخرج
کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ بعض نے فرمایا لام کا تعلق انزل لہ سے ہے اس کا متعلق یتلو کیونکہ یتلو علیٰ طریق
التبعیت مذکور ہوا ہے اور انزل بالاصالۃ وارد ہوا ہے۔

الذین امنوا وعملوا الصالحات موصول سے وہ مومن مراد ہیں جو اس قرآن مجید کے نزول
کے بعد ایمان لائے ورنہ ان اہل ایمان کو اس حکم سے نکالنا جن میں کفر نہیں کا کوئی معنیٰ نہیں جب ان میں
کفر ہے نہیں پھر نکالنے کا کیا مطلب کیونکہ وہ خود ہی ایمان اور عمل صالح سے موصوف ہیں تو پھر رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس بات سے نکالیں یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ اسے کفر سے نکالے گا
جبکہ اس کے علم وتقدیر میں ہے کہ وہ عنقریب ایمان لائے گا۔

نکتہ :۔ لیخرج کم نہیں فرمایا تاکہ ایمان اور عمل صالح کی شرافت کا اظہار ہو اور اخراج کا سبب بھی معلوم
ہو جائے گا اور ان پر ثابت قدمی پر تنبیہ ہو جائے۔

من الظلمات الی النور۔ ظلمات یعنی گمراہی سے نور یعنی ہدایت کی طرف باطل سے حق کی طرف
یا جہل سے علم کی طرف یا کفر سے ایمان کی طرف شبہات سے دلائل وبراہین کی طرف یا غفلت سے یقظہ
کی طرف یا انس بغیر اللہ سے انس باللہ کی طرف مطلق ان کے ان طبقات ودرجات کے جن کے لیے وہ
اللہ تعالیٰ کی عنایات سے سعی اور جد وجہد کرتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ لیخرج الذین امنوا۔ تاکہ انہیں نکالے جو ایمان علمی لائے
اور مقتضیٰ علم ظاہر نیک نیک عمل کیے نہ کہ وہ جو مقتضائے حال کے عمل کیے۔

من الظلمات۔ اعمال واحوال کی قید سے الی النور۔ نور اطلاق کی طرف تاکہ وہ اشیاء فاعلیت حق
کا مشاہدہ کریں۔

نکتہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ ظلمات جمع اس لیے ہے کہ یہ تہ بہ تہ اور کثیف ہوتی

ہے اور اس کے اسباب و انواع کثیر ہوتے ہیں اسی لیے باری تعالیٰ نے فرمایا قل من ینجیکم من الظلمات البر والبحر۔ یعنی بر و بحر کے شدائد سے تم کو کون نجات دیتا ہے۔ یہاں ظلمات جمع ہے اس لیے کہ ان کے شدائد ظلمات کی طرح ہوتے ہیں اسی طرح سیئات قیامت میں ظلمات ہو جائیں گے چنانچہ حدیث شریف میں ظلم کی مذمت میں وارد ہوا۔ کہ (الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ (ظلم قیامت میں اندھیریاں ہیں۔)

تفسیر عالمانہ: ومن یؤمن باللہ و یعمل صالحًا۔ اور وہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے یعنی ایسے اعمال جن میں ریاد تصنع و دیگر کسی قسم کی غرض نہ ہوں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں۔ یہ جملہ استینافیہ ہے ایمان و عمل کی شرافت کا بیان ہے اور بتاتا ہے کہ جو ان دونوں سے موصوف ہو گا اس کا انجام بکار یہی ہے جو آگے بیان ہوتا ہے ان کے مرتکب کو تنشیط اور غیر عامل کو ترغیب ہے۔

نکتہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایمان ذاتی طور پر مکارم اخلاق عطا فرماتا ہے تو مومن کو عمل صالح وغیرہ کی ترغیب نہ دی جاتی کبھی ایمان کے بغیر بھی مکارم اخلاق حاصل ہوتے ہیں۔

فائدہ:۔ ایمان و اعمال صالحہ کے نتائج اچھے ہوتے ہیں خواہ اس دنیا میں یا آخرت میں جیسا کہ ابو طالب کے متعلق حدیث شریف میں وارد ہے۔

ابو طالب جہنم میں:۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابو طالب آپ پر سو جان قربان ہوتا تھا اور آپ کی ہر طرح سے مدد فرماتا کیا اسے کیا فائدہ نصیب ہوا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم۔ ولولا انا کان فی الدرك الاسفل من النار

ترجمہ:۔ اگر میرا واسطہ نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوتا۔ (روح البیان ص۱۰۲ تحت آیت ہذا)

میلاد پاک کی برکت اور ابو لہب کا واقعہ:۔ ابو لہب کو خواب میں دیکھا گیا کہ وہ سوموار کی شب کو اپنے انگوٹھے سے پانی چوستا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے اپنی اس لونڈی کو آزاد کیا تھا جس نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشخبری سنائی۔

حاتم طائی کو سخاوت کا صلہ ملا:۔ مروی ہے کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج جہنم کے اندر جھانک کر دیکھا تو ایک شخص

کو دیکھا کہ ایک جگہ پر جہنم میں پڑا ہے لیکن جہنم کی آگ اُس کے قریب نہیں جاتی جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے عرض کی یہ حاتم طائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے جہنم کو دُور رکھا ہے اس کے جود و سخا کی وجہ سے (کذا فی انیس الوحدۃ وجلیس الخلوت)

فائدہ:۔ جب ایمان کے بغیر مکارم اخلاق یعنی اعمال صالحہ کا یہ حال ہے تو پھر ایمان کے ساتھ انھیں بجا لانے میں کتنا فائدہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ اعمال صالحہ جیسے ایمان و زکوٰۃ وغیرہا کا ایمان پر عطف ڈالنے سے اُن کی مغایرت کی دلیل ہے یہی مذہب صحیح ترین ہے۔ بعض کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے بعض کے نزدیک تصدیق مع اقرار کا نام ایمان ہے۔ یہی محققین کا قول ہے اور دخول جنت کے لیے یہی کافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وعدہ فرمایا ہے اور اسی طرح مضبوط دلائل اور براہین قویہ سے ثابت ہے یہی قول حق اور مثبت ہے۔ اس کے بعد اعمال صالحہ کا ذکر محض ان کی اہمیت اور ان کی ترغیب مطلوب ہے اور بتانا ہے کہ عمل صالحہ کی وجہ سے بلا حساب و کتاب یا حساب یسیر سے بہشت میں داخل ہوگا۔

یدخلہ جنات تجری من تحتہا۔ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے محلات و اشجار کے نیچے **الانہار**۔ نہریں جاری ہیں جو چار ہیں وہ سورۂ محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں مذکور ہیں۔ **خالدین فیہا**۔ انہی میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ یدخلہ کے مفعول سے حال ہے اور جمع ہونا مَنْ کے معنیٰ کی وجہ سے ہے جیسا کہ ضمائر ثلثہ مفرد ہیں بوجہ مَنْ کی وجہ سے۔ ابداً۔ ظرف زماں ہے بمعنی دائم غیر منقطع اسی معنیٰ پر یہ خلود کی تاکید ہوگی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ یہاں خلود سے مکث طویل مراد ہے جو انتہا منقطع ہوتا ہے۔ **قد احسن اللہ لہ رزقا**۔ یہ یدخلہ کے مفعول کا دوسرا مفعول ہے اس میں تعجب و تعظیم کا معنیٰ ہے یعنی وہ جو اہل ایمان کو ثواب عطا ہوگا بہت بڑا اور عجیب و غریب ہوگا۔

قاعدہ:۔ جس جملہ خبریہ سے نہ فائدۃ الخبر حاصل ہو اور نہ لازم فائدۃ الخبر تو اس سے تعجب مطلوب ہوتی ہے بشرطیکہ مقام کا تقاضا بھی ہو۔ اب معنیٰ یہ ہُوا کہ کیسا حسین اور عظیم ہوگا وہ رزق جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرمائے گا اس معنیٰ پر رزقًا بظاہر احسن کا مفعول ہے اور تنوین عظمت کی ہے یعنی وہ رزق جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے تیار کر رکھا وہ بیان سے باہر ہے یا اس کی تنوین تکثیر کی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے بہت زیادہ نعمتیں تیار فرمائی ہیں اس لیے کہ نفس رزق بکثرت کا خواہش مند رہتا ہے یا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے اس کے رزق کو غیر میعادی مقرر فرمایا ہے اس معنیٰ پر لہ بمعنی الیہ اور رزقاً تمیز ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے بندوں کے ہاں جو رزق پہنچے گا اسے بنا کر رکھا ہے۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ عارفین کی جزا محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اس معنیٰ پر یہ عمل کی جزا ہوگی نہ کہ عامل کی۔

فائدہ: الاسئلۃ المقحمہ میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ رزق حسن سے وہ مال مراد ہے جو بقدر کفایت ہو نہ اتنا زیادہ کہ جس سے بندہ سرکش ہو جائے اور نہ اتنا قلیل کہ خدا تعالیٰ کو بھول جائے۔

صاحب روح البیان کی تنقید: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ تفسیر موقع کے مناسب نہیں اس لیے کہ یہاں آخرت کے رزق کا بیان ہے جیسا کہ ماقبل کا بیان بتاتا ہے اور الاسئلۃ المقحمہ میں رزق دنیا کے متعلق کی تفسیر کی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ من یؤمن باللہ الخ یعنی وہ لوگ جو ایمان عینی حقیقی لاتے ہیں اور ایسا نیک عمل کرتے ہیں جو ریاء و رؤیت سے منزہ ہوتا ہے بلکہ اسے عامل مجازی کی طرف ذرہ بھر بھی منسوب نہیں کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اسے مکاشفات و مشاہدات و معاینات و محاضرات کے باغات میں داخل فرمائے گا وہاں ذرہ برابر بھی حجاب نہ ہوگا۔

قد احسن اللہ لہ رزقا۔ اس سے روح کا رزق یعنی تفرید اور قلب کا رزق یعنی تجرید اور سر کا رزق یعنی توحید اور خفی کا رزق یعنی فناء و بقا مراد ہے۔

تفسیر عالمانہ: اللہ الذی۔ یہ مبتدا و خبر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ وہ مالک و قادر ہے خلق سبع سمٰوٰت۔ جس نے سات آسمان بنائے جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ سمٰوٰت کی تنکیر تعظیم کی ہے جو قدرت کمال صانع پر دلالت کرتی ہے یا کفایت فی المقصود کی وجہ سے ہے یعنی اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ موافق حکمت شاملہ کا اثبات ہے اس سے اگرچہ سات آسمان کی تخلیق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لیے حصر نہیں ہے۔ و من الارض اور پیدا فرمایا ہے زمینوں کو۔ مثلھن۔ ان کی مثل یعنی سات آسمانوں کی طرح عدد و طباق میں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمانوں کی طرح سات اور ایک دوسری کے اوپر نیچے پیدا فرمایا ہے۔ مثلھن۔ واؤ کے بعد فعل محذوف سے منصوب ہے جس پر سبع سمٰوٰت کا منصوب ہو یا دلالت کرتا ہے اور اس کا عطف مثلھن پر نہیں ہے کیونکہ معطوف و معطوف علیہ

کے درمیان فاصل ہے اور پھر معطوف و معطوف کے درمیان جار مجرور واقع ہے اور یہ مکروہ ہے جیسا کہ سیبویہ اور ابو علی نے تصریح فرمائی ہے کہ بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

طبقات الارض کی تفصیل: طبقات الارض کے متعلق اختلاف ہے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ زمین کے طبقات سات ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں اور ہر ایک طبقہ کے درمیان پانچسو سال کی مسافت ہے۔ ایسے ہی زمین و آسمان کے درمیانی خلاء کی مسافت پانچسو سال کی مسافت ہے اور ہر طبقہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے لیکن ضحاک نے فرمایا کہ زمینوں کے سات طبقات تو ہیں لیکن ان کے درمیان کوئی خلا نہیں کیونکہ ان کے درمیان یا دریا ہیں یا اور کوئی اشیاء بخلاف آسمانوں کے کہ ان کے درمیان حصّوں میں خلا ہے۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ جمہور کا قول صحیح ہے اس لیے کہ احادیث مبارکہ کی تصریح اسی مذہب کی تائید کرتی ہے۔

حدیث شریف (۱):۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا چیرا کہ انھیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس بستی میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:۔

اللّٰھم رب السمٰوٰت السبع و ما اظللن و رب الارضین السبع و ما اقللن و رب الشیطن و ما اضللن و رب الریح و ما ذرین نسئلك من خیر ھذہ القریۃ و خیر اھلھا و خیر من فیھا و نعوذ بك من شرھا و شر اھلھا و شر من فیھا

ترجمہ:۔ اے سات آسمانوں اور ان چیزوں کے رب جو سایہ کرتی ہیں اور سات زمینوں جو کچھ اُنھوں نے اٹھایا کے رب اور شیاطین کے رب اور وہ جو گمراہ کریں اور ہواؤں کے رب اور وہ جو پھیلائیں ہم تیرے سے اسی بستی اور بستی والوں اور جو ان میں ہیں کی خیر و بھلائی کا سوال کرتے اور اس کے اور اس کے اہل اور جو اس میں ہیں سے پناہ مانگتے ہیں۔

حدیث شریف (۲) شیبان بن عبداللہ قتادہ نے حضرت حسن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ اچانک

بادل گزرا آپ نے فرمایا تمھیں معلوم ہے یہ کیا ہے ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی قوم کی طرف بھیجا ہے جو نہ تو اس کا شکر کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے دعائیں کرتے ہیں۔ پھر فرمایا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے اُوپر کیا ہے عرض کی اللہ و رسولہ اعلم۔ فرمایا تمھارے اُوپر بلند چھت ہے اور محفوظ ہے اور ایک دریا ہے پانی کو نیچے گرنے سے روکا گیا ہے۔ پھر فرمایا تمھیں معلوم ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان کیا شے ہے عرض کی اللہ ورسولہ واعلم۔ فرمایا ان تمام آسمانوں کے اُوپر عرش ہے اور اس کے مابین اور آسمان کے درمیان دو آسمانوں کی مسافت برابر ہے۔ (او کما قال) پھر فرمایا تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے نیچے کیا شے ہے۔ آپ نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا تمھارے نیچے زمین ہے پھر اس کے نیچے اور زمین ہے۔ ان دونوں کے درمیان مسافت پانچسو سال ہے پھر فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم جہاں پر رسی لٹکاؤ وہ بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچے گی۔ اس کے بعد پڑھا ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم۔ (کذا فی خریدۃ العجائب) اور مقاصد حسنہ میں ہے اگر تم نچلی زمین پر رسی ڈالو تو بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچے گی۔

فائدہ:۔ اہل علم نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ رسی اللہ تعالیٰ کے علم قدرت وسلطان تک سے باہر نہ جائے گی اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت وسلطان ہر جگہ ہے اور اس کے خاص انوار وتجلیات عرش پر ہیں جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں خود فرمایا ہے۔ الرحمٰن علی العرش استویٰ)۔

صاحب روح البیان کے پیرومرشد کی تقریر:۔ ہمارے شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا علم جمیع اطراف کو شامل ہے اب اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ وہ اسی اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہ جائے گی یہ تاویل اس لیے کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فی الاماکن سے منزہ ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ ان اماکن کے حدوث سے پہلے ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ عالم علوی وسفلی کا ہر جوہر حق کے ساتھ مرتبط ہے اور وہ ارتباط ایسے ہے جیسے کنندہ رب ومربوب کے درمیان ہوتا ہے۔

حدیث شریف: میں ہے چار فرشتے کعبہ میں جمع ہوئے:۔

۱۔ آسمان سے نازل ہوا۔

۲۔ زمین کے نچلے طبقے سے نازل ہوا۔

۳۔ مشرق کے آخری کنارے سے نازل ہوا۔

۴۔ مغرب کے آخری کنارے سے نازل ہوا۔

وہ آپس میں پوچھنے لگے کہ آپ حضرات کہاں سے آئے سب نے یہی جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں پھر لوٹیں گے تو اسی کی طرف۔ خلاصہ یہ کہ زمین کے طبقات ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں اور ہر زمین کی موٹائی پانچسو سال کی مسافت ہے ایسے ہی ہر زمین کی درمیانی مسافت پانچسو سال ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی غیر کی زمین ایک بالشت چھینتا ہے تو اسے قیامت میں ساتوں زمینوں میں دھنسا جائے گا۔

فائدہ:۔ اس حدیث شریف کی توضیح میں ابن الملک نے فرمایا کہ آخرت میں بھی زمین کے سات طبقات ہوں گے۔

فائدہ:۔ الکواشی میں لکھا کہ زمین کی تعداد قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں بیان کی گئی ہے۔

فائدہ:۔ ہر دو آسمانوں کے درمیانی مسافت پانچ سو سال ہے ایسے ہی ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچسو سال ہے اور ایسے ہی زمین کی درمیانی مسافت اور زمین کی موٹائی کا حال ہے۔

فائدہ:۔ ہر آسمان میں ملائکہ کی ایک ایسی جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید و تقدیس کرتی ہے ایسے ہی ہر زمین ایک خاص صفت و ہیئت اور عجیب الخلقت والے ہیں اور ہر زمین کے لیے اسی طرح علیحدہ علیحدہ مخلوق ہے اور ہر ایک زمین کا اپنا اپنا نام ہے ایسے ہی ہر آسمان کا اپنا ایک خاص نام ہے۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت نافع بن ازرق نے پوچھا کیا زمین کے نیچے بھی مخلوق ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر سوال ہوا وہ کیسی مخلوق ہے آپ نے فرمایا وہ ملائکہ ہیں یا جنات اور عطاء بن یسار نے اسی آیت کے تحت لکھا کہ ہر زمین میں آدم ہے تمہارے آدم جیسا اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم جیسا اور عیسیٰ تمہارے عیسیٰ جیسا۔

جوابات الحدیث المذکور:۔ (۱) حدیث مذکور کی شرح میں محدثین نے لکھا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر زمین میں ائمہ و مشائخ مقرر ہیں وہ ان میں ایسے ہیں جیسے ہم میں آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔

جواب (۲) :۔ المقاصد الحسنہ میں ہے کہ حدیث الارضون السبع فی کل ارض من الخلق الخ یعنی سات زمینیں ہیں ہر زمین میں ایسے ہی مخلوق ہے جیسے اس زمین پر ہم ہیں یہاں تک کہ ان میں آدم ہیں تمہارے آدم کی طرح اور ابراہیم ہیں تمہارے ابراہیم کی طرح الخ یہ حدیث مجہول ہے۔

جواب (۳) :۔ اگر اس کی سند حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک صحیح ہو جائے تو یہ اسرائیلیات سے ہے جو انہوں نے بنی اسرائیل سے حاصل کی ہے جنہوں نے تورات میں اس طرح کا مضمون پڑھا ہوگا۔

جواب (۴) :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث بنی اسرائیل کے علماء و مشائخ سے حاصل کی ہوگی۔ (کذا فی شرح النخبہ)

قاعدۂ حدیث :۔ یہ روایت اور اس حدیث جیسی اور جس کی شرعی تائید نہیں ملتی لیکن اس کی سند صحیح ہے تو پھر اس کا معنیٰ و مفہوم قائل کی طرف لوٹایا جائے یعنی اپنی طرف سے کوئی تاویل نہ گھڑی جائے۔ (کذا فی المقاصد الحسنہ فی تفسیر الاسرائیلیات)

حدیث مذکور کی تحقیق سند :۔ انسان العیون میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ومن الارض مثلھن کی تفسیر میں منقول ہے فرمایا کہ زمینیں سات ہیں ہر زمین میں نبی ہے تمہارے نبی (علیہ السلام) کی طرح اور آدم ہے آدم (علیہ السلام) کی طرح اور نوح تمہارے نوح (علیہ السلام) کی طرح اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم علیہ السلام کی طرح اور عیسیٰ ہے تمہارے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح (رواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد) اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسنادہ صحیح لکنہ شاذ بالمرۃ یعنی یہ ضروری نہیں کہ جس کی حدیث کی سند صحیح ہو تو اس کا متن بھی صحیح ہوگا اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سند کی صحت پر کوئی ایسا عارضہ لاحق ہوتا ہے جو اس کی صحت پر اثر انداز ہو جاتا ہے وہ حدیث بھی بہ اصطلاح محدثین ضعیف ہوتی ہے۔

حدیث مذکور پر امام سیوطی کی تقریر :۔ سیدنا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ اس کی تاویل یوں ہو کہ اس سے اصطلاحی انبیاء مراد نہیں بلکہ وہ سفراء ہوں جو کہ بشر رسل علیہم السلام سے ہدایات لے کر جنات کو پیغامات پہنچاتے ہیں اور ان کے وہی اسماء ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے اسماء ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفیر جن کا نام محمد ہے۔ یہ تقریر انسان العیون سے منقول ہے اس تقریر کی تائید حضرت الشیخ الشہیر بافادہ کے اس خطاب سے ہوتی ہے جو آپ نے محمود ہدائی سے فرمایا کہ عوالم کثیر ہیں ان کے ہر ایک میں محمود وافادہ بھی کثیر ہیں۔

تقریر دیگر: خریدة العجائب میں ہے کہ یہ ارشاد فی کل ارض آدم الخ فلاسفہ کے مندرج ذیل قول سے عجیب تر نہیں اہل فلاسفہ کہتے ہیں کہ سورج بے شمار ہیں ایسے ہی چاند بھی ہر اقلیم میں علیحدہ علیحدہ سورج اور علیحدہ علیحدہ چاند اور ستارے ہیں۔

فائدہ: قدماء نے فرمایا کہ زمینیں سات ہیں لیکن ایک دوسری سے ملی اور چمٹی ہوئی ہیں اور وہ بھی اسی زمین کی طرف ہفت اقلیم پر منقسم ہیں جیسے ان اقالیم کا حال ہے ویسے ہی ان کا اہل اسلام کے اہل نظر اسی طرف مائل رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ زمین سات ہیں لیکن ان کے اوپر نیچے کی کیفیت سیڑھی جیسی ہے۔

اعجوبہ: حضرت ابن عباس سے ابوصالح نے اس سے کلبی نے روایت کیا کہ سات زمینیں متفرق ہیں لیکن ہر ایک کے درمیان کئی دریا حائل ہیں جو ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے نہیں مل سکتا اور نہ ہی ایک طبقے سے دوسرے طبقہ تک کوئی طے کر کے پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی یہاں پر کسی کا پیغام وہاں پہنچ سکتا ہے۔ ہاں آسمان کا سایہ سب پر پڑ رہا ہے۔

فائدہ: الماوردی نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ زمینیں سات ہیں اور ہر زمین پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق ساکن ہے لیکن اسلام کی دعوت صرف اسی زمین والوں پر سے خاص ہے باقی زمینوں والے دعوت اسلام کے مکلف نہیں اور نہ ہی ان کو اس شرف سے حصہ ملا ہے اگرچہ ان میں بھی ذوی العقول مخلوق موجود ہے (یہ قول الماوردی کا ہی ہے)۔

فائدہ: کیا باقی زمینوں والے اسی آسمان سے استمداد اور روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہیں یا نہ اس کے متعلق دو قول ہیں:

۱۔ ہر ایک طبقہ والا آسمان کے چاروں طرف مشاہدہ کرتا اور اس سے روشنی پاتا ہے۔ یہ قول ان لوگوں کا ہے جو زمین کو بسیط (بچھی ہوئی) مانتے ہیں۔

۲۔ وہ آسمان کو نہیں دیکھ سکتے البتہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے روشنی پیدا فرمائی ہے جس سے استفادہ کرتے ہیں یہ قول ان لوگوں کا ہے جو زمین کو گول مانتے ہیں۔

عجیب تاویل: سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا بعض مفسرین نے یہ تاویل بھی فرمائی ہے کہ سات زمینوں سے ہفت اقالیم مراد ہیں۔ اس تقریر سے دعوت اسلام سب کو شامل ماننی پڑے گی بعض نے سات زمینوں سے طبقات عناصر جو اثرات کو قبول کرتے ہیں مراد لیے ہیں ان کی زمین وہی ہے جس پر صور کائنہ نازل ہوتے ہیں اور یہ آگ خالص اور وہ طبقہ جس میں آگ کی ملاوٹ ہے اور ہوا جسے کرۂ اثیر کہا جاتا ہے جس میں چنگاریاں ہیں اور ذوات الاذناب وغیرہ اور حلقہ زمہریر اور طبقہ

نسیم اور طبقہ صعید اور وہ پانی جو نسیم سے پرُ ہے اور زمین کے مٹی کے طبقے کو شامل ہے یعنی چھٹا طبقہ اور مرکز کے نزدیک خالص مٹی کی زمین۔

صوفیانہ فائدہ:۔ اور ان طبقات سے ہم سبعہ مراتب غیوب یعنی غیب قوی و نفس و عقل و سر و روح و خفی و غیب الغیوب یعنی جمع الذات پر محمول کریں تو اراضون سے سات اعضائے مشہور مراد ہوں گے۔

دوسرا صوفیانہ فائدہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس سے قلوب کے سات طبقات مراد ہیں یعنی:۔

(۱) صدر (۲) قلب (۳) فوائد (۴) روح (۵) شغاف
(۶) مہجہ (۷) رُوح۔

اور سات زمینوں سے نفوس کی اراضی ہے یعنی:۔

(۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس ملہمہ (۴) نفس مطمئنہ
(۵) نفس معدنیہ (۶) نفس نباتیہ (۷) نفس حیوانیہ۔

تفسیر عالمانہ:۔ یتنزل الامر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا اَمر نازل ہوتا ہے یہ لام عوض از مضاف الیہ ہے۔ بینھن۔ ان کے مابین یعنی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے درمیان ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ مستانفہ ہے خبر دی گئی ہے کہ اس کا حکم جاری و ساری ہے وہ شامل جملہ علویات و سفلیات کو اکثر کے نزدیک اس اَمر سے قضاء و قدر مراد ہے یعنی اس کی قضاء و قدر اور حکم ساتویں آسمان اور ساتوں زمینوں میں نافذ ہے اس کا یہ مطلب نہ لینا کہ اس کا حکم عرش و کرسی پر جاری نہیں چونکہ ذکر چودہ طبقات کا چل رہا ہے اسی لیے ان کا نام لیا۔

قاعدہ:۔ کسی شے کا ذکر حکم کو مخصوص نہیں کر دیتا۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اس مقام کی تحقیق ایک مقدمہ کی تمہید چاہتی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے امر ارادی امر ایجادی کا عرش پر استویٰ فرمایا جیسے امر تکلیفی اور شادی نے شرع پر استویٰ فرمایا۔ یاد رہے کہ شرع عرش کا قلوب ہے اور تجلیات ایجادیہ اور یہ جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے درمیان نازل ہوتی ہیں وہ تمام حصول ارکان اربعہ علی العرش استویٰ پر موقوف ہیں اور اُمور اربعہ سے حرکت معنویہ اسمائیہ اور حرکت نوریہ روحانیہ اور حرکت طبعیہ مثالیہ اور حرکت صوریہ حسیّہ مراد ہیں اور یہی عرش کی حرکت کہلاتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ عرش اَمر

ایجادی کی استوی گاہ ہے نہ کہ باری تعالیٰ کی عین ذات کیونکہ وہ ایسے استوی سے بلند و بالا ہے۔
اسی عرش سے ہی زمینوں و آسمانوں کے لیے حکم نازل ہوتا ہے اور یہ تجلیات الٰہی دنیویہ اور برزخیہ و حشریہ
و نیرانیہ و جنانیہ ہیں اور سب کی سب تجلیات وجودیہ ہیں جن کی طرف کل یوم ھو فی شان اور یعلم
ما یلج فی الارض و ما یخرج منہا الخ میں اشارہ کیا گیا ہے اور تجلیات شہودیہ اہل کمال یعنی انبیاء
عظام و اولیاء کرام کے قلوب و ارواح کو جو کچھ دنیا و آخرت میں حاصل ہوا اور حاصل ہوتا ہے اور حاصل
ہوتا رہے گا یہ تجلیات شہودیہ ہیں۔ اب آیت یتنزل الامر الخ کا معنیٰ یہ ہوا کہ ایجاد و تکوین اور
ترتیب نظام اور آسمان و زمین کے درمیان جو امر الٰہی نازل ہوتا ہے وہ ہمیشہ اور دائماً عرش عظیم سے
نازل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ کے لیے بقاء ہے وہی ہر شے کا خالق ہے وہی کئی عوالم کو
فانی اور معدوم کرتا ہے اور کئی عوالم کا ایجاد فرماتا ہے اس کے شئون کو انتہا نہیں اور اس کی ہر یوم میں
نئی شان ہوتی ہے اور یہ ہر زمانہ کے لوگوں کی استعداد کے تقاضوں کے مطابق اور اہل زمانہ کی قابلیات
کے موجبات پر ہوتا ہے تعلموا ان اللہ علی کل شئ قدیر۔ تاکہ تمھیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر
شے پر قادر ہے اس کا تعلق خلق یا یتنزل الامر سے ہے یا عمومی طور پر دونوں سے ہے یعنی اللہ
تعالیٰ نے یہ اس لیے کیا تاکہ تمھیں معلوم ہو کہ جو ذات مذکورہ امور پر قدرت رکھتی ہے وہ دوسری
تمام اشیاء پر بھی قادر ہے منجملہ ان کے قیامت میں حساب و جزا کے لیے اٹھنا ہے اسی لیے
اس کے احکام کی اطاعت کرو اور انہیں یقین کے ساتھ مانو اور سعادت کے ارتکاب کے
لیے تیار رہو اور شقاوت سے چھٹکارا پاؤ یہ لام مصلحت و حکمت کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
کا ہر کام عبث سے منزہ ہے۔

فائدہ: سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ یہی آیت تمام قرآنی آیات
سے زیادہ خوف دینے والی ہے اور یہ لام غرض کی بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام غرض سے
منزہ ہے کیونکہ غرض اسے ہوتی ہے جو محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ جملہ عالم سے غنی ہے۔

ان اللہ قدیر احاط بکل شئ علما۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ کا علم اس کی قدرت کی طرح ہر
شے کو محیط ہے کیونکہ جسے نہ علم ہو اور نہ قدرت اس سے ایسے افعال کا صدور محال ہے۔ الاحاطۃ بمعنی وہ
علم جو شے کی انتہاء کو پہنچے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت ہر شے کو احاطہ کیے ہوئے ہے جملہ
موجودات علمی ہوں یا عینی کوئی بھی اس کے علم و قدرت سے خارج نہیں۔

ه رمزیست از سر قدرتش کن فیکون
با دانش او یکیست بیرون و درون
در غیب و شهادت ذرۂ نتواں یافت
از دائرہ قدرت و علمش بیرون

ترجمہ: کن فیکون اس کی قدرت کا ایک راز ہے۔ اس کی دانش و علم کے آگے ظاہر و باطن برابر ہے۔
غیب و شہادت ذرہ برابر بھی کوئی شے ایسی نہیں جو اس کے علم و قدرت سے باہر ہو۔

فائدہ: یہاں پر یہ بھی ممکن ہے کہ لتعلموا کا متعلق خلق اور تنزل الامر ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ کے ہاں وحی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیان کر دیا ہے تاکہ ان اُمور کہ جنہیں وہ دیکھ رہے ہیں یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت سے کوئی شے باہر نہیں ہو سکتی۔

علماً منصوب علی التمیز ہے یعنی اس کا علم ہر شے کو محیط ہے (کذا فی عین المعانی) یا موکدکی وجہ سے منصوب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ اس نے ہر شے کو خوب جانا۔ (کذا فی فتح الرحمٰن)

فائدہ: البقلی نے لکھا کہ اگر انسان کو ارواح کی طرح معرفت کی قدرت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے علل و استدلال سے خطاب نہ فرماتا تاکہ رؤیت اشیاء سے اسے وجود حق کا علم ہو ورنہ زمانہ الست میں ارواح کو صرف الست بربکم فرمایا۔ وہاں کسی قسم کی علت و دلیل نہیں فرمائی کیونکہ وہاں تو خطاب و شہود تعریف واضح تھی اس وقت نہ دلیل کی ضرورت تھی نہ علت کی لیکن وہ ارواح عالم اجساد کے پنجرے کی قید میں مقید ہوئے تو واردات خطاب خالص کے حامل نہ رہے اسی لیے انھیں شواہد و دلائل سے سمجھایا گیا کما قال خلق سبع سمٰوٰت الخ۔ یاد رہے کہ حقیقتہً وہ عارف نہیں جو اسے کسی شے یا ذریعہ یا سبب سے جانے۔ اب عرفان یہی ہے کہ بندہ عالم کون کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی قدرت والا اور محیط بکل شے ہے۔ اس معنیٰ پر اس کے قہر سے خوفزدہ رہتا ہے اور اس کا دل پگھلتا ہے اس خوف سے کہ میرے ہر معاملہ سے اسے اطلاع ہے۔

فائدہ: حضرت الشیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تاویلات میں لکھا ہے کہ یہ آیت قرآن مجید کے اسرار و مخفیہ سے ہے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول دلالت کرتا ہے جب ان سے اس آیت کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ اگر میں اس کی تفسیر بیان کردوں تو تم میرا حلقوم کاٹ دوگے اور مجھے سنگسار کروگے۔ خلاصہ یہ کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کے اسرار بتانے بلکہ اس طرف اشارہ کرنے کی بھی اجازت نہیں بلکہ اس کے اسرار سے ذوق

حاصل کیا جا سکتا ہے۔

صاحب روح البیان نے سورۂ طلاق کی تفسیر سے پندرہ[۱۵] جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۱۶ھ میں فراغت پائی۔

اور

فقیر اویسی غفرلہٗ نے تفسیر سورۂ طلاق کے ترجمہ سے ۱۸ رجمادی الآخرہ سنہ ۱۴۰۰ھ کو فارغ ہوا۔

فللّٰہ الحمد علیٰ ذلک وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

بہاول پور ——— پاکستان

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ

رکوعاتہا ۲	(نمبر ٦٦) سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ (عدد نزول ۱۰۷)	ایاتہا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ
اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ
تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○
وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ
بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ
بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ
نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ
قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○
عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا
مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ
سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا
اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا
مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ
مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ط
اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ :۔ سورۃ التحریم مدنی ہے اس میں ۲ رکوع ۱۲۔ آیات ۲۴۷ کلمے اور ۱۰۶۰ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اے غیب بتانے والے (نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو۔ وہ چیز جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بیشک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا اُتار مقرر فرما دیا اور اللہ تمھارا مولیٰ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر فرما دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا نبی کی دونوں بیبیو اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمھارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں کہ انھیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے۔ اطاعت والیاں ایمان والیاں اَدب والیاں توبہ والیاں بندگی

والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کواریاں اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں حکم ہو وہی کرتے ہیں اے کافرو آج بہانے نہ بناؤ تمھیں وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

تفسیر عالمانہ: یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ لِمَ دراصل لِمَا تھا اور استفہام انکاری ہے۔ احرام بمعنی حرام کرنا جیسے احلال بمعنی حلال کرنا۔

شان نزول نمبر(۱) واقعہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت فرمائی اور یہ وہی ماریہ قبطیہ ہیں جنہیں مقوقس مصر کے بادشاہ نے ہدیہ کے طور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا (اور اسی بی بی صاحبہ سے حضرت ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے) اور چونکہ یہ خلوت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری میں واقع ہوئی جس کا بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کو علم ہو گیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ یہ راز چھپائے رکھنا کسی کو بتانا نہیں بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوشیدہ رکھنا لیکن یاد رکھئے کہ آج کے بعد میں نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اُوپر حرام کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی تمھیں خوشخبری سناؤں کہ میرے بعد میرے مسند نشین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہوں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتا دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حفصہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپس میں ہر معاملہ میں متفق اور ایک دوسری کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملانے والی تھیں دوسری ازواج مطہرات کی بہ نسبت ان کا کہ آپس میں بہت زیادہ اتفاق و اتحاد تھا۔

فائدہ: حضرت سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے حکم فرمایا تھا کہ اس کی خبر نہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینا اور نہ ہی دیگر ازواج مطہرات کو جو کچھ تو نے دیکھا وہ یہی کہ حضرت ماریہ قبطیہ بنت شمعون قبطیہ اُم ابراھیم بن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے گھر میں دیکھا۔ حضرت ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوران رضاع فوت ہوئے اس وقت اُن کی عمر اٹھارہ ماہ تھی

بہرحال حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راز ظاہر کرنے سے اس لیے روکا تاکہ دوسری ازواج مطہرات غیرت سے جھگڑا برپا نہ کریں۔ اسی لیے یہ مخفی راز حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا لیکن حضرت بی بی صاحبہ نے یہ راز افشاء فرما دیا۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہی بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کا دن تھا چونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ آپ ازواج مطہرات کے متعلق باری مقرر فرماتے تھے جس دن بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اُنہوں نے آپ سے میکے جانے کی اجازت چاہی جب وہ میکے چلی گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اُم ولد یعنی بی بی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو بلا لیا (اس پر مذکورہ واقعہ درپیش آیا)۔

حوالہ کشف الاسرار:۔ کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ بی بی ماریہ قبطیہ کو دیگر ازواج مطہرات اپنے ساتھ رکھنا نہیں چاہتی تھیں اسی لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ کے باہر ایک باغ میں ٹھہرایا ہوا تھا گاہے گاہے ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے ایک روز جوکہ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا آپ نے بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا کو بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر بلایا جبکہ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کہیں باہر تشریف لے گئیں تھیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بی بی ماریہ کو خلوت سے نوازا۔ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو گھر کا دروازہ اندر سے بند پایا دروازہ پر بیٹھ گئیں تھوڑی دیر بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دروازہ کھولا بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے چہرے اقدس پر پسینہ دیکھا تو رونے لگیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبب پوچھا تو بی بی رضی اللہ عنہا نے عرض کی مجھے آپ نے اسی لیے اجازت بخشی تھی کہ آپ میری باری اور بستر پر ایک لونڈی سے خلوت فرمائیں حالانکہ یہ میرا حق تھا۔ آپ نے میرے حق اور میری عزت وحرمت کو نظر انداز فرما دیا آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ میری لونڈی (اُم ولد) ہے اور وہ میرے اُوپر حلال بھی ہے لیکن اگر تو اس معاملہ سے ناراض ہوگئی ہے تو اس راز کو چھپالے اور میں تیرے خوش کرنے پر اسے اپنے اُوپر حرام کرتا ہوں لیکن یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب یہ بات طے کر کے بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے چلے گئے تو بی بی حفصہ نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیوار کھٹکھٹا کر بلایا۔ یاد رہے کہ ان دونوں بیبیوں کے حجروں کو دیوار ایک تھی۔ جب بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بی بی حفصہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لائیں تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں تمھیں ایک خوشخبری سناؤں وہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماریہ (لونڈی) کو اپنے اُوپر حرام فرمادیا۔ اب ہمیشہ کے لیے ہماری جان چھوٹی اور ساتھ وہ راز بھی ظاہر کر دیا جسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مخفی رکھنے کا فرمایا تھا اسی لیے اسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے طلاق دے دی تاکہ اسے افشائے راز کی سزا ملے اور پھر تمام بیویوں سے علیٰحدگی اختیار فرمائی اور پھر بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا کے گھر انتیس[۲۹] راتیں بسر فرمائیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابو اللیث نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیویوں سے ایک ماہ دور رہنے کی قسم کھائی تاکہ انھیں اس فعل پر سخت مواخذہ ہو اور آئندہ ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کریں۔

موافقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ:۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اس وقت حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دی ہے بی بی نے کہا لا ادری ھو ذا متزلا فی ھذہ المشربۃ مجھے معلوم نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس چبوترہ میں ہم سے علیٰحدگی اختیار کر کے آرام فرما ہیں (خود جاکر پوچھیے)

فائدہ:۔ المشربہ (بفتح الراء وضمہا بمعنی الغرفۃ والعلیہ (بالاخانہ) (القاموس)

بقایا روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر آل خطاب کا گھرانہ اچھا ہوتا تو تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طلاق نہ دیتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صاحبزادی سے فارغ ہو کر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا السلام علیکم عرض کیا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر سہارا لگا کر آرام فرما ہیں جس کے نشانات آپ کے جسم اطہر سے ظاہر ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم قریشی اپنی عورتوں پر غالب تھے لیکن جب سے ہم مدینہ میں آئے اور ہماری عورتوں نے مدینہ کی عورتوں سے باتیں سیکھی ہیں اسی لیے اب یہ ہم پر غالب ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر ہنس پڑے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ عورتوں سے خطرہ نہ کریں اس لیے کہ آپ کا معبود اور ابو بکر آپ کے ساتھ ہیں اور میں بھی آپ کے ساتھ ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے مطابق یہی آیت نازل ہوئی۔

فائدہ :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتیس ایام گزارنے کے بعد بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے بی بی صاحبہ نے عرض کی کہ آپ نے تو ایک ماہ ازواج کے ہاں نہ جانے کی قسم کھائی تھی اب ایک دن پہلے کیسے تشریف لائے آپ نے فرمایا کبھی مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے اور اتفاقاً وہ ماہ انتیس دنوں کا تھا۔

منجانب اللہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رجوع کی سفارش :۔ اسی دن حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا سے ناراضگی معاف فرمانے کا کہا ہے کیونکہ بہت بڑی روزہ رکھنے والی اور نوافل ادا کرنے والی ہے اور وہی بہشت میں آپ کی زوجہ ہے۔

ازواجِ مطہرات کی تعداد :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں پانچ قریش میں سے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں :۔

۱۔ حضرت عائشہ بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا۔
۲۔ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔
۳۔ حضرت اُمِ حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا۔
۴۔ حضرت اُمِ سلمہ بنت اُمیہ رضی اللہ عنہا۔
۵۔ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

اور چار غیر قریشی تھیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں :۔

۱۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔
۲۔ حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
۳۔ حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب الخیبریہ رضی اللہ عنہا۔
۴۔ حضرت جویریہ بنت الحارث المصطلقیہ رضی اللہ عنہا۔

شانِ نزول (۲) :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہد اور حلوا اور ایسے ہی ہر میٹھی چیز مرغوب تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس شہد کافی مقدار میں تھی مکہ معظمہ سے آپ کو آپ کے عزیزوں میں سے بطور ہدیہ بھیجی تھی جونہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے تو بی بی صاحبہ اسے پانی میں ملا کر شربت بنا کر پلاتیں جس کی وجہ سے ان کے ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تاخیر ہو جاتی یہ بات بعض ازواج مطہرات پر

گراں تھی۔ بی بی عائشہ و بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اتفاق کیا کہ جونہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے گھر سے دیر کر کے تشریف لائیں ہم میں جس کے ہاں تشریف لائیں تو ہم کہیں کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔

فائدہ: مغافیر مغفور بالضم گوند کا ایک درخت ہے جسے عربی عرفط بھی کہتے ہیں جنگل میں واقع ہوتا ہے اگرچہ میٹھا ہوتا ہے لیکن اس کی بو کچھ اچھی نہیں ہوتی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوشبو پسند تھی کیونکہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مناجات میں ہوتے اسی لیے آپ بدبو سے پرہیز فرماتے بہرحال آپ حسب دستور شربت نوش فرما کر تشریف لائے تو جس بی بی کے پاس تشریف لے جاتے تو ہر ایک یہی کہتی کہ آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ آپ نے سب کو یہی جواب دیا کہ میں نے مغافیر تو نہیں زینب کے ہاں شہد پی ہے ممکن ہے شہد کی مکھی نے مغافیر کھایا ہو چنانچہ فرمایا جرست النحلۃ العرفط۔ الجرس سے ہے بمعنی زبان سے کسی شے کو چاٹنا (قاموس)

فائدہ: امام زاہد نے فرمایا مغافیر کے متعلق بار بار سوال ہوتا رہا یعنی جونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر سے تشریف لائے تو ہر بی بی کہتی کہ آپ مغافیر نوش فرما کر تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا حرمت العسل علی نفسی فواللہ لا آکلہ۔ میں نے اپنے لیے شہد حرام کیا بخدا آئندہ شہد ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ قسم آپ نے اس لیے کھائی تاکہ آئندہ آپ کے ہاں کوئی بھی شہد نہ لائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: ابن عطیہ نے فرمایا کہ قول اوّل یعنی بی بی ماریہ قبطیہ کے واقع پر نازل ہونا زیادہ صحیح اور واضح تر ہے اور آیت کو سمجھنے کے لیے یہی قریب تر ہے اور کشف الاسرار میں ہے کہ شہد والا واقعہ زیادہ مستند ہے چنانچہ لباب میں ہے کہ ان ھذا ھو الاصح لانہ مذکور فی الصحیحین) لیکن ماریہ کا یہ واقعہ آیت کے مضمون کے زیادہ مشابہ ہے۔

آیت کا معنیٰ: اب آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اے نبی علیہ السلام آپ نے ملک یمین یا شہد کو کیوں حرام فرمایا جبکہ اسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال فرمایا۔ ایسا کام تو ایک عامی آدمی بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ آپ جیسے برگزیدہ پیغمبر سے۔

مسئلہ: فقہاء نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے خیال سے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ شے کو حرام تصور کرے تو وہ کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ شے کو حرام کرنا تو قرآنی نص سے ہوگا۔ یہ وحی غیر متلو۔ اور یہ دونوں نبوت کا خاصہ ہے پھر جس شے کو اللہ تعالیٰ حلال فرماتا ہے اس کی

حلت میں حکمت ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی مصلحت کو تبدیل کرنے کے درپے ہے اور ایسا کرنا کفر ہے۔

تبتغی مرضاۃ ازواجك ۔ الابتغاء بمعنی ڈھونڈھنا تلاش کرنا ۔ المرضاۃ رضا کی طرح مصدر ہے ۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ رضوان کا حاصل مصدر ہے اس کی واؤ الف سے تبدیل ہوئی ہے الازواج ۔ زوج کی جمع ہے اس کا اطلاق عورت پر بھی ہوتا ہے بلکہ یہ فصیح ہے جیسا کہ المفردات میں ہے بلکہ اُنھوں نے لکھا کہ زوجہ ردی لغت ہے ۔

سوال :۔ یہ کارروائی تو صرف حضرت عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے کی لیکن قرآن مجید میں جمع کا صیغہ کیوں لایا گیا ؟

جواب (۱) :۔ مذکور امر میں دو بیبیوں کو راضی کرنا گویا جملہ بیبیوں کو راضی کرنا ہے ۔

جواب (۲) :۔ چونکہ غیرت میں جملہ عورتیں ایک طریقہ رکھتی ہیں گویا ان دو بیبیوں کی غیرت ان جملہ بیبیوں کی غیرت کا مسئلہ ہے ۔ یہ سہیلی نے جواب لکھے ہیں ۔

جواب (۳) :۔ جمع کے صیغہ کا اطلاق کبھی دو پر بھی ہوتا ہے ۔

جواب (۴) :۔ اس میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت کریمہ ہے کہ وہ ہر بی بی کو راضی کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں خواہ وہ فعل غیر مستحسن کیوں نہ ہو کیونکہ آپ باحیا اور کریم ہیں ۔

فائدہ :۔ جملہ تحرم کی ضمیر سے حال ہے اب معنیٰ یہ ہے کہ آپ حرام کرتے ہیں درانحالیکہ آپ اپنی ازواج مطہرات کی رضا طلب کر رہے ہیں حالانکہ ان پر لازم ہے کہ وہ آپ کی رضا کی طلب کریں کیونکہ انھیں آپ کی رضا طلبی ضروری ہے ۔

قاعدہ :۔ یہاں انکار قید و مقید ہر دونوں کو یکبارگی شامل ہے کیونکہ ابتغاء و تحریم ہر دونوں میں مذموم ہیں ۔ اس قاعدہ کی نظیر آیت لنا کلوا الربا اضعافا مضاعفۃ ۔ یعنی یہاں سود اور اضعافاً مضاعفۃ ہر دونوں حرام ہیں ۔

فائدہ :۔ آیت میں بی بی ماریہ اور شہد کی فضیلت کا بیان ہے ۔

حدیث علم غیب :۔ قرب قیامت میں زمین سے سب سے پہلے شہد اُٹھائی جائے گی ۔ اس کی تفصیل سورۂ نحل میں گزری ہے ۔

واللہ غفور ۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا غفور ہے ۔ آپ سے جو خلاف اولیٰ سرزد ہوا ہے وہ بھی معاف اور آپ نے جو حلال کو حرام قرار دیا ہے وہ بھی معاف ایسے ہی جو آپ نے اپنی ازواج مطہرات

کی رضا طلبی کا ارتکاب فرمایا وہ بھی معاف کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احسان وکرم کو منع کرنا اس کے فضل وکرم کو قبول نہ کرنے کے مشابہ ہے۔

رحیم۔ رحیم ہے آپ پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اس کا آپ سے مواخذہ نہ ہوگا اور یہ عتاب محبوبانہ بھی آپ کی عصمت مبارکہ کی محافظت مطلوب ہے۔

فائدہ: کاشفی مرحوم نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا ایسا مہربان ہے کہ آپ کی قسم کا کفارہ بھی اس نے خود ادا کیا ہے اور کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ یہی آیت عتاب محبوبانہ میں سخت تر ہے قرآن مجید میں اس سے بڑھ کر اور کوئی عتاب نہیں۔

فائدہ:۔ البقلی نے لکھا ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ادب سکھایا ہے کہ آپ اپنی ذاتی رائے سے کوئی کام نہ کریں بلکہ وحی ربانی پر عمل فرمائیں بعض مشائخ نے لتحکم بین الناس بما اراك الله کا یہی معنیٰ کیا ہے کہ آپ اپنی رائے کو کام میں نہ لائیں بلکہ وحی الٰہی پر فیصلہ فرمائیں کیونکہ قصہ عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہد یا ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حرام فرمایا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبانہ عتاب فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر دین رائے زنی پر چلتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے مبارک کو ترجیح ہوتی۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شے وصال الٰہی سے قلب کو غافل کر کے اسے زخمی کردے تو اس زخم کی مرہم سوائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں جیسا کہ آیت میں واللہ غفور رحیم میں اشارہ ملتا ہے۔

فائدہ:۔ ابن عطاء نے لکھا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ دعا میں کہتے:۔

اللّٰھم انی اعوذبك من کل قاطع یقطعنی عنك

ترجمہ:۔ اے اللہ میں تیرے سے ہر اس قاطع سے پناہ مانگتا ہوں جو تجھ سے مجھے منقطع کردے۔

؎ آزردہ است گوشہ نشین از وداع خلق
غافل کہ اتصال حقست انقطاع حق

ترجمہ:۔ دل خلق خدا سے دوری سے آزردہ ہوا لیکن اسے معلوم نہیں کہ جب تک مخلوق سے انقطاع نہیں ہوتا وصال حق نصیب نہیں ہوتا۔

قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم۔

حل لغات :۔ الفرض یہاں پر بمعنی الشرع والتبیین ہے جیساکہ جب وجب ہوتا تو متعدی بعلی ہوتا
التحلۃ حلّل کا مصدر ہے یعنی از باب فعّل (بتضعیف العین) بمعنی التحلیل دراصل تحللہ بھی ہول تکرم
وتعلۃ وتبصرہ وتذکرہ تھا از کرم وعلل وبصر وذکر بمعنی التکریم والتعلیل والبصیر والتذکیر۔

سوال :۔ تفعلہ پر تفعیل کا آنا معتل اللام ومہموز اللام کا خاصہ ہے اور یہ مضاعف کا باب ہے ایسے ہی
دوسرے ابواب جو امثلہ مذکورہ میں ہیں۔

جواب :۔ یہ شاذ یعنی خلاف قیاس ہے۔

فائدہ :۔ معتل اللام ومہموز اللام کے امثلہ میں سے منجملہ سَمّٰی یُسَمِّیْ تَسْمِیَۃٌ اور جَزّأَ یُجَزِّئُ
تَجْزِئَۃٌ ہے۔

تحلۃ ایمانکم کی تحقیق :۔ تحلۃ تحلیل الیمین مراد ہے کیونکہ یمین بھی ایک قسم کا عقد ہے اور اس کی تحلیل کفارہ سے ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے حلل الیمین تحلیلا
بمعنی کَفَّرَ یعنی وہ کام کیا جو حنث کا موجب ہے و تَحَلَّل فی یمینہ بمعنی استثنیٰ یعنی انشاء اللہ
کہا یہی معنیٰ ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی لا یموت لرجل ثلاثۃ
اولاد فتمسہ النار۔ الا تحلۃ القسم کا۔ جس کی تین اولادیں فوت ہوئیں دوزخ میں
نہیں جائے گا مگر بمقدار تحلۃ القسم کے یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کی مقدار پر یعنی حدیث شریف میں
تحلۃ القسم سے انشاء اللہ کہنے کی مقدار (کذا فی المفردات) یا اس مقدار پر جو اللہ تعالیٰ
اپنی قسم کو پورا کرے چنانچہ فرمایا و ان منکم الا واردھا۔ تم میں کوئی ایسا نہیں جو اس پر
وارد نہ ہو اور تاج المصادر میں ہے فعلتہ تحلۃ القسم یعنی میں نے اس کام کو صرف اس لیے کیا
تاکہ میں اپنی قسم سے بری ہو سکوں یعنی میں نے اس میں زور نہیں لگایا بلکہ معمولی طور اس کو عمل میں
لایا پھر جس کام میں مبالغہ نہ کیا جائے اس پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے اہل عرب کا مقولہ مشہور
ہے کہ ضربتہ تحلیلا۔ میں نے اسے معمولی طور مارا۔ دراصل اس باب کا استعمال فتح الشئ
کسی شے کو کھولنے پر ہوتا ہے۔

کفارہ کا معنیٰ :۔ کفارہ بمعنی طعام کھلانا یا پوشاک پہنانا یا غلام آزاد کرنا۔ روزہ رکھنا اس کی تفصیل
سورہ مائدہ میں گزری۔

آیت کا معنیٰ :۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایمان سے بری ہونے کا بتایا ہے اور یہ
بھی واضح کر دیا ہے کہ اس سے کس طرح بری ہوگے یعنی کفارہ سے۔ یہاں صرف انشاء اللہ

کہہ دینا مراد نہیں جیسے ہم نے تحلۃ ایمانکم کا محاورہ لکھا ہے یعنی مثلاً قسم کھا کر فوراً انشاء اللہ کہہ دینا مراد نہیں کیونکہ استثناء (انشاء اللہ کہنا) انعقاد یمین کو مانع ہے یعنی استثناء متصل یمین کی گرہ کو کھول دیتا ہے۔ قسم کی گرہ یا کفارہ سے کھلتی ہے یا استثناء (انشاء اللہ تعالیٰ) کہنے سے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قسم کی گرہ کھولنے کا طریقہ کفارہ دینے سے بیان فرمایا۔

مسئلہ: الہدایہ میں ہے کہ جو شخص اپنی مملوکہ شے اپنے لیے حرام کر دے اس پر وہ شے حرام نہیں ہو جاتی بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ شے اپنے لیے مباح سمجھے لیکن اس کے استعمال سے پہلے کفارہ ادا کرے۔

مسئلہ: امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تحریم الحلال یعنی حلال شے کو حرام قرار دینا بھی یمین ہے۔

فائدہ: تحریم سے اس شے کا انتفاع معلوم حرام کر دینا مطلوب مثلاً طعام کی حرمت سے اس کا نہ کھانا اور کنیز کی حرمت سے اس سے وطی نہ کرنا مراد ہے۔

مسئلہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تحریم الشئ بھی یمین ہے مثلاً اپنی عورت سے کہا انت علیّ حرام۔ اگر اس سے طلاق مراد لی تو عورت مطلقہ ہو جائے گی اگر یمین کا ارادہ کیا تو کوئی شے واقع نہ ہو گی ایسے ہی اگر اپنے لیے طعام حرام کیا اور اس سے یمین مراد لی تو یمین ہو گا (خلافاً للشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) (کذا فی عین المعانی)۔

فائدہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے کسی حلال کو حرام قرار نہیں دیا صرف بی بی ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہی فرمایا کہ لا اقربها بعد الیوم۔ میں آج کے بعد اس کے قریب نہ جاؤں گا جو یمین کے طور اس کا اطلاق ہوتا تھا تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا آپ (ماریہ رضی اللہ عنہا) کے انتفاع سے بسبب یمین کے کیوں رکتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وہ حلال فرمائی ہے بلکہ اس سے انتفاع فرمائیے اور اس کا کفارہ دیجئے۔ **قد فرض اللہ تحلۃ ایمانکم** کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ یمین ہے۔

سوال: کیا یہ کہیں سے ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس یمین کا کفارہ دیا ہو۔

جواب: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے کوئی کفارہ نہ دیا کیونکہ مغفور لہٗ ہیں ہاں یہ حکم امت کی تعلیم کے لیے ہے لیکن مقاتل نے فرمایا کہ آپ نے اس یمین کا کفارہ میں غلام آزاد کر کے بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا کو صحبت سے نوازا اور مغفور لہٗ ہونا اس کے منافی نہیں کیونکہ ظاہری احکام میں آپ امت کی طرح ہیں۔

واللہ مولاکم۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا آقا اور تمہارے جملہ احکام کا متولی ہے۔

وھو العلیم۔ وہ تمھاری مصلحتیں جانتا ہے اسی لیے تمھارے لیے مناسب طور احکام مشروع فرماتا ہے۔
الحکیم۔ اپنے افعال و احکام میں حکمتیں رکھتا ہے۔ تمھیں اسی طرح امر و نہی فرماتا ہے جیسے اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے۔

واذا اسر النبی۔

حل لغات:۔ الاسرار۔ اعلان کی نقیض ہے اس کا اطلاق اعیان و معانی ہر دونوں پر ہوتا ہے السر بمعنی دل کا پوشیدہ راز۔ اسرات الی فلان حدیثا۔ میں نے فلاں بات اسے چپکے چپکے بتائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسرار بھی اظہار کا مقتضی ہے صرف فرق اتنا ہے کہ جس کو بتانا مطلوب ہے اس کے لیے تو ظاہر ہے لیکن اس کے غیر سے پوشیدہ اس معنیٰ پر۔ اسرار من وجہ اظہار ہے اور من وجہ اخفاء۔ النبی۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ لام عہد کا ہے اور اذ ظرفیہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخفی بات بتانے والے واقعہ کو یاد کیجئے اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ مفعول ہے معنیٰ یوں ہے کہ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوشیدہ بات بتانے، کے وقت کو یاد کیجئے بوجہ عتاب (محبوبانہ) کے ایسے فرمایا یا یہ دراصل اذکروا ایھا المؤمنون تھا۔ یہ خطاب بظاہر اگرچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے لیکن اضمار کے بجائے اظہار ہے۔ اس میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم مطلوب ہے کہ آپ کو ایسی وصف سے موصوف کیا گیا کہ باوجودیکہ وہ اپنے متعلق بہت سے امور مخفی رکھنا چاہتے ہیں اور اپنے حرم محترم کے لیے ناگوار بات کا اظہار نہیں چاہتے لیکن جب حکم ربانی ہو تو ظاہر کرنے سے گریز نہیں فرماتے۔ یہ آپ کے نبوت کے دعویٰ کی سچائی کی واضح اور بیّن دلیل ہے۔

الی بعض ازواجہ۔ جب کہ آپ نے اپنی بعض ازواج کو پوشیدہ راز بتایا اس سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں۔

تعارف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:۔ بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۳ھ کے آغاز میں ہوا یعنی غزوہ احد سے دو ماہ قبل آپ نے بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ نکاح سے نوازا۔ بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت پانچ سال قبل از اعلان نبوت ہوئی اور بی بی کا وصال شعبان ۴۵ھ میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ مروان بن الحکم نے پڑھائی جبکہ وہ مدینہ کا امیر تھا اور بی بی کے جنازہ

کو اس نے اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھایا آپ کے والدگرامی حضرت ابو حفص عمر ہیں (رضی اللہ عنہ) یہ کنیت انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی۔ حفص بمعنی شیر کا بچہ۔

حدیثاً۔

حل لغات:۔ امام راغب نے فرمایا کہ ہر وہ کام جو کسی انسان کو بذریعہ سمع یا وحی بیداری یا نیند میں پہنچے اسے حدیث کہتے ہیں یہاں پر حضرت ماریہ یا شہد کی تحریم یا امر خلافت مراد ہے۔

فائدہ:۔ سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ شہد کی بات چھپانے کا واقعہ بی بی حفصہ سے نہیں بلکہ بی بی عائشہ و بی بی سودہ و بی بی صفیہ رضی اللہ عنہن سے تھا۔

فلما نبات به۔ جب بی بی حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پوشیدہ راز بی بی عائشہ کو بتایا اور سارا راز کھول دیا۔ واظهره الله علیه اور وہی حفصہ رضی اللہ عنہا کا راز افشاء کرنا بذریعہ جبریل اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع فرمایا۔ اظهره کی ضمیر بتقدیر مضاف الحدیث کی طرف راجع ہے۔

حل لغات:۔ اَظْهَرَ اِطَّلَعَ کے معنیٰ کو متضمن ہے ظہر فلاں السطح سے ہے بمعنی علاہ یعنی وہ چھت پر چڑھا۔ اس کا اصلی معنیٰ ہے صار علی ظهر۔ اس کی پیٹھ پر ہوا و اظهره علی السطح بمعنی اسے چھت پر چڑھایا۔ اطلاع علی الشئ کے معنیٰ کے لیے استعارہ کیا گیا ہے از افعال بمعنی کسی کو پوشیدہ بات تک پہنچانا اور دبدبہ ور بنانا۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ظہر الشئ بمعنی وہ شے جو زمین پر حاصل ہو کہ پھر وہ چھپ نہ سکے اور اس کے اندر سے حاصل ہو کہ وہ پھر وہ ظاہر نہ ہو سکے پھر اس کا اطلاق اس شے پر ہونے لگا جو بصر و بصیرت کے لیے ظاہر ہو۔

عرف۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آگاہ فرمایا۔ تعریف بمعنی آگاہ کرنا بعضه۔ اس مخفی بات کے افشاء کی بعض وہ باتیں جو بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتائیں عتاب کرتے ہوئے مثلاً فرمایا کہ میں نے تجھے نہ کہا کہ اسے مخفی رکھنا کسی ایک پر بھی یہ راز ظاہر نہ کرنا اس سے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والا واقعہ مراد ہے۔

فائدہ:۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے جھڑکا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یاد فرمایا ہے اور یہ ایک ایسی کرامت ہے جو صرف مجھے نصیب ہوئی۔ بعض الشئ بمعنی کسی شے کا جزء و اعرض عن بعض اور بعض سے تکرماً

درگزر فرمایا اس سے حدیث ماریہ مراد ہے بعض نے فرمایا کہ آگاہ فرمایا تحریم ماریہ کو اور درگزر فرمایا امر خلافت سے تاکہ عوام میں راز زیادہ نہ کھلے اسے بھی آپ پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے اور درگزر کرنا آپ کی کریم ذاتی اور بلند حوصلگی کی دلیل ہے۔

مسئلہ صوفیانہ: اس سے معلوم ہوا کہ مشائخ اپنی فراست و کرامات اپنے مریدوں کو ظاہر کردیں تو جائز ہے تاکہ طریقت کے حصول میں ان کی رغبت میں اضافہ ہو۔ نیز اس میں اشارہ ہے کہ مشائخ پر لازم ہے کہ اپنے مریدوں کی غلطی اور سوء ادب پر سخت گرفت نہ کریں اور نہ ہی اس کے درپے ہوں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کریم وہ ہے جو غلطی کے مرتکب پر سختی نہ کرے اور چشم پوشی بزرگوں کا شیوہ ہے۔

فلما نبأها۔ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اطلاع کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ کے افشائے راز کی خبر دی۔ قالت من انبأك هذا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی اس افشائے راز کی آپ کو کس نے خبر دی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گمان ہوا کہ شاید حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا باوجودیکہ انہوں نے انہیں پوشیدہ رکھنے کی سخت تاکید کی تھی اسی وجہ سے انہیں تعجب ہوا کہ میری رازداری کی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قدر نہ کی۔

سوال: یہاں انبأك کے بجائے نبأك کیوں نہ کہا؟ تاکہ پچھلے جملہ کی موافقت ہوتی کہ وہاں نبّأ ہے۔

جواب: عرب کے تفنن کے مطابق ہے کہ ایک معنیٰ کے مختلف صیغے مستعمل ہوں تو وہ اسے بلند پایہ بلاغت تصور کرتے ہیں۔

قال۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نبأنی (بفتح یاء المتکلم) یعنی مجھے آگاہ فرمایا ہے العلیم الخبیر۔ اس علیم خبیر نے جس سے کوئی بات مخفی نہیں۔ یہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خاموشی اور اعتراف کرلیا کہ واقعی میں نے راز افشاء کیا ہے۔ یہاں پھر نبأ لاکر تفنن عرب کو اپنایا گیا ہے۔

قواعد: (۱) انبأ و نبأ ہر دونوں متعدی بدو معنی و مفعول ہوتے ہیں۔ پہلے مفعول کی طرف متعدی ہے بلا واسطہ اور دوسرے کی طرف بواسطہ باء ہیں۔

۲. مفعول اول معلوم ہونے پر محذوف ہوتا ہے۔
۳. بار کو حذف کرکے مفعول ثانی کی طرف بلاواسطہ متعدی ہو جاتے ہیں۔
فلما نبأھا به استعمال اول پر اور فلما نبأت به استعمال ثانی پر اور من انبأك هذا استعمال ثالث پر ہے۔

فائدہ:۔ علیم۔ عالم۔ علاّم کا ایک ہی معنیٰ ہے جسے یقین ہے کہ اس کا مالک اس کے ہر عمل کو جانتا ہے یہاں تک کہ ضمائر کے خطرات اور خواطر کے وساوس کو تو ہر وقت اس سے حیاء کرتا ہے اس ڈر سے وہ گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے ستر عیوب پر دھوکہ کھاتا ہے اور نہ ہی اس کی اچانک کی گرفت اور مخفی تدبیر سے بے خوف رہتا ہے۔

حکایت:۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے بھوک نے ستایا تو میں نے اپنے کسی دوست سے کہہ دیا کہ مجھے بھوک نے ستایا ہے اس کے باوجود اس نے پرواہ نہ کی۔ میں اس سے ناامید ہو کر چل پڑا راستہ میں مجھے ایک درہم ملا جس پر لکھا تھا کہ کیا تجھے یقین نہ تھا کہ تیری بھوک کو تیرا مالک جانتا ہے تو پھر غیر کے سامنے شکوہ کا کیا معنیٰ۔

الخبیر بمعنی العلیم۔ حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے لکھا کہ جب مطلق علم کا اعتبار ہوگا تو مطلق علیم مراد ہوگا اگر اس کے ساتھ غیب یا اُمور باطنیہ کا اعتبار کیا جائے گا تو خبیر مراد ہوگا۔ پھر جب اُمور ظاہرہ کا اعتبار ہوگا تو اس پر شہید کا اطلاق ہوگا۔ جب بندے کو یقین ہے کہ وہ مالک اس کے ہر ظاہری باطنی عمل کو جانتا اور پھر اسے محفوظ رکھتا ہے اگرچہ یہ خود بھول جائے تو پھر قیامت میں ان اعمال سیئہ سے سخت شرمسار ہوگا ممکن ہے ان کی وجہ سے سزا یافتہ ہو۔

حکایت:۔ ایک شخص نے اپنی گزشتہ زندگی پر غور و فکر کیا تو ہزاروں ایام سامنے آگئے اور خیال کیا کہ اگر میں نے دن میں کم از کم ایک گناہ بھی کیا ہو تب بھی میرے ہزاروں گناہ ہونے چاہئیں لیکن حال یہ ہے کہ میں نے دن میں ہزاروں گناہ کئے تو پھر نامعلوم میرے ساتھ کیا ہوگا۔ یہ کہہ کر چیخ ماری اور مر گیا۔

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے ؎

مذنبم گرچہ ولے رب غفورم گر ست
بمن افتادہ دہد از کرمش شاید دست

ترجمہ:۔ میں گنہ گار سہی لیکن میرا رب غفور ہے مجھے اُمید ہے کہ وہ اپنے لطف و کرم سے میرے ساتھ کرم نوازی

فرمائے گا۔

ان تتوبا الی اللہ۔ یہ خطاب حضرت عائشہ وحضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہے غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہے۔

ازالہ وہم وہابی:۔ عتاب اولیاء (محبوبانِ خدا) کو ہونا جائز ہے لیکن اعداء کو عقاب ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے

اذ ذهب العتاب فليس ود
و يبقى الود ما بقي العتاب

ترجمہ:۔ عتاب نہ ہو تو دوستی کا مزہ نہیں دوستی تب ہے جب اس میں عتاب ہو۔

فائدہ:۔ اس میں حضرت عائشہ وحضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے واضح ترین امر کی رہبری کا ارادہ خیر ہے۔

فقد صغت قلوبکما۔ فاء تعلیلہ ہے جیسے اعبد ربك فالعبادة حق میں فاء تعلیلہ ہے یعنی اپنے رب کی عبادت کیجئے اس لیے کہ عبادت اسی کا حق ہے۔ اگر اسے فاء جزائیہ مانیں تو معنیٰ غلط ہوگا کیونکہ جزاء شرط پر مترتب اور اسی سے مسبب ہوتی ہے اور یہاں صغو قلوب شرط سے پہلے ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جزاء کا وجود شرط سے پہلے واقع ہو جائے۔ یہی تقریر وان تظاهرا الخ میں ہوگی۔

اب آیت کا معنیٰ یہ ہوگا اے عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما تمہارے سے وہ امر پایا گیا ہے تو تمہارے اوپر توبہ واجب کرتا ہے۔ اس لیے کہ تمہارے سے صغو قلب کا فعل سرزد ہوا ہے اور یہ تمہارے خلوص کے منافی ہے کیونکہ تمہارے اوپر واجب ہے کہ تم اس بات سے محبت کرو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب ہے اور جس سے وہ کراہت کرتے ہیں تم بھی اس کو مکروہ جانو۔

حل لغات:۔ صغو۔ صغا۔ یصغوا صغواً سے مشتق ہے بمعنی مال مائل ہوا اور اصغی الیہ بمعنی کان لگا کر سننے کے لیے جھکا۔

کسی شاعر نے کہا ہے

تصغى القلوب الى اغر مبارك
من آل عباس بن عبدالمطلب

ترجمہ:۔ اغر مبارک کی طرف قلوب مائل ہوئے آل عباس بن عبدالمطلب کے۔

سوال:۔ قلوب جمع صیغہ تثنیہ کی طرف مضاف کیوں؟

جواب :- تاکہ دو تثنیہ یکجا جمع نہ ہوں اور دو ہم جنسوں کو یکجا جمع ہونے سے عرب گھبراتے ہیں اسی لیے تثنیہ کی اضافت تثنیہ کے وقت مضاف کو اکثر جمع لایا جاتا ہے۔

و ان تظاھرا۔ یہ دراصل تتظاھرا تھا۔ ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ ظہر کا تفاعل ہے اور ظہر تمام اعضاء سے قوی تر ہے یعنی اگر تم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معاونت کرو اس پر کہ جو غیرت میں افراط افشائے راز جو انھیں ناگوار ہے تم اسے ترک کر دو اور اس معاملہ میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

فان اللہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المومنین۔

ترکیب :- ھو مبتدا ثانی ہے تقویۃ الحکم کے لیے لایا گیا ہے حصر کے لیے نہیں ورنہ عطف صحیح نہ ہو گا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اللہ تعالیٰ میں محصور ہو جائے گی حالانکہ مجازاً آپ کو جبریل و صالح المومنین کی ولایت بھی حاصل تھی جبریل کا عطف انّ کے اسم کے محل پر ہے جبکہ اس کی خبر پہلے مکمل ہو گئی۔ ایسے ہی صالح المومنین کا حال ہے۔ جناب سجاوندی کا میلان اسی طرف ہے اسی لیے انہوں نے صالح المومنین پر وقف کی علامت لکھی ہے۔

صالح المومنین کی تحقیق :- ظاہر یہ ہے کہ صالح مفرد ہے اسی لیے حاء کے بعد جمع کی واؤ نہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ صیغہ تو جمع کا ہے اور نون محذوف کئے گئے ہیں نون تو اضافت کی وجہ سے اور واؤ کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے لفظاً گرایا گیا اور پھر اسے لکھا بھی نہیں گیا جیسے یمح اللہ الباطل ویدع الانسان وسندع الزبانیۃ وغیرہ میں ہوا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاونین کی کوئی کمی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کا معین و مددگار اور جبریل جو رئیس الملائکہ ہیں ان کے ساتھی اور رفیق خاص ہیں اور نیک لوگ آپ کے تابعدار اور خدمت گار ہیں۔ جبریل اور اس کا مابعد علیٰ تقدیر العطف ولایت للرسول میں داخل ہیں اور جبریل علیہ السلام آپ کے ظہیر یعنی مددگار ہیں اس لیے کہ وہ عموم ملائکہ میں داخل ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ کلام مولاہ پر ختم ہو گیا۔ پھر جبریل اور اس کا مابعد اس پر معطوف ہو کر مبتدا اور ظہیر ان سب کی خبر ہے اس معنیٰ پر ولایت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو گی۔

فائدہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ صالح المومنین سے صرف ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔

فائدہ :- الارشاد میں لکھا کہ اگر صالح المومنین سے صرف ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہوں تو انھیں اللہ تعالیٰ و جبریل علیہ السلام کے درمیان لایا جاتا اس اعتبار سے ان کا باطنی و ظاہری طور ظہیر ہونا موزوں

ہونا اور واقعی وہ اس لائق تھے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری و باطنی ظہیر ہونا مانا جائے اور ایسے جبریل علیہ السلام کو بھی کیونکہ یہ آپ کی تائیدات الٰہیہ میں تائید کرتے اور وہ تدابیر اُمور رسالت و اجرائے احکام کے لیے آپ کے وزیر با تدبیر تھے۔

فائدہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معاونت کا یہ معنیٰ ہے کہ آل و اولاد کی خوشنودی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کو ترجیح دینا اور نیز یہ دونوں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کو توقیت دیتے جب ان کی بچیوں کا معاملہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاملہ کے معارض ہوتا بلکہ بچیوں کے معاملہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ کے بالمقابل ملیامیٹ کر دیتے اسی لیے یہاں پر جبریل علیہ السلام کے ذکر سے ان کا ذکر پہلے موزوں تھا لیکن جمہور کا قول راجح ہے کہ یہاں عام نیک اہل ایمان مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہاں پر صالحین سے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا ان کے اخیار مراد ہیں۔ حضرت مجاہد نے کہا یہاں پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں۔ صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ فقیر کہتا ہے کہ اس کی تائید یاعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ سے ہوتی ہے کیونکہ صالحین انبیاء علیہم السلام ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ وکلا جعلنا صالحین اور یوسف علیہ السلام سے حکایۃً فرمایا والحقنی بالصالحین۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بمنزلۂ ہارون تھے تو صالح سے وہی مراد ہوں۔

فائدہ:۔ السہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آیت میں لفظ عام ہے تو اولیٰ یہی ہے کہ اسے اپنے عموم پہ رکھا جائے۔

فائدہ:۔ امام راغب نے فرمایا کہ صلاح فساد کی ضد ہے یعنی شئے کا اعتدال و انتفاع سے نکل جانا وہ کثیر ہو یا قلیل اکثر استعمال میں اس کا اطلاق افعال سے مخصوص ہے اور قرآن میں صلاح کبھی فساد کے مقابلہ میں آیا ہے اور کبھی سیئہ کے۔

حکایت:۔ حضرت ابراھیم ابن ادہم قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا کہ لوگ مجھے صالح کہتے ہیں مجھے کیسے یقین ہو کہ واقعی میں صالح ہوں آپ نے فرمایا تم اپنے اعمال کا موازنہ صالحین سے کرو اگر ان کے مطابق ہیں تو سمجھو کہ تم واقعی صالح ہو ورنہ نہیں۔ یہ بھی کلمات حکمت میں سے ہے۔

والملائکۃ۔ اور ملائکہ کی کثرت تعداد اور آسمانوں میں بھر جانے کے باوجود کاشفی مرحوم نے لکھا کہ اس سے آسمان و زمین کے تمام فرشتے مراد ہیں۔

بعد ذلک۔ اللہ تعالیٰ اور ناموس اعظم یعنی جبریل علیہ السلام اور صالح المومنین کی مدد کے بعد

اس میں ان کی مدد کی تعظیم کا اظہار ہے کیونکہ یہ خوارق عادت سے ہے جیسے بدر میں ہوا۔ اس سے ملائکہ کی افضلیت علیٰ البشر ثابت نہیں ہوتی۔

ظہیر ۔ یہ خبر اور الملائکہ اور اس سے قبل کا جملہ فان اللّٰہ ھو مولٰہ الخ اس کا معطوف الیہ یعنی یہ تمام فرشتے میرے رسول علیہ السلام کی فوج اور آپ کے جملہ اُمور میں ہاتھ بٹانے والے ہیں جو بھی میرے محبوب علیہ السلام کا مقابلہ کرے گا تو یہ سب مل کر آپ کی مدد کے لیے تیار ہیں گویا وہ اس معاملہ میں بمنزلہ ایک ہاتھ کے ہیں۔ تو پھر یہ دو بیبیاں میرے نبی علیہ السلام کا کیا بگاڑ سکتی ہیں اگرچہ آپس میں مل کر کتنا ہی زور لگائیں جبکہ آپ کے اتنا بہت بڑے یار و مددگار ہیں۔

فائدہ :۔ **بعد ذالک** میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد ملائکہ و مومنین کی مدد عظیم مدد ہے کیونکہ ان کی مدد در حقیقت اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور پھر اس کی مدد ان کے ذریعے سے دوسرے جملہ ذرائع کی مدد سے افضل و اعلیٰ ہے۔

فائدہ :۔ اللہ تعالیٰ کی مدد یا بلا واسطہ یا بلا آلہ ہو گی یا اس کی مخلوق کے واسطہ سے ہو گی دوسری قسم کی مدد میں تفاوت ہو گا بوجہ مخلوق کی طاقت و قدرت کے متفاوت ہونے کی وجہ سے اور ملائکہ کی مدد تمام مخلوق سے افضل و اعظم ہو گی اور ان کی مدد بھی متفاوت ہو گی بوجہ ان میں مراتب میں متفاوت ہونے کی وجہ سے کیونکہ جو طاقت اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو عطا فرمائی ہے وہ انسان کو نہیں ملی۔ آیت میں بعدیت سے بعدیت رتبی مراد ہے زمانی بعدیت مراد نہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسانی مدد سے ملائکہ کی مدد عظیم تر ہے۔

فائدہ :۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی نصرت بھی ملائکہ کی نصرت میں داخل ہے اس معنیٰ پر ان کی اپنی قوت کے ساتھ ملائکہ کی قوت مل کر اور عظیم نصرت ہو گی۔ الارشاد میں ہے کہ یہ مفسرین کی رائے ہے لیکن میرے نزدیک مناسب تر یہ ہے کہ اس میں صرف صالح المومنین کی طرف اشارہ ہے پھر بعدیت میں اشارہ کر دیا کہ اگرچہ ملائکہ کی مدد بھی شامل ہے لیکن ان میں افضل لوگوں کی جب مدد ہے تو پھر مفضول کی بطریق اولیٰ مدد ہونی چاہیئے۔ صالح المومنین کی تقدیم ملائکہ پر فضیلت کے اظہار کے لیے ہے۔ اسی لیے ان کا ذکر صالح المومنین کے بعد ہے کہ اگرچہ وہ صالح المومنین سے مفضول ہی لیکن ان کی مدد بھی ایک عظیم مدد ہے اسی لیے جبریل علیہ السلام سے انھیں علیحدہ ذکر کیا گیا۔

سوال:۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد مذکور ہوئی تو پھر غیر اللہ کی مدد کے ذکر کا کیا معنی؟

جواب:۔ تاکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفعت شان ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کتنا مرتبہ ہے اور صالح المومنین کے نزدیک کتنی بلند شخصیت ہیں اور ملائکہ کو کتنا مرغوب ہیں۔

ردوہابیہ نجدیہ:۔ اویسی غفرلہٗ کہتا ہے کہ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوبوں کی مدد عین اسلام ہے تبھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اپنی مدد کے بعد ان کی مدد کا ذکر فرما کر مفید بتایا تو پھر ہم جیسوں کے لیے تو بطریق اولیٰ مفید ہوا اسے شرک کے کھاتہ میں ڈالنا اپنے بے ایمان ہونے پر مہر ثبت کرنی ہے۔ (فافھم ولا تکن من الوھابیین فانھم قوم لا یعقلون)

صاحب رُوح البیان کی تحقیق:۔ فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے (اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے) تحقیق مذکورہ بالا دوسرے مفسرین کی تھی لیکن میری رائے یہ ہے اور بظاہر صحیح بھی ہے یہ کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد دوسرے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں لیکن اپنے بعد اس کی مدد کا ذکر فرمایا جو اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ طاقت ور ہے یعنی جبریل علیہ السلام تاکہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کی ایک دوسرے کی مدد کے بالمقابل مخلوق میں سے بڑے طاقت ور کی مدد کا اظہار ہو پھر دوسروں کی مدد کا ذکر تہدیداً اور زجراً و توبیخاً ہُوا۔

نکتہ:۔ صالح المومنین میں سے جبریل علیہ السلام کا ذکر پہلے اس لیے کہ مخلوق میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے آپ معین و مددگار ہوئے اور اللہ تعالیٰ اور آپ کے درمیان سفیر آپ ہی ہیں۔

نکتہ:۔ صالح المومنین کا ذکر ملائکہ سے پہلے اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کی نصرت ملائکہ سے پہلے اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کی نصرت ملائکہ کی نصرت سے افضل ہے کیونکہ ملائکہ کی نصرت جسمانی ہے اور صلحاء کی مدد جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی یعنی دعاؤں سے اور روحانی مدد جسمانی مدد سے زیادہ عظمت والی ہے۔

سوال:۔ بعد ذلک ظھیر میں تو ملائکہ کی مدد کی افضلیت کا ثبوت ملتا ہے اور تم صلحاء کی مدد کو افضل بتا رہے ہو۔

جواب:۔ یہ افضلیت اُن کی ظاہری طاقت کی وجہ سے ہے کہ وہ بظاہر بہت بڑے اُمور شاقہ عمل میں لاتے

ہیں اور مقام تہدید کے لیے کبھی بعدیت کا تقاضا کرتی ہے اس سے حقیقی افضلیت صلحاء پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

نکتہ عجیبہ: صالح المومنین میں ایک عجیب و غریب نکتہ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے (صاحب رُوح البیان) اپنے فضل و کرم سے آگاہی بخشی وہ یہ کہ صالح المومنین سے خود کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ صالح خود حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے جیساکہ المفردات میں ہے۔

سوال: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مدد آپ کیسے فرمائیں گے یہ عجیب معاملہ ہے کہ اپنی مدد آپ اسے محالات میں شمار کرتے ہیں۔

جواب: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی مقامات ہیں یہاں مقام ملکیت کی مدد مقام بشریت کے لیے یا مقام جمع کی مدد مقام فرق کے لیے یا مقام ولایت کی مدد مقام نبوت کے لیے ہوگی۔ اس کے نظائر شرع میں موجود ہیں مثلاً نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے **السلام علیک ایہا النبی**۔ اگر آپ کا اسی طرح پڑھنا ثابت ہو تو اس کے جوابات بھی یہی ہوں گے جو اُوپر مذکور ہوئے۔ دوسری نظیر موسیٰ علیہ السلام کی ہے کہ جب اُنہوں نے قبطی کو مارا تو اپنی خود مدد فرمائی اور انہیں فرمایا **ففررت منکم** الخ اس کی تقریر یہ ہوگی کہ آپ کے نفس ناطقہ نے نفس حیوانیہ کی مدد کی۔[1]

فائدہ صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے قلب اور قوائے روحانیہ کو نفس پر نصرت ملتی ہے اللہ تعالیٰ اور ملک الالہام کی تائید سے نفس پر مدد ملتی ہے۔

عورت کی قوت: بعض مشائخ نے فرمایا عالم دنیا میں عورت کی مخفی طاقت سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں۔ اسے وہی جانتا ہے جسے ان سے واسطہ پڑتا ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ عالم (انسان) کی ایجاد عورت پر موقوف ہے اگرچہ اس میں مرد کا بھی واسطہ ہے لیکن ان دو مقدموں کا نتیجہ عورت ہے اور ناتج مرد ہے اور ناتج طالب ہوتا ہے اور طالب محتاج ہوتا ہے اور منتوج (نتیجہ) مطلوب ہے اور مطلوب کو بہت بڑی عزت اور وہی محتاج

---

[1] یہ آیت شان نبوت کے بیان میں رفیع الشان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برائے نام مخالفت پر اتنا بڑا زور ظاہر فرمایا کہ جس سے سنتے ہی عقل دنگ رہ جاتی ہے ورنہ کہاں عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہا اور کہاں خود خالق کائنات اور جملہ ملائکہ اور جملہ صلحاء۔

ایسہ ہوتا ہے اور پھر اس میں شہوت بھی بہت اور غالب ہوتی ہے اس سے اندازہ لگائیے کہ موجودات میں عورت کا کیا مقام ہے اور حضرت الٰہیہ سے اسے کتنا مرتبہ نصیب ہوا ہے اور اس معنیٰ پر اس کی قوت وطاقت کا اندازہ خود لگائیے اور اللہ تعالیٰ نے وان تظاھرا الخ سے ان کی طاقت پر تنبیہ فرمائی ہے اسی لیے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت و مدد کے لیے بڑی قوت وطاقت والوں یعنی ملائکہ کا ذکر فرمایا کیونکہ ان کی قوت و شدت جملہ عالم میں بڑھ کر ہے ہاں ان سے صالح المومنین کی قوت وطاقت زیادہ کیونکہ ان کی قوت وطاقت روحانی ہے اور روحانی طاقت ملائکہ کی فعلی طاقت سے بڑھ کر ہے۔

فائدہ :- اے عزیز اگر تو نے غور نہیں کیا تو اب غور کیجئے کہ میں نے اپنی تقریر میں ثابت کیا ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو معین و مددگاروں سے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد فرمائی۔

۱۔ اپنی ذات و جبریل و صالح المومنین۔

۲۔ ملائکہ کرام۔

ویسے ہی ہر مدد اس کی دی ہوئی قوت وطاقت کے بغیر نہیں ہوتی۔

عظمت حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما :- حضرت شیخ افضل الدین احمدی قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک شب میں نے وما یعلم جنود ربک الا ھو۔ میں غور و فکر کیا کہ کسے طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس فوج بحر موج سے مقابلہ کر سکے جبکہ یہ فوج چودہ طبق آسمان و زمین پہ پھیلی ہوئی ہے۔ میرے اس غور و فکر پر ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تو اس فوج پر تعجب کر رہا ہے لیکن اس واقعہ پر کیوں تعجب نہیں کرتا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے جو کہ وہ اس سے زیادہ تعجب ناک ہے۔ میں نے کہا وہ کونسا جواب ملا کہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ جسے وان تظاھرا الخ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے مجھے حضرت عائشہ و بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عظمت کا پتہ چلا کہ وہ کتنی عظمت والی ہیں جن کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور جبریل اور صالح المومنین اور ملائکہ تمام کو پیش فرما رہا ہے اس سے مجھے بہت مسرت ہوئی اور سمجھا کہ یہ دونوں بیبیاں کتنی رفیع الشان ہیں کہ ان کے مقابلہ ہیں اگر اللہ تعالیٰ اپنی نصرت کا ذکر نہ فرماتا تو ملائکہ اور صالح المومنین کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہ ہوتی۔ اس سے مجھے واضح ہوا کہ بیبیوں کے قلوب میں علم الٰہی اتنا موجزن ہے کہ جس کا اندازہ خدا ہی جانتا ہے جس نے ان کے

مقابلہ کے لیے اتنا بڑا اہتمام فرمایا اور پھر اُن کے علوم کی تاثیر عالم کونین پر کتنا ہے کہ جس کے مقابلہ کے لیے انھیں اللہ تعالیٰ کی قوت کا سہارا لینا پڑا۔ چونکہ یہ راز درکنوں کی حیثیت رکھتا ہے جو مجھے منجانب حق عطا ہوا جس پر میں شکر خداوندی بجالایا۔

حضرت علی الخواص قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جتنا ان دونوں بیبیوں کو اللہ تعالیٰ پر سہارا تھا کسی ایک کو ایسا سہارا نصیب نہ ہوا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کے سامنے ترا ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید بیان فرمایا حالانکہ ان کے ہاں ایک اور رکن شدید موجود تھا لیکن اس پر سہارا نہ کیا۔ ہاں عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت و عظمت بھی بیان کر دی۔

عورت کا احترام عورتوں کی قدر و منزلت بالخصوص عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کی نشان کسی نے نہ بھی سوائے چند ایک کے عورت بایں حیثیت کہ وہ عورت ہے اس کی عظمت بحر بے کنار ہے اگر ان کی عظمت اور بھی معلوم نہیں تو ہیئت جماع بھی اس کی عظمت کے لیے کافی ہے کہ یہ کیفیت ملوک دنیا کو بھی نصیب نہیں جبکہ مرد کو حالت جماع میں ہیئت سجدہ اختیار کرنی پڑتی ہے اور حالت سجدہ عبد کے لیے نماز کی اشرف الحارث سے ہے اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ایسے انکشافات اُلٹا بندوں کے لیے ان اُمور سے حجابات بن جائیں گے جو وصول الی اللہ کے لیے مانع ہیں تو میں اس سے کچھ اور عرض کرتا لیکن دانا را اشارہ کافی کی بنا پر اتنا کافی ہے۔ ہاں نا اہل لوگ اس مختصر مضمون کی بھی غلط تاثیر لیں گے۔

واللہ علیم خبیر۔ اور اللہ علیم خبیر ہے۔

عسیٰ ربہ۔ لائق ہے ان کا پروردگار ضمیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔

ان طلقکن۔ اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں یہ شرط عسیٰ کے اسم و خبر کے درمیان واقع ہے اور اس کا جواب محذوف ہے یا اس کا جواب مقدم ہے اصل عبارت ان طلقکن فعسیٰ تھی۔ ان یبدلہ یہ کہ تمھارے عوض انھیں عطا فرمائے۔ ازواجا یبدلہ کا دوسرا مفعول ہے خیرا منکن۔ ازواج کی صفت ہے ایسے ہی اس کا مابعد یعنی مسلمات تا ثیبات اس میں مخاطبات کی غائبات پر تغلیب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما اگر میرے نبی علیہ السلام تمھیں طلاق دے دیں اور تمھارے عوض انھیں اور ازواج عطا فرمائے جو تم سے بہتر ہوں یا یہ تعمیم الخطاب ہے یعنی تمام ازواج کو خطاب عام ہے اور قد صغت قلوبکما کے عتاب میں یہ بھی حکما شامل ہوں اور یہ ان کی توبہ کا موجب ہے اور تخویف کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ تخویف کی تقریر یوں ہوگی کہ اے عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما اگر میرے نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام تمھیں طلاق دے دیں تو اس کا ضرر تمھیں ہوگا اس سے میرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا نقصان جبکہ میں انھیں تمھارے سے بہتر عورتیں عطا فرما دوں گا۔

فائدہ :۔ آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق نہیں دی اور نہ ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی ازواج سے کوئی اور عورتیں افضل و بہتر ہیں کیونکہ تعلیق الطلاق للکل بطلیق ولبعدہ کے منافی نہیں کہ درجے معلق فرمایا وہ واقع نہیں ہوا اور نہ ہی ضروری ہے کہ وہ واقع ہو یعنی جس امر کو فعل غیر وقوع کے ساتھ معلق کرنے کی خبر دی گئی ہے وہ واقع نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ازواج کو طلاق نہیں دیں گے ہاں اپنی قدرت کاملہ کی خبر دی ہے کہ اگر وہ طلاق دے بھی دیں تو میرے ہاں کوئی کمی نہیں میں انھیں ان سے بہتر ازواج عطا فرما سکتا ہوں۔ اس میں ازواج کو تخفیف ہے اس کی مثال و ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ اس آیت میں بھی تخویف اور اپنی قدرت کاملہ کا اظہار ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور لوگ افضل و بہتر ہیں۔

قاعدہ :۔ قرآن مجید میں ہر جگہ عسٰی وجوب کے لیے آتا ہے سوائے اسی مقام کے بعض نے کہا کہ یہاں بھی وجوب کے لیے ہے لیکن اسے معلق بالشرط لایا گیا ہے یعنی معلق بالطلاق اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں طلاق نہیں دی۔

مسئلہ :۔ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ روئے زمین پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات سے اور کوئی عورت بہتر وافضل نہیں۔ ہاں اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے عصیان و ایذا کی وجہ سے انھیں طلاق دے دیتے اور ان کے عوض اور عورتوں سے نکاح فرماتے جو ان صفات سے موصوف اور آپ کی پوری فرمانبردار ہوتیں تو پھر وہی افضل اور بہتر ہوتیں۔

قاعدہ :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ لفظ عسٰی قرآن مجید میں ہر جگہ وجوب کے لیے ہے صرف دو مقام میں وجوب کے لیے نہیں ایک یہی آیت اور دوسری سورۃ محمد کی آیت فھل عسیتم الخ یعنی علمتم و تمینتم یعنی تمھیں معلوم ہے اور تم نے تمنا کی لیکن یہ آیت بھی معلق ہے یعنی نہ آپ نے طلاق دی اور نہ ہی ازواج مطہرات کے بجائے اور عورتوں سے نکاح ہوا۔

مسلمات مؤمنات ۔ زبان سے اقراری اور قلب سے مخصوص اس معنیٰ پر اس میں تکرار نہیں یا مسلمات بمعنی اعضائے ظاہری کے ساتھ فرمانبردار اور دل سے ان کی تصدیق کرنے والی۔ قانتات مطیع یعنی طاعت پر مواظبت کرنے والی یا نماز پڑھنے والی تائبات گناہوں سے توبہ کرنے والی

عابدات ۔ عبادت گزار یا امر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سر جھکانے والی۔ سائحات روزہ رکھنے والی۔ روزہ دار کو سائح اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زادِ راہ کے بغیر دن بسر کرتا ہے اور اپنے آپ کو افطار تک روکے رکھتا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ روزے دار دو قسم ہے :۔

۱۔ حقیقی جیسے کھانا ۔ پینا ۔ جماع ترک کرنا

۲۔ حکمی جیسے اعضاء کو معاصی سے بچانا مثلاً سمع کو غیبت وغیرہ سننے ۔ بصر کو غلط نگاہ سے ۔ زبان کو جھوٹ وغیرہ سے۔

لیکن سائح سے یہی معنیٰ مراد ہوتا ہے پہلا معنیٰ مراد نہیں ہوتا یا سائحات بمعنی ہجرت کرنے والی یعنی مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچنے والی کیونکہ ہجرت میں مزید شرافت اور بزرگی ہے جو ان کے غیروں میں نہیں جیسا کہ ابن زید نے فرمایا کہ اُمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سیاحت صرف ہجرت ہے اور سیاحت بمعنی زمین پر چلنا پھرنا۔

ثیبات ۔ شوہر والیاں۔

وابکاراً ۔ اور باکرہ یعنی غیر شادی شدہ۔

الثیب ۔ اس مرد کو کہا جاتا ہے جو ایک بار عورت سے دخول کر چکا ہو ایسے ہی وہ عورت جس سے ایک بار دخول ہو چکا ہو۔ مرد اور عورت ہر دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ مذکر کی جمع ثیبین اور مؤنث کی جمع ثیبات آتی ہے ۔ ثاب سے مشتق ہے بمعنی رجع اور عورت کو ثیّب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مرد کی طرف رجوع کرتی ہے یا اس لیے کہ وہ اصلی حالت کی طرف لوٹتی ہے یعنی جب کہ اس کا شوہر نہ تھا جو معنیٰ مراد ہو اس میں ثوب یعنی رجوع کا معنیٰ ضروری ہے ایسے ہی اگر مرد پر اس کا اطلاق ہوگا تو اس کے لیے بھی یہی تقریر ہوگی اور عذراء کو بکرا (باکرہ) اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی حالت پر باقی ہے جس پردہ پیدا ہوئی امام راغب نے لکھا کہ جس عورت کی بکارت نہ ٹوٹی ہو اُسے بکر (باکرہ) ثیب سے اس معنیٰ میں مقدم ہے کہ جو عورت کا مقصد ہے وہ ثیب سے پہلے باکرہ دیکھتی ہے۔ اس تقریر پر ثیب سے باکرہ کو اولیت و تقدیم ہے اسی لیے بکرہ دن کے پہلے حصے کو کہا جاتا ہے اور باکورہ وہ میوہ جو پہلے حاصل ہوتا ہے۔

سوال :۔ ان کے درمیان میں حرف عطف لایا گیا حالانکہ ان کے پہلی صفت میں حروف عطف نہیں۔

جواب :۔ ان کو آپس میں منافات ہے بایں معنی یہ ہر دونوں صفتیں ایک ذات میں جمع نہیں ہوتیں بخلاف دوسری صفات کے کہ وہ ایک ذات میں جمع ہو جاتی ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ عورتیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوں وہ ایسی بہتر صفات سے موصوف ہوں اور ثیبات کہہ کر غیر عائشہ رضی اللہ عنہا کو اور ابکاراً

کہہ کر عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعریض ہے کیونکہ باکرہ صرف یہی تھیں اسی وجہ سے درمیان میں واؤ واصلہ لائی گئی اور فاصلہ نہیں۔ تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کل ازواج ثیبات یا باکرہ تھیں۔

حضرت مریم وآسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منکوحہ حضرت سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ابکاراً میں بتول مریم کی طرف اور ثیبات میں حضرت آسیہ بنت مزاحم یعنی زوجہ فرعون کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بہشت میں یہ دونوں بیبیاں بحکم خداوندی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات میں شامل ہوں گی۔

بہشت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوتِ ولیمہ: حضرت ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بہشت میں دعوتِ ولیمہ ہوگی اور تمام اہل بہشت کو دعوت دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان دونوں بیبیوں یعنی آسیہ و مریم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بیاہے گا۔

نکتہ: ابکار کے ذکر کی تقدیم میں آسیہ کے زمانہ کی تقدیم کی طرف اشارہ ہے یا اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اکثر ازواج مطہرات ثیب تھیں یہ قبلیت افضلیت اور تقدیم زمان پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثیب کے ساتھ ابکار سے پہلے نکاح کیا تھا۔ اور ان تمام سے افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعے حضرت مریم و آسیہ رضی اللہ عنہا کو سلام از نبی علیہ السلام حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بوقت وفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا اے خدیجہ تجھے سکرات کی تکلیف تو ہو رہی ہے لیکن اس میں تیرے لیے ہزاروں فائدے ہیں اور یاد رکھو جب تم بہشت میں پہنچو تو میری طرف سے اپنی سوکنوں کو سلام کہنا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کون ہیں آپ نے فرمایا وہ مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اور حلیمہ اخت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کی بالرفاء والبنین یعنی آپ کو شادی کی مبارک اور خدا کرے معاشرہ احسن ہو۔

فائدہ: رفاء بمعنی التئام و اتفاق اس سے حسن معاشرہ مراد ہے ابتدائے اسلام تک دولہا کو شادی کے دعائیہ کلمات یونہی کہے جاتے اسی لیے اس دعا میں البنین کہا جاتا ہے اور بنات کا ذکر نہ تھا کیونکہ انھیں بنات سے نفرت تھی لیکن بعد کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے کلمات کہنے سے روک

دیا اور فرمایا کہ دودا ساکو ان الفاظ سے دعا دیا کرو:

بارک اللہ لک و بارک علیک و جمع بینکما فی خیر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے اور تجھ پر برکتیں نازل فرمائے اور تمہیں خیر و بھلائی کے ساتھ جمع کرے۔

فائدہ: آیت میں ازواج کی تبدیلی سے دنیا کی عورتیں مراد ہیں ورنہ بہشت میں تو تمام عورتیں باکرہ ہوں گی اگرچہ وہ دنیا میں ثیب تھیں یا باکرہ۔ اور یہ مفہوم ہم نے ان طلقکن سے سمجھا۔

ہر بہشتی کی پانچسو حوریں: حدیث شریف میں ہے کہ بہشت میں ہر بہشتی کو پانچ سو حوریں اور چار ہزار ثیب اور آٹھ ہزار باکرہ ملیں گی۔ ایک ایک کے ساتھ ایک ایک معانقہ اس کی دنیا کی عمر کے برابر ہوگا۔

سوال: حدیث مذکور روایت کے خلاف ہے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کو فرمایا اے عورتو زیادہ سے زیادہ صدقہ خیرات کرو کیونکہ میں نے تمہاری اکثر کو دوزخ میں دیکھا۔

جواب: ہماری بیان کردہ حدیث سے بعض مرد مراد ہیں کیونکہ ابرار و متقین کے طبقات مختلف درجات میں ہوں گے چنانچہ ایک دوسری حدیث دلالت کرتی ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ادنیٰ درجہ اس شخص کا ہوگا جسے بہتر عورتیں اور اسی ہزار خادم ملیں گے۔

ازالۂ وہم: کثرت خدام کا ملنا بھی ناممکن نہیں کیونکہ مروی ہے کہ کفار کے اطفال اہل جنت کے خدام ہوں گے اور نہ صرف انہی خدام پر موقوف ہے بلکہ ان کے اور خدام بھی ہوں گے۔

سوال: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر معاملہ میں تخفیف اور آسانی کا درس دیتے ہیں پھر بہشت میں اتنی ازواج اور خدام کا ہونا تخفیف و آسانی کے خلاف ہے۔

جواب: یہ بھی منجملہ اسرار نبوت ہے اسی لیے آپ صلوٰۃ اور نساء سے کبھی سیر نہ ہوئے۔

نبوت کی قوت و طاقت: مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بطش و جماع میں چالیس مردوں کے برابر قوت و طاقت دی گئی۔

فائدہ: ہر حلال انسان کی طبیعت کو منغص کرتا ہے سوائے اس جماع کے جو درمیانی دقیقہ سے ہو اس لیے کہ وہ طبیعت کو صفائی اور عقل و قلب و سینہ کو جلا دیتا ہے اور شہوت شدیدہ کے اندفاع سے سکون ملتا ہے۔

فائدہ: خواص کی شہوت عوام جیسی نہیں کیونکہ خواص کی شہوات نور محبت کے بعد ہوتی ہے اور عوام

کی شہوت نور محبت سے پہلے۔

فوائد آیات:۔ آیات مذکورہ سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

(۱)۔ ناپسندیدہ حلال کو حرام کرنا اچھا نہیں۔
(۲)۔ زوجہ کی بلاوجہ رضا طلبی ناموزوں ہے۔
(۳)۔ کسی کا راز افشا مروت کے منافی ہے بالخصوص ظاہری و باطنی سلاطین کے اسرار تو ظاہر نہ کرنا اور ضروری ہے اس لیے کہ جب راز دو سے تجاوز کرتا ہے تو عام پھیل جاتا ہے۔
فائدہ:۔ دو سے راز بتانے والا اور جسے راز بتایا جائے مراد ہیں یا اس سے دو ہونٹ مراد ہیں۔
(۴)۔ لغزش اور خطاء کے بعد فوراً توبہ اور رجوع الی اللہ ضروری ہے تاکہ وہ لغزش اور غلطی قلب میں راسخ نہ ہو جائے اگر ایسا ہوا تو پھر قلب پر قساوۃ غلبہ ہو جائے گا جس کا ازالہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگا۔

(۵)۔ بکارت اور ظاہری حسن و جمال اور شیریں لسانی وغیرہ اگرچہ نفاست جسمانیہ کے لیے ہیں اور لوگوں کی نظروں میں اعلیٰ شے ہیں لیکن ایمان و اسلام اور فرمانبرداری اور توبہ وغیرہ نفاست روحانیہ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت مرغوب و مقبول ہیں۔
فائدہ:۔ نسب کی شرافت سے حسب کی شرافت افضل ہے اور حسب کی شرافت سے علم لدنی اور ادب شرعی مراد ہیں۔

سبق:۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو پرہیزگاری سے سنوارے یعنی محرمات سے بچے اور مکارم و اخلاق حسنہ اور اوصاف شریفہ مستحسنہ سے اپنے آپ کو مزین کرے۔

تفسیر عالمانہ:۔ یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم۔ قُوا وِقایۃٌ کے مصدر کا امر ہے بمعنی حفظ و حمایت و صیانت دراصل اوقیوا بمعنی اضربوا نفس سے یہاں پر انسان کی اپنی ذات مراد ہے۔ نفس امارہ مراد نہیں یعنی اے ایمان والو اپنے آپ کو بچاؤ اور دور رکھو معاصی کے ترک و طاعت کی بجاآوری سے۔

واھلیکم۔ اور اپنے اہل کو نصیحت اور تادیب و تعلیم سے دراصل اہلین تھا۔ اھل کی جمع ہے نون اضافت کی وجہ سے گر گیا خلاف قیاس پر کبھی اس کی اہالی جمع آتی ہے ہر وہ جو انسان کے عیال میں ہو اور اس کا خرچ اس کے ذمہ ہو جیسے عورت اور اولاد اور بہن بھائی اور چچا اور اس کا لڑکا اور خادم انھیں

کبھی اصحاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ :- اس سے ثابت ہوا کہ قریبی رشتہ داروں کو درجہ بدرجہ امر بالمعروف شروع کرنا ہے۔

حدیث شریف[1] میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو گھر میں کہتا ہے اے عزیزو نماز پڑھو، روزہ رکھو، یتیموں، مسکینوں، ہمسائیگان کو زکوٰۃ دو۔ اُمید ہے اللہ تعالیٰ تم سب کو بہشت میں یکجا رکھے گا۔

حدیث شریف (۲) میں ہے کہ تم سب کے سب نگران ہو اور ہر ایک نگران سے اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔

شرح الحدیث :- رعیت رعایت سے مشتق ہے بمعنی حفاظت یعنی تم سب قیامت میں اس حفاظت سے سوال کیے جاؤ گے جس کی نگرانی تم پر لازم ہے ہر حاکم اپنے حلقہ کے عوام کا نگران ہے اور ہر مرد اپنے اہل وعیال کا اور ہر عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کی اولاد کی اور ہر غلام سے اپنے آقا کے مال واسباب کا نگران ہے اور ہر نگران سے اسی نگرانی کے متعلق سوال ہوگا۔

فائدہ :- بعض نے کہا قیامت میں سب سے اس پر زیادہ عذاب ہوگا جس نے اپنے اہل وعیال سے بیخبری برتی۔

سوال :- اس حکم میں اقارب کی تخصیص کیسی جبکہ اس میں اقارب و اجانب برابر ہیں۔

جواب[1] :- الاقرب فالاقرب قرآنی حکم ہے کما قال اللہ تعالیٰ قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ان لوگوں سے جنگ کرو جو رشتہ میں تمھارے قریب ہیں۔ اور فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین۔ اور اپنے قبیلے کے ان لوگوں کو ڈر سناؤ جو تمھارے قریب تر ہیں۔

جواب (۲) :- کبھی اجانب کے لیے امر ونہی کے شرائط میسر نہیں ہوتے بخلاف اقارب کے کہ ان کے لیے ایسا نہیں بالخصوص اپنے اہل وعیال کے لیے کیونکہ انسان اپنے گھر میں بمنزلہ بادشاہ کے ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ :- بعض بزرگوں نے فرمایا آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنے نفوس کو دنیا کی محبت سے پاک کرو یہاں تک کہ تمھارے اقارب نیک ہو جائیں اور وہ تمہاری اتباع کو فخر سمجھیں اور جب تم دنیا کی رغبت دکھاؤ گے تو وہ بھی دنیا کی محبت میں منہمک ہو جائیں گے کیونکہ مقتداء کی لغزش کا اثر مقتدیوں پر مرتب ہوتا ہے۔

فائدہ :- حضرت قاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درحقیقت اہل وہ ہے جس سے روحانی تعلق اور عشقی اتصال ہو اس میں جسمانی اتصال ہو یا نہ ہو اور جس کے عشقی اتصال ہوگا اس سے دنیا و آخرت کا تعلق وابستہ رہے گا اسی لیے اس کی حفاظت ایسے ضروری ہے جیسے اپنے آپ کو آگ سے بچایا جاتا ہے کسی نے تزکیۂ نفس تو کیا لیکن اس

میں ابھی دنیا کی محبت ہو تو سمجھئے اسے نا تمام حقیقۃً تزکیہ نفس نصیب نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ دنیا کی محبت میں گرفتار رہے تو وہ اپنے ذور بازو سے جہنم میں لے جائے گی تو پھر وہ اس کے ساتھ دوزخ میں مجبوراً میں شامل رہے گا۔ اس کی ترکیب میں طبیعت داخلہ کا دخل ہو یا عالم طبیعۃ میں خارجی اُمور سے ثابت میں نفوس انسانیت کا اثر ہو۔

سبق :۔ چونکہ شرارت نفس سے بچنا مشکل ہے اسی لیے ضروری ہے کہ اصفیاء و اولیاء سے سچی محبت ہو تاکہ قیامت میں اُن کے ساتھ حشر ہو کیونکہ قیامت میں ہر انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے اسے محبت ہو[1]۔

نارؐ :۔ آگ کی ایک قسم۔

وقودھا۔ وقود وہ شے جو آگ میں جلائی جیسے لکڑی وغیرہ یعنی ایندھن وقود بالفتح ما یوقد بہ تلک النار۔ وہ شے جس سے آگ جلائی جائے اور بالضم آگ جلانا۔ بعض قرأتوں میں بالضم بھی پڑھا گیا ہے اس سے جلانے کے اسباب یا مبالغہ مطلوب ہو گا۔

الناس انسانوں اور جنوں کے کفار۔

سوال :۔ آیت میں جنوں کا ذکر نہیں۔

جواب (۱) :۔ چونکہ انسانوں کو ڈرانا مطلوب ہے اسی لیے ان کے ذکر پر اکتفا کیا گیا۔

جواب (۲) :۔ جنوں کے کفار انسانوں کے کفار کے تابع ہوتے ہیں اس لیے کہ سب سے پہلے تکذیب انسانوں کے کفار سے صادر ہوئی۔

والحجارۃ ۔ اور پتھر جو جہنم میں جلائے جائیں گے جیسے ایندھن جلتا ہے اس سے جہنم کے جلانے کی تیزی اور اس کی شدت قوت کا بیان ہے کیونکہ وہ آگ جو لکڑی کے بجائے پتھر سے جلائی[1]

---

[1] حضرت شیخ عطار قدس سرہ نے فرمایا ؎

حُبِّ درویشاں کلیدِ جنّت است
دشمنِ ایشاں لائق لعنت است

اسی لیے فقیر اویسی غفرلہٗ کہتا ہے ؎

احب الصالحین و ست منھم
لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

ترجمہ :۔ درویشوں (اولیاء) کی محبت جنت کی کنجی ہے ان کا دشمن لعنت کا مستحق ہے۔

جائے وہ تیز اور سخت تر ہوتی ہے اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ تمھاری آگ جہنم کی آگ کا ستروں حصہ ہے۔

حدیث شریف:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے کبریت کے پتھر مراد ہیں کیونکہ ان کی گرمی دوسری اشیاء کی بہ نسبت سخت تر اور جلنے میں جلد تر اور گندی بدبو والا اور بہت زیادہ دھواں دار اور جسموں کو سخت چمٹنے والا ہوتا ہے اس اعتبار سے کفار کو عذاب سخت تر ہو گا بعض نے کہا کہ ابتداءً پتھروں سے جہنم کی آگ جلائی جائے گی۔ اس کے بعد انسانوں کو اس میں پھینکا جائے گا۔

فائدہ: جناب کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ حجارہ سے کفار کے پتھروں کے وہ بُت مراد ہیں جن کی وہ پرستش کرتے ہیں۔ اس کی دلیل انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم ہے۔ الناس کا ذکر الحجارہ کے ساتھ اس لیے ہے کہ کفار ان پتھروں کو خود گھڑتے تھے اور پھر ان کی پرستش کرتے یا الحجارہ سے زر و سیم مراد ہے اس لیے کہ وہ بھی اصل میں پتھر ہیں۔

ے۔ زر و سیمند سنگ زرد و سفید
اندریں سنگہا مبند اُمید
دلے از سنگ سخت تر باید
کہ سنگیش راحت افزاید
دل ازیں سنگ اگر تو بر نکنی
سر ز حسرت بسے بسنگ زنی

ترجمہ :۔ زر و سیم دو سفید پتھر ہیں اُن دو پتھروں کا دل کو پابند نہ کر۔

(۲)۔ ہاں ان سے سنگ دل ہو جا اس لیے کہ ان کی سنگ دلی راحت بڑھاتی ہے۔

(۳)۔ اگر تم اس پتھر سے دل کو دور نہ رکھو گے تو افسوس کرتے ہوئے سر پتھروں پر مارو گے۔

صوفیانہ فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ الحجارہ سے وہ قلوب مراد ہیں جو قبول حق سے سختی میں پتھروں کی طرح ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں پتھروں سے تشبیہہ دی کما قال اللہ تعالیٰ فھی کالحجارۃ۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا۔ اے وہ لوگو جو ایمان علمی لائے ہو۔

قوا انفسکم و اھلیکم۔ اپنے قوائے روحانیہ کو بعد وطرد کے حجاب کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن ان لوگوں کا وجود ہے جنہوں نے الست بربکم قالوا بلیٰ کے وعدہ کو بھلا دیا اور قلوب قاسیہ کے پتھر سے ان صفات بشریہ طبعیہ حیوانیہ بہیمیہ سبعیہ شیطانیہ مراد ہیں۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ نے اس نار سے مؤمنوں کو بچنے کا اس لیے امر فرمایا ہے کہ یہ آگ صرف کفار کے لیے ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔ اس سے مبالغہ اور تحذیر مراد ہے اگرچہ فساق کے دوزخ میں رہنے کے مقامات کفار کے مقامات کے اوپر ہیں لیکن ہوں گے وہ بھی کفار کے تابع اور ایک ہی دار میں ہوں گے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے مومنو! تم فاسقوں کے کردار سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ ان کے کردار تمہیں کفار کی مجاورت میں لے جائیں گے اور یہ جہنم اصالت کفار کے لیے تیار کی گئی ہے اگر تم فساق کے کردار کے مرتکب ہو گے تو تمہیں بالتبع کفار کے ساتھ رہنا ہوگا نیز ممکن ہے کہ یہاں پر ارتداد سے بچنے کا حکم ہو (کذا فی التفسیر الکبیر)

علیہا۔ اس عظیم الھول آگ پر۔ ملٰئکۃ۔ فرشتے مقربین جو اس کے جملہ امور متولی ہیں اور اس میں رہنے والوں کو عذاب کرنے پر مامور ہیں ان سے زبانیہ مراد ہیں جن کی تعداد انیس[۱۹] ہے اور ان کے رفقائے کار بھی (جو لاتعداد ہیں)۔

فائدہ صوفیانہ:۔ حضرت قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ان ملائکہ سے وہ قوائے سماویہ وملکوتیہ فعلیہ مراد ہیں جو امور مرضیہ پر مامور ہیں اور امور مرضیہ سے روحانیات کواکب سبعہ اور بارہ بروج مراد ہیں جو کلیم ان انیس ہیں اور انھیں زبانیہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور ساتھ وہ مالک جو دوزخ کا چیف افسر ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک وہ طبیعت جسمانیہ مراد ہے جو عالم سفلی پر مقرر ہے۔ قوی ملکوت کو جو اجسام میں ہیں انھیں اگر نفوس انسانیہ سے مجرد کر لیا جائے تو وہ اپنے ان مراتب سے ترقی کر کے عالم جبروت میں پہنچ سکتے ہیں اور پھر قوائے ملکوتیہ میں اثر انداز ہو سکتے ہیں لیکن وہ چونکہ امور بدنیہ میں منغمس ہیں اور ان کے تعلقات اجرام ہیولانیہ سے وابستہ ہو گئے ہیں جنہیں الحجارۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انہیں میں یہ محبوس ہو کر ان کے ہاتھوں عذاب پاتے ہیں۔

غلاظ۔ سخت دل ہیں۔ غلیظ کی جمع ہے بمعنی سخت، یعنی وہ دل جو شفقت و رحمت سے خالی ہو۔
شداد۔ سخت قوی والے ہیں شدید کی جمع ہے بمعنی قوی یعنی وہ ایسے قوی ہیں جو اپنے دشمن کے

انتقام سے عاجز نہیں جس کام پر مامور ہوتے ہیں اسے مکمل کیے بغیر نہیں چھوڑتے بعض نے کہا بات کرنے میں سخت گیر اور کام کرنے میں قوی ہیں۔ وہ ہاتھ پاؤں دونوں سے برابر کام کرتے ہیں۔ ان سے رحم کی درخواست کی جائے تو رحم نہیں کرتے کیونکہ وہ غیظ و غضب سے پیدا کئے گئے ہیں اور قہر و جبر ان کی طبیعت ہے انہیں غیظ و غضب اور قہر و جبر میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ خلق خدا پر عذاب کرنا اور ان پر رحم نہ کرنا ان کی طبیعت کا تقاضا ہے جیسے حیوان کا کھانا پینا اس کی فطرت ہے ایسے ہی مذکورہ امور ان کی جبلی عادت ہے۔ ایک کاندھے سے دوسرے کاندھے تک ایک سال کی راہ ہے یا جیسے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت ہے ان کی چابک کی ایک مار سے ستر ہزار سال کی مسافت تک کفار نیچے جہنم میں دھنس جائیں گے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم۔ یعنی جب انہیں کفار کو عذاب دینے کا حکم ہوتا ہے تو نافرمانی کرتے ہیں۔ یہ اللہ سے بدل الاشتمال اور ما مصدریہ ہے یا یہ دراصل فیما امرھم بہ تھا۔ نزع الخافض[1] کے طور حرف جارہ حذف کر دیا گیا ہے اور ما موصولہ ہے یعنی جو حکم ان کے ذمہ ہوتا ہے اس کے قبول کرنے سے نہیں رکتے بلکہ اس کی ادائیگی کا پختہ عزم رکھتا ہے آنے والا اور یہ جملہ کا ایک معنیٰ نہیں۔

حضرت کاشفی مرحوم نے لکھا ہے

برشوت فریفتہ نشوند تا مخالفت امر باید کرد
کاعوان ملوک الدنیا یمتعون بالرشوۃ

ترجمہ:۔ وہ رشوت پر فریفتہ ہو کر امر الٰہی کی مخالفت نہیں کرتے جیسے دنیوی بادشاہوں کے ملازموں کا کام ہے کہ وہ رشوت لے کر اصل حکم کے خلاف کرتے ہیں۔

و یفعلون ما یؤمرون۔ اور بغیر سستی اور بلا تاخیر اور کمی و زیادتی سے دور ہو کر وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ہوتا ہے اور قاضی نے فرمایا کہ جو زمانہ ماضی میں انہیں حکم ہوا اس میں بھی نافرمانی نہ کی اور انہیں جو انہیں حکم ہوگا اس پر بھی کاربند ہوں گے۔

سوال:۔ ماضی میں امر اور مستقبل میں نفی عصیان کی کیا وجہ ہے حالانکہ عصیان و عدم عصیان ہر دونوں امر کے بعد ہوتے ہیں اس کے بعد پھر مستقبل میں بھی امر فرمایا۔

جواب:۔ چونکہ کفار و مشرکین کو بار بار عذاب ہوگا اس پر تنبیہ ہو جائے کہ وہ کسی وقت بھی نافرمانی نہیں کرتے۔

---

[1] حرف جارہ حذف کر کے مجرور کو مفتوح پڑھنا ۱۲ اویسی غفرلہ

مسئلہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ آیت سے ملائکہ سماویہ کی عصمت کا ثبوت ہے کیونکہ وہ بلانزاع عقول مجردہ ہیں اور شہوت سے پاک ہیں اسی لیے وہ بالذات مطیع ہوتے ہیں بخلاف بشر اور ارضی ملائکہ کے کہ ان کے بعض صرف آسمانوں تک جا سکتے ہیں اور بعض صرف زمین پر رہتے ہیں جیسے آسمان کے بعض ایسے فرشتے ہیں جو کبھی زمین پر نہیں اُترتے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انھیں نہی نہیں کی جاتی اور یہ نہی کے ترک منہیات کی عبادت سے فارغ ہیں بخلاف جن و انس کے کہ وہ ہر امر و نہی کی وجہ سے ماجور ہوتے ہیں ایسے ہی ملائکہ زمین کا حال ہے کیونکہ ان کو امر کے مطابق عمل کرنے اور نہی کے موافق رک جانے سے اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے۔

سوال:۔ امام کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ متروک کا ترک بھی تو ایک عمل ہے کیونکہ صحیح تر یہ ہے کہ ترک بمعنی کف النفس (نفس کو روکنا) اور اس کی نیت ضروری ہے۔

جواب:۔ یہ اُس وقت ہے جب اُمر شارع کی فرمانبرداری یا تحصیل ثواب مطلوب ہو اگر اپنے سے عذاب اسقاط مقصود تو پھر سوال پیدا نہیں ہوتا مثلاً تارک زنا تحصیل ثواب کے لیے نیت کا محتاج ہے۔ اور یہ جو عام مشہور ہے اعمال منہیہ کے ترک کے لیے نیت کی محتاجی نہیں۔ الخ ان کا مطلب بھی یہی اسقاط ہوتا ہے یعنی اگر ترک فعل سے تحصیل ثواب وامتثال اُمر شارع مراد ہو تو پھر ضروری ہے کہ ترک فعل سے مقصود یہ ہو کہ شارع کے اُمر کی فرمانبرداری ہو اس معنی پر تارک زنا کا ترک زنا سے امتثال امر الٰہی مطلوب ہو تو ثواب پائے گا۔

یا ایہا الذین کفروا۔ جب ملائکہ بحکم خداوندی کفار کو جہنم میں داخل کریں گے تو انھیں کہیں گے تو وہ اپنے عذر پیش کرنے شروع کردیں گے انھیں ملائکہ فرمائیں گے اے کافرو لا تعتذروا الیوم آج عذر مت کرو کیونکہ تمھارا عذر نا قابل قبول ہے اور نہ ہی تمھیں اس عذر سے کوئی فائدہ ہوگا۔

فائدہ:۔ حضرت قاشانی نے فرمایا کہ بدن کے خراب ہونے اور ہیآت مظلمہ کے راسخ ہونے کے بعد سوائے جزائے اعمال کے اور کچھ نہ ہوگا کیونکہ مرنے کے بعد تکمیل کا معاملہ ختم۔

حل لغات:۔ الاعتذار بمعنی عذر چاہنا۔ اہل عرب کہتے ہیں **اعتذرت الی فلان من جرمی** میں نے اپنے جرم کا فلاں سے عذر چاہا۔ یہ مِنْ سے متعدی ہوتا ہے۔ عذر کبھی محقق ہوتا ہے کبھی غیر محقق۔ امام راغب نے فرمایا کہ عذر زبان سے اپنی غلطی کا ازالہ کرنا وہ تین طرح ہے مثلاً کہے:۔

(۱) لم افعل (میں نے غلطی نہیں کی)

(۲) فعلت لاجل کذا (میں نے فلاں وجہ سے یہ فعل کیا)۔ اس سے اس کی کوشش ہو کہ وہ غیر مجرم ثابت ہو۔

(۳)۔ فعلت ولا اعود۔ میں نے یہ فعل کیا ہے لیکن آئندہ نہیں کروں گا۔ یہی تیسری قسم توبہ ہے کیونکہ ہر توبہ کو عذر کہہ سکتے ہیں لیکن ہر عذر کو توبہ نہیں کہا جا سکتا۔ نیز اہل عرب کہتے ہیں اعتذرت الیہ۔ یعنی میں اس کے ہاں عذر لایا اور کہتے ہیں عذرتہ یعنی میں نے اس کا عذر قبول کیا۔

انما تجزون ما کنتم تعملون ۔ وہ کفر و معاصی جن سے تمھیں دنیا میں سختی سے روکا گیا لیکن تم باز نہ آئے اور ایمان و طاعت کا تمھیں حکم ہوا اور تم نے انھیں بجالایا تو تمھیں ان کی جزا و سزا ملے گی۔ اب تمھارا کوئی عذر قبول نہ ہو گا نیز برائی کا ارتکاب کر کے پھر عذر کرنا یہ صرف ان کا اپنا خیال ہو گا کہ وہ عذر کر لیں گے یہ کوئی شے نہیں۔

فائدہ:۔ بعض اہل تفاسیر نے لکھا کہ کافروں کو کہا جائے گا کہ آج عذر مت کرو کیونکہ آج تمھارے عذر کی کوئی قدر و قیمت نہیں کہ جسے قبول کیا جائے اور پھر اس سے تمھیں فائدہ ہو۔

فائدہ:۔ اگر یہ نہی ان کے عذر لانے سے پہلے ہو گی تو پھر یہ اس ارشاد گرامی ولا یؤذن لھم فیعتذرون کے موافق ہے اگر ان کے عذر لانے کے بعد نہی کی جائے گی تو پھر یہ قول مؤول ہو گا اور اس کی تقریر یوں ہو گی کہ انہیں اجازت نہ ہو گی کہ وہ اپنا عذر مکمل کر سکیں یا اسے سنا جا سکے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے فرمایئے! انھیں جنھوں نے باطل کے ساتھ حق کو چھپایا اور وہ جو دنیا میں شہود حق سے محجوب رہے کہ تم آخرت میں مشاہدۂ حق طلب نہ کرنا اس لیے کہ آج تمھاری سزا یہی ہے کہ تمھیں رؤیت حق سے محروم رکھا جائے کیونکہ تم اسے دنیا میں نہ دیکھ سکے۔ کما قال اللہ تعالیٰ من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا۔

فائدہ:۔ اعمال صالحہ کے ترک پر غم صرف عوام کو ہو گا ورنہ عارفین تو اپنے اعمال کو لاشے سمجھتے تھے اسی لیے انہیں کوئی غم نہ ہو گا۔ ویسے ترک عمل پر حسرت کیسی جبکہ ہر ایک کو تقدیر کا لکھا ملے گا ہر بندے پر اس پر راضی ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ عرفاء کا یہ کہنا کہ ہم بڑی کوتاہی کرنے والے ہیں یہ ان کی کسر نفسی ہے حقیقتاً ان کا مذہب یہ ہے کہ ذرہ برابر بھی کسی کے لیے نہ کوئی شے بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے ورنہ اعمال کے گھٹنے بڑھنے پر عارفین کے لیے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ
عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ
وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ
وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ
الْمَصِيْرُ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ
نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا
صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ
قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ
عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ
مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ
اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ
بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

وقف لازم

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اُتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور اُن کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بیشک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے اے غیب بتانے والے (نبی) کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کرو اور اُن پر سختی فرماؤ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بُرا انجام اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت اور ہمارے بندوں میں دو سزاوار قرب بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر اُنھوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی جب اس نے عرض کی اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں ہوئی۔

بقیہ صفحہ ۵۷۹:۔ یہ تصور اور خیال کرنا کہ انہیں اس پر پریشانی ہوگی غلط ہے۔

ع در دائرۂ قسمت نقطۂ من تسلیم

ترجمہ:۔ دائرۂ قسمت میں میرا نقطہ تسلیم و رضا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ یا ایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃً نصوحًا۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو۔

حل لغات:۔ توبہ اعتذار کے بلیغ ترین وجوہ سے ہے مثلاً اعتراف کے طور پر کہے فعلت۔ یہ فعل میں نے کیا ہے۔ اسأت۔ میں نے بُرا کیا۔ وقد اقلت۔ میرے سے کوتاہی ہوئی۔ اصطلاح شرع میں توبہ بمعنی گناہ کے قبح کی وجہ سے اسے ترک کرنا اور جو اس سے کوتاہی ہوئی اس سے نادم ہونا اور پختہ ارادہ کرنا کہ پھر ایسا نہیں کرے گا بلکہ حتی الامکان اس غلطی کا تدارک کرنا یعنی اس کے بالمقابل اعمال

صالحہ کی حتیٰ الامکان جدوجہد کرنا جس میں یہ چار شرائط مکمل ہوں سمجھئے کہ توبہ قبول ہوئی۔ (کذا فی المفردات)

النصح بمعنی کسی دوسرے کی خیرو بھلائی کے لیے قول و فعل سے کوشش کرنا۔

النصوح۔ صیغہ مبالغہ ہے بروزن فعول جیسے کہا جاتا ہے رَجُلٌ صَبُوْرٌ و شَکُوْرٌ یعنی دوسروں کی خیر خواہی میں بہت زیادہ جدوجہد کرنے والا۔ علی طریق الاسناد المجازی توبہ کی صفت ہے ورنہ درحقیقت "تائبین" کی صفت ہونی چاہیئے۔ بایں معنی کہ وہ اپنی خیر و بھلائی کی جدوجہد کریں اور وہ اعمال و افعال عمل میں لائیں جو توبہ کے مقتضی ہیں یعنی برائیوں سے اُن کے قبائح کی وجہ سے تائب اور نادم ہوں اور ہر وقت توبہ کرنے کو غنیمت سمجھیں اور پختہ ارادہ رکھیں کہ آئندہ پھر برائیوں کا ارتکاب نہیں کریں گے بلکہ اس گناہ کو اپنے لیے ایسے ناممکن سمجھیں جیسے دودھ کا پستانوں میں واپس لوٹنا ناممکن ہے بلکہ یہ خیال کریں کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور آگ میں جل کر راکھ ہو جانا منظور ہے لیکن گناہ کرنا منظور نہیں۔

حکایت: سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک اعرابی کو سُنا وہ کہہ رہا تھا اَللّٰھُمَّ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ اے اللہ میں تجھ سے استغفار اور توبہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایسے زبان سے توبہ و استغفار چاہنا کذابوں کا کام ہے اس نے عرض کی تو پھر حقیقی کس طرح ہو گی آپ نے فرمایا حقیقی توبہ کی چھ شرائط ہیں:-

(۱)۔ گزشتہ گناہوں پر ندامت۔

(۲)۔ فرائض کا اعادہ اگر قضا ہوں مثلاً نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔

(۳)۔ پختہ ارادہ کرنا کہ پھر وہ گناہ ہرگز نہیں کروں گا۔

(۴) مظالم کا رد۔

(۵) حقوق العباد کی ادائیگی یعنی جس کے حق میں غلطی ہوئی اسے راضی کرنا۔

(۶)۔ اپنے نفس میں طاعت الٰہی پہ ڈال دینا کہ لمحہ بھر بھی مہلت نہ ہو جیسے اس کی غلطی پر اسے سزا دی جا رہی ہے اور اسے طاعت کا مزہ چکھانا جیسے اس نے معصیت کے مزے لوٹے۔

فائدہ: سعدی مفتی مرحوم نے فرمایا کہ اہل سنت کے مذہب میں توبہ کے لیے اتنا کافی ہے کہ گناہوں پر نادم ہو اور پختہ ارادہ کرے کہ پھر ایسا نہ ہو گا۔ معتزلہ کا مذہب ہے کہ رد مظالم بھی ضروری ہے ہمارے نزدیک یہ توبہ کے وجوب میں سے نہیں۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جب تک جمیع مخالفات کا ترک نہ ہو حقیقی توبہ نہ ہو گی۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ النصوح نصاحت سے ہے بمعنی الثوب بالفتح یعنی کپڑا سینا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ

ایسی توبہ جو تیرے دین کے کپڑے پھاڑے گئے انھیں سینا اور وہ جو اس میں خلل واقع ہوا اُسے درست کرنا۔
حدیث شریف میں ہے مومن کمزور اور پھاڑ کر سینے والا ہے خوشی ہو اُسے جو اپنے پھاڑ سیتے ہوئے مر یعنی اس کے دین میں خلل واقع ہو تو وہ اسے توبہ سے درست کرلے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی فرمان ہے استقیموا ولن تحصوا تمھیں ممکن نہیں کہ تم ہر شے میں صحیح رہو کہ کسی معاملہ دینی میں خامی واقع نہ ہو اسی سے ہے یا حنظلۃ ساعۃ فساعۃ۔ اے حنظلہ گھڑی گھڑی کا فرق سمجھو۔ زمخشری کے بلاغات سے ہے مَا منع قول الناصح ان یرقع وقلت۔ جو خیر خواہ تیرے پھاڑ کو درست کرتا ہے اسے کوئی ممانعت نہیں اس میں خیر خواہ کو اس دوست سے تشبیہ دی جو دوست کی کمی نہ دیکھ کر اس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے جیسے پھٹے کپڑے سے عیب نظر آنے پر دوسرا شخص اس عیب کو ڈھانپنے کے لیے کہے۔ بعض نے کہا توبۃ النصوح سے خالص توبہ مراد ہے ان کے قول عسل ناصح سے ماخوذ ہے وہ شہد کہ جس میں موم کی ملاوٹ نہ ہو خالص توبہ کو اسی شہد سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ممکن ہے اس سے وہ توبہ مراد ہو جو اپنی طرف ملانے والی ہو کہ تائب کے اندر توبہ کے آثار نمایاں ہوں یعنی توبہ کے مقتضیات پر عزیمت اور جد وجہد سے عمل کرنا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گزشتہ گناہوں کو یاد کرکے گریہ وزاری سے وقت بسر کرنا اور ہر وقت خطرہ ہو کہ پھر اس گناہ کا ارتکاب نہ ہو اور بُری صحبت سے دور رہنا اور اہل جنت کی صحبت اختیار کرنا۔ حضرت تستری قدس سرہ نے فرمایا اس سے اہل سنت کی توبہ مراد ہے ورنہ بتدع (بدعت سیئہ کا مرتکب) کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعت سیئہ کے مرتکب پر رکاوٹ ڈال دی ہے کہ توبہ کا نام لے۔ حضرت واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایسی توبہ مراد ہے جس میں کسی قسم کی غرض نہ ہو۔

نکتہ: حضرت الشیخ ابو عبداللہ بن خفیف قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے توبہ کا مطالبہ اس لیے فرمایا کہ اس سے جو بندے دوری اختیار کر چکے اس سے باز آجائیں اور النصوح کا مطلب یہ ہے کہ اس توبہ میں صدق وصفائی اور خلوص ہو اور حسن خلقی کا ارتکاب ہو اس سے ظاہراً و باطناً قولاً فکراً ہر لحاظ سے تائب ہو۔

فائدہ: حضرت قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ توبہ کے تقویٰ کی طرح مراتب ہیں جیسے تقویٰ کا اول مرتبہ یہ ہے کہ منہیات شرعیہ سے اجتناب اور آخر یہ ہے کہ انانیت کو خیرباد کہنا۔ ایسے ہی توبہ کا اول مرتبہ رجوع عن المعاصی ہے اور آخری رجوع عن ذنب الوجود المجازی کیونکہ صوفیاء کے نزدیک یہ امہات الکبائر سے ہے۔

ہ توبہ چوں باشد پشیمان آمدن
بر درِ حق نو مسلمان آمدن
خدمتے از سر گرفتن با نیاز
با حقیقت روئے کردن از مجاز

ترجمہ:۔ توبہ پریشان ہونے اور درِ حق پہ نو مسلم ہو کر آنے کا نام ہے۔
خدمت عبادت کو خیال و تصور سے نکال دینا اور حقیقت کی طرف منہ کرنا اور مجاز سے روگردانی کرنا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے آیت میں ان اہلِ ایمان کی طرف اشارہ ہے جن کے قدم اراضِ ایمان میں کاملین کی طرح راسخ نہیں اور اس میں برانگیختہ کیا گیا ہے کہ بندے پر لازم ہے کہ وہ دنیا اور اس کی محبت سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگ جائے یہاں تک کہ اس کی جتنی کوتاہیاں ہوئیں اور لذاتِ جسمانیہ اور شہواتِ حیوانیہ اس میں ہیں سب کا قلع قمع ہو جائے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ عوام کی توبہ ہے کہ خطاؤں سے باز آنا اور خواص کی توبہ غفلتوں کو دور کرنا اور اخص الخواص کا اپنے اعمال صالحہ پر نظر رکھنے سے توبہ کرنا۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو توبہ کرو اس لیے کہ میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔

فائدہ:۔ الناس میں تمام مرد اور عورتیں داخل ہیں۔

مسئلہ:۔ توبہ فی الفور اور جلدی ضروری ہے اس لیے کہ تاخیر سے انسان جرم میں منہمک ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔ اصرار پر صغیرہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

فائدہ:۔ توبہ کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا تصور ہی اس کے ذہن سے اٹھ جائے کیونکہ گناہ کو پھر یاد کرے گا تو گویا وہ توبہ اس کی کسی غرض سے تھی اس کے باوجود بھی کبھی توبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ دنیوی سزا توبہ سے معاف نہیں ہوتی مثلاً چوری کر کے چور توبہ کرے تو حاکم اس کا ہاتھ ضرور کاٹے گا کیونکہ صرف توبہ سے حدِ شرعی معاف نہ ہو جائے گی جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماعز رضی اللہ عنہ کی توبہ ایسی مقبول ہوئی ہے کہ اگر وہ اہلِ مدینہ پر تقسیم کی جائے تب بھی وہ بچ جائے گی۔ اس کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو سنگسار فرمایا اسے

اچھی طرح جان لے۔

قصہ توبۃ النصوح از مثنوی شریف:- گزشتہ دور میں نصوح نامی شخص تھا جو زناکاری میں مبتلا رہا اس کا چہرہ عورتوں جیسا تھا اس لیے وہ اپنا مرد ہونا مخفی رکھ کر عورت بنا رہا۔ عورتوں میں گھس جاتا اور زنا کا ارتکاب کرتا۔ اس پر کسی کو شک بھی نہ گزرتا اس لیے کہ اس کا نہ صرف چہرہ بلکہ اس کی آواز اور اس کا جسم کا ہر حصہ عورتوں کی طرح تھا۔ وہ بادشاہوں کی لڑکیوں تک زنا کا ارتکاب کرتا رہا۔ عرصہ دراز اس میں مبتلا رہا بارہا توبہ بھی کی لیکن بے سود کیونکہ نفس خبیث اس پر غالب تھا۔ ایک دن ایک بزرگ کے ہاں حاضر ہو کر دعا طلب کی اگرچہ وہ بزرگ اس کے حالات سے باخبر تھے لیکن پردہ فاش نہ کیا صرف اتنا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے توبہ کی توفیق بخشے بزرگ کی دعا اثر کر گئی کہ نصوح کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کا ایک سبب بنایا وہ اس طرح کہ جس حمام میں یہ تمام عورتیں جمع ہوتیں وہاں شہزادی کا بیش بہا موتی گم ہو گیا جس کی تلاش میں تمام عورتیں حیران و سرگردان تھیں۔ حمام کو ہر طرف سے بند کر دیا تاکہ کوئی وہاں سے باہر نہ جا سکے اور تمام عورتوں کا سامان ایک ایک کر کے دیکھا گیا لیکن موتی نہ ملا۔ بالآخر فیصلہ ہوا کہ ہر عورت کو ننگا کیا جائے اور یہ کام ایک دایہ (عورت) کے سپرد ہوا۔ دایہ نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اور نصوح دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے زاریاں کر رہا تھا کہ یارب بارہا میں نے توبہ کر کے توڑی۔ اب میرا پردہ رکھئے کہ اگر پردہ فاش ہو گیا تو پھر میری خیر نہیں اگر میرا پردہ رہ گیا تو پھر میں تمام گناہوں سے سچے دل سے توبہ کروں گا کبھی یہ فعل بد کا ارتکاب نہ کروں گا۔ اگر اس کے بعد بھی میں باز نہ آؤں تو پھر جو چاہے کرنا۔ اسی طرح بہ عجز و نیاز سے اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہا تھا کہ دایہ نے کہا کہ اب نصوح کے کپڑے اتارو۔ نصوح سنتے ہی بیہوش ہو گیا بلکہ جسم بے جان کی طرح پڑا تھا۔ ابھی اس کے پردے اتارنے کی باری نہیں آئی تھی کہ یک لخت شور اٹھا کہ قیمتی موتی مل گیا ہے اس سے نصوح کی جان میں جان آئی۔ پھر تو ہر عورت اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگی اور ہر ایک یہی کہتی کہ ہم سب کا موتی کی چوری کا گمان تجھ پر تھا لیکن غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ موتی ہاتھ میں لے کر چلیں اور نصوص کو بھی اعزاز اٹھا لیا۔ لیکن یہ ان سے آنکھ چرا کر باہر نکل گیا اور اللہ تعالیٰ سے کہا یارب تیرا احسان و کرم کی حد نہیں میں ساری زندگی ادا کروں تو کہاں اگر میرا ہر بال زبان ہو کر تیرا شکر کرے تو کس طرح کرے۔

ایک دن کسی نے کہا کہ تجھے شہزادی بلا رہی ہے اور تجھ سے سر دھونے کا کام کرانا چاہتی

سے ہے کہا کہ اسے جا کر کہو کہ اب میں بیمار ہوں اور میرے ہاتھ پاؤں کام کے نہیں رہے۔ اس کے انکار کے بعد دل میں کہا میں ایک بار تو موت کے منہ سے نکل آیا ہوں اب دوبارہ اس کے منہ میں جانا درست نہیں۔ اب الحمد کے بعد مضبوط اور پختہ توبہ نصیب ہو گئی۔ اسے اب نہیں توڑوں گا۔ جان جائے تو جائے لیکن توبہ بحال رہے گی کیونکہ ایسا منظر دیکھا اور بچ گیا اس کے باوجود اگر غلطی ہو گئی تو گدھوں سے بدتر ہوں گا۔

عسیٰ ربکم۔ قریب ہے تمہارا رب۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم واجب فرمایا کہ تمہارے تائب۔

ان یکفر عنکم سیاٰتکم۔ تمہارے گناہ ڈھانپے بلکہ انہیں مٹا کر ان کے عوض نیکیاں لکھ دے۔
ویدخلکم جنات۔ اور جنات میں داخل فرمائے۔ جنّات کی جمع مخاطبین کی کثرت کی وجہ سے ہے اس لیے کہ ان میں ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بہشت ملے گی یا بہشت کے متعدد ہونے کی وجہ سے کیونکہ ہر ایک بہشتی کو بہشت کے مختلف قسم کے باغات ملیں گے۔ تجری من تحتہا الانہار۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

سوال:۔ عسیٰ طمع ورجاء (امید) دلانے کے لیے مستعمل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے لیے یہ کلمہ مستعمل ہو۔

جواب:۔ شاہوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو ایسے کلمات استعمال کرتے ہیں لیکن اس میں انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔ نیز اس میں اشارہ بھی ہے کہ گناہ معاف کرنا اس کی نوازش اور مہربانی ہے۔ اس کے فضل و احسان کے لیے توبہ نقد روش نہیں۔ نیز اس میں تنبیہ ہے کہ بندہ خوف ورجا کے درمیان میں رہے اور طاعت و عبادت کی ادائیگی میں سستی سے کام نہ لے۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ گناہ معاف کرنے میں جہنم سے نجات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ گناہ دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہے اور جب سبب زائل ہو جائے گا تو مسبب خود بخود ختم ہو جائے گا اور بہشت میں داخل کرنے میں قرب الٰہی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بہشت قرب الٰہی اور کرامت کا مقام ہے اور جریان الانہار میں حیاۃ ابدیہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ پانی حیات کا اصل و عنصر کا ہے۔

سبق:۔ انسان پر لازم ہے کہ ان انہار کے حصول کے لیے علم کا پانی اور فطرۃ کا دودھ اور الہام کا شہد اور حال کا خمر حاصل کرے کیونکہ جب دنیا میں حیات معنوی انہی اسباب سے حاصل ہوتی ہے ایسے ہی آخرت کی حیات اس کی صورتوں سے حاصل ہو گی۔

تفسیر عالمانہ: یوم لا یخزی اللہ النبی۔ یہ یا خلکم کی ظرف ہے۔ الاخذا بمعنی دور کرنا۔ رسوا کرنا۔ خوار کرنا۔ ہلاک کرنا۔ اور یہ کلمات قریب المعانی ہیں (کذا فی تاج المصادر)

النبی میں الف ولام عہد کا ہے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں یعنی قیامت میں اللہ تعالیٰ نہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عذاب کرے گا اور نہ ہی گنہ گاروں کے حق میں ان کی شفاعت مسترد کرے گا۔

خزی کی تفسیریں: (۱) اہل تفاسیر نے فرمایا کہ یخزی الخزی سے ہے بمعنی الفضاحۃ اس سے کافروں کو تعریض ہے یعنی اللہ تعالیٰ رسوا کرتے ہوئے کافروں کو فرماتا ہے کہ اے کافرو آج صرف تمھیں رسوائی ہے۔

(۲)۔ بعض نے کہا کہ یہ الخزایۃ سے ہے بمعنی الحیاء والخجل لیکن پہلا معنیٰ زیادہ موزوں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہی مناسب ہے بالخصوص کلام کا اختتام انھیں پر ہوُا اور اگر پہلا معنیٰ مراد ہو تو معنی یہ ہے کہ اُمت کی رسوائی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسوائی جیسا کہ آپ کی دُعا سے واضح ہے چنانچہ بارگاہِ حق میں عرض کیا اللھم لا تخزنا یوم القیمۃ اور عرض کیا لا تفضحنا یوم اللقاء۔ اگر اُمت مراد نہ ہوتی اور صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہوتے تو دعا میں کہتے ولا تخزنی جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی ولا تخزنی یوم یبعثون اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کا صیغہ اسی لیے بیان کیا تاکہ یہ دُعا اُمت کو بھی شامل ہو جائے اور اپنے آپ کو شامل فرمانا یہ آپ کی کمال مروت کی دلیل ہے۔

(۳)۔ الخزی سے عذاب مراد ہے لیکن بہتر ہے کہ اسے عام رکھا جائے تاکہ ہر طرح کی رُسوائی حساب وکتاب وعقاب شامل ہو۔

والذین اٰمنوا معہ۔ اور وہ مومن اس کے ساتھ ہیں۔ اس کا عطف النبی پر ہے اور معہ لا یخزی کا صلہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو رسوا نہ کرے گا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسلم کے ساتھ ایمان لائے لیکن یہاں قیامت تک تمام اہل ایمان مراد ہیں یا ایھا الذین موصول سے حال ہے بمعنی کائنین معہ یا اٰمنوا۔ کے متعلق ہے یہ اسلمت مع سلیمان کے موافق ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان مومنوں کو رسوا نہ کرے گا جنہوں نے ایمان میں آپ کی اتباع کی اس معنیٰ کی تائید اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون سے ہوتی ہے۔ انہیں رسوا نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُنھیں بُرے عذاب میں مبتلا نہ کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی غلطیوں پہ انھیں عار دلائی جائے گی اور نہ ہی وہ معتوب ہوں گے اور

وہ ذلت حجاب سے بھی محفوظ ہوں گے اور نہ ہی انہیں سوالات کے جواب میں کوئی دقت ہوگی ان کے لیے حساب آسان ہوگا بلکہ ان کے بعض کا تو سرے سے حساب بھی نہ ہوگا ان کے ساتھ نرمی ہوگی اور جمال الٰہی سے انہیں سرفراز فرمایا جائے گا اور ان کے مقاصد پورے کیے جائیں گے اور انہیں اپنے عزیزوں کی شفاعت کی عام اجازت ہوگی۔

فائدہ:۔ حضرت داؤد قیصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ **اسلمت مع سلیمان**۔ معنیٰ یہ ہے کہ حضرت بلقیس نے کہا میں نے سلیمان علیہ السلام کے اسلام کو قبول کیا یعنی میں نے اسلام اس طرح قبول کیا جیسے سلیمان علیہ السلام نے قبول فرمایا۔ یہ معیت وہی ہے جو آیت **کفیٰ باللہ شہیدا محمد رسول اللہ والذین معہ**۔ میں ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایمان کے ساتھ صحابہ کرام کی ایمان کو مقارنت نہیں ایسے ہی بلقیس کے ایمان کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایمان کو سمجھئے خلاصہ یہ کہ بلقیس نے کہا جیسے سلیمان علیہ السلام ایمان لائے میں بھی ایمان لائی۔ اس میں کافروں فاسقوں کو رسوا کرنا مطلوب ہے جو اہل ایمان و اسلام کو ہر وقت پریشان کرتے تھے اور ان اہل ایمان و اسلام کی تعریف کی جا رہی ہے جنہیں برائیوں سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ الذین الخ مبتدا ہے اس کا مابعد اس کی خبر ہے اور یہاں پر ایمان سے کامل ایمان مراد ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فاسق و فاجر مومن جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ **ونورھم** اور ان کے ایمان و طاعت کا نور مراد ہے جو پلصراط پر گزرتے ہوئے انہیں نصیب ہوگا اور عین المعانی میں ہے کہ نور اخلاص مراد ہے جو پلصراط پر اہل معاملہ کو کام دے گا یعنی ان کو ایسے ہوگا جیسے اندھیرے میں شمع جلائی جائے گی یا نور الصدق مراد ہے جو ارباب احوال کو نصیب ہوتا ہے جو ان کو قمر (چاند) کی طرح روشنی دے گا۔ اور نور الوفا جو اہل محبت کو نصیب ہوگا جو سورج کی طرح چمکے گا۔

یَسْعٰی۔ السعی بمعنی المشی المقوی السریع۔ قوت کے ساتھ تیزی سے چلنا اس میں اشارہ ہے کہ ان کے نور کی چمک بہت تیز ہوگی۔ **بین ایدیھم** یعنی ان کے آگے نور چمکے گا۔ ایدی ید کی جمع ہے اس سے شے کا اگلا حصّہ مراد ہے اور یہ اکثر آگے کے حصّے کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔

سوال:۔ ہر انسان کے صرف دو ہاتھ ہوتے ہیں اور یہاں جمع کا صیغہ کیوں؟

جواب (۱):۔ تثنیہ کے لیے جمع کے صیغے کا اطلاق آتا ہے۔

جواب (۲):۔ عبادت کی کثرت کی وجہ سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

ایمانھم۔ یمین کی جمع ہے بائیں جانب کا بالمقابل اور باد بمعنی عن ہے یعنی عن ایمانھم

و شمائلھم اور لفظ جہت کے معنیٰ میں ہے یعنی ان کو دائیں بائیں جانب سے نور نصیب ہوگا یا ہر طرف سے نور نصیب ہونا مراد ہے اور صرف ان دو جہتوں کا ذکر ان کی شرافت کی وجہ سے ہے ۔

دعاءِ نبوی:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعائے نور مشہور ہے وہ یہ ہے کہ:۔

اللھم اجعل فی قلبی نورًا و فی سمعی نورًا و فی بصری نورًا و عن یمینی نورًا و عن شمالی نورًا و امامی نورًا و خلفی نورًا وفوقی نورًا و تحتی نورًا وجعلنی نورًا ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ میرے دل اور کان اور آنکھ اور دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے اور اُوپر نیچے بلکہ مجھے ہمہ تن نور بنا دے ۔

فائدہ:۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ایدی اور ایمان اہل سعادت کے لیے ہے کیونکہ انہیں اعمال نامے آگے سے اور سیدھے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے بخلاف اہل شقاوت کے کہ انہیں پیٹھ کے پیچھے اور بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور یہی اہل سعادت و شقاوت کی علامت ہوگی اور بہ طریقہ ان کے لیے پلصراط سے گزر کر بہشت میں جانے اور موجب زینت ہوگا ۔

تفسیر صوفیانہ:۔ قاشانی نے لکھا کہ ان کا نور ان کے آگے دوڑے گا لیکن ان کی نظر و کمال علمی کے مطابق ایسے ہی ان کے دائیں جانب عمل و کمالِ عملی کے مطابق کیونکہ نورِ علمی وحدت کے چشمے سے اور عملی قلب سے ہے اور قلب نفس کے دائیں جانب ہے یا اس سے سابقین کا نور مراد ہے جو ان کے آگے دوڑے گا اور ان میں سے ابرار کا نور ان کے دائیں جانب دوڑے گا سورہ حدید میں اس کی تفصیل لکھ آئے ہیں ۔

حدیث شریف:۔ اہل ایمان کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوگا جو عوام سے مراتب میں بہت بڑے فاصلہ پر ہوگا اور عدن سے بھی زیادہ روشن ہوگا اور اہل ایمان کے بعض کا نور ان کے قدموں سے اُوپر نہ ہوگا ۔

تفسیر عالمانہ:۔ یقولون ۔ اہل ایمان کہیں گے یہی معنیٰ ظاہر ہے بایں معنیٰ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے لیے اور اہل ایمان اپنے لیے کہیں گے

لہ ہم کہتے ہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سراپا نور ہیں اور یہ حدیث پاک ہمارے دلائل میں سے ایک ہے اور علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کی دُعا مستجاب ہوئی ۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کا رسالہ "دعائے نبی"۔ اویسی غفرلہٗ

جبکہ منافقین کا نورایمان بجھ جائے گا تو انھیں اپنے نورایمان کے چھن جانے کا خطرہ ہوگا جیسا کہ انسانی فطرت ہے کہ ایسے مواقع پر خوفزدہ ہو جاتے ہیں تو یہ بھی اپنی زندگی کے گناہوں کو یاد کرکے متفکر ہو کر کہیں گے ربنا اے ہمارے پروردگار اتمم لنا نورنا. ہمارے انوار کی نگہبانی فرما اور انھیں باقی رکھ تاکہ ہم بسلامت یہاں سے گزر جائیں. یہاں پر اتمام سے (ادامتہ) باقی رکھنا مراد ہے تاکہ بسلامت دارالسلام تک پہنچ جائیں۔

واغفر لنا: اور گناہوں کی ظلمت سے پاک کر۔ انک علیٰ کل شیٔ قدیر. بیشک تو ہر شے پر قادر ہے منجملہ اس کے اتمام و مغفرت بھی ہے۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا ان کی تقرب الی اللہ کے ارادہ پر یہ دعا مانگیں گے کیونکہ اس وقت انہیں اتمام نور ومغفرت تو پہلے حاصل ہوں گے اس کی نظیر واستغفر لذنبک ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغفورلہٗ ہیں تو پھر انہیں گناہوں کی بخشش مانگنے کا کیا معنیٰ۔

سوال:۔ زمخشری نے لکھا ہے کہ جب وہ دارالتکلیف نہیں تو وہ تقرب الٰہی کی دعا کیسے چاہیں گے؟

جواب (۱):۔ فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ ان کا حال چونکہ متقربین جیسا ہوگا اسی لیے وہ رحمت مانگیں گے جسے مفسرین نے تقرب سے تعبیر کیا ہے۔

جواب (۲):۔ بعض مفسرین نے اس کا یہ جواب لکھا ہے کہ چونکہ اس وقت مراتب مختلف ہوں گے اسی لیے ادنیٰ مراتب والے اعلیٰ مراتب کو دیکھ کر فضل الٰہی کی امید پر کہیں گے۔ پھر یہی لوگ کہیں گے ربنا اتمم لنا نورنا.

فائدہ: سب سے پہلے بہشت میں جانے والے بجلی کی طرح پل صراط سے گزریں گے پھر بعد والے بعض ہوا کی طرح اور بعض گھٹنوں کے بل اور بعض منہ کے بل جائیں گے پھر یہی لوگ کہیں گے ربنا اتمم لنا نورنا۔

فائدہ:۔ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اہل ایمان دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج سے بے نیاز نہیں بلکہ آخرت میں زیادہ محتاج ہوں گے اگرچہ وہ دارالعز والغنی ہے لیکن پھر اس کے شوق دیدار میں عرض کریں گے۔ ربنا اتمم لنا نورنا.

فائدہ:۔ جو کام یہاں نامکمل رہا وہ آخرت میں مکمل نہ ہو سکے گا اس لیے لازم ہے کہ یہاں پر ہمت سے کام لے کر اپنے امور متعلقہ بالآخرت کو مکمل کر لیا جائے۔

فائدہ:۔ انوار بکثرت ہیں:۔

۱. نور ذات ۲. نور صفات ۳. نور افعال ۴. نور عبادات

جیسے نماز و وضو وغیرہما۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں فرمایا الصلوٰۃ نور۔

نماز نور ہے۔

نکتہ :۔ اس میں راز یہ ہے کہ بندہ نماز کے وقت اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا اور اس کی ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے (اس سے اسے نور نصیب ہوتا ہے)۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ (تجلیات خاص) اس کے چہرے کے بالمقابل کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نور ہے اور انسان کی حقیقت ظلمانیہ ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر تاریکی والا نورانی ذات کے بالمقابل ہو تو اس کی تاریکی نورانیت سے بدل جاتی ہے جیسے چاند ظلمانی اور کثیف ہے لیکن جونہی سورج کے بالمقابل ہوتا ہے تو نورانی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علم ہیئت میں ہے کہ چاند جتنا سورج کے بالمقابل ہوگا اتنی مقدار اس کے اندر نور ہوگا اور جتنی مقدار اس سے ہٹ جائے گا اتنی مقدار اس کا نور کم ہوگا۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اندھیرے میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت میں نور تام کی خوشخبری سناؤ۔

ازالۂ وہم :۔ بعض لوگ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے پر تاریکی شب کو عذر بناتے ہیں وہ اس سے عبرت حاصل کریں اگرچہ شرع نے تاریکی نے عذر بنایا ہے لیکن اس سے شدید ظلمت سخت تاریکی مراد ہے جس سے ہاتھ بھی نظر نہ آئے۔

مسئلہ :۔ مسجد میں نماز نہ پڑھنا اور سستی سے گھر وغیرہ نماز پڑھنا بدبختی کی علامت ہے ہاں بیماری وغیرہ ہو تو حرج نہیں لیکن بیماری سے بھی معمولی مرض مراد نہیں بلکہ وہ جس سے فقہاء کرام نے تیمم روا رکھا ہے۔

مسئلہ :۔ ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کٹے ہوں تو وہ اگر مسجد تک نہ پہنچ سکے تو وہ بھی شرعی معذور ہے۔

مسئلہ :۔ مفلوج جس پر فالج کا حملہ ہوا ہو وہ بھی معذور ہے اور جو مسجد تک نہیں چل سکتا ایسے ہی نابینا (جو کہ دوسرے کے سہارے چلتا پھرتا ہو اگر ایسا نہ ہو تو اسے معذور نہ سمجھا جائے گا کیونکہ بعض نابینا حضرات ایسے چست و چالاک ہوتے ہیں جن کی چستی اور پھرتی سے بینا حضرات حیران و ششدر رہ جاتے ہیں)۔ سخت بارش ہو یا راستہ پر ایسی کیچڑ ہو کہ مسجد تک پہنچنا دشوار ہو اور سخت سردی کہ جس سے بیماری کا خطرہ ہو اور ایسی تاریکی چھا جائے جس سے راستہ نظر نہیں آتا وغیرہ وغیرہ یہ تمام امور مسجد میں نہ جانے کے اعذار شرعیہ ہیں ایسے ہی بادشاہ (حاکم ظالم) کا خطرہ ہو کہ وہ نقصان پہنچائے گا۔

وضوء کی فضیلت :۔ حضور سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آرزو ہے کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھتا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم آپ کے بھائی نہیں آپ نے فرمایا تم میرے اصحاب ہو میرے

بھائی وہ ہیں جو ابھی دنیا میں پیدا ہی نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب وہ پیدا ہی نہیں ہوئے تو پھر قیامت میں آپ انہیں کیسے پہنچانیں گے آپ نے فرمایا کیا تم نے وہ گھوڑا نہیں دیکھا جو سفید داغوں والا کالے سیاہ گھوڑوں میں ہو تو پھر اسے بلا تامل پہچان لیا جاتا ہے۔ سب نے عرض کی آپ نے بجا فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میرے بعد آنے والے اُمتی سفید داغوں والے وضوء کی برکت سے نورانی چہرے والے ہوں گے وہ مجھے حوض کوثر پر ملیں گے اور میں ان کا حوض پر منتظر ہوں گا۔

فائدہ:۔ حضور تاجدار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضوء سے چہرے اور ہاتھوں اور پاؤں کے نور کو غر محجل گھوڑے استعارہ فرمایا ہے کیونکہ الغر غر کی جمع اور الغرہ (بالضم) سفیدی جو گھوڑے کی پیشانی میں درہم سے تھوڑی سی بڑی ہوتی ہے اور التحجیل بتقدیم الحاء المہملہ (حاء جیم سے پہلے) یعنی وہ سفیدی جو گھوڑے کے چار ہاتھ پاؤں پر ہوتی ہے کبھی دو پاؤں اور ایک ہاتھ اور کبھی صرف دو پاؤں پر ہوتی ہے۔

اعجوبہ:۔ گھوڑے کی یہ سفیدی صرف پاؤں میں ہرگز نہیں ہوتی جب تک ان کے ساتھ والوں پاؤں یا ایک پا پر نہ ہو۔

اُلدُّھُمُ۔ ادہم بمعنی اسود کی جمع ہے اس لیے الدہمہ بالضم بمعنی السواد آتا ہے۔ ابہم ابہم کی جمع ہے اہل عرب کہتے ہیں فرس ابہم بمعنی مشکی گھوڑا یعنی جس کا پورا جسم سیاہ ہو یا وہ گھوڑا جس کا سالم جسم ایک رنگ ہو اس میں کسی دوسرے رنگ کی معمولی سی ملاوٹ بھی نہ ہو۔

حدیث شریف:۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یحشر الناس یوم القیمۃ بھما یعنی قیامت میں لوگ بُہمُ ہو کر اُٹھیں گے یعنی جملہ دنیوی امراض جیسے برص۔ جذام۔ عرج (لنگڑا پن) سے پاک (الفرط) بفتحتین وہ شخص جو پیدا ہو اور حوض کی اصلاح کے لیے پہلے پہنچے۔

یاایھا النبی۔ اے رسول خبر دہندہ یا بلند قدر۔

جاھد الکفار۔ تلوار کے ساتھ کافروں سے جہاد کیجئے۔

والمنافقین۔ منافقین کو دلائل دے کر اور وعید و تہدید سنا کر یا قہر و جبر کر کے یا ان کی اندرونی سازشیں ظاہر کر کے۔

فائدہ:۔ قاشانی مرحوم و مغفور نے فرمایا آپ منافقین کے ساتھ اپنی اس حقیقت سے جہاد کیجئے جو ان کی حقیقت کی متضاد ہے۔

فائدہ:۔ منافقت قلب میں ایک چھپے ہوئے مرض کا نام ہے۔

ردّ وہابیہ:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے اندرونی مرض کا علم ذاتی طور نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ

کے عطا کرنے پر تھا اسی لیے آپ نے ان کی منافقت کو معلوم کرکے پہلے اُن سے زبانی جہاد فرمایا جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اس میں راز یہ تھا کہ اُنھوں نے زبان سے کلمہ شہادتین پڑھ لیا تھا اللہ تعالٰی نے اس مبارک کلمہ کی تعظیم وتکریم فرمائی کہ ان کے مرتے دم تک ظاہری احکام اہل اسلام کی طرح جاری فرماتے۔

واغلظ علیہم۔ اور ان سب کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔

فائدہ:۔ جنگ اور حجت قائم کرنے میں دونوں (کافروں منافقوں) پر سختی سے پیش آنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کے ساتھ سختی سے پیش آنا بھی خوش خلقی ہے (دورِ حاضرہ میں لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بدمذاہب سے سختی کو تشدد و تعصب اور ان سے نرمی وغیرہ کو خوش خلقی کا نام دے رکھا ہے)۔

سبق:۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور دنیا کے جملہ رحمدلوں اور رقیق قلبوں کے سردار اور امام ہیں۔ جب انہیں بے دینوں سے سختی کے ساتھ پیش آنے کا حکم ہے تو پھر ہم تم کس شمار میں ہیں[1]

مسئلہ:۔ بے دینوں اور بدمذہبوں کے ساتھ سختی اور اہل ملّت سے محبت اور پیار کرنا اہل حق کا شیوہ ہے قال اللہ تعالٰی اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔

وماواھم جہنم۔ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یعنی عنقریب سخت ترین عذاب دیکھیں گے یعنی کافرین ومنافقین اگر مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے اور مخلص نہ ہوئے تو ان کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔

فائدہ:۔ قاشانی مرحوم نے فرمایا کہ جب تک وہ اس طرح رہیں گے اور ان کی استعداد زائل یا بالکل مٹ جائے گی۔

وبئس المصیر۔ اور دوزخ بہت بُرا ٹھکانہ ہے اس میں کفار ومنافقین کی صراحۃً مذمت ہے۔

---

[1] اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ہے

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

تفسیر صوفیانہ: اس میں قلب کے نبی کو حکم ہے کہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کرے اور اس کا جہاد یہی ہے کہ وہ کفار یعنی نفس امارہ بالسوء اور اس کے صفات حیوانیہ وشہوانیہ اور منافقین یعنی خواہش نفسانی اور اس کی صفات بہیمیہ وسبعیہ سے جہاد کریں۔

واغلظ علیہم سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ وغیرہ کو ریاضت میں لگایا جائے اور سخت سے سخت مجاہدہ سے کام لیا جائے اور ما واھم جہنم ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس سے بعد وحجاب مراد ہے۔

وبئس المصیر۔ اور وہ برا ٹھکانہ ہے کیونکہ انسان کے لیے حجاب وبُعد وفراق از دیدار الٰہی سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں ہے۔

سبق: صاحب روح البیان نے فرمایا کہ جب ظاہری دشمن پر سختی کا حکم ہے تو پھر باطنی دشمن تو اس سے زیادہ لائق ہے کہ اس کے ساتھ سختی کی جائے اور باطنی دشمن سے نفس امارہ مراد ہے اور صوفیاء کرام نے فرمایا کہ نفس امارہ پر سختی کرنے میں نجات اور اس کے ساتھ نرمی میں ہلاکت وتباہی ہے اسی لیے بعض شعراء نے فرمایا ؎

ہست نرمی آفت جاں سمور
وز درشتی می برد جان خار پشت

ترجمہ: نرمی میں آفت جان اور سختی سے روحانی تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔

فائدہ: عرب کی کہاوت مشہور ہے العصا لمن عصا۔ بدمعاشوں کو ڈنڈا سیدھا کرتا ہے۔
حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

درشتی و نرمی بہم در بہست
چو فصاد جراح و مرہم نہست

ترجمہ: سختی اور نرمی ہر دونوں یکجا ہوں تو بہتر ہے جیسے فصد کرنے والا کہ خون نکال کر خود زخم پر مرہم لگاتا ہے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ مومن صفت جمال وجلال کا جامع ہے اور اس کا انجام کمال ہے۔ پہلے جمال کی صفت کو پھر جلال کو عمل میں لانا چاہیئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت سبقت کر گئی۔ یہی وجہ ہے کہ کافروں کو نرمی کے ساتھ دعوت دی جاتی ہے جب وہ دعوتِ اسلام قبول نہ کریں پھر جہاد۔ ایسے منافقین کے ساتھ ہونا چاہیئے کہ انھیں پہلے اخلاص ویقین کی تلقین کی جائے جب وہ اس طرح سے درست نہ ہوں تو پھر سختی سے تاکہ جمال وجلال کی صفات کا اظہار ہو۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے جو رحمت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں جیسے اہل ایمان تو ان پر سختی نہ ہوگی۔

کیونکہ یہ حکمت کے خلاف اور مصلحت کے برعکس ہاں جو غضب کے لیے پیدا کیے گئے جیسے کفار و منافقین تو ان پر رحم نہیں ہوگا اور نہ ہی ان سے نرمی کی جائے گی۔

مسئلہ :۔ (بدعت سیئہ از عقیدہ کی سزا بھی وہی ہے جو کفار و منافقین کی ہے اسی لیے اہل سنت پر لازم ہے کہ ایسے اہل بدعت بد مذاہب کو خوش خلقی سے نہیں ملنا چاہیئے کیونکہ بعض اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے جھڑکا۔

سبق :۔ مؤمن پر لازم ہے کہ طریق حق میں جان کی بازی لگا دے یہاں تک کہ ظاہری و باطنی اعدائے اسلام اور اور شیاطین کے مکر و فریب اور اُن کی غلط سازشیں بند ہو جائیں اور اس پر مداومت کرے یہاں تک کہ وہ ترقی نصیب ہو جو انسان کے خصائص سے ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد صرف ثقلین (جن و انس) کے ذمہ لگایا ہے۔ اگر ملائکہ جہاد پر حاضر ہوتے ہیں تو وہ بالتبع یا صرف جماعت کی کثرت کے اظہار کے لیے اور بس۔

ضرب اللہ مثلاً للذین۔ ایسے مقامات پر مثالیں قائم کرنا محض عبرت کے لیے ہے تاکہ ایک واقعہ سے اسی طرح کی عبرت حاصل کی جائے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے حالات بیان فرمائے تاکہ ان کے حالات پڑھ سُن کر انسان عبرت حاصل کرے مثلاً ضَرَبَ کا مفعول ثانی اور للذین کی لام اسی کے متعلق ہے۔ امرأۃ نوح و امرأۃ لوط۔ یعنی نوح و لوط علیہما السلام کے حالات کی اللہ تعالیٰ نے مثالیں بیان فرمائیں۔ یہ ضَرَبَ کا مفعول اول ہے اسے اس لیے مؤخر کیا گیا ہے تاکہ آنے والا مضمون اور بیان اس سے مربوط اور ان دونوں کے حال کی وضاحت اور تفسیر و تشریح ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عورت کا نام واعلہ (بالعین المہملہ) یا وہ تھا اور لوط علیہ السلام کی عورت کا نام واہلہ (بالہاء) تھا کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین تھیں وہ ہمارے دو نیک بندوں کے تصرف میں۔ یہ نوح و لوط علیہما السلام کے حال کا بیان ہے جو ان کی خیر و صلاح کا موجب ہے اور یا تحت سے مراد وہ حکم و تصرف مراد ہے جو نکاح و ازدواج کا رشتہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور صالحین عبدین کی صفت ہے یعنی وہ دو عورتیں دو نبیوں کے نکاح اور وہ دو عظیم الشان نبیوں کی عصمت میں تھیں اور انھیں دنیا و آخرت کی ہر طرح کی نعمت و سعادت حاصل تھیں (با وجود ایں ہمہ محروم رہیں)

فائدہ :۔ عبدین سے ان دونوں نبیوں کی اظہار شرافت مراد ہے اس معنی پر یہ اضافت تشریفی ہے ان کی تعظیم اضافت اور صلاحیت کی صفت سے ظاہر ہے ورنہ تحتہما کہنا کافی تھا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صالحیت و عبودیت کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ فخانتہما ھیلہ تو ان دونوں عورتوں نے ان دونوں نبیوں کی خیانت کی۔ اس میں ان کی اس جنایت عظیمہ کا بیان ہے جو ان دونوں عورتوں سے سرزد

ؔ الحمد للہ یہ طریقہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تلقین سے ہم اہل سنت کو نصیب ہوا کہ بحمدہٖ تعالیٰ ہم کسی بھی بد مذہب کو نہیں ملتے۔

ہوئی باوجودیکہ ان سے اس کے منافی امر موجود تھا یعنی دو نبیوں علیہما السلام کی صحبت میں تھیں خیانت امانت کی نقیض ہے۔ یہ عہد و امانت کے خلاف صدور پر مستعمل ہوتی ہے یعنی ان دونوں عورتوں نے کفر و نفاق اور ان نبیوں علیہما السلام کو جنوں کی نسبت کرنے اور مہمانوں پر چغلی کھانے کی وجہ سے خیانت کی۔

مسئلہ:۔ ان سے زنا وغیرہ سرزد نہ ہوا کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ما بغت امرأۃ نبی قط۔ کسی نبی علیہ السلام کی عورت زانیہ نہیں ہوتی کیونکہ عورت کا زانیہ ہونا مرد کے لیے عوام کی نظروں میں سخت عار و نفرت کا موجب بنتا ہے اگرچہ کفر و زنا سے زیادہ اور بڑا گناہ ہے لیکن عار و نفرت کا موجب نہیں۔

فائدہ:۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کے کافروں کو نصیحت کی گئی ہے کہ جیسے ان دو عورتوں نے اپنے نبیوں کی خیانت کی ایسے ہی انہوں نے باوجودیکہ اپنے نبی علیہ السلام سے ایمان و طاعت کی دولت سے بہرہ ور ہونے کی موقعہ میسر ہوا لیکن کفر و عصیاں میں مبتلا رہے۔

فلم یغنیا۔ ان عورتوں کی خیانت کے انجام کا بیان ہے یعنی ان دونوں نبیوں نے نہ بچایا **عنہما** ان دونوں عورتوں کو باوجودیکہ ازدواج جیسا کہ رشتہ بھی رکھتی تھیں **من اللہ** اللہ تعالیٰ کے عذاب سے **شیئا** کسی چیز کا۔ یعنی ان دونوں نبیوں نے ان دونوں عورتوں کو عذاب سے نہ بچایا۔

فائدہ:۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عورت طوفان میں غرق ہوگئی اور حضرت لوط علیہ السلام کی عورت کو پتھر لگا تو قوم کے ساتھ تباہ ہوئی۔ **و قیل** ان دونوں عورتوں کو موت کے وقت کہا گیا یا قیامت میں کہا جائے گا۔ ماضی کا صیغہ تحقیق کے لیے ہے اور اس کے قائل وہ ملائکہ تھے جو عذاب کرنے پر مامور ہوئے۔ **ادخل النار مع الداخلین۔** جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ یعنی ان دوسرے کافروں کے ساتھ جن کے ساتھ تمہارا بظاہر کوئی رشتہ نہیں اور نہ ہی انہیں اولیاء اللہ سے کوئی واسطہ اور تعلق ہے۔ صیغہ جمع مذکر لایا گیا ہے کیونکہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ ہی جہنم میں داخل کیا جائے گا ان کے لیے داخلے کی کوئی علیحدہ صورت نہ ہوگی۔ چونکہ غلبہ مردوں کو ہے اسی لیے عورتوں کو ان کے ماتحت ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ اس آیت میں ان لوگوں کا طمع منقطع کر دیا گیا ہے جو گناہ کا ارتکاب کر کے سمجھتے ہیں کہ ہمیں فلاں عزیز رشتہ دار کی نیکی کی وجہ سے نجات ملے گی حالانکہ وہ اپنے عزیز رشتہ دار سے طریقہ و سلسلہ میں ذرہ بھر بھی موافقت نہ رکھتا ہو۔ صرف رشتہ داری اور قرابت داری یا کوئی اور رشتہ سسرالی تعلق ہو۔

صوفیانہ فائدہ:۔ حضرت امام قاشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اتصال طبعی اور اتصال صورت امور

اُمروی کے لیے غیر معتبر ہیں بلکہ محبت حقیقی و اتصال روحانی ضروری ہے اور اس ہی ہی تاثیر ہے اور ظاہر کا رشتہ تو فانی ہے مرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا کیونکہ قیامت میں انساب کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ایسے ہی باطنی رشتہ کو سمجھیے وہاں بھی اگرچہ نیک اور بد ہر دونوں روح و جسد کے ازدواج سے پیدا ہوتے ہیں لیکن درحقیقت شریر اہل ازواج سے نہیں جیسے نوح علیہ السلام کا لڑکا اگرچہ وہ نبی علیہ السلام کی اولاد تھا لیکن اسے قرآن نے انہ لیس من اھلك۔ ثابت ہوا کہ اسعداء و اشقیاء دنیا و آخرت میں ہر جگہ ایک دوسرے سے جدا رہیں گے۔ ؎

چہ نسبت است بر بدی صلاح و تقویٰ
سماع وعظ کجا نغمۂ ارباب کجا

ترجمہ:۔ بُرائی کو صلاح و تقویٰ سے کیا نسبت کہاں وعظ و نصیحت کے کلمات کہاں سرود کی آواز۔

تفسیر عالمانہ:۔ وضرب اللّٰہ مثلا للذین اٰمنوا امرأة فرعون۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی عورت کی مثال بیان فرمائی۔ فرعون کی عورت کے حال کو اہل ایمان کے حال کی طرح بنایا کہ اہل ایمان کو کافروں کی رشتہ داری نقصان نہیں پہنچاتی اس سے بی بی آسیہ بنت مزاحم فرعون کی گھر والی مراد ہے۔

حل لغات:۔ آسیہ از اسی بمعنی حزن۔ اکابر مشائخ نے فرمایا کہ حزن اولیاء کا زیور ہے جس نے حزن کا ذائقہ نہیں چکھا اسے عبادت کی لذت نصیب نہ ہوگی۔ یا اَسُوٌ سے مشتق ہے بمعنی مداومت اور الآسی بالمد بمعنی الطبیب۔

فائدہ:۔ بزرگوں نے فرمایا اس میں اہل ایمان کو صبر کی ترغیب و تلقین ہے کہ انھیں چاہیئے شدائد و تکالیف پر صبر میں آسیہ سے کم نہ ہوں اس لیے کہ آسیہ کو فرعون سخت تکالیف پہنچاتا تھا چنانچہ اس کا ذکر آتا ہے اذ قالت۔ یہ مثل محذوف کی ظرف ہے دراصل عبارت ضرب اللّٰہ مثلا للمومنین الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آسیہ کے حال کی مثال بیان فرمائی ہے جب آسیہ نے کہا رب۔ اے میرے پروردگار ابن لی۔ میرے لیے ملائکہ کے ذریعے یا بلا واسطہ اپنے دست قدرت سے بنائیے۔

حدیث شریف:۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو بلاواسطہ اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے اور اس میں بلاواسطہ طوبیٰ کے درخت پیدا فرمائے ہیں۔

عندك بیتًا فی الجنة۔ اپنی رحمت کے قریب جنت میں میرا گھر۔ یہ اُس وقت ہے جب ظرف ضمیر متکلم سے حال ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کسی مکان کی اقامت سے منزہ ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ میرا گھر مقربین

کے اعلیٰ درجات میں بنا۔ اس معنیٰ پر عندک جنۃ کے لیے ظرف ہے اور جنۃ بیتًا کی صفت۔

فائدہ :۔ عیون المعانی میں ہے کہ یہ دراصل من عندك ہوتا یعنی مجھے بہشت میں مکان بلا استحقاق اپنے لطف وکرم سے عطا فرما۔

حضرت آسیہ کی دعا مستجاب :۔ مروی ہے کہ ادھر آسیہ نے دُعا مانگی اُدھر اس کے لیے حجابات اُٹھے یہاں تک کہ اس نے بہشت میں اپنا مکان دیکھ لیا اس کے بعد اس کی رُوح پرواز کی۔

لطیفہ :۔ بعض ظرفاء سے پوچھا گیا کہ الجار قبل الدار کی مشہور مثال کی دلیل قرآن مجید میں کہاں ہے اس نے کہا عندك فی الجنۃ سے الجار قبل الدار مراد ہو سکتی ہے اس لیے کہ عندك ۔ الجار پر اور فی الجنۃ الدار پر دلالت کرتا ہے۔

ونجنی من فرعون ۔ اور مجھے جاہل فرعون سے نجات بخش وعملہ اور اس کے باطل عمل سے یعنی مجھے فرعون خبیث کی صحبت اور اُس کے بُرے عمل یعنی کفر و دیگر معاصی سے۔ ونجنی من القوم الظالمین ۔ اور مجھے فرعون کے ماننے والے ظالم قبطیوں سے نجات دے۔

حضرت آسیہ کا ایمان :۔ مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جادوگروں پر غلبہ پایا تو آسیہ مسلمان ہوگئی۔ بعض نے کہا کہ آسیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔

فرعون کا ظلم وستم بر آسیہ :۔ مروی ہے کہ جب بی بی آسیہ مسلمان ہوگئی اور فرعون کو ان کے ایمان کا علم ہوا تو پہلے تو اسلام سے پھر جانے کا کہا جب آسیہ نے نہ مانا تو اس ظالم نے بی بی کے ہاتھ اور پاؤں پر میخیں ٹھونک دیں اس کے بعد گرم ریت پر دھوپ میں لٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ بی بی آسیہ پر اپنے پروں سے سایہ کریں اس پر بی بی آسیہ کو بہشت میں اسے اس کا گھر دکھایا جسے بی بی آسیہ دیکھ کر ہنسی۔ لوگوں نے کہا یہ پگلی ہے کہ اتنا شدید عذاب میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی ہنس رہی ہے۔

فائدہ :۔ بی بی آسیہ کی ہمت دیکھئے کہ اس نے اتنا سخت عذاب دیکھا تب بھی کفر کی طرف مائل نہ ہوئی ایسے ہی نیک عورتوں کو ہونا چاہیئے۔

کرامت آسیہ :۔ جناب ضحاک نے فرمایا کہ فرعون نے بی بی آسیہ کو ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں گاڑ کر گرم ریت پر دھوپ میں لٹا کر نوکروں کو حکم فرمایا کہ چکی بیس لوہے کی میخیں

ڈال کر اُوپر سے آسیہ پر گرا یا جائے۔ جب آسیہ نے فرعون کی یہ کارروائی دیکھی تو دُعا مانگی رب ابن لی عندك بیتًا فی الجنة۔ اللہ تعالیٰ نے بی بی آسیہ کی دُعا مستجاب فرمائی چنانچہ پتھر کے پہنچنے سے پہلے ہی بی بی کی رُوح پرواز کر گئی۔ رُوح کی پرواز کے بعد پتھر بی بی پڑا جس کا انھیں درد محسوس نہ ہوا۔

فائدہ:- بعض مفسرین نے فرمایا کہ بی بی آسیہ جب جنت کی مشتاق ہوئیں اور فرعون سے یک لخت بیزار ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ سے یہی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا مستجاب فرمائی۔ اکثر تفاسیر میں مرقوم ہے کہ بی بی آسیہ کا جسد مبارک آسمان ابرو میں لے جایا گیا اس کے بعد انہیں بہشت پہنچا دیا گیا اب وہ بہشت میں ہیں۔ چنانچہ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ انھیں بہشت میں داخل کیا گیا اس میں کھاتی پیتی اور نعمتوں سے سرشار ہو رہی ہیں؎۔

؎ فقیر بھی بی بی آسیہ کے متعلق کچھ عرض کر دے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایمان اپنے شوہر فرعون سے چھپایا تھا۔ جب فرعون کو اس کا پتہ چلا تو اُس نے حکم دیا کہ اسے گوناگوں عذاب دیئے جائیں تاکہ حضرت آسیہ ایمان کو چھوڑ دیں۔ لیکن آسیہ ثابت قدم رہیں، تب فرعون نے میخیں منگوائیں اور ان کے جسم پر میخیں گڑوا دیں اور فرعون کہنے لگا اب بھی وقت ہے ایمان کو چھوڑ دو مگر حضرت آسیہ نے جواب دیا تو میرے وجود پہ قادر ہے لیکن میرا دل میرے رب کی پناہ میں ہے۔ اگر تو میرا ہر عضو کاٹ دے تب بھی میرا عشق بڑھتا جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا میرا رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے آسیہ! آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں اور اللہ تعالیٰ تیرے کارناموں پر فخر فرماتا ہے، سوال کر تیری ہر حاجت پوری ہوگی۔ آسیہ نے دُعا مانگی اے میرے رب میرے لیے اپنے جوارِ رحمت میں جنت میں مکان بنا دے، مجھے فرعون، اس کے مظالم اور ان ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب فرعون نے حضرت آسیہ کو دھوپ میں لٹا کر چار میخیں ان کے جسم میں گڑوائیں اور ان کے سینے پر چکی کے پاٹ رکھ دیئے گئے تو جناب آسیہ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر عرض کی۔ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ۔ (اے میرے رب میرے لیے جوارِ رحمت میں جنت میں مکان بنا آخر تک)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ مشقت اور دکھ درد کے وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ و التجا اور اس سے نجات کا سوال صالحین کا طریقہ اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی سنت ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

تا فرود آید بلائے دافع
چوں نباشد از تضرع شافع
جز خضوع و بندگی و اضطرار
اندریں حضرت ندارد اعتبار

ترجمہ (۱): ہر بلا کے دفعیہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف تضرع وزاری سے اور کوئی شے بہتر دافع نہیں۔
(۲) : بارگاہ حق میں خضوع و بندگی و اضطرار کے سوا کسی شے کا اعتبار نہیں۔

فائدہ صوفیانہ: صوفیاء کرام کے نزدیک دکھ درد نہ ہونے کے باوجود اس کے دفعیہ کے لیے دعا مانگنا مذموم ہے کیونکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا مقابلہ کرنا اور تکالیف برداشت کرنے کا دعویٰ کرنا ہے اور یہ سخت بُرا ہے۔

حضرت ابن الفارض قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

و یحسن اظہار التجلد للعدی
و یقبح غیر العجز عند الاحبہ

ترجمہ: دشمنوں کو اپنی بہادری ظاہر کرنا مستحسن ہے اور محبوبوں دوستوں کے سامنے اظہار عجز احسن ہے۔

ومریم ابنۃ عمران ۔ اس کا عطف امرأۃ فرعون پر ہے۔ ان دو بیبیوں کا ذکر یکجا کر دیا گیا کہ انہیں ایک کا شوہر نہیں تھا دوسری کا تھا لیکن ظالم کافر اور فاجر تاکہ عورتوں کو پند و نصیحت حاصل ہو۔

فائدہ: مریم کا نام قرآن مجید میں سات مقامات پر آیا ہے اور اس نام سے انہیں اس لیے موسوم کیا گیا کہ اس نے اپنے آپ کو طاعتِ الٰہی کے لیے ایسے وقف کر دیا تھا جیسے ایک مرد کامل اپنے آپ کو وقف کر دے اور مریم بمعنی عابدہ۔ ہاں مردوں میں حضرت زید کا نام قرآن مجید میں بیان فرمایا۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو آسیہ و مریم کی مثال دے کر سمجھایا کہ وہ دو عورتیں بہت سے مردوں

حاشیہ بقیہ ص۵۹۹: جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے طفیل آسیہ کو فرعون سے باعزت رہائی عطا فرمائی اور ان کو جنت میں بلا لیا جہاں وہ ذی حیات کی طرح کھاتی پیتی ہے۔

سے بازی لے گئیں باوجودیکہ ان کی قوم کافر تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبودیت میں کامیاب رہیں اسی لیے انہیں کرامات سے نوازا گیا اور باستثناء بعض ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں جملہ عالم کی عورتوں سے فضیلت بخشی گئی۔

التی احصنت فرجہا

حل لغات:۔ الاحصان بمعنی عفاف یعنی برائی سے بچنا (تاج المصادر) الفراج وہ جو دو پاؤں کے درمیان ہو لیکن اس سے شرمگاہ مراد ہوتی ہے اور اس پر کثرت استعمال سے اب یہ لفظ شرمگاہ کے لیے بمنزلہ علم کے ہوگیا ہے۔ اب یہ معنیٰ ہؤا کہ مریم نے اپنی فرج کو حلال و حرام ہر قسم کے مردوں کو وطی سے بڑی حفاظت کے ساتھ بچایا یعنی بی بی مریم نے اپنے دامن کو زنا سے محفوظ رکھا (کذا قال الکاشفی) خلاصہ یہ کہ بی بی مریم نے اپنی فرج کو فجور سے بچائے رکھا۔

اعجوبہ:۔ یہی حال بی بی آسیہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ وہ باوجودیکہ فرعون کے نکاح میں تھی لیکن وہ بی بی سے جماع کرنے کا قادر نہ ہؤا کیونکہ وہ نامرد تھا پیدائشی نامرد تھا یا بڑھاپے کی وجہ سے بی بی سے جماع نہ کر سکا کیونکہ بڑھاپے کی وجہ سے بکر سے جماع نہیں کیا جا سکتا۔

ثیبات میں بی بی آسیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

فائدہ:۔ سہیلی نے لکھا کہ الاحصان للفرج سے فرج القمیص مراد ہے یعنی کپڑے میں کسی قسم کا سوراخ نہیں اور ہر طرح سے پاک اور صاف ہے۔

فائدہ:۔ قمیص میں چار فروج ہوتے ہیں:۔

۱۔۲۔ دو آستین ۳۔ اُوپر کا حصّہ ۴۔ نیچے کا حصّہ

اس میں قرآن میں بی بی مریم کی پاکدامنی اور تقویٰ و طہارت کو ایسے احسن طریق سے بیان فرمایا کہ کسی جاہل کو معمولی سے معمولی شک کی بھی گنجائش نہ ہو۔

فائدہ:۔ الکشاف میں ہے کہ الفرج میں قمیص کا پھٹنا اور احصان بمعنی منع کرنا۔ فنفخنا فیہ۔ فا سببیہ ہے نفخ بمعنی کسی شے میں پھونک مارنا یعنی اس سبب سے ہم نے اس کی فرج میں پھونکا۔ اس معنیٰ پر فرج میں گریبان ہوگا جیسا کہ کاشفی صاحب نے لکھا کہ ہم نے بی بی مریم کے گریبان میں پھونکا۔ اور حضرت سجادندی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر عین المعانی میں یہی معنیٰ لکھا ہے کما قال فی الفرج ای فیما الفرج من جیبہا۔ یعنی ہم نے اس مقام پر پھونکا جو اس کے گریبان کی جگہ کا سوراخ ہے اور ضمیر مذکور لانے میں یہی معنی قریب تر ہے اور یہ بات الاستخدام کے قبیل سے ہے کیونکہ بظاہر لفظ فرج سے عضو مخصوص مراد ہے لیکن ضمیر سے فرج دوسرا معنیٰ مراد لیا گیا ہے یعنی گریبان۔ اور فروج سے مطلق سوراخ کا معنیٰ قرآن مجید میں مستعمل

ہوا کما قال وما لہا من فروج ۔ ایسے ہی نفخ کا اسناد مجازی ہے یعنی اس نفخ سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جبریل علیہ السلام نے ہمارے حکم سے بی بی مریم کے گریبان میں پھونکا۔ من روحنا ہماری اس روح سے جسے ہم نے بلا واسطہ پیدا فرمایا۔ روح کو اپنی طرف مضاف کرنا اضافتِ تشریفیہ ہے جیسے طہّر بیتی میں اضافتِ تشریفیہ۔ سورۂ انبیاء میں یوں ہے فنفخنا فیہا ضمیر کا مرجع بی بی مریم ہے یعنی ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بی بی مریم کے پیٹ میں اس روح سے زندگی بخشی جو ہمارے امر سے ہے۔ بعض ناس کا ترجمہ لکھا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بی بی مریم کی فرج میں زندگی بخشی اور اس کے پیٹ میں اس روح سے پیدا فرمایا جو صرف ہمارے حکم سے بلا توسط تھا اور یہ تخلیق عادت عامہ کے برعکس تھی یعنی ان کی پیدائش اس طرح نہ تھی جیسے نسل انسانی کا عام قاعدہ ہے یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق جبریل علیہ السلام کے ذریعے ہوئی جو ہماری روح ہیں وہ اس لیے جبریل علیہ السلام نے بی بی مریم کے گریبان میں پھونکا تھا اور ان کی پھونک کا اثر بی بی مریم کے پیٹ کے اندر پہنچا یا معنیٰ یہ ہے نفخ کا فعل ہم نے ہی کیا اور بعض قرأۃ میں یہاں پر فیہا ہے جیسے سورۂ انبیاء میں ہے لیکن معنیٰ میں کوئی فرق نہیں۔

صاحب روح البیان کی تحقیق

فقیر (صاحب روح البیان رحمہ اللہ) کو یہاں ایک مخفی معنیٰ دل پر القا ہوا ہے وہ یہ کہ اگرچہ پھونک گریبان پر تھی لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو پانیوں سے پیدا کیے گئے۔

(۱) متحقق پانی بی بی مریم کا۔

(۲) متوہم جبریل علیہ السلام کی پھونک سے گریبان پر اور یہ پھونک بمنزلہ پانی کے تھی جو فرج میں پڑی یعنی وہ روح جو پھونک سے فرج میں پڑی وہ بمنزلہ پانی کے تھی اور اسے اگرچہ براہِ راست پانی نہیں کہا جا سکتا لیکن پانی کا حکم ضرور رکھتی ہے کیونکہ روح اسی سے پیدا ہوا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فنفخنا فیہ یعنی ہم نے فرج میں پھونکا۔ اسے تم فرج القمیص سے تعبیر کرو یا عضو معروف سے۔ لیکن میری اس تقریر کو وہی مانیں گے جو اولیاء کرام ہیں اور جنہیں روحانیات کا علم ہے مادہ پرست اور ظاہری گروہ اسے قبول نہیں کریں گے۔

وصدقت۔ اس کا عطف احصنت پر ہے بکلمات ربہا اور اپنے رب کے کلمات یعنی صحف بمنزلہ من اللہ علی الانبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ کلمات ربہا سے وہ شرائع و احکام مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کلمات بمنزلہ سے اپنے بندوں کے لیے مشروع فرمائے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا ان کلمات سے وہ بشارات مراد ہیں جو جبریل علیہ السلام نے بی بی مریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں سنائیں۔

وکتبہ اور وہ جملہ کتب اللہ تعالیٰ سے انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئیں اس سے صحیفے اور دیگر جملہ کتب الٰہیہ متقدمہ و متاخر سب مراد ہیں۔

وکانت من القانتین۔ اور تھی وہ منجملہ ان نیک لوگوں سے جو طاعت الٰہی پر مداومت کرتے ہیں۔ اس معنیٰ پر یہ من بعیضیہ ہے اور عین المعانی نے قانتین بمعنی مطیعین اور مسجد اقصیٰ میں معتکف بیٹھنے والے مراد لیا ہے اور صیغہ جمع مذکر باعتبار تغلیب کے ہے اس میں اشارہ ہے کہ اطاعت الٰہی بجالانے میں وہ مردوں سے کچھ کم نہ تھیں۔ ان کی اس علو ہمتی سے انہیں گویا مردوں میں شمار کیا گیا یا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بھی منجملہ قانتین کی نسل سے تھیں کیونکہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ اس معنیٰ پر یہ منؔ ابتدائیہ غایت کے لیے ہوگا۔

چار کامل عورتیں:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں میں باکمال بکثرت ہیں لیکن عورتوں میں صرف چار ہیں:۔

۱۔ آسیہ بنت مزاحم ۲۔ مریم بنت عمران ۳۔ خدیجہ بنت خویلد ۴۔ فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور عائشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی جملہ طعاموں پر۔

فائدہ:۔ اہل عرب ثرید سے بڑھ کر کسی طعام کو نہیں سمجھتے تھے یہاں تک اس کا لقب بجموحۃ الجنۃ ہے۔ وہ اس لیے کہ ثرید گوشت کے ساتھ مل کر جامع الغذاء واللذت بن جاتا ہے اور اسے آسانی سے کھایا جاتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کے چبانے میں مشقت بھی نہیں اُٹھانی پڑتی

فضائل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت یوں بیان فرمائی کہ وہ حسن خلق کے ساتھ میٹھے بول اور فصیح لہجہ اور کھری طبیعت اور پختہ عقل اور شوہر سے محبت جیسی نعمتوں سے نوازی گئی ہے اور وہ شوہرداری اور گفتگو کرنے اور اس سے مانوس ہونے اور ملنساری کی صلاحیت رکھتی ہے۔

نکتہ:۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بی بی نے بچپن سے جوانی تک جو کچھ سیکھا وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھا بخلاف دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے کہ انہیں یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ نیز

روایات کثیرہ ہمارا بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہیں اور کسی بی بی سے مروی نہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

خذو ثلثی دینکم من عائشۃ

ترجمہ:۔ اپنے دین کی دو تہائی عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے حاصل کرو۔

اسی لیے امالی میں فرمایا ہے

و للصدیقۃ الرجحان فاعلم
علی الزھراء فی بعض الخصال

فائدہ:۔ بعض اُمور میں بی بی عائشہ کو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ترجیح ہے۔

تنبیہ:۔ اس سے یہ نہ سمجھیں کہ بی بی فاطمۃ الزہراء سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مطلقاً افضل ہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک مطلقاً فضیلت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہے جیسا کہ حدیث مذکورہ دلالت کرتی ہے اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو ثرید سے تشبیہ دے کر جملہ عورتوں سے فضیلت کا اظہار ہے جن میں سے بی بی فاطمہ مستثنیٰ ہیں کیونکہ ثرید کی تشبیہ ازواج کی وجہ سے ہے اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا تو لخت جگر ہیں۔

صاحب روح البیان کو نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت کا شرف

فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ ایک رات مجھے سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور مجھے فرما رہے ہیں عائشۃ ست النساء اللاتی اجتمعن۔ اس معنیٰ میں نے یہ سمجھا کہ عائشہ ان چھ بیبیوں میں سے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آئیں گی اور یہ چھ ان نو ازواج مطہرات میں سے ہیں جن کی فضیلت برابر ہے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت مشہور ہو گئی اور آپ کو افضل النساء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پکارا جانے لگا لیکن بیبیوں کی فضیلت کسی حکمت مخفیہ کی وجہ سے پوشیدہ رہی نیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان میں سے کسی وجہ سے مشہور نہیں کیا۔

فائدہ:۔ حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مردوں میں فضیلت والے بہت اور عورتوں میں کم ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد کی بات ہے ورنہ اس کے قبل زمانہ مختلف رہے۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے

نشان اہل خدا عاقیشت باخود دار
کہ در مشائخ شہر ایں ایں نشان نمی بینم

ترجمہ: اہل اللہ کی نشانی عشق اور خود داری ہے لیکن افسوس کہ یہ علامت میں اپنے شہر میں نہیں دیکھ رہا۔

حضرت عارف جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

اسرار عاشقاں را باید زباں دیگر
ورنہ کہ نیست پیدا در شہر ہم زبانی

ترجمہ: عاشقوں کے اسرار بیان کرنے کے لیے دوسری زبان چاہیئے لیکن افسوس کہ میرے شہر میں اس طرح کے ہم زبان نہیں ہیں۔

واللہ الہادی

صاحب روح البیان نے اس سورۃ کی تفسیر سے رجب شریف کے اوائل میں سنہ ۱۱۱۶ھ میں فراغت پائی۔

اتفاق کی بات

فقیر اویسی غفرلہ نے اس کے ترجمہ سے ۲۵ رجب المرجب شریف سنہ ۱۴۲۰ھ بروز سوموار جامع الا نوار قبل از صلوٰۃ عصر فراغت پائی۔

فہرست مضامین فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان

پ ۲۸

مضمون	صفحہ نمبر
قد سمع اللہ کا پہلا رکوع عربی	۳
" " " اردو ترجمہ مع تفسیر	۵
واللہ یسمع تحاورکما الخ کی تفسیر	۶
ادب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ	۸
تفسیر الذین یظاھرون منکم الخ	۱۰
تفسیر وانہم لیقولون منکرا من القول الخ	۱۲
تفسیر والذین یظاھرون منکم من نسائہم	۱۴
تفسیر فمن لم یجد فصیام الآیۃ	۱۷
معجزہ واختیار رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	۲۱
تفسیر ان الذین یحادون اللہ ورسولہ	۲۳
تفسیر یوم یبعثہم اللہ (الآیۃ)	۲۵
حاضر وناظر اور رد وہابیہ دیوبندیہ (حاشیہ)	۲۶
رکوع عربی الم تر ان اللہ یعلم الخ	۲۷
رکوع ہذا کا ترجمہ اردو	۲۸
تفسیر آیت الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموٰت	۲۹
علم غیب حاصل کرنے کا وظیفہ	۳۲
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور عراقی	۳۳
تفسیر الم تر الی الذین نہوا عن النجویٰ	۳۴
تفسیر واذا جاؤک حیوک الخ	۳۵
دعاء مستجاب ابن یہود	۳۷
تفسیر یاایہا الذین اذا تناجیتم (الآیۃ)	۳۱
تفسیر انما النجویٰ من الشیطان (الآیۃ)	۳۹
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خواب	۴۰
تفسیر یاایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم (الآیۃ)	۴۱
اہل مجلس کیلئے اہتمام عجیب اور منافقوں کا اعتراض	۴۳
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بے ادبوں گستاخوں سے دستور ومنشور (حاشیہ)	۴۴
گستاخوں کے متعلق اسلاف کا فتویٰ (حاشیہ)	"
تفسیر یرفع اللہ الذین آمنوا الخ	۴۵
فضائل علماء	۴۸
علماء کی شفاعت	۴۹
شان وکمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	۵۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شفقت بر امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۵۲

مضمون	صفحہ
خصوصیات مرتضیٰ پر رشک صحابہ	۵۴
تفسیر اشفقتم (الآیۃ)	۵۶
رکوع ع ۳ الم تر الی الذین تولوا الخ مع ترجمہ	۵۸
تفسیر الم تر الی الذین تولوا (الآیۃ)	۶۰
تفسیر اعد اللہ لھم عذابا شدیدا	۶۱
تفسیر لن تغنی عنہم اموالہم (الآیۃ)	۶۲
تفسیر استحوذ علیہم الشیطان	۶۳
تفسیر ان الذین یحادون اللہ (الآیۃ)	۶۵
تفسیر کتب اللہ لاغلبن الآیۃ	۶۸
تفسیر لا تجد قوماً یومنون باللہ الآیۃ	۶۸
صلح کلیوں کے لئے حوالہ جات	۶۹
صلح کلیوں کو اویسی کی دردمندانہ اپیل (حاشیہ)	۶۹
غیور صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات	۷۳
حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے باپ کو قتل کر دیا	۷۳
حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی کی غیرت اور باپ سے جھگڑا	۷۳
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا باپ کو تھپڑ مارنا اور قتل کی سوچ	۷۴
حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا اسلام (حاشیہ)	۷۵
حضرت ابوبکر کا بیٹے سے مقابلہ (رضی اللہ عنہ)	۷۵
افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ و دیگر واقعات	۷۶
تفسیر وایدھم بروح منہ (الآیۃ)	۷۷
حزب اللہ کون؟	۷۹

مضمون	صفحہ
سورۃ الحشر کا رکوع اول عربی	۸۱
〃 〃 〃 کا ترجمہ	۸۳
تفسیر آیت سبح للہ ما فی السموات (الآیۃ)	۸۴
پتھر درود خواں	۸۴
یہودیوں کا تعارف اور یہودی مدینہ کیسے پہنچے ہجرت کا سبب	۸۶
ہجرت کے بعد یہودیوں کا حال	۸۷
کعب بن اشرف یہودی کا حال	۸۷
جبریل علیہ السلام کی حاضری کعب بن اشرف کا قتل	۸۷
نبوی سیاست یہود کی سازش یہود کی جلاوطنی	۸۸
منافقین کی شرارت یہود کا سرغنہ یہود کی برادری تتر بتر	۸۹
سلسلہ حلوتیہ شریف اور تفسیر وھو الذی اخرج الخ	۹۰
الجزیرہ کا طول و عرض	۹۱
تفسیر ما ظننتم الخ (الآیۃ)	۹۱
تفسیر وقذف فی قلوبھم الرعب الخ	۹۳
تفسیر فاعتبروا یا اولی الابصار	۹۵
تحقیق البصر	۹۶
قیاس کے جواز کی دلیل	۹۷
تفسیر ولولا ان کتب اللہ الخ	۹۸
تفسیر ذلک بانھم شاقوا اللہ الخ	۹۹
تفسیر ما قطعتم من لینۃ الخ	۱۰۰
حضور علیہ السلام نے اونٹنی کا فیصلہ خلاف کر دیا (حاشیہ)	۱۰۰

عتیق و عجوہ کھجور و تمام کھجوروں کے ماں باپ	۱۰۱
صیحانی کھجور نے کہا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ	۱۰۲
مدینہ پاک میں غیر ملکی کھجوریں	۱۰۲
فضائل عجوہ شریف	۱۰۳
ماتم کی رسم یہودیوں سے	۱۰۴
تفسیر وما افاء اللہ علی رسولہ	۱۰۴
نکتہ وہابی کش	۱۰۴
تفسیر وما افاء اللہ علی رسولہ	۱۰۹
من اہل القریٰ الآیۃ	״
تفسیر کیلا یکون دولۃ الخ	۱۱۲
تفسیر وما اتاکم الرسول فخذوہ الخ	۱۱۳
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا استدلال	۱۱۵
تفسیر للفقراء المہاجرین الآیۃ	۱۱۶
اختیار نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثبوت	۱۱۸
فقر کی دو قسمیں	۱۱۹
تفسیر والذین تبوء الدار (الآیۃ)	۱۲۳
انصار سے کون مراد ہیں اور الدار سے مدینہ مراد ہے	۱۲۱
تفسیر لا یجدون فی صدورہم الآیۃ	۱۲۲
تقسیم الفیٔ اور ایثار کی حکایت	۱۲۴
فقراء (اولیاء) اور علماء میں فرق	۱۲۶
دور سابق اور دور حاضرہ کے پیر و فقیر (حاشیہ)	۱۲۷
تفسیر ومن یوق شح نفسہ (الآیۃ)	۱۲۸
سخاوت کے فضائل	۱۲۹
جود و سخا کا فرق	۱۳۰
تفسیر والذین جاؤا من بعدہم الآیۃ	۱۳۱
روافض خوارج اور جاہل واعظ	۱۳۴
عربی رکوع اور ترجمہ الم تر الی الذین	۱۳۸
نافقوا الخ	״
منافقین کی منافقت اور یہودیوں کی عداوت	۱۴۰
اور علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۴۰
تفسیر لانتم اشد رہبۃ (الآیۃ)	۱۴۳
تفسیر لا یقاتلونکم (الآیۃ)	۱۴۴
تحقیق لغوی لفظ شتّٰی	۱۴۵
عقل نور اور حکایت	۱۴۷
عقل کی نورانیت سے سورج بے نور	۱۴۸
تفسیر کمثل الذین من قبلہم الآیۃ	۱۴۸
برصیصا کا قصہ	۱۵۱
برصیصا کی دوسری کہانی	۱۵۳

حکایت کرسف زاہد اور جریج کا احسان ۱۵۵
جریج کا قصہ ۱۵۵
باکرامت لڑکا ۱۵۶
رکوع عربی مع ترجمہ یا ایہا الذین ۱۵۹
آمنوا اتقوا اللہ الخ ״
تفسیر ولا تکونوا کالذین (الآیۃ) ۱۶۳
الست کی باتیں مع حاشیہ ۱۶۴
تفسیر لا یستوی اصحاب النار (الآیۃ) ۱۶۶
تفسیر لو انزلنا ہذا القرآن (الآیۃ) ۱۶۹
تصوف کے چٹکلے اور غور و فکر کے فضائل ۱۷۲
تفسیر ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو (الآیۃ) ۱۷۵
تفسیر ھُوَ (صوفیانہ) ۱۷۶
نفس کی قسمیں ۔ ۱۷۸
عالم الغیب والشہادہ کی تفسیر ۱۷۹
عبد الملک کی تحقیق ۱۸۲
خاصیۃ الملک والقدوس ۱۸۵
تحقیق عبد السلام ۱۸۸
برکات نام محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۸۹
عبد المومن کی تحقیق ۔ ۱۹۰
حکایت امام ابن العربی شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱
المہیمن کی تحقیق ۱۹۲
تحقیق عبد العزیز ۱۹۴
تحقیق عبد الجبار ۱۹۷
المتکبر کی تحقیق ۱۹۸
تفسیر ہو اللہ الخالق الخ ۲۰۱
ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کی تحقیق ۲۰۳
حدیث مذکور کی تحقیق اویسی (حاشیہ) ۲۰۵
فوٹو کے عاشقوں کی مذمت (حاشیہ) ۲۰۶
عبد المصور کی تحقیق ۲۱۰
دعائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۱۱
استجابت دعا کا نسخہ اکسیر ۲۱۱
تحقیق عبد الحکیم ۲۱۳
سورۃ الحشر کی آخری آیات کے ۲۱۹
خواص و فضائل و برکات ״
سورۃ الممتحنۃ کا رکوع اول عربی ۔ ۲۲۱
״ ״ ״ کا ترجمہ ۲۲۱
الممتحنۃ کی وجہ تسمیہ اور آیت اول کی تفسیر ۲۲۳
واقعہ حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ ۲۲۴

واقعہ ہٰذا پر تبصرہ ادریسی (حاشیہ)	۲۲۵	تفسیر و لا جناح علیکم (الآیۃ)	۲۵۹
حکایت آیت کے نزول پر طالب رضی اللہ عنہ بیہوش ہوگئے	۲۲۶	تفسیر و لا تمسکوا بعصم الکوافر	۲۶۱
تفسیر و یفعلہ منکم الخ	۲۳۰	تفسیر واسئلوا ما انفقتم (الآیۃ)	۲۶۳
حکایت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۳۱	تفسیر فآتوا الذین ذہبت ازواجہم الآیۃ	۲۶۵
تفسیر ان یثقفوکم (الآیۃ)	۲۳۲	تفسیر یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات الآیۃ	۲۶۷
تفسیر قد کان لکم (الآیۃ)	۲۳۴	لواطت کی مذمت اور جانوروں سے وطی کا حکم	۲۶۹
تحقیق آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا (حاشیہ)	۲۳۷	لواطت کی خرابیاں (طبی قاعدہ) حاشیہ	۲۷۱
تارخ کون تھا	۲۳۹	لوطیوں کے مقتداء و پیشوا	۲۷۲
ذکر فضیلۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۴۱	لوطیوں کا انجام برباد	۲۷۴
تفسیر لقد کان لکم (الآیۃ)	۲۴۳	لواطت کی مذمت از احادیث	۲۷۵
رکوع عربی عسی اللہ ان یجعل الخ	۲۴۵	قیامت کی علامت لواطت کی کثرت	۲۷۵
ترجمہ رکوع مذکور	۲۴۶	لوطی قاتل	۲۷۶
تفسیر آیت عسی اللہ ان یجعل (الآیۃ)	۲۴۷	لوطی کی سزا	۲۷۷
تفسیر لا ینہاکم الخ	۲۴۹	تفسیر و لا یأتین ببہتان (الآیۃ)	۲۷۸
تفسیر انما ینہاکم اللہ الخ	۲۵۱	رد شیعہ	۲۷۹
ہجرت کا اعجوبہ	۲۵۲	فتح مکہ میں بیعت کی کیفیت	۲۸۲
بد مذاہب سے نکاح و بیاہ	۲۵۶	فضیلت بی بی ہندہ	۲۸۳
جاہل صوفیوں کی ایک غلط دلیل	۲۵۶	صوفیہ کا طریقہ مطابق سنت ہے	۲۸۴
جاہل صوفیوں کی تردید	۲۵۷	تفسیر یا ایہا الذین آمنوا لا تتولوا الآیۃ	۲۸۵

عنوان	صفحہ
قبریں کافر کا حال	۲۸۶
سورۃ الصف کا رکوع اول عربی	۲۸۸
سورۃ الصف کے رکوع (اول) کا ترجمہ	۲۸۹
تفسیر سبح للہ الآیۃ	۲۹۰
تفسیر مقتا عند اللہ (الآیۃ)	۲۹۲
بے عمل واعظ	۲۹۲
تفسیر ان اللہ یحب الذین (الآیۃ)	۲۹۴
تعارف عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۲۹۶
اغلاط العوام (نمونے)	۲۹۸
حضور علیہ السلام کو ایذا دیا گیا	۲۹۹
گستاخیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انجام	۳۰۰
تفسیر واذ قال عیسیٰ بن مریم (الآیۃ)	۳۰۱
مدح امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۰۲
فضائل محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۰۵
رہا یہ چرچہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۰۶
اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معنی	۳۰۷
اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکتے اور معجزے	۳۰۸
تمنائے موسیٰ علیہ السلام کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ	۳۰۹
وآلہ وسلم کے امتی ہوں	۳۰۹
حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیب و غریب فضائل	۳۱۰
احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا نکتہ	۳۱۱
محمد نام والے لوگ	۳۱۲
اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۱۳
بعض اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرح	۳۱۴
تفسیر فلما جاءھم (الآیۃ)	۳۲۱
تفسیر ومن اظلم (الآیۃ)	۳۲۱
اولیائے کرام کی شان	۳۲۶
تفسیر ھو الذی ارسل رسولہ (الآیۃ)	۳۲۶
دین کی اقسام	۳۲۷
رد وہابی جماعت اور اس کی ذیلی جماعتیں	۳۲۸
عربی رکوع مع ترجمہ یا ایھا الذین	۳۲۹
آمنو ھل ادلکم (الآیۃ)	۳۳۰
تفسیر آیت یا ایھا الذین آمنو ھل ادلکم (الآیۃ)	۳۳۱
اہل بدع یعنی بد مذاہب سے جہاد	۳۳۴
توحید کی اقسام	۳۳۵
جنات (جمع جنۃ) کی تعداد	۳۳۷
تفسیر واخری تحبونہا الآیۃ	۳۴۱
تفسیر یا ایھا الذین آمنو کونوا انصار اللہ الآیۃ	۳۴۳

مضمون	صفحہ
حواریین کی تحقیق	٣٤٤
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری	٣٤٤
عیسائیوں کے تین فرقے	٣٤٥
سورۃ الجمعہ کا پہلا رکوع عربی	٣٤٧
سورۃ الجمعہ کے پہلے رکوع کا ترجمہ	٣٤٨
تفسیر سبح للہ ما فی السموٰت وما	٣٤٨
فی الارض الآیۃ	"
عرب کی قسمیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی کیوں کہلائے [?] وجہ	٣٥٠
آپ کے اُمّی ہونے کے باوجود لکھنا پڑھنا جانتے تھے	٣٥١
شعیا پیغمبر علیہ السلام ہمارے حضور علیہ السلام کے مداح	٣٥٢
کتاب وحکمت کی مراد	٣٥٢
صحابہ کی شانِ کمال	٣٥٤
حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان کا ثبوت (حاشیہ)	٣٥٥
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اہلِ جنت ونار کا علم (حاشیہ)	٣٥٧
عرب کو عجم پر فضیلت	٣٥٨
تفسیر مثل الذین حملوا التورٰۃ الآیۃ	٣٦٠
تفسیر قل یا ایھا الذین ھادوا الآیۃ	٣٦٢
تفسیر قل ان الموت الذی (الآیۃ)	٣٦٧
طاعون سے خروج کی ممانعت	٣٧١
رکوع عربی مع ترجمہ یا ایھا الذین	٣٧٢
آمنوا اذا نودی الخ	"
اذانِ خطبہ مسجد سے خارج ہو تحقیق اویسی حاشیہ	٣٧٣
تحقیق الجمعہ اور اسلام کا پہلا جمعہ	٣٧٥
مسجدِ قبا کی سنگِ بنیاد	٣٧٦
تفسیر فاذا قضیت الصلوٰۃ (الآیۃ)	٣٨٠
یوم الجمعہ کے مسائل فقہیہ	٣٨٣
فضائل جمعہ	٣٨٤
خطبہ مسنونہ اور ایک خطبہ مسنون	٣٨٦
صحابہ پر اعتراض از شیعہ کا جواب	٣٨٧
حضرت بہلول مع خلیفۂ بغداد	٣٨٩
نمازِ جمعہ کے بعد دعا رائے [?]	٣٩٢
سورۃ المنافقون کا پہلا رکوع عربی	٣٩٤
" " " " کے پہلے رکوع کا ترجمہ	٣٩٥
تفسیر اذا جاءک المنافقون الآیۃ	٣٩٦
تفسیر اتخذوا ایمانھم (الآیۃ)	٣٩٩
تفسیر فطبع علیٰ قلوبھم الآیۃ	٤٠٠
تفسیر واذا رأیتھم الآیۃ منافقوں کے عذر [?]	"
تفسیر یحسبون کل صیحۃ (الآیۃ)	٤٠٢